کلیاتِ پریم چند
22

متفرقات

مرتبہ

مدن گوپال

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل (حکومتِ ہند)
ویسٹ بلاک 1، آر. کے. پورم، نئی دہلی۔ 110066

Kulliyat-e-Premchand-22

Edited by : Madan Gopal

Project Assistant Dr Raheel Siddiqui

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

پہلا ایڈیشن : 1100

سنہ اشاعت : اپریل، جون 2005 شک 1927

قیمت : -/329 روپے

شمار سلسلۂ مطبوعات : 1219

ISBN 81-7587-085-5

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ویسٹ بلاک 1، آر۔ کے۔ پورم نئی دہلی-110066

فون نمبر: 26103938، 26103381، 26179657 فیکس: 26108159

ای۔میل: urducoun@ndf.vsnl.net.in ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in

طابع: لاہوتی پرنٹ ایڈز، جامع مسجد دہلی - 110006

پیش لفظ

ایک عرصے سے ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ پریم چند کی تمام تصانیف کے مستند اڈیشن منظرِعام پر آئیں۔ قومی اردو کونسل پریم چند کی تمام تحریروں کو "کلیاتِ پریم چند" کے عنوان سے 24 جلدوں میں ایک مکمل سیٹ کی صورت میں شائع کررہی ہے۔ ان میں ان کے ناول، افسانے، ڈرامے، خطوط، تراجم، مضامین اور اداریے بہ اعتبار اصناف یکجا کیے جارہے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے :

ناول : جلد 1 سے جلد 8 تک، افسانے : جلد 9 سے جلد 14 تک،

ڈرامے : جلد 15 و جلد 16، خطوط : جلد 17،

تراجم : جلد 18 و جلد 19، متفرقات (مضامین اور اداریے) : جلد 20 سے جلد 24 تک

"کلیاتِ پریم چند" میں متون کے استناد کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ مواد کی فراہمی کے لیے اہم کتب خانوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ حسب ضرورت پریم چند کے ماہرین سے بھی ملاقات کرکے مدد لی گئی ہے۔

کلیات کو زمانی اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ سن اشاعت اور اشاعتی ادارے کا نام شائع کرنے کا التزام بھی رکھا گیا ہے۔

"کلیاتِ پریم چند" کی یہ جلدیں قومی اردو کونسل کے ایک بڑے منصوبے کا نقش اوّل ہیں۔ اس پروجیکٹ کے تحت اردو ادب کے ان ادبا و شعرا کی کلیات شائع کی جائیں گی جو کلاسیکی حیثیت اختیار کرچکی ہیں۔ پریم چند کی تحریروں کو یکجا

کرنے کی اس پہلی کاوش میں کچھ خامیاں اور کوتاہیاں ضرور راہ پاگئی ہوں گی۔ خاص طور سے پریم چند کی یہ جلد ان کی ہندی تحریروں پر مبنی ہے جن کو ظہیر رحمتی، عصمت پروین اور سہیل میاں نے اردو رسم خط میں تبدیل کیا ہے۔ اس سلسلے میں قارئین کے مفید مشوروں کا خیر مقدم ہے۔ پریم چند کی اگر کوئی تحریر/تحریریں بعد میں دریافت ہوتی ہیں تو انھیں آئندہ ایڈیشنوں میں شامل کیا جائے گا۔

اردو کے اہم کلاسیکی ادبی سرمایے کو شائع کرنے کا منصوبہ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی ترجیحات میں شامل ہے۔ ان ادبی متون کے انتخاب اور ان کی اشاعت کا فیصلہ قومی اردو کونسل کے ادبی پینل نے پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی کی سربراہی میں کیا۔ ادبی پینل نے اس پروجیکٹ سے متعلق تمام بنیادی امور پر غور کرکے منصوبے کو تکمیل تک پہنچانے میں ہماری رہنمائی کی۔ قومی اردو کونسل ادبی پینل کے تمام ارکان کی شکرگزار ہے۔ ''کلیات پریم چند'' کے مرتب مدن گوپال اور پروجیکٹ اسسٹنٹ ڈاکٹر رحیل صدیقی بھی شکریے کے مستحق ہیں کہ انھوں نے پریم چند کی تحریروں کو یکجا کرنے اور انھیں ترتیب دینے میں بنیادی رول ادا کیا۔

امید ہے کہ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی دیگر مطبوعات کی طرح ''کلیات پریم چند'' کی بھی پذیرائی ہوگی۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ

ڈائرکٹر

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومتِ ہند،

نئی دہلی

فہرست

	دیباچہ	xix
-1	سودیش کا سندیش	1
-2	ورتمان آندولن کے راستے میں رُکاوٹیں	6
-2	نیا ورش	21
-3	وبھاجک ریکھا	24
-4	سوراجیہ سے کس کا اُہت ہوگا	30
-5	آزادی کی لڑائی	35
-6	دَمن	45
-7	ڈنڈا	51
-8	اگر تم کشتریہ ہو	57
-9	سوراجیہ سنگرام میں کس کی وجے ہو رہی ہے	59
-10	پکیٹنگ آرڈی نَنس	64
-11	سوراجیہ اندولن پر آکشیپ	70
-12	بمبئی کے ایک مجسٹریٹ کا بھرم	70
-13	کانگریس زندہ باد	71
-14	کانگریس	74
-15	سوراجیہ مل کر رہے گا	75
-16	گوری جاتیوں کا پربھاؤ کیوں کم ہو رہا ہے	77
-17	دیش کی ورتمان پرستھتی	80
-18	مہاتما جی کی وجے یاترا	83
-19	نیا پریس بل	86
-20	سرکاری خرچے میں کفایت	88
-21	بنگال آرڈی نَنس	90
-22	گول میز سبھا کا وسرجن	91
-23	دمن کی سیما	94

-24	اچھوت پن مٹتا جا رہا ہے	101
-25	پردہ تھوڑے دنوں کا مہمان ہے	101
-26	مسٹر ایچ این بریلسفورڈ کے بھارتیہ انوبھو	102
-27	آرڈی نینس بل کا اسمبلی میں ورودھ	107
-28	نو ٹیک	108
-29	پنجاب پولس وبھاگ کی رپورٹ	112
-30	پولس پر ہنسا	113
-31	ہوائی جہاز سے گولا باری	114
-32	بیگم عالم کی اوجسونی اپیل	115
-33	آرڈی نینس کی اودھی	116
-34	پونا کا عیسائی سمیلن	117
-35	پرانتیہ کونسلوں میں دوسرا ممبر	118
-36	مہاتما جی کی سوادھینتا	120
-37	برما میں راشٹریتا کی وجے	122
-38	راشٹر سنگھ پر ڈاکٹر پرانچپے کا بھاشن	123
-39	آرڈی نینس بل پاس	124
-40	انگلینڈ کا وشواسی پولس مین	124
-41	بنگال میں آتنک واد	125
-42	گول میز میں کیا ہو رہا ہے	125
-43	لندن میں کیا ہوگا	126
-44	گول میز سبھا کا وسرجن	129
-45	گول میز کا مرثیہ	133
-46	بھارت اپنا نرنے خود کرے گا	137
-47	تیسری گول میز کی رپورٹ	139
-48	نئے نئے صوبوں کی سنک	142
49	1932	145
-50	کالے قانونوں کا ویوہار	149
-51	دیسی رجواڑے	150

-52	الور	151
-53	مہاراجہ الور کا میموریل	151
-54	برار کا معاملہ	152
-55	الور نریش	152
-56	کیا کٹوتیوں کو بحال کیا جائے گا	153
-57	مہاراجہ الور کا سنیاس	155
-58	ریاستوں کا سنرکشن ایکٹ	156
-59	ہمارے دیشی نریشوں کا پتن	157
-60	جھابوا نریش کا نرواسن	158
-61	برما سمبندھی نرنے	159
-62	برما کا پرتھکرن	161
-63	برما کی اصلی آواز	162
-64	مارچ کا بجٹ	164
-65	مہاتما جی کا پتر	167
-66	راجنیتک نیتاؤں کی رہائی	168
-67	سرتیج کا مت	169
-68	وہائٹ پیپر کا مسودہ	170
-69	سرسیموئل کا اتر	173
-70	کلکتہ کانگریس	174
-71	اسمبلی کی اودھی	175
-72	آنے والا شویت پتر	177
-73	سادہ اور سفید	180
-74	سفید کاغذ پر ابھی اور بھی سفیدی چڑھے گی	183
-75	آوشواس	185
-76	بھارت کے وِرودھ پرچار	189
-77	آرتھک سوراجیہ	190
-78	ہماری غلامی بڑھے گی	191
-79	رزرو بینک	195

-80	جاپان کے مال کا بہشکار	198
81	مسیز سبارویاں کا وکتویہ	199
-82	مہاتماجی کا مکمل تپ	200
-83	مہاتماجی کی اپیل پر سرکار کا جواب	201
-84	سول سروس	202
-85	دکشن افریقہ کا نیا چناؤ	203
-86	ستیا گرہ	204
-87	شری سمپورنانند جی	208
-88	چٹ گاؤں میں سینک بربرتا	209
-89	انڈمان کے قیدی	210
-90	کالے پانی کے راجنیتک قیدیوں کی مدت	211
-91	گورنمنٹ کے لیے ایک نیا اوسر	213
-92	امریکن پادری کا پتر گورنر بنگال کے نام	215
-93	شویت پتر کا کنزرویٹو ورودھ	216
-94	انڈمان قیدیوں کا دوسرا جتھا	216
-95	بھارت میں انگریزی بینکوں کے اندھا دھند نفعے	217
-96	بھارت کی چاندی امریکہ کو	218
-97	پھر وہی شہادتیں	219
-98	سُدِن اتھوا کدِن	220
-99	بورے کی بھینس	225
-100	انڈمان کے قیدی	226
-101	راشٹر کے نیتاؤں میں ورتمان سمسیا پر وچار	227
-102	نیتا سمیلن	228
-103	پولس کا کام ہوائی جہازوں کی بم ورشا سے	230
-104	نئی پرستھتی	232
-105	آٹھ کروڑ کا خرچ	236
-106	آنے والا ودھان اور منسٹر	237
-107	بھاوی کاریہ کرم کے لیے ایک پرستاؤ	238

-108	ہمیں ایسا سدھار نہیں چاہیے	240
-109	بھوشیہ	242
-110	سرحد پر بم باری	246
-111	میں راجنیتی کو تلانجلی دیتا ہوں	247
-112	میرٹھ کے مقدمہ کا فیصلہ	248
-113	جاپان کی ویاپارک سپھلتا کا رہسیہ	250
-114	منگیر میں کانگریسی امیدواروں کی وجے	251
-115	کلکتہ کارپوریشن کا پرستاؤ	252
-116	بھارت 1983 میں	254
-117	بینت مارنے کی سزا	259
-118	بھیشن ستیہ	261
-119	مہا[illegible] جی کی رہائی	263
-120	مالویہ جی کی چنوتی	263
-121	گورے گورے ہیں، کالے کالے ہیں	264
-122	وائسرائے کا بھاشن	265
-123	ہماری قومی پارلیمنٹ کی قوم پروری	267
-124	اسمبلی میں بھوکمپ	271
-125	گورنر بمبئی کی شکایت	273
-126	راجکماروں کے رہنے یوگیہ	275
-127	روئی والوں کی بھی سنی جائے	276
-128	جاپان بھارت سمودائے	277
-129	برٹین کے لیے اسہیہ	279
-130	پچھلی مردم شماری	280
-131	جوائنٹ سلیکٹ کمیٹی میں پداھیکاریوں کو آشواسن	282
-132	مسٹر لانسبری کا بال بہلاون	284
-133	کانگریس کے بے کار والنٹیئر	285
-134	شملے میں تکڈم	286
-135	کانگریس اور سوشلزم	288

-136	کانگریس کا نیا پروگرام	290
-137	پنڈت جواہر لال نہرو کی آرتھک ویوستھا	294
-138	مسٹر چرچل کے مولک پرستاؤ	295
-139	حلوائی کی دوکان	296
-140	شری جواہر لال نہرو کا ویاکھیان	297
-141	ہندو سوشل لیگ کا فتوا	299
-142	بیکار بیٹھنے سے کاؤنسل میں جانا اچھا	302
-143	یووکوں میں راشٹر پریم	305
-144	ریاستوں کی رکشا کا بل	306
-145	بھارت ویاپی بھوکمپ	307
-146	وہ پرلینکر دوس	309
-147	پرکرتی کا تانڈو	315
-148	بہار کی وپتی اور کاشی	319
-149	بھوڈول اور کاشی کے ادھیکاری	319
-150	وپتی وپتی	320
-151	منگیر مظفر پور کی دشا	321
-152	سیوا سمیتی کا سراہنیہ کاریہ	323
-153	بہار اور دیشی ریاستیں	324
-154	کیا ہونے والا ہے	325
-155	دیومند اور بھوکمپ	328
-156	آکسمک پرکوپ بل	330
-157	بہار کی پرستھتی	331
-158	بھائی جی کا آکشیپ	332
-159	سنٹرل ریلیف اور وائس رائے فنڈ	333
-160	بہار کے لیے مسٹر اینڈروز کی اپیل	334
-161	پنڈت جواہر لال نہرو کی گرفتاری	335
-162	بجٹ 1934	336
-163	سر مانک جی دادا بھائی کی قدر دانی	339

-164	جیل کے نیموں میں سدھار	340
-165	بے کاری کیسے دور ہو	341
-166	چرچل پارٹی کی نئی چال	342
-167	ہوم ممبر صاحب کی شیریں بیانی	343
-168	برماو چھید کے لیے نئے بہانے	344
-169	کمانڈر ران چیف صاحب کا وینگ	345
-170	کانگریس کا سرکار سے سہیوگ	345
-171	دہلی میں کانگریس نیتاؤں کا سمیلن	346
-172	سچی بات کہنے کا دنڈ	347
-173	سروشکتی مان پولس	348
-174	ٹھیلیم ٹھالا	349
-175	لارکانا میں ہتھیاروں کی ضرورت	352
-176	آنے والا چناؤ اور کانگریس	353
-177	پور چنگیز پوروی افریقہ	354
-178	کانگریس کی ودھایک یوجنا	356
-179	کانگریس کی آرتھک یوجنا	358
-180	سرکار کو مبارکباد	360
-181	رادر میر کی ہائے ہائے	361
-182	اسمبلی کا وسرجن	362
-183	سوراجیہ پارٹی	363
-184	کانگریس کمیٹی کیا کرے گی	365
-185	چناؤ پُھسو دل	367
-186	آتنک واد کا انمولن	396
-187	سوراجیہ کے فائدے	371
-188	روس اور جرمنی کی سندھی	377
-189	اوٹاوا سمیلن کا آشیرواد	389
-190	انگلینڈ کے لبرل ممبروں کا پدتیاگ	390
-191	مسٹر چرچل جن تنتر کے وِرودھ میں	391

-192	آسٹریلیا سے گیہوں کی آمدنی	392
-193	جاپان کا آرتھک سنکٹ	393
-194	مسٹر لائیڈ جارج جرمنی کے پکش میں	393
-195	امریکہ کی دھمکی	394
-196	امریکہ کے قرض دار	395
-197	سوویت روس کی اُنتی	397
-198	بے ایمانی بھی راجنیتی ہے	397
-199	ایران کا تیل	398
-200	ودیشی راجنیتی	399
-201	اشانتی	401
-202	جرمنی کا بھوشیہ	405
-203	یہ ڈکٹیٹروں کا یگ ہے	406
-204	مسولنی شانتی ویوستھاپک کے روپ میں	407
-205	سہیوگ یا سنگھرش	410
-206	امریکہ پھر گیلا ہو گیا	411
-207	جرمنی میں یہودیوں پر اتیاچار	412
-208	جاپان کے حوصلے	414
-209	جاپان اور چین	416
-210	سنسار کی ورخی پرگتی	418
-211	جن ستا کا پتن	419
-212	آرتھک سنگھرش	420
-213	نجی راجنیتی	422
-214	ہوآپیکو	425
-215	بھاوی مہا سمر	426
-216	لندن کا آرتھک سمیلن	429
-217	ایران سے برٹین کی سندھی	430
-218	نیک نیتی	431
-219	آیرلینڈ کی استھتی	435

-220	امریکہ میں کرشک ودروہ	436
-221	روس میں سماچار پتروں کی انتی	438
-222	گیہوں سمیلن	440
-223	انتر راشٹریہ ویاپار بند کر دو	441
-224	مسٹر ڈی ویلرا سے ورودھ	442
-225	ڈکٹیٹر شپ یا ڈیموکریسی	443
-226	زبردستی یا سمجھا بجھا کر	445
-227	کھیتی کی پیداوار کم کرنے کا آیوجن	448
-228	نشستری کرن کا ڈراما	449
-229	جرمنی میں اناریوں کا بہشکار	450
-230	جرمنی کے کمیونسٹ	450
-231	اندھا پونجی واد	451
-232	نادر شاہ کی ہتیا	453
-233	راشٹریتا اور انتر راشٹریتا	454
-234	یورپ میں نشستر کرن کی پرگتی	457
-235	سماج واد کا آتنک	460
-236	کاشغر اور مسلم وپلو	461
-237	بھاوی مہاسمر تتھا جاپان	462
-238	مزدور دل کا ڈکٹیٹر شپ سے ورودھ	464
-239	روس اور جاپان میں تناؤ	465
-240	یوروپ میں لڑائی کے بادل	466
-241	انگریزی فاسسٹ دل کی نیتی	467
-242	روس میں بھی پونجی واد	468
-243	ہٹلر کی تاناشاہی	470
-244	وان ہنڈن برگ کا سورگ واس	473
-245	فرانس کی تیاری	476
-246	امرکوی گیٹے کا اپمان	478
-247	کربلا	477

-248	نو یگ	480
-249	پرتھک اور سنیکت نرواچن	484
-250	مرزاپور کانفرنس میں ایک مہتوپورن پرستاؤ	485
-251	راج کرمچاریوں کا پکشپات پورن ویوہار	491
-252	سوارتھاندھتا کی پراکاشٹھا	492
-253	گول میز پریشد میں گول مال	493
-254	ہندو مسلم ایکتا	498
-255	سامپردائک متادھیکار کی گھوشنا	503
-254	اب ہمیں کیا کرنا ہے	506
-256	ہندو سبھا کی نشکرتیا	509
-257	مولانا شوکت علی کی گہری سوجھ	511
-258	مسلم سرودل سمیلن	513
-259	راشٹریتا کی وجے	517
-260	سورگیہ مولانا محمد علی کا فارمولا	521
-261	ایکتا سمیلن	523
-262	آشا کا کیندر	526
-263	ایکتا سمیلن	530
-264	کراچی مہیلا سمیلن لیڈی عبدالقادر کا بھاشن	531
-265	سندھ کا سمجھوتا	532
-266	ایکتا کے ورودھ سمپردائے وادیوں کا شور غل	535
-267	ایکتا	536
-268	سمجھوتا یا ہار	540
-269	پریاگ سمیلن	544
-270	مسلم جنتا میں ایکتا سمیلن کا سمرتھن	545
-271	مرزاپور کا دنگا	546
-272	پنجاب کے ہندو مسلمانوں میں سمجھوتا	549
-273	کانپور دنگا رپورٹ	550
-274	پاکستان کی نئی اُپج	552

-275	تپسوی اور مہاتما	553
-276	حضرت محمد کی پنیہ اسمرتی	554
-277	اسلام کا وش ورکش	559
-278	سنیکت پارلیمنٹ کمیٹی کے سامنے بھائی پرمانند کا بیان	562
-279	قرآن میں دھارمک ایکیہ کا تتو	565
-280	بھائی پرمانند جی کا بھاشن	568
-281	ہندو سبھا کی ناراضی	570
-282	مسلم لیگ کا ادھیویشن	571
-283	ڈاکٹر اقبال کا جواب پنڈت جواہر لال نہرو کو	576
-284	بھائی پرمانند کی سندیہہ درشٹی	577
-285	سامپرادئک سمسیا کا راشٹریہ سنوے	578
-286	مسلم چھاتروں سے	582
-287	کاشمیر میں پھر دنگا ہوا	583
-288	سرودل سمیلن کا وِرودھ	584
-289	سامپردائکتا اور سوارتھ	585
-290	سامپردائکتا کا زہر مہیلاؤں میں	586
-291	سامپردائک بٹوارا	587
-292	سرکاری نوکریاں اور سامپردائکتا	588
-293	مہان تپ	590
-294	ہمارا کرتویہ	594
-295	کاشی کا کلنک	598
-296	ہریجنوں کے مندر پرویش کا پرشن	601
-297	اچھوتوں کو مندروں میں جانے دینا پاپ ہے	604
-298	مہاتما جی کا اُپواس	608
-299	ہرجن بالکوں کے لیے چھاترالے	609
-300	دلی کے میونسپل چناؤ میں اچھوت ممبر	609
-301	کانپور میونسپل چناؤ	610
-302	ہمارے یووکوں کا کرتویہ۔	610

-303	پاون تتھی۔	611
-304	سناتن دھرم کا پرچار	617
-305	اسپرشیوں کی مہتوا کانشہ	620
-306	مندر پرویش اور سرکار	621
-307	شری دیوداس گاندھی کا اپدیش	624
-308	شری دیور کھکر کی ہار	625
-309	مہاتماجی کا ورت	626
-310	مہان تپ	629
-311	مندر پرویش اور ہریجن	635
-312	کانپور کو بدھائی	636
-313	مہاتما گاندھی پھر انشن کر رہے ہیں	637
-314	بریلی میں ہریجن سبھا	638
-315	کیا ہریجن آندولن راجنیتک ہے	639
-316	کیا ہم واستو میں راشٹروادی ہیں	640
-317	بہار مندر سمیلن	647
-318	کاشی میں مندر پرویش بل کا سمرتھن	648
-319	اس حماقت کی بھی کوئی حد ہے	648
-320	نئی پرستھتی میں زمین داروں کا کرتویہ	649
-321	زمینداروں کی جائداد کی رکشا	651
-322	کسانوں کی قرضہ کمیٹی کے پرستاؤ	653
-323	آراضی کی چکبندی	656
-324	ہت بھاگے کسان	658
-325	ہڑتال	662
-326	زبردستی	663
-327	مہاجن اور کسان	667
-328	کسانوں کا قرضہ	668
-329	شکر سمیلن	672
-330	اودھ کے کسانوں کا سنگھ	674

-331	کرشی سہایک بینکوں کی ضرورت	675
-332	کاشی میں زمینداروں کی سبھا	676
-333	چھوٹے زمیندار یا بڑے	677
-334	بستی میں ایکھ سنگھ سمیلن	678
-335	کسان سہایک قانونوں کی پرگتی	678
-336	زمینداروں کی دُردشا	679
-337	دیہاتوں پر دیادرشتی	684
-338	آگرہ زمیندار سمیلن	686
-339	نرکشرتا کی دہائی	690
-340	یوپی کاؤنسل میں کرشکوں پرانیائے	692
-341	زمینداروں نے پھر منھ کی کھائی	694
-342	کسان سہایک ایکٹ	695
-343	ممبئی کے مزدوروں کی ہڑتال	695
-344	کاشی میونسپل بورڈ	698
-345	کاشی میونسپل بورڈ کا نرواچن	799
-346	یکت پرانتیہ کونسل کے سدسیوں سے	700
-347	کاشی میونسپل بورڈ	702
-348	کاشی میونسپل بورڈ کا نرواچن	703
-349	کاشی میونسپل بورڈ	705
-350	کاشی میونسپلٹی	706
-351	واٹر ورکس کی لاپرواہی	710
-352	کاشی میونسپل بورڈ	711
-353	کاشی میونسپل بورڈ	712
-354	کاشی میونسپل بورڈ	713
-355	سرکاری بورڈ	714
-356	کاشی کا میونسپل بورڈ	715
-357	سرکاری پربندھ کی بات	717
-358	شری رامیشور سہائے سنہا	718

-359	نیا قرضہ	719
-360	شاباش کاشی میونسپلٹی	720
-361	بنارس کی میونسپلٹی	720
-362	کاشی کی سرکاری میونسپلٹی	721
-363	استھانیہ سنستھاؤں میں ویمنسیہ	722
-364	پولس کو ایک سبق	722
-365	پنجاب کی میونسپلٹیاں	723
-366	ناگپور میونسپلٹی کا سراہنیہ کام	724
-367	جاگرن کا نیا روپ	725
-368	جاگرن اور پریس سے ایک ایک ہزار کی ضمانت	728
-369	جاگرن سے ضمانت	729
-370	کھید پرکاش	732
-371	جاگرن کا دام پانچ پیسے	733
-372	جاگرن کا پہلا ورش	735
-373	جاگرن کی سادھی	737

دیباچہ

کلیات پریم چند کی دو جلدوں (21،20) میں 1903 سے لے کر 1936 تک اردو میں لکھے گئے سبھی مضامین، تبصرے، سوانحی خاکے وغیرہ پیش کیے گئے ہیں۔ ان دو جلدوں (23،22) میں پریم چند کے ہندی رسالوں میں لکھے مضامین، تبصرہ وغیرہ شامل ہیں۔

پریم چند کی صحافت کی ابتدا اردو مضامین سے ہوئی تھی۔ اس زمانے میں یوپی سرکار کا سارا کام اردو میں ہوتا تھا اور کائستھ گھرانوں کے لوگ عام طور سے منشی پیشے کے لیے مشہور تھے۔ پریم چند کی ابتدائی تعلیم اردو اور فارسی میں ہوئی تھی۔ لیکن ان کا تعلق ہندی سے بھی رہا ہوگا کیوں کہ فروری 1932 میں اپنے سوانحی مضمون میں انھوں نے لکھا تھا کہ میٹرک پاس کرنے کے بعد جب بنارس میں ایک وکیل کے لڑکے کو ٹیوشن پڑھاتے تھے تو ایک آدمی ان کے پاس ہندی پڑھنے کے لیے آتا تھا۔ پریم چند ان دنوں ہندی بھی پڑھتے تھے۔ اگرچہ وہ اردو میں لکھتے تھے لیکن ہندی سے بھی دلچسپی تھی۔ اس کی ایک وجہ شاید ان کا آریہ ساج سے تعلق تھا۔ 1907 میں انھوں نے منشی دیوی پرساد کے ناول روٹھی رانی کا اردو ترجمہ زمانہ میں شائع کرایا تھا۔ اسی سال اپنے ناول ہم خرما و ہم ثواب کا ہندی ترجمہ پریما کے عنوان سے الہ آباد سے شائع کرایا۔ ایک خط میں زمانے کے مدیر کو صلاح دی کہ "آپ بھی ہندی لٹریچر میں مضامین دینے کا ڈھنگ نکالیے۔" جب ان کی پہلی کتاب سوز وطن شائع ہوئی تو ایک کاپی رسالہ سرسوتی کو بھی ریویو کے لیے گئی۔

1910 میں ایک خط میں نگم کو لکھا کہ "اگر آپ کو امر خلاف مانع نہ ہو تو اردو ہندی میں مضامین لکھ کر انھیں بھیج دیں جو الہ آباد کے ایجوکیشنل گزٹ میں شائع ہو سکیں۔" انھیں ہندی صحافت میں اتنی دلچسپی تھی کہ 13 مئی 1910 میں نگم سے پوچھا "ہندی پرچے کا کیا حشر ہوا

یعنی اس کی تجویز کھٹائی میں پڑگئی یا باقی ہے۔ نکلنے والا ہو تو ہندی میں لکھنے کی عادت ڈالوں۔''
جب نگم نے زمانہ کے علاوہ ایک دوسرا رسالہ آزاد شروع کیا تو پریم چند نے نگم کو لکھا۔'' آپ مجھے ہندی ڈپارٹ منٹ کا ایڈیٹر سمجھیے۔ میں اخبارات و رسائل سے مناسب اور دلچسپ ترجمے کر دیا کروں گا۔ کبھی کبھی ان پر نوٹ اور تنقید بھی لکھوں گا۔ ہندی شعرا کی دلچسپ اور مختصر سوانح کا سلسلہ بھی ہوگا''۔ زمانہ میں ہی بھارتیندو ہرش چندر، کیشو اور بہاری، کالیداس، بہاری ست سئی وغیرہ پر مضامین شائع ہوئے تھے۔

بستی میں پریم چند کا تعلق منّن دویدی گج پوری سے ہوا۔ وہ ہندی کے ادیب تھے اور انھوں نے ہی پریم چند کا تعارف، ہندی پرتاپ کے مدیر گنیش شنکر ودیارتھی سے کرایا۔ 19/اپریل 1914 میں دیا نرائن نگم کو لکھتے ہیں۔'' پرتاپ کے اصرار پر مجبور ہو کر ایک مختصر افسانہ اس کے وجے لکشمی نمبر کے لیے لکھا ہے۔ ہندی لکھنی تو آتی نہیں مگر قلم توڑ مروڑ دیا ہے۔'' کچھ سال بعد سپت سروج اور نوندھی افسانوی مجموعے گورکھپور اور بمبئی سے شائع ہوئے۔ الہ آباد کے سرسوتی رسالے میں بھی ان کے افسانے شائع ہوئے۔ 1 ستمبر 1915 کو دیا نرائن نگم کو لکھا۔'' پریم چند کے ہندی ترجمے کے لیے کئی جگہ سے اقرار ہوا ہے۔ میں خود ہی اس کام کو ہاتھ میں لوں گا۔ اب ہندی لکھنے کی مشق بھی کر رہا ہوں۔ اردو میں اب گزر نہیں ہے۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ بال مکند گپت کی طرح میں بھی ہندی لکھنے میں زندگی صرف کر دوں گا۔ اردو میں کبھی کسی ہندو کو فیض ہوا ہے۔ جو مجھے ہو جائے گا۔'' اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اردو پڑھنے والوں کی تعداد تو کم نہیں ہے لیکن غالباً سب مفت کے پڑھنے والے ہیں، سبھی اہل قلم ہیں۔ پڑھنے والا کوئی نہیں۔''

بقول ہندی ادیب بھگوتی چرن ورما 'ایک دن کانپور میں ادیبوں کی نشست میں پریم چند نے کہا'' میں اب اردو چھوڑ کر ہندی میں داخل ہو رہا ہوں۔ ہندی عام لوگوں کی زبان ہے۔ اس کے ذریعے میں جنتا جناردن تک پہنچ سکوں گا۔'' دیا نرائن نگم نے مذاق میں کہا۔ تم ہندی لکھ بھی نہیں سکتے پھر بھلا ہندی میں کیا جگہ بناؤ گے۔ پریم چند نے مذاق میں جواب دیا۔'' آہستہ آہستہ لکھنے لگوں گا۔ میری سنسکرتی تو ہندی ہے۔ مشق سے ہندی الفاظ پر ادھیکار ہو جائے گا۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ مجھے ابتدائی تعلیم ہندی میں نہیں ملی لیکن صبح کا بھولا اگر شام کو لوٹ آئے تو وہ بھولا نہیں کہلاتا۔''

1921 میں سرکاری نوکری سے استعفیٰ دینے کے بعد انھوں نے گورکھپور کے ہفتہ وار سودیش اور بنارس کے آج میں باقاعدہ لکھنا شروع کیا۔ سودیش کا ایک شمارہ بھی مرتب کیا۔ کچھ دن سہ ماہی مریادا کے بھی مدیر رہے۔ اس رسالے میں انھوں نے مضامین اور تبصرے لکھے۔ کانپور کے پربھا اور چاند (الہ آباد) میں لکھتے رہے۔ رسالہ چاند کا کلپا تنگ بھی ترتیب دیا۔

شروع ہی سے ان کی تمنا تھی کہ اپنا پریس ہو جہاں سے وہ ایک رسالہ نکالیں اور اپنی کتابوں کی اشاعت بھی کریں۔ زمانہ میں انھوں نے رفتار زمانہ کالم میں بہت کچھ لکھا تھا۔ ایسے ہی ہندی کے رسائل میں بھی لکھنا چاہتے تھے۔ 1923 میں انھوں نے بنارس میں سرسوتی پریس لگایا۔ اس میں مہتاب رائے اور فراق گورکھپوری کے علاوہ ایک ان کے چچیرے بھائی بھی شریک تھے۔ کایا کلپ، غبن، پرتگیا، کرم بھومی اور گودان سرسوتی پریس سے شائع ہوئی۔

1927 میں جب پریم چند بہت مشہور ہو چکے تھے اور ناول کے بادشاہ کہلاتے تھے تو نول کشور پریس کے مالک بشن نرائن بھارگو نے انھیں اپنے ہندی ماہوار مادھری کا معاون مدیر مقرر کیا چونکہ اس رسالے میں آزادی نہیں تھی اس لیے مارچ 1930 میں انھوں نے بنارس سے ایک ماہنامہ ہنس نکالنا شروع کیا۔ اس میں اپنے اور دوسرے ادیبوں کے افسانوں کے علاوہ تبصرے قومی اور بین الاقوامی مضامین بھی شائع ہوتے تھے۔ کئی بار برٹش حکومت نے ضمانت بھی طلب کی۔

1935 میں پریم چند نے ہنس کو بھارتیہ ساہتیہ پریشد کو سونپ دیا۔ اس کے صدر گاندھی جی تھے۔ مریادا، مادھوری، چاند، ہنس اور جاگرن میں پریم چند لگاتار لکھتے رہے۔ ان کے مضامین مختلف پہلوؤں پر ہوتے تھے۔ جنگ آزادی سودیش، قومی زبان، خواتین کے بارے میں، تعلیم، معاشرت، دھرم اور سماج، کسان اور مزدور وغیرہ وغیرہ موضوعات پر اظہار خیال کرتے تھے۔ اس کے علاوہ مختلف کتابوں پر تبصرے بھی ہوتے۔ مختلف ادیبوں کے اصرار پر ان کی کتابوں پر دیباچے بھی پریم چند لکھتے تھے۔ ان دیباچوں کو بھی یہاں شامل کیا گیا ہے۔

جناب امرت رائے نے زمانہ، آزاد، اردوئے معلی کے مضامین وودھ پرسنگ کی ایک جلد میں اور ہندی مضامین وغیرہ دو جلدوں میں 1962 میں شائع کیے تھے۔ پریم چند کے اپنے رسالے ہنس اور جاگرن کے شمارے بہت مشکل سے ملتے ہیں۔ جناب امرت رائے صاحب بہت محنت سے جاگرن، ہنس اور دیگر رسائل کے مضامین اکٹھا کر کے بڑا کام کیا ہے۔ جو

مضامین امرت رائے کو نہیں ملے انھیں 20 سال کے بعد کمل کشور گوینکا نے پریم چند اپرا پیہ ساہتیہ میں شائع کیا اس میں ہنس اور جاگرن کے علاوہ مریادا، چاند، مادھوری اور دوسرے رسائل میں شائع مضامین کو بھی پیش کیا۔ میں ان دونوں ادیبوں کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں۔ وودھ پرسنگ کی دوسری اور تیسری جلدوں میں پیش کیے گئے اداریے مضامین کے علاوہ اپرا پیہ ساہتیہ کے مضامین اسی ترتیب سے یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔

محققین کے کام میں سارے مواد ایک دم نہیں آتے۔ بہت ممکن ہے کہ کچھ مضامین تبصرے، وغیرہ مستقبل میں دستیاب ہوں۔ اس طرح ضمیمے کے طور پر آئندہ دستیاب تحریریں کلیات کی 25 ویں جلد میں شائع کی جائیں گی۔

مدن گوپال

سودیش کا سندیش[1]

سودیش کے لیے سچ مچ یہ سنتوش[2] اور سوبھاگیہ[3] کی بات ہے کہ اس کا جنم ایک نوین یگ[4] میں ہو رہا ہے۔ ایسے نوین اور سمیہ یگ[5] میں، جو اپنے سچے سدھانتوں[6] کے بل پر، نکٹ ورتی بھوشیہ میں، سارے سنسار سے اپنی ستا[7] اور مہتا[8] آپ منوا لے گا۔ پرنتو ابھی اس نوین اور سمیہ یگ کی کیول پو پھٹی ہے۔ پرکاش[9] ہونا باقی ہے۔ تو بھی ہم اس یگ کا ہردے سے سواگت کرتے ہیں۔ ہمیں سنیکت[10] راجیہ امریکہ کے راشٹر پتی ڈاکٹر ولسن کے شبدوں میں، اس بات پر پورن[11] وشواس[12] ہے کہ آج سے چار پانچ ورش پہلے کوئی راشٹر کسی وشیش[13] سدھانت[14] کو لے کر سمر کشیتر[15] میں نہیں اترا تھا۔ کیول یگ کی آوشیکتا[16] نے سبھی راشٹروں کے منہ سے بڑی بڑی باتیں نکلوالی تھیں۔ ایسی دشا[17] میں ہم اب یہ بھی نسنکوچ[18] ہو کر کہہ سکتے ہیں کہ اس نوین یگ کی آوشیکتا سنسار کی گتی[19] کو بھی اپنے انوکول موڑ لینے سے باز نہ آئے گی۔

ہم اپنی اس پچھلی بات پر اس لیے اور بھی زور دیتے ہیں کہ سمے کی دشا کبھی استھر[20] نہیں رہتی، ہاں یہ ضرور ہے کہ وایو[21] کے سمان[22] کبھی تو اس کی گتی ایسی مند[23] ہوتی ہے کہ ہم کو اس کا گیان ہی نہیں ہو پاتا ہے اور کبھی اتنی پرچنڈ[24] کی اس کے ویگ[25] سے پراچین سے پراچین پرتھائیں اکھڑ جاتی ہیں، سماج ساگر میں ہلچل مچ جاتی ہے اور بڑے سے بڑے اٹل سدھانتوں کی جڑیں ہل جاتی ہیں۔ اس لیے موجودہ سمے کی گتی کو یدی ہم اسی پرچنڈ پون کے

1۔ پیغام وطن 2۔ اطمینان بخش 3۔ قسمت 4۔ جدید دور 5۔ مہذب دور 6۔ اصولوں 7۔ حکمرانی 8۔ اہمیت 9۔ اجالا 10۔ متحدہ 11۔ پورا 12۔ یقین 13۔ خاص 14۔ اصول 15۔ میدان جنگ 16۔ ضرورت 17۔ صورت 18۔ بلا تامل 19۔ حرکت 20۔ جامد 21۔ ہوا 22۔ طرح 23۔ کم 24۔ تیز 25۔ رفتار

نام سے پکاریں تو بیجا نہ ہوا۔ اس نے دو ایک ورشوں ہی میں راشٹر کی دشاؤں میں وہ پریورتن[1] کر دیا جو سادھارنتہ[2] سامانیہ[3] ریتی[4] سے شتابدیوں[5] میں بھی نہ ہوتا ہے۔ اب تک ان سوراجیہ[6] پراپت دیشوں میں بھی جن کا راشٹر سنگٹھن سمپورن[7] سمجھا جاتا تھا، کچھ گنے گنائے لوگ ہی جنتا کے بھاگیہ کے ودھاتا[8] ہوتے تھے۔ دھن سرو پردھان[9] وستو[10] تھی۔ اس کی وردھی[11] پردیش کی اُنتی، دیش کا گورو[12] اور دیش کی شکتی نربھر[13] سمجھی جاتی ہے۔ یدی اس دھن کی رکشا[14] کرنے کی نمت[15] اسنکھیہ پرانیوں کا بلیدان[16] کرنا پڑے تو اس میں کوئی آپتی[17] نہ تھی۔ راشٹروں کا لکشیہ کیول دھن اور پربھتو[18] کا سنگرہ[19] تھا۔ نیائے[20] پریم صد ویوہار[21] دیا اور دھرم کا مان[22] گھٹتے گھٹتے شونیہ ہوگیا۔ دھن ہی دھرم تھا۔ دھن ہی نیائے اور دھن ہی سب کچھ۔ جنتا کیول دھن وردھی[23] کی سامگری[24] ماتر[25] سمجھی جاتی تھی۔ پر اس یدھ[26] نے اس استھتی[27] میں بہت کچھ سنشودھن[28] کر دیا ہے۔ سوچھاچار یتا[29] کا سمپورن ناش ہوگیا ہے۔ چاہے وہ پردھان یکتیوں[30] کے ہاتھوں میں رہی اور چاہے راج کرمچاریوں[31] کے۔ روس، جرمن آسٹریا آدی[32] دیشوں میں اب جنتا سویم[33] اپنے بھاگیہ کی ادھیکارنی[34] بنتی جا رہی ہے۔ پربھتو اور راجیہ وستار[35] کے لیے وہ اپنے رکت[36] بہانے والوں کو اب کٹھن سے کٹھن[37] دنڈ دینے پر پرستت[38] ہے۔

یہ تو ہوا رن پراست[39] دیشوں کا حال۔ وجے[40] پراپت دیشوں میں بھی جنتا کے سوتو اور ادھیکار[41] بڑھا دیے گئے۔ انگلینڈ نے استریوں کو ابھی تک راجکیہ سوتو[42] سے ونچت[43] رکھا تھا۔ مزدوروں اور کسانوں میں بھی کتنوں ہی کو یہ سوتو وں پراپت نہ تھے۔ پر اب پارلیمنٹ میں بیٹھنے اور اس کے ممبروں کو چننے کا ادھیکار اتنا وسترت ہوگیا ہے کہ وہ ووٹروں میں

1۔تبدیلی 2۔عام طور پر 3۔عموی 4۔طریقہ 5۔صدیوں 6۔خودمختار 7۔مکمل 8۔خدا 9۔سب سے اعلیٰ 10۔چیز 11۔اضافہ
12۔شان 13۔منحصر 14۔حفاظت 15۔مقصد 16۔قربانی 17۔اعتراض 18۔اقتدار 19۔جمع کرنا 20۔انصاف 21
۔اچھا سلوک 22۔اہمیت 23۔بڑھوتری 24۔شے 25۔صرف 26۔جنگ 27۔صورت حال 28۔اصلاح 29۔من مانی
30۔اشرافیہ 31۔سرکاری اہل کار 32۔وغیرہ 33۔خود 34۔فیصلہ کن 35۔مملکت کی توسیع 36۔خون 37۔تخت سے تخت
38۔موجود 39۔جنگ ہارے ہوئے 40۔فتح 41۔حقوق 42۔اقتداری اختیار 43۔محروم

لگ بھگ اسّی لاکھ استری پُرشوں کی سنکھیا بڑھ گئی ہے۔ کیول اتنا ہی نہیں، مزدوروں کی سواستھیہ رکشا[1] ان کی مزدوری کی وردھی اور انیہ نانا پرکار[2] کی سُویدھاؤں کا پریتن[3] کیا جا رہا ہے بچ بچ جنتا کا اتنا گورو[4] اس یدھ سے پہلے کبھی نہ تھا۔ واستو[5] میں اس یدھ میں اگر کسی کی جیت ہوئی ہے تو وہ ہے جنتا کی جیت۔ اس یدھ نے جنتا کے لیے وہ کر دیا ہے جو فرانس کی راجیہ کرانتی[6] نے بھی نہ کیا تھا۔

اس یدھ روپی کشیر ساگر کے متھنے سے دوسرا اچھل رتن[7] یہ نکلا ہے کہ اب نربل[8] جاتیوں[9] کو شکتی سمپن جاتیوں کا آہار[10] نہیں بنانے دیا جائے گا۔ اب تک شکتی شالی جاتیاں نربل کو اپنا کھادیہ سمجھتی تھیں۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا سدھانت سروَمانیہ[11] تھا۔ پولینڈ اپنی اِچھا کے وِردھ جرمنی، روس، آسٹریا آدی دیشوں کا گراس[12] بنا ہوا تھا، سربیا پر آسٹریا کے دانت تھے۔ راجیہ وستار کی دُھن میں اس بات کی رتی بھر بھی پرواہ نہ کی جاتی تھی جن پر ہم ادھیکار جمانا چاہتے ہیں واستو[13] میں ان کی اپنی اچھا کیا ہے۔ وجئی راجا اتھوا[14] سامراجیہ[15] کو ادھیکار تھا کی پراست[16] دیشوں کے جن بھاگ[17] کو چاہیں ہڑپ بیٹھے یہاں تک دھاندلی ہوتی تھی کہ جہازوں میں راشٹروں کے وارے کے نیارے ہو جاتے تھے۔ پرنتو اب اس دُردیوستھا[18] کا سنشودھن[19] ہو رہا ہے اب بھوشیہ میں راشٹروں کے ساتھ وستوؤں یا مویشیوں کے سمان ویوہار نہیں کیا جائے گا۔ پرتیک جاتی کو اس بات کا ادھیکار ہوگا کہ وہ اپنے بھاگیہ آپ نرنے کریں۔ وہ جس سامراجیہ کے آدِھین[20] رہنا چاہیں، اور اس کی اچھا ہو تو، سُیم اپنا راجیہ شاسن آپ کریں، ہم نہیں کہہ سکتے کی اس پرتھا کا کیا کھیل ہوگا۔ سمبھو ہے کی سنسار اسنکھیہ چھوٹے موٹے راجیوں میں وبھکت[21] ہو جائے پر کچھ بھی ہو اس کا پھل اتنا آوشیہ ہوگا کہ راجیہ وستار کی چیشٹا[22] کا لوپ[23] ہو جائے گا۔ نربل جاتیاں بھی نشنک[24] اپنا جیون نرواہ کر سکیں گی۔ انھیں کسی بلوان جاتی کے پیروں تلے کچلے جانے کا بھے[25] نہیں رہے گا۔

1۔ حفظان صحت 2۔ طرح طرح 3۔ کوشش 4۔ عزت 5۔ درحقیقت 6۔ انقلاب 7۔ جواہر 8۔ کمزور 9۔ ذاتوں 10۔ خوراک 11۔ مقبول عام 12۔ خوراک 13۔ درحقیقت 14۔ یا 15۔ سلطنت 16۔ ہارے ہوئے 17۔ عوامی ملکیت 18۔ بری حالت 19۔ اصلاح 20۔ زیر سایہ 21۔ تقسیم 22۔ بڑی کوشش 23۔ خاتمہ 24۔ بے خوف 25۔ خوف

واستو میں یہ سمے راشٹروں کے نرمان کا سمے ہے۔ 'لیگ آف نیشنس' ارتھات جاتیوں کی پنچایت کا ادیوگ[1] ہو رہا ہے اور آشا ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں یہ سنستھا ودیمان[2] ہو جائے گی۔ سچ مچ وہ دن سنسار کے لیے آنند کا دن ہوگا۔ اس سے یہ بڑی بڑی سینائیں، یہ جہازوں کے شکتی سموہ، یہ استر شستر[3] کی وردھی، یہ سنگھرشن یہ چڑھا اوپری سب بھنگ ہو جائے گی۔ کم سے کم اتنی پرتی دوندوتا[4] شنہ رہے گی۔ بھارت کی دین آنکھیں بھی اس پنچایت کی اور لگی ہیں۔ پر کون یہ کہنے کا ساہس کرے گا کہ ہم بھی اُس پنچایت میں سملت ہونے کے یوگیہ ہیں۔ ہمارے سماج میں ابھی اونچ نیچ کا وچار جیوں کا تیوں بنا ہے۔ چمار اب بھی اچھوت ہیں اور ڈوموں کا اسپرش کرنا تو ہمارے لیے گھور پاتک ہے۔ منوشیہ کی آتما کی شریشٹھتا[5]، اُس کا گورو ہم بھولے بیٹھے ہیں۔ ہماری ورشٹی اسحول[6] ہو گئی ہے۔ وہ شریر کے بھیتر پرویش نہیں کر سکتی۔ اسے آتمک سمانتا[7] پوترتا اور ویاپکتا[8] دکھلائی ہی نہیں دیتی۔ ہمارے کرشک اب بھی نیچ سمجھے جاتے ہیں۔ ان سے اب بھی بیگار لی جاتی ہے، ان پر نانا پرکار کے انیائے کیے جاتے ہیں۔ سوارتھاندھ[9] زمیندار انھیں ستانے اور کچلنے میں اب بھی سنکوچ[10] نہیں کرتے۔ ہمارے اوپر مورکھتا کا اب بھی وہی پرانا سامراجیہ ہے۔ ہمیں یا تو شکشا دی ہی نہیں جاتی یا دی جاتی ہے تو ہمارے آدرش سے بالکل گری ہوئی ہے۔ سارانش[11] یہ کہ اس پنچایت میں سملت ہونے کے پہلے ہم کو بڑی بڑی تیاریاں کرنی ہیں۔ جب تک وہ تیاریاں پوری نہ ہوں گی تب تک پنچایت میں ہمیں استھان ملنا کٹھن ہے۔ ہماری راجنیتک اور سماجک سدھارک سنستھائیں ابھی تک نگروں کا ہی چکر کاٹ رہی ہیں۔ وے باہر نہیں نکلنے پائیں۔ ہماری جاتی، جو پردھانتہ[12] گاؤں میں رہتی ہے، بالکل نہیں جانتی کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ وہ ہماری ویش بھوشا[13] اور بھاؤ کو دیکھ کر ہم سے کچھ پرتھک[14] سی ہو گئی ہے۔ اسے جگانا، اسے اپنانا، اس کی اُپیکشا[15] نہ کر کے اس کے پرتی پریم اور سنویدنا[16] کے بھاو پرکٹ[17] کرنا یہ پرتیک سودیشابھیمانی[18] کا پردھان[19] کرتویہ[20] ہے۔ ہمارے نگروں میں راجنیتک ہوا بہہ چلی ہے پرنتو ہمارے

1۔ صنعت 2۔ موجود 3۔ اسلحہ 4۔ رقابت 5۔ ارفعیت 6۔ کمزور 7۔ باطنی سوزونیت 8۔ مناسبت 9۔ خودغرض 10۔ جھجکنا 11۔ مختصر 12۔ زیادہ تر 13۔ لباس 14۔ مختلف 15۔ نظرانداز 16۔ ہمدردی 17۔ ظاہر 18۔ غیور وطن پرست 19۔ اہم 20۔ فرض

دیہاتوں میں ابھی تک اس کا پرویش نہیں ہوا۔ یہ اُدّشیہ پرتییک سودیش وَتسل کے سامنے ہے۔ اس کو پورا کرنا اس کا دھرم ہے۔ یہ مانا کہ ہماری شکتیاں نیون ہیں۔ ہمارے ہردے میں بل نہیں، ہماری آتما دربل ہو گئی ہے، ہمارے ہاتھ اور پیر شتھل پڑ گئے ہیں۔ پرنتو ان سب بادھاؤں کے ہوتے ہوئے بھی ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یدی ہم کو سنسار میں جیوت اور سمانت[1] رہنا ہے تو یہ بوجھ ہمیں اٹھانا ہی پڑے گا۔ ہمیں پرستاو پاس کرتے کرتے بہت دن ہو گئے اور یدیپی اس کا کچھ نہ کچھ پھل اودشیہ نکلا پرنتوں سے اور شکتی وے کو دیکھتے ہوئے یہ آشاتیت نہیں کہا جا سکتا۔ کارن یہی تھا کہ ہم نے اپنے کاریہ کشیتر کو سنکچت[2] رکھا۔ اب اس کے وستار کا سے آ گیا ہے۔ سمبھو ہے کبھی یہ آشا کی جاتی رہی ہو کہ ہندستان کے شکشت لوگ اپنا ایک الگ گٹ بنا لیں گے۔ پر اب وہ سوپن دیکھنا بھول ہے۔ ہندستان کا اُدّھار[3] ہندستان کی جنتا پر نربھر ہے۔ جنتا میں اپنی یوگیتا[4] کے انوسار یہ بھاو پیدا کرنا پرتییک سودیش واسی کا پرم دھرم ہے۔ سودیش تمھیں سندیش دے رہا ہے کہ تم بھی منوشیہ ہو، تم کو بھی ایشور کے یہاں سے سمان ادھیکار پراپت ہے۔ تم میں بھی انتی[5] کرنے کی، گوروشالی بننے کی شکتی موجود ہے۔ اٹھو، اس سے کام لو۔ یہ آلسیہ[6] چھوڑو، ہمت مضبوط کرو اور پرماتما تمھارے سہایک ہوں گے۔

'سودیش' پرویستانک، بسنت پنچمی 1975 وی۔

1۔ باعزت 2۔ محدود 3۔ نجات 4۔ صلاحیت 5۔ ترقی 6۔ کاہلی

ورتمان آندولن کے راستے میں رکاوٹیں

سوراجیہ کا ورتمان آندولن[1] ابھی تک تو کامیابی کے ساتھ جاری ہی ہے لیکن اب حالتیں روز بہ روز خطرناک ہوتی جارہی ہیں۔ یوں کچھ لوگوں کی درشٹی میں تو اسہیوگ[2] آندولن[3] کو سرے سے ہی کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی نہ لڑکوں نے مدرسے چھوڑے، نہ سرکاری ملازموں نے نوکریاں چھوڑیں، نہ وکیلوں نے وکالت کو نمسکار کیا، نہ پنچایتیں قائم ہوئیں۔ لیکن اسہیوگ کے بڑے سے بڑے سرتھک[4] کے دھیان میں بھی یہ بات نہ رہی ہوگی کہ ان سبھی شاخوں میں سولہوں آنہ کامیابی ہوگی۔ ایسے معاملوں میں جہاں نجی نفع نقصان کا سوال پیش ہوجاتا ہے، سولہوں آنے کامیابی کی امید کرنا سنہرے سپنے دیکھنا ہے یہاں تو روپے میں آنہ دو آنہ کامیابی ہوجائے وہی بہت ہے اور خاص کر ہندستان جیسے غریب دیش میں جہاں سارا معاملہ آخرکار روزی پر آکر رک جاتا ہے۔ پھر یہاں باوجود نیشنل کانگریس کی تیس سال لڑائی کے قوم نے ویوہارک راجنیتی میں ابھی بال ہی میں قدم رکھا ہے۔ ابھی نجی ہت[5] اور سوارتھ[6] ولوں سے دور نہیں ہیں۔ قدم قدم پر نفع نقصان کا مسئلہ پیش ہوجاتا ہے اور جب خیال کیجیے کہ ابھی دو سال پہلے یہاں کی راجنیتک حالت کیا تھی۔ لوگ بے جا خوشامد اور لچھے دار باتوں کو راجنیتی کا مکھیہ انش سمجھتے تھے، یہاں تک کہ مذہبی جلسوں اور مشاعروں میں بھی راجیہ بھکتی پر پرستاو پاس کرنا ایک مکھیہ کرتویہ ہوگیا تھا۔ سرکاری نوکریوں کے لیے کتنی دوڑ دھوپ کتنی چھینا جھپٹی اور کتنی گپت[7] کارروائیاں کی جاتی تھیں تو ایسی حالت میں یہ امید کرنا کہ کسی جادو منتر سے قوم کا ہر ایک آدمی اپنے نجی فائدے کو اپنی زندگی کو

1۔ موجودہ تحریک 2۔ عدم تعاون 3۔ تحریک 4۔ حامی 5۔ ذاتی فائدے 6۔ خودغرضی 7۔ مخفی

قوم پر قربان کردے گا، اصلیت کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اس لیے ہم یہ دعوا کرنا اپنے تئیں ٹھیک سمجھتے ہیں کہ سوراجیہ کا آندولن اب تک کامیاب ہوا ہے۔ ودیارتھیوں نے سامو ہک روپ سے اسکول کالج نہ چھوڑے ہوں لیکن ان میں آزادی اور سچائی کی چیتنا[1] سیوا اور بلیدان کی بھاونا ضرور پیدا ہوگئی ہے جو آگے چل کر راشٹر کے لیے بہت ہی اپیوگی سدھ[2] ہوگی۔

سرکاری نوکروں نے اپنی نوکریاں بہت بڑی سنکھیا میں نہیں چھوڑیں لیکن ان میں زیادہ نہیں تو پچاس فیصدی ایسے ضرور ہو گئے ہیں جو اپنی موجودہ حالت کو نراش آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اپنے عہدے کو گورو کی یا اپنے رعب کو بڑھانے والی چیز نہیں سمجھتے، بلکہ جیوکو پارجن[3] کی ودشتا[4] سمجھتے ہیں اور اگر آج انھیں کوئی ایسی صورت نظر آئے جس سے وہ بھوک اور بدحالی سے بچ کر زندگی بسر کریں تو غالباً وہ آج ہی استعفیٰ دے کر الگ ہو جائیں گے۔ وکیلوں نے وکالت کو سامو ہک[5] روپ سے نمسکار نہ کر لیا ہو لیکن ایسا شاید ہی کوئی ضلع ہو جہاں استعفیٰ دیے ہوئے وکیل راشٹر کی سیوا میں نہ لگے ہوں اور یہ تو دن کی روشنی کی طرح اسپشٹ ہے کہ وکالت کے پیشے پر راشٹر کو وہ ابھیمان نہیں رہا ہے جو ایک سال پہلے تھا۔ کہاں تو یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ ہمارے نوجوان ودیارتھی وکالت ہی کو اپنا جیون لکشیہ، جیونوڈیشیہ[6] اور جیون سروسو سمجھتے تھے۔ سوسائٹی میں وکالت کی بڑی عزت ہوگئی تھی اور کہاں اب یہ حال ہو گیا ہے کہ جو لوگ ابھی تک اس پیشے میں ہیں اور جن میں اپنے نجی سوارتھ نے سوابھیمان اور دیش گورو کی بھاونا کو بالکل ختم نہیں کر دیا ہے، وہ اب سر اٹھا کر نہیں چل سکتے۔ غرض کہ جیون کا ایسا کوئی کشیتر نہیں ہے جس پر اسہوگ کا اثر کم و بیش نہ پڑا ہو۔ خاص طور پر سودیشی آندولن اور مدیہ نشیدھ میں تو اس آندولن کو بدھائی کے یوگیہ سپھلتا ملی ہے۔ مگر جیوں جیوں ہم لکشیہ کے پاس پہنچتے جاتے ہیں، ورودھی شکتیاں بھی زیادہ تیز، زیادہ سنگٹھت[7] زیادہ سجگ[8] ہوتی جاتی ہیں۔ جب تک یہ خیال کیا جاتا تھا کہ دوسری ہندستانی کوششوں کی طرح یہ آندولن بھی آخر کار اپنے ہی زور سے گر جائے گا اور یہ جوش کچھ دنوں میں آپ ہی آپ ختم ہو جائے گا تب تک ورودھی شکتیاں کسی قدر دلچسپی سے اس درشیہ کو دیکھ رہی تھیں۔ لیکن اب جب کہ انھیں یہ لکشن[9] دکھائی دے رہے ہیں کہ یہ گتی کیول جھونکے کی گتی نہیں، بلکہ بھوڈول ہے تو ان کی دلچسپی ورودھ کی شکل میں بدلتی جا رہی ہے۔ چنانچہ اس آندولن کے راستے

1۔شعور 2۔ثابت 3۔گزر بسر 4۔مجبوری 5۔مجموعی 6۔زندگی کا مقصد 7۔متحد 8۔بیدار 9۔علامتیں

میں بہت بڑی رکاوٹ شانتی بھنگ کی آشنکا اور جان و مال، عصمت اور سمان کی رکشا کا خیال ہے۔ دیرگھ کالین شانت جیون نے شانتی کو ہمارے لیے کھانے اور ہوا پانی کی طرح ضروری بنا رکھا ہے۔ یہاں تو معمولی ہڑتالیں بھی چند سال پہلے راشٹر کے لیے پریشانی اور بھے کا کارن[1] بن جاتی تھیں۔ جاہلوں میں آپسی فساد اور لڑائی جھگڑے ہو جاتے تھے تو سارے ملک میں کہرام سا مچ جاتا تھا۔ ہم اپنی میٹھی نیند میں ذرا بھی کھٹکا برداشت نہ کر سکتے تھے۔ ایسی حالت میں شانتی بھنگ[2] ہونے کا ڈر اگر اس آندولن کی جڑ اکھاڑنے پر آمادہ ہو کر سرکار کی حمایت اور اسے طاقت پہنچانے کو اپنا پہلا کرتویہ سمجھ لے تو کوئی آشچریہ کی بات نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کی سنکھیا دیش میں کم نہیں ہے۔ وہ خوشامدی نہیں ہیں، اوسروادی نہیں ہیں، سرکار کے بھاٹ بن کر اپنا مطلب نہیں سادھنا چاہتے بلکہ انھیں سچے دل سے شانتی کے بھنگ ہونے اور اس کے ڈراونے نتیجوں کا ڈر ہے۔ وہ جب اپنی حالت کا دوسری آزاد قوموں سے ملان کرتے ہیں، اس کے تیاگ اور دیش پریم کے اتساہ کو دیکھتے ہیں تو اپنی خامیوں اور کمزوریوں کو دیکھ کر انھیں اپنے اوپر بھروسہ نہیں ہوتا کہ ہم اس کٹھن لڑائی میں سپھل ہو سکیں گے۔ آرا اور کٹار پور اور موپلاؤں کے ہنگاموں پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کا یہ بھروسا اور بھی غائب ہو جاتا ہے اور اس مجبوری کی حالت میں وہ ورتمان ویوستھا کے سدھار اور سن شودھن میں اپنی مکتی سمجھنے لگتے ہیں اور مجبور ہو کر راجیہ بھکتوں کی شرینی میں آ جاتے ہیں۔ مگر جان اور مال کی حفاظت کا خیال کوئی ہندستان کی ہی خاص چیز نہیں ہے، وہ منشیہ ماتر کا سوبھاو ہے۔ منشیہ ہی کا نہیں، ہر پرانی کا۔ اپنے جیون اور اس کی رکشا کی چنتا چھوٹے سے چھوٹے پران میں بھی پائی جاتی ہیں۔ انسان میں اپنی جیون رکشا کے ساتھ اپنے مال اور اپنے سمان کی رکشا کا خیال بھی شامل ہے۔ یہ مت سمجھیے کہ یورپ اور امریکہ میں ہر آدمی آزادی کا اتنا متوالا ہے کی اس پر بلیدان ہونے کو تیار ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مدتوں آزادی کا مزا اٹھانے اور ایک دیش کی ویوستھا[3] کرنے کے بعد ان میں بلیدان کی بھاؤ نا اپیکشا کرت ادھک سبل ہو گئی ہے، لیکن ایسے دیکتی ہر دیش میں گنے گنائے ہی ہوتے ہیں جو اپنی آتما یا سوادھینتا کی رکشا پر اپنا سب کچھ بلیدان[4] کر دیں۔ اگر یہ کیفیت ہوتی تو ان دیشوں میں انوار یہ سینک سیوا کی ضرورت ہی نہ پڑتی، لوگ خود بہ خود اپنے سینے کو ڈھال بنا کر میدان میں چلے جاتے، لیکن کہیں بھی یہ کیفیت

1۔ سبب 2۔ برخواست 3۔ انتظام 4۔ قربان

نہیں ہے، یہاں تک کہ اب سارا یورپ لڑائی سے اتنا تنگ آ گیا ہے کہ اس کے نام ہی سے اس کی روح فنا ہو جاتی ہے۔ ہاں، جب ایسا موقع آجاتا ہے کہ راشٹر اور دیش پر اپنا سب کچھ نچھاور کیے بنا کوئی راستہ نظر نہیں آتا، جب یہ آشنکا[1] ہو جاتی ہے کہ دشمن کے آتیا چاری[2] ہاتھوں سے جان اور مال کی رکشا نہ ہو سکے گی تو بجائے اس کے کہ اپنی اپنی دولت کو صندوقچے میں بند کر کے لوگ اس پر بیٹھ جائیں، وہ وِوَش ہو کر میدان میں نکل پڑتے ہیں۔ لیکن جب تک اتنی بھیشن آشنکا نہیں ہوتی ان راشٹروں کا اتساہ[3] بھی اپنے شکھر پر نہیں پہنچتا۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم نے راشٹر یہ بھاؤناؤں کا مولیانکن[4] کرنے میں بھول کی ہو کہ اب جگ کشتروں میں تو شاید ہی کوئی ایسا باپ ہوگا جو اپنے دو بیٹوں میں سے ایک کو دیش کی رکشا کے لیے خوشی سے الگ نہ کر دے۔ آپتی[5] کی جا سکتی ہے کہ پچھلے مہایدھ[6] میں سینکڑوں پرلوبھنوں اور ہمت بڑھانے کی کوششوں کے باوجود شکشت نوجوانوں میں سے بہت کم فوج میں شامل ہونے پر آمادہ ہوئے۔ اس کے کارنوں کی جانچ کرنا بہت کٹھن نہیں ہے۔ انسان خوشی سے اپنی جان دینا اسی حالت میں منظور کرتا ہے، جب نسبتاً اسے اتنا ہی فائدہ بھی ہو۔ نائب تحصیلداری یا تحصیلداری یا چند بیگھے زمین کی لالچ سے اونچی شرینی کے لوگ ہرگز ہتھیلی پر سر لے کر آگے نہیں آسکتے۔ آخر ہم کس انمول چیز کی حفاظت کے لیے اپنی جانیں قربان کرتے؟ ہم آزاد نہیں تھے کہ آزادی کی حفاظت کے لیے مرتے۔ دیاوسایک[7] راج بھگ اور بھاوناتمک، ایک بھی ایسا ہت ہمارا نہ تھا تو کیوں کر ہمارا سوابھیمان جاگتا۔ اس لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اتنا بھروسا کھو بیٹھیں۔ سوراجیہ[8] کی منزل آسان نہیں ہے۔ اسے طے کرتے کرتے ہم شاید سفر کی ساری تکلیفوں اور یاتناؤں کے عادی ہو جائیں گے۔ قریب کا راستہ ہمیشہ جوکھم کا ہوا کرتا ہے، ہم نے اسی جوکھم کے راستے کو پسند کیا ہے۔ اس لیے ہمیں تکلیفیں اور سختیاں بھی بہت زیادہ برداشت کرنی پڑیں گی، اور گو ہم میں سے جو بہت کمزور ہیں وہ ان سختیوں کو جھیل نہ سکیں گے لیکن قافلے میں ایسے ساہسی لوگ بھی کافی نکل آئیں گے جنھیں یاترا کی کٹھنائیاں اور رادھک شکتی وان، درڑ نشچے، چمکر اور نربھے[9] بنا دیں گی۔ ہماری سیوا سمیتیاں دھیرے دھیرے اپنے کرتویوں کو سمجھتی جا رہی ہیں۔ ہمارے راشٹر سیوکوں کی سنستھائیں جان و مال کی رکشا کی دیوستھا کر رہی ہیں۔ یہ جوش روز بروز بڑھ رہا ہے۔ اس لیے

1۔ خدشہ 2۔ ظالم 3۔ حوصلہ 4۔ پیمائشِ قدر 5۔ اعتراض 6۔ عالمی جنگ 7۔ پیشہ وارانہ 8۔ خود مختار 9۔ نڈر

بجائے اس کے کہ ہم آنے والے کرتویوں کے بودھ کے کارن سوراجیہ سے گھبرانے لگیں، ہمارا کرتویہ ہے کہ ہم مردوں کی طرح پرستھتی کا سامنا کریں۔ یہ سمجھنا غلطی ہے کہ کچھ اور سرکار کی چھتر چھایا میں رہ کر ہم اور ادھک دیش بھگت ہو جائیں گے اور ہم میں دیش پریم کی بھاونا زیادہ جاندار ہو جائے گی۔ معمولی شانتی کی حالتیں اگر کوئی بھاونا پیدا کرسکتی ہیں تو وہ سوارتھ بھاونا، اُدر پوشن اور اُدسرواد کی بھاونا ہے۔ آزادی، قربانی، جان نثاری کی اسپرٹ اس جلوایو میں پنپ نہیں سکتی۔ ہم نے مدتوں میں یہ سبق حاصل کیا ہے اور دنیا کے دوسرے راشٹروں کا بھی یہی انوبھو ہے۔

اس راستے میں دوسری بڑی رکاوٹ بدھی اور انتر اتما کا بیر[1] ہے۔ ایک سمودائے[2] جو ششکشا اور یوگیتا میں بہت آگے بڑھا ہوا ہے، اور اس کے ساتھ ہی سوراجیہ کا اس سے کم پریمی نہیں ہے جتنے کہ اسہیوگ کے سمرتھک ہیں، اس سادہ بے تکلف، قدرتی زندگی کو سہمی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہے جو اسہیوگ کے ماننے والوں کی پہچان بن گئی ہے۔ وہ رہن سہن کی اس کرانتی کو، جو اس سادگی کا ضروری نتیجہ ہے، جانورپن قرار دیتا ہے۔ اس کے خیال میں یہ آندولن سبھیتا[3] اور سنسکرتی[4] کے وکاس[5] کو مٹا دینا چاہتی ہے اور اس تتھاکتھت[6] اُنتی اور پرکاش کے یگ کو مٹا کر پھر اسی آدم یگ[7] میں لوٹ جانا چاہتی ہے۔ یہ سمودائے ان ویوہارک اور وچارک انوسندھانوں کو، اُن پراکرتک آوشکاروں کو، اس راجنیتک اور سانسکرتک استھتی کو مانو بدھی کا شکھر سمجھتا ہے۔ وہ اس جھوٹے آڈمبر اور بناوٹ کی زندگی کا، اس ویوسائک اور اَدیوگک پرتیوگتا کا اتنا پریمی ہوگیا ہے کہ اُس کی بدھی میں سرل جیون کا وچار آ ہی نہیں سکتا۔ اس کی نگاہ موجودہ رہن سہن کے روشن پہلو کی طرف جمی ہوئی ہے، اس کے اندھیرے پہلو کو وہ جان بوجھ کر یا سوبھاوِش[8] دیکھنا نہیں چاہتا۔ اسے اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہے کہ ورتمان ویوستھا نے اگر ایک طرف آرام کے سامان اکٹھا کیے ہیں۔ اگر ایک طرف ویاپار کو شکھر تک پہنچا دیا ہے تو دوسری طرف زندگی کو جھوٹی ضرورتوں کا کتنا غلام بنا دیا ہے۔ سچائی یہ ہے کہ ہوائی جہاز اور موٹر اور دوسرے آشچریہ جنک[9] آوشکاروں نے اس سمودائے کی آنکھوں کو چوندھیا دیا ہے۔ وہ نہیں دیکھتا کہ مانو جاتی کو ان

1۔ دشمنی 2۔ طبقہ 3۔ تہذیب 4۔ ثقافت 5۔ ترقی 6۔ موجودہ 7۔ پرانے زمانے 8۔ عادتا 9۔ حیرت انگیز

چیزوں کے لیے کیا قیمت ادا کرنی پڑتی ہے، کتنی جانیں جاتی ہیں، کتنی محنت بے کار جاتی ہے۔ اسی دیاپارک ڈھن کے کارن آج کل دنیا جیون سنگرام کا گھروندا بنی ہوئی ہے۔ یہ کھینچ تان ہمارے ساماجک جیون کا ہمارے درشن کا ایک اٹل سدھانت اور ویوہار بن گئی ہے۔ اس نے ہمارے سوارتھوں کو، ہماری ویکتی وادِتا[1] کو، ہماری لابھ ہانی کی چنتا کو ایک پاگل پن کی حد تک پہنچا دیا ہے۔ اسی نے سَبل[2] راشٹروں کو اس اُور پریرت[3] کیا کی وہ دربل راشٹروں کو یاتنائیں دیں، غریبوں کو ماریں اور ان پر ظلم کریں، سادہ رہن سہن کا سمرتھک ان اوپری دکھاوے کی چیزوں کے لیے اتنی بڑی قیمت دینا پسند نہیں کرتا۔ اسے ورتمان سانسکرتک ویوستھا پر ذرا بھی بھروسہ نہیں رہا۔ اسے تنک بھی یہ آشا نہیں ہے کی یہ ویوستھا اپنے وکاس کے شکھر پر پہنچ کر سنسار کی مکتی[4] کا کارن بن جائے گی۔ وہ سمجھتا ہے کہ آگ لگ جاتی ہے تو اسی وقت بجھتی ہے، جب اسے جلانے کو کوئی اور چیز نہیں ملتی۔ اسے یقین ہے کی موجودہ اسپرٹ کا (جو سر سے پیر تک سوارتھ میں بھری ہوئی ہے) اسی وقت خاتمہ ہوگا جب اسے اپنی غرض کا نشانہ بنانے کے لیے، اپنے سوارتھ کی بلی ویدی پر چڑھانے کے لیے کوئی کمزور قوم باقی نہ رہ جائے گی۔ اسی اکیلے اکیلے موج اُڑانے اور سوارتھ کی بھاونا نے امریکہ کی انڈین قوم، افریقہ کے حبشیوں اور آسٹریلیا کے اصلی باشندوں کو قریب قریب نیست نابود کر دیا۔ اگر ہندستان میں ابھی تک کچھ جان باقی ہے وہ حاکم قوم کی دریادلی یا ہمدردی کے کارن نہیں بلکہ ہندستان کی اسی سانسکرتک ویوستھا کے کارن جو اس کے پرکھوں نے ہزاروں برس پہلے ٹھیک کر دی تھی۔ اسھیوگ کا سمرتھک راشٹر کے مانسک[5] پتن کو روز بہ روز بڑھتے دیکھ کر راشٹر کے جیون کی اُور سے نراش ہو جاتا ہے۔ اسے مدرسوں کی تعداد سے، ریلوں کے بڑھنے سے، ملازموں کی ترقی سے، موٹروں کی سنکھیا وردھی سے، مل اور کارخانوں کی انتی سے سنتوش نہیں ہوتا۔ وہ ان چیزوں کو جیون کا وکاس نہیں سمجھتا۔ وہ وکاس کو ادھیاتمک وکاس[6] سمجھتا ہے، آچار اور رانتہ کرن کا وکاس سمجھتا ہے۔ ویوسایک انتی کو وہ غریبوں کی وِرودھ بھومی سمجھتا ہے۔ کون یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ بیسویں صدی کی دنیا

1۔ انفرادیت 2۔ طاقتور 3۔ اکسایا 4۔ نجات 5۔ ذہنی 6۔ روحانی ترقی

راماین اور عیسیٰ و بدھ کے یگ سے زیادہ سداچاری زیادہ اُدار تہ سوارتھ [1]-ہوگئی ہے۔ کیا اس زمانے میں بھی بدھ اور اشوک کی سی مثالیں مل سکتی ہیں؟ کیا آج بھی حضرت عیسٰی کا اوتار ہوسکتا ہے؟ جس یگ میں سنتوش کا مطلب پتن ہو اس میں چارترک وکاس کے لیے گنجائش نہیں ہوسکتی۔ کوی اور یوگی آج بھی سنتوش کی پرشستی میں راگ الاپتے ہیں، وہ آج بھی ونے، پروپکار اور سہشلتا کی تعریف کرتے ہیں لیکن ان کی سنتا کون ہے؟ دنیا والوں کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔ وہ اپنے فائدے اور غرض میں اس قدر ڈوبے ہوئے ہیں کہ انھیں ایسے مسئلوں پر دھیان دینے کی فرصت ہی نہیں ہے۔ کہا جا سکتا ہے، کیا آج کل عیسائیوں کے بڑے بڑے مشن نہیں ہیں، کیا سالویشن آرمی دنیا کو مکتی کا سندیش نہیں سناتی پھرتی، کیا آج بھی پارلیمنٹ میں ہندستان کے سرتھک موجود نہیں ہیں، کیا لڑائی کے دوران میں ہزاروں مردوں اور عورتوں نے گھائلوں کی تکلیفیں دور کرنے میں اپنی جانیں قربان نہیں کیں؟ کیا اس مہایدھ کی ذمہ داری کو اپنے سر لینے کا کسی قوم کو حوصلہ ہوسکا؟ ہم مانتے ہیں کہ یہ ضرور موجودہ زمانے کا روشن پہلو ہے مگر اس اندھیرے پہلو کے مقابلے میں کتنا پرچھائیں جیسا، کتنا دھندھلا، کتنا مدھم۔ اس کے وپریت پرانی ویوستھا میں سنتوش اور اندریہ دمن اور اُدار درشٹی کم سے کم اونچے ورگ کے لیے جیون کا مول منتر بن گئی تھی۔ پیسے والے، وِبھو والے محض زکات نکال کر غریبوں کو دان دے کر سنتوش کر لیتے تھے جیسا کہ آج کل ہوتا ہے۔ اچھے آندولن پردرشن یا راجنیتک چال بازیوں پر آدھارت نہ ہوتے تھے بلکہ ان کی تہہ میں سچا جوش اور سچی نشٹھا ہوتی تھی۔ کمزوروں کی حمایت کے لیے بڑی بڑی لڑائیاں ہوجاتی تھیں، نہ کہ ایک طاقتور قوم کسی کمزور قوم کو برباد کرتی رہے اور دنیا والے تماشہ دیکھا کریں، ان کی رگوں میں سوابھیمان اور مانو پریم ذرا بھی نہ دوڑتا ہو۔ سرل جیون کے سرتھک پھر اسی پراچین پراکرتک جیون کا درشیہ دیکھنا چاہتے ہیں جب منوشیہ کو اپنی ورتیوں کے سنسکار اور اپنے آچار کو پرشکرت [2] کرنے کے اوسر ملتے تھے اور سارا وقت ایرشیا دویش میں نہ جاتا تھا، جب وہ پراکرتک بھوجن کرتا تھا، پراکرتک پانی پیتا تھا، پراکرتک کپڑے پہنتا تھا، جب دھن ایشوریہ کا دبھاجن اتنا وشم نہ تھا، جب ویاپار کا نشہ اتنا جان لیوا نہ تھا

1۔ بے نیاز 2۔احتساب

جب منوشیہ اتنا سوارتھی نہ تھا۔ حقارت سے کہا جاتا ہے، کیا تم لوگ ماؤری یا جُلو یا کافر قوموں کے ساتھ ساتھ چلنا چاہتے ہو؟ ان قوموں نے کون سے بودِھک یا آتمِک وکاس[1] کا پرمان دیا ہے؟ ہم کہتے ہیں یہ قومیں وحشی سہی، جنگلی سہی، نرکشر سہی، ننگی سہی، ہم انھیں موجودہ تہذیب کے خونخوار درندوں سے رنگے ہوئے سیاروں سے، شکاری راج نیتکوں سے، خون پینے والے اتیا چاری ویپاریوں سے کہیں بہتر سمجھتے ہیں۔ وہ جانوروں کو مار کر کھاتے ہیں، اپنے بھائیوں کا خون نہیں چوستے۔ وہ گپھاؤں میں اور پیڑوں پر رہتے ہیں، ان محلوں میں نہیں رہتے جن کی بدولت ہزاروں آدمیوں کو بدبودار گلیوں اور سڑکوں پر سونا پڑتا ہے۔ وہ ننگے بدن رہتے ہیں، ایسے کپڑوں سے اپنے شریر کی شوبھا نہیں بڑھاتے جو ایرشیا دویش اور گھمنڈ کے بیج بوتے ہیں، جن سے بھولے بھالے آدمیوں کو دھوکے اور فریب کا شکار کیا جاتا ہے۔ مگر ہم سے ماؤریوں اور کافروں کی اُپما دینا اتنا ہی انیائے پورن ہے جتنا موجودہ ویاپاریوں کو خونخوار درندوں سے ملانا۔ ماؤری اور جلو یا تو ابھی حیوانیت کے دائرے سے دس ہی پانچ صدی پہلے نکلے ہیں یا ان کی پرانی سبھیتا کا بالکل لوپ ہو گیا ہے۔ ہم اس گزرے ہوئے زمانے کو لوٹانے کے دعوے دار ہیں جب وید کی سرشٹی ہوئی تھی، جب درشن شاستر لکھے گئے تھے، جب بدھ اور حضرت عیسیٰ جیسے مہاتما پیدا ہو سکتے تھے، جب توریت سنگرہیت ہوئی تھی۔ کہنے کا مطلب یہ کہ بُدھی آدھیاتمکتا کی یہ کھینچ تان ورتمان آندولن کے راستے میں بھیانک رکاوٹ ہوگی اور جب اس کے سرتھک روبیند رناتھ ٹیگور جیسے دوردرشی، گہری نظر والے لوگ ہیں تو اس رُکاوٹ کو راستے سے ہٹانا آسان ثابت ہوگا۔

مگر اس واستوِکتا سے بھی ادھک بادھک اور ہمت کو توڑنے والا وہ سوارتھوں کا ٹکراو ہے جس کے ایک طرف زمیندار اور پونجی پتی ہیں اور دوسری طرف کسان اور مزدور۔ ورتمان آندولن ستیہ اور نیائے اور جن تنتر کے استھموں پر آدھارت ہے اس لیے انواریہ[2] سب کی ہمدردی مزدوروں اور کسانوں کے ساتھ ہے۔ کانگریس پہلے بھی مدھیہ ورگ کا آندولن تھی جس میں زمیندار اور پونجی پتی یہاں وہاں اکا دکا تھے۔ ادھیکانش شکھیا وکیلوں، پروفیسروں اور

1۔ عقلی یا اخلاقی ارتقاء 2۔ لازماً

پتر کاروں کی تھی جو نہ پونجی پتی ہیں اور نہ زمیندار۔ ہاں، اس وقت کسانوں اور مزدوروں میں چونکہ راجنیتک چیتنا پیدا نہ ہوئی تھی اس لیے کانگریس بھی اسپشٹ روپ سے ان کے ادھیکاروں اور ان کی مانگوں کا سمرتھن نہ کرتی تھی۔ اس دوران میں جن تنتر نے ساری دھرتی کو اپنے بس میں کرلیا ہے اور ہندستان میں بھی اس کا ہراول آپہنچا ہے۔ کانگریس میں جنتا کا انش پردھان ہو گیا ہے اور اسہیوگ نے ایک جن تانترک آندولن کا روپ لے لیا ہے۔ اس کے ذمہ دار کام کرنے والوں نے بھی اسپشٹ روپ سے بار بار اس سمبندھ میں گھوشنا کی ہے۔ جگہ جگہ کسان سبھائیں، مزدور سبھائیں قائم ہوگئی ہیں اور ان کے کام کرنے والے اکثر کانگریس کے ہی کاریہ کرتا ہیں۔ ایسی حالت میں پیسے والوں اور زمینداروں کا کانگریس سے ومکھ ہو جانا بالکل سمجھ میں آنے والی بات ہے، حالانکہ اس وقت جن تنتر کی جو لہر چاروں طرف آئی ہوئی ہے، اور وقت کا جو تقاضہ ہے اس کے کارن ابھی تک یہ ورگ پوری طرح کانگریس سے الگ نہیں ہوئے ہیں۔ کتنے ہی بڑے بڑے ملوں کے مالک، کتنے ہی بڑے بڑے پونجی پتی اور زمیندار اس کے ہمدرد ہیں اور کم سے کم روپے پیسے سے اس کی مدد کرتے ہیں۔ تب بھی یہ کہنا اتیکتا نہ ہوگی کہ ان سموداریوں کی ہمدردی روز بہ روز کم ہوتی جارہی ہے اور بہت ممکن ہے کہ آگے چل کر یہ لوگ اپنے سوارتھ اور ہت اور ادھیکاروں کو کانگریس جیسی جن تانترک سنستھا کے ہاتھوں میں سرکشت نہ سمجھیں۔ اب بھی اس کے لکشن دکھائی دے رہے ہیں۔ امن سبھاؤں میں زیادہ تر زمیندار ہی شامل ہیں۔ انھیں اب سرکار کا دامن پکڑنے کے علاوہ اپنی مکتی کا اور کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ وہ اپنے اُن ادھیکاروں سے ہاتھ نہیں کھینچنا چاہتے ہیں جو سرکار نے سمے سمے پر سامئک آوشیکتاؤں کی پورتی کے وچار سے انھیں دئے ہیں۔ وہ ان پھٹی پرانی سندوں اور بوسیدہ فرمانوں کی بنیاد پر اپنی پرانی یا موجودہ حیثیت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ انھیں اس کی خبر نہیں ہے کہ جن تنتر کا طوفان بہت جلد ان کے اُن پھٹے پرانے پتوں کو تار تار کر کے بکھیر دے گا اور آگے چل کر ان کی حیثیت انصاف اور سچائی ہی پر قائم رہے گی۔ سرکار ان کی کتنی ہی حمایت کرے مگر جن تنتر کے طوفان سے انھیں نہیں بچا سکتی۔ دنیا نے اس کے آگے سر جھکا دئے ہیں۔ بڑی بڑی طاقتور سلطنتوں نے ہمارے دیکھتے دیکھتے اس کے آگے سر جھکا دئے ہیں تو ہندستان کی سرکار کب تک پردے اور نٹیوں سے اس کے زور کو روک سکے گی۔ اس لیے اب پونجی پتیوں اور زمینداروں کا رویہ یہ ہونا چاہیے کہ ہتھیار ڈال

دیں۔ ہونی اور تقدیر کے لکھے کے آگے سر جھکائیں۔ اس وقت اگر وہ اپنے اسامیوں کی مانگیں پوری کر دیں گے تو شکریہ اور احسان کے حقدار ہوں گے۔ ان کی دان شیلتا[1] اور اُدارتا کا سب لوگ بکھان کریں گے جنتا ان کا سمان کرے گی، ان پر اپنے پران نچھاور کرے گی۔ لیکن اگر اس وقت انھوں نے کر پنتا[2] اور انوچت ذرا گرہ سے کام لیا تو سال دو سال میں انھیں یہ مانگیں مجبوراً پوری کرنی پڑیں گی، کوئی شان باقی نہ رہے گی، رعب داب خاک میں مل جائے گا۔ یہ بات دھیان میں رکھنی چاہیے کہ مزدور اور کسان ایک ہو کر جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ ان کی شکتی اسیم ہے۔ وہ جب تک بکھرے ہوئے ہیں، گھاس کے ٹکڑے ہیں، ایک ہو کر جہاز کو کھینچنے والے رسّے ہو جائیں گے۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ پونجی پتی 75 فیصد منافع بانٹ لیں اور مزدوروں کو زندگی کی ضرورتیں بھی نصیب نہ ہوں، وہ ہوا اور روشنی سے بھی ونچت[3] رہیں: پونجی پتی تو پیرس اور سوئزرلینڈ کی سیر کرتے پھریں اور مزدور کو صبح سے شام تک سر اٹھانے کی بھی مہلت نہ ملے، زمیندار یا تعلقے دار صاحب تو عیش منائیں، شکار کھیلیں، دعوتیں دیں اور کسانوں کو روٹیاں بھی نصیب نہ ہوں، اس کی کمائی نذرانے، بیگار، ہاری، ڈانڑ، چلہائی، کھٹیائی وغیرہ کی صورتوں میں زمیندار کے لیے عیش کا سامان جٹائیں۔ وہ کچھ دنوں تک شاید سرکار کی مدد سے اسامیوں اور مزدوروں پر زبردستی حکومت کرتے رہیں لیکن وہ زمانہ دور نہیں ہے جب سرکار کی اُور سے بھی انھیں نراش ہونا پڑے گا۔ ان کا ہت کانگریس کا ورودھ کرنے میں نہیں ہے، بلکہ اس کا ساتھ دینے میں ہے تاکہ حساب کے روز کانگریس کی ہمدردی ان کے ساتھ رہے۔ بہر حال، ان ورگوں سے کانگریس کو ورودھ کی بہت ادھک آشنکا ہے اور سوراجیہ کے آندولن میں ان کا بادھک ہونا طے بات ہے۔

اس مسئلے سے کہیں زیادہ پیچیدہ، نازک اور اہم مسئلہ ہندو مسلم ایکتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ دونوں سمپر دایوں[4] کے نیتاؤں نے ایکتا اور بھائی چارے کے سمبندھ کو اب تک خوبصورتی سے نباہا ہے لیکن یہ کہنا سچائی سے انکار کرنا ہے کہ ان کے ماننے والوں کی درشٹی بھی اتنی ہی ویاپک اور ان کے ارادے بھی اتنے ہی ستھرے اور ان کے مان دنڈ بھی اتنے ہی اونچے ہیں۔ اور جب یہ یاد کیجیے کہ کچھ سال پہلے دونوں سمپر دائے چھوٹی چھوٹی نوکریوں کے لیے کتنی تنگ دلی کا ثبوت دیتے تھے، آپس میں کتنا میل، کتنا دویش تھا، تو یہ اتھتی ایسی سمجھ میں نا آسکنے یوگیہ نہیں معلوم

1۔فیاضی 2۔بخیلی 3۔محروم 4۔طبقوں

ہوتی۔ بے شک ابھی تک اس اوشواس اور ویمنسیہ اور پرتی ڈونڈتا کا اثر باقی ہے لیکن کیا یہ کچھ اطمینان دلانے والی بات نہیں ہے کہ جہاں پہلے دونوں سمپر دایوں کے نیتا آپس کی گھرنا اور پرائے پن کی سیکھ دیا کرتے تھے، جہاں آپسی پھوٹ اور ویمنسیہ کا سامان راشٹر کے پرتی مدھیوں کے ہاتھوں اکٹھا ہوتا تھا، وہاں اب یہ لوگ بھائی چارے، ایکتا اور آپسی پریم کا دم بھرتے ہیں۔ مولا محمد علی کے قلم سے 'کامریڈ' کے کالموں میں گو ہتیا کے سمرتھن میں سیکڑوں زوردار لیکھ نکل چکے ہیں۔ وہ اسے اپنا راشٹریہ کرتویہ، اپنا ادھیکار، اپنا مذہبی مسئلہ سمجھتے تھے۔ لیکن اب وہی محمد علی اپنے مسلم بھائیوں سے پکار پکار کر کہتے ہیں کہ اپنے دیش بھائیوں کی خاطر سے گائے کی رکشا کرو، اسے پوتر سمجھو۔ پچھلی بقرعید کے موقع پر کئی مسلمان نیتاؤں نے اپنے ملتی بھائیوں کے ہاتھوں سے گائیں لے کر ہندوؤں کو دے دیں۔ جنتا اپنے نیتاؤں کے پدچنہوں پر چلتی ہے۔ جب نیتاؤں کا دل صاف ہو گیا تو جنتا کا دل بھی جلد یا دیر سے صاف ہو جائے گا، اس میں سندیہ نہیں۔ ہندی اور اردو لپی دونوں سمپر دایوں کے بیچ میں ایک جھگڑے کی چیز تھی۔ اب ہندو اردو کا ورودھ کرتے نہیں سنائی دیتے اور نہ مسلمانوں کی طرف سے ہندی کی مخالفت کی صدا سنائی دیتی ہے۔ اکثر ہندو صاحبان موپلاؤں کے ہنگامے کی وجہ سے چڑ گئے ہیں اور انھیں ڈر ہے کہ حکومت بدلنے کی صورت میں کہیں انھیں مسلمانوں کے ہاتھوں ایسی ہی زیادتیاں نہ برداشت کرنی پڑیں، اس لیے وہ گھبراہٹ میں سوراجیہ سے گھرنا کرنے لگتے ہیں۔ ان بے جا کارروائیوں کے آنکھوں دیکھے حالات پڑھ پڑھ کر ان کا خون اُبلنے لگتا ہے اور مایوسی کی حالات وہ ورتمان شاسن دیوستھا کا قائم رہنا ہی دیش کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ موپلاؤں کی پاگلوں اور وحشیوں جیسی حرکتوں پر جتنی نفرت ظاہر کی جائے کم ہے۔ مسلمانوں نے اور ان کے مولویوں نے بلند آواز میں ان حرکتوں کی نندا کی ہے اور ہم کو یقین ہے کہ کوئی ذمہ دار مسلمان آج موپلاؤں کی حمایت کرنے پر آمادہ نہ ہوگا۔ اس سے زیادہ مسلمان لیڈروں کے قابو میں اور کیا تھا۔ اگر اس علاقے میں مارشل لا جاری نہ ہوتی اور مسلمانوں کے نیتا وہاں داخل ہو سکتے تو شاید یہ ہنگامہ ختم ہو چکا ہوتا۔ اور جب تک ملک میں ایسی تیسری طاقت موجود ہے جس کا استو ہندو مسلمان پھوٹ پر قائم ہے تو وہ اپنے استو کی آوشیکتا کو پرمانت کرنے کے لیے اس قسم کی حرکتیں کریں تو اس میں آشچریہ کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس تیسری طاقت کا استو اسی آدھار پر بنا رہ سکتا ہے۔ دیش میں سوراجیہ ہوتا تو اس

قسم کے جھگڑے اول تو ہونے ہی نہ پاتے، ادھکاری پہلے ہی سے روک تھام کرتے اور اگر ہو بھی جاتے تو انھیں تتکال ساپت کر دیا جاتا۔ دیش میں ایسے شکّی لوگوں کی بھی ایک جماعت موجود ہے، جو خلافت کے آندولن کو سندیہہ کی درشٹی سے دیکھتے ہیں۔ انھیں ایران، افغانستان، حجاز، ترکی، بخارہ وغیرہ سوتنتر راجیوں کے بیچ میں آٹھ کروڑ مسلمانوں کا اپنے دیش میں ساتھ ساتھ رہنا خطرے سے خالی نہیں نظر آتا۔ انھیں اس کا اندیشہ ہے کہ ان آٹھ کروڑ مسلمانوں کی ہمدردی دوسرے سوتنتر مسلم راجیوں کے ساتھ ہوگی، اس لیے وہ انگریزوں کی چھتر چھایا میں رہنا ادھک نراپد سمجھتے ہیں۔ اس جماعت کا یہ بھی خیال ہے کہ ہندوستان سمدر کی اُور سے اپنی رکشا کرنے کے یوگیہ نہیں ہے، اس لیے اس کے دماغ پر یہ بات چھائی ہوئی ہے کہ اسے کسی نہ کسی دوسری طاقت کی ادھینتا[1] سویکار کرنی پڑے گی۔ ایسے لوگوں کا جواب اس کے سوائے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہم کی دوا لقمان کے پاس بھی نہیں ہے۔ جب انگریزی سرکار جیسی سنگٹھت[2]، اسیم شکتی شالی، دنیا بھر میں چھائی طاقت ہندستان میں رہنا فائدے سے خالی سمجھے گی تو یہ غیر ممکن ہے کہ کسی دوسری طاقت کو یہاں قدم جمانے کا حوصلہ ہو۔ جو شخص من بھر کا وزن اٹھا سکتا ہے، اسے دو چار پسیریوں سے ڈر جانے کی قطعی ضرورت نہیں۔ جب ہم نظروں کے سامنے دیکھ رہے ہیں کہ چین اور ایران الگ اپنی ہستی قائم رکھ سکتے ہیں، امریکہ میں درجنوں چھوٹے چھوٹے راجیہ قائم ہیں، جنھیں سنیکت راجیہ امریکہ کسی دن اپنے ادھین کر سکتا ہے، تو کوئی کارن نہیں کی ہندستان الگ اپنی ہستی قائم نہ رکھ سکے۔ کیا جو کارن چین اور ایران، برازیل، ارجنٹینا کو دوسروں کے ہستکشیپ[3] سے بُرکشت رکھ سکتے ہیں، جن کے چلتے اب تک افغانستان آزاد چلا آتا ہے، وہ مٹ جائیں گے؟ چین اب تک بھی سنبھل چکا ہوتا اگر جاپان اسے سنبھلنے دیتا۔ سو بھاگیہ سے ہندستان کے قریب ایسی کوئی بڑی طاقت نہیں جس کی اُور سے ہم کو ہستکشیپ کی آشنکا ہو۔ رہے اپنے دیش کے 8 کروڑ مسلمان اول تو ہم کو اپنے دل سے یہ خیال نکال دینا چاہیے کہ ہمارے یہ دیش بھائی اب بھی ہم پر حکومت کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں کیونکہ ہندو سنکھیا میں، دھن دولت میں، شکتی میں مسلمانوں سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ یوں بھی تو استھانیہ جھگڑوں میں وہی فریق اوپر رہتا ہے جس کی سنکھیا وہاں زیادہ ہے۔ مثلاً آرا،

1۔ غلامی 2۔ منظم 3۔ مداخلت

چمپارن، شاہ باد، گیا وغیرہ میں جب جھگڑے ہوئے تو مسلمانوں کو ہار کھانی پڑی اور اب موپلاؤں کے ہنگامے میں ہندوؤں کی ہار ہورہی ہے۔ مگر جب سامو ہک روپ سے دونوں شکتیاں ایک دوسرے کا سامنا کریں گی تو نقصان اور بربادی کا خطرہ مسلمانوں کو ہوسکتا ہے، نہ کی ہندوؤں کو۔ ہم منشیہ کی پرکرتی کو اتنا گرا ہوا نہیں سمجھتے کہ جب سمپر دائے کی آپسی بھلائیوں اور سملت ہتوں کے بندھن میں بندھ جائیں گے۔ جب مسلمان دیکھیں گے کہ ہندوؤں نے نازک وقت میں ہمارا ساتھ دیا اور ہماری خلافت کو بچایا اور ہندو دیکھیں گے کہ مسلمانوں کی مدد سے ہمیں سوراجیہ ملا اور ہماری گئو ماتا کی رکشا ہوئی اور سب سے بڑا یہ خطرہ آنکھ کے سامنے ہوگا کہ ہمارے درمیان بدمزگی ہوئی اور کسی تیسری طاقت نے اس سے فائدہ اٹھایا، تب بھی ہم ایک دوسرے سے بدگمان ہوتے رہیں گے اور اسے نقصان پہنچانے کی کوشش میں رہیں گے۔ ابھی تک دونوں سمپر دایوں کو ایکتا کی ڈور میں باندھنے کی کوشش نہیں ہوئی، اگر کوشش ہوئی تو انھیں لڑا دینے کی۔ اگر اس طاقت کا اثر نہ ہوتا جس کا فائدہ دونوں سمپر دایوں کے آپسی سنگھرش میں ہے تو زمانے اور وقت کے تقاضے نے ان دونوں سمپر دایوں کو اب تک کب کا ایک سنگھٹت اور ایکتا بدھ راشٹر بنا دیا ہوتا۔ سندیہہ دربلتا کی نشانی ہے اور نیتک کایرتا کا پرمان۔ اس شخص کی زندگی اجیرن ہے جو درو دیوار کو چوکنی نظروں سے دیکھتا رہے، جسے اپنے چاروں طرف دشمن ہی دشمن نظر آئیں، کہیں دوست کی صورت نہ دکھائی پڑے۔ یہ اپنی کمزوری کی سویکرتی ہے۔ اس کا علاج کسی متر یا سہایک کی تلاش میں نہیں ہے بلکہ اس کے لیے اپنے شریر میں طاقت اور دل میں ہمت پیدا کرنی چاہیے۔ ہندوؤں کو اپنی ساماجک پرنالی میں، اپنے دھارمک ریتی رواج میں ایسے سدھار کرنے چاہیے کی انھیں اپنے دیش کے رہنے والے دوسرے لوگوں سے ڈر نہ باقی رہے، کیونکہ سوراجیہ کیا دنیا کی کوئی طاقت کمزوروں کو ظلم سے نہیں بچا سکتی۔ اکثر شکایتیں سننے میں آتی ہیں کہ مسلمان ہندو عورتوں کو بہکا کر ان سے نکاح کرلیا کرتے ہیں، مسلمان ہندوؤں کو مسلمان بنا لیتے ہیں۔ یہ بہت کم سننے میں آتا ہے کہ کسی ہندو نے کسی مسلمان عورت کو بہکایا یا کسی مسلمان کو ہندو بنایا۔ اس کا کارن ہندوؤں کی دھارمک اور سانسکرتک سنکیرنتائیں ہیں اور جب تک وہ ان سنکیرنتاؤں کو دور نہ کریں گے اس قسم کی شکایتیں ہرگز بند نہ ہوں گی۔ بہر حال، ہندو، مسلم ایکتا کا مسئلہ نہایت نازک ہے اور اگر پوری احتیاط اور دھیرج[1] اور ضبط اور رواداری سے کام نہ لیا گیا تو یہ سوراجیہ

کے آندولن کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوگا۔ مولانا شوکت علی نے اپنے کراچی کے بھاشن میں مسلمانوں سے خلافت کے لیے چندے کی اپیل کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر تمھیں ایک روپیہ اس مقصد کے لیے دینا ہے تو بارہ آنے خلافت کو دو اور چار آنا کانگریس کو اسی طرح ہندوؤں سے ان کی یہ اپیل تھی کہ تم روپے میں چودہ آنا کانگریس کو دو تو خلافت کو بھی بھول نہ جاؤ اور دو آنے اسے بھی دو۔ اس پر انیک 2ہندو پتر طرح طرح کی ٹیکا ٹپنیاں کر رہے ہیں۔ دونوں آندولنوں کا مسلمان کی درشٹی میں جو آپیکشک مہتو3 ہے۔ اس کا ان کی اس اپیل سے کافی پرمان مل جاتا ہے۔ ہمیں اس اپیل میں آپتی کے یوگیہ کوئی بات نہیں دکھائی پڑتی۔ خلافت کی حمایت مسلمانوں کے لیے مذہبی سوال ہے۔ ہندوؤں کو اس مسئلہ سے جو کچھ ہمدردی ہے وہ مسلمانوں کی خاطر سے ہے۔ مسلمان اپنے مذہب کی حمایت کو اپنا پہلا کرتویہ سمجھتے ہیں اور اس کا انھیں پورا ادھیکار ہے۔ راشٹریتا کا پرشن کوئی سناتن پرشن نہیں ہے۔ بہت ممکن ہے کہ سبھیتا کے وکاس کے ساتھ ساتھ راشٹریتا کی سمسیا غائب ہو جائے اور ساری دنیا میں بھائی چارے کی ایک ہی دیوستھا پھیل جائے۔ اس آندولن کا آرمبھ شری رویندر ناتھ ٹھاکر نے کر دیا ہے اور دنیا کے ادبدھ وچارکوں نے بڑی اُدارتا سے اس کا سواگت کیا ہے۔ مگر مسلمان ہمیشہ مسلمان رہیں گے، ہندو ہمیشہ ہندو۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ خلافت کا مسئلہ مسلمانوں کے لیے خالص مذہبی مسئلہ ہے۔ نہیں، اس میں سانسارک شکتی پراپت کرنے کا وچار بھی نہت 4ہے۔ کوئی مذہبی خیال دنیا سے خالی نہیں ہوسکتا۔ دھارمک ویوستھا کا استھو ہی دنیا کو آگے بڑھانے کے لیے عمل میں آتا ہے۔ کیول ادھیاتمک اور ویکتک انتی کے لیے کسی دھرم کی ضرورت ہی نہیں، اس کے لیے آتما کا پرشکار ہی کافی ہے۔ ہندوؤں کو سوراجیہ کی ضرورت اگر سانسارک شکتی کے لیے نہیں تو اور کس کے لیے ہے، ادھیاتمکتا کے شکھر کا ذوار تو اب بھی بند نہیں ہے؟ اس لیے اگر مسلمانوں کو اپنے دیش سے اپنا مذہب چوگنا زیادہ پیارا ہو تو ہندوؤں کو شکایت یا بدگمانی کا کوئی موقع نہیں ہے۔ جب اس وقت دونوں آندولنوں کی سپھلتا آپس میں ملی ہوئی ہے، ایک کو چھوڑ کر دوسری ہرگز سپھل نہیں ہوسکتی، تو اس طرح بال کی کھال نکالنے کی پرورتی کو اٹھا کر طاق پر رکھ دینا چاہیے اور اس واستوکتا کو سویکار کر لینا چاہیے کہ مسلمانوں کو دھارمک آدھار پر خلافت سے جو محبت ہے وہ ہندوستان سے نہیں

1۔ حوصلے 2۔ معدد 3۔ اہمیت 4۔ مخفی

ہو سکتی، اسی طرح جیسے ہندوؤں کو دھارمک اور سانسارک درشٹی سے ہندستان سے جو پریم ہے وہ خلافت سے نہیں ہو سکتا۔ خلافت کو مدد کی ضرورت ہے، وہ کون کرے؟ اگر مسلمان اپنی ساری شکتی سوراجیہ کے لیے لگا دیں اور ہندوؤں کو خلافت سے اُتنا گہرا اسمبندھ نہیں ہے تو خلافت کی مدد کون کرے؟ ہندو پھر تو جب خوش ہوتے کہ مسلمان ہندوؤں کی طرح اپنی شکتی کا تین چوتھائی حصہ سوراجیہ کے لیے لگاتے اور صرف ایک چوتھائی خلافت کے لیے۔ ایسی حالت میں خلافت کو ہندستان سے جو آرتھک سہایتا پہنچتی وہ اسپشٹ ہے۔ غرض یہ کہ یہ بیکار کی بدگمانی اور نکتہ چینی ہے۔ ہندوؤں کے لیے مسلمانوں کے ہردے پر یورتن کی اس سے اچھی کوئی صورت نہیں ہے کہ وہ یتھا شکتی خلافت کی سہایتا کریں اور آپس میں ایسی ایکتا کی بنیاد ڈالیں جو ہمیشہ قائم رہے۔

زمانہ۔ دسمبر 1921

نیا ورش

ویشاکھ سے ہمارے نئے ورش کا آرمبھ ہوتا ہے۔ ہم نئے اتساہ، نئی آکانکشاؤں[1] تتھا نئے حوصلوں سے اس کا سواگت کرتے ہیں۔ گت ورش ہماری تپیاؤں کا سمے تھا۔ اس نے ہمیں پریکشا گنی[2] میں بھلی بھانتی تپایا، ہماری درڑھتا کو، ورت[3] کو، آدرش کو خوب آزمایا، اور ہم ان پریکشاؤں میں سپھل نکلے۔ ہم نے اپنے اہنساورت سے، اپنے آتم بل سے، اپنی ادمیہ عیتک شکتی سے دنیا کے سامنے آتموودھار کا ایک مہان اُتوُل آدرش رکھ دیا، ہم نے دکھا دیا کہ اس گئی بیتی دشا میں بھی ہم ستیہ اور دھرم پر کتنے آروڑھ ہو سکتے ہیں۔ سنسار میں اور کون سا دیش ہے، جہاں بالک، جوان اور بوڑھے سبھی سامان اتساہ سے جیل کی کٹھن سے کٹھن یاتنائیں سہنے کے لیے تیار ہو جائیں؟ کھیل کود پر جان دینے والے بچے پولس کے ڈنڈوں کا ویروں کی طرح سامنا کریں؟ گرم خون والے یُوک جو ناک پر مکھی کو بیٹھنے نہیں دیتے، گالیوں اور گولیوں کی ورشا میں اچل اور اٹل کھڑے رہیں! اور اپنے شانتی بھون میں بیٹھنے والے بوڑھے ہنستے اور جے دھونی کرتے ہوئے جیل چلیں؟ سنسار نے ہمارے اس تیاگ کو دیکھا اور وسمت ہو گیا۔ اگر ایسے پرانی ہیں جنھیں اس تیاگ اور تپیا کی اوٹ میں اَراجکتا اور رکت اور اَشانتی چھپی ہوئی معلوم ہوتی ہے تو وہ یا تو ہردے شونیہ اینگلو انڈین ہیں یا ہمارے لبرل متر۔

نوکرشاہی کو پہلے ہمارے ورت پر وشواس نہ تھا۔ وہ اپنے کونسل کی وکترتاؤں[4] کی بھانتی نررتھک، اَپراکرتک اور سامرتھیہ ہین[5] سمجھتی تھی، پر جب شنے شنے اُسے سنگرام کی ساتوکتا کا انوبھو ہوا تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے، اس نے اس ستیاگرہ کا پرتکار کرنے کے لیے

1۔ امیدوں 2۔ امتحان آگ 3۔ عہد 4۔ دلیلوں 5۔ بے قوت

پشوبل کا آشرے [1] لیا اور اتنی کرورتا سے آگھات کرنے شروع کیے کہ چند مہینوں ہی میں ستیا گرہیوں کا بڑا بھاگ جو اس آندولن کا پران تھا جیل خانوں میں ڈال دیا گیا۔ اس آتم سمرپن نے اتنا سوئیگ پرواہ دھارن کیا کہ شنکا ہونے لگی کہ اس آویگ میں وہ کنارے کے گاؤں، کھیتوں اور ورکشوں کو نہ بہالے جائے۔ آندولن کا نرمان کارک وبھاگ نرجیو [2] نہ ہو جائے۔ ات ایو ہمارے کشل مہارتھی نے ہماری گتی کو مند کر دیا اسی استھتی میں ورش کا انت ہو رہا ہے۔

سنسار کے وسترت کشیتر میں بھی کچھ ایسی ہی استھتی ہو رہی ہے، انتر کیول یہ ہے کہ وہاں سوارتھ کا سوارتھ سے دُویش کا دُویش سے، کوٹ نیتی کا کوٹ نیتی سے، سنگرام ہو رہا ہے۔ گت ورش سنسار میں شانتی کی ویوستھا کرنے کے لیے سمیلنوں کا تانتا بندھا رہا۔ منتری دل آئے اور گئے، پتروں میں خوب چہل پہل رہی، سنسار کے کونے کونے میں شانتی کی کھوج کی گئی پر اس کا نشان نہ ملا ہردے ستھل میں ڈھونڈنے کی کسی کو نہ سوجھی۔ اس سے جینوا میں بڑے سماروہ [3] سے سمیلن [4] ہو رہا ہے۔ اس سے بڑی بڑی آشائیں کی گئی تھیں، وہ روس میں، نکٹ پورو میں شانتی کا اُدبھو [5] کرنے والا تھا، پرانیہ سمیلنوں کی بھانتی یہ اُدیوگ بھی نشپھل ہوتا دکھائی دیتا ہے، فرانس کا وجے مد، انگلینڈ کی سوارتھ نیتی اور یونان کی نرنکشتا [6] اس کا سروناش [7] کیے ڈالتی ہے۔

نیا ورش ہمارے لیے کرتویوں کا گروتر بھار ساتھ لایا ہے۔ وہ سنگٹھن! سنگٹھن! کی دھونی کرتا ہوا آ رہا ہے۔ گت ورش ہم نے بہت کچھ تپسیا کی۔ ہزاروں ویروں کی بھینٹ چڑھائی، کنتو اُچت سنگٹھن نہ ہونے کے کارن ہم اپنے اَبھساورت کا اُچت [8] ریتی پر پالن نہ کر سکے۔ ہماری سمگر شکتیاں کیول ایک ہی دھارا میں پرواہت ہوتی رہیں۔ اس وقت ہمیں اپنی بکھری ہوئی شکتیوں کو سمیٹ کر ان کا سدُ پیوگ [9] کرنا ہے۔ کھدّر بُننا اور اس کا پرچار کرنا، کانگریس کے ممبر بنانا اور دھن ایکتر کرنا، کپاس کی کھیتی کو پروتساہن دینا، راشٹریہ شکشالیوں [10] کو سویوستھت [11] کرنا اور ان کے سنچالن [12] کے لیے کوش جمع کرنا، سمست بھارت کو سوراج کے گھور ناد سے گنجا دینا یہ ہمارے کاریہ کرم کا سنکشپت سوروپ ہے۔

ہمیں اس وسترت کرم کشیتر میں اتساہ سے قدم بڑھانا چاہیے۔ ہم نے سنسار کے سب

1۔ سہارا 2۔ بے جان 3۔ جشن 4۔ اجلاس 5۔ ظاہر 6۔ مطلق العنانیت 7۔ بربادی 8۔ پوری 9۔ صحیح استعمال 10۔ تعلیمی مراکز 11۔ منظم 12۔ انتظام

سے شکتی شالی سامراجیہ سے لڑائی ٹھانی ہے۔اس سنگرام میں ہمیں نہ جانے کتنی قربانیاں کرنی پڑیں گی، نہ جانے کتنی بار پراست[1] ہونا پڑے گا، لیکن ہمیں آشا ہے کہ بھارت سنتان اُور ل اُدیوگ اور کرم پرایٹھا سے اپنے لکشیہ کی اُور بڑھتی جائے گی۔ کام کٹھن ہے پر اُسادھیہ نہیں ہے۔ یاد رکھیے ہمیں انگریز جاتی سے سوراجیہ نہیں لینا ہے، ہمیں اپنے ہی بھائیوں سے، اپنے ہی دیش بندھوؤں سے سوراجیہ لینا ہے، ہمیں اپنی شکتیاں نوکرشاہی سے ستیاگرہ کرنے میں نہیں، اپنے بھائیوں سے ستیاگرہ کرنے میں لگانی چاہیے۔ جن سمتی کو اپنی اُور پھیر لینا سوراجیہ پراپتی کا ملکھیہ سادھن ہے، نہیں، بلکہ سُیم سوراجیہ ہے۔ ہم اس لکشیہ کے جتنا ہی نکٹ ہوتے جائیں گے اتنا ہی سوراجیہ کے نکٹ ہوتے جائیں گے۔ نیا ورش ہمارے لیے یہی سندیش لایا ہے۔

اب کچھ اپنی پرتی۔ 'مریادا' کو گیان منڈل کے چارج میں چھ ماس ہو گئے۔ ہم نے 'مریادا' کو سروانگ سندر بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور نرنتر ہانی اٹھا کر بھی اپنے کرتویہ کا پالن کیا۔ ہم آگامی ورش سے اسے اور بھی سندر بنانے کا پریتن کریں گے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ اس میں چتروں کی سنکھیا ادھک کی جائے۔ پاٹھیہ سامگری[2] میں بھی ہم کچھ پریورتن کرنا چاہتے ہیں۔ وودانوں کے لیکھوں کے اتی رکت ہم پرتی ماس 'وگیان جیوتی' کے نام سے وِگیانک آوشکاروں کا اُلیکھ کیا کریں گے، 'تھا' ہاسیہ اور ونود کے نام سے پاٹھکوں کے منورنجن کی بھی سامگری جٹائیں گے۔ ہمارا یہ بھی سنکلپ[3] ہے کہ سنسار کے کچھ انیہ پرتشٹھت پتریکاؤں کے لیکھوں کا سارانش بھی دیا جائے۔ اس مالا کا نام ہوگا 'سامیک پرسنگ'۔ پتریکا کو ادھک اپیوگی بنانے کے لیے یدی پاٹھک ورند ہمیں اپنے ست پرامرش[4] سے سوچت[5] کریں گے تو ہم یتھا سادھیہ اس پر بھی وچار کریں گے۔ مگر جہاں ہم پاٹھکوں کے لیے اتنی ذمہ داریاں سر پر لینے کا نشچے کر چکے ہیں، وہاں ہم یہ بھی آشا کرتے ہیں کہ پاٹھک گن بھی پتریکا کو اپنا کر، اسے اپنی چیز سمجھ کر ہمیں پروتساہت کریں گے۔ ہم پاٹھکوں کو وشواس دلاتے ہیں کہ اس وقت گراہکوں کی سنکھیا اتنی نراشاجنک رہی ہے کہ یدی پترکا کے ورتمان سنچالک مہودے اتنے اُدار نہ ہوتے تو اس کا جیوت رہنا کٹھن ہو جاتا۔ ہم پترکا سے لابھ اٹھانے کی آکانکشا نہیں رکھتے۔ ہم کیول پاٹھکوں کی سیوا کرنا چاہتے ہیں، اور ہماری ان سے یہی ونے ہے کہ وہ ہمیں اپنی گن کا گراہکتا کا پریچے دے کر بادھت کریں۔

مریادہ بیشاکھ 1979

1۔ ہار 2۔ پڑھنے کے قابل مواد 3۔ عہد 4۔ صاف رائے 5۔ مطلع

وِبھاجک ریکھا[1]

سہیوگی بھی سوراجیہ مانگتے ہیں، اسہیوگی بھی سوراجیہ مانگتے ہیں۔ سہیوگی اپنے سوراجیہ کا آدرش اُپ نویشوں[2] کو مانتا ہے۔ مہاتما گاندھی نے بھی ایک بار اُوپنویشک سوراجیہ کو ہی اپنا آدرش مانا تھا۔ جہاں راجیہ کے سب انگوں کا سامان آدر ہو، سب کے سمان ادھیکار ہوں، جہاں رہنا اپنی سویدھا اور آتم سمان پر نربھر ہو۔ سہیوگی اس برادری سے سوتنتھا[3] کے ساتھ نکل جانے کا اُلیکھ تو نہیں کرتا، پر بات ایک ہی ہے کیونکہ سہیوگی بھی اتنا وچار ہین نہیں ہے کہ برادری میں اُچت سمان نہ ہونے پر بھی ستمات بیٹھایا جائے۔ تو وبھاجک ریکھا کہاں ہے؟ سوراجیہ پراپتی کی ودھان ویوستھا میں۔ اَسہیوگی کسی ایسی ویوستھا کا پریوگ نہیں کرسکتا جس سے اس کے آتم سمان کو آگھات پہنچے۔ اسے اپنا آتم سمان بیچ کر سوراجیہ لینا بھی منظور نہیں۔ وہ ناناپرکار کے کشٹ[4] سہے گا، جیل کی کٹھور یتر نائیں[5] جھیلے گا لیکن آتم سمان کو نہ چھوڑے گا۔ چاہے آتم سمان کی رکشا میں وہ اپنے لکشیہ سے کوسوں دور ہو جائے لیکن اپنے آدرش کا اپمان نہیں کرسکتا۔ سہیوگی Practical Politician ہے۔ وہ اپنے نردھارت[6] لکشیہ پر پہنچنے کے لیے سوابھیمان کی پرواہ نہیں کرتا، اگر اسے اپنے سدھانتوں کا بلیدان کرکے، اپنے آتم سمان کا خون کرکے سوارتھ سدھی[7] کا اُوسر[8] ملے تو وہ اس اوسر کو ہاتھ سے نہ جانے دے گا۔ وہ جیل سے بچے

1۔ خطِ تفریق 2۔ نوآبادی 3۔ اپنی مرضی 4۔ مصیبت 5۔ کلفتیں 6۔ حتمیہ 7۔ مطلب برآری 8۔ موقع

گا، بھی سعر فاؤں سے دور رہے گا، چاہے ایسا کرنے میں اس کے اہت کرن کا ہن بھی ہوتا ہو، وہ نیم بدھ ودھانوں کا ہی آشرے لے گا، چاہے یہ کشیتر کتنا ہی سنکچت 1 کیوں نہ ہو۔ ابھی وہ گاندھی کا نام آدر 2 سے لیتا ہے لیکن آج سرکاری ورگیتی ہو جائے کہ اس مہاپرش کا نام لینا ورجت ہے تو وہ ان کا سوپن میں بھی نام نہ لے گا۔ اس میں اتنا نیتک بل 3 نہیں ہے کہ اس راجکیہ ہستکشیپ کا ورودھ کرے اور اس کے نتیجے بھگتے۔ سہوگ اور اسہوگ میں یہی انتر ہے، یہی وبھاجک ریکھا ہے۔

آج ہمارے اسہوگی نیتاؤں اور ان کے انیائیوں کی بڑی سنکھیا جیل کے اندر ہے۔ سہوگی سماج اسے ان نیتاؤں پر ویٹنگ 4 کرنے کا آدھار بتاتا ہے۔ اور پلکت 5 ہو کر کہتا ہے، اس پرکار دیپک پر پتنگ کے سامان جلنے سے کیا فائدہ؟ اس میں وہ آتم سمان کا استو نہیں ہے جو سہوگیوں کی اس منوورتی کو گرہن کر سکتا۔ وہ تو اپنے سوارتھ کا بھگت ہے۔ اگر وہ بھی اسہوگیوں کی بھانتی آج جیل میں نہیں ہے تو اس کا کارن یہ نہیں کہ وہ بڑا چتر، بڑا گمبھیر بڑا انیکیہ ہے بلکہ وہ اپنے سدھانتوں کا آدر کرنا نہیں جانتا۔ پنڈت مدن موہن مالویہ جی سہوگی ہیں لیکن آتم سمان کی رکشا کرنا جانتے ہیں۔ ابھی پنجاب کے ایک ضلع میں انہیں ویاکھیان دینے سے مجسٹریٹ نے روک دیا۔ مالویہ جی اس آگیا کو بھنگ کرنے پر تیار تھے کیونکہ اس سے ان کے آتم سمان کو چوٹ پہنچی۔ لیکن ضلع کے کانگریس ادھیکاریوں نے باردولی کے سویکرت پرستاوؤں کے انوسار اس آگیا بھنگ سے روک لیا نہیں تو بہت سمبھو تھا کہ آج شری مان مالویہ جی کاراواس میں ہوتے۔ راج نیتک سنگرام میں ایسی پرستھتیوں کا اتپن ہونا انوار یہ ہے جب کہ ادھیکاریوں کی نگاہ کڑی ہو جائے۔ یدی ہم پگ پگ پر ودشیش ادھیکاریوں کے تیور دیکھ کر چلیں گے تو چاہے ہم اپنے کو جیل سے بچا لیں، چاہیں اپنا کچھ سوارتھ پورا کر لیں پر راشٹر کا کوئی ہت نہیں کر سکتے۔

آج کل کتنے سہوگی پتروں اور نیتاؤں کی اُور سے آگرہ ہو رہا ہے کہ اسہوگ سنگرام کے ہاتھوں دیش میں جو دُرویوستھا پیدا ہو گئی ہے، اس کا انت کرنے کے لیے اسہوگ سنگرام کا تیاگ کرنا ہی اُتم ہے۔ پھر وہی آتم سمان کی بات! کیا سنسار میں آرام سے میٹھی نیند سونا اور

1۔ محدود 2۔ عزت 3۔ اخلاقی زور 4۔ طنز 5۔ خوش 6۔ مقصد

سوادیکت بھوجن کرنا ہی جیون کا دھیے 6 ہے؟ اس سکھ بھوگ سے زیادہ مہتو کی کوئی وستو نہیں ہے؟ آن بھی کوئی چیز ہے؟ شان بھی کوئی وستو ہے؟ پرتاپ کیا اکبر کا اُنوگامی بن کر سکھ بھوگ نہ کرسکتا تھا؟ کیا سدھانتوں، آتم سمان پر، بات پر مر مٹنے کی مثالیں اتہاس میں نہیں ملتیں؟ کیا ورتمان سنسار میں ہی اسی آن کے پیچھے دیش اور راشٹر بگڑ بن نہیں رہے ہیں؟ فرانس کیا 1917ء میں سندھی نہ کرسکتا تھا؟ ترک کیا آج لڑائی کو بند نہیں کرسکتے؟ راشٹریہ سنگرام میں دھن کی، ویکتی کی، سمپتی کی، شلپونتی[1] کی اتنی قدر نہیں ہوتی جتنی بات کی، آن کی، اکڑ کی۔ یونان بھی Practical Politicians سے خالی نہیں ہے، ترکی میں بھی اس سامگری کی کمی نہیں ہے، نہ فرانس میں تھی۔ لیکن کیا یہ سب راشٹر اپنی بات پر سر نہیں کٹوا رہے ہیں؟ لبرل دل کے نیتا چاہے اپنا کتنا مہتو سمجھیں پرواستو میں اسہوگ سنگرام پر بھارت کی راشٹریتا کی چھاپ لگ گئی ہے، سنسار اس آندولن کو اس درشٹی سے دیکھ رہا ہے۔ یہ بھارت کے منشیتو[2]، تیاگ، بلی دان، آتما بھیمان، سوادھینتا پریم کی پریکشا کا سمے ہے۔ اس پریکشا میں اتیرن ہو جانا سنسار کی درشٹی میں سدیو کے لیے گر جانا، پتت ہو جانا ہے۔ ہم تال ٹھوک کر سر کٹوانے کے لیے کشیتر میں اترے ہیں، تلوار کی چمک اور وَدِھک[3] کا وکرال سوروپ[4] دیکھتے ہی ترا ہی ترا ہی پکارنے لگے تو دنیا کیا کہے گی؟ ہمارے لبرل نیتا سمجھے بیٹھے ہوں کہ ہم ٹھنڈے ٹھنڈے سوراجیا شرم میں پروشٹ ہو جائیں گے تو سمجھیں، پر سنسار کو خوب معلوم ہے کہ سوادھینتا دیوی کو پرسن کرنے کے لیے کتنے بلیدان کی ضرورت ہے۔ جب سوادھین دیشوں کو اپنی سوادھینتا کی رکشا کے لیے اَپَرِمِت دھن اور اگنت پرانیوں کی بھینٹ چڑھانا پڑتا ہے تو پرادھین جاتیوں کو شانتی پورک بیٹھے بیٹھے یہ پد پراپت ہو جائے گا، اسے کوئی آسادھارن سرل پرکرتی کا منشیہ چاہے تو مان لیں پر کوئی وگیہ پرش[5] کداپی نہ مانے گا۔ یہ سمے اسہوگیوں پر ویَنگیہ کرنے کا، ان کی ہنسی اڑانے کا نہیں ہے۔ ان میں سمو چتا کا گن نہ ہو پر اپنی جان پر مر مٹنے والے لوگ ہیں۔ انھوں نے اس سنگرام میں اپنا سروسوارپن[6] کر دیا ہے، راشٹر کے نام پر اَنیک یترنائیں جھیلی ہیں اور جھیل رہے ہیں۔ ایسے دیشانُراگیوں پر اس نازک وقت میں ویَنگیہ کرنا اُس ہردیتا کا چرم سیما سے بھی آگے بڑھ جانا ہے۔ اگر ہم سب شاریرک نربلتا کے کارن شستر گرہن نہ کرسکیں، اُر ہم میں اتنا رنوتساہ[7] نہیں ہے کی کشیتر میں

1۔ صنعتی ترقی 2۔ انسانی دوستی 3۔ قاتل 4۔ ظالمانہ رویہ 5۔ باشعور آدمی 6۔ سب کچھ نچھاور 7۔ جنگی جوش

ویروں کی بھانتی اتریں تو کم سے کم ان ویروں کا ساہس بڑھانا تو ہمارا دھرم ہے، ہم کو ان کی عزت تو کرنی چاہیے، یہ کہنا کی یہ سب سر پھرے ہیں، وپلوکاری ہیں، مورکھ ہیں، اپنی گھور کاپُرشتا کا پرِچے، دینا ہے۔ سہیوگی ساج سے ہماری ایسی شکایت ہے کہ وہ اسہیوگیوں کے الوکک نیتک بل اور ساہس کی اوہیلنا کرتا ہے۔ اسے یہ سویکار کرنا چاہیے کہ اسہیوگی دل چاہے "Practical politics" کی اوگیا کرتا ہو پر اس میں اپنے سدھانتوں پر پران ارپن کرنے کا گن موجود ہے جو مانوی سدگنوں کا اتم استھان ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ سہیوگی سجن اتنے ہردے شونیہ نہیں ہے پر اپنی سوارتھ سدھی کو امن و قائم رکھنے، راجیہ کو سہایتا دینے اور دیش کو کرانتی سے بچانے کے پردے میں چھپانا ہی سمیا نوکول سمجھتے ہیں۔ ہماری اچھا ہوتی ہے کہ اپنے ان بھائیوں کو اسی بھانتی اپنے اصولوں کا پابند سمجھیں جیسے ہم اسہیوگیوں کو سمجھتے ہیں پر جب دیکھتے ہیں کہ ان میں سے سب کے سب اس پرستھتی سے لابھ اٹھانے پر تلے ہوئے ہیں، کوئی اپنے پتر کو اچھی جگہ دلانا چاہتا ہے، کوئی خیر خواہی کی سند لینا چاہتا ہے، کوئی اور ہی کسی روپ میں اپنا مطلب پورا کرنا چاہتا ہے تو ہم نراش ہو جاتے ہیں اور نیراشیہ تتھا کھید کی دشا میں منھ سے نکل آتا ہے سوارتھ! تیری مہماوچتر ہے۔

جب سے بارڈولی کا نرنے ہوا ہے اور قانون توڑنے کا اتنا زور شور نہیں ہے، سہیوگی دل خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا۔ چاروں طرف سے آوازیں آرہی ہے کہ اسہیوگ مر گیا، شانت ہو گیا، سو وا سر سے اتر گیا، انمادمٹ گیا.... آدی۔ کوئی کہتا ہے، ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ یہ بیل منڑھے چڑھنے کی نہیں۔ اس آندولن کی بنیاد ہی اسوابھاوِکتا اور منووگیان سے ان بھگیتا پر کھڑی کی گئی تھی اور اس کا وہی انت ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ مسز داس نے کلکتے کے پرانتیہ راشٹریہ ادھیویشن میں جو اپنا وچار پرکٹ کیا ہے کہ اسہیوگیوں کو کونسلوں میں جانا چاہیے، تتھا مہاراشٹر، سمیلن نے وکیلوں، کالجوں تتھا کونسلوں کے وشے میں جو پرستاو سویکار کیے ہیں ان کے آدھار پر یہ فیصلہ کیا جارہا ہے کہ اسہیوگیوں میں بھی مت بھید ہو گیا، ان کی بھی آنکھیں کھلیں۔ ہم اپنے متروں کو یوں بغلیں بجاتے دیکھ کر دوست ہو جاتے ہیں۔ یدی واستو میں اسہیوگ کا انت ہو گیا تو یہ خوش ہونے کا اوسر نہیں، لجّا سے ڈوب مرنے کا اوسر ہے، اور اس ہتّیا کا کلنک انھیں لوگوں کے ماتھے پر لگے گا جنھوں نے دیش کو، دیش کے آتم سمان کو اپنے سوارتھ پر بلیدان کر دیا۔ آپ شوق سے وکالت کر کے موج اڑائیں، جھوٹے مقدمے بنائیں اور بھولے بھالے غریبوں کی گردن پر

چھری چلائیں، آپ شوق سے اپنے ہونہار پتروں کو کالجوں میں پڑھائیں اور انھیں بھی راجکیہ پد دلا کر یا وکالت کی سند دلا کر غریبوں کی گردن کی چھری بنائیں، آپ شوق سے ولایتی کپڑوں کا روز گار کر کے سونے کے محل کھڑے کریں، اگر آپ اس کلنک کو نہیں دھو سکتے کہ آپ نے دیشودھار کے ایسے اچھے موقع پر دغا کیا، اپنے سوارتھ کو دیکھا، جاتی کو نہ دیکھا۔ اسہیوگ چاہے سروتھا نشپھل ہو گیا ہو لیکن کم سے کم اس نے آپ کی سمان پرتشٹھا کا جادو توڑ دیا، آپ جنتا کی نگاہوں میں گر گئے، اب آپ پر ''نکلا جیا برے حوال'' کی مثل چریتارتھ ہو گئی۔ دیش کو معلوم ہو گیا کہ کن سے آشا رکھنی چاہیے اور کن سے چوکس رہنا چاہیے، کون دیش کے متر ہیں، کون دیش کے دروہی۔ آپ نے لارڈ میکالے کی شکشا وشیک دور درشتا کہ بہت ہی اُتّم پرمان دے دیا۔ اب کبھی راشٹریہ اتہاس لکھا جائے گا تو آپ کو یہی شریشٹکر استھان ملے گا جو آج راگھوبا کو مل رہا ہے۔ مگر آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ اسہیوگ کا پراانت ہو گیا؟ خوب سمجھ لیجیے کہ پرتیک بھارتیہ جو نوکر شاہی پر اولمبت نہیں ہے، اسہیوگی ہے۔ یہاں تک کی چھوٹے چھوٹے راج کرمچاریوں کی گنتا بھی اسہیوگیوں میں کی جا سکتی ہے۔ پرشن یہ نہیں ہے کہ اس اگنت سینا کو اتیجت اور اُتساہت کیسے کیا جائے، بلکہ پرشن یہ ہے کہ اسے قابو میں کیوں کر رکھا جائے، تا کہ رکت سے اشانتی کے وے درشیہ پھر نہ اُپستھت ہو جائیں جو مہاتما گاندھی کے وشال اُدیوگ سے کچھ کچھ قابو میں آئے ہیں۔ ہم اپنے پیارے بھائیوں کو اتیجت کر کے مشین گنوں کا لکشیہ نہیں بنانا چاہتے۔ جب ہم نے دیکھ لیا کہ نوکر شاہی اسہیوگ کا دمن کرنے کے لیے راشٹریہ جیون کا گلا گھونٹنے کے لیے اوسر ڈھونڈتی پھرتی ہے تو یہی اچت سمجھا گیا کی ستھاسادھیہ ہم نوکر شاہی کو اس کا اوسر ہی نہ دیں اور اپنے آندولن کو ایسا روپ دے دیں کہ نوکر شاہی سے سنگھرش کی کوئی سمبھاونا نہ رہے۔ اسہیوگ کی سمگر شکتی اس سے اسی کاریہ کے سمپادن میں پرورت ہو رہی ہے۔ رہے مہاراشٹر سمیلن کے پرستاو۔ یہ کھلا ہوا رہسیہ ہے کہ مہاراشٹر دل آدی سے ہی اسہیوگ کے وپکش میں رہا ہے، لیکن راشٹریہ بہومت کے سامنے اس نے سدیو سر جھکایا ہے اور ہمیں وشواس ہے کہ وہ ان پرستاؤں کا نرنے بھی کانگریس میں رہ کر کرے گا، باہر نکل کر نہیں۔ ہم پرسپر مت بھید سے سشنک نہیں ہوتے، یہ تو جیون کے لکشن ہیں۔ کانگریس راشٹریہ سنستھا ہے۔ وہاں پرتیک پکش کو اپنا مت پرکٹ کرنے اور راشٹر کو اپنے مت کی اُور جھکانے کا سامان ادھیکار ہے۔ لیکن یدی وہ راشٹر کو اپنی اُور آکرشت کرنے میں کرتکاریہ نہ ہو تو اسے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ نہیں بنانی چاہیے اور

کانگریس سے ناراض ہو کر نوکر شاہی کی خوشامد میں اپنا دتچت نہ ہو جانا چاہیے۔ یدی سہیوگی دل بھی کانگریس میں رہتا اور کانگریس پر اپنا پربھاو ڈالنے کا پریتن کرتا رہتا تو ہم کو اس سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ لیکن اس نے نوکر شاہی پر اولمبت رہنا زیادہ سُلبھ سمجھا اور کانگریس کا شترو ہو گیا ۔ یہی اس کی وشر نکھلتا ہے جس نے دو پرسپر وردھی دلوں کو آمنے سامنے کھڑا کر دیا، نوکر شاہی کو تیتر لڑانے کا آنند اٹھانے کا اوسر دیا۔ راشٹر کے ساتھ رہ کر ہانی اٹھانا، کشٹ جھیلنا بھی ایک گورو کی بات ہے، راشٹر سے پرانِ ملھ ہو کر آنند بھوگ کرنا بھی لجّا سپد ہے۔ سوارتھ کی اُپاسنا کرنے میں وہ مہتو نہیں ہے جو راشٹر کے لیے مصیبتیں جھیلنے میں ہے۔ یہی و بھاجک ریکھا ہے، جو دونوں دلوں کو پرتھک کرتی ہے۔

نوکر شاہی نے شانتی رکشا کو دمن کرنے کا بہانہ بتایا۔ یہ اس کے مطلب کی بات ہے۔ پر آشچریہ تو یہ ہے کی سہیوگیوں نے بھی اسہیوگ کو اراجکتا اور وپلو کا پریای بنا رکھا ہے۔ اس وشے پر ساچار پتروں نے زنتر لیکھ لکھنے سے ایک نیتا نے ایک معرکے کی کتاب بھی لکھ ڈالی ہے۔ پر آشچریہ کی کوئی بات نہیں۔ سہیوگیوں کا بھی سوارتھ اسی میں ہے کہ اسہیوگ کو بھینکر سے بھینکر دکھایا جائے، تاکہ سرکار اور بھی بھیبھیت ہو کر اس کی اُور جھکے۔ یہ انکے فصل کاٹنے کا سمے ہے۔ دونوں ہاتھوں اور پیروں سے اناج بٹور رہے ہیں کہ نہ جانے پھر ایسا اوسر ملے یا نہ ملے۔ جہاں کہیں پولس کے اتیاچار یا نوکر شاہی کے نرنکشا ہستکشیپ سے کوئی دنگا ہو جاتا ہے تو ترنت اس کا الزام اسہیوگیوں کے سر تھوپ دیتے ہیں اور دنگے کو پرمان سوروپ پیش کر دیتے ہیں۔ وہ اسہیوگی نیتاؤں کی شانتی پرتگیاؤں پر ذرا بھی دھیان نہیں دیتے ہیں۔ یہ سوچنے کا کشٹ نہیں اٹھاتے کہ جو آندولن اتنا سرو ویاپی ہے، اس میں بہت پریتن کرنے پر بھی ایسی درگھٹناؤں کا ہو جانا انواریہ ہے۔ یدی ہم ان مہاشیوں سے پوچھیں کہ سینا کا اتنا سوچت سنگٹھن ہوتے ہوئے سیما پر جو چھاپے پڑتے رہتے ہیں یا پولس کی دیکھ بھال ہونے پر بھی چوری اور انیہ دُشکرتیوں کے جو درشیہ دیکھنے میں آتے ہیں کیا ان کا الزام اسی ترک پرنالی کے انوسار سینا اور پولس پر رکھ کر گورنمنٹ وودروہ کارنی نہیں کہی جا سکتی؟ جب سرکار بڑے بڑے ادھیکاریوں اور سوچت سنگٹھن ہونے پر بھی ان ساماجک اپرادھیوں کی روک تھام کرنے میں سپھل نہیں ہو سکتی تو اسہیوگی کیول ستیہ پریرناؤں کے آدھار پر پورن شانتی کا اتر دائی کیونکر ہو سکتا ہے؟

مریادا۔ بیشاکھ 1979ء

سوراج سے کس کا اہت[1] ہوگا

کچھ لوگ سوراج آندولن سے اس لیے گھبرا رہے ہیں کہ اس سے ان کے ہتوں کی ہتیا ہو جائے گی۔ اور، اس بھے کے کارن یا تو دور سے اس سنگرام کا تماشا دیکھ رہے ہیں یا جنھیں اپنی پربھتا زیادہ پیاری ہے وہ پروکش یا اپروکش[2] روپ سے سرکار کا ساتھ دینے پر آمادہ ہے۔ ان میں ادھیکانش ہمارے زمیندار، سرکاری نوکر، بڑے بڑے ویاپاری اور روپے والے لوگ شامل ہیں۔ انھیں بھے ہے کہ اگر یہ آندولن سپھل ہوگیا تو زمینداری چھن جائے گی، نوکری سے الگ کر دیے جائیں گے، دھن ضبط کرلیا جائے گا۔ اس لیے اس آندولن کو سر نہ اٹھانے دیا جائے۔ انھیں برٹش سرکار کے بنے رہنے میں اپنی کشلتا[3] نظر آتی ہے۔ ہم آج اسی پرشن پر کچھ وچار کرنا چاہتے ہیں۔

اس میں سندیہہ[4] نہیں کہ سوراج کا آندولن غریبوں کا آندولن ہے۔ انگریزی راجیہ میں، غریبوں، مزدوروں اور کسانوں کی دشا جتنی خراب ہے، اور ہوتی جارہی ہے، اتنی سماج کے اور کسی انگ کی نہیں۔ یوں تو سرکار نے کسی کو بے داغ نہیں چھوڑا شکشت سمودائے آئے دن اپنے حقوں کو چھنتے دیکھتا ہے، راجوں رئیسوں کی جائدادیں اور ریاستیں ضبط ہو رہی ہے، ویاپاریوں اور ملوں کے سوامیوں کو مین چیسٹر اور لنکا شائر کا شکار بنایا جا رہا ہے، لیکن یہ سب کچھ ہونے پر بھی سرکار کے ہاتھوں کسی سمپردائے کی اتنی بربادی نہیں ہوئی ہے جتنی کسانوں اور مزدوروں کی۔ خاص کر کسانوں کی۔ سرکاری نوکروں کی تنخواہیں بڑھ گئیں، نئے سدھاروں سے بھی انھیں کچھ فائدہ پہنچا، ان کے لیے کئی مہاودیالیہ[5] کھل گئے، ویاپاریوں کے بھی کچھ آنسو پونچھے گئے،

1۔نقصان 2۔بلواسطہ 3۔خیریت 4۔شک 5۔ڈگری کالج

پر کسانوں کی حالت روز بروز خراب ہی ہوتی جا رہی ہے۔ ان پر لگان بڑھتا جاتا ہے، سختیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ کونسلوں میں ان کے ہتوں کا کوئی رکھشک نہیں۔ وہ زمینداروں کے چنگل میں اس بری طرح پھنسے ہیں کہ دباؤ میں پڑ کر وہ انھیں کو اپنی پرتی ندھی[1] بنانے پر مجبور ہوتے ہیں جو ان کے ہتوں کا بھکشن کرتے رہتے ہیں۔ کانگریس کے ممبر یا اور لوگ بھی کبھی کبھی نیائے اور نیتی کے ناطے بھلے ہی کسانوں کی وکالت کریں، لیکن کسانوں کے نانا پرکار کے دکھوں اور ویدناؤں[2] کی انھیں وہ اکھر نہیں ہوسکتی، جو ایک کسان کو ہوسکتی ہے، ات ایو ہمارے راشٹر کا سب سے بڑا بھاگ انیائے پیڑت[3] ہے۔ سب چھوٹے بڑے اسی کو نوچتے ہیں، اسی کا رکت اور مانس کھا کھا کر موٹے ہوتے ہیں، پر کوئی اس کی خبر نہیں لیتا۔ مزدوروں کے سنگھٹن ہیں، سرکاری نوکروں نے بھی اپنے اپنے دل سنگھٹت کر لیے، زمینداروں اور مہاجنوں کا دل بھی ویسو ستھت ہے، مگر کسانوں کا کوئی سنگھ نہیں۔ ان کی شکتی بکھری ہوئی ہے۔ اگر انھیں سنگھٹت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، تو سرکار زمیندار، سرکاری ملازم اور مہاجن سبھی بھنّا اٹھتے ہیں۔ چاروں اُور سے ہائے ہائے مچ جاتی ہے۔ بول شیوزم کا ہوا بتا کر اس آندولن کو جڑ سے کھود کر پھینک دیا جاتا ہے، اس لیے یہ کہنا غلط نہیں، کہ سوراج کسانوں کی مانگ ہے، انھیں زندہ رکھنے کے لیے آوشیک ہے، انوار یہ ہے۔ لیکن کسانوں کا اُپکار کر کے، وہ اور سبھی سموداییوں کا اُپکار کریگا، یہ کیوں سمجھ لیا جاتا ہے؟ ہاں، اگر کسانوں کا اُپکار ہی اوروں کا اُپکار ہو، تو دوسری بات، لیکن نیائے، بُدھی کبھی اسے سویکار[4] کرنے کی چیشٹا نہیں کرسکتی۔

سب سے پہلے زمینداروں کو لیجیے، کیونکہ ورودھی دلوں میں پر کھ بھاگ اسی دل کا ہے۔ زمینداروں میں بھی اور سب سمودایوں کی بھانتی اچھے بھی ہیں، برے بھی۔ اگر زمیندار اپنے انیائے سے اپنے کو اتنا کلنکت نہ کرلے، کہ اس کا استتو ہی دوسروں کی آنکھوں میں کھٹکتا ہو، تو وہ کسانوں کا مکھیا، نیتا اور رکشک بنا ہوا اننت کال تک جیون کا اُپ بھوگ کرسکتا ہے۔ سوراجیہ کال میں لگان تو کچھ نہ کچھ ضرور ہی کم ہوجائے گا، کسان پچاس سیکڑے سے کم کی کمی کو سویکار نہ کریں گے، اور اسی کے ساتھ زمیندار کی آمدنی بھی کم ہوجائے گی۔ لیکن کیا سوراجیہ نیائے اور دھرم سے اتنا شونیہ ہوجائے گا، کہ وہ کسی سمودائے کے جائز حقوں کا اپہرن[5] کرلے؟ یہ اسمبھو[6] ہے۔

1۔ نمائندہ 2۔ تکلیفوں 3۔ بے انصافی کا مارا ہوا 4۔ تسلیم 5۔ غصب 6۔ ناممکن

زمیندار رہیں گے، ان کا آدر اور سمان بھی رہے گا، ان کا رعب داب بھی رہے گا، ہاں بیگار
رہے گی نذرانے نہ رہیں گے، اندھا دھند لوٹ نہ رہے گی۔ مگر ہوں گے وہ اپنے گھر کے راجا
وہ سلامیاں اور خوشامدیں اور سجدے اور تک گھسنیوں، جو وہ آئے دن حاکموں کی کیا کرتے
ہیں، غائب ہو جائیں گی۔ آمدنی کچھ ضرور گھٹے گی، پر اس کے بدلے سمان بڑھ جائے گا اور وہ
سماج کے سچے نیتا بن جائیں گے۔ اگر ہم اپنی سیوا اور ویوہار اور سادھنا سے ثابت کر دیں، کہ
ہمارا رہنا ضروری ہے، ہمارے بغیر کام نہ چلے گا، تو ہمارا کوئی بہشکار نہیں کر سکتا۔ جو زمیندار پر
کو لوٹنا ہی اپنا ادھیکار سمجھتے ہیں، ان سے تو ہمیں کچھ کہنا ہی نہیں، لیکن جو سجن ہیں، ادار ہیں، کرتو
پرائن ہے، ان سے ہم یہ نویدن اوشیہ کریں گے، کہ آپ اپنے تھوڑے سے سوارتھ کی رکشا کے
لیے سوراج میں بادھک نہ بنیں۔ سوادھین بن کر آدھی کھا لینا غلامی کی پوری سے کہیں اچھا ہے
آپ ان ویروں کے نام لیوا ہیں، جن کا نام اتہاس میں امر ہے! یہ آندولن تو خود آپ میں پیدا
ہونا چاہیے تھا۔ اس کا وِرودھ کرنا آپ کو شوبھا نہیں دیتا۔ شوبھا تو یہ دیتا، کہ آپ اس آندولن کے
اگوا ہوتے اور دیش آپ کے پیچھے ہوتا۔ آپ اپنے باہو بل اور بُدھی بل کا پریچے دے کر دیش کو
اپنا انویائی بنا لیتے۔ لیکن آپ اس سے کرتویہ کشیتر سے مکھ ہی نہیں موڑ رہے ہیں، آپ دوسروں
استساہ بھی توڑ دیتے ہیں۔ اپنے سے دوسروں کو بھی غلام بنائے رکھنے کی فکر کر رہے ہیں۔ اگر آپ
یہ بھے ہے کہ آپ نے ذرا بھی کان کھڑے کیے اور آپ کی ریاست ضبط ہوئی، آپ دودھ کی مکھی
کی بھانتی نکال کر پھینک دیے گئے، تو اس طرح آپ کے دن اپنی خیر منائیں گے۔ وہی سرکار جس
کے دامن میں آپ منھ چھپائے ہوئے ہیں، آپ کو ٹھکرا دے گی۔ آپ کو ہم وشواس دلاتے ہیں
کہ آپ نے دیش کا ساتھ دیا، تو دیش بھی آپ کا ساتھ دے گا اور اگر آپ نے اس کے مارگ
میں بادھائیں ڈالیں، تو آپ چاہیں دوسروں کے بل پر کچھ دن اور پربھوتا کے مزے اڑا لیں،
آپ جنتا کی نظروں سے گر جائیں گے اور جن کے بل پر آپ کود رہے ہیں وہ ہی آپ کو نکال باہر
کریں گے۔ جب تک انھیں معلوم ہے کہ پرجا پر آپ کا دباؤ ہے، وہ آپ کو اپنا سوارتھ کا یتر
بنائے ہوئے ہیں، جس دن انھیں یقین ہو جائے گا کہ آپ کے نکالے جانے پر کوئی ایک بوند آنسو
بھی نہ بہائے گا۔ اسی دن آپ کا انت ہو جائے گا۔ اس لیے آپ کا بھوشیہ[1] سوراجیہ کے
گربھ[2] میں ہے۔ اگر آپ دیش دروہی[3] نہ بنے، تو سوراجیہ سے آپ کے بھے بھیت[4] ہونے

1۔ مستقبل 2۔ بطن 3۔ غدار وطن 4۔ خوف زدہ

کوئی کارن نہیں ہے۔

اب ویاپاریوں کو لیجیے۔ ہمارے یہاں بڑے ویاپاریوں میں دو پرکار کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ جو خود مال تیار کرتے ہیں دوسرے وہ جو دساور سے مال منگاتے ہیں۔ تیسرے پرکار کے وہ لوگ بھی ہیں، جو یہاں سے کچے پدارتھ دساور بھیجتے ہیں۔ جو لوگ ولائتی مال کا روزگار کرتے ہیں۔ سمبھو ہے، انھیں کچھ دنوں، جب تک نئی ویوستھا ٹھیک نہ ہو جائے، ہانی[1] اٹھانی پڑے، لیکن انتظام ٹھیک ہو جانے کے بعد پھر ان کے لیے سکھیتی ہی سکھیتی ہیں۔ تب انھیں خود اپنا مال تیار کرنے کی سویدھائیں[2] ہوں گی، ریلوں کا بھاڑا کم ہو جائے گا۔ چنگی، محصول گھٹ جائے گا۔ وہ خود اپنے ملوں میں اتنا مال بنانے لگیں گے، کہ انھیں باہر سے تھوڑا ہی مال منگانے کی ضرورت ہوگی۔ سوراجیہ سرکار آج کی سرکار کی بھانتی ذرا ذرا سی بات پر دِق نہ کرے گی اور نہ اس کے پاس کوئی دوسرا مین چیسٹر یا لنکا شائر ہوگا۔ جس طرح کی سہایتا ان کی سپھلتا کے لیے درکار ہوگی، اس کی آیوجنا سرکار خود کرے گی۔ اس کے دھن اور ویاپار وردھی کے سد پیوگ کے کتنے ایسے ہی مارگ کھل جائیں گے، جن کی اس وقت کلپنا بھی نہیں کی جا سکتی۔ تب انگریز آڑھتیوں کی خوشامد انھیں نہ کرنی پڑے گی، نہ ادھکاریوں کو ڈالی پیش کرنی پڑے گی۔ بڑے بڑے سرکاری ٹھیکے، جو اب ودیشیوں کو مل جاتے ہیں، تب یہیں کے ویاپاریوں کو ملیں گے۔ ان کے اپنے جہاز ہوں گے، اپنے بینک ہوں گے، اپنے کارخانے ہوں گے، لیکن حال میں کچھ نقصان اٹھائے بنا وہ سُدِن[3] نہیں آ سکتا۔ اگر انھوں نے حال کی ہانی کا منہ دیکھا اور اس آندولن سے کنارے رہے، تو یاد رہے ان کی یہ دشا بھی نہ رہنے پائے گی۔ ودیشی ویاپاری انھیں دن بدن دباتے چلے جائیں گے۔ رہے ہمارے چھوٹے موٹے دوکاندار، جو ودیشی چیزوں کا ویاپار کرتے ہیں، انھیں اس آندولن سے ڈرنے کا کوئی موقع نہیں۔ وہ جنتا میں بھی جس چیز کی رچی[4] دیکھیں گے وہی چیزیں منگائیں گے۔ ان کا نیچ کا نفع کہیں نہیں گیا ہے۔

اب سرکاری نوکروں کو لیجیے۔ ان میں بہت بڑی سنکھیا تھوڑا ویتن پانے والوں کی ہے۔ یہ جیسے اب ہیں، ویسے ہی تب رہیں گے۔ ان کا ویتن سوراجیہ سرکار نہیں گھٹا سکتی۔ ہاں، جو بڑی بڑی لمبی رقمیں ڈکارتے ہیں، ان کی سوراجیہ سرکار میں کچھ چھالیدر ہوگی۔ دس دس اور پانچ پانچ

1۔ نقصان 2۔ آسانیاں 3۔ اچھا وقت 4۔ دلچسپی

ہزار اڑانے والوں کا تب نام ونشان بھی نہ رہنے پائے گا سوراجیہ سرکار میں چھوٹوں کی اتنی حق تلفی نہ ہوگی، نہ بڑوں کی اتنی چاندی رہے گی۔ سوراجیہ سرکار کی یہ کوشش نہ ہوگی کہ وہ دو آدمیوں کا کام ایک آدمی سے لے اور اسے دونا ویتن دے۔ ہمارے پڑھے لکھے لوگ لاکھوں کی سنکھیا میں بیکار بیٹھے ہیں اور یہاں ایک ایک افسر اتنا ویتن لے رہا ہے، جس میں دس پریواروں کا نرواہ[1] آسانی سے ہو جاتا۔ تب سرکاری نوکری سیوا بھاو پردھان[2] ہوگی، لوگ دھن لوٹنے کے لیے اس میں نہ آویں گے۔ انگریزوں نے لمبی لمبی تنخواہیں دے کر ہم سودیشیوں کا آدرش گرا دیا ہے تب سرکاری نوکری رعب اور دھن کا سادھن نہ ہوگی، بلکہ سیوا اور دھرم کا۔ تب لوگ سرکاری نوکروں کی عزت کریں گے، بھے سے نہیں، بھکتی سے۔ دنیا کے کسی ملک میں ماتحتوں اور افسروں کے ویتنوں میں اتنی وشمتا[3] نہیں ہے۔ جتنی بھارت میں۔ یہ بھیشن درشیہ[4] یہیں دیکھنے میں آتا ہے ، کہ چوبیس گھنٹے سڑکوں پر پہرا دینے والا۔ راتوں کو اندھیری گلیوں میں چکر لگانے والا کانسٹیبل، تو پندرہ بیس روپے پائے اور محلوں میں عیش سے ولاس کرنے والے افسر، پندرہ سو اور دو ہزار روپے ہڑپ کریں۔ بابو جی نو بجے دن سے نو بجے رات تک تیس روپے میں آنکھیں پھوڑیں اور ان کے افسر کیول کاغذوں پر دستخط کر کے تین سو روپے پھٹکاریں۔ سوراجیہ سرکار کے ہاتھوں اس کدشا[5] کا سدھار ہوگا۔ نہ افسروں کے چراغ آسمان میں جلیں گے، نہ غریبوں کے گھروں میں اندھیرا رہنے پائے گا۔

غریبوں کی چھاتی پر دنیا ٹھہری ہوئی ہے، یہ کٹھور ستیہ[6] ہے۔ ہر ایک آندولن میں غریب لوگ آگے بڑھتے ہیں، یہ بھی امر ستیہ[7] ہے۔ اس آندولن میں غریب ہی آگے آگے ہیں اور انھیں کو رہنا بھی چاہیے، کیونکہ سوراجیہ سے سب سے زیادہ فائدہ انھیں کو ہوگا بھی۔ لیکن جیسا ہم نے اوپر دکھانے کی چیشٹا[8] کی ہے، سوراجیہ ہو جانے سے سماج کے کسی انگ کو کوئی ہانی نہیں پہنچ سکتی، لابھ ہی لابھ ہوں گے۔ ہاں ان کو آوشیہ ہانی ہوگی، جو خوشامد اور لوٹ اور انیائے کے مزے اڑا رہے ہیں۔ وہ اگر سوراجیہ کے باہر رہیں، تو ان کا فائدہ ہے، لیکن جو نیتی دھرم اور ستیہ کے ماننے والے ہیں، ان کے لیے سوراجیہ سے چونکنے کا کوئی کارن نہیں۔ انھیں دل کھول کر نربھے[9] روپ سے اس سنگرام میں سملت[10] ہونا چاہیے۔ ایسے اوسر روز روز نہیں آتے۔

ہنس، اپریل 1930

1۔ گزر بسر 2۔ خدمت گزار 3۔ اختلاف 4۔ خوفناک منظر 5۔ بری صورت حال 6۔ کڑوا سچ 7۔ کلی صداقت 8۔ کوشش 9۔ بے خوف 10۔ شامل

آزادی کی لڑائی

آزادی کی لڑائی شروع ہوگئی۔ مہاتما گاندھی نے 6/اپریل کو سمدر کے تٹ پر ڈنڈی میں غلامی کی بنڈی پر پہلا ہتھوڑا چلایا اور اس کی جھنکار سارے دیش میں گونج اٹھی۔ پہلے کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ مہاتما جی کیا کرنے جا رہے ہیں۔ مذاق بھی اڑایا گیا۔ ایک گورنر نے اپنے خوش آمدی ٹٹوؤں کو جمع کر کے اپنے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہوئے اس سنگرام کو ڈکھے پرہسن بتلایا۔ گورنر صاحب کو کیا معلوم تھا کہ ڈکھے پرہسن دو سپتاہ ہی میں آزادی کا ایک پرچنڈ پرواہ سدھ ہو جائے گا، جسے نوکر شاہی کی ساری سنگٹھت شکتی بھی نہ روک سکے گی۔ وہ سب کیا گیا، جو ایسی پرستھتیوں میں سویچھا چاری شاسن کیا کرتا ہے۔ ہمارے نیتا چن چن کر جیل بھیج دیے گئے، افسروں کو نئے نئے ادھیکار دیے گئے۔ وائسرے نے بھی اپنے سورکشت استر[1] نکال لیے، یہاں تک کہ اس لو اور گرمی میں دیوتاؤں کو پروت شکھروں سے دو ایک بار اتر کر نیچے آنا پڑا، جو بھارت کے اتہاس میں انہونی بات تھی، لیکن سوراجیہ سینا کے قدم آگے ہی بڑھتے جاتے ہیں۔ جیسے بچے ہار جاتے ہیں، تو دانت کاٹنے لگتے ہیں، وہی حال نوکر شاہی کا ہو رہا ہے۔ کہیں نہتھی جنتا پر ڈنڈوں اور گولیوں کی بوچھار ہو رہی ہے، کہیں جنتا میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ (جس گورنر کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے، اس نے ایک دوسرے مجمع میں زمینداروں کو ان وِدروہیوں[2] کی خبر لینے کی صلاح بھی دی تھی) قلموں پر روک لگائی جا رہی ہے۔ تار کی خبروں کا سنسر کیا جا رہا ہے۔ ہم نے ان سب باتوں کی کلپنا پہلے ہی کر لی تھی۔ کوئی بات ہماری آشاؤں کے خلاف نہیں ہوئی۔ انگریزوں کی دانوتا کا ناچ ہم دیکھ چکے ہیں۔ کایرتا کمینہ پن، نردیتا[1] آدی گنوں میں اس جاتی سے بازی لے جانا مشکل ہے۔ پھر بھی ہمارا جو کچھ انومان تھا اس سے کچھ

1۔ ہتھیار 2۔ باغیوں

دھوں، ایک گھبرائے ہوئے آدمی کی بوکھلاہٹ۔ ایک ہی اپرادھ کے لیے دو مہینے سے دو سال تک کی سزا اور وہ بھی کٹھور۔ مگر ہم ان باتوں کی شکایت نہیں کرتے۔ انھیں انیاؤں سے تو ہماری وجے ہے۔ سنپات موت کے چہنہ ہیں۔

ہم تو مہاتما جی کی سوجھ بوجھ کے قائل ہیں۔ جو بات کی، خدا کی قسم لاجواب کی! نہ جانے کہاں سے نمک کر کھوج نکالا، کہ اس نے دیکھتے دیکھتے دیش میں آگ لگا دی۔ کوئی دوسرا ایسا کر نہیں، جو غریب سے غریب آدمی سے وصول کیا جاتا ہو، اور نہ کوئی دوسرا کر ایسا ہے، جس کا اسمبلی سے اتنا وروددھ کیا ہو۔ اگر ہماری اسرتی[2] بھول نہیں کرتی، تو شاید 1924 میں اسمبلی نے اس کر کو اسویکار کر دیا تھا۔ وائسرائے کو اسے اپنی سوتّھا سے سویکار کرنا پڑا تھا۔ کر کا دیا پکش[3] نیم ہے کہ وہ ولاس[4] کی وستوؤں پر لگایا جانا چاہیے جو چیز جیون کے لیے اتنی ہی آوشیک ہے، جتنی ہوا اور پانی، اس پر کر لگانا نیتی ورُودھ ہے۔ انگریزی راجیہ کے پہلے، بھارت میں یہ کر بھی نہ لگایا گیا تھا۔ آج بھی دنیا بھر میں بھارت ہی ایک ایسا دیش ہے، جہاں نمک پر کر لگایا جاتا ہے۔ مسلم اسرتی کاروں نے تو نمک، ہوا اور پانی پر کر لگانا نشدھ بتلایا ہے، پر ہم 150 ورشوں سے یہ کر دیتے آئے ہیں، اور مزہ یہ ہے کی جس وستو پر دو آنہ من لاگت آوے، اس پر سوا روپے من کر لیا جاتا ہے، جو لاگت کا دس گنا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کی اس کر کو سامُوہک روپ سے نہایت آسانی سے توڑا جا سکتا ہے۔ ایسی کوئی بھو بھاگ نہیں، جہاں لونی مٹی نہ ہو اور شہر یا گاؤں، دونوں ہی جگہوں کے آدمی بڑی سنکھیا میں جمع ہو کر اسے توڑ سکتے ہیں اور سرکاری نمک کو بازار سے نکال باہر کر سکتے ہیں۔ نوکرشاہی نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، جتنا پشو بل ممکن تھا، اس سے کام لیا، پر کر ٹوٹ گیا۔ جس نیم کے بھنگ[5] کرنے والوں کو سرکار دنڈ نہ دے سکے، جس کی رکشا کرنے کے لیے ڈنڈے کے سوا اور کوئی دوسرا سادھن[6] نہ ہو، وہ قانونی دیوتاؤں سے بھلے سورکشت رہے، پر ویوہارک[7] روپ سے وہ ٹوٹ گیا اور سرکار کے لیے اب اس کے سوا کوئی اُپائے نہیں ہے کہ اس کر کو منسوخ کر دے اور اپنی ہار سویکار کر لے۔ گورنمنٹ سوچتی ہوگی کہ جب نمک کے بڑے بڑے کارخانے کھل جائیں گے، تو ہم اسے ضبط کریں گے اور اس طرح آزاد نمک کو سر نہ اٹھانے دیں گے، لیکن ہمارے پاس اس چال کا یہی جواب ہے کہ ہم اپنے اپنے گھروں میں نمک

1۔ بے رحمی 2۔ یادداشت 3۔ موزوں 4۔ عیش 5۔ ملتوی 6۔ ذریعہ 7۔ عملی

اٹھانے دیں گے، لیکن ہمارے پاس اس چال کا بھی جواب ہے کہ ہم اپنے اپنے گھروں میں نمک بنانا اتنا ہی ضروری سمجھ لیں جتنا بھوجن بنانا۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ سرکار اپنا نمک کیسے ہمارے گلے مڑھتی ہے۔ للکشنوں[1] سے معلوم ہوتا ہے کہ نمک آندولن اثر کر رہا ہے، اور نمک کے ویاپاریوں نے سرکاری نمک منگانے میں آنا کانی شروع کر دی ہے۔ سرکار کے اس پرچنڈ دمن کے پھل سوروپ[2] بعض بڑے شہروں میں جنتا بھی شانتی کے آدرش کو نہ نبھا سکی، اور کراچی، ممبئی پونا اور کلکتہ آدی شہروں میں کچھ گول مال ہوا، جس سے پولس کو اپنے دل کے ارمان نکالنے کا اچھا موقع مل گیا، پر ان درگھٹناؤں[3] کا دوش اگر کسی کے اوپر ہے، تو وہ سرکار ہے۔ اگر وہ ستیہ گرہیوں کو قائدے کے انوسار پکڑ لیتی، تو کہیں کچھ نہ ہوتا، جلوسوں کو روکنا ستیہ گرہیوں کو ڈنڈوں سے پٹتا جنتا سے اگر نہ دیکھا جائے، تو ہم انھیں کشمیہ سمجھتے ہیں۔ اگر نوکر شاہی کو بھی وشواس ہے، کہ نرستر[4] جنتا پر لاٹھیوں کا پرہار کر کے، وہ ان پر دھاک جما سکتی ہے، تو یہ اس کی بھول ہے۔ ان چاروں استھانوں میں ہی پولس نے جس غنڈے پن کا پریچے دیا ہے، وہ اسبھیہ[5] سے اسبھیہ جاتیوں کو کلنکت کرنے کے لیے کافی ہے۔

کیا مسلمان کانگریس کے ساتھ نہیں ہیں؟

ابھی تک تو سرکار کے لیے یہ کہنے کی گنجائش باقی تھی کی اس آندولن میں کیول کانگریس کے گرم دل والے ہی شامل ہیں، لیکن دن دن اس پر یہ حقیقت کھلتی جاتی ہے، کہ آزادی کی لڑائی میں دیش کے سبھی دل ملے ہوئے ہیں۔ اور اگر اس کے ملنے میں کچھ کسر تھی، تو وہ سرکار کی حماقت اور پاگل پن کی بدولت پوری ہو جاتی ہے۔ پرانی کہاوت ہے۔ برے دن آتے ہیں تو بدھی بھی بھرشٹ[6] ہو جاتی ہے۔ اس وقت ایسا جان پڑتا ہے، کہ انگریزوں کے برے دن آگئے ہیں۔ نہیں تو انگریزی کپڑے کو انیہ دیشوں کے کپڑوں سے کم محصول پر لانے کا پرستاو[7] پاس کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ غیر سرکاری بہومت اس پرستاد کے ورُدھ تھا، پر سرکار نے اپنی ضد سے اسے پاس کر کے ہی چھوڑا۔ نتیجہ کیا ہوا! آج پنڈت مدن موہن مالویہ، مسٹر کیلکر، مسٹر انے، مسٹر حسن

1۔ علامتوں 2۔ نتیجے کے طور پر 3۔ حادثات 4۔ غیر مسلح 5۔ غیر مہذب 6۔ برباد 7۔ تجویز

امام ہمارے ساتھ ہیں اور ویاپاری دل تو بالکل الگ ہی ہو گیا۔ اب سرکار کو ماڈریٹوں میں نام لینے کے لیے دو چار لبرل اور رہ گئے ہیں۔ ہمیں آشا[1] ہے کی اس کی کوئی نئی حماقت یہ کمال بھی کر دکھائے گی۔ حالانکہ لبرلوں کے وشے میں ہمیں سندیہہ ہے کہ کوئی انیتی، کوئی اتیاچار انھیں جگا سکتا ہے۔ ان کی آشا اپار[2] ہے اور دھیریہ[3] اسیم[4]۔ وائسرائے، سکریٹری، انڈر سکریٹری، اور بھی جس کی وانی کی کچھ عزت ہے کہہ چکے کہ ڈومینین اسٹیٹس ابھی بہت دور ہے لیکن ہمارے لبرل بھائی ہیں کہ اس 'بہت دور' کو 'بہت نزدیک' سمجھنے کے لیے بےقرار ہیں۔ لبرلوں کی راج نیتی ڈنر پارٹی اور ڈرائنگ روم تک محدود ہے۔ اس لیے سرکار کے اتم آدھار اگر لبرل ہوں، تو یہ سرکار اور لبرل دونوں ہی کے لیے آپس میں ہاتھ ملانے اور بدھائیاں دینے کا اوسر ہو سکتا ہے۔ اگر اس تنکے کا سہارا سرکار لینا چاہتی ہے، تو شوق سے لے، مگر سرکار نے شروع سے جس ہندو۔ مسلم ویمنسیہ کی اپاسنا کی ہے، اسے اس سنکٹ کے اوسر پر کیسے بھول جاتی! کہا جا رہا ہے، اور لکھا جا رہا ہے کہ مسلمان اس آندولن میں کانگریس کے ساتھ نہیں ہیں۔ مسلمان نیتا جتھے دار بن بن کر قید ہوں، مار کھائیں، کتنی ہی کانگریس کمیٹیوں کے پردھان اور منتری ہوں، لیکن پھر بھی یہ کہا جاتا ہے، کہ مسلمان کانگریس کے ساتھ نہیں ہیں۔ جمعیت العلماء جیسا سرومانیہ منڈل پکار پکار کر کہہ رہا ہے، کہ نمک کا محصول اسلامی شریعت کے خلاف ہے، پر کہنے والے کہے جاتے ہیں، مسلمان اس آندولن کے ساتھ نہیں۔ معلوم نہیں، وہ یہ کہہ کر کسے دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ ہاں، ہم یہ ماننے کو تیار ہیں کہ ہمارے خان بہادر صاحبان، جن کی سنکھیا ایشور کی دیا سے، انگریزوں کی اسیم کرپا ہونے پر بھی بہت زیادہ نہیں ہے، مگر خاں صاحب نہیں ہیں، تو بے شک ہمارے ساتھ نہیں، تو رائے صاحب بھی تو نہیں ہیں۔ یوں کہیے یہ ان لوگوں کا آندولن ہے، جو اپنے سارے سنکٹوں کا موچن ایک ماتر سوراجیہ ہی کو سمجھتے ہیں۔ جو غریب ہیں، بھوکے ہیں، دلت ہیں، یا جو غیرت سے بھرا ہوا، دیشابھیمان سے چمکتا ہوا ہردے رکھتے ہیں اور یہ دیکھ کر جن کا خون کھولنے لگتا ہے، کہ کوئی دوسرا ہمارے اوپر شاسن نہ کرے! اس میں نہ ہندو کی قید ہے، نہ مسلمان کی۔ دونوں ہی سمان روپ سے یہ سنکٹ جھیل رہے ہیں، تو دونوں سمان روپ سے شریک ہیں۔ مسلمان آزادی کے پریم میں ہندوؤں سے پیچھے رہ جائیں، یہ اسمبھو ہے۔ مصر، ایران، افغانستان اور ترکی یہ

1۔ امید 2۔ لامحدود 3۔ حوصلہ 4۔ لامحدود

سب مسلمانوں ہی کے دلیش ہیں۔ دیکھیے اپنی آزادی کے لیے انھوں نے کیا کیا اور کیا کر رہے ہیں۔ وہ قوم کبھی آزادی کے خلاف نہیں جا سکتی۔ دو چار مولوی دو چار ''سر'' دس پانچ '' آن ریبل'' یہ ہانک لگائے جائیں گے، شوق سے لگا دیں۔ ہندو ہوں یا مسلمان، جو انگریزی راجیہ میں دھن اور ادھیکار کے سکھ لوٹ رہے ہیں، وہ انگریزی سرکار کے پرم بھکت ہیں اور رہیں گے اور رہنا چاہیے۔ وہ کسی کے تو نمک حلال بنے رہیں۔ جسے اپنے جیون نرواہ کے لیے اپنے باہو بل پر بھروسہ نہیں ہے، جو انگریزوں کے شرن آکر کوئی عہدہ پا جانا ہی اپنی زندگی کا نروان (نجات) سمجھتا ہے، وہ ہمیشہ اس پکش کی طرف رہے گا، جہاں اسے پھلتا کا پورا بھروسہ ہے۔ ایسے لوگ خطرے کی طرف بھول کر بھی نہ آویں گے۔ امریکہ کے غلام بھی تو، غلاموں کی آزادی، کی لڑائی میں مالکوں کے پکش میں لڑے تھے۔ ایسے غلام پرکرتی کے لوگ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے رہنے سے کسی آندولن کا ناش نہیں ہوتا۔ مگر ہمیں یہ کوشش کرتے رہنا چاہیے کہ ہماری اس مصالحت کی حالت میں ہوا کا جھونکا نہ لگنے پائے، نہیں تو وہ گھاتک[1] ہو جائے گا۔ کہیں اچھوتوں کو ہم سے بھڑکانے کی کوشش کی جائے گی اور کی جا رہی ہے، کہیں ہندو مسلمانوں کو لڑا دینے کے منصوبے سوچے جائیں گے۔ ہمیں ان سب چالوں کو تیور درشٹی[2] سے دیکھتے رہنا چاہیے۔ کیا زمانے کی خوبی ہے، کہ جن لوگوں نے اچھوتوں کو اس سے کہیں زیادہ دلت کیا ہے۔ جتنا کٹر سے کٹر ہندو سماج کر سکتا تھا، وہ آج اچھوتوں کے شبھ چنتک[3] بنے ہوئے ہیں۔ بیگار کی سختیوں کا دوش کس پر ہے، ہندو سماج پر یا سرکار پر؟ انھیں اَن پڑھ رکھنے کا دوش کس پر ہے ہندو سماج پر یا سرکار پر؟ انھیں تاڑی، شراب، گانجا، چرس پلا کر کون روپیہ کماتا ہے، سرکار یا ہندو سماج؟ پرارمبھک شکشا[4] کا بل سرکار نے پیش کیا تھا، یا سورگیہ مسٹر گوکھلے[5] نے؟ اسے کس نے دھنا بھاو کا بہانا کر کے نامنظور کر دیا، ہندو سماج نے یا سرکار نے؟ ہمیں پورن وشواس ہے کہ جس سرکار نے کتنی ہی اچھوت جاتوں کو جرائم پیشہ بنا دیا، اس کی شبھ چنتا پر ہمارے دلت سماج کے نیتا لوگ بھروسہ نہ کریں گے۔ ہندو سماج اپنے دلت بھائیوں کے پرتی اپنا کرتویہ سمجھنے لگا ہے اور وہ دن دور نہیں ہے، جب آریہ اور اناریہ، اونچ اور نیچ کی قید نام کو بھی باقی نہ رہے گی۔ سمبھو ہے، دیہاتوں کے کٹر ہندو کہیں کہیں اب بھی ان کے ساتھ وہی پرانا برتاو کرتے ہوں: لیکن وچار شیل ہندو سماج

1۔ مہلک 2۔ تیز نظر 3۔ بھلائی سوچنے والا 4۔ ابتدائی تعلیم 5۔ آنجہانی

اب اس انیائے کو قائم نہ رہنے دے گا۔

آزادی کی لڑائی میں کون آگے ہیں؟

اس لڑائی نے ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں کی قلعی کھول دی۔ ہم نے آشا کی تھی کہ جیسے انیہ دیشوں میں ایسی لڑائیوں میں چھاتر ورگ[1] سرکھ بھاگ لیا کرتے ہیں، ویسے یہاں بھی ہوگا، پر ایسا نہیں ہوا۔ ہمارا شکشت سموادئے چاہے وہ سرکاری نوکر ہو، یا وکیل یا پروفیسر، یا چھاتر، سبھی انگریزی سرکار کو اپنا افسد سمجھتے ہیں اور اس کی بیڑیوں پر دوڑنے کو تیار ہیں۔ پرتیکش[2] دیکھ رہے ہیں کی ننانوے سیکڑے گریجویٹوں کے لیے سبھی دوار بند ہیں، پر نراشا میں بھی آشا لگائے بیٹھے ہیں، کہ شاید ہماری ہی تقدیر جاگ جائے۔ دیکھ رہے ہیں کہ کانگریس کے آندولن سے ہی اب تھوڑے سے اونچے عہدے ہندستانیوں کو ملنے لگے ہیں، پھر بھی راجنیتی کو ہوا سمجھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یا تو ان میں ساہس نہیں، یا شکتی نہیں، یا آتم گورو نہیں، اتساہ نہیں۔ جس دیش کے شکشت یووک اتنے مندو تساہ ہوں، اس کا بھوشیہ اُجول نہیں کہا جا سکتا۔ ہمارا وکیل سموادئے تو اس سنگرام سے ایسا بھاگ رہا ہے، جیسے آدمی کی صورت دیکھتے ہی، گیدڑ بھاگے۔ ہمارے بڑے سے بڑے نیتا جن کی جوتیوں کا تسمہ کھولنے کے لائق بھی یہ لوگ نہیں۔ دھڑادھڑ جیلوں میں بند کیے جا رہے ہیں، پر یہ ہیں کہ اپنے بلوں میں منھ چھپائے پڑے ہیں۔ یہاں تک کہ سودیشی دستو یوہار کی پرتگیا[3] پر دستخط کرتے ہوئے بھی ان کے ہاتھ کانپنے لگتے ہیں اور قلم ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑتی ہے۔ اور آزادی کا نمک دیکھ کر تو انھیں جوڑی سی چڑھ آتی ہے۔ ہمیں یہ دیکھنے کا ارمان ہی رہ گیا، کی کوئی وکیل کسی جتھے کا نایک ہوتا۔ نہیں، وہ تماشا دیکھنا بھی خطرناک سمجھتے ہیں۔ بس ملا کی دوڑ مسجد تک۔ کچہری گئے، اور گھر آئے۔ انھیں دین دنیا سے کوئی مطلب نہیں۔ اس بے غیرتی کا بھی کوئی ٹھکانا ہے! ابھی کسی سرکاری پارٹی میں شریک ہونے کا نیوتا مل جائے، تو مارے خوشی سے پاگل ہو جائیں۔ نیوتے کے کارڈ کے لیے بڑی بڑی چالیں چلی جاتی ہیں، ناک رگڑی جاتی ہے، اور وہ کارڈ تو ساکشات کلپ ورکش ہی ہے۔ گوری صورت دیکھی اور ماتھا زمین پر ٹیک دیا۔ ایسے لوگوں کے دن اب گنے ہوئے ہیں۔ سوادھین بھارت میں ایسے دیش دروہیوں کے لیے کوئی

1۔ طالب علم طبقہ 2۔ بلا واسطہ 3۔ عہد

بھی آگے آگئے ہیں۔ ہمارے چھوٹے دوکاندار، مزدور، پیشےوری سینکوں کی اگلی صفوں میں ہیں اور بھوشیہ انھیں کے ہاتھ میں ہے۔ للکشن کہہ رہے ہیں، کہ سوٹ بوٹ والے انگریزوں کے غلاموں کی وہی حالت ہونے والی ہے، جو روس میں ہوئی ہے۔ یہ لوگ خود اپنے پاؤں میں کلہاڑی مار رہے ہیں جنتا اور سب معاف کر دیتی ہے، پردیش دُرُوہ کو وہ کبھی معاف نہیں کرتی۔ راشٹریہ سنستھاؤں کو دیکھیے۔ گجرات ودھیا پیٹھ کاشی ودھیا پیٹھ، ابھے آشرم، گروکل کانگڑی، پریم ودیالیہ، ورنداون آدی نے اپنے اپنے سپاہیوں کے جتھے بھیجے اور بھیج رہے ہیں۔ ان کے چھاتر جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں نکل پڑے ہیں، پر یونیورسٹیوں نے بھی کوئی جتھا بھیجا؟ ہمیں تو خبر نہیں! یونیورسٹیوں میں بھی کوئی پروفیسر آگے بڑھا؟ کہاں کی بات! اپنے لوگ یہ روگ نہیں پالتے۔ آنند سے بھوجن کریں، روسی اپنیاس پڑھیں، تاش کھیلیں، گراموفون یا ریڈیو کا آنند اٹھائیں یا اس جھنجھٹ میں پڑیں؟ زندگی سکھ بھوگنے کے لیے ہے، جھینکنے کے لیے نہیں! کاش یہ یونیورسٹیاں نہ کھلی ہوتیں، کاش آج ان کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی، تو ہمارے دیش میں دروہیوں کی اتنی سنکھیا نہ ہوتی۔ یہ ودیالے نہیں، غلام پیدا کرنے کے کارخانے ہیں۔ سوادھین بھارت ایسے ودیالیوں کو جڑ کھود کر پھینک دے گا۔

دیہاتوں میں پروپیگنڈے کی ضرورت

اب تک ہمارے آندولن شہروں ہی تک محدود رہے ہیں، لیکن نمک کر بھنگ دیہاتوں میں بھی جا پہنچا ہے۔ ستیاگرہی دلوں کا دیہاتوں سے پیدل نکلنا ایسا پروپیگنڈا ہے، جس کے مہتو کا انومان نہیں کیا جا سکتا۔ نوکرشاہی کا آتنک دیہاتوں پر شہروں سے کہیں زیادہ چھایا ہوا ہے۔ وہاں سب انسپکٹر کا درجہ ایشور سے کچھ ہی کم ہوتا ہے اور کانسٹیبل تو خود مختار بادشاہ ہی ہے۔ کوئی آندولن جس سے پولس کے رعب داب میں فرق پڑے، اس کی ہوا بھی وہاں نہیں پہنچنے پاتی۔ مگر اب سے آگیا ہے، کہ ہمارے سُیم سیوک بڑی سنکھیا میں دیہاتوں میں پہنچیں اور جلسوں اور جلوسوں سے لوگوں میں راج بھگت بھاو بھریں اور انھیں آنے والے مہاسنگرام کے لیے تیار کریں۔ اگر دیہاتوں میں یہ آگ لگ گئی، تو پھر کسی کے بجھائے نہ بجھے گی۔ ہم یہ مانتے ہیں، کہ دیہاتوں میں نوکرشاہی دمن کے کٹھور سے کٹھور شستروں کا پرہار کرے گی، زمینداروں کو بھڑکائے گی، طرح

نوکر شاہی دمن کے کٹھور سے کٹھور شستروں کا پرہار کرے گی، زمینداروں کو بھڑکائے گی، طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلائے گی، پر ہمیں ان کٹھنائیوں کا سامنا کرنا ہے۔ ہمیں یہ سمجھا دینا ہے، کہ اس راجیہ میں سب سے زیادہ ہمارے دیہات ہی ستائے جاتے ہیں، اور سوراجیہ میں سب سے زیادہ دیہات والوں ہی کا سِدھ ہوگا۔

ہندو مسلم بانٹ بکھرے کا پرشن

بھارتیہ ایکتا کے وِرودھی یہ کہتے کبھی نہیں تھکتے، کہ جب تک ہندوؤں اور مسلمانوں میں حصے کا سمجھوتا نہ ہو جائے، مسلمان اس سنگرام میں شامل نہیں ہو سکتے۔ اس کتھن میں کتنی سچائی ہے، اسے مسلم جنتا اب سمجھنے لگی ہے۔ وہ یہ ہے، کہ جب تک ایک تیسری شکتی ان دونوں جاتیوں کے ویمنسیہ سے فائدہ اٹھانے والی رہے گی، ایکتا کا سوریہ[1] کبھی اُدے نہ ہوگا۔ پوری ایکتا تو سوراجیہ مل جانے پر ہی ہو سکتی ہے۔ حصے کا نشچے کرنے کے لیے ایک سے ادھک بار کوششیں کی گئیں، یہاں تک کہ آج بھی سرتیج بہادر سپرو وسرودل سمّیلن[2] کرنے میں لگے ہوئے ہیں، مگر ان کوششوں کا پھل کیا نکلا؟ سمجھوتہ نہ ہوا، نہ ہوا۔ کوئی روزگار شروع کیا جاتا ہے، تو پہلے ہی سے یہ نشچے نہیں کرلیا جاتا، کہ ہم اتنے روپیہ فی سیکڑے نفع لیں گے۔ پہلے تو اس کے لیے پونجی جمع کی جاتی ہے۔ پھر سنگٹھن شروع ہوتا ہے، تب مال کی تیاری ہوتی ہے اس کے بعد کھپت کا سوال ہوتا ہے، آخر میں نفع کا پرشن آتا ہے۔ یہاں پہلے ہی سے نفع کے حصے طے کرنے کی صلاح دی جاتی ہے۔ ارے بھائی جان پہلے پونجی تو لگاؤ، ابھی نفع کا کیا سوال ہے؟ ہندستان اگر اتنے دنوں کی غلامی سے کچھ سیکھ سکا ہے، تو وہ یہ ہے، کہ ساج کے کسی انگ کو اسنتشٹ[3] رکھ کر راشٹر دنیا میں انتی نہیں کرسکتا۔ ہمیں وشواس ہے، کہ بھارت اس سبق کو اب کبھی نہ بھولے گا۔ مہاتما گاندھی نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے، کہ مسلمان جتنا چاہیں لے لیں، اس میں حصے کا سوال ہی نہیں۔ سوراجیہ کے ادھین راج پد دھن کمانے کا سادھن نہیں، پرجا کی سیوا کا سادھن ہوگا۔ ہم تو یہی سمجھے بیٹھے

1۔ آفتاب 2۔ کل جماعتی اجلاس 3۔ غیر مطمئن

ہیں۔ اگر اُس دشا میں بھی ہمارے مسلمان بھائی راج پدوں یا ممبریوں میں بڑا حصہ لینے کا آگرہ[1] کریں گے تو سوراجیہ سرکار ان کے مارگ میں بادھک نہ بنے گی۔ اس وقت راج پدوہی سویکار کریں گے، جو دیش کے لیے تیاگ کرنا چاہیں گے۔ دھن لولپ اور ولاسی جنوں[2] کے لیے سوراجیہ شاسن میں کوئی استھان نہ ہوگا۔

مشین گن اور شانتی[3]

شانتی استھاپت[4] کرنے کے دو سادھن ہیں۔ ایک تو مانوی[5] ہے۔ دوسرا دانوی۔ ایک مشین گن ہے، دوسرا دیش کی واستوک دشا[6] کو سمجھنا اور اس کے انوکول وچار کرنا۔ سرکار نے اپنے سوبھاوانوسار مشین گن سے کام لینا ہی اچت سمجھا ہے اس کا پرینام کیا ہوگا، سرکار کو اس کی چنتا نہیں۔ پولس اور سینا اس کے پاس ہے دیش میں جتنے سوادھینتا کے اُپاسک ہیں، وہ سب بڑی آسانی سے توپ کا شکار بنائے جا سکتے ہیں۔ بھارت غریب ہے، یہاں ایسے آدمیوں کی بھی کمی نہ رہے گی، جو پیٹ کے لیے اپنے بھائیوں کا گلا کاٹنے کو تیار رہیں۔ کانگریس کے لوگ جیل میں پہنچ ہی گئے۔ اور دلوں کے انے، گنے آدمی ہیں، ان کو پھانس لینا اور بھی آسان ہے۔ رہے ہمارے لبرل بھائی، ان کی پرواہ ہی کسے ہے؟ سرکار ان کی سہایتا کے بغیر بھی راج کر سکتی ہے۔ ٹیکسوں کو دونا کر دینے کا اُسے اختیار ہے۔ اس طرح وہ اس سے بڑی فوج بھی رکھ سکتی ہے۔ مشین گنوں کے سامنے چوں کرنے کا کسے حوصلہ ہو سکتا ہے۔ انگریز ادھیکاریوں کے ویتن بڑی آسانی بڑھائے جا سکتے ہیں۔ کچھ تھوڑے سے عہدے ہندوستانیوں کو دے کر بڑا آسان کام لیا جا سکتا ہے۔ سماچار پتروں کو ایک دم بند کر دینے سے پھر کہیں سے وِرودھ کی آواز بھی نہ آوے گی۔ سرکار اپنے دل میں سنتوش کر سکتی ہے، کہ اب کسی کو کوئی شکایت نہیں رہی۔ ریفارم کی، گول میز کانفرنس کی اور ڈومنین سٹیٹس کی چرچا ہی ویرتھ[7] ہے۔ یہ اسی دانوی نیتی کا پھل ہے کہ آج بھارت میں انگریزوں کا کوئی دوست نہیں ہے۔ جو لوگ اپنی سوارتھ وش سرکار کی خوشامد کرتے

1۔ درخواست 2۔ لالچی لوگ 3۔ امن 4۔ قائم 5۔ انسانی 6۔ حقیقی صورت حال 7۔ بےکار

ہیں، وہ بھی اس کے بھکت نہیں ہیں۔ ایسا پر جا پر راج کرنا، اگر انگریزوں کے لیے گورو کی بات ہے، تو ہم نہیں سمجھتے کی وہ اپنے سبھیتا[1] اور اُچتا[2] کا کس منہ سے دعوٰی کر سکتی ہے۔ اگر انگریزوں کی جگہ اس وقت حبشی ہوتے، تو وہ بھی دمن ہی تو کرتے۔ دمن شاسن کا سب سے نکرشٹ روپ ہے اور انگریزوں نے اسی کا آشرے لیا ہے۔ کیا ان کا خیال ہے، کہ جس شکتی سے دب کر انھوں نے سدھار کیے اور کانفرنس کے وعدے کیے، وہ شکتی اب غائب ہو گئی ہے؟ دمن اس شکتی کو دن دن مضبوط کر رہا ہے۔ اس راجیہ کے لیے اس سے بڑھ کر کلنک کی دوسری بات نہیں ہو سکتی، کہ اسے ہر ایک بات کے لیے مشین گنوں ہی کی شرن لینا پڑے۔ جس راجیہ میں جنتا پر محض اس لیے گولیاں چلائی جائیں، کہ وہ اپنے لیڈروں کی گرفتاری پر شوک منانے کے لیے جمع ہوتی ہے، اس کے چل چلاؤ کے دن اب آ گئے ہیں۔ پیشاور میں جو ہتیا کانڈ ہوا ہے، وہ کبھی نہ ہوتا، اگر نوکر شاہی نے مشین گنوں اور فوجی ہتھیاروں سے جنتا کو دھمکایا نہ ہوتا۔ وہ زمانہ گیا۔ جب جنتا پشو بل کے پردرشن سے ڈر جایا کرتی تھی۔ اب وہ ڈرتی نہیں، وہ اسے اپنی پرادھینتا کا ہیتو سمجھ کر اس کی جڑ کھودنے کے لیے اور درڑھ سنکلپ کر لیتی ہے۔ نمک قانون ٹوٹ گیا۔ سرکاری مشین گنیں اس کو نہ بچا سکیں۔ لاکھوں نمک بنانے والے آج گرد سے سر اٹھائے گھوم رہے ہیں۔ آرڈی نینس بھی ٹوٹ جائے گا۔ کوئی قانون، جس کو راشٹر کے نیتاؤں نے سویکار نہیں کیا ہے اور جس کا کیول پشو بل پر آدھار ہے، اب جنتا اس کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہیں ہے۔ سرکار اگر آنکھیں بند رکھنا چاہتی ہے تو رکھے! پر اس کے آنکھیں بند کر لینے سے دیش کی استھتی نہیں بدل سکتی۔ دیش اب اپنی قسمت کا مالک آپ بننا چاہتا ہے۔ اور اس کی قیمت ادا کرنے کا نشچے کر چکا ہے۔ پیشاور اور کراچی جیسے کانڈ اس کے پتن کو اور نکٹ لا رہے ہیں۔

اپریل 1930

1۔ تہذیب 2۔ عظمت

دمن

دمن کا بازار گرم ہے۔ نربل کا ایک ماتر آدھار رونا ہے، سبل کا ایک ماتر آدھار آنکھیں تریرنا۔ دونوں کریائیں آنکھوں سے ہی ہوتی ہیں۔ لیکن ان میں کتنا بڑا انتر ہے! سوتنچھا چاری سرکاروں کی بنیاد پشوبل پر ہوتی ہے۔ وہ ہر ایک اوسر پر اپنا پشوبل دکھانے کو تیار رہتی ہے۔ پرجا کی ہر یک شکایت کی دوا ان کے پاس سنگین اور مشین گن ہے۔ پشوبل پر ان کا اکھنڈ وشواس ہے۔ ان کی سمجھ میں یہ ہر یک بیماری کی اچوک دوا ہے۔ وہ کبھی اسے سویکار نہیں کرتیں، کہ یہ دوا کبھی کبھی چوک بھی جاتی ہے۔ اگر پرانا اتہاس اس کے وِرُدھ کوئی پرمانْ دیتا ہے، اگر روس، اٹلی، فرانس اور سُیم انگلینڈ آدی دیشوں میں اس کا ویرتھ ہونا سدھ ہو گیا ہے، تو ہماری سرکار اس سے یہ نتیجہ نکالتی ہے، کہ ان دیشوں میں اتنا دمن نہیں کیا گیا، جتنا ضروری تھا۔ اگر پکا، سولہوں آنا دمن ہوتا، تو مجال تھی کہ شاسکوں[1] کو سپھلتا[2] نہ ہوتی۔ ان دیشوں کے شاسک کچے تھے، دمن کرنا نہ جانتے تھے۔ ہماری سرکار دمن نیتی کے ویوہار میں سب سے بازی لیے جا رہی ہے اور یہ کون کہہ سکتا ہے، کہ وہ غلطی پر ہے۔ پرانی کہاوت ہے کہ مار کے آگے بھوت بھاگتا ہے۔ آخر آندولن کرنے والے، آدمی ہی تو ہیں! مارشل لا سے، جیل خانوں میں بند کر کے، سرکار انھیں چپ کر سکتی ہے، مگر جیسا جرمنی کے پرنس بسمارک جیسے پشوبل وادی کو بھی سویکار کرنا پڑا تھا، کہ ''سنگین سے تم چاہے جو کام لے لو، پر اس پر بیٹھ نہیں سکتے''۔ ہماری سرکار دمن کے ویوہار سے، چاہے جاتی کو چپ کر دے: پر اسے شانت نہیں رکھ سکتی۔ اس کے لیے دونوں راستے کھلے ہوئے ہیں۔ ایک تو پرجا کی

1۔ حکمرانوں 2۔ کامیابی 3۔ پیدا

شانتی۔ اس سے اتپن[3] ہونے والی وبھوتیوں کی اُور لے جاتی ہے دوسری پرجا کی اشانتی۔ اس سے اُتپن ہونے والی وپتیوں کی اُور۔ ایک طرف کیرتی ہے، گورو ہے، پارسپرک[1] سہانو بھوتی[2] ہے، دوسری اُور اَپکیرتی ہے۔ انیائے ہے، نوچ کھسوٹ ہے۔ ہم یہ کبھی سویکار نہیں کر سکتے، کہ انگریزوں کو نیک نامی سے پریم نہیں۔ ویکتی کی بھانتی ہی کوئی جاتی اتنی پتت[3] نہیں ہو سکتی، کہ اسے بدنامی کی لجا نہ ہو۔ کیا آنے والی انگریز جاتی اتہاس کے پنوں میں اپنے پوروجوں کی کرور کتھائیں[4] پڑھ کر گورو انوت ہوگی؟ کیا انگریز جاتی چاہتی ہے، کہ اس کے اور بھارت کے بیچ اتنا ومنسیہ ہو جائے جو صدیوں میں بھی نہ مٹے؟ انگریزوں کا بھوشیہ ان کے واڑجیہ[5] اور ویوسائے[6] پر ہے۔ کیا بھارتیہ جنتا کو اسنتشٹ رکھ کر وہ اپنے ویاپار کو جیوت رکھ سکتے ہیں؟ مسٹر ویج وُڈ بین نے ابھی اپنے ویاکھیان[7] میں کہا ہے، کہ بڑی سے بڑی فوجی طاقت بھی بھارتیہ کسانوں کو انگریزی چیزیں لینے پر مجبور نہیں کر سکتی۔ تب جان بوجھ کر سرکار کیوں اتنی نردیتا[8] سے دمن پر کمر باندھے ہوئے ہے، یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ ہم نے مسٹر ویج وُڈ بین کے ویاکھیان[9] کو بڑے دھیان سے پڑھا۔ اس سے ہمیں گھور نراشا ہوئی۔ وہ ابھی تک بھارتیہ آندولن کا تو ہی نہیں سمجھے، یا شاید سمجھتے ہوئے بھی نہ سمجھنے کی چیشٹا کر رہے ہیں۔ اگر ان کا خیال ہے، کہ یہ آندولن کانگریس کے تھوڑے سے آدمیوں کا کھڑا کیا ہوا ہے اور انھیں جیل میں بند کر کے یا ڈنڈوں سے پیٹ کر اس کی جڑ کھودی جا سکتی ہے تو یہ ان کی بھول ہے۔ یہ ایک راشٹریہ آندولن ہے، یہ بھارتیہ آتما کے سوادھینتا پریم کی وکل جاگرتی ہے۔ مہاتما گاندھی کیوں بھارت کے ہردے پر راجیہ کر رہے ہیں؟ اسی لیے کہ وہ اس وکل جاگرتی کے جیتے جاگتے اوتار ہیں۔ وہ بھارت کے ستیہ، دھرم، نیتی اور جیون کے سروَوتم آدرش[10] ہیں، انھیں جیل میں بند کر کے سرکار نے اگر کوئی بات سدھ کی تو وہ یہ ہے کہ جس شاسن میں ایسا دیوتلیہ پرش بھی سوادھین نہیں رہ سکتا، وہ جتنی جلد مٹ جائے، اتنا ہی بھارت کے لیے اور سمست سنسار کے لیے کلیان کاری ہوگا۔ مسٹر بین فرماتے ہیں، کہ کسانوں پر اس آندولن کا اثر نہیں ہے اور نہ مسلمانوں پر ہے۔ ہم مسٹر بین کو اتنا سادہ لوح نہ سمجھتے تھے۔ سوراجیہ آندولن خاص کر کسانوں ہی کا آندولن ہے۔ کیا کسان اتنے بڑے مورکھ ہیں، کہ وہ اپنا ہت بھی نہیں سمجھتے؟ سمھو ہے کہ ان کے پاس اپنے

1۔ باہمی 2۔ ہمدردی 3۔ گری ہوئی 4۔ ظالمانہ واقعات 5۔ تجارت 6۔ پیشے 7۔ تقریر 8۔ بےرحمی 9۔ خطاب 10۔ اعلیٰ ترین مثالیں

بھاؤوں اور وچاروں کے پرکٹ کرنے کا ویسا اوسر، سادھن اور ساہس نہ ہو، جس کا مسٹر جین جیسے آدمی پر اثر پڑتا، پر اس کا یہ آشے[1] نہیں کہ وہ اس آندولن میں شریک ہی نہیں ہیں؟ اگر اس آندولن میں ان کا کوئی فائدہ نہ ہوتا، شکشت سماج نے انھیں بیوقوف بنا کر کیول اپنا مطلب گانٹھنا چاہا ہوتا، تو سمجھو تھا، کسان شریک نہ ہوتے، لیکن جب کسانوں کی آرتھک کٹھنائیوں کا سدھار اس آندولن کے مکھیہ تھوؤں میں ہے، تو کسان کیوں نہ شریک ہوں گے؟ کسانوں سے زیادہ کر اور کون دیتا ہے؟ ان کے کھیت میں اُپج ہو یا نہ ہو، پر انھیں لگان اوشیہ دینا پڑے گا اور لگان بھی وہ جو برابر بڑھتا چلا جاتا ہے۔ کیا کسان بولتے نہیں، تو کیا اپنی دشا کو محسوس بھی نہیں کرتے؟ مہاتما جی نے تو خود کسانوں کو 'بے زبان' کہا ہے۔ ابھی تو اس آندولن کو چلتے ہوئے تین مہینے بھی پورے نہیں ہوئے۔ ایشور نے چاہا، تو سرکار کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا، کہ کسان اس آندولن میں کہاں تک شریک ہیں! رہے مسلمان۔ پچھلے ویمنسیوں کے کارن ابھی کچھ مسلمان جنتا ایسی اوشیہ ہے، جو اس آندولن کو شبہ کی نگاہ سے دیکھتی ہے، پر ادھیکانش لوگ ہمارے ساتھ ہیں جیسا کی جمیعت العلما کے فیصلے سے ظاہر ہے۔ پشاور مسلمانوں کا شہر ہے اور وہاں کی جنتا پر جو کچھ ہوا ہے، اس نے ہمارے بہت سے مسلم بھائیوں کی آنکھیں کھول دی ہیں۔ ابھی ممبئی کے بھنڈی بازار میں مسلم جنتا پر جو کچھ کیا گیا ہے، اس کا اثر بھی ضرور ہوگا۔ پھر کیا انگریزی سرکار کے لیے گورو کی بات ہے کہ وہ آندولن کے تھو پر وچار نہ کر کے ایسے وچاروں سے سنتوش پراپت کرے، کہ اس آندولن میں فلاں شریک ہیں، فلاں شریک نہیں ہیں۔ یہ ایک اپریہ ستیہ[2] ہے پر اسے وِوش ہو کر کہنا ہی پڑتا ہے، کہ مسلم نیتاؤں میں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جن پر مسلم جنتا کا وشواس نہیں۔ کچھ مسلم نیتا اس آندولن سے اپنا مطلب گانٹھنے کی فکر میں پڑے ہوئے ہیں اور مسلم جنتا کے ہتوں کو اپنے سوارتھ پر بلیدان کر رہے ہیں۔ کیا لگان کم ہو جانے سے کیول ہندو کسانوں کا ہت ہوگا؟ کیا سودیشی کے پرچار سے کیول ہندوؤں کا ہت ہوگا؟ ممبریوں اور عہدوں کے لیے جھگڑنا مسلم جنتا کے ہتوں کو تھوڑے سے شکشت سماج کے سوارتھ کی بھینٹ کرنا ہے۔ ہمیں پوری آشا ہے، اور اس کے لکشن بھی دکھائی دے رہے ہیں، کہ بہت جلد مسلم جنتا اپنے نیتاؤں سے پھر کر اس آندولن میں شریک ہو جائے گی۔ مسلم جنتا کو بھی اب یہ بات معلوم ہو گئی ہے، کہ سرکار کو نہ ہندوؤں سے پریم

1۔ مطلب 2۔ کڑوا سچ

ہے، نہ مسلمانوں سے۔ اس کے مارگ میں جو بادھک ہوگا، چاہے وہ ہندو ہو، یا مسلمان، اس کے ساتھ کسی طرح کی رعایت نہ کی جائے گی۔ سرکار کو نیچ ہندو جاتیوں سے بھی کچھ آشا ہے۔ کہیں کہیں اس کی طرف سے اس آندولن کے وِرُودھ کی آوازیں بھی آرہی ہیں۔ ہمیں اس بات سے لجّا اور کھید ہے، کہ اونچی جاتوں نے نیچی جاتوں کے ساتھ پوروکال میں ایسا اچھا سلوک نہیں کیا، جیسا انھیں کرنا چاہیے تھا، لیکن جاگا ہوا ہندوسماج اب اپنے پچھلے دُردیوہاروں کا پرایشچت[1] کر رہا ہے اور کانگریس ان پرانے لچر اور امانشیہ بندھنوں کو توڑنے میں پورا زور لگا رہی ہے۔ کانگریس ہندوؤں کی نظر میں سبھی ہندو برابر ہیں۔ وہ کسی کے ساتھ ملنے، ساتھ بھوجن کرنے، دیومندروں میں ایک ساتھ پوجا کرنے میں آنا کانی نہیں کرتا۔ وہ ہندو دھرم کے ٹھیکیداروں سے لڑنے پر بھی تیار ہے۔ ایک اچھوت بھائی سے برابری کے ناطے سے مل کر کانگریس مین کو جتنا آنند ہوتا ہے، اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کا بس چلے، تو وہ آج ہی اونچ نیچ کے بندھنوں کو توڑ دے۔ ہمیں وشواس ہے کہ بہت تھوڑے دنوں میں اونچ نیچ کا بھید کیول اتہاس میں رہ جائے گا، مگر ہم سرکار سے پوچھتے ہیں، آپ اچھوتوں کے بڑی ہتیشی[2] بنتے ہیں، آپ نے ان کے اُدّھار[3] کے لیے کیا کیا ہے؟ آپ نے کیوں بیگار نہیں بند کی؟ کیا آپ کو یہ نہیں معلوم کہ بیگار جن سے لی جاتی ہے، وہ یہی نیچ بھائی ہیں؟ جرائم پیشہ جاتیوں کی سرشٹی کس نے کی ہے؟ آپ نے یا کانگریس نے؟ نیچ بھائیوں کی شکشا کے لیے پربندھ[4] کرنے میں آپ نے کتنی اُدارتا سے کام لیا ہے؟ ان باتوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ کس منھ سے اچھوتوں کے ہتیشی بننے کا دعویٰ کرسکتے ہیں؟ ہمارے آدی[5] ہندو بھائی اب اپنا دوست دشمن پہچاننے لگے ہیں اور ہمیں پورا وشواس ہے کہ وہ اس اوسر پر اپنی سمجھ سے کام لیں گے۔ ہم انھیں وشواس دلاتے ہیں کہ کانگریس کے دُوارا ہی ان کا اُدّھار ہوسکتا ہے اور کوئی شکتی ان کا اُپکار نہیں کرسکتی۔

جس نردیتا سے دمن کیا جارہا ہے، اس سے تو یہ صاف معلوم ہوتا ہے، کہ سرکار بھارت کی جاگرتی سے گھبرائی ہوئی ہے۔ Law and order کا ڈھکوسلا بنا کر سرکار خود Law and order کو بھنگ کر رہی ہے۔ قانون کیول پرجا ہی کے لیے نہیں ہے۔ سرکار پر بھی اس کے

1۔کفارہ 2 ۔بھلا چاہنے والا 3 ۔نجات 4۔انتظام 5۔دیرینہ

بنائے ہوئے قانون اتنے ہی لاگو ہوتے ہیں، جتنے پرجا پر، مگر ہم یہاں دیکھتے ہیں، کہ اس جاگرتی کو دبانے کے لیے سرکار کسی قانون کی پرواہ نہیں کر رہی ہے۔ جس اپرادھ[1] کے لیے جو دنڈ[2] نیت[3] کر دیا گیا ہے، اس کا وہ دنڈ نہ دے کر سرکار جب جنتا پر ڈنڈوں کا پرہار کراتی ہے، تو اسے نیائے سنگت[4] نہیں کہا جا سکتا۔ عام طور پر یہی ہوتا ہے، کہ کانگریس کا ایک جلوس نکلتا ہے، اگر جلوس کو اپنی راہ چلے جانے دیا جائے، تو کوئی چوں بھی نہیں نہ کرے۔ کانگریس یا اس سے ہمدردی رکھنے والی جنتا لوٹنے کے لیے جلوس نہیں نکالتی، ناشانتی بھنگ کرنے کے ارادے سے چلتی ہے، مگر سرکار اسے اپمان سمجھتی ہے اور جلوس کو روکنے کے لیے نئے نئے دفعے لگاتی ہے، پولس سے نہتھوں کو پٹواتی ہے اور جس چیز کی رکشا کے لیے وہ یہ سب کچھ کرنے کا دعوی کرتی ہے، وہ اس کارروائی سے بھنگ ہو جاتا ہے۔ پشاور، پٹنہ، کلکتہ، لکھنو، سبھی جگہ وہی ایک قصہ ہے۔ ہم لکھنوَ کو لیتے ہیں۔ جس حضرت گنج سے کانگریس کے جلوس کو روکنے کے لیے سینکڑوں سر توڑ دیے گیے، اسی حضرت گنج سے اس کے پہلے دو بار کانگریس کا جلوس شانتی پوروک نکل گیا تھا۔ اور ایک چیونٹی کی بھی جان نہ گئی تھی۔ اس سے اسپشٹ ہے کہ سرکار بھارتیہ جاگرتی کو دمن کے زور سے دبانا چاہتی ہے Law and order کیول بہانہ ہے۔ شعلہ پور کی پرستھتی پر سرکار نے جو گپتی پر کاشت کی ہے، یا پشاور کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے سرکاری کرمچاریوں نے جو بیان دیے ہیں، ان سے بھی یہی پرکٹ ہوتا ہے، کہ کرمچاریوں نے بیجا جلد بازی سے کام لیا۔ پہلے کہا گیا تھا، کہ شعلہ پور میں تین پولس مینوں کو مار کر جلا دیا گیا تھا۔ اب خود سرکاری رپورٹ کہتی ہے ، کی یہ بات غلط تھی۔ تو پھر مارشل لا جاری کرنے اور ہتیا کانڈ کا اپرادھی کون ہے؟ پشاور میں تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے جو بیان ہو رہے ہیں، ان سے وِدت[5] ہوتا ہے کہ جب تک جنتا کے تین آدمی سَشستر کاروں سے کچل نہیں گئے کسی نے پتھر نہیں پھینکے۔ ایک کرمچاری نے تو یہاں تک کہا، کہ فوج کو بلانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ پھر بھی فوج بلائی گئی اور کتنے ہی آدمی مار ڈالے گیے۔ کیا یہی Law and Order کی رکشا ہے؟ ہم یہ مانتے ہیں، کہ کہیں کہیں جنتا نے پتھر پھینکے ہوں گے، پر اسی وقت، جب پولس یا فوج نے کوئی زیادتی کی ہوگی۔ کھید تو اس بات کا ہے، کہ سکریٹری تک

1۔جرم 2۔سزا 3۔متعین 4۔برحق 5۔ظاہر

پولس کی ان ڈنڈے بازیوں کی تعریفیں کر رہے ہیں اور ہزایکسیلینسی بھی یہی فرماتے ہیں، کہ کہیں اس سے زیادہ سختی نہیں کی گئی، جتنی ضروری تھی۔ ہمارے نیتا گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے ہیں، کہ پولس گھورا تیار چار کر رہی ہے۔ اس کٹھور دمن سے اداسین ہو کر لوگ اسمبلی اور کونسلوں سے دھڑا دھڑ استعفیٰ دے رہے ہیں، پر سرکار یہی کہے جاتی ہے، کہ ضرورت سے زیادہ سختی کہیں نہیں کی گئی۔ سکریٹری صاحب نے ان استعفوں کا ذکر تک نہیں کیا۔ اب تو استریوں پر بھی سختی ہونے لگی ہے۔ دیکھنا چاہیے، یہ دمن کیا کیا گل کھلاتا ہے۔ ہم تو اتنا جانتے ہیں، کہ جاگرتی دمن سے دبنے والی نہیں۔ دمن سے وہ اور بھی زور پکڑے گی۔

مئی 1930

ڈنڈا

یوں تو انگلینڈ نے پچھلے سو سالوں میں بڑی بڑی ادبھت[1] چیزوں کا آوشکار کیا۔ بڑے بڑے دارشنک[2] اور ویگیانک تتھوں[3] کا نروپن کیا، لیکن سب سے ادبھت آوشکار جو اس نے ہندستانی نوکرشاہی کے سنیوگ سے کیا ہے اور جو اننت کال تک اس کے یش کی دھوجا کو پھہراتا رکھے گا، وہ نیتی شاستر کا یہ چمتکار پورن، یوگا نتر کاری آوشکار ہے، جسے ڈنڈا شاستر کہتے ہیں۔ یہ بالکل نیا آوشکار ہے اور اس کے لیے انگلینڈ اور بھارت دونوں ہی سرکاروں کی جتنی پرشنسا کی جائے، وہ تھوڑی ہے۔ اس نے شاسن وگیان کو کتنا سرل، کتنا ترل بنا دیا ہے، کہ اس آوشکار کے سامنے دنڈوت کرنے کی اِچھا ہوتی ہے۔ اب نہ قانون کی ضرورت ہے، نہ ویوستھا کی، کونسلیں اور اسمبلیاں سب ویرتھ، عدالتیں اور محکمے سب فضول۔ ڈنڈا کیا نہیں کرسکتا وہ اَجے ہے، سروشکتی مان ہے۔ بس ڈنڈے بازی کا ایک دل بنالو، پکا، مضبوط، اٹل دل۔ وہ ساری مشکلوں کو حل کر دے گا۔ مزدوروں کی سبھا مزدوری بڑھانے کا آندولن کرتی ہے۔ دو ڈنڈا! کسانوں کی فصل ماری گئی، وہ لگان دینے میں اسمرتھ[4] ہے۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ دو ڈنڈا! تان تان کر، کس کس کر۔ ڈنڈا سروشکتی مان ہے۔ روپیے نکلوا لے گا۔ کوئی ذرا بھی سر اٹھاوے، ذرا بھی چوں کرے دو ڈنڈا! وہ یوک کپڑے کی دکان پر کھڑا ہے، خریداروں سے کہہ رہا ہے۔ ولایتی کپڑے نہ خریدو۔ دو ڈنڈا! اس کی اتنی ہمت کہ انگلینڈ کی شان میں ایسی انرگل بات منہ سے نکالے، ایسا مارو کہ زبان ہی بند ہو جائے۔ وہ دیکھنا ایک سیم سیوک شراب تاڑی کی دکان پر جا پہنچا۔ نشے بازوں کو سمجھا رہا

1۔ حیرت انگیز 2۔ فلسفی 3۔ سائنسی عناصر 4۔ نااہل

ہے دوڈنڈا! دیر نا کرو، تابڑتوڑ لگاؤ، خوب کس کس کر لگاؤ۔ ان سرپھروں کی یہی دوا ہے۔ جہاں کہیں بھی راشٹریتا کی، جاگیرتی کی، آتم گوروں کی جھلک دیکھو، بس ترنت ڈنڈے سے کام لو۔ اس مرض کی یہی اچوک دوا ہے۔ اور اس کا آوشکار کیا ہے بھارت سرکار اور انگریزی سرکار نے مل کر۔ کچھ نہ پوچھیے! کتنی جاں فشانی اور پریشانی کے بعد یہ آوشکار ہو پایا ہے۔ اس کا پیٹنٹ کرا لینا چاہیے، ورنہ شاید کوئی دوسری جاتی اس پر ادھیکار کر بیٹھے! حالانکہ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں، بھارت کے سوا، جس نے اہنسا[1] کا ورت لے رکھا ہے، سنسار کے اور کسی بھاگ میں یہ آوشکار اُپیوگی سِدھ نہ ہوگا، بلکہ الٹے آوشکارکوں کے حق میں ہی گھاتک سِدھ ہوگا۔ اہاہاں! کتنا سندر درشیہ ہے! وہ سڑک پر کئی ہزار آدمی جھنڈا لیے، قومی نعرے لگاتے چلے آرہے ہیں۔ بچے بھی ہیں، استریاں بھی ہیں، بوڑھے بھی ہیں۔ اپنے دیش سے پریم کرنے کے لیے عمر کی قید نہیں ہے۔ ادھر لٹھ بند، بھالے بند، اور رائفل بند پولس کے جوان پینترے بدل رہے ہیں، جیسے شکاری کتے شکار کو دیکھ کر ادھیر ہو جاتے ہیں، کہ کب چھٹیں، اور شکار پر ٹوٹ پڑیں۔ زنجیر کھولتے کھولتے آفت آ جاتی ہے۔ بالکل یہی حال ہماری پولس کے ان شورویروں کا ہے۔ جن میں انگریزی سرجینٹ تو اُبلا پڑتا ہے، بہادری کا جوش اس کے دل میں آندھی کی طرح امڈا آرہا ہے۔ حکم ملتا ہے۔ چارج! پھر دیکھیے ان سورماؤں کی بہادری۔ نہتھے، سر جھکا کر بیٹھے ہوئے، زبان بند رکھنے والے آدمیوں پر ڈنڈے اور بھالوں کا وار شروع ہو جاتا ہے۔ اور اگر کسی کی طرف سے ایک آدھ پتھر آ گیا چاہے وہ خفیہ پولس والوں ہی نے کیوں نہ پھینکا ہو، تو پرلے ہو گیا! بس 'فائر' کا حکم مل گیا دھڑا دھڑ بندوقیں چلنے لگیں اور لوگ پڑاپڑ گرنے لگے اور ہمارے افسر لوگ، جو ایسے اوسروں پر تماشا دیکھنے کے لیے آوشیہ آجایا کرتے ہیں، خوش ہو ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ واہ کیا بہادری ہے، کیا ڈسپلن ہے، بھارت کے سوا سنسار میں اور کہاں ایسے ویر پیدا ہو سکتے ہیں اور انگلینڈ کے سوا اور کہاں ایسے جوشیلے افسر اور نیتکیہ[2]

تو آج کل ڈنڈے بھگوان کا راج ہے! سارے دیش میں شانتی ہے! آشچریہ یہ ہے، کہ اس بیسویں صدی میں اور سبھیتا کے شکھر پر بیٹھنے والوں کے ہاتھوں، بھارت واسیوں کا یہ حال ہو رہا ہے۔ کون سا ہردے ہے، جو آہت اور دلت نہیں، کون سی آنکھ ہے، جو خون کے آنسو نہیں رو

1۔ عدم تشدد 2۔ سیاستداں

رہی ہے۔ شاید ہمارے سروگیہ اور دیالو ودھاتا سمجھتے ہیں، کہ لاٹھی سے چوٹ نہیں لگتی، مگر واستو میں لاٹھی کی چوٹ گولی کے زخموں سے کہیں ادھک کشٹ سادھیہ ہوتی ہے۔ پنڈاروں کا حال اتہاس میں پڑھا کرتے تھے، پر آج کل جو انیتی ہو رہی ہے اور پرجا کو جس طرح کچلا جا رہا ہے، اس پر تو پنڈارے بھی دانتوں انگلی دباتے، پر انگریزی سبھیتا کا ایک انگ یہ بھی ہے، کہ اپنی برائیوں پر تو پردہ ڈالا جائے اور دوسروں پر خوب کیچڑ پھینکا جائے۔ دھرساناَ، ویرمگام، ولی پارلی، لکھنؤ، مدناپور، بمبئی، دلی، کہاں تک گنائیں۔ یہ انگریزی شوریہ اور پراکرم کی ایک اَوشرانت کتھا ہے، نہتھو پر، استریوں پر، بالکوں پر، راہ چلتے پتھکوں پر، گھر میں بیٹھے ہوئے پرانیوں پر ڈنڈوں کا وار کرنا ایسی ہی، ویر جاتی کا کام ہے اور اگر کوئی اس کو یتھارتھ روپ [1] میں بیان کرنے کا ساہس کرے، تو اس کے لیے پولس کی دفعیں ہیں، جیل ہے، ڈنڈے ہیں۔ اتنا ہی نہیں، نیچے سے اوپر تک، پولس کے چھوٹے ادھیکاروں سے لے کر وائسرائے اور سکریٹری تک ایک سور سے پکارتے ہیں پولس کا ویوہار پرشنسنیہ تھا، اس نے بڑے ضبط سے کام لیا۔ پھر کوئی لاکھ کہے، ہمارے بڑے سے بڑے نیتا فریاد کریں، چاروں اُور سے یہی آواز آتی ہے۔ ہمیں تو اس پولس پریم میں سرکار کی ڈر بلتا ہی کا پرمانٔ ملتا ہے وہ پولس کو ہر ایک پرکار سے، قائدے اور نیائے کی پرواہ نہ کرکے، اس کی نیچتا، منورتیوں [2] کو پوشت کرکے اس کی پیٹھ ٹھوک کر اپنے قابو میں رکھنا چاہتی ہے، کیونکہ وہ خوب سمجھ رہی ہے، یہ ہاتھ سے گئے اور پھر سروناش ہوا۔ جو شکتیاں کرائے کے منشیوں پر اولمبت ہوتی ہیں جنتا کے وشواس، پریم اور سہیوگ پر نہیں ان کا یہی حال ہوتا ہے۔ ان کرورکھتاؤں [3] کی کلپنا کر کے رومانچ ہو جاتا ہے۔

ادھر تو ودیشی وستروں کا پرچار آرڈی نینسوں سے ہو رہا ہے، ادھر سرکار کی اُور سے ودیشی چیزوں کے لیے پروپیگنڈا بھی کیا جا رہا ہے۔ ولایتی چیزوں کے سستے پن اور پائیداری کی سراہنا کی جا رہی ہے اور اس کے ویوہار نہ کرنے سے ہندوستان کو جو ہانی ہوگی، اس کا رونا رویا جا رہا ہے۔ ہماری پرجا وتسل سرکار سے یہ نہیں دیکھا جاتا، کہ اس کی نادان جنتا، ردّی سودیشی چیزوں پر اپنا دھن نشٹ کرے! ہمارے ودھاتا جنتا کی اس مورکھتا اور دوردرشتا سے بڑے دکھی ہو رہے ہیں، بیچاروں کو دانا پانی حرام ہو رہا ہے، پر جنتا ان کی اُور مخاطب بھی نہیں ہوتی۔ کیا اب

1۔ حقیقی طور پر 2۔ جبلوں 3۔ ظالمانہ

بھی کسی کو سند یہہ ہوسکتا ہے، کی انگریزی سرکار کس کے لیے بھارت کا شاسن کر رہی ہے؟

امن سبھائیں

امن سبھاؤں کا سنگٹھن شروع ہو گیا۔ اب کی ان کا نام کرن زیادہ مارجت ہوا ہے، کہیں وہ ہت کارنی سبھا ہے۔ کہیں شانتی رکشنی[1]۔ اس کے پرورتک سادھارنتہ دو ایک رائے بہادر یا خان بہادر ہوتے ہیں اور پریرک[2] ضلع کا ادھیکاری ورگ۔ ان کا پروپیگنڈا راشٹریہ آندولن کے وِرُودھ ہو رہا ہے۔ چوکیدار، تھانیدار، پٹواری، تحصیلدار، حاکم پرگنا سبھی اس کی مدد پر کمر باندھے ہوئے ہیں۔ انھیں پورا اختیار ہے، کہ کانگریس کی جتنی چاہیں مٹی پلید کریں۔ اسے بد معاشوں کا دل کہیں، چاہیں لٹیروں کا سنگھ، کوئی ان کی زبان نہیں پکڑ سکتا۔ کانگریس کے وِرُودھ اس وقت جو کچھ بھی کہا جائے، جو کچھ بھی کیا جائے، وہ سب اُتم ہے، شریشٹھ ہے اور کانگریس کی زبان بند کر دی گئی ہے۔ پرایہ سبھی بڑے پرانتوں[4] میں 144 دھارا لگا دی گئی ہے۔ سماچار پتروں کا نکلنا بھی اسمبھو کر دیا گیا ہے۔ ایسی دشا میں کانگریس اپنے وِرُودھ پھیلائے گئے آکشیپوں[4] اور لانچھن[5] اور اپوادوں کا جواب کیسے دے۔ یہ تو ویسا ہی ہے۔ کسی آدمی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر، آپ اس کے گھر میں آگ لگا دیں۔ ہمیں ایسی امن سبھاؤں کا پہلے کچھ انوبھو ہو چکا ہے۔ انھیں ٹوڈی سبھا کہنا ہی اپیکت ہوگا۔ ہمیں آشا ہے، کہ جنتا اب ایسی سبھاؤں کا رہسیہ خوب سمجھنے لگی ہے۔ وہ ان گورکھ دھندوں میں نہ پھنسے گی۔ مزا تو یہ ہے، کہ پرجاہت کا یہ ساگر اسی سے ترنگت ہوتا ہے، جب کانگریس کا آتنک گھٹا کی بھانتی چھا جاتا۔ تبھی بیگار کم کرنے کے، نذرانے بند کرنے کے، اور اسی پرکار کے دوسرے اُتتھان کیے جانے لگتے ہیں اور کانگریس کا دباؤ کم ہوتے ہی پھر وہی نوچ کھسوٹ شروع ہو جاتی ہے۔

شکشا وبھاگ اور

یوں تو ہمارے شکشا وبھاگ نے ہمیشہ راشٹریہ آندولنوں کا وِرودھ کیا ہے اور چھاتروں کو اس سے الگ رکھنے کی برابر کوشش کی ہے، پر اب کی بار تو اس نے نشچے سا کر لیا ہے، کہ اس کے چھاتروں کو آزادی کی ہوا بھی نہ لگنے پاوے، لڑکوں کے کانوں میں آزادی کی بھنک بھی نہ پڑنے

1۔ امن محافظ 2۔ محرک 3۔ صوبے 4۔ الزام 5۔ تہمتوں

گیان لابھ کرنا چاہیے، پر اس کا یہ ارتھ نہیں ہے، کہ دیش پر چاہے کتنا ہی بڑا سنکٹ آپڑے، ہمارے چھاتر کتابوں کے کیڑے اور پریکشاؤں کے داس بنے رہیں۔ ہمارا وشواس ہے کہ اسکاؤٹنگ کا جیسا اچھا ابھیاس کانگریس کے سیم سیوکوں[1] کو ہوسکتا ہے، وہ کرتم سادھنوں[2] دوارا کداپی نہیں ہوسکتا۔ کانگریسی جتھے کے ساتھ ایک بار نکلنے میں جتنا مانسک اور آتمک وکاس ہوسکتا ہے، اتنا برسوں کی رٹنت اور پڑنت سے بھی سمھو نہیں۔ ایک بار دو چار ڈنڈے کھا لینا یا دو چار مہینے کے لیے جیل یاترا کر لینا، ہردیہ اور مستشک دونوں ہی کے لیے مہان لابھکاری ہے۔ شکشا کا سروتم روپ ہے، انوبھو۔ انوبھو ہین شکشا جیوتی ہین دیپک ہے۔ جیون کے بجیو سنگرام میں جو انوبھو پراپت ہوسکتا، وہ اور کہاں سے ہوسکتا ہے۔ اور یہ وہ سنگرام نہیں ہے، جس میں آدمی تقدیر کی ٹھوکروں سے جا پڑتا ہے، یہ آسانی بلا نہیں ہے، یہ اپنی آتما کو، اپنی بدھی کو، اپنے آپ کو، اسوابھاوک بندھنوں سے مکت کرنے کی جاگرتی پورن چیشٹا ہے۔ ایسے آندولنوں سے چھاتروں کو دور رکھنے کی کوشش وہی شاسن کرسکتا ہے، جس کی بنیاد بھے اور مورکھتا پر ہو۔ کیا ہم نے نہیں دیکھا ہے، کہ جب یوروپیہ یدھ چڑھا ہوا تھا تو اسکول اور ودیالیہ بند ہوگئے تھے، تب یہ نیتی کہاں غائب ہوگئی تھی؟ تب کیوں نہیں انگلینڈ کے اسکولوں کے انسپکٹروں نے انگلینڈ کے شکشا وبھاگ کے منتری کے سبھاپتو میں یہ پرستاو کیا تھا، کہ چھاتروں کو اس سمر[3] سے دور رکھا جائے۔ انگلینڈ کے لیے وہ سمے جتنا نازک تھا، اتنا ہی نازک ہمارے لیے یہ سمے ہے اور جب یہ سارا ادیوگ کیول بھاوی سنتانوں کے لیے کیا جارہا، تو یہ کہاں کا نیائے ہے، کہ وہی بھاوی سنتان دور سے کھڑی تماشا دیکھتی رہے۔ اس وشے میں پریاگ والوں نے جو کارروائی کی ہے، اس کا ہم ہردے سے سمرتھن کرتے ہیں۔ ٹوڈیوں سے تو کچھ کہنا ویرتھ ہے، لیکن جس میں آتم سمان کا ایک اڑو[4] بھی ہے، اسے صاف صاف کہہ دینا چاہیے، کہ میں اس انرتھکاری[5] پروپیگنڈا میں نہیں شریک ہوں گا اور ایسے انیائے پورن بندھنوں کے آدھین اپنے بالکوں کو نہ پڑھاؤں گا۔ اس نوکری کے لالچ میں، جو شاید کبھی نہ ملے گی، نویوکوں کے گلے میں غلامی کا پٹا ڈالنا، ہمیں تو کبھی سویکار نہیں ہو سکتا۔ ایسی پاٹھشالاؤں میں لڑکوں کو بھیجنا، جہاں راشٹریتا کا اس کٹھورتا سے گلا گھونٹا جارہا ہو، جو غلام پیدا کرنا ہی اپنا دھیے سمجھے بیٹھی ہوں، سرد تھالجا سپد ہے۔ ہمیں پورا وشواس ہے کہ شکشا وبھاگ کو اس وشے میں منھ کی کھانی پڑے گی۔ اگر سرکاری سہایتا بند ہوتی ہو تو ہو، چھاتروں پر

1۔ رضاکاروں 2۔ مصنوعی ذرائع 3۔ جنگ 4۔ ذرہ 5۔ مہلک

دبھاگ کو اس وشے میں منہ کی کھانی پڑے گی۔ اگر سرکاری سہایتا بند ہوتی ہو تو ہو، چھاتروں پر فیس بڑھا کر، ڈونیشنوں سے ادھیا پکوں کا ویتن گھٹا کر جس طرح بھی ہو سکے، اس چیلنج کو سویکار کر لینا چاہیے۔

سائمن رپورٹ

سائمن رپورٹ پرکاشت[1] ہو گئی۔ خوب دھڑلے سے بک رہی ہے۔ سنتے ہیں، لاکھوں تک سنکھیا پہنچ چکی ہے۔ انگلینڈ کے کچھ لوگ رپورٹ کی تعریفوں کے پُل باندھ رہے ہیں، کچھ بگڑ رہے ہیں، کہ یہ ودھان تو انگلینڈ کو غارت ہی کر دے گا۔ بہت کم ایسے پرانی ہیں، جو اس کی نندا[2] کرتے ہوں، پر بھارت میں ایسا ایک بھی پرانی نہیں، جو رپورٹ کو لچر، ردّی، گھرنت اور تیاجیہ[3] نہ کہہ رہا ہو۔ مسلمان اور سکھ بھی جنھیں پرسن رکھنے کی سرتوڑ کوشش کی گئی ہے، روٹھے ہوئے ہیں۔ لبرلوں نے تو اس کی خوب درگتی[4] بنائی ہے۔ یہی رپورٹ لکھنے کے لیے، یہ کمیشن انگلینڈ سے آیا تھا۔ غریب بھارت کا لاکھوں روپیہ خرچ کیا، کتنی ہی جگہ ڈنڈوں کی ورشا کرائی اور دیش میں پھوٹ کا بیج بویا۔ اور انگریزی سرکار، یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس رپورٹ کو بھارت کبھی سویکار نہ کرے گا، اتنے دنوں تک اس کی آڑ لیے ہوئے شانتی پوروک بیٹھی رہی۔ ایک رپورٹ کو دیکھ کر اب سدھ ہوا، کہ انگلینڈ میں وِویک[5] اور وچار کا دیوالا ہو گیا ہے، کیول سامراجیہ وادتا کا زور اور پشو بل ہی راج نیتی کا مولادھار[6] ہے۔ سمجھو تھا، اگر دونوں طرف دل صاف ہوتے، یہ ودھان سپھلتا سے چلایا جا سکتا۔ اگر شاسکوں کے ہردے میں کچھ پریورتن ہو جائے، تو اس ودھان کے دوارا دیش کا بہت کچھ کلیان ہو سکتا ہے۔ مگر وہ Change of Heart کہیں نظر نہیں آتا۔ اور ایسی دشا میں ودھان سے کسی اُپکار کی آشا نہیں کی جا سکتی۔ کچھ کاغذی پریورتن تو اوشیہ ہو جائے گا، کنتو جنتا کی دشا پوروت[7] بنی رہے گی۔ یہی انیائے، یہی دمن، یہی انیتی۔ بھارت نے اس رپورٹ کو اسی طرح پیروں سے ٹھکرا دیا، جیسے اس نے سائمن کمیشن کو ٹھکرایا تھا۔

جون 1930

1۔ شائع 2۔ مذمت 3۔ قابلِ نجات 4۔ بری حالت 5۔ شعور 6۔ اساس 7۔ پہلے جیسی

اگر تم کشتریہ ہو

تو اپنے کشتریہ دھرم کو پالو۔ کیا ہم تمھیں بتاویں، کہ کشتریہ دھرم کیا ہے؟ یہ تم مجھ سے کہیں زیادہ جانتے ہو۔ یہ دھرم اپنے سنسکاروں کے روپ میں لے کر تم نے جنم لیا ہے۔ بطخ کے بچے کو کوئی تیرنا سکھاتا ہے، یا سنگھ کے بالک کو شکار کرنے کی شکشا دینی ہوتی ہے؟ کیا ہم نوجوان کشتریوں سے کہیں آج تمھارا دھرم کیا ہے؟ تمھارے بزرگوں نے کس طرح اپنے دھرم کا پالن کیا تھا! کیا غریبوں کو پیس کر، کسانوں کا گلا دبا کر، چھوٹی چھوٹی نوکریوں کے لیے افسروں کی چوکھٹ پر ناک رگڑ رگڑ کر، ذرا سی رعایت کے لیے نیچ سے نیچ خوشامد کر کے اُپادھی اور پدوی کے لیے اور ادھیکاریوں کے سامنے متھا ٹیک کر ہی انھوں نے دھرم کا پالن کیا تھا؟ کبھی نہیں۔ وہ ستیہ کی رکشا میں جانیں لڑا دیتے تھے۔ مجال نہ تھی، کہ ان کے دیکھتے کوئی بلوان کسی دُربل کو دبا لے۔ اس کا خون پی جاتے۔ دین کی پکار سن کر ان کے خون میں جوش آجاتا تھا۔ ہیکڑی کی ہیکڑی دیکھ کر آنکھوں میں خون اتر آتا تھا۔ ان کی ویرتا افسروں کے شکار کھلانے یا ان کو خوش کرنے کے لیے پولو کھیلنے تک رز ور نہ تھی۔

کیا تم بھی اس نیتی کو پالو گے؟ جو افسروں کے سواگت میں غریبوں کے پیسے اڑاتی ہے، جو دینوں کے رکت سے امیروں اور وشیش ادھیکاریوں کی دعوتیں کرتی ہے؟ نہیں، جو لوگ بوڑھے ہو گئے ہیں، جن میں جوش نہیں، جان نہیں، مان نہیں، جن کی نسوں میں ابھی تک نوابوں کے زمانے کی آرام طلبی اور عیش پرستی بھری ہوئی ہے، ان کو سلامیاں کرنے دو، دعوتیں کھلانے دو، ڈالیاں پیش کرنے دو، خانساموں اور بیروں کی ناز برداریاں کرنے دو، مگر تم نوجوانوں سے

---

1 ۔ خاص طور پر

ہم یہ آشا نہیں رکھتے، کیونکہ تم نے اس یگ میں جنم لیا ہے، جب پرتھوی کے ہر ایک بھاگ میں غلامی کی بیڑیاں ٹوٹ رہی ہیں۔ پرمپرا کے بندھن ڈھیلے ہو رہے ہیں۔ انیائے ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ ستیہ اور نیائے کی وجے ہو رہی ہے۔ تمھاری آنکھوں کے سامنے سنسار میں کیا کیا تبدیلیاں ہوگئیں، تم نہیں جانتے؟ روس کی زارشاہی مٹ گئی، ایران کی کجکلاہی مٹ گئی، ترکی کی شہنشاہی مٹ گئی۔ چین کی خاقانی مٹ گئی، جرمن کی قیصرشاہی مٹ گئی، یہاں تک کہ اسپین نے بھی سوادھینتا کی سانس لی، مگر بھارت کہاں ہے؟ وہیں، جہاں تھا۔ دین، دکھی، دریدر[1]۔ جانتے ہو کیوں؟ اسی لیے کہ کشتریوں نے دھرم کا پالن کرنا چھوڑ دیا۔ کیا تم جوان ہو کر بھی اسی بوڑھی، کھوسٹ، لجا سپد، کایرتا[2] سے بھری ہوئی، خوشامد میں ڈوبی ہوئی نیتی کا پالن کروگے؟ کبھی نہیں، تم نئے یگ کے نام لیوا ہو، تم جوان ہو، سجگ ہو، ابھی نیچ سوارتھ نے تمھیں اپنے رنگ میں نہیں رنگا، ابھی تمھاری کمر نے جھکنا نہیں سیکھا، تمھارے سر نے سجدے کرنا نہیں سیکھا، تم میں جوش ہے۔ ہمیں تم سے آشا ہے۔ تم بھارت کے مکھ سے وہ کلنک مٹادوگے، جو آج اُسے سر نہیں اٹھانے دیتا۔ ستیہ کا سنگرام چھڑ گیا ہے، اس میں ویروں کی بھانتی اپنے کرتویہ کا پالن کرو۔ قوم کے بننے، بگڑنے کی ذمہ داری نوجوانوں کے سر ہوتی ہے۔ وہ جوان ہی ہیں، جو ستیہ کے سنگرام میں پہلے قدم اٹھاتے ہیں۔ تم تو کشتریہ یُوک ہو، کیا تمھیں بتائیں کہ اس سے تمھارا دھرم کیا ہے؟

نومبر 1930

1۔ غریب 2۔ بزدلی

سوراجیہ سنگرام میں کس کی وِجے ہو رہی ہے

جہاں کسی نیتا کے پکڑے جانے کا سماچار آیا، کسی شہر میں سو پچاس آدمیوں کے گھائل ہونے کی خبر ملی اور ہمارے چہروں پر مردنی چھائی۔ ہمارے سر جھک جاتے ہیں، منہ سے بیکسی کی آہ نکل جاتی ہے اور ایسا جان پڑتا ہے، کہ ہمارے راشٹر کی نو کا اب ڈوبنا چاہتی ہے، مگر سوچیے، وہ ہماری ہار کے لکشن ہیں یا جیت کے؟ مہاتما گاندھی نے جب سرکشیتر میں پدارپن[1] کیا، تو انھوں نے خوب سمجھ لیا تھا، کہ میں پکڑ لیا جاؤں گا۔ انھوں نے اپنے جانشین بھی چن لیے تھے، تو اگر جنرل کی اچھا نوسار ہی سنگرام چل رہے، تو یہ جنرل کی ہار ہے، یا جیت؟ اگر شترو وجئی ہوتا، تو سب سے پہلے وہ ہمارے جنرل کے رچے ہوئے چکرویوہ کو توڑتا، جنرل نے جتنی چالیں سوچ رکھی تھیں، ان سبھوں کو پلٹ دیتا، پر ایسا وہ نہیں کر سکا۔ اس کو جھک مار کر ہمارے جنرل کے آدیشوں کے سامنے ہی سر جھکانا پڑا، یہاں تک کہ مہاتما جی نے سنگرام کی پرگتی کی جو کلپنا کی تھی، وہ اکھر شہ ستیہ ہوتی جا رہی ہے۔ تو، یہ ہمارے جنرل کی وجے ہے، یا پراجے؟

نی شستر سنگرام[2] کا مول تتو کیا ہے؟ یہی کہ ہم شترو کو ہم اتنا دمن کرنے پر مجبور کر دیں، کہ وہ خود اپنی ہی نگاہ میں گر جائے، خود اس کی آتما اس سے گھرنا کرنے لگے، یہاں تک کہ اس کی پولس اور سینا اس کی دمن کاری آگیاؤں کا پالن کرنے سے انکار کر دے۔ اس کے ساتھ ہی ہم دونے کے پرتمیک انگ کا پالن کرتے رہیں۔ اونے کا ایک شبد بھی ہمارے منہ سے نہ نکلے، اونے کا ایک بھی وچار ہمارے من میں نہ آوے۔ ایسے ونے کے آدرش کے ساتھ پشو بل بہت دنوں تک اپنا زور نہیں دکھا سکتا۔ لوک مت پشو بل کی کٹھورگتی دیکھ کر کر پاشیل ہو جاتا ہے، آندولن کا زور بڑھنے لگتا ہے، سرکار کے بڑے بڑے بھگت اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، اسے ایسے ایسے

1۔ قدم رکھا 2۔ غیر اسلحی جنگ

قانون بنانے پڑتے ہیں، جن سے جنتا کے سوابھاوک[1] جیون میں بادھا پڑتی ہے۔ جنتا بھی ستیا گرہیوں میں سملت ہو جاتی ہے۔ ادھیکاریوں کو سنگینوں اور مشین گنوں کا آشرے لینا پڑتا ہے، اس کا آرتھک[2] اور راج نیتک دیوالا ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ادھیکاریوں کو راجیہ کا سنچالن کرنا اسمبھو ہو جاتا ہے۔ کیا ہم ان اوشیوں کو پراپت نہیں کر رہے ہیں؟ آندولن اتنے دمن کے بعد بھی کیا بڑھتا نہیں جا رہا ہے؟ اس کا کشیتر، وستر ت[3] نہیں ہوتا جا رہا ہے؟ جن شہروں میں دس بیس نیم سیوک نہ ملتے تھے، انھیں شہروں میں کیا اب دس بیس آدمی روز جیل میں نہیں جا رہے ہیں؟ ہم اسے اپنی وجے کہیں یا پراجے؟ کتنے ہی لبرل نیتاؤں نے سرکار کی دمن نیتی کے وررودھ میں کونسلوں سے استعفٰی نہیں دیے؟ سید حسن امام اور مالویہ جی جیسے لوگوں کی شکتی سے کھنچ آئے اور جیل میں تپسیا کر رہے ہیں؟ اور ابھی تو ساتواں ہی مہینہ ہے، کیا یہ ہماری ہار کے چنہہ ہیں۔ مجھے تو یہ شاندار فتح معلوم ہوتی ہے۔

سنگرام میں سوبھاوتہ وجے لابھ وہی کرتا ہے، جس میں زیادہ دم ہے، جو زیادہ دیر تک میدان میں کھڑا رہ سکتا ہے۔ جس کی شکتی اتروتر بڑھتی جاتی ہے۔ جرمنی کی جیت یدھ کے جلد سے ختم ہو جانے میں تھی۔ سمے کے ساتھ ان کی شکتی گھٹتی جاتی تھی۔ انگریزوں کی جیت یدھ کے طول کھینچنے میں تھی۔ اسی بھانتی ہماری وجے آندولن کے دیرگھ[4] ہونے میں ہے۔ ہماری شکتی دن بدن بڑھتی جائے گی، ہمارا سنگٹھن اتروتر پورن ہوتا جائے گا۔ ابھی ہمارا کاریہ کشیتر شہروں تک ہے۔ وہ دھیرے دھیرے دیہاتوں میں پھیلے گا۔ سماج کے کتنے ہی انگ ابھی اچھوتے پڑے ہیں۔ وہ بھی دھیرے دھیرے ہمارے پربھاو میں آویں گے۔ اس کے وپریت[5] انگریزوں کی شکتی، دن بدن کمزور ہوتی جائے گی، اس کے سہایک، الگ ہوتے جائیں گے، اس کی آے، کم ہوتی جائے گی، اس کا رعب گھٹتا جائے گا، اس کی ساکھ، لپت ہوتی جائے گی اور جب ساکھ نہ رہی تو اس راجیہ کا انت ہی سمجھ لو۔ ابھی تک تو ستارہ ہمارا ہی بلند ہے اور گرہوں کا یوگ بتا رہا ہے، کی وہ دن بدن بلند ہی ہوتا جائے گا۔ جنتا پر جتنے ڈنڈے پڑتے ہیں، یہ انگریزی آدھپتیہ پر ایک ایک کلہاڑی کے آگھات سے کم نہیں ہے۔ ہم نے یہی سمجھ کر ڈنڈوں کا سواگت کیا ہے، سر جھکا جھکا کر اسے انگیکار کیا ہے۔ یہی ہماری وجے ہے۔ یہی ڈنڈے بازی، یہی دمن، یہی پشوتا انگریزی

1۔ فطری 2۔ اقتصادی 3۔ وسیع 4۔ طویل 5۔ برعکس

راجیہ کا ودھونس[1] کرے گی۔

ہماری ہار اس وقت ہو جاتی ہے، جب ہم و نے کے آدرش سے گر جاتے ہیں، جب ہم پولس کے وِرُودھ گالیاں اور کنو وچنوں[2] کا پریوگ کرنے لگتے ہیں، جب ہم پرتکار کے وش ہو کر وار کرتے ہیں، جب ہم دنگے، فساد پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ہماری جیت لوک مت[3] کی سہانو بھوتی[4] پر ہے۔ جن کاموں سے آپ لوک مت کی سہانو بھوتی پا سکیں، وہ آپ کے رو کڑے کھاتے کے ہیں، جن کاموں سے لوک مت کی سہانو بھوتی کھو دیں، وہ دینا کھاتے کے ہیں۔ گالیاں بک کر، یا ادھیکاریوں کے پرتی اپمان سوچک اشارے کر کے آپ لوک مت کے وِرُودھ چلے جاتے ہیں۔ وہیں آپ کی ہار ہے۔ پر، ایسی وارداتیں ابھی تک اتنی کم ہوئی ہیں، کہ ہم انھیں انگلیوں پر گن سکتے ہیں۔

سب سے بڑی بات جو ہماری وجے کو نشچت کر دیتی ہے، وہ 'حق' ہے۔ ہم 'حق' پر ہیں اور 'حق' کی ہمیشہ وجے ہوتی ہے۔ یہ ایک امرستیہ ہے۔ سمے بھی ہمارے ساتھ ہے۔ یہ ڈیموکریسی کا یگ ہے۔ نرنکشتا[5] کی جڑیں کھوکھلی ہوتی جا رہی ہیں۔ سنسار نے نرنکش شاسن کا، یا تو انت کر دیا، یا کرتا جا رہا ہے، اتایو سمے بھی ہمارے ساتھ ہے۔ لوگوں کے دلوں میں سوادھینتا کی لگن پیدا ہو گئی ہے، اس کے لیے قربانیاں کرنے پر، اس کی قیمت دینے پر، پرانوں کی بازی لگانے پر تیار ہیں۔ گولیوں اور لاٹھیوں کے سامنے ساہس پوروک کھڑے رہنا اتہاس میں بہت بڑے مہتو کی بات ہے۔ اس سے اس اُتساد کا پریچے ملتا ہے، جو کسی مہان اُدیشیہ کی سدھی[6] کے لیے لازمی ہے۔ سمے اپنا پربھاو دکھا کر رہے گا۔ انگریزوں کے برے دن آ رہے ہیں۔ آرتھک دشا میں وہ اب دوسرے درجے کی شکتی ہے، سینک اور ناوک بل میں تیسرے درجے کی۔ یہ بات نہ بھولنی چاہیے کہ سنسار کی سہانو بھوتی ہمارے ساتھ ہے۔ یدیپی ابھی تک اس کا کوئی پرمان نہیں ملا۔ پر جرمنی، جاپان، امریکہ تینوں ہی بھارتیہ پرستھتی کو بڑے غور سے دیکھ رہے ہیں۔ امریکہ کے کئی پربھاوشالی سجنوں نے، جن کا چرچ سے سمبندھ ہے، مسٹر ویجوڈ بین کو ایک چیتاونی دے دی ہے۔ اور کہیں کہیں جلسوں میں بھارت سے سہانو بھوتی بھی پرکٹ کی گئی ہے۔ یہ سبھی شبھ لکشن

1۔تباہی 2۔بدکلامی 3۔عوامی رائے 4۔ہمدردی 5۔غیر پابند 6۔حصول مقصد

ہمارے وجے کے پری چائک[1] ہیں۔

ہمیں سب سے بڑی شنکا مسلمانوں کی اُور سے ہے۔ ہندو، مسلم دنگوں کی خبریں پڑھ پڑھ کر ہم ہتاش ہو جاتے ہیں، لیکن اس پہلو سے بھی ہماری پوزیشن دن دن مضبوط ہوتی جا رہی ہے۔ ڈھاکہ اور کشور گنج کے دنگوں کے کارن کچھ بھی کیوں نہ ہو، پردیش میں ان سے کوئی کھلبلی نہیں مچی۔ لوگوں نے من ہی من ان کارنوں کو سمجھ لیا اور ادھک ساودھان ہو گیے ہیں۔ مسلمانوں میں اس سمے دو راجنیتک دل ہیں۔ ایک کانگریس سے سہانو بھوتی رکھنے والا مسلم نیشنلسٹ دل، دوسرا مسلم لیگ دل۔ اب مسلم جنتا مسلم لیگ پارٹی کی چالوں کو خوب سمجھنے لگی ہے۔ اس میں ادھیکانش وہی لوگ سملت ہیں، جو یا تو انگریزی سرکار کے نوکر ہیں، یا تھے، یا جنھیں اپنا کوئی سوارتھ نکالنا ہے۔ نسوارتھ بھاو سے دیش سیوا کرنے والے، اس دل میں بہت کم ہیں۔ نیشنلسٹ دل نے تو لکھنؤ میں اپنا ادھویشن کر کے صاف کہہ دیا کہ ہم کانگریس کے اڈ گیا آندولن کو نیائے سنگت سمجھتے ہیں اور کانگریس کی قربانیوں کی پرشنسا کرتے ہیں۔ جب تک کانگریس گول میز کانفرنس میں نہ جائے گی، یہ لوگ بھی نہ جائیں گے۔ دوسرے دل نے بھی پریاگ میں اپنا ادھویشن کیا۔ اس نے کانگریس آندولن کی نندا کی اور گول منیر سبھا میں جانے کا نشچے بھی پرکٹ[2] کیا، پر اتنا ان کو بھی کہنا ہی پڑا، کہ یدی گول منیر سبھا میں ہمارا ابھیشٹ نہ پورا ہوا، تو وہاں سے لوٹ کر ہم بھی یہی آندولن آرمبھ[3] کریں گے۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ اس دل کی دھمکی ہے، اور سرکار نے یدی اس کے ساتھ تھوڑی سی رعایت کر دی، جس کی بہت کچھ سمبھاونا ہے، تو وہ سرکار کا طرفدار رہے گا۔ مسلمانوں کا ایک تیسرا دل بھی ہے، جو سولہوں آنا کانگریس کے ساتھ ہے اور عالموں نے اسی دل کو اپنایا ہے، اس لیے مسلمانوں کی اُور سے بھی ہم نشچنت ہو سکتے ہیں۔ کانگریس کو اس سے اپنی اُدارتا دکھانی چاہیے اور یہ جانتے ہوئے، کہ دو چار ممبروں کی کمی بیشی سے کسی جاتی کا بھوشیہ نہیں بنتا بگڑتا، مسلمانوں کو اسنتشٹ نہ کرنا چاہیے۔ سمے آنے پر یہ دھرم گت واتاورن آپ ہی آپ دور ہو جائے گا اور آرتھک سدھانتوں کے ادھین نئے نئے دل بن جائیں گے۔

سارانش یہ، کہ ہمیں چاروں اُور اپنی وجے کے لکشن دکھائی دیتے ہیں، اور ہم اسی طرح

1۔ ضامن 2۔ ظاہر 3۔ شروع

کشیتر میں ڈٹنے رہیں گے، تو نسند یہہ ہماری منو کا منا پوری ہوگی۔ سرکار نے جو یہ آرڈی نینس پاس کیے ہیں، انھیں سے پرکٹ ہے کہ وہ اپنی ہار سویکار کررہی ہے۔ جب راج سنستھا اپنے ہی بنائے ہوئے قانونوں کو پیروں تلے روندنا شروع کرے، تو اس کی دشا اس پاگل کی سی سمجھنی چاہیے، جو آپ ہی اپنی دیہہ کو دانتوں سے کاٹتا ہے، آپ ہی اپنا ماس نوچتا ہے۔ ایسا پرانی بہت دن جیوت نہیں رہ سکتا۔ اس کی زندگی کا پیانہ لبریز ہو چکا ہے۔ آخر ان وِشیش قانونوں کا ان غیر قانونی قانونوں کا کیا پرینام ہوا؟ وہی، جو ہونا سوابھاوک تھا، پکیٹنگ کو سرکار نے بند کرنا چاہا تھا۔ پکیٹنگ کا دن دن زور بڑھتا جارہا ہے۔ سماچار پتروں کے بند کرنے میں بے شک سرکار کو سپھلتا ہوئی، لیکن قانون توڑ کر سائیکلو اسٹائل پر چھپنے والے پرچوں نے تو شاسکوں کی ناک ہی تراش لی۔ آندولن کا زور سوگنا بڑھ گیا۔ اس میں بھی سرکار کو سپھلتا نہیں ملی۔ کہیں کھادی پہننا اپرادھ ہے، کہیں گاندھی ٹوپی لگانا اپرادھ ہے، کہیں تکلی کا ویوہار کرنا اپرادھ ہے۔ لارڈ ارون اگر ماتحتوں کی ان حماقتوں کو پسند کرتے ہیں، تو وہ کٹھ پتلی ہیں، اگر ناپسند کرتے ہیں، اور کچھ بول نہیں سکتے، تو کمزور۔ مگر، ہمیں نہ ان سے کوئی شکایت ہے، نہ ان کے ماتحتوں سے۔ آپ کو ڈنڈے چلانا مبارک، ہمیں ڈنڈے کھانا مبارک! اگر سنسار کا کوئی نیتا ہے، تو وہ نیائے کرے گا۔ ہمیں اپنے ستیہ کا ہی بل ہے۔

نومبر 1930

پکیٹنگ آرڈِیننس

وائسرائے کو سوئیچھا[1] سے چھ مہینے کے لیے کوئی بھی قانون جاری کرنے کا ادھِکار اس لیے دیا گیا تھا کہ جب ایکا یک کوئی پرستھتی ایسی آجائے، کہ اسمبلی میں اس قانون کا پاس کرانا اَسوِیدھا جنک ہو اور ادھر دیش میں کوئی انرتھ ہو جانے کی شنکا ہو۔ تو پر بندھ[2] سنچالن میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو، پر اس کا اس طرح دُرپیوگ کیا گیا کہ پرجا کے سُیم سدھ ادھیکاروں کو کچلنے کے لیے من مانے آرڈی نینس جاری کیے گیے۔ اس بات کا ایک کشن[3] کے لیے بھی وچار نہ کیا گیا، کہ جن لوگوں کو آرڈی نینس دُوارا جنتا پر ظلم کرنے کا اختیار پراپت ہوگا، وہ کیسی کیسی سختیاں اور اس ادھیکار کا کیسا برا استعمال کریں گے، مگر جب اوپر ہی سے ادھیکاروں کے دُرپیوگ[4] کی کریا آرمبھ ہوئی، تو یہ مان لینا پڑے گا، کہ وائسرائے اور ان کے سہیوگی[5] اس بات سے بےخبر نہ تھے کہ ان آرڈی نینسوں دُوارا جنتا پر قانون کی آڑ میں ہر ایک پرکار کی سختی کی جائے گی، اور یہی ان کا اُدّیشیہ تھا۔ کریا شروع ہوگئی اور شاسن چکر بھیشن گتی سے چلنے لگا۔ کیا وائسرائے اور ان کے سہیوگیوں کو یہ معلوم ہے کہ ان آرڈینینسوں دوارا جنتا کا گلا دبا کر کتنی رشوتیں لی جارہی ہیں؟ کتنا جات گت ویمنسیہ[6] بڑھایا جا رہا ہے؟ اور جنتا کی آہ اور فریاد کا جواب ڈنڈوں اور گولیوں سے دیا جا رہا ہے؟ اس آندولن کا اور کوئی پھل نکلے یا نہ نکلے، لیکن ایک پھل تو آ دشیہ نکلا، کہ نوکر شاہی اپنے نگن روپ میں ظاہر ہوگئی۔ اب کسی ادھیکاری کا یہ کہنے کا منہ نہیں ہے کہ انگریز لوگ بھارت کو نیائے اور سبھیتا کا سبق سکھانے کے لیے اُس پر راجیہ کر رہے ہیں۔ انگریزی شاسن کا اُدّشیہ کیول ایک ہے، اور وہ ہے بھارت میں انگریزی دیاپار کا پرسار اور شکشت انگریز بیکاروں کے لیے بڑی بڑی جگہوں کا آیوجن[7]۔ اس اُدّیشیہ کی پورتی کے لیے وہ بھارت کی گردن پر سوار ہے

1۔ مرضی 2۔ انتظام 3۔ لمحہ 4۔ بےجا استعمال 5۔ معاونین 6۔ تعصب 7۔ انتظام

اور اسے یہ کسی طرح سویکار نہیں ہے، کہ اس کے سوارتھ میں جو بھر کی کمی ہو۔ آپ اس کے سوارتھ میں ہستکشیپ نہ کریں، تو وہ ایک خاص دائرے کے اندر آپ کے ساتھ نیائے، منشچھ اور سوجنیہ کا دیوہار کرنے کو راضی ہیں، لیکن آپ نے اس کے سوارتھ کی اور آنکھ بھی اٹھائی، تو آپ کی کشل نہیں! وہ نیائے، منشچھ اور سوجنیہ سب غائب ہو جائے گا اور شاسن کا وکرال روپ آپ کے سامنے آ کھڑا ہوگا۔ یہ ہر ایک آدمی کا حق ہے، کہ وہ اپنے کسی بھائی کو کوئی انوچت کام کرتے دیکھ کر سمجھائے، روکے۔ سختی سے نہیں دھمکا کر نہیں ہاتھ جوڑ کر، پیروں پڑ کر۔ یہ جنم سدھ ادھیکار ہے، مگر آج آپ اتنا کہہ دیں، تو آپ کے لیے جیل کا دوار ہے۔ آپ کا بھائی شراب پیتا ہو اور اپنا سروسو بگاڑے دیتا ہو، پر آپ کو اسے سمجھانے پر روکنے کا حق نہیں ہے، یہاں تک کہ آپ اپنے پتر کو بھی نہیں روک سکتے۔ آپ جیل میں ٹھونس دیے جائیں گے، اور ولایتی کپڑوں کے وِردھ تو زبان کھولنا ہی جرم ہے۔ کسی کا پولس سے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ امک ویکتی مجھے کپڑے خریدنے سے روک رہا ہے۔ بس آپ باندھ لیے جائیں گے اور یہ بھی نشچے ہے، کہ آپ کو سزا بھی ہو جائے گی۔ آپ اپنے کو کتنا ہی بے قصور ثابت کریں، آپ کی ایک نا سنی جائے گی۔ کوئی دکاندار، جسے چاہے ایک اشارے میں گرفتار کرا سکتا ہے۔ وہ تو کہو، بھارت میں ابھی لوگ دھرم کو بھولے نہیں ہیں اور ایسا کم ہوتا ہے کہ نجی دُوَیش [1] نکالنے کے لیے لوگ اس قانون سے کام لیں، پر سرکار نے اپنی طرف سے کوئی بات اٹھا نہیں رکھی، اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ کچھ دوکاندار ایسا کر نہیں رہے ہیں۔ آج لگ بھگ ساٹھ ہزار آدمی جیل میں کیول اسی لیے بند ہیں کہ انھوں نے اپنے بھائیوں کو ودیشی کپڑے لینے سے روکنے کی چیشٹا کی تھی۔ اگر بھارت کے کلیان [2] پر سرکار کی نگاہ ہوتی تو کیا ایسا قانون جاری کیا جاتا؟ ولایتی کپڑے کے ویاپاریوں نے راشٹریہ آندولن میں جتنی سہایتا دی ہے، اس کے لیے دیش چر کال تک انکارنی [3] رہے گا۔ اگر انھوں نے کھلے دل سے آندولن میں بھاگ نہ لیا ہوتا، تو ہمیں ودیشی بہشکار میں اس کی شتانش سپھلتا [4] بھی نہ ہوتی، جتنا ہو رہی ہے۔ انھوں نے بڑے بڑے نقصان اٹھائے اور اُٹھا رہے ہیں۔ ہم انھیں وشواس دلاتے ہیں کہ کانگریس کو ان کے ساتھ پوری سہانوبھوتی [5] ہے، پر تھتیوں نے کانگریس کو وِوش [6] کر رکھا ہے، مگر سرکار کو یہ آرڈی نینس جاری کر کے کیا ملا؟ مہینے بھر میں یہ آرڈی نینس بھی

1۔ذاتی حسد 2۔بھلائی 3۔قرضدار 4۔کامیابی 5۔ہمدردی 6۔بے بس

سماپت ہو جائے گا اور انگیزی کپڑوں کا بازار ذرا بھی نہ چیتا اور نہ جیت سکے گا۔ اُپ لیش کے سوا اور کچھ نہیں۔ آنکڑوں سے سدھ ہوتا ہے، کہ انگلینڈ میں بیکاروں کی سنکھیا دن دن بڑھتی جاتی ہے اور کپڑے کی کھپت کم ہوتی جاتی ہے۔ ہم مانتے ہیں، کہ اس بہشکار سے بھارت کو بھی کم کشتی[1] نہیں پہنچ رہی ہے۔ دھنی کے اپار دھن سموہ سے مٹھی دو مٹھی نکل جائے، تو اسے کیا اکھر ہوگی؟ ذرہ ذرہ کے لیے پیسے کوڑی کی ہانی ہی بہت کچھ ہے، پر اس کے ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا، کہ دردر چاہے دو ایک دن نراہار[2] سو رہے، پر دھنی کو اپنے بھوگ ولاس میں ذرا سی کمی بھی اسہیہ[3] ہوتی ہے۔ ہم نے ولایتی کپڑوں کی نیو پر اپنا جو دیاپار بھون کھڑا کیا ہے، وہ واستو میں ہمارے لیے غلامی کا جیل خانہ بن گیا ہے اور اس بھون کو گرائے بنا ہمارا اکلیان[4] نہیں ہو سکتا

گول میز کانفرنس

ہم گول میز کانفرنس کے نندکوں میں نہیں ہیں۔ ہم سویکار کرتے ہیں کہ ہمارے کتنے ہی نیتا کیول راشٹرہت کے وچار سے اس میں شریک ہوئے ہیں اور طرح طرح کی بادھاؤں کا سامنا کر کے وہ دیش کے اُدھار[5] کے لیے کوئی مارگ سوچ نکالنے میں جی جان سے لگے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی ذمہ داریوں کو خوب سمجھتے ہیں اور جو لوگ ان کی نندا یا اُپیکشا کرتے ہیں، وہ ان کے ساتھ انیائے کرتے ہیں۔ یہ سمجھنا، کہ کانگریس کے لیڈروں ہی نے عقل مندی کا ٹھیکا لے لیا ہے اور جو لوگ اس کے باہر ہیں، وہ سب کے سب دیش ذروہی ہیں، سراسر انیائے ہے۔ گول میز میں ایسے ایسے انوبھوی نیتا شریک ہیں، جن کی ہم نے سدیو عزت کی ہے اور اب بھی کرتے ہیں ہمیں وشواس[6] ہے کہ وہ لوگ کوئی ایسا کام نہ کریں گے جس سے راشٹر کو ہانی پہنچے، لیکن ہمیں رُخ کے دیکھنے سے ایسا انومان ہوتا ہے، کہ انھیں اپنے کاریہ میں وشیش سپھلتا کی سمبھاونا نہیں۔ ایک طرف ہمارے مسلم نیتا ہیں، جو مسٹر جناح کی چودہ شرطوں کو دیش کی بھاگیہ ریکھا بنا ڈالنے پر تلے ہوئے ہیں۔ دوسری اُور ہندو نیتا ہیں، جو ان شرطوں کو اسی دشا میں منظور کرنا چاہتے ہیں، جب پہلے یہ طے ہو جائے کہ گورنمنٹ ڈومنین اسٹیٹس سویکار کرنے پر تیار ہے۔ ڈومنین اسٹیٹس کے وشے میں اب یہ اسپشٹ ہو گیا ہے کہ سامراجیہ کا کوئی بھی انگ اپنی اِچھا

1۔ نقصان 2۔ بھوکا 3۔ ناقابلِ برداشت 4۔ بھلا 5۔ نجات 6۔ یقین

نو سار ساماراجیہ سے پرتھک[1] ہو سکتا ہے۔ یہ پرتھک ڈومنین کی اِچھا کے آدھین ہے کہ وہ جب تک چاہے ساماراجیہ میں رہے اور جب اسے ساماراجیہ میں رہنا اپنے لیے کسی کارن سے اہتکر[2] معلوم ہو، تو الگ ہو جائے۔ ایسی دشا میں ڈومنین اسٹیٹس اور پورن سوراجیہ میں بہت تھوڑا یا کیول نام کا انتر[3] رہ جاتا ہے۔ ہمارے وچار میں بھی ڈومنین اسٹیٹس کی سویکرتی[4] پر ہی مسلم شرطوں کو منظور کرنا چاہیے۔ اس کے بغیر مسلم شرطوں کو سویکار کرنے میں بڑی بادھائیں کھڑی ہوں گی۔ سرکار کی جو نیتی ہے اس کا تقاضہ یہی ہوگا، کہ مسلم شرطوں کو پردھانتا[5] دے کر تھوڑا سا سدھار اور کر دے۔ ایسی دشا میں آپس میں ویمنسیہ ہی بڑھے گا۔ ہم یہ اسپشٹ کہہ دینا چاہتے ہیں، کہ بھارت سدھار نہیں چاہتا، وہ اپنے بھاگیہ نرنے[6] کا ادھیکار چاہتا ہے۔ گول میز والوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ نمائشی سدھاروں کو سویکار کر کے وہ بھارت میں شانتی استھاپنا[7] نہ کر سکیں گے۔ ہم ان سے انورودھ کرتے ہیں، کہ وہ سب سے زیادہ زور اسی پر دیں، کہ کانفرنس کی پہلی شرط ڈومنین اسٹیٹس کی سویکرتی ہو۔ جب سرکار اس شرط کو مان لے تب وہ آگے بڑھیں، انیتھا[8] اپنی آبرو لے کر بھارت لوٹ آویں اور راشٹر سنگرام میں سمّلت[9] ہو جاویں۔ ہمارے لبرل نیتا ڈومنین اسٹیٹس کے ساتھ Safe guards کی جو شرط لگا دیا کرتے ہیں، اس کے وشے میں ہمیں یہی نویدن[10] کرنا ہے کہ Safe guard کی آڑ میں بہت کچھ کیا جا سکتا ہے یہاں تک کہ ڈومنین اسٹیٹس کو کیول نام کا گورکھ دھندا بنایا جا سکتا ہے۔ ات ایو Safe guards سے بہت ساودھان[11] رہنے کی ضرورت ہے۔ اگر روپیہ کی تھیلی اور فوج پر سرکار کا ادھیکار رہا تو، ڈومنین اسٹیٹس کا کوئی ارتھ نہ ہوگا۔ اس لیے ان دونوں وبھاگوں پر ہمارا ادھیکار پرماوشیک[12] ہے۔

ویربھومی باردولی

سشستر سنگرام میں کسی سے چتور نے جو لیش پراپت کیا اور بھارت کا مکھ[13] جس بھانتی اُجوّل کیا، وہی لیش اس نشستر سنگرام میں باردولی نے پراپت کیا ہے۔ اور اسی بھانتی

1۔ الگ 2۔ نقصان دہ 3۔ فرق 4۔ منظوری 5۔ فوقیت 6۔ فیصلہ۔ 7۔ قیامِ امن 8۔ ورنہ 9۔ شامل 10۔ گزارش 11۔ ہوشیار 12۔ بے حد ضروری 13۔ چہرہ

بھارت کا مکھ اُجول کیا ہے۔ سدھانت پر اپنا سروسو[1] بلیدان دینے کی ایسی مثال کداچت اتہاس میں مشکل سے ملے گی۔ ویکتگت روپ سے لوگوں نے بڑے بڑے تیاگ کیے ہیں اور اپنی آتما کی رکشا کے لیے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں، پر ایک پرانت کا پرانت آدرش پر اپنا سب کچھ ارپن[2] کر دے، اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آج باردولی خالی ہے، وہاں چاروں طرف خاک اڑ رہی ہے۔ وہاں کی آدرش پر جان دینے والی جنتا سب کچھ تیاگ کر آس پاس کی ریاستوں میں جابسی ہے۔ یہ نہ سمجھیے کہ ان کی دشا بھی اتری بھارت کے کسانوں کی سی ہے۔ نہیں، وہ چھوٹے زمیندار ہیں۔ کچھ لوگ کئی کئی ہزار سالانہ کر[3] دیتے ہیں۔ ان میں ادھیکانش[4] ایسے ہیں، جن کے گھر والے ودیشوں میں دھنو پارجن کر رہے ہیں۔ ان کے گھر پکے اور وشال ہیں۔ گھر کے سامان مولیہ وان[5] ہیں اور ان کا جیون بھی دیے سادھیہ ہے، پر اس سے انھوں ے سدھانت پر سب کچھ ہوم کر دیا۔ ان کی جائداد دوسروں کے ہاتھ میں چلی جائے گی، ان کے گھروں میں دوسرے لوگ آ کر بس جائیں گے۔ اس کی انھیں چنتا نہیں ہے۔ وہ شاید بھارت کے بسنے والوں سے ایسے امانشیہ[6] ویوہار کی آشا نھیں رکھتے۔ ان کا یہ دیوی ساہس دیکھ کر ہم لجا سے سر جھکا لیتے ہیں، کیونکہ ہم اپنے میں وہ تپ اور وہ وشواس نہیں پاتے۔ تم دھنیہ ہو باردولی کے ویرو! اگر سنسار کا نیتا کہیں ہے، تو تمھارا یہ تیاگ نشپھل[7] نہ جائے گا تم نے سوراجیہ کو اپنے دھرم کا انگ بنا لیا ہے اور دھرم کی وجے آوشیہ ہوگی۔

نواں آرڈی نینس

پنجاب کے ایک انگریزی پتر نے لارڈ اِرون کو لارڈ آرڈی نینس کی اپادھی[8] دی ہے۔ اور ان آرڈی نینسوں کی سنکھیا کو دیکھتے ہوئے جو گت[9] آٹھ مہینوں میں جاری کیے گیے ہیں یہ اُپادھی کچھ بیجا معلوم نہیں ہوتی۔ جس وائسرائے کی سچائی اور نیک نیتی کی مہاتما جی نے تعریف کی، وہ سوارتھی منتریوں کے ہاتھ میں یوں کٹھ پتلی بنے گا، اس کی آشا ہمیں نہیں تھی۔ تابڑ توڑ آرڈینس نکلتے جا رہے ہیں، حالانکہ جنتا پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اب نواں آرڈی نینس نکالا گیا ہے، جن سے کرمچاریوں[10] کو کانگریس یا انیہ ودروہی سنستھاؤں[11] کی جائدادوں کو ضبط کر لینے کا

1۔اعلیٰ ترین 2۔قربان 3۔ٹیکس 4۔زیادہ تر 5۔قیمتی 6۔غیر انسانی 7۔بیکار 8۔خطاب 9۔گذشتہ 11 ۔ملازمین 12۔باغی تنظیموں

ادھیکار دے دیا ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ نوکرشاہی کب تک سرپ کی اُور سے آنکھیں بند کرکے بانبی پیٹتی جائے گی! اسنتوش نا مکانوں میں ہے، نہ جائداد میں، وہ دلوں کے اندر ہے، اور جب تک اسے نہ دور کیا جائے گا، یوں دیرتھ چھاتی پیٹنے سے کوئی نتیجہ نہیں۔ کیا کانگریس کے لیے کسی مکان کی ضرورت ہے؟ وہ کسی ورکش کی چھائیں میں بیٹھ کر وچار کر سکتی ہے۔ اس کا کام اسی طرح، بلکہ اور زوروں کے ساتھ چلتا رہے گا۔ اسے کسی کوش کی کیا ضرورت ہے، جنتا کی سہانوبھوتی ہی اس کا اکھنڈ کوش ہے، جس میں سے اب تک کروڑوں روپے نکل چکے ہیں اور آگے بھی نکلتے رہیں گے۔

نومبر 1930

سوراجیہ آندولن پر آکشیپ[1]

ابھی وائسرائے صاحب نے فرمایا ہے کہ ستیاگرہ آندولن نے لوگوں میں قانون کے سمان اور بھے کو نرمول اور جنتا کی کپر ورتیوں[2] کو جاگرت[3] کر دیا ہے۔ بہار کے گورنر صاحب نے بھی اپنے ایک بھاشن میں یہی دو چار وِچار[4] پرکٹ کیے ہیں۔ قانون کے سمان کو اس آندولن نے نرمول نہیں کیا ہے، اسے نرمول کیا ہے غیر قانونی قانونوں نے، پولس کی لاٹھیوں نے جیل کے ڈنڈوں نے، اور فوج کی گولیوں نے! ہاں اب جنتا اس قانون کو قانون نہیں مانے گی، جو کسی ویکتی وشیش[5] کے دماغ سے نکلے ہوں۔ وہ اسی قانون کو قانون مانے گی، جس کے زمانہ میں اس نے سُنیم نرواچک[6] کر روپ سے بھاگ لیا ہے۔ کانگریس کے سُنیم سیوک اُسی طرح دیوتا نہیں ہیں، جیسے پولس کے کرمچاری۔ پر وہ اپنا کرتویہ سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ دھرم سنگرام ہے اور دھرم کے بندھنوں کو توڑ نہیں سکتے۔ ہاں جب سختیاں اسہیہ[7] ہو جاتی ہیں تب آدمی پاگل ہو کر جو کچھ کر بیٹھے وہ تھوڑا ہے۔

جنوری 1931

بمبئی کے ایک مجسٹریٹ کا بھرم

بمبئی کے ایک چیف پریسیڈینٹ مجسٹریٹ نے شعلہ پور دِوس منانے کے اپرادھ میں کانگریس کے کاریہ کرتاؤں کو دنڈ دیتے ہوئے فیصلے میں ایک بڑے مزے کی بات کہی ہے وہ یہ کہ اس دِوس کے منانے کا ارتھ ہے، خونیوں کو پروتساہت کرنا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اس کا ارتھ کیول یہ ہے کہ ان آدمیوں کو جو سزا دی گئی ہے، وہ جنتا کی درشٹی سے ضرورت سے زیادہ کٹھور ہے اور نوکر شاہی نے سمست دیش کے مت کو کچل کر انھیں پھانسی دی ہے۔ مارنے کا اختیار آپ کو ہے لیکن رونے کا اختیار مار کھانے والوں کو ہے۔ یہ ادھیکار آپ ان سے چھین نہیں سکتے۔

جنوری 1931

1۔ تہمت 2۔ بری عادتوں 3۔ بیدار 4۔ خیالات 5۔ مخصوص 6۔ انتخاب 7۔ ناقابلِ برداشت

کانگریس زندہ باد

گت ورش چوتھی مارچ کو مہاتما گاندھی جی نے ڈانڈی کی اُور پرستھان کر کے سوراجیہ سنگرام کی رن بھیری بجائی تھی۔ پورے سال بھر کے بعد چوتھی مارچ کو کشنک سندھی کی گھوشنا 1 ہوئی اور کانگریس نے پہلا مورچہ جیتا۔ یہ سپھلتا کن سادھنوں دُوارا پراپت ہوئی ہے، اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ وہ سارے درشیہ ابھی تک ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ جس کام کو ہم اسادھیہ سمجھ رہے تھے، وہ اتنا سرل تھا، اس کی ہم نے کلپنا بھی نہ کی تھی۔ ہم نے لگ بھگ اسّی ہزار سُیم سیوک جیل بھیجے، کانگریس کے سبھی پرکھ نیتاؤں کو بندی بننا پڑا، پر سچ پوچھیے تو ایسے مہان اُدیشیہ کے لیے جتنا تیاگ کیا گیا وہ کچھ نہیں کے برابر ہے۔ کشل سیناپتی وہی ہے، جو تھوڑے سے تھوڑے رکتپات 2 سے بڑی سی بڑی وجے کر دکھائے۔ مہاتما گاندھی جی انھیں کشل سیناپتیوں میں ہیں۔ اَہنسا اور ستیاگرہ کا ایسا اموگھ استر انھوں نے دیش کے ہاتھ میں دیا، کہ ہم برٹش سرکار کی مشین گنوں اور ہوائی جہازوں کو تچھ سمجھ کر نہتھے میدان میں نکل پڑے اور وہ شکتی شالی سامراجیہ، جس نے سنسار پر اپنا پربھتو جمائے رکھنے کے لیے پچاس لاکھ آدمیوں کا بلیدان کر دیا تھا، ہمارا لوہا مان گیا۔ یوروپی مہاسمروں میں بھارت نے بھی لگ بھگ پندرہ لاکھ سینکوں کا بلیدان کیا تھا اور اسنکھیہ دھن وارا تھا، پر اس کا کیا پھل نکلا! وہ پشوبل 3 کا سنگرام پشوبل سے تھا۔ یہ آتم بل کا سنگرام پشو سے تھا اور پشوبل کو آتم بل کے سامنے نیچا دیکھنا پڑا۔ ہم یہ نہیں کہتے، کہ ہمارا ابھیشٹ پورا ہو گیا اور ہمیں پورن سوتنترتا 4 پراپت ہو گئی، پر جس سرکار نے پہلے ہمارے اُدیوگ کو ہیے سمجھا تھا اور اس کی ہنسی اڑائی تھی، اسی سرکار کا ہم سے سندھی 5 کرنے پر ووش ہونا کیا چھوٹی بات ہے؟ جب وپکشی نے ہماری شکتی کو سویکار کر لیا، تو وہ ہم سے پھر تال ٹھوکنے کا ساہس نہیں کر سکتا۔

1۔ اعلان 2۔ خون خرابہ 3۔ حیوانی قوت 4۔ کلّی آزادی 5۔ مصالحت

جس شترو کے ہردے میں آپ اپنا آتنک جما سکتے ہیں۔ اس کی پیٹھ میں دھول لگا دینا اس سے کہیں سرل ہے۔ مشکل ہوتا ہے، اپنی شکتی کا سکہ بیٹھانا۔ وہ ابھیشٹ کانگریس نے پورا کر لیا۔ برٹش سرکار اب دوبارہ بھارت کے سنگٹ شکتی کا سامنا کرنے کا ساہس نہیں کر سکتی۔ اسے اب اگر کوئی آشا ہے۔ تو وہ بھارت نے وبھن سمودایوں سمپردایوں[1] کا پرسپر[2] ویمنسیہ ہے۔ اگر کانگریس نے اس ویمنسیہ کو جیت لیا، تو پھر اس کی کوئی مانگ نہیں جو انگریز سرکار پوری کرنے کے لیے مجبور نہ ہو جائے۔ گول میز پریشد میں سبھی ورگوں نے ڈومینین اسٹیٹس کا سمرتھن کر کے انگریز سرکار کو چکت کر دیا تھا۔ پرتی ندھیوں کا چناؤ جس ریتی سے کیا گیا تھا، اس سے سرکار نے یہ آشا باندھ لی تھی کہ یہ ایک سور[3] ہو کر کچھ کہہ ہی نہ سکیں گے۔ جتنے منہ ہوں گے، اتنی ہی باتیں ہوں گی۔ ایسی پریشد کو بچوں کا کھیل سدھ[4] کر دینا کچھ مشکل نہ تھا، لیکن پریشد نے ایک سور ہو کر ڈومینین اسٹیٹس کی صدا بلند کی۔ ہاں برٹش سرکار کی اتنی چال چل گئی کہ پریشد نے سن رکشنوں کو سویکار کر لیا جس نے پریشد کو اپنگ کر دیا۔ جو کچھ کسر رہی، وہ سامپردائک کے سوتوؤں کے بٹوارے کے جھمیلے میں پوری ہو گئی۔ مہاتما جی نے دیکھا کی اب سمجھوتے کا اوسر آ گیا ہے اور جب سمجھوتہ سے کاریہ سدھ ہو تو بلیدانوں کی ضرورت کیا۔ آپ نے کہا، کہ ''بلیدانوں کی ایک سیما تک تو آوشیکتا ہوتی ہے، لیکن اس سیما کے نکل جانے پر کشٹوں کا آواہن کرنا مورکھتا کی پراکاشٹھا ہے''۔ ہمارا راشٹریہ آندولن مہاتما جی کا چلایا ہوا ہے۔ وہی اس کے پرورتک اور سنچالک ہیں۔ جب انھیں وشواس ہے کہ اب وہ اوسر آ گیا ہے، جب سمجھوتے سے زیادہ سپھلتا کی آشا ہے، تو کون کہہ سکتا ہے کہ انھوں نے سندھی کر کے بھول کی۔ اب تو ہماری جیت اسی میں ہے کہ بھارت جو کچھ مانگے، ایک سور ہو کر مانگے، پھر انگریز سرکار کو وہ مانگ پوری کرنے کے سوا اور کوئی مارگ نہ رہے گا۔ گول میز پریشد میں سوتوؤں پر جو نوچ کھسوٹ ہوئی اس کا کارن یہی تھا کہ اس کے پرتی ندھی راشٹر بھکت نہ تھے۔ پنتھ بھکت تھے۔ اب وہ اوشواس کا واتا ورن بدل گیا ہے، اور ہمیں پورا وشواس ہے، کسی سامپردائک ورودھ کی بادھا ہمارے مارگ میں نہ کھڑی ہوگی۔ مسلم جوانوں کی منورتی سامپردائک نہیں۔ اس کا پریچے پہلے ہی مل چکا ہے۔ ہمارے مسلم نوجوان وشیس ادھیکاروں کے اُپاسک نہیں، نہ وہ سرکاری رکشا کا ہاتھ اپنے سر پر رہنا آوشیک سمجھتے ہیں۔ ان

1۔ فرقوں 2۔ آپسی 3۔ آواز 4۔ ثابت

میں پُرُوشارتھ [1] ہے، اُتساہ ہے، آتم وشواس [2] ہے۔ اور وہ راشٹر کے ہت کے لیے پانچھت سوتوں کو چھوڑنا جانتے ہیں۔ جس جاتی میں ویاپک بھرات بھاو کا آدرش ہے، جہاں کوئی چھوٹا ہے نہ بڑا ہے، سب برابر ہیں، وہ جاتی اگر وشیش ادھیکاروں اور چھوٹی نوکریوں کے لیے راشٹرہت میں بادھک ہوں، تو اپنے اونچے آدرش سے گر جائے گی۔ جب ناری جاتی میں اتنا آتم بل آ گیا ہے کہ وہ دیش کے لیے کٹھن سے کٹھن یاتنا سہنے کے لیے تیار ہے تو کیا ہمارے مسلم نوجوان اس اوسر پر اپنے پُرُشارتھ کا پریچے نہ دیں گے؟ بھارت کی ویر دیویوں نے اس کٹھن اوسر پر جس ویرتا کا پریچے دیا ہے، وہ سنسار کے اتہاس میں اَدْوتیہ [3] ہے۔ وہ کوملانگی رمنیاں، جو پردے میں رہنا ہی اپنا گورو [4] سمجھتی تھی، جس ویرتا [5] سے میدان میں آ کھڑی ہوئیں۔ اس نے سنسار کو چکت [6] کر دیا! ہم تو یہ کہنا بھی اتی شیوکتی نہیں سمجھتے، کہ اس سنگرام میں وجے کا سہرا ناری جاتی ہی کے سر ہے۔ ماتاؤں نے سدیو [7] اپنی سنتان کے لیے اپنا بلیدان کیا ہے اور آج اسی ماترتو نے بھارت کا اُدھار کیا ہے۔

فروری 1931

1۔ مردانگی 2۔ خود اعتمادی 3۔ لاثانی 4۔ عزت 5۔ بہادری 6۔ حیران 7۔ ہمیشہ

کانگریس

کانگریس کا ادھیویشن سماپت[1] ہو گیا۔ ہمیں شنکا تھی کہ شاید گاندھی ارون سمجھوتے کے ورودھی، کچھ گل نہ کھلائیں۔ پر وہ شنکا نرمول سدھ ہوئی۔ ورودھیوں نے چیشٹا تو کی کہ مہاتما گاندھی کے وِرُدھ پردرشن کیا جائے، اور کالی جھنڈیاں بھی نکالیں، لیکن مہاتما جی کے پربھاؤ کے سامنے ان کی کچھ نہیں چلی۔ کانگریس نے بہومت سے دہلی کے سمجھوتے کا سمرتھن کیا اور مہاتما جی کے نیتر تو میں کانگریس کے پرتی ندھیوں کا سملت ہونا نشچت[2] ہو گیا۔ سب سے ادھک پرسنتا ہمیں سوراجیہ کے اس ویاکھیا سے ہوئی جو کانگریس نے ایک پرستاؤ کے روپ میں سویکار کی ہے۔ اس نے ان شنکاؤں کا شمن کر دیا، جو کانگریس کی نیتی کے وشے میں کچھ لوگوں کو تھیں۔ اب کانگریس کا دھیے راشٹر کے سامنے ہے۔ وہ غریبوں کی سنستھا ہے، غریبوں کے ہتوں کی رکشا اس کا پردھان کرتویہ ہے۔ اس کے ودھان میں مزدوروں، کسانوں اور غریبوں کے لیے وہی استھان ہے جو انیہ لوگوں کے لیے۔ ورگ، جاتی، ورن آدی کے بھیدوں کو اس نے ایک دم مٹا دیا ہے۔ ہم کانگریس کو اس پرستاؤ کے لیے بدھائی دیتے ہیں۔ سوراجیہ کی اس ویاکھیا کو لاکھوں کی سنکھیا میں بانٹنا چاہیے ایسا کوئی گھر نہ ہونا چاہیے جس میں اس کی ایک پرتی نہ ہو۔ اب جنتا کو اس وشے میں کوئی سندیہہ نہ رہے گا کہ وہ کس سوتوؤں کے لیے لڑ رہی ہے، سوراجیہ سے اسے کیا لابھ ہوگا اور اس کی پراپتی کا کیا مارگ ہے۔

مارچ 1931

1۔ختم 2۔ طے

سوراجیہ مل کر رہے گا

کبھی کبھی دیش کو دیکھ کر ہمیں سوراجیہ سے نراشا ہو جاتی ہے۔ جہاں ہندو اور مسلمانوں ایک دوسرے کی گردن کاٹنے پر تلے ہیں، جہاں کسان اور زمیندار میں سنگھرش ہے، اچھوتوں اور ورن والوں میں سنگھرش ہے، وہاں سوراجیہ کے وشے میں شنکاؤں [1] کا ہونا سوابھاوک [2] ہے۔ لیکن ان سب بادھاؤں کے ہوتے ہوئے بھی سوراج کے پکش [3] میں ایک ایسی بلوان شکتی ہے جس کے سامنے یہ بادھائیں بہت دنوں تک نہیں ٹھہر سکتیں اور وہ شکتی ہے سے کی پرگتی یا سنسار کا جن مت۔ سنسار نے چاہے اور کسی وشے میں انتی کی ہو یا نہیں لیکن شاسن ویوستھا کے سدھانتوں میں پچھلے بیس ورشوں میں ایک کرانتی سی ہو گئی ہے۔ آج کوئی شکتی شالی راشٹر کسی نربل پر پربھتو جمانے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈنے پر مجبور ہے۔ وہ نہ شنک ہو کر یہ کہنے کا ساہس نہیں رکھتا کہ ہم نے اس دیش کو جیتا ہے، اور تلوار کے زور سے اپنے ادھین رکھیں گے۔ یدی وہ ایسا کہے تو سنسار میں اس کے ورُدھ ایسا طوفان اٹھ کھڑا ہوگا کہ اسے پران رکشا کے لیے کہیں پناہ نہ ملے گی۔ سبل سوارتھ کا سہن سنسار اب نہیں کر سکتا۔ آج چرچل یا اور میر یا سامراجیہ واد کا کوئی دوسرا اُپاسک بھارت پر کوئی آکشیپ کرتا ہے، کوئی دل دکھانے والی بات کرتا ہے تو اس پر چاروں طرف سے بوچھاریں پڑنے لگتی ہیں، یہاں تک کہ چرچل کے دَل کا نیتا بھی اس کا سمرتھن نہیں کرتا۔ اب انگریز ویاپاری بھی زیادہ سے زیادہ یہی مانگتے ہیں کہ انھیں ہندستان میں ہندستانیوں کے برابر ہی حق ملے۔ قرضوں کے وشے میں بھی یہ نشچت سا ہے کہ بھارت کے سر ایسے قرض نہیں مڑے جا سکتے جو بھارت کے

1۔ اندیشوں 2۔ فطری 3۔ حمایت

ہت کے لیے نہ لیے گئے ہوں۔ سارانش[1] یہ کی یہ یگ سوراج کا یگ ہے، جتنا ایکا دِھپتیہ کو سہن نہیں کرسکتی، چاہے وہ سودیشی ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا لارڈ ارون نے حال میں انگلینڈ میں کہا ہے۔' پربھتو کا آدرش اب نہیں رہا، یہ ساجھے داری کے آدرش کا یگ ہے۔ بھارت اگر انگریزی سامراجیہ میں رہ سکتا ہے تو غلام بن کر نہیں، برابر کا ساجھے دار بن کر۔ اگر آج بھارت میں جاتِ گت ویمنسیہ بڑھتا ہے تو اس کی ذمہ داری بھی سرکار ہی کے سر پڑتی ہے۔ ادھیکاری منڈل کو کانپور میں ایسا کڑوا انوبھو[2] ہوا ہے کہ شاید ایسے اوسروں کو دور رکھنے میں وہ کبھی اتنی غفلت نہ کرے گا۔ ہندو مسلمانوں میں میل رہے اس کی بھی سرکار کو فکر رکھنی ہوگی۔ کیونکہ وہ ویمنسیہ کی ذمہ داری اس کے سر پڑتی ہے اور اب سنسار کو یہ دھوکہ نہیں دیا جا سکتا کہ انگریزی راجیہ کا رہنا اس لیے ضروری ہے کہ ہندو مسلمان ایک دوسرے کو پھاڑ نہ کھائیں۔ اس طرح کی آواز چاہے کسی طرف سے اُٹھے، وہ سرکار دُوارا پریرت سمجھ لی جاتی ہے اور اس کا پربھاو مٹ جاتا ہے۔ ات ایو سنسار کے ہاتھ میں یہ جو بھید کا آخری ہتھیار تھا وہ بھی نکلتا ہوگیا، اس کی ساری باتیں کھل گئیں۔ اب بھارت یا سنسار سامپرادائک وِدویشوں میں مغالطے میں نہیں ڈالا جا سکتا۔ اُدھر کفایت کی ضرورت اور خرچ پورا کرنے کے لیے اونچے ادھیکاریوں کو نہ توڑ کر کروں کا بڑھانا اور چھوٹے عملوں کا تکلیف کرنا، یہ سبھی باتیں، لوگوں کی سوراجیہ لالسا کو اُتروتر تیور[3] کرتی جا رہی ہیں۔ دیش کو اپنی ساری، سماجک، آرتھک اور راج نیتک بیماریوں کی ایک ہی اموگھ اُوشدھی[4] دکھ پڑ رہی ہے اور وہ 'سوراجیہ' ہے اور سنسار کا جن مت اس کے ساتھ ہے۔ انگلینڈ کے پاس اگر اب کوئی شکتی بچ رہی ہے تو وہ پروپگنڈا ہے۔ انوبھو نے بتلا دیا ہے کہ ایک مسمے یو بھارت کو سنسار کی آنکھوں میں اتنا گرا سکتی ہے کہ سارے دیش کا سنکیت پریاس بھی اب اسے وہاں سے اٹھانے میں سپھل نہیں ہوتا۔ ہمیں ایسی مسمے یو اور اسی قبیلی کے پتلوں بتوں سے بھارت کی رکشا کرنی ہے۔ اگر ایسے اوسر پر ہمارے کچھ وکتر تاکشل، پربھاوشالی نیتا (سروجنی نائڈو کی بھانتی) امریکہ کا بھرمن کریں، اس کے ساتھ ہی یہ پریاس[5] بھی کیا جائے کہ فلموں دُوارا بھارتیہ سنسکرتی کا شُدھ اور یتھارتھ[6] روپ سنسار کے سامنے رکھا جائے، تو ہمیں وشواس ہے، دیش کا بڑا کلیان ہوگا۔

مئی 1931

1۔ مختصر 2۔ تجربہ 3۔ تیز 4۔ دوا 5۔ کوشش 6۔ حقیقی

گوری جاتیوں کا پربھاو کیوں کم ہو رہا ہے

لارڈ اروِن سے کسی نے حال میں ایک جلسے میں پوچھا انگریزوں کے پرتی بھارت واسیوں کو اتنا اوشواس اور آپرتشٹھا کب سے ہوئی ہے اور اس کے کیا کارن ہیں؟ اس کا لارڈ اِروِن نے جو اتر دیا، وہ وچار کرنے یوگیہ ہے۔ آپ نے فرمایا، گوری جاتیوں کی پرتشٹھا تو اسی وقت اٹھ گئی جب جاپان نے روسیوں پر وجے پائی۔ اور کارن ہے، یوروپیہ مہاسمر میں بھارت واسیوں کا سملت ہونا اور سنیما کا بھارت میں پرچار۔ اس کا ارتھ یہ ہے کہ بھارت واسیوں کو جیوں جیوں گوروں کے آنترک جیون کا پریچے ملتا جاتا ہے، گوروں کا پربھاؤ مٹتا جاتا ہے۔ مہاسمر نے اتنا ہی نہیں سِدھ کر دیا کہ پرودشارتھ اور ساہس[1] میں بھارت والے گوروں سے جو بھر بھی کم نہیں ہیں، بلکہ یہ بھی سِدھ کر دیا کہ گورے نیائے اور دھرم اور نیتی اور شِشٹتا کے پتلے نہیں ہیں، جیسے وہ بھارت میں بن جاتے ہیں۔ چاہیے تو تھا کہ گوروں کا رن کوشل، ان کا مہان سنگٹھن، ان کا دیوک دھیریہ، ان کی نیتی پرایٹتا اور اُدارتا دیکھ کر بھارت والے دل میں ان کے قائل ہو جاتے، پر ایسا نہیں ہوا۔ بھارت والوں نے دیکھا کہ یہ لوگ بھی ہمارے ہی جیسی ڈربلتاؤں سے بھرے ہوئے منشیہ ہیں، جو سنکٹ[2] پڑنے پر دھرم کو طاق پر رکھ دیتے ہیں، جو وجے پانے کے لیے انیتی اور اناچار کے پشاچ بن جاتے ہیں، جو نیچ سوارتھ کے پرواہ[3] میں صد بھاؤں کو بھول جاتے ہیں۔ سارانش یہ کہ جن گنوں کے بل پر گورے دوسروں پر راج کرتے ہیں، ان میں سے ایک بھی موجود نہیں اور بھارت میں ان کا جو روپ نظر آتا ہے، وہ بنا ہوا ہے۔ چرتر بل[4] سے ہی ایک جاتی دوسری جاتی پر آتنک جما سکتی ہے۔ پشو بل[5] سے استھائی پربھاؤ نہیں پڑ سکتا۔ بھارت واسیوں نے دیکھا کہ یہ چرتر بل گورانگوں میں نام کو بھی نہیں ہے۔ کسی جاتی کا چرتر اس کے گنے

1۔حوصلہ 2۔برا وقت 3۔بہاؤ 4۔اخلاقی قوت 5۔جبری قوت

گنائے مہاپرشوں کے آچرن سے نہیں سِدھ ہوتا، بلکہ جن سادھارن کے ویوہار [1] سے۔ جن دیشوں کی جنتا شراب کو پانی کی بھانتی پیتی ہو، چائے کو جیون کا آدھار سمجھتی ہو، وہ سنسکرت نہیں ہو سکتی۔ لڑائیوں میں جب گورے لوگ وجے پا جاتے ہیں، تو پراجتوں [2] کے ساتھ کتنا امانشیہ ویوہار [3] کرتے ہیں، یہ جانی ہوئی بات ہے۔ بھارت میں تو گورے سولجروں کا یہ حال ہے کہ جس علاقے میں ان کا پڑاؤ پڑ جاتا ہے، وہاں استریوں کا راہ چلنا بند ہو جاتا ہے۔ سیدھے بولنا تو وہ جانتے ہی نہیں۔ گورے ہی کیوں، ہمارے ہوبلیئوں کا بھی یہی حال ہے۔ وہ اتنے مغرور، اتنے ونے شونیہ، اتنے اکھڑ ہوتے ہیں، کہ کوئی شریف ہندستانی گلا دبنے ہی پر ان سے ملاقات کرنے جاتا ہے۔ ان سے ملنے میں بھارت والوں کو ایسا انومان ہوتا ہے کہ وہ اپنی آتما کا خون کر رہے ہیں۔ ان کے ستسنگ سے شُبھ پربھاو لے کر تو شاید ہی کوئی لوٹتا ہو۔ جو ملتا ہے، وہ تیس مار خاں بنا ہوا ہے، ایسے روپ بنائے ہوئے، مانو وہ بھی آکاش سے اترا ہے۔ مہاسمر نے اس بھرم کا نوارن کر دیا۔ بھارتیوں کو گوروں کے ساتھ ملنے کا، سونے کا، برتنے کا اوسر ملا اور انھوں نے گوروں کو جتنا ہی اندر سے دیکھا اتنی انھیں اشردھا ہوتی گئی۔

مگر سنیما نے تو پردا اور بھی فاش کر دیا۔ جو ڈھکا ہوا تھا، وہ بھی کھل گیا۔ مہاسمر میں تو پندرہ لاکھ سے زیادہ آدمی نہیں گئے۔ سنیما تو اس سے کہیں زیادہ آدمی نتیہ [4] دیکھتے ہیں۔ حالانکہ کوشش کی جاتی ہے کہ یورپ اور امریکہ کے اچھے ہی فلم بھارت میں آئیں۔ فلموں کا نیمت روپ سے سنسر ہوتا ہے، ایک باقاعدہ محکمہ ہی اس کام کے لیے کھلا ہوا ہے۔ ابھی حال میں سنیما انکوائری کمیٹی تحقیقات کر چکی ہے، لیکن پھر بھی جو فلم آتے ہیں، ان کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بھارتیوں کو گورے جیون کے کچھ ایسے درشیہ دیکھنے میں آتے ہیں کہ ان کے دل میں اس جاتی کے پرتی گھرنا بھاو [5] تپن ہوتے ہیں۔ اور یہ اس جاتی کا حال ہے، جو دنیا کو تہذیب سکھانے کا دعویٰ کرتی ہے۔ اسی جاتی کی ایک مس میو آکر بھارتیہ جیون کے کچھ کلوشت انگوں کی تصویر کھینچتی ہے تو گوری جاتیوں کو رومانچ ہونے لگتا ہے۔ اگر گوروں کا جیون آدرش ہوتا، اس میں ایسی خوبیاں ہوتیں کہ دوسروں کے دل میں اس سے بھکتی اور سمان کا سنچار ہوتا، تو اس کا یہ الٹا اثر کیوں ہوتا؟ پر بات یہ نہیں ہے۔ گوروں نے آدمی سے ہی پریم کے بل پر نہیں، آتنک کے بل پر سنسار پر پرکھوتو [1] جمایا ہے۔ وہ

1۔ سلوک 2۔ مفتوح 3۔ غیر انسانی سلوک 4۔ روز 5۔ نفرت کا جذبہ

کالوں کی نظروں سے اپنے عیبوں کو چھپا کر اپنی نیتی متا کی ساکھ بیٹھائے ہوئے تھے اور اب آدھونک اوشکاروں[2] نے اس پردے کا ڈھکا رہنا مشکل کر دیا ہے۔ ایک دن تھا، جب بھارت والے گوروں کو دیوتا سمجھتے تھے۔ تب آمد و رفت کی اتنی سُوِدھائیں نہ تھیں اور گورانگوں کو اپنے کالے داغوں کا چھپانا آسان تھا، پر اب وہ داغ چھپائے نہیں چھپتے، بلکہ الٹے اور اسپشٹ ہو رہے ہیں۔ گوری جاتیوں کا اب اگر کالوں کی پرتشٹھا کا پاتر بننا ہے تو پردے میں چھپ کر نہیں، سوامی بن کر نہیں، بھائی بن کر ہی سمبھو ہے۔ پشچمی سبھیتا[3] کا دِوالا ہو رہا ہے۔ ایک دوسرے مہاسمر کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ اگر یہ بھوشیہ وانی[4] ستیہ نکلی تو سنسار میں اس سبھیتا کی یادگار کیول طوں کے ٹوٹے پھوٹے چہرے اور سنسار کے کوش[5] میں سنگھرش کا سدھانت ماتر رہ جائیں گے۔

جون 1931

1۔ غلبہ 2۔ ایجادات 3۔ تہذیب 4۔ پیشن گوئی 5۔ خزانے

دیش کی ورتمان پرستھتی[1]

دیش میں اس سے آرتھک[2] سنکٹ کے کارن، جو دشا اپستھت[3] ہو گئی ہے، اسے جلد نہ سنبھالا گیا تو بڑے بھاری اُپدرو کی آشنکا ہے۔ مہاتما گاندی کرانتی نہیں چاہتے اور نہ کرانتی سے آج تک کسی کا اُدّھار[4] ہوا ہے۔ مہاتما جی نے ہمیں جو مارگ بتلایا، اس سے کرانتی کی بھیشنتا کے بنا ہی کرانتی کے لابھ پراپت ہو سکتے ہیں، لیکن ایک اور سرکار اور اس کے پٹھو زمیندار اور دوسری اُور ہمارے کچھ تیز دم اور جوشیلے کاریہ کرتا[5] نادر شاہ بنے ہوئے کرانتی کے سامان پیدا کر رہے ہیں۔ سرکار سے تو ہمیں شکایت نہیں۔ جو چیز ہمارے کام نہ آئے، اسے نشٹ کر دینا بھی راجنیتی کا سدھانت ہے۔ شتر و کو بڑھتے دیکھ کر فصل کو جلانا، کنوؤں میں وِش ڈال دینا اور گھاس کو جلا دینا، ہارنے والے دل کی پرانی نیتی ہے۔ اس نیتی سے روسیوں نے نپولین پر وجے پائی تھی۔ دیش میں یدی اس سے جگہ جگہ اُپدرو ہونے لگیں، تو سو بھاوتہ جنتا کا دھیان لکشیہ[6] سے ہٹ کر گھریلو جھگڑوں کی اُور چلا جائے گا اور سوراجیہ کی نوکا مجدھار میں چکر کھانے لگے گی۔ کانپور کے اُپدرو نے پرستھتی کو کتنا بدل دیا، ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ہمیں تو شکایت اپنے ان جوشیلے بھائیوں سے ہے جو مہاتما جی کے کیے دھرے کو مٹی میں ملا رہے ہیں۔ ہماری جیت پہلے بھی دھرم پر جمے رہنے میں تھی، اب بھی ہے اور آگے بھی رہے گی۔ ہم نے سرکار سے جو سمجھوتہ کیا ہے، اس پر ہمیں وِرڑھتا[7] کے ساتھ رہنا چاہیے۔ 'ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور' کھانے کے اور' والی نیتی پر چلنے میں ہمارا کلیان[8] نہیں ہے، ایک ساتھ یدھ اور شانتی کی دہائی نہ دینی چاہیے۔ مہاتما جی نے کسان بھائیوں کو صلاح دی تھی کہ دخیل کاروں کو روپے میں آٹھ آنے

1۔ موجودہ صورت حال 2۔اقتصادی 3۔موجود 4۔بھلا 5۔کارکن 6۔مقصد 7۔پختگی 8۔بھلا

آدشیہ [1] دینا چاہیے۔ یدی کسان اس سے ادھک دے سکیں تو دیں، لیکن اتنا ضرور دیں۔ کنتو ایک اُور تو ہمارے زمیندار اس سے ادھک وصول کرنے پر تلے ہوئے ہیں، دوسری اُور ہمارے کاریہ کرتا، جن میں کچھ بڑے بڑے نام بھی ہیں، مہاتما جی کے آدیشوں [2] پر دھیان نہ دے کر کسان بھائیوں کو اپنا شکار بنا رہے ہیں۔ ان ویرپُرشوں [3] میں ہوڑ سی لگی ہوئی ہے کہ کون گرم سے گرم بات کہہ کر جنتا پر اپنے نیتر تو [4] کا سکہ جما دے۔ سچا لیڈر ہم اسے کہیں گے جو دیش کو دھرم کے راستے پر چلائے جس کے کرم اور وچن میں کوئی انتر نہ ہو، جو بھیتر سے ویسا ہی ہو، جیسا باہر سے۔ بار بار کہنا کہ ہمیں یدھ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ مانو سمجھوتے کی مہلت کیول اس لیے ملی ہے کہ یدھ کی تیاری کی جائے، دیش کو دھوکا دینا ہے۔ دیش کو بھارتیہ چرچلوں اور راتھر میردں سے بچانے کی ضرورت ہے، ورنہ یہ لوگ سوراجیہ سنگرام [5] کو رکت مے بنا کر اسے بدنام کر دیں گے اور سنسار کی سہانو بھوتی کھو بیٹھیں گے۔ دھرم یدھ کی جیت، دھرم کو مضبوط پکڑے رہنے میں ہے۔ جنتا سُیم وچار کرنے کی شکتی نہیں رکھتی۔ جن تنتر میں بھی راشٹر کی باگ ڈور گنے گنائے ہاتھوں میں ہی رہتی ہے۔ اسے جس راستے میں لگایا جائے، اسی پر چلنے لگتی ہے۔ ضرورت ہے واتاورن کو شانت بنانے کی۔ زہریلے واتاورن کا پری نام ابھی ہم کانپور میں دیکھ چکے ہیں۔ دیش کو جل کی ضرورت ہے، اگنی کی نہیں۔ آگ لگا کر جلانے کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ کرانتی کرانتی کی دُہائی دے کر، وکتر تاؤں میں ہنسا کی پُٹ دے کر، جو شیلے اور اوُور درشی [6] کاریہ کرتاؤں کی پیٹھ ٹھونک کر، دیش میں جو آگ لگائی جا رہی ہے، اس کا پری نام اچھا نہ ہوگا۔ گھریلو یدھ سے گھاتک کوئی یدھ نہیں ہوتا اور اُپدرو ہو جانے پر اس سے اپنا سوارتھ سدھ کرنے والے، جلتے ہوئے گھروں سے اپنے ہاتھ سینکنے والے کتنے آدمی کہاں سے نکل آتے ہیں، یہ ہم سبھی جانتے ہیں۔ ہم دیش کو اس پرستھتی سے نکالنا چاہتے ہیں کیونکہ ہم نے اب تک جو کچھ کیا ہے، شانت رہ کر ہی کیا ہے اور آگے بھی جو ہماری جیت ہوگی آہنسا کے بل سے ہوگی۔ ہنسا کا بھوت ہمارے سر سوار ہوا اور ہمارا سروناش [7] ہوا۔ کیول موکھک [8] آہنسا سے کام نہیں چل سکتا۔ ہمیں منسا، واچا کرن آہنسا کا انویائی [9] ہونا پڑے گا۔ یہ کہنا کہ ہمارا سروناش تو پہلے ہی ہو چکا ہے،

1۔ضروری 2۔فرمانوں 3۔بہادرلوگوں 4۔رہنمائی 5۔جنگ آزادی 6۔دوراندیشی 7۔مکمل تباہی 8۔زبانی 9۔پیرو

کانپور اس سرو ناش کی تازہ مثال ہے جو لوگ اس نرمیدھ کی آہتی بن گئے ہیں یا جن کا سروسولٹ چکا ہے اور جنھیں روٹیوں کا سہارا نہیں، ان سے پوچھو کہ اس دشا اور پوروودشا میں کیا انتر[1] ہے؟ ہمارا اپنے کسان بھائیوں سے یہی انورودھ ہے کہ وہ مہاتما جی کو اپنا سچا نیتا مانیں اور ان کے بتائے ہوئے مارگ سے جو بھر بھی وچلت نہ ہوں۔ غریبوں اور وچلوں[2] کا، مہاتما جی سے بڑا شبھ چنتک[3] سنسار میں دوسرا نہیں ہے۔ دوسرا کوئی آدمی اگر ان سے کچھ اور کہتا ہے، تو اس سے کہہ دیں، کہ پہلے آ کر ہماری طرح ہل میں جتو، پسینہ بہاؤ، ہماری ہی برادری کے ایک انگ بن جاؤ، تب ہم تمھاری سنیں گے۔ اپنی وکالت چلانے کے لیے آنے والے چناؤ میں ووٹ لینے کے لیے اتھوا اپنی ویو پسائے وردھی[4] کے لیے ہماری خوشامد نہ کرو۔ تم نٹی کی آڑ سے جو شکار کھیل رہے ہو اسے ہم خوب جانتے ہیں۔ جو لوگ محلوں میں رہتے ہیں، امیروں کی زندگی بسر کرتے ہیں، موٹر کے نیچے ایک قدم نہیں چل سکتے، جن کو بھوجن کے لیے تر مال چاہیے، وہ کیا جانیں کہ غریبوں پر کیا گزرتی ہے۔ وہ تو آگ لگا کر چل دیتے ہیں، گھر جلتے ہیں غریبوں کے۔ اس وقت اگر ہمارے کسان بھائی سوچ وچار سے کام نہیں لیں گے اور مہاتما جی کے مارگ[5] سے ہٹ جائیں گے، تو انھیں ہمیشہ کے لیے پچھتانا پڑے گا۔

جون 1931

1۔ فرق 2۔ بے قراروں 3۔ بہی خواہ 4۔ کاروباری ترقی 5۔ راستہ

مہاتما جی کی وِجے یاترا

مہاتما گاندھی جی کے روانہ ہوتے ہی سمست[1] بھارت ورش کی آنکھیں لندن کی طرف پھر گئی ہیں۔ مہاتما جی نے دکھا دیا کہ وہ راجنیتی میں بھی اتنے ہی کشل ہیں، جتنے سنگرام میں۔ کتنے ہی لال بجھکڑوں کو مہاتما جی کی راج نیتک وِویک شیلتا میں سندیہہ تھا۔ ان کا خیال تھا، مہاتما جی ساماجک اور دھارمک کشیتر کے لیے ہی بنائے ہیں۔ وہ saint ہیں اور راج نیتی سے انھیں کوئی لگاؤ نہیں۔ راجنیتی میں چالیں ہیں، تکڑم بازی ہے، آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے، کہنا کچھ اور، اور کرنا کچھ ہے۔ لیکن مہاتما جی نے سدھ[2] کر دیا کہ وہ راجنیتی میں بھی، دھرم نیتی[3] سے جو بھر بھی ادھر اُدھر نہیں ہوتے۔ سچ تو یہ ہے کہ مہاتما جی نے راج نیتی کو اس کی گندگیوں سے پاک کر دیا ہے۔ ان کی راج نیتی اور دھرم نیتی دونوں ایک ہے۔ یہی کارن ہے کہ وہ سمر میں جتنے دیر اور ساہسی ہیں، سندھی میں اتنے ہی دُور درشی اور درڑھ۔ ایسے وِرلے ہی ہوتے ہیں، جن میں یہ دونوں گن سمان روپ سے موجود ہوں۔ سادھارنتہ[4] سمر کا ویر سیناپتی[5]، جو بڑی بڑی سیناؤں کا سنچالن کرتا ہے، راج نیتکوں کی منڈی میں آ کر چکرا جاتا ہے۔ اسی طرح راجنیتی کا دُھرندھر پنڈت یدھ کشیتر میں جا کر اپنی آیوگیتا[6] کا پردرشن کرتا ہے۔ مہاتما جی کی دیا پک بدھی، دھرم اور سماج، سندھی اور سمر میں سمان روپ سے اپنا چمکتکار دکھاتی ہے۔

لیکن اس سے مہاتما جی کے سامنے جو کام ہے، وہ آسان نہیں ہے۔ لندن میں وہ گول میز کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے، ایسے ایسے چتر[7] کھلاڑیوں کے بیچ میں کھڑے ہوں گے، جنھوں نے راجیہ سنچالن کو جیون تو بنا لیا ہے۔ جہاں انگریزی سینا اپھل ہو گئی ہے، وہاں بہودھا

1۔ پورے 2۔ ثابت 3۔ اصول 4۔ عام طور سے 5۔ سپہ سالار 6۔ نااہلیت 7۔ چالاک

انگریزی ڈپلومیسی نے وجے پائی ہے۔ انگلینڈ میں اب مجوروں کا ادھیکار نہیں ہے۔ لیکن جب مجوروں کے ہاتھ میں پورا ادھکار تھا، اس سے بھی سامراجیہ وادیوں کا اتنا زور تھا کہ مجور سرکار ان کی اچھا کے وِرُدھ کچھ نہیں کر سکتی تھی، اور اب تو سر سیموئل ہور، لارڈ ریڈنگ، لارڈ پیل جیسے جیسے سجن کیبینیٹ میں ہیں، جنھیں بھارت سے اتنی ہی سہانو بھوتی ہے، جتنی سوامی کو سیوک سے ہوتی ہے۔ ایسی دشا میں مہاتما جی کا اُدیشیہ اگر سپھل ہو سکتا ہے، تو اسی طرح کہ راشٹر کی پوری شکتی مہاتما جی کے پیچھے ہو۔ ہم کو اتنی شنکا[1] انگریز منسٹروں سے نہیں، جتنی اپنے ہی بھائیوں سے ہے۔ انگریز دیاپاری ہیں۔ دیاپار ان کے جیون کے لیے انی وار یہ ہے۔ وہ کھیتی باڑی کر کے اپنا نرواہ نہیں کر سکتے۔ انھیں معلوم ہو گیا ہے کہ بھارت کو تلوار کے زور سے دبا کر وہ دیاپار نہیں کر سکتے، کیول راجیہ کرنے کا ویسن انھیں اپنے دیاپار کو چوپٹ کرنے، اپنے جیون کو خطرے میں ڈالنے اور اپنی ہستی مٹا دینے پر راضی نہیں کر سکتا۔ بالڈون ہوں یا چرچل، میکڈ ونیلڈ ہوں یا لائیڈ جارج، اس بات کو کوئی نہیں بھول سکتا کہ انگلینڈ کا دیاپار ہی اس کے پران ہیں اور جس دن انگلینڈ کا دیاپار نہ رہے گا اس دن انگلینڈ بھی نہ رہے گا۔ ہاں، ہمارے بھائیوں میں اب بھی ایک ایسا شکتی شالی سموہ[2] ہے، جو سوراجیہ سے ڈرتا ہے۔ اسے بھے ہے کہ سوراجیہ میں ہندو بہومت اسے پیس ڈالے گا۔ اس سے ہماری ساری کوشش اپنے مسلم بھائیوں کی سہانبھوبھوتی پراپت کرنے، ان کے دلوں سے شنکا اور اوشواس کو مٹانے میں لگنی چاہیے۔ یہی ہمارے راجنیتک اُدّھار کی کنجی ہے۔ کانگریس نے اس شنکا اور اوشواس[3] کے لیے کوئی استھان نہیں چھوڑا ہے، پھر بھی وہ پشاچ ابھی تک چھپا بیٹھا ہے اور جب اوسر پاتا ہے، کہیں نا کہیں اپنی پیشا چک لیلا دکھا دیتا ہے۔ مسلمانوں میں اس وقت کوئی نیتا نہیں ہے۔ جتنے نیتا ہیں وہ ایک ایک ٹکڑی کے نیتا ہیں۔ مولانا حسرت موہانی پر ادھیکانش مسلم جنتا کو وشواس ہے، پر مولانا اتنی جلد جلد پہلو بدلتے ہیں، کبھی پکّے راشٹر وادی بن جاتے ہیں، کبھی پکّے مسلم لیڈر، کہ مسلم جنتا انھیں پہیلی سمجھتی ہے۔ ایسی بن دولہا کی بارات کس اوسر پر کیا کرے گی، نہیں کہا جا سکتا۔ انھیں سمجھادیں تو کیسے، ان کے ساتھ شرطیں کریں تو کیسے۔ سبھی اپنی اپنی ڈپلی الگ الگ

1۔ اندیشہ 2۔ طاقتور گروہ 3۔ غیر اعتمادی

بجا رہے ہیں۔ اسے سویکار[1] کرنے میں ہمیں آپتی[2] نہ ہونی چاہیے کہ مسلم بھائیوں کی یہ شدکا تھا اوشواس کیول ڈر اگرہ کے کارن نہیں ہے اس کا کارن وہ بھید بھاؤ، وہ چھوت وچار، وہ پرتھکتا ہے، جو دُربھاگیہ سے ابھی تک اپنے پورے زور کے ساتھ راج کر رہی ہے۔ جب ہندو، ایک مسلمان کے ہاتھ کا پانی نہیں پی سکتا، تو مسلمان کو کیسے اس پر وشواس ہو سکتا ہے؟ وہ کیسے اس کو اپنا متر اور ہت چنتک[3] سمجھ سکتا ہے؟ کچھ پڑھے لکھے مسلمان انگلیوں پر گننے لائق ایسے ملیں گے، جو سمجھتے ہیں کہ یہ بھید بھاؤ نفرت کے کارن نہیں، اس لیے نہیں، کہ ہندو مسلمان کو نیچا سمجھتا ہے، بلکہ اس لیے کہ یہ بھید بھاؤ کا بھوت اس کے سر پر ہزاروں برس سے سوار ہے، جو اپنے سَودھرمیوں سے بھی اتنا ہی پرتھک[4] رکھے ہوئے ہے، جتنا انیہ دھرم والوں سے۔ برہمن کو ایک کائستھ کے ہاتھ کا بھوجن اکھادیہ ہے۔ نہیں، ایک پرانت کے برہمن کے لیے دوسرے پرانت کے وپر جی کے ہاتھ کا بھوجن ورجت ہے۔ یہاں تک کہ ایسے ایسے کلین بھی پڑے ہوئے ہیں، جو اپنے ہاتھ کے سوا اور کسی کے ہاتھ کا پکایا بھوجن کھا ہی نہیں سکتے، چاہے بھوکوں مر جائیں۔ ہندو اس بھنتا کو سمجھتا ہے اور اسے اس کے سہنے کی عادت پڑی ہوئی ہے، وہ کسی ورگ کا ہو، اسے بھی کسی نہ کسی کو اچھوت سمجھنے کا گورول ہی جاتا ہے، لیکن آج مسلمان اس فلاسفی کو نہیں سمجھ سکتا۔ وہ تو یہی جانتا ہے کی ہندو اسے نیچا سمجھتے ہیں اور یہ کوئی بھی آتم سمان[5] رکھنے والی جاتی نہیں سہہ سکتی۔ ایسے وچاروں کو رکھتے ہوئے کوئی راشٹر نہیں بن سکتا اور اگر کچھ دنوں کے لیے بن بھی جائے، تو ٹک نہیں سکتا۔

ستمبر 1931

1۔ قبول 2۔ پریشانی 3۔ خیر خواہ 4۔ علیحدہ 5۔ عزت نفس

نیا پریس بل

سرکار نے سماچار پتروں کے لیے ایک نیا دنڈ ودھان سوچ نکالنا۔ کرانتی کاریوں کی اماشیہ لیلاؤں کو روکنے کے لیے یہی اُپائے[1] سب سے سرل[2] سمجھا گیا ہے۔ سرکار کا کتھن ہے کہ سماچار پتروں میں اتیجنا[3] پیدا کرنے کے لیے لیکھ نکلتے ہیں، ہتیا کاریوں کی تصویریں چھپتی ہیں۔ اور اَپرتیکش[4] روپ سے ان کی پرشنسا[5] کی جاتی ہے۔ یدی ایسے سماچار پتر ہیں اور اس میں سندیہ نہیں کہ ہیں، تو ان کے ساتھ قانونی برتاؤ ہونا چاہیے۔ اس وقت بھی جو قانون موجود ہے، اس کے دُوارا سرکار ایسے پتروں کی زبان بند کرسکتی ہے، اس کی ہستی مٹا سکتی ہے۔ لیکن ایک نیا قانون بنا کر ادھیکاریوں کو یہ ادھیکار دے دینا کہ وہ جس پتر کو چاہیں، کچل ڈالیں اور سرکاری نیتی کی شیکش[6] آلوچنا کرنے کے لیے بھی پتروں کو دنڈ دے سکیں، خطرے کی بات ہے۔ اور یہ قانون اس وقت بنایا جارہا ہے، جب بھارت کو سوراجیہ دینے کی بات چیت ہورہی ہے۔ اس وقت تو کہا جارہا ہے، ذمہ دار پتروں کو اس ودھان سے ڈرنے کا کوئی کارن نہیں ہے، لیکن ادھیکاریوں کو کوئی ادھیکار دے کر یہ آشا کرنا کہ وہ اس کا دیوہار سوچ سمجھ کر کریں گے اور اپنی کار گزاری دکھانے کے لیے نرپرادھیوں[7] پر بھی آگھات نہ کر بیٹھیں گے، تجربہ سے غلط ثابت ہوا ہے۔ مہاتما گاندھی سے بڑا اَہنسا وادی ویکتی اور کون ہوگا، پر انھوں نے بھی اس ودھان کا وِرودھ کیا ہے اور اسے بھارتیہ جن مت[8] کے وکاس[9] میں بادھک[10] سمجھا ہے۔ ادھیکاریوں کو قانون کی سروشکتی ماننا پر اکھنڈ وشواس[11] ہے۔ وہ قانون کی نرتھکتا کو آنکھوں سے نتیہ دیکھ دیکھ کر

1۔ حل 2۔ آسان 3۔ ورغلانا 4۔ بلاواسطہ 5۔ تعریف 6۔ غیر جانبدارانہ 7۔ بے قصوری 8۔ رائے عامہ 9۔ مخص
10۔ ترقی 11۔ رُکاوٹ 12۔ یقین

بھی کوئی اُپدیش [1] نہیں گرہن [2] کرتے۔ روز نئے نئے قانون بنتے ہیں اور روز نئے نئے اپرادھوں کا آوشکار [3] ہوتا ہے اور یہ ہوڑ برابر چلی جاتی ہے۔ مگر جیسے باہری لیپ تھوپ سے کمزور دیوار نہیں سنبھل سکتی۔ اسی بھانتی وشمتا سے بھرا ہوا سماج قانونوں سے سوستھ [4] نہیں رہ سکتا۔ چوری، ڈاکہ، جال، ہتیا ان سبھی اپرادھوں کا کارن ساماجک ویشمیہ ہے۔ جب اس ویشمیہ میں جاتی دُویش مل جاتا ہے، تو اس کا روپ اور بھینکر ہو جاتا ہے۔ کوئی بھی سمجھدار آدمی ہتیا کاریوں کی پرشنسا نہیں کر سکتا۔ سنسار میں اس سے بڑی بھول نہیں ہو سکتی کہ ہتیاؤں سے کسی دیش کا اُدھار ہو سکتا ہے۔ لڑائی سے لڑائی کا انت ہو سکتا، تو آج سنسار میں شانتی کا راجیہ ہوتا ہے۔ لڑائی اور دُویش کو پریم ہی جیت سکتا ہے۔ پریم، شکتی کا سنچے کیے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اہنسا کاَروں [5] کا کرتویہ نہیں، مہان بلوانوں کا کرتویہ ہے۔ پریم وہی کر سکتا ہے جو شکتی مان ہو۔ چاہے وہ شکتی آتما کی ہو یا دیہہ کی۔ ان اپرادھوں کا دمن کرنا سرکار کا ہی دھرم نہیں، راشٹر کا دھرم بھی ہے، کیونکہ ایسے کرتیوں سے راشٹر کو ہانی پہنچتی ہے۔ اس کے نام میں ہی کلنک نہیں لگتا، اس کا بھوشیہ بھی اندھکار میں پڑ جاتا ہے۔ جب تک ہماری منوروتی ایسی رہے گی کہ ایسی ہتیاؤں کی گپت روپ سے پرشنسا کرتے رہیں، کسی انگریزی یا ہندستانی کرمچاری کی ہتیا کی خبر سنتے ہی پھڑک اٹھیں، پتر کھول کر پہلے یہی دیکھیں کہ کہیں کوئی ہتیا ہوئی یا نہیں، اس وقت تک ہتیاؤں کا انت نہیں ہوگا۔ ہمارا ایسا وشواس ہونا چاہیے کہ دویش سے ہنسا کرنا ہی دھرم وِرُدھ نہیں اس کی پرتیکش یا اُپرتیکش روپ سے سراہنا کرنا بھی دھرم وِرُودھ ہے۔ راشٹروں میں لڑائیاں ہوتی ہیں۔ وہ کھلم کھلا، للکار کر ہوتی ہیں۔ کشاتر دھرم میں ویسی لڑائی کے لیے استھان ہے۔ ویرتا کی پرشنسا کی گئی ہے اور کی جائے گی۔ پر، چھپ کر استری پرش، بال، وِرُودھ [6] کی ہتیا کرنا اتینت [7] گھرنت ہے اور جو منوروتی ایسے کام کی تعریف کرتی ہے، وہ نسندیہہ اسوستھ [8] ہے۔

ستمبر 1931

1۔ پیغام 2۔ قبول 3۔ ایجاد 4۔ صحت مند 5۔ بزدلوں 6۔ بوڑھے 7۔ بہت زیادہ 8۔ غیر صحت مند

سرکاری خرچے میں کفایت

گھر میں آگ لگی ہوئی ہے اور سرکار کفایت کرنے کے منصوبے باندھ رہی ہے۔ مہینوں کمیٹی نے وچار کیا، مہینوں گورنمنٹ وچار کرے گی، تب مہینوں کے بعد کفایت شروع ہوگی اور کفایت بھی کیا؟ چھوٹے چھوٹے عملے نکال دیے جائیں گے، اونچے عہدے دار چین کرتے رہیں گے۔ راشٹر آخر اسی لیے تو ہے، کہ وہ مرے اور سرکاری کرمچاری چین کریں۔ اگر آمدنی میں کمی ہو رہی ہے، تو کوئی چنتا کی بات نہیں۔ من مانے کر بڑھائے جاسکتے ہیں۔ ریل کا کرایہ چوگنا کردو، جسے ہزار بار غرض ہوگی، سفر کرے گا۔ ڈاک کے محصول چوگنے کردو، جسے ہزار بار غرض ہوگی ڈاک خانے میں جائے گا۔ آخر ڈاک کا کام تو رک نہیں سکتا۔ ابھی کروڑ ڈھی کے لیے بہت بڑی گنجائش ہے۔ 100 روپے سال کی آمدنی پر بھی کر لگایا جاسکتا ہے۔ پر جا روئے گی، روئے، سرکار کا خرچ تو پورا ہو جائے گا۔ غریب سے غریب ملک کا خرچ امیر سے امیر ملک سے بڑھ نہ جائے، تو بات ہی کیا رہی۔ آخر بھارت کو معلوم کیسے ہوگا کہ ہم پرادھین ہیں۔ انگلینڈ کا بادشاہ اپنے خرچ میں کمی کردے، آناً فاناً وزیر سے لے کر نیچے تک پندرہ فیصدی ویتنوں میں کمی ہو جائے، پر بھارت میں عہدیداروں کا ویتن کیسے گھٹایا جاسکتا ہے؟ اس کا نام لینا بھی جرم ہے۔ بھلا فوج کے خرچ میں اس سے زیادہ کمی کیا ہوسکتی ہے! اسٹیشنری کا خرچ کم کردیا، بجلی کا خرچ کم کر دیا ہے، اب اور کیا چاہیے۔ ادھر پرجا ہے کہ بھوکوں مر رہی ہے، نہ کھانے کو ان ہے، نہ تن ڈھکنے کو وستر۔ جو کچھ اُپج ہوئی تھی وہ لگان میں گئی۔ کتنے ہی گھروں میں تو لوٹا تھالی اور گہنے تک اور زیور لگان کی بھینٹ ہو گئے۔ پر خرچ میں کمی نہیں ہوسکتی۔ غریبوں کو ایک جون بھی جوار کی روٹی نہ میسر ہو، پر ہمارے صاحبوں کو مکھن اور انڈے اور شراب اور انگور انار دن میں پانچ بار چاہیے۔ سنسار مرے، ہم تو جیتے ہیں۔ یہی نیچ سمجھی سمجھتا ہے۔ کتنا دکھ ہوتا ہے، جب ہم دیکھتے ہیں، کہ ہماری

سرکار کو دیش کی پرستھتی کی بالکل چِنتا نہیں۔ اسے تو ڈنڈے کا بل ہے۔ کسان آپ مرے گا اور لگان ادا کرے گا، ورنہ ڈنڈے سے خبر لی جائے گی۔ اسے اتنا ہی زندہ رہنا چاہیے کہ وہ مر کر کھیت جوت بو سکے۔ اس سے زیادہ زندہ رہنے کی اُسے ضرورت نہیں۔ ایشور کی دیا سے آبادی بھی کم نہیں۔ اگر دس پانچ کروڑ آدمی مر بھی جائیں، تو کیا چِنتا[1]۔ زمین پرتی نہیں رہ سکتی، اور لگان پھر بھی وصول ہو ہی جائے گا، کر مل ہی جائے گا۔ اگر کمی کی ایسی ہی ضرورت ہوگی تو مدرسے توڑ دیے جائیں گے، شفا خانے بند کر دیے جائیں گے یا لڑکوں کی فیس دوگنی کر دی جائے گی، اور شفا خانے دواؤں کی دکان بنا دیے جائیں گے۔ بیماری کے لیے تو کہیں کھوجنے نہیں جانا ہے، اور لڑکے بھی مدرسے آویں گے ہی۔ اور نہ آویں تو سرکار کا کیا بگڑتا ہے۔ اس سے لگان اور کر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

اگر یہ وشانہ ہوتی تو سوراجیہ کی کامنا[2] خواہش ہی کیوں جنم لیتی۔

اکتوبر 1931

1۔ فکر 2۔ خواہش

بنگال آرڈی نینس

بنگال آرڈی ننس پاس کر کے سرکار نے وہی کیا، جو بم بازوں کی اچھا تھی۔ بم باز یہی تو چاہتا ہے کہ سرکار کو ایسے ایسے اتیاچار کرنے پر اُتیجت [1] کیا جائے، کہ جنتا انھیں اپنا دشمن سمجھنے لگے۔ اس قانون نے یہ اُدّیشیہ پورا کر دیا۔ پولس شبہہ میں نر پرادھیوں [2] کو پکڑے گی ہی۔ نتیجہ یہ ہوگا، کہ جو لوگ اس پارٹی سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے، وہ بھی سرکار کے وِرُودھی ہو جائیں گے۔ بم باز تو اپنے کو چھپائے رکھتا ہے۔ کھٹکا دیکھتے ہی چمپت ہو جاتا ہے۔ پکڑے جاتے ہیں وہ جو لگن کے ساتھ راشٹر یہ کام کرتے ہوتے ہیں، اور جن سے پولس چونکتی رہتی ہے۔ اس لیے یہ قانون بم بازوں کا انت نہ کر سکے گا، ہاں کانگریس اور اسی ادیشیہ [3] سے کام کرنے والی دوسری سنستھاؤں [4] کا انت کر دے گا۔ ادھر کئی مہینوں سے بم بازوں کی اُگرتا [5] اور سرکار کا صبر دیکھ دیکھ کر جنتا کو سرکار سے سہانوبھوتی ہونے لگی تھی، لیکن اس قانون نے آکر اس اسپرٹ کا گلا گھونٹ دیا۔ بم بازوں تک تو ہماری آواز پہنچ ہی نہ سکے گی، لیکن اگر ان میں نیتی اور دھرم کا پورن روپ سے لوپ نہیں ہو گیا تو انھیں اپنے کرتیوں کے پھل سوروپ نر پرادھیوں کو پرتاڑت ہوتے دیکھ کر لجت ہونا چاہیے۔ دو چار کرمچاریوں کی ہتیا کر کے وہ چاہے اپنے کو وجئی [6] سمجھ لیں، لیکن بھارتھ میں ان کے ہاتھوں راشٹر کا جو اہت [7] ہو رہا ہے، اس کا انومان کرنا کٹھن ہے۔ یہ نہ تو بہادری ہے، اور نا ایمانداری، کہ تم تو آگ لگا کر دور کھڑے ہو جاؤ اور گھر دوسروں کا جلے۔ سنسار پر آج بھی پریم اور ستیہ کا راجیہ ہے۔ آج بھی انیائے کو نیائے کے سامنے سر اٹھانے کا ساہس نہیں ہوتا۔ مہاتما جی نے پریم اور آہنسا کا بل پر درشت [8] کر کے سارے سنسار کو چکت کر دیا ہے۔ اگر ابھی ان شستروں سے ہم وجے نہ پا سکے تو اس کا یہ کارن نہیں ہے کہ وہ شستر دوشت ہے، بلکہ یہ کہ ہم ہنسا بھاؤ کو دل سے نکال نہیں سکے۔ ہنسا سے ہنسا اور آہنسا سے آہنسا اُتپن ہوتی ہے۔ یہ دھرو ستیہ ہے اور اس پراکرتک نیم کو یاد رکھنا بلوانوں کے لیے جتنا آوشیک ہے، اتنا ہی سرکار کے لیے بھی ہے۔

دسمبر 1941

1۔ اکسانا 2۔ بے قصور مجرم 3۔ مقصد 4۔ تنظیموں 5۔ انتہا پسندی 6۔ فاتح 7۔ نقصان 8۔ ظاہر

گول میز سبھا کا وِسرجن

گول میز سبھا جس طرح پہلی بار گپ شپ کر کے سماپت ہوگئی، اسی طرح دوسری بار بھی گپ شپ کر کے سماپت ہوگئی۔ سماپت کیوں ہوئی، ابھی کچھ اور گپ شپ ہوگی اور یہ سلسلہ شاید دو چار سال چلے گا۔ کمیٹیوں اور تحقیقاتوں سے اصلی بات کو ٹالتے رہنا راج نیتی کی پرانی چال ہے اور وہ اس وقت بھی چلی جارہی ہے۔ جہاں کسی بات کی شکایت پیدا ہوئی اور اس شکایت نے زور پکڑا کہ فوراً وہ تحقیقاتی کمیٹی بنادی گئی۔ شکایت کرنے والوں میں، جن کی آواز سب سے اونچی تھی، انھیں اس تحقیقاتی کمیٹی میں شریک کرلیا گیا۔ سال دو سال تحقیقات میں لگے، تب تک وہ شکایت کچھ ٹھنڈی پڑ گئی۔ اگر کمیٹی نے زوردار شفارشیں کیں، تو ان پر وچار کرنے کے لیے کمیٹی اور بنادی گئی۔ جب نوکرشاہی کچھ کرنا نہیں چاہتی، کیول بہانوں سے کام لینا چاہتی ہے تو وہ فوراً تحقیقات شروع کردیتی ہے۔ ایسی ایسی موٹی باتوں کی تحقیقات ہونے لگتی ہے، جنھیں ایک ایک بچہ جانتا ہے۔ اور کمیٹی کے قائم ہونے سے اس کی رپورٹ چھپنے اور اس پر وچار ہونے تک، یا تو یہ بات ہی پرانی ہوجاتی ہے، یا پبلک کا دھیان دوسری باتوں کی اُور چلا جاتا ہے۔ گول میز میں بھی یہ ابھنے ہوا۔ مانگا تو جارہا تھا سوراجیہ انگریزی راجیہ کی جنتا کی ہی یہ مانگ تھی، مگر فیڈریشن کا سوانگ کھڑا کر کے اس میں راجاؤں کو شریک کر کے خوامخواہ ایک الجھن ڈال دی گئی۔ سوراجیہ کا معاملہ پیچھے دب گیا۔ اب فیڈریشن کا شور سنائی دینے لگا۔ راجے ادھک تر دقیانوسی وچاروں کے ہیں ہی، سرکار کا ان کے اوپر دباؤ بھی بے ڈھب ہے، اس لیے برٹش انڈیا کی بڑھتی ہوئی سوراجیہ کی اِچھا کو پیچھے روکے رکھنے کے لیے فیڈریشن کا سوانگ کھڑا کردیا گیا۔ چار چھ سال تک تو

معاملہ یوں ہی ٹل گیا، مگر سچ پوچھیے، تو یہ اسکیم ہی بچوں کا تماشا تھی۔ انگریزی سرکار اصلی ادھیکار چھوڑنا نہیں چاہتی۔ فوج اور مال اور بڑی ویوستھا پک سبھا کی ذمہ داری دینے پر تیار نہیں ہے، تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا، اس بیتا بحث کرانے کا مقصد ہی کیا تھا۔ کہا جاتا ہے، تم لوگ آپس میں خود تصفیہ کرلو، جو چاہو وہ ہم دے دیتے ہیں۔ یہ گول میز سبھا ہوئی ہی کیوں؟ لبرلوں کی مانگیں معلوم تھیں ہی، مسلمانوں کی مانگیں بھی معلوم تھیں ہی، کانگریس نے بھی اپنی شرط پر کاشت[1] کر ہی دی تھی، تو پھر وہ کون سی جماعت تھی، جس کی رائے لینے کے لیے گول میز سبھا کی گئی۔ واستو[2] میں گول میز سبھا کانگریس آندولن کا نتیجہ تھی، پر اس کا اُدیشیہ کانگریس کی شرطوں پر وچار کرنا نہیں، بلکہ بھن بھن[3] دلوں کے پرتی ندھیوں[4] کو جمع کرکے ان میں جو مت وِردھ ہے، اس کا پردرشن[5] کرنا تھا۔ بھارت میں اُن بھن بھن دلوں کا کوئی اثر نہ ہو، کوئی گنتی نہ ہو، نا ان کے انویائیوں[6] کی کچھ سنکھیا ہو، پر انگلینڈ میں انھیں وہی مہتو دیا گیا، جو کانگریس کا تھا۔ اتنے آدمی جمع ہی کیوں کیے گیے؟ بھن بھن وچاروں کے ویکتیوں کو جمع کرکے یہ آشا کرنا کہ وہ آپس میں مل کر سمجھوتہ کریں گے، دُوراشا ماتر ہے۔ کانگریس نے جو سنگرام چھیڑا تھا، وہ کسی جاتی وشیش، یا ورن وشیش کے ہت کے لیے نہیں چھیڑا تھا۔ وہ راشٹر کی اُور سے سبھی جاتیوں اور ورنوں کے ہت کو سامنے رکھ کر لڑنے کھڑی ہوئی تھی۔ اسی لیے اس میں ہر ایک جاتی اور ان کے آدمی شریک تھے۔ جہاں تک سوراجیہ کا سمبندھ ہے، کانگریس ہی راشٹر تھی۔ اور کسی دل نے تو انگلی تک نہ اٹھائی۔ دھن، جان، کانگریس نے بلیدان کیے پر جب سمجھوتے کا سمے آیا، تو کانگریس بھی اس لاٹھی سے ہانک دی گئی، جس لاٹھی سے اور دل والے ہانکے گیے۔ کانگریس کو راشٹر نہ سمجھ کر کئی دلوں میں سے ایک سمجھا گیا۔ کانگریس نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ گول میز میں کچھ ہونا ہوانا نہیں ہے۔ لیکن چونکہ کئی نیتاؤں کا آگرہ[7] تھا اور انھیں وشواس تھا کہ انگلینڈ سچے دل سے نیائے کرنا چاہتا ہے، اس لیے کانگریس نے مہاتما گاندھی کو وہاں اپنا پرتی ندھی بنا کر بھیجنا سویکار کرلیا۔ لیکن اسے شروع سے سبھا کے سپھل ہونے میں سندیہہ تھا اور اس کا سندہ ستیہ نکلا۔ اب کانگریس کے اوپر یہ دوش نہیں لگایا جاسکتا کہ اس نے مصالحت سے کام لینے کے بدلے ضد سے کام لیا۔ مہاتما گاندھی شانتی

1۔ شائع 2۔ حقیقت 3۔ مختلف 4۔ نمائندوں 5۔ اظہار 6۔ مقلدوں 7۔ درخواست

کے اپاسک ہیں۔ مصالحت کے کام لینے میں وہ جتنا دبے اور جھکے، اس نے وِرُودھیوں کو بھی ان کے شانتی پریہ ہونے کا وشواس دلا دیا اور یدیپی ابھی کوئی پرتیکش پھل نہیں نکلا، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مہاتما گاندھی کا جانا بیکار رہا۔ انگلینڈ کا سب سے کٹر دل بھی کیندریہ اتردائتو[1] سویکار کرنے پر بادھیہ[2] ہوا، مگر کسی وستو کو آدرش روپ مان لینا اور بات ہے اور اسے ویوہار میں لانا اور بات۔ ایسا انومان ہوتا ہے کہ کانگریس نے پچھلے سال جو تپسیائیں کی ہیں، وہ اچھت وردان[3] کے لیے کافی نہ تھیں اور ابھی اسے اور تپسیا کرنی پڑے گی۔

دسمبر 1931

1۔ مرکزی ذمہ داری   2۔ مجبور   3۔ مرضی کے مطابق

دمن کی سیما

کانگریس سوراجیہ مانگتی ہے۔ سرکار سوراجیہ دینے کو تیار ہے۔ تو پھر یہ دمن کیوں؟ یہ ستیاگرہ کیوں؟ یا تو کانگریس سوراجیہ نہیں، کچھ اور مانگتی ہے، یا سرکار سوراجیہ نہیں کچھ اور دینا چاہتی ہے۔ آیئے اس پرشن کو دیکھیں۔

کانگریس کے سوراجیہ مانگنے کا کیا اُدیشیہ ہے؟ کیا کیول ادھیکار یا عہدے؟ہم زور دے کر کہہ سکتے ہیں کہ کانگریس ادھیکار یا عہدے نہیں چاہتی، وہ شاسن کی وبھوتیوں میں حصہ بنانے کی اِچھک نہیں ہے۔ وہ کیول دیش کو سکھی دیکھنا چاہتی ہے۔ دیش میں آدھے آدمی بیکار پڑے ہوئے ہیں۔ سو میں نوے آدمیوں کو پیٹ بھر کر بھوجن نہیں ملتا، سو میں نوے آدمی لکھ پڑھ نہیں سکتے۔ اور اس لیے وہ جو تھوڑا بہت کماتے بھی ہیں، اسے نشچنت[1] ہو کر کھا نہیں سکتے۔ کہیں ساہوکار ان کے منھ کا کور چھین لیتا ہے، کہیں پولس۔ کانگریس کو اگر وشواس ہو جائے کہ دیش کے لیے جو ویوستھا گڑی جارہی ہے اس سے کیا اُدیشیہ پورا ہو جائے گا۔ تو وہ آج ہی سرکار کے ساتھ سہیوگ[2] کرنے لگے، پر اسے یہ وشواس[3] کیسے ہو؟

کانگریس یہی آشواسن چاہتی ہے۔ سرکار موکھک آشواسن تو دیتی ہے۔ پر جب اس پر عمل کرنے کا سمے آتا ہے۔ تب طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کی جانے لگتی ہیں، جس سے کانگریس کو سرکار کے ارادوں پر سندیہہ ہونے لگتا ہے۔ کانگریس کی یہ کمزوری کہو یا طاقت کی وہ راجنیتی کی الجھنوں سے گھبراتی ہے۔ وہ افسر میں افسری کا بھاو نہیں، سیوا کا بھاو دیکھنا چاہتی ہے۔ ہم یہ بھی مانے لیتے ہیں کہ اسے دھیریہ نہیں، وہ جلد سے جلد دیش کا اُدھار کرنا چاہتی ہے۔ ہم یہ چاہے

1۔ مطمئن 2۔ مدد 3۔ یقین

اس جلد بازی سے ان لوگوں کے سوارتھ کو ہانی ہی کیوں نہ ہو جو ورتمان پرستھتی سے لابھ اٹھا رہے ہیں۔ اس کا کارن یہ کداپی[1] نہیں ہے، کہ کانگریس ورتمان سوارتھوں کو کچل کر خود ادھیکار کا بھوگ کرنا چاہتی ہے بلکہ راشٹر کی دشا واستو میں اتنی شوچنیہ ہوگئی ہے کہ اس کے اُدھار میں ایک دن کا ولمب[2] ایک ایک یگ کے سامان ہے۔

پرجا بھوکوں مر رہی ہے، ہمارے ودھاتاؤں کو اپنے حلوے مانڈے میں رتی بھر کی کمی سویکار[3] نہیں ہے۔ سب خرچ جیوں کا تیوں چل رہا ہے۔ پرجا کے پاس لگان دینے کو کچھ نہ ہو۔ مگر سرکار اپنا لگان وصول کر کے ہی چھوڑے گی۔ چاہیں کسان بک جائے تباہ ہو جائے، چاہے اس کی زمین بے دخل ہو جائے، اس کے برتن، بھانڈے، بیل، بدھیے، اناج، بھوسا سب کا سب بک جائے۔ آتم رکشا پرکرتی کا نیم ہے۔ کسان بھی پرکرتی کا ہی ایک انش ہے۔ وہ بھی چاہتا ہے کہ پہلے اپنے کھانے بھر کو سورکشت رکھ لے تب چاہے لگان دے۔ یا ساہوکار کا رن چکا دے۔ مگر ودھاتا اپنا کر کسی طرح نہیں چھوڑ سکتے۔ ان کے خیال میں سرکار پرجا کے لیے نہیں، بلکہ پرجا سرکار کے لیے ہے۔ سرکار کا شاسن رہے گا اور اسی شان سے رہے گا۔ پرجا سے اسے کوئی مطلب نہیں۔ خرچ میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی، یا ہو بھی سکتی ہے تو برائے نام۔ پرجا پر کر بڑھا کر شاسن کا خرچ وصول کر لیا جائے گا۔ پرجا کے رہنے کو جھونپڑے میسر نہیں سرکار کو نئی دلّی بنوانے کی دھن ہے، پرجا کو روٹیوں کا ٹھکانہ نہیں، ادھیکاریوں کو دس دس اور پانچ پانچ ہزار ویتن آوشیہ ملنا چاہیے کمی پوری کرنے کے لیے بیس مارگ ہیں۔ ریل اور ڈاک محصول بڑھایا جا سکتا ہے۔ انکم ٹیکس بڑھایا جا سکتا ہے۔ مال پر محصول بڑھایا جا سکتا ہے۔ خرچ بدستور رہے گا۔ اس میں کمی نہیں ہو سکتی۔ اس سرکاری نیتی سے کانگریس کا آشواسن نہیں ہو سکتا اور نہ ہونا چاہیے۔ سرکاریوں تو جنتا کے ہت سادھن کا راگ آلاپتے نہیں تھکتی۔ لیکن جب اس کو پریچے دینے کا سمے آتا ہے تو بغلیں جھانکنے لگتی ہے۔ گول میز سبھا میں بھی ودھاتاؤں کو اس کی فکر نہ تھی کہ پرجا کی دشا کیوں کر سدھاری جائے۔ بلکہ یہ فکر تھی کہ کانگریس کی شکتی کیوں کر توڑی جائے کانگریس کے پروگرام نے پرجا کو کیندرت کر دیا تھا۔ کانگریس نے شاید پہلی بار پرجاہت کو اپنا مکھیہ اُدیشیہ بنایا تھا۔ جو لوگ

1۔ ہرگز 2۔ دیر 3۔ قبول

ورتمان انیتی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، انھوں نے کانگریس کی شکتی توڑنے میں راج نیتی کا پورا زور لگا دیا اور الپ سنکھیک[1] بھائیوں کا ایک سنگھ بنا ڈالا، جو بہومت[2] کو الپ مت کر دیتا ہے۔ بہومت کے وِرُدھ الپ مت والوں کو کچھ نا کچھ اسنتوش رہنا سوابھاوک ہے۔ اس بھاوَنا کو خوب اُتیجت کیا گیا اور سنگھ کا نرمانْ ہوا۔ اگر وہ سنگھ ودھان سپھل ہو جاتا ہے۔ اور لکشن کہہ رہے ہیں آ وشیہ سپھل ہوگا۔ تو بہومت کی شکتی ٹوٹی رکھی ہے اور بہومت کے پرتی ندھیوں کا دعوی کرنے والی کانگریس چاہیں نہ شکست نہ ہو جائے پر اس کے پر بھاوَ اور وستار[3] میں کمی آجائے گی۔

اور یہ چالیں کیوں چلی جا رہی تھی؟ کیول اس لیے کہ پرجا کی وکالت کرنے والی سنستھا کانگریس کو اپنگ کر دیا جائے۔ گوروں کی ساری کوشش کانگریس کے وِرُدھ دل بندی میں لگتی رہی۔ مسلمان بھائیوں کو اس طرح سنگٹھن کرنے کی آیوجنا بنائی جاتی رہی، کہ اونچی جاتی والے ہندو الگ ہو جائیں اور الپ مت میں ہو جائیں۔ نہ جانے کس ترک سے یہ سوچ لیا گیا ہے کہ کانگریس ہندوؤں کی سنستھا اور ہندوؤں ہی کے ہتوں کی رکشا کرتی ہے۔ حالانکہ کانگریس میں اچھوت بھی ہیں اور پچ ھوت بھی ہیں۔ عیسائی بھی ہیں، سکھ بھی ہیں، مسلمان بھی ہیں۔ یہی وہ سنستھا ہے، جو پرتیک وشے پر راشٹریہ درشٹی سے وچار کرتی ہے اور جاتی دُویش سے اپنے کو بچاتی رہتی ہے۔

اس اُدّیشیہ کو پورا کرنے کے لیے پرتھک نرواچن[4] کا ودھان سوچ نکالا گیا۔ پرتھکتا نے ہندو مسلمانوں میں کتنا ویمنسیہ پیدا کر دیا ہے یہ ان سجنوں پر تساہت کرنے کے لیے کافی تھا۔ ایک طرح سے یہ نشچے کر لیا گیا، کہ وچھید نیتی کو برتا جائے۔ مسلمان بھائیوں کو نوکریوں کا پرلوبھن دیا گیا۔ اچھوت بھائیوں کو ہندوؤں سے انیائے کی شکایت ہے ہی اور بجا شکایت ہے۔ انھیں پرتھک کرتے کیا دیر لگتی تھی۔ وہاں ڈاکٹر امبیڈکر تھے ہی۔ وہ بڑی خوشی سے اس گٹ میں آگئے۔ یہ کسی نے سوچنے کی زحمت نہیں اٹھائی، کہ کانگریس نے جس نیتی کی گھوشنا کی ہے اس سے راشٹر کے کسی انگ کو واستو میں ہانی پہنچتی ہے یا نہیں؟ کانگریس اگر شاسن کا خرچ کم کرنے کو کہتی ہے تو

1۔ اقلیت 2۔ کثیر الرائے 3۔ اشاعت 4۔ علیحدہ انتخاب

اس میں کسی جات وشیش کا ہت ہے۔ کانگریس اگر کسانوں کا لگان کم کرنے کو کہتی ہے، سودیشی کا پرچار کرتی ہے۔ کھدر کا پرچار کرتی ہے، نمک کا قانون اٹھوانا چاہتی ہے، نشیلی چیزوں کا دیوسائے بند کرانا چاہتی ہے۔ تو اس میں راشٹر کے کس انگ کی ہانی ہے؟ اس پرشن پر وچار کرنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی ہے، وہاں تو کانگریس کی شکتی کو توڑنا ہی دھیے تھا۔ جس سے راشٹر میں ایکتا نہ ہونے پائے اور بھید نیتی دوارا ہمیشہ ودیش پر ودیشیوں کا پربھتو بنا رہے اور اس نیتی کی سپھلتا کے لیے آویشک تھا کہ کانگریس کو غیر قانونی بنا دیا جائے اور اس کے نیتاؤں، مددگاروں کو جیل بھیج دیا جائے اس طرح میدان صاف کر کے بھید نیتی کا بے کھٹک پرچار کیا جائے۔ کانگریس پر من مانے آکشیپ [1] لگائے جائیں اور اسے راشٹر کی آنکھوں میں نیچا سدھ کیا جائے اور اگر کوئی ان آکشیپوں کا جواب دے تو اس پر طرح طرح کے قانون لگا دیے جائیں۔ اس طرح سال چھ مہینے کے پروپگنڈے میں کانگریس کا زور کم ہو جائے گا اور پھر بھید پیڑت راشٹر پر من مانے ڈھنگ سے شاسن کیا جائے گا۔ کانگریس تو راشٹر کے ہت چنتن میں لگی ہوئی تھی۔ اور وہاں اس بات پر بڑوں بڑوں کی عقل خرچ ہو رہی تھی، کہ کس ترکیب سے اس بڑھتے ہوئے راشٹر کو کچلا جائے۔ مسٹر بینتھال کی رپورٹ اور سر ہوبرٹ کے پتر نے اس بھید نیتی کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے اور اسے نگن روپ سے سنسار کے سامنے کھڑا کر دیا ہے۔ فرنچائز کمیٹی جو کچھ کرے گی وہ ہم جانتے ہیں۔ اسے جو کچھ کرنا تھا، وہ انگلینڈ میں پہلے ہی طے کیا جا چکا ہے۔ اس طرح جو شاسن ودھان تیار ہوگا۔ اس میں نا شکتی ہوگی نہ ایکتا ہوگی، نہ سنگھٹن ہوگا اور راشٹر کی دشا پہلے سے بھی خراب ہو جائے گی۔ مسٹر بینتھال کی رپورٹ میں سوراجیہ یا سدھار کا اُدیشیہ بھی یہی دکھایا گیا ہے۔ ارتھات شاسن میں اور شکتی کا سنچار کرنا۔ تو یہ نشکرش [2] نکلا، راشٹر جس سوراجیہ کو ارتھ پر جا دھیکاریوں کی وِرودھی سمجھتا ہے، شاسن پکشن والے اس سوراجیہ کو ارتھ شاسن ادھیکار وِردھی بتاتے ہیں۔ جب دونوں پکشوں میں اتنا مولک مت بھید [3] ہے۔ تب اس آشا کو کہیں سہارا نہیں ملتا، کہ راشٹر کی دشا نکٹ بھوشیہ میں کچھ سدھرے گی۔ دیوستھا کچھ بدل دی جائے گی۔ پر اس سے راشٹر کا وہ ہت نہ ہوگا جسے ہم ہت سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس کا ادیشیہ شاسن کی بیڑیوں کا اور مضبوط اور راج ستا کو اور بلوان کرنا ہوگا۔ انگلینڈ اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ نشچنتا [4] کے ساتھ بھارت کا خون چوستا چلا

1۔ الزام 2 ۔نتیجہ 3۔ اختلاف رائے 4 ۔اطمینان

جائے گا۔ غریب دیش اس طرح بھوکوں مر مر کر ایک روٹی کے لیے پسینہ بہتا رہے گا۔ اور ادھیکاری بھی اسی طرح چین کی بنسی بجاتے رہیں گے۔ جب راشٹر کی شکتی چھن بھن ہو جائے گی۔ تو پھر نوکرشاہی کیوں کسی کی سننے لگی۔

حالانکہ الپت مت والوں میں بھی بھید ہے۔ اچھوتوں کا ایک حصہ پرتھک چناؤ چاہتا ہے۔ تو دوسرا حصہ ملے ہوئے چناؤ کے پکش میں بھی ہے۔ مسلمانوں، سکھوں عیسائیوں سب میں یہی دشا ہو رہی ہے۔ ان میں کون حصہ بلوان ہے، کون حصہ واستوک روپ میں پرتندھی ہے، اس کا فیصلہ کرنے کا ہمارے پاس کوئی سادھن[1] نہیں ہے۔ سرکار جسے چاہے پرتندھی[2] سمجھے، جسے چاہے نہ سمجھے، ادھیکاریوں کی پرورتی پر تھکتا وادیوں کی اور ہی ہے۔

جو کچھ رہی سہی آشا تھی۔ اس کا فیڈریشن نے چراغ گل کر دیا۔ دھنیہ ہے وہ مستشک[3] جس نے فیڈریشن کی کلپنا کی۔ سننے میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ ودھان سنیکت امریکہ کے نمونے پر رچا جا رہا ہے۔ واستو[4] میں یہ کیول راشٹر کو چرکال تک داستا[5] میں جکڑے رکھنے کا ایک چمتکار پورن سادھن ہے۔ راجاؤں کو 3 / 1 جگہیں دے دی جائیں گی۔ مسلمان بھائی ایک لیے ہی بیٹھے ہیں۔ باقی 3 / 1 میں اچھوت، دلت، ہندو، عیسائی، سکھ زمیندار، ویاپاری، کسان، استری اور نہ جانے کتنے وشیس ادھیکاریوں کے لیے استھان دیا جائے گا۔ راشٹر کا انت ہو گیا۔ راجاؤں کے پرتی ندھی راج ستا کی اُپاسنا کریں گے ہی۔ مسلمان جس طرح اپنا فائدہ دیکھیں گے ادھر جائیں گے۔ سبھی دل اپنی اپنی رکشا کریں گے۔ راشٹر کی رکشا کون کرے گا۔

بات یہ ہے کہ انگلینڈ راج ستا کا الپانش بھی چھوڑنا نہیں چاہتا۔ کانگریس ہی ایک ایسی سنستھا ہے، جو واستوک روپ میں جن ستا چاہتی ہے۔ جو جات پات کے جھگڑوں سے الگ رہ کر راشٹر کے اُدھار کا پریتن[6] کرتی ہے۔ جو دردر[7] کسانوں کے ہت[8] کو سب سے اُوپر رکھتی ہیں۔ وبھنتا میں ایکتا کر کے راشٹر کو بلوان بنانا چاہتی ہے۔ جس کا مکھیہ سدھانت یہ ہے کہ، دیش کا شاسن، دیش کے ہت کے لیے ہو، ہم اپنے ہی دیش میں دلت اور اپمانت[9] نہ رہیں ہم میں یہ ویاپک بیکاری نہ رہے، ہماری جنتا پشوؤں کی بھانتی جیون نہ ویتیت[10] کرے۔ ہم وہ

1۔ذریعہ 2۔ نمائندہ 3۔دماغ 4۔حقیقت 5۔غلامی 6۔کوشش 7۔ غریب 8۔فائدہ 9۔بے عزت 10۔بسر

سوراجیہ چاہتے ہیں جس میں ہمیں راشٹر کی اچھا نوسار[1] پریورتن اور سدھار کرنے کا ادھیکار ہو، جس میں ہمارے ہی دھن سے پلنے والے کرمچاری ہمیں کوکتا نہ سمجھیں، جس میں ہم اپنی سنسکرتی کا نرمان آپ کر سکیں۔ ہم وہ سوراجیہ چاہتے ہیں جس میں ہم بھی اسی طرح رہ سکیں۔ جس طرح فرانس یا انگلینڈ میں لوگ رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہم ان برائیوں سے بھی بچنا چاہتے ہیں۔ جس میں ایسے ادھیکانش راشٹر پڑے ہوئے ہیں۔ ہم پشچمی سبھیتا کی کرتر متاؤں کو مٹا کر اس پر بھارتیتا کی چھاپ لگانا چاہتے ہیں۔ ہم وہ سوراجیہ چاہتے ہیں جس سے میں سوارتھ اور لوٹ پر دھان نہ ہو نیتی اور دھرم پردھان ہو۔ سرکار یہ تو جانتی ہے کہ کھلے ہوئے شبدوں میں یہ کہنے سے اس سے کام نہیں چل سکتا کہ ہم بھارت میں شاسن کرنے آئے ہیں اور شاسن کریں گے، اس لیے منھ سے تو وہ میٹھی میٹھی راجنیتک ستیہ سے بھری ہوئی باتیں کہتی ہیں۔ لیکن پرتھتی میں ایسا پریورتن[2] کر دینا چاہتی ہے کہ سوراجیہ کی آواز اٹھانے والی کوئی سنستھا[3] نہ رہ جائے۔ لوگ آپس میں سوارتھوں کے لیے لڑتے رہیں اور سرکار اونچے آسن پر بیٹھ کر نیائے، کا پرتیچے دیتی رہے۔ دَردر دیشوں میں ایسے منشیوں کی کمی نہیں ہو سکتی۔ جو اپنے سوارتھ کے لیے راشٹر کا اہت کرنے کو تیار ہو جائیں اور ایسے منشیوں کا سہیوگ[4] سرکار کو پراپت ہو جائے گا۔ فوج، پولس اور ایسے جنوں کے سہیوگ سے بھارت پر بہت دنوں شاسن کیا جا سکتا ہے، لیکن لوگ اس نیتی کو دیش کے لیے گھاتک سمجھتے ہیں، ان کا ہمیشہ دمن کرنا پڑے گا۔ ارتھارت دیش میں ہمیشہ فوجی قانون سے شاسن کیا جائے گا۔ کیونکہ دیش کے سیوک چپ ہو کر بیٹھیں گے اور ان کی وانی[5] میں ستیہ کا ایسا آکرشن[6] ہے کہ جنتا ان کے جھنڈ کے نیچے جمع ہونے سے رک نہیں سکتی۔ ات ایو انگلینڈ کے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک تو راج ستا کا مارگ ہے۔ تلوار کے زور سے پرجا کو دبائے رکھو، ان کے کھیت کٹوا کر مال گزاری وصول کر لو، وہ جو کچھ گاڑھا پسینہ بہا کر کمائے وہ ریل، ڈاک، نمک آدی کے محصول بڑھا کر، آمدنی کے ٹیکس کے روپ میں وصول کر لو۔ دوسرا جن ستا کا مارگ ہے پرجا کے ہت کے لیے شاسن کرو۔ راجہ اور پرجا کا بھاؤ دل سے نکال ڈالو۔ افسری کو بالائے طاق پر رکھ دو اور پرجا کے سیوک بن جاؤ۔ اس طرح راشٹر کو شکتی شالی اور سمپن[7] بنا کر تم لیش کے بھاگی ہی نہ بنو گے۔ سکھی اور سوادھین بھارت، انگلینڈ کے لیے اس دردر اور دُکھی بھارت سے کہیں زیادہ

---

1 مرضی کے مطابق 2 تبدیلی 3 تنظیم 4 تعاون 5 زبان 6 کشش 7 خوش حال

مولیہ وان سدھ ہوگا لیکن اس وقت انگلینڈ اس طرح کی باتیں سننے کو تیار نہیں وہ بھارت سے اپنا آتنک منوا کر چھوڑے گا، مانو بھارت نے کبھی اس کے آتنک کو نہ مانا تھا۔ آتنک تو وہ لگ بھگ دو سو سال پہلے سے دیکھتا چلا آیا ہے۔ پہلے وہ اس سے بھے بھیت ہوتا تھا۔ اب بھے بھیت نہیں ہوتا۔ اب تو آتنک سے اس کے من میں جلن ہوتی ہے۔ اب تو اسے راجسی ٹھاٹ باٹ دھوم دھام، چمک دمک، دیکھ کر گھرنا [1] ہوتی ہے۔ ایکس توپوں کی سلامیاں اور اسپیشل گاڑیوں اور مخملی پائدان اسے رعب میں نہیں ڈالتے، اس کے دل میں گھرنا کا بھاو اتپن کرتے ہیں۔ اب شاسکوں کی سوارتھ نیتی ان کی نردئی مایا پریم [2] ان کا نریہہ نشکل [3] آڈمبر جیسے اس کے جلے پر نمک چھڑکتے ہیں۔ وہ سرکار کیول شوشک کے روپ میں دیکھتا ہے۔ اس کی پولس اسے ستاتی ہے۔ اس کے کرمچاری اس کے منھ کا کور چھین کر کھا جاتے ہیں۔ اس کے بنائے ہوئے زمیندار اسے بیداری سے کچلتے ہیں، اس کی بنائی ہوئی عدالتیں اسے تباہ کرتی ہیں۔ دیہات سے، سدھار اور سہیوگ اور شکشا اور سواستھیہ اور سبھی آیوجنائیں [4] جن سے راشٹر بنتا ہے، جن سے اس کا وکاس ہوتا ہے، لاپتا ہیں۔ ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ آج سرکار کے وشے میں اگر جنتا سے ووٹ لیا جائے، تو سمست [5] بھارت میں پانچ ووٹ بھی نہ ملیں گے۔ اور جب تک ہمارے ودھاتا بھارت کا شاسن بھارت کے ہت کے لیے نہ کریں گے۔ جب تک بھارت کو انگلینڈ کا مجور سمجھا جائے گا۔ جب تک بھارت کو ڈرڈیو پارجن کا اکھاڑا، موٹی نوکریوں کا کشیتر اور انگلینڈ کے مال کا بازار سمجھا جائے گا۔ جب تک قصائیوں کی بھانتی انگلینڈ کی نگاہ بھارت کے مانس پر رہے گی۔ اس وقت دیش میں شانتی ہوگی نا اُنتی۔ دمن سب کچھ کر سکتا ہے پر دیش کا اُدھار نہیں کر سکتا۔ اور جب تک دیش کے اُدھار کا آدرش سامنے نہ ہو۔ شاسن کیول لوٹ ہے اور کچھ نہیں۔

اپریل 1932

1۔ نفرت 2۔ ظالمانہ محبت 3۔ بے ثمر 4۔ منصوبے 5۔ مکمل

اچھوت پن مٹتا جا رہا ہے

جاتی کے بندھن اس کل کارخانوں کے یگ میں بہت دن تک نہیں رہ سکتے۔ اب بھی لوگ ہوٹلوں میں کھانے نہیں جاتے، کہیں باہر بھی جاتے ہیں، تو متروں یا سمبندھیوں کے گھر ٹھہرتے ہیں۔ لیکن راشٹریتا ان بھاؤں کو توڑ ڈالتی ہے۔ کانگریس کے سُیم سیوکوں میں سبھی جاتی اور برادری کے یوک ایک ساتھ، ان کے کیمپ میں رہتے ہیں ساتھ کھاتے ہیں، ساتھ سوتے ہیں۔ ان کیمپوں میں مسلمان بھی ہوتے ہیں اور ایک آدھ عیسائی بھی نکل آتا ہے۔ اس بھانتی ایک سنیکت راشٹر کی بنیاد پڑ گئی ہے۔ اس میں سندیہہ نہیں کہ مہاتما گاندھی اچھوتوں کی لڑائی لڑ رہے ہیں۔ اور اس کام میں انھیں کتنے ہی سجنوں کا سہیوگ مل گیا ہے۔ جو بڑی ایکاگرتا کے ساتھ اچھوتوں میں کام کر رہے ہیں۔ سدھانت روپ سے تو اونچ نیچ کا جھگڑا مٹ گیا، مندر بھی کھلتے جا رہے ہیں، لیکن دیہاتوں میں یہ ہوا پہنچتے پہنچتے ایک زمانہ لگ جائے گا۔ آدمی کٹھنائی اس لیے بڑھ گئی ہے کہ اچھوت سُیم اپنے کو نیچ سمجھتا ہے اور اونچی جاتیوں سے دور رہنا ہی اپنا دھرم سمجھتا ہے۔

مئی 1932

پردہ تھوڑے دنوں کا مہمان ہے

پچھڑے ہوئے اُتر بھارت میں بھی پردہ پرتھا اٹھتی جاتی ہے۔ پردے سے سماج کا جو اہت ہوتا ہے، وہ سبھی جانتے ہیں۔ تنگ اور پرکاش ہین گھروں میں بند رہ کر کتنی ہی استریاں کشے[1] کا شکار ہو جاتی ہیں، لیکن راشٹریہ آندولن کے اس ایک ورش میں پردہ ٹوٹ گیا۔ کانگریس نے ماتاؤں اور بہنوں کو راشٹر کے کرم کشیتر میں لا کھڑا کیا ہے اور وہ ہر ایک نام میں آگے آگے چل رہی ہیں۔ جلسوں میں وہ بولتی ہیں، پیکیٹنگ کا سارا بھار ان کے اوپر ہے، ہزاروں بہنیں جیل گئی ہیں۔ میرٹھ جیسے شہر میں جہاں پردے کا پورا رواج ہے، گاندھی جی کی گرفتاری پر پانچ ہزار عورتوں کا جلوس نکلا۔ ہندو وشو دیالیہ کے یوک اور یوتیاں ساتھ ساتھ پڑھتے ہیں، ساتھ بحثیں کرتے ہیں اور ساتھ ساماجک اُتسوؤں[2] میں شریک ہوتے ہیں۔

مئی 1932

1۔ ٹی بی 2۔ سماجی تقریب

مسٹر ایچ این بریلس فورڈ کے بھارتیہ انوبھو

مسٹر بریلس فورڈ مجوردل کے ان سہردے آدمیوں میں سے ہیں، جو انگلینڈ کے سامراجیہ وادیوں کی لٹیری نیتی کا زوروں سے وِرُودھ کرتے ہیں۔ اس دل کے ایک درجن چنے ہوئے رتنوں میں ان کا بھی شمار ہے۔ بڑے ہی وچارشیل اُدار چیتا، نیتی پرائن وکتی ہیں۔ بھارت کے انگریزی پتر پتر کاؤں[1] میں ان کے لیکھ برابر چھپتے رہتے ہیں۔ مہاتما گاندھی اور لارڈ اِروِن سے سمجھوتے کی بات چیت ہونے سے پہلے ہی، جب مہاتما جی جیل میں ہی تھے، یہ مہاشہ بھارت آئے تھے، یہاں انھوں نے جو کچھ دیکھا، جو کچھ سمجھا، اس پر انھوں نے ایک پستک کی رچنا کی ہے، جس کا نام ہے 'وِدروہی بھارت'۔ پستک کے دو چار پرشٹھ پڑھتے ہی آپ کو معلوم ہو جائے گا لیکھک[2] آسادھارن[3] بُدھی[4] اور وچار کا سوامی[5] ہے۔ انیہ سیر کرنے والوں کی بھانتی وہ سرکاری افسروں کے مہمان نہیں رہے، بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی اُور اپنے کانوں سے سننے کی برابر چیشٹا[6] کرتے رہے۔ وہ بڑے بڑے شہروں کی رونق اور بہار دیکھ کر ہی سنتشٹ نہیں ہوئے۔ چھوٹے چھوٹے گاؤں کی جنتا کا جیون بھی دیکھا، قصبوں کو بھی دیکھا، مجوروں کے مکان بھی دیکھے۔ ان کا دھییے تھا اصلی بھارت کو دیکھنا۔ اور افسروں کی مہمانی میں یہ بات کہاں ممکن تھی۔ وہاں دعوتیں ملتی، ناچ ملتے، راجاؤں کے ساتھ شکار کھیلنے کے اوسر ملتے، اصلی بھارت کہاں ملتا، جو دیہاتوں میں کٹتا ہے، مرتا ہے، روتا ہے۔

بھارت میں آتے ہی ودیشی کو یہاں کا پراناپن پگ پگ پر ملنے لگتا ہے۔ دیہاتوں کا جیون وہی ہے، جو تین چار ہزار، سال پہلے وہی پرانا ہل ہے، وہی پرانی لڑھی، وہی پرانا جوا

1۔ میگزین 2۔ مصنف 3۔ غیر معمولی 4۔ عقل 5۔ مالک 6۔ کوشش

اور وہی پرانا گھر، وہی پرانے برتن بھانڈے۔ مہاشے بریلس فورڈ نے دیہاتی جیون کو سوکشم نگاہوں سے دیکھا ہے۔ دیہاتیوں کے ساتھ بیٹھے ہیں، باتیں کی ہیں، ان کے ہردے تک پہنچنے کی چیشٹا کی ہے۔ اس پرسنگ میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

'بھارت کے کسانوں کو کتنا پرشرم[1] ویرتھ کرنا پڑتا ہے، اس کا اندازہ یوں ہے کہ ایک ایکڑ گیہوں پیدا کرنے کے لیے ایک آدمی کو لگا تار چالیس دن کام کرنا پڑتا ہے۔ مجھے اس پر پہلے وشواس نہ آتا تھا۔ لیکن سرکاری کاغذوں میں بھی یہی اندازہ کیا گیا ہے۔ اس سے کچھ کچھ پتا چلتا ہے کہ بھارت کیوں وریور ہے۔ اسے ایک ایکڑ گیہوں کے لیے ایک مزدور کی چالیس دن کی محنت لگانی پڑتی ہے۔ یہی کام یورپ میں کلوں کی مدد سے ایک دن سے کم میں ہی پورا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر یہاں کے کسانوں کو کلیں دی بھی جائیں تو کیا لابھ۔ انھیں آرام زیادہ ملے گا، اس کے سوا اس سے ان کے پاس کوئی کام کرنے کو نہیں ہے۔'

کسانوں کے مقروض ہونے کی بات کون نہیں جانتا۔ مہاشیہ بریلس فورڈ لکھتے ہیں۔

'وہاں ہر ایک بچے کو جنم لیتے ہی قرض کا ترکہ ملتا ہے اور قرضوں سے دبا ہوا ہی اس کا سوکھا ہوا شریر چتا[3] پر جل جاتا ہے۔ سود معمولی طور پر ساڑھے سینتیس سیکڑے ہے۔ اس پر چکرور دھی بیاج! کیھا نوؤں کی بھانتی ہی قرض بڑھنے لگتا ہے۔

یہاں بیاہ کا روگ ہے۔ گھر میں کھانے کو ہو یا نہ ہو، بیاہ ضرور کریں گے۔ ایشور نے جنم دیا ہے تو بھوجن بھی دے گا۔ اُکت مہودے لکھتے ہیں۔

'میں نے اندازہ لگایا تو یہاں ایک بیاہ کا خرچ چودہ پونڈ نکلا۔ یہ رقم بہت بڑی نہیں ہے، لیکن جن کی آمدنی تین پیسے روزانہ ہو، ان کے لیے تو یہ گھاتک ہے۔ لیکن دردرتا نے اس سمسیا کو حل کرنا شروع کر دیا ہے۔ بیاہ کرنے کے لیے دھن کہاں سے آئے۔ جس گاؤں میں ٹھہرا تھا، اس میں ایک مزدور ریلوے میں چھ آنے روز پر نوکر ہے۔ گاؤں والے اسے بھاگیہ شالی سمجھتے ہیں۔ کھیتی میں یہ بہار کہاں! وہاں تو مہاجن ہے، زمیندار ہے، پولس ہے اور عدالت ہے۔ گاؤں میں دو طرح کے کسان ہیں۔ دخیل کار اور غیر دخیل کار۔ دخیل کار کا لگان کم ہے، لگ بھگ چھ روپے ایکڑ۔ غیر دخیل کار کو چڑھا اُوپری کے کارن دس روپے تک دینا پڑتا ہے۔ اُپج چھ

1۔ محنت 2۔ آگ

سے آٹھ من تک ہوتی ہے۔ بعضوں کی پیداوار بارہ من ایکڑ تک ہو جاتی ہے، لیکن ایسے بھاگیہ وان کم ہیں۔ آٹھ من کی پیداوار بازار درسولہ روپے کی ہوتی ہے، اس میں دس روپے لگان دے دیا جائے، تو کل چھ روپے ایکڑ کی بچت ہوتی ہے۔ اس میں تین روپے بیج کے نکل گئے۔ کسان کو شاید ہی کچھ بچتا ہو۔ پنجاب میں بھی، جو بھارت کا سب سے خوش حال پرانت[1] ہے، کسان کی آمدنی چار آنہ روز سے ادھک نہیں ہے۔

ہندستانی بغاوت کیوں نہیں کرتے

بریلس فورڈ صاحب لکھتے ہیں:

'مجھ سے پوچھا جائے گا کہ جب بھارت والے اتنے کشٹ میں ہیں، تو بغاوت کیوں نہیں کر بیٹھتے۔ اس کا اتر یہی ہے کہ بھارت دُرور ہے۔ جب پیٹ میں بھوجن نہیں جاتا تو ودرُوہ کی کون سوچے۔ معمولی ہندستانی معمولی انگریز مزدور کی آدھی طاقت رکھتا ہے۔ ودروہ بڑھی ہوئی تلی والے آدمی نہیں کرتے۔ ہندوستان میں وہ بل ہی نہیں جو گالی یا مار کھانے پر جھٹ پٹ گھونسا تان دیتا ہے۔ پھر ساج اور برادری کا دباؤ اور روڑھیوں کا بھارا اتنا زیادہ ہے کہ آدمی میں کوئی نئی بات سوچنے یا کرنے کی کشمتا[2] ہی نہیں ہے۔ ایسی بھیتا میں ویکتیو کا لوپ ہو جاتا ہے۔'

بھارت کیوں اتنا غریب ہے

مسٹر بریلس فورڈ نے اس وشے کی میمانسا وستار[3] کے ساتھ کی ہے پہلے وہ ساما جک کارنوں پر آئے ہیں۔ 37 فیصدی بھارتیہ کھیتی باڑی میں لگے ہوئے ہیں۔ دس فیصدی کارخانوں میں، لیکن عورتیں بہت کم کام کرتی ہیں۔ اونچی جاتیوں میں پردے کے کارن استریاں کھیتوں میں کام کرنے نہیں جاتی۔ نیچ جاتی کی استریاں پرشوں کے برابر ہی کام کرتی ہیں۔ پھر بھی دھنو پارجن[4] میں بھارت کی استری یورپی استریوں کی برابری نہیں کر سکتی۔ اس پر سادھو سنیاسیوں اور آلسی بھکشکوں کی سنکھیا بھی کچھ کم نہیں ہے۔ شکشت ساج بھی کوئی دفتری کام نہ پا سکنے کے کارن بیکار پڑا ہوا ہے۔ جو مجبور ہیں بھی، وہ آدھی جان کے۔ پوشٹک[5] بھوجن[6] کی کمی نے کسانوں اور مجوروں کو ادھ موا بنا دیا۔ جن سنکھیا[7] اتنی بڑھ گئی ہے، کہ جوتنے کو زمین نہیں ملتی۔

1۔علاقہ 2۔طاقت 3۔تفصیل 4۔پیسہ کمانا 5۔مقوی 6۔غذا 7۔آبادی

1771 میں 140 ایکڑ زمین ایک آدمی کے حصے میں پڑتی تھی۔ آج تین ایکڑ رہ گئے ہیں۔ سنیکت پرانت[1] میں جو ڈھائی ایکڑ سے زیادہ نہیں ہے۔ اُس پر بٹواروں نے کھیتوں کو اور بھی چھوٹا کر دیا ہے ایسی دشاؤں[2] میں اس غریبی کے دو ہی علاج ہیں۔ کھیتوں کی پیداوار بڑھانا اور جنتا کے لیے نئے نئے سادھن[3] پیدا کرنا۔ سینچائی کل پانچ کروڑ ایکڑ میں ہوتی ہے۔ آدھی کوئیں اور تالابوں سے اور آدھی نہروں سے۔ نہروں میں ایک بہت بڑا عیب ہے کہ اُپجاؤ بھومی کا ایک بھاگ نہر اور اس کی شاکھاؤں میں لگ جاتا ہے۔ ریشم، لاکھ، شہد، انڈے، دودھ پیدا کرنے میں بڑی گنجائش ہے۔ یہاں گائے کی پوجا تو بہت ہوتی ہے، پر اس کے کھانے کو میسر نہیں ہوتا۔ 1100 ایکڑ جوت کے پیچھے 67 جانور ہیں، ہالینڈ میں کیول 38 اور مصر میں 25 اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سو تہیہ مویشیوں کا بھوجن بوڑھے اور بیکار جانور کھا جاتے ہیں۔ چوہے، بندر، سور اور ہرن آدی جانور بھی کچھ کم نقصان نہیں کرتے۔ گورنمنٹ کو ابھی تک شانتی استھاپن[4] سے ہی چھٹی نہیں ملی کہ وہ پرجا کے آرتھک اُتھان[5] کے پرشن پر وچار کر سکتی۔ ابھی تک تو اس نے کیول اتنا کیا ہے کہ پرجا سے کر وصول کر کے کرم چاریوں کو ویتن دئے اور پرجا کو قابو میں رکھا۔ یہ سادھن جس لکشیہ کے ہیں، وہاں تک ابھی ہم پہنچے ہی نہیں، بلکہ سادھن ہی کو لکشیہ سمجھ لیا گیا۔ پولس، فوج اور پربندھ میں بڑی بڑی رقمیں خرچ کی جاتی ہیں۔ سہیوگ، کرشی آروگیہ آدی وبھاگوں کی کوئی پروا نہیں کی جاتی یوں سمجھو کہ انھیں بیکار سمجھا جاتا ہے۔ دیش کے پرتی سرکار کی وہی منوروتی[6] ہے، جو بے سمجھ اور سوارتھی زمینداروں کی اپنے آسامیوں کے اُور ہوتی ہے۔ بے شک سڑکیں اور ریلیں بنیں، کلوں کا پرچار بھی ہوا، لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ گاؤں والے جو چھوٹے موٹے دھندے کر کے اپنا نرواہ کیا کرتے تھے، وہ ان کے ہاتھ نکل گئے اس کی جگہ ودیشوں سے سستی چیزوں نے آ کر لے لی۔ ابھی تک ان چیزوں کا بھیتر کے دیہاتوں میں گزر نہ تھا۔ ریلیں ہر ایک گاؤں میں، ہر ایک پیٹھ میں نہ پہنچ سکتی تھیں۔ لاریوں دوارا رہی سہی کسر پوری ہو جائے گی۔ نتیجہ یہی ہوگا، کہ جیسے جلاہے، دھنیں، رنگ ریز، بنجارے آدی روزگار کھو بیٹھے اور کوئی اور روزگار نہ پا کر زمین جوتنے لگتے، وہی حال دوسرے پیشے والوں کا ہوگا۔ مسٹر بریلس فورڈ کی سمجھ میں نہیں آتا کہ سرکار نے کرشی کی اُنتی کی اُور کیوں دھیان نہیں دیا؟ اس سے انگلینڈ کے ہت کو دھکا نا پہنچتا تھا، بلکہ پرجا خوشحال ہونے پر انگریزی مال اور ادھک ماترا میں خریدتی۔

1۔ متحدہ صوبوں 2۔ حالت 3۔ وسائل 4۔ بحال 5۔ اقتصادی ترقی 6۔ رجحان

اگر سرکاری اُور سے پرجاہت کا کوئی کام شروع بھی کیا جاتا ہے، تو اتی حکومت اور سختی کے ساتھ کہ پرجا اسے سرکاری وبھاگ اور روپیہ اینٹھنے کی کوئی نئی اسکیم سمجھ کر کوسوں دور بھاگتی ہے اور وہ اسکیم اسپھل ہو جاتی ہے۔ اس کا ایک ماتر کارن یہ ہے کہ سرکار یہاں کیول رعب سے حکومت کرنا اپنا مکھیہ کام سمجھتی ہے دوسرے جن ہت[1] کے کتنے کام ہیں انھیں بے ضرورت اور بے گار سمجھتی ہے۔ اس اسکیم کو سپھل بنانے کا بھار پولس یا پربندھ وبھاگ پر ڈال دیا جاتا ہے۔ پولس سمجھتی ہے، کہ اس کے ادھیکار میں اور وردھی ہوئی اور مریض کو گلا دبا کر دوا پلانے لگتی ہے۔ مریض سو بھاؤ تہ ہونٹ بند کر لیتا ہے اور دوا کی ایک بوند بھی نہیں پیتا۔

اس نوٹ کے انت میں ہم لیکھک کے شبدوں کو اُدھرت کریں گے۔

''ہم نے اس ادھیائے سبق میں ہٹواُوں کا ورن کیا ہے جو بھارت کے سماج سنگٹھن اور ہندو دھرم تتو میں نہت ہے۔ یہ پرادھینتا[2] کا شاپ ہے کہ ہندستانی سماج ودیشی راجیہ کے ہر ایک برائی کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ اور اپنے ساماجک ودھانوں کی برائیوں کی اُور سے یا تو آنکھ بند کر لیتا ہے یا ان کی اُور سے بھی سراہنا[3] کرتا ہے کیونکہ کم سے کم یہ وستوئیں تو اس کی اپنی ہیں۔ لیکن ہم اس بات کو جتنا ہی انوبھو کرتے ہیں کہ جات پات، بال وواہ، آہنسا دھرم اور اسی طرح کی اور باتیں بھارت کی آرتھک سدشا، آروگیہ اور ساماجک نیائے کے مارگ میں رُکاوٹ ڈالتی ہیں، اتنی ہی پربل اچھا ہوتی ہے کہ بھارت کی اس پرادھینتا کا انت ہو جائے۔ اس بادھاؤں کے ہٹانے کے لیے، اس منوورتی کو بدلنے کے لیے جس میں جتنا بلی ہے، ان شکتیوں کو توڑنے کے لیے جو متھیا واد اور اندھ وشواس[4] کی پوشک ہیں، بھارت کا سوادھین ہونا پرما وشیک[5] ہے۔ ورتمان شاسن دُوارا ان روڑھیوں اور متھیا وچاروں کے وِرودھ آندولنوں کو کوئی پروتساہن نہیں مل سکتا بھارت کی اس اونتی کا مکھیہ کارن یہ ہے کہ اسے بدھی وان اور پرتکش واد کے ان آندولنوں سے گزرنے کا اوسر نہیں ملا، جنھوں نے اٹھارہویں اور انیسویں صدی یورپ کو مدھیکالین اندھکار سے نکال لیا۔ ایسے آندولن یہاں جڑ نہ پکڑ سکے، کیونکہ جیوں ہی بھارت میں سارو دیشک وچار کی شکتی اُتپن ہوئی، وہ راشٹریتا کی اُور جھک پڑی۔ راشٹریتا شاسکوں میں عیب نکالتی ہے، وہ اتیت کی برائیوں پر آلوچناتمک انت درشٹی نہیں ڈالتی۔''

اس کتھن میں یورپی مستعک جھلک رہا ہے اوشیہ، پر شاسکوں[6] کا اہنکار[7] نہیں ہے۔

مئی 1932

1۔ فلاح عام 2۔ غلامی 3۔ تعریف 4۔ اعتقاد 5۔ بے حد ضروری 6۔ حکام 7۔ غرور

آرڈیننس بل کا اسمبلی میں وِرُودھ

اسمبلی میں نیا آرڈیننس بل پیش ہوگیا۔ اس پر گرما گرم بحث بھی ہوئی پر بہومت نے اسے سیلیکٹ کمیٹی میں وچار ارتھ بھیجنا سویکار[1] کرلیا۔ اب اس میں سندیہہ کرنے کا استھان نہیں رہا کہ بل پاس ہو جائے گا۔ جہاں تک آتنک وادیوں[2] کا سمبندھ ہے، ان پر کڑے کڑے قانون کا بھی کوئی اثر نہ ہوگا۔ ان کی اپنی دنیا الگ ہے۔ نہ ان پر مہاتما گاندھی کے اُنونے ونے کا کچھ اثر ہوتا ہے، نہ سرکار کے کڑے قانونوں کا۔ ہاں، ان پر آوشیہ اس کا اثر پڑے گا، جو کھل کر راشٹریہ آندولن کرتے ہیں۔ ہمیں بھے ہے، کہ آتنک وادیوں کی جو اچھا ہے سرکار وہی کر رہی ہے۔ آتنک وادی اس کے سوا اور کیا چاہتے ہیں کہ دیش میں اشانتی ہو، نہ کسی کی جان سلامت رہے، نہ آبرو، نا مال۔ چھوٹے بڑے سبھی میں استوش کی آگ بھڑک اٹھے۔ کرانتی[3] کی سپھلتا کے لیے یہی دشا آوشیک ہے۔ اگر یہ بل آتنک واد کا انت[4] کر دے، تو راشٹر بڑی خوشی سے اسے انگیکار کرے گا۔ سندیہہ یہی ہے، کہ آتنک واد کا انت کرنے کے بدلے یہ راشٹریہ آندولن کا انت کر دے گا اور اخباروں کے لیے تو اب زندہ رہنا ہی مشکل ہو گیا ہے۔ انھیں پریم کی کوتائیں اور قصے کہانیاں چھاپ کر اپنے کو سنتشٹ کر لینا چاہیے۔ سرکاری کسی نیتی کی آلوچنا[5] کرنا سنکٹاپن ہے۔

5/اکتوبر 1932

1۔ قبول 2۔ دہشت گردوں 3۔ انقلاب 4۔ خاتمہ 5 تنقید

نویگ

راشٹر کیول ایک مانسک پرورتی[1] ہے۔ جب یہ پرورتی پربل ہو جاتی ہے، تو کسی پرانت یا دیش کے نواسیوں میں بھراتربھاو جاگرت ہو جاتا ہے۔ تب ان میں روڑھیوں[2] سے پیدا ہونے والے بھید، پرانے سنسکاروں سے اُتپن ہونے والی وبھنتائیں[3] اور اتہاسک تضاد دھارمک وشمتائیں، ایک پرکار سے مٹ جاتی ہیں۔ پرانت کے نواسیوں میں ایک نئے جیون کا سنچار ہو جاتا ہے۔ ایک نگر میں باڑھ آ جاتی ہے، تو سارے دیش میں ہاہا کار مچ جاتا ہے اور پیڑتوں[4] کی سہایتا کے لیے چاروں اُور سے دھن اور جن کی ورشا ہونے لگتی ہے۔ ایک استری کا اپمان ہو جاتا ہے، تو سارے دیش کو تاؤ آ جاتا ہے۔ پرتیکار کے لیے بھانتی بھانتی کے سادھن جمع کیے جانے لگتے ہیں۔ پراچین کال کا بھارت کیول اسی ارتھ میں ایک تھا کہ اس کی سنسکرتی ایک تھی۔ ہمالیہ سے راج کماری تک ایک ہی سنسکرتی کا وستار تھا۔ وہی دھرم، وہی آہار۔ ویوہار۔ وہی جیون۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں پرابھنّتا موجود تھی، کوئی دھوتی کرتا پہنتا تھا تو کوئی کرتا پاجامہ، کوئی بڑی سی چوٹی رکھتا تھا تو کوئی بہت چھوٹی سی، مول تتووں میں کوئی انتر نہ تھا، پرنتو راجے سینکڑوں ہزاروں تھے، ان میں برابر لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ ان کے سوارتھ الگ تھے۔ ورتمان راشٹر کا وکاس نہ ہوا تھا۔ سنسکرتی آج بھی یورپ اور امریکہ کی ایک ہی ہے، لیکن وہاں جیسوں ہی راشٹر ہیں، ان میں بھی آپس میں لڑائیاں ہوتی ہیں، ایک دوسرے کو شنکا[5] اور آوشواس کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ ایک دوسرے کو نگل جانے کے لیے تیار بیٹھا ہوا ہے۔

1۔ میلان 2۔ رسوم 3۔ فرق 4۔ دکھیوں 5۔ شک

ورتمان راشٹر یورپ کی ایجاد ہے اور راشٹر واد ورتمان یگ کا شاپ۔ پرتھوی کو بھن بھن راشٹروں میں وبھکت[1] کر کے ان میں کچھ ایسی پرتیوگتا[2]، ایسی اسپردھا[3] بھر دی گئی ہے، کہ آج پرتیک راشٹر کی یہی کامنا ہے، کہ سنسار کی ساری وبھوتیوں پر اس کا ادھیکار رہے، وہی سنسار میں پھلنے پھولنے یوگیہ ہے اور کسی راشٹر کو جیوت رہنے کا ادھیکار نہیں ہے۔ ایک دوسرے سے اتنا سشنک ہے، کہ جب تک اپنے کو فولاد سے مڑھ نہ لے، جب تک اپنے کو گولے بارود کے اندر بند نہ کر لے، اسے سنتوش نہیں۔ سب سمجھتے ہیں، کہ سینک ویے انھیں مار ڈالتا ہے۔ سب چاہتے ہیں، کہ اس شنکائے پرورتی کا انت کر دیا جائے۔ بار بار اس کا ادیوگ ہوتا ہے، سمیلن ہوتے ہیں۔ لیکن سبھی چیشٹائیں نشپھل[4] ہو جاتی ہیں۔ جب دلوں میں صفائی نہیں ہے، تو سمیلنوں سے کیا ہوتا ہے۔ وہاں بھی ہر ایک اسی فکر میں رہتا ہے، کہ نئی نئی یکتیوں سے دوسرے راشٹروں کو تو نرستر کرا دے، پر آپ اکشنن بنا بیٹھا رہے۔ اس راشٹر واد نے سامراجیہ واد، ویوسائے واد آدی کو جنم دے کر سنسار میں تہلکہ مچا رکھا ہے۔ ویاپارک پربھتو کے لیے مہان یدھ ہوتے ہیں، کپٹ نیتی چلی جاتی ہے، ایک دوسرے کی آنکھوں میں دھول جھونکی جاتی ہے۔ نربل راشٹر کو ابھرنے نہیں دیا جاتا۔ اسی راشٹر واد کا پھل ہے، کہ کناڈا اور آسٹریلیا جیسے وسترت بھوکھنڈوں میں جو بھارت ورش کے برابر کی آبادی کو آشرے دینے کی سامرتھیہ رکھتے ہیں۔ تھوڑے سے آدمیوں نے ایک راشٹر بنا کر اپنا ایکادھیکار جما لیا ہے اور کسی ایشیا نواسی کو اس کے اندر نہیں جانے دیتے، حالانکہ یدی انیہ نربل دیش اس کے ساتھ یہی ویوہار کریں تو وہ اس سے لڑنے پر تیار ہو جائیں گے۔ اب یہ پرتیوگتا اتنی سنکرامک ہو گئی ہے، کہ ہر ایک راشٹر انیہ راشٹروں کے مال کو اپنے ملک میں آنے سے روکنے کے لیے بڑے بڑے کر لگانے کا آیوجن کر رہا ہے۔ یہ سارے انرتھ اسی لیے ہو رہے ہیں کہ دھن اور بھومی کی ترشنا نے راشٹروں کو چکشو ہین[5] سا کر دیا ہے، پورو اتہاسک کال میں ایک سے ادھیہ ہی ایسا تھا، جب مانو جاتی کسی ایک ہی استھان پر رہتی تھی۔ وہ سائبیریا تھا، یا تبت یا بھارت، اس کے وشے میں ابھی تک مت بھید ہے، پر راشٹروں کی بھاشا، نیتی، رسم و رواج، آدی میں ایسے کتنے ہی پرمان ملتے ہیں، جن سے یہ دھارنا پشٹ ہو جاتی ہے۔ جیوں جیوں جن

1۔ تقسیم 2۔ مقابلہ 3۔ مقابلہ 4۔ ناکام 5۔ اندھا

سنکھیا بڑھتی گئی، لوگ بھن بھن پرانتوں کی اُور پھیلتے گیے۔ جیسے جہاں جلوایو[1] انوکول[2] ملا، وہیں وہ آباد ہو گیا۔ پھر شنے شنے ان سنسکاروں اور سنستھاؤں کا وکاس ہوا، جو کسی نہ کسی روپ میں آج تک وڈیمان ہیں۔ جلوایو اور پراکرتک پربھاو کے کارن بھن بھن پرانتوں کے نواسیوں کی بھاشا، آکرتی، پردھان، یہاں تک کہ سوبھاو میں بھی پریورتن ہوتے گئے۔ بھن بھن سنسکرتیوں کا وکاس ہوا۔ سمبھو ہے، کچھ دنوں بھن بھن پرانت والوں میں میل رہا ہو، پر جیوں جیوں ان کے پارسپرک سوارتھوں میں سنگھرش ہوا، ان میں ویمنسیہ ہوا اور ایک دوسرے سے آکرمنوں سے بچنے کا پریتن ہونے لگا۔ اس سنگھرش نے راشٹروں کی سرشٹی کی۔ ات ایو ورتمان راشٹر اسی یگ کے چنہہ ہیں اور ابھی تک ان میں یہی پرورتیاں موجود ہیں۔ پرانی ماتر کو بھائی سمجھنے والا اونچا اور پوتر آدرش اس راشٹرواد کے ہاتھوں ایسا کچلا گیا کہ اب اس کا کہیں چنہہ بھی نہیں رہا اور وہ مانو جاتی کا کیول اسمبھو آدرش ہو کر رہ گیا ہے۔ اس یگ میں جیوت رہنے کے لیے راشٹروں کا سنگٹھت ہونا انی وار یہ سا ہو گیا ہے، اینتھا سنگٹھت پرانی سموہوں کا اس راشٹریتا کے یگ میں کہیں پتہ بھی نہیں لگے گا۔ ہاں، ہمیں اس شاپ کو منگل روپ میں لانا پڑے گا۔ اس وش کو رس بنانا پڑے گا۔ اس سنگھرش کا مول آج کا گھور اناتم واد ہے۔ ایشور کا سنسار سے بہشکار کر دیا گیا ہے۔ یورپ کے بعض راشٹروں نے تو گرجے اور دیوالے ڈھا دیے۔ نئے یگ کے ساتھ اناتم واد اور بھی پرچنڈ روپ میں آکھڑا ہوا ہے، روس دھرم کو افیم کا نشہ کہتا ہے۔ اسپین کا بھی کچھ یہی وچار ہے۔ دونوں ہی عیسائی دھرم کے کیندر تھے، پر دونوں ہی دیشوں میں گرجے توڑے گیے ہیں۔ دھرم سنستھاؤں نے شاسک سمودائے سے اس طرح اپنے کو ملا لیا تھا اور لوک واد کا اتنا ورودھ کیا تھا اور کر رہے ہیں کہ جنتا اب سوادھینتا کی نئی امنگ میں دھرم سنستھاؤں کو مٹانے پر تلی ہوئی ہے۔ روس اور اسپین دونوں دیشوں کی یہی دشا ہے۔ بھارت میں بھی کچھ وہی ہوا چلتی نظر آتی ہے۔ نئے راشٹر بن رہے ہیں اور راجنیک نئے سدھانتوں پر چل کر وہ بلوان اور سنگٹھت بھی ہو جائیں گے، لیکن سنسار میں ان سے سکھ اور شانتی کی وردھی ہوگی، اس میں سندیہہ ہے۔ جہاں شاسن۔ سنگٹھن کے ورودھ میں زبان کھولنا بڑے سے بڑا اپرادھ ہے، جس کی سزا موت ہے وہاں

1۔ آب وہوا 2۔ موافق

شانتی کہاں۔ وچاروں کو شکتی سے کچل کر بہت دنوں تک شانتی کی رکشا نہیں کی جا سکتی۔ انیشورتا کی ورِدھی نے سنسار کو اس دشا میں پہنچایا ہے اور جب تک اس کا پربھتو رہے گا، راج شاستر کے نیموں کے بدلنے سے وشیش کلیان کی آشا نہیں۔ کم سے کم وہ چرستھائی نہیں رہ سکتی۔ ایک سے بھارت میں تھا، جب نرپتی بھی رشیوں سے کانپتے تھے۔ آج وہ زمانہ ہے، کہ سمست سنسار میں پشوبل کی پردھانتا ہے۔ سدھار بھی ہوتے ہیں، تو پشوبل سے۔ منشیہ میں دھرم بدھی جیسے رہی ہی نہیں۔

لیکن اس تمرا چھن آکاش میں اب کہیں کہیں رجت جھالر نظر آنے لگی ہے۔ یہ نویگ کی اُوشا چھبہ ہے۔ دَیوگتی سے ورتمان سنسار سنسکرتی کا دیوالا نکل رہا ہے۔ سامراجیہ واد اور ویوسائے واد کی جڑیں تک ہلنے لگی ہیں۔ جس سنگٹھن پر یہ سنسکرتی ٹھہری ہوئی تھی، اس سنگٹھن میں کمپن شروع ہو گیا ہے۔ منشیہ نے جن کرتم سادھنوں کا آوشکار کر کے مانو جیون کو کرتم بنا دیا تھا، ان کی قلعی کھلنے لگی ہے۔ سوارتھ سے بھری ہوئی یہ گٹ بندی جسے آج راشٹر کہا جاتا ہے، اور جس نے سنسار کو نرک بنا رکھا ہے، اب ٹوٹنے لگی ہے۔ شاسن کی شکتی اب کُبیر کے اپاسکوں کے کٹھور اور نرم ہاتھوں سے نکل کر ان لوگوں کے ہاتھوں میں آ رہی ہے، جنھیں راج وستار کی وشیش کامنا نہ ہوگی جو دُربلوں کے رکت پر چین کرنا اپنے جیون کا اُدّیشیہ نہ سمجھیں گے، جو سنتوش پر دشانتی کے اُپاسک ہوں گے۔ نیائے اور دھرم کی آواز کچھ کچھ اٹھنے لگی ہے۔ جاپان نے پچیس سال پہلے منچوریا کو لے لیا ہوتا، تو کوئی منکتا بھی نہیں۔ آج جاپان سارے سنسار میں بدنام ہو رہا ہے۔ پر ایہ سبھی راشٹروں نے ایسے وچاروان پروش نکل رہے ہیں۔ جنھیں ورتمان سنسکرتی میں سنسار کی تباہی کے لکشن دکھ رہے ہیں، اور وہ ایک سور سے اس کے پرشکار کی، اور ضرورت پڑے تو، شانتیمئے کرانتی کی، ضرورت سمجھ رہے ہیں، اور سمجھا رہے ہیں۔ نیائے اور دھرم کی آواز آتم واد کے جاگن کے لکشن ہیں، اور دکھی بھارت کی آشا آتم واد کے وستار میں ہی ہے۔ جب بھاونا دیاپک روپ دھارن کرے گی، تب تک اس نویگ کے آداہن کے لیے ہمیں اُوشرانت اُدیوگ کرنا ہے۔

اکتوبر۔ نومبر 1932

پنجاب پولس وبھاگ کی رپورٹ

پنجاب پولس وبھاگ کی رپوٹ ، انیہ اسی پرکار کی رپورٹوں کی بھانتی پولس کی کارگزاریوں کی تعریف سے بھری ہوئی ہے، پر اس کے انت میں ایک ایسا ریمارک دیا گیا ہے، جس پر وچار کرنے کی ضرورت ہے۔ پولس کے جنتا سے سہوگ پراپت کرنے کے وشے میں کہا گیا ہے——

''اس پرکار کا سہوگ ویکتی گت آچرن سے سمبندھ رکھتا ہے۔ کچھ افسروں کو جنتا کی سہایتا اور سہیوگ پراپت کرنے میں بالکل کٹھنائی نہیں ہوتی اور نشکرش[1] یہی ہے کہ جہاں پولس مستعد، کشل اور وشوسنیہ ہے، وہاں جنتا اس کی سہایتا کرنے میں آنا کانی نہیں کرتی۔''

جہاں پولس جنتا کا سہیوگ پراپت نہیں کرسکتی، وہاں جنتا کا اس پر وشواس نہیں ہوتا۔ اگر جنتا کے ساتھ پولس کا ویوہار اچھا ہوتا تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس کے ساتھ سہوگ نہ کرے۔ جب پولس کرمچاری نواب بن جاتے ہیں اور جنتا پر جابیجا سختی کرنے لگتے ہیں، تبھی جنتا ان سے ورکت ہوجاتی ہے۔

26/اکتوبر1932

1۔ نتیجہ

پولس پرشنسا

پریاگ کمشنر مسٹر بام فورڈ نے ایک جلسے میں پولس کرمچاریوں کی پرشنسا کرتے ہوئے فرمایا ہے ـــــ

''میں نے پریاگ میں آپ کا دھیریہ، سدبھاو اور پابندی بہت سمیپ سے دیکھی ہے، اور میری اچھا ہے کہ ان سجنوں میں سے بھی کچھ لوگوں کو یہ اوسر ملتا، جو سمجھتے ہیں کہ پولس کا عہدہ پاتے ہی آدمی بھلا آدمی نہیں رہ جاتا۔''

ادھیکاریوں کے مکھ سے یہ پولس پرشنسا کوئی نئی بات نہیں۔ بام فورڈ صاحب کی بدائی کا یہ جلسہ تھا۔ پولس کرمچاریوں ہی نے یہ جلسہ کیا تھا۔ شِشٹتا کا یہی تقاضہ تھا کہ مہمان کی تھوڑی سی تعریف بھی آوشیہ کی جائے، لیکن چھوٹے بڑے لاٹ سے لے کر حاکم ضلع تک، وائسرائے سے لے کر چیمبر آف کامرس کے سبھاپتی تک، ایک بھی تو ایسا نہیں بچا، جس نے پولس کے سدویوہار اور سداچار کی سند نہ دی ہو۔ اب تو شاید اپنی تعریف سنتے سنتے پولس کا نہ بھرنے والا پیٹ بھی بھر گیا ہوگا۔

پر ان ایک لاکھ پرشنسا پتروں سے کہیں زیادہ قیمتی اور وشواس پیدا کرنے والا وہ سرٹیفکیٹ ہوتا، جو کسی غریب بھارت واسی کے مکھ سے نکلتا۔ پولس ایک ایسا پتر بھی پیش کرسکتی ہے؟ سنسار میں کھٹمل نام کی ایک وستو ہوتی ہے۔ کھٹمل اپنے افسروں کی جوتیاں چاٹتا ہے اور جن پر اسے کچھ اختیار ہوتا ہے، ان کا خون ہی نہیں پران تک چوس لیتا ہے۔ ہمارے پولس والے ادھک تر کھٹمل ہی ہوتے ہیں۔

29/اگست1932

ہوائی جہاز سے گولا باری

ورتمان یُگ کی وگیانک لڑائی سرکشیتر[1] میں ہی آدمیوں کو مکھی کی طرح مار کر سنتشٹ نہیں ہوتی۔ شترو راشٹروں پر ہوائی جہاز سے گولے برسانے میں بھی اسے سنکوچ نہیں ہے۔ کچھ پروانہیں معصوم بچوں اور ابلا استریوں پر گولے گریں۔ اس راشٹر کا صفایا کر دو، جس کے یودھا میدان میں آتے ہیں۔ جب راشٹر ہی نہ رہے گا، تو سپاہی کہاں سے آویں گے۔ کتنی پیشاچک[2] منوروتی ہے! مزا یہ ہے کہ سبھی دیشوں کے یدھ نیتا اس کی بھینکرتا اور امانوشکتا کو سویکار کرتے ہیں، پر کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ مسٹر بالڈون نے نبہ شستری کرن پر بھاشن کرتے ہوئے اس نیتی کی نندا کی تھی، لیکن پھر بھی اس کا دیوہار برابر ہو رہا ہے اور انگریز سینا عراق میں ایسے ہتیا کانڈ کر رہی ہے کہ اسی فوج کے ایک پرانے افسر نے ان ودھانوں پر پرکاش ڈالا ہے، جو بادشاہ فیصل کی ستہ کی رکشا کرنے کے لیے عراق میں کیے جا رہے ہیں۔ اور یہ کرتیہ گت دس سال سے برابر جاری ہے۔ کتنے گاؤں کا ستیاناش ہوا، کتنے جانوروں کا بدھ ہوا، کتنی عورتوں اور بچوں کے پران گیے اور کتنے انگ بھنگ ہو گیے، اس کا کون انومان[3] کر سکتا ہے۔ مگر یہ نی سبھیتا کا یُگ ہے۔ پرادھین راشٹروں کے ساتھ کسی نیتی کا دیوہار کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ ذرا گرہ کرتے ہیں اور ساتھ اپنے پربھوؤں کے تلوے نہیں سہلاتے، تو ان کو اس کا مزا چکھنا پڑے گا!

26/اکتوبر1932

1۔ میدان جنگ 2۔ شیطانی 3۔ اندازہ

بیگم عالم کی اوجسوِنی اپیل

پنجاب کے پرکھ نیتا ڈاکٹر محمد عالم کی بیگم صاحبہ نے اپنے پتی کی بیماری کے وشے میں جو بھاؤ پورن وکتویہ[1] پر کاشت کرایا ہے، وہ ہمیں سورگیا بی اماں کے ان شبدوں کی یاد دلاتا ہے، جو انھوں نے اپنے پتروں کے وشے میں کہے تھے۔ افواہ تھی کہ علی بھائیوں نے سرکار سے کسی پرکار کا سمجھوتا کرلیا ہے اور اس سمجھوتے کے آدھار پر دونوں بھائی مُکت کردیے جائیں گے۔ بی اماں نے یہ افواہ سن کر کہا تھا ــــ "یدی میرے بیٹوں نے آتم سمان کے وِرُدھ کوئی فیصلہ کیا ہے، تو خدا میرے ان کمزور ہاتھوں میں اتنا بل دے کہ میں ان کا گلا دبادوں۔" اتنے ہی جوشیلے شبد بیگم عالم کے ہیں۔ ادھر جیل میں ڈاکٹر عالم کی حالت نازک ہوگئی ہے۔ سرکار نے بیگم عالم کو اپنے پتی کی سیوا شُشرُوشا کرنے کی سُوِدھا دے دی ہے۔ جنتا میں اس خبر سے ایسی ہل چل پڑگئی کہ سرکار سے ڈاکٹر عالم کو چھوڑ دینے کی اپیل کی جانے لگی۔ بیگم صاحبہ نے اس آندولن کا ان شبدوں میں ورودھ کیا ہے ــــ

"آج کل مجھے اپنے پتی کی سیوا کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور ان کی اس حالت کی ساری باتیں بتانے کو میں تیار نہیں ہوں، کیونکہ یہ ٹھیک وشواس گھات سمجھا جا سکتا ہے، پر میں راشٹر سے پوچھتی ہوں، ایسا مطالبہ کیوں کرتے ہو، جس سے مجھے اپنے نیم جان پتی کو واپس لینا پڑے اور ان نتیجوں کی ذمہ داری اٹھانی پڑے، جو ان کی موجودہ حالت سے پیدا ہوسکتے ہیں۔ کیا سرکار پر ساری ذمہ داری ڈال دینا اس سے بہتر نہ ہوگا؟ ان کی حالت نازک ہے یا نہیں، اس وشے میں کچھ کہنا نہیں چاہتی۔ پر ہمیں چاہیے کہ انھیں ویروں کی موت مرنے دیں، اگر خدانخواستہ یہی نوبت آئے۔ راشٹر کے ہت کے سامنے ویکتیوں کا کچھ مولیہ نہیں۔ قوم کی بھلائی کے لیے ایسے کتنے عالم قربان کیے جاسکتے ہیں۔ میں آشا، پرارتھنا اور وشواس کرتی ہوں کہ میرے پتی کو صحت ہوجائے گی، پر اپمانت ہوکر جیوت رہنے کے بدلے ان کا عزت کے ساتھ مرجانا میں زیادہ پسند کرتی ہوں۔"

26 اکتوبر 1942

1۔ پر اثر بیان

آرڈِنینس کی اودھی[1]

الہ آباد میں پرکاشت ہونے والے انگریزی پتر ''پانیر'' نے اپنے ایک اگرلیکھ میں، بھن پرانتیہ سرکاوں کے اس پریتن کی پرشنسا کی ہے کہ'' آرڈینسوں قانونوں کو استھائی روپ دینے کے لیے بھارتیہ دنڈ وِدھان میں ہی شامل کیا جارہا ہے اور شیگھر[2] ہی آرڈی نینس ادھک درڑھ روپ میں قانون کا روپ دھارن کرلیں گے۔ پتر کی رائے میں آرڈِنیسوں کا توانت ہو جانا چاہیے، کیونکہ آرڈی نینس شاسن انوچت ہے، پرامن اور امن کی رکشا کے لیے آرڈِنینس کی دھاراؤں کا رہنا ضروری ہے۔ آگے چل کر، پتر یہ بھی لکھتا ہے کہ آرڈِنینس سے دیش میں دیاپت اَراجکتا کم نہیں ہوئی ہے۔ پرتنیک ویکتی یدی ایمانداری سے اپنی رائے ظاہر کرے، تو وہ ضرور ایسے قانونوں کا سمرتھن کرے گا، جن سے اراجکتا دور ہو۔

انگریز لیکھکوں اور سمپادکوں کے قلم سے نکلی چیز بڑی مہتوپورن سمجھی جاتی ہے۔ سمبھو ہے، وہ ہوتی بھی ہوں، پر اس لیکھ کی ترک پرنالی دیکھ کر، منوگیان تتھا سادھارن گیان کی باتوں کا اس میں آبھاؤ پا کر ہمیں آشچریہ[3] ہوتا ہے۔ دوسری بار پری چالت آرڈِنیسوں کا جیون کال اسی دسمبر کو سماپت ہو جاتا ہے۔ وگت جنوری مہینے کی شروع سال کی جو پہلی بھینٹ بھارتیہ سوادھینتا تتھا سنرکشا کے حمایتیوں نے دی تھی، وہ بڑے دن کے ہم پات میں ولین ہو جائے گی۔ پارلیمنٹ نے وائسرائے کو جس سیما تک ادھیکار دیا تھا ان کے اپیوگ[4] کی اِتی شری ہو چکنے کے اُپرانت[5] اب بھارتیہ کونسلوں کی شرن لینی پڑی ہے اور اسی لیے آرڈِنیسوں کے لیے ٹھیک سمرتھن تتھا ٹھیک نیت سے سمرتھن کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

1۔ مدت 2۔ جلد 3۔ تعجب 4۔ استعمال 5۔ بعد

آرڈیننس کا اُدّیشیہ کیا ہے؟ دمن! بھارت میں جو اُراجکتا بڑھتی پر گئی جاتی ہے، اس کی چال کو روک دینا! آرڈیننس کے اس یُگ میں اپنی اُور سے کچھ وِشیش نہ کہہ کر، ہم پانیر کے ہی شبدوں میں کہہ دینا چاہتے ہیں کہ ابھی تک آرڈیننس اس اَراجکتا کی باڑ کو نہیں روک سکے ہیں۔ جب وہ اپنے کاریہ میں شروع بارہ مہینے میں سپھل نہیں ہو سکے، تو ایک دو یا تین سال کے لیے انھیں قانون کا روپ دینے سے کیا لابھ ہوگا! یہ کس ترک یا منووِگیان سے سدھ ہو گیا کہ کیول قانون کا روپ دے دینے سے، جو روپ چاہے کتنا اُگر کیا جاوے، اپنے پوروَرتی کے سمان پرپیک نہیں ہو سکتا۔ بھارتیہ اَراجکتا کی پرگتی کو روک دے گا! یدی قانون کی ایک ایسی دھارا ہے جو اَراجکتا کی کلپنا کو بھی دبا سکتی ہے، یدی ایسا کوئی اُپائے ہے، جو نویُوکوں کی کریا شکتی کو کسی اچھے کام کی اُور بہا لے جا سکتی ہے، تو اس کی دھارا کوئی دوسری ہی ہے، اس کا کوئی دوسرا ہی روپ ہے اور پانیر ایسے پتروں کو اصلی صلاح دے کر ہی سرکار کا کلیان کرنا چاہیے، ایتھا، ایسی ہی صلاحوں سے سرکار کو دھوکے کی ٹٹی میں کھڑا کرایا جا رہا ہے اور سرکار بھی اپنے سچے ہتیشیوں کو نہیں پہنچان رہی ہے۔

31/اکتوبر 1932

پونا کا عیسائی سمّیلن

اس سپتاہ میں ورتمان راج نیتک پرستھتی اور سامپردائک بٹوارے پر وچار کرنے کے لیے پونا میں عیسائی سمّیلن ہوا۔ اس میں ہر ایک پرانت کے گنیہ مانیہ عیسائی مہانو بھاو ایکتر ہوئے تھے۔ ہرش اور سنتوش کی بات ہے کہ، انھوں نے بہت سے سمّلت نرواچن کا ہی سمرتھن کیا۔ ہاں، عیسائیوں کے لیے استھان سُورکشت کرانے پر زور دیا۔ اس طرح الپ مت والوں کو جو ایک سنگھ گول میز پرشد کے اوسر پر بنایا گیا تھا اس کے چار پہیوں میں ایک پہیا اور ٹوٹ گیا۔ ہریجن تو پہلے ہی سلام کر کے پرتھک ہو گئے تھے۔ مسلمانوں نے بھی سنیکت نرواچن کو سویکار کر لیا۔ عیسائی بھی سنگھ سے نکل گئے۔ اب کیول اینگلو، انڈین رہ گئے ہیں۔ انھیں بھی اب جن مت کے آگے سر جھکانے کے سوا کوئی چارا نہیں۔

7/نومبر 1932

پرانتیہ کونسلوں میں دوسرا ممبر

انگلینڈ کی شاسن ویوستھا میں دو ہاؤس ہیں۔ایک سادھارن جسے ہاؤس آف کامنس کہتے ہیں، اور دوسرا اوشیش جسے ہاؤس آف لارڈس کہتے ہیں۔کامنس میں تو جنتا دوارا چنے ہوئے ممبر بیٹھتے ہیں۔لارڈ میں خاندانی رئیسوں کا استھان ہے۔چونکہ پہلے راجیہ ادھیکار سولہوں آنا امیروں کے ہاتھ میں تھا اور جیوں جیوں جنتا میں راج نیتک گیان وردھی ہوتی ہے۔وہ ان ادھیکاروں کو رئیسوں کے ہاتھوں سے چھین کر اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی ہے، اس لیے یہ دونوں سنستھائیں برابر ایک دسرے سے لڑتی رہتی ہیں۔واستو میں انگلینڈ کا گت دس شتابدیوں کا راجنیتک اتہاس اس دوندو کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔جنتا کے کرمک وکاس میں سب سے بڑی بادھا یہی امیروں کی سنستھا رہی ہے۔کوئی نیا بل اس وقت تک قانون نہیں بنتا، جب تک لارڈ اسے سویکار نہ کرلیں، یدیپی جن ستاواد نے ان کے ادھیکاروں کے پر کاٹ دیے ہیں، پھر بھی وہ جب اوسر پاتے ہیں، روڑے اٹکاتے جاتے ہیں۔اب اس پرانت میں بھی ایسی ہی امیروں کی سنستھا قائم کرنے کا پرستاؤ[1] کیا جارہا ہے۔اس میں ہمارے راجے، تعلقے دار اور نواب آدی ہوں گے۔ابھی تک تو ان کی رکشا سرکار کرتی تھی۔جنتا پری شرم[2] کرتی تھی، وہ اس کا پھل کھاتے تھے۔آنے والی ویوستھا میں جن ستا کی پردھانتا ہونے کی سمبھاؤنا ہے، اس لیے یہ ورگ اس دوسری سنستھا دوارا جنتا کے وکاس میں بادھا کھڑی کرنے کی چیشٹا کررہا ہے۔جنتا کا وشواس ان پر نہیں ہے۔اور جنتا دوارا ان کا چنا جانا اسمبھو سا ہی ہے۔ایسی اوستھا میں وہ اپنی رکشا کے لیے کوئی مارگ ڈھونڈ رہے ہیں۔اگر دوسرا ممبر استھاپت[3] ہو گیا، تو ان کی کامنا پوری ہو جائے گی اور وہ ایسے قانونوں کا ورودھ کرسکیں گے، جس سے ان کے سوارتھ یا ادھیکار کو دھکا لگتا ہو۔مگر اس یگ میں اب

1۔ تجویز 2۔ محنت 3۔ قائم

سورکشت استھانوں[1] کی گنجائش نہیں ہے۔ ہمارے رئیسوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ جنتا کے سیوک بن کر ہی رہ سکتے ہیں۔ سوامی بن کر نہیں۔ ہوا کے ساتھ چل کر سمھو ہے، ان کی ناؤ کنارے پر پہنچ جائے۔ ہوا کے وِرُودھ چل کر وہ بیچ میں رہ جائے گی۔ اگر ہمارے زمیندار اور تعلقے دار اپنے بھوشیہ کو سنکٹ[2] میں نہیں ڈالنا چاہتے، تو انھیں سیوا بھاؤ سے جنتا میں رہنا ہوگا۔ جنتا کے دُکھ سکھ میں شریک ہوکر، ان کی کٹھنائیوں[3] کو دور کرنے میں سہایک بن کر، ان کی سُودھاؤں کو بڑھا کر وہ اب ان کے آدر اور بھکتی کے پاتر بنے رہ سکتے ہیں۔ انھیں کچل کر اور اپنے سوارتھ کا کیول یتر[4] بنا کر اب وہ سکھ سے نہیں سو سکتے۔

14 نومبر 1932

1۔ محفوظ جگہوں 2۔ پریشانی 3۔ پریشانیوں 4۔ آلا

مہاتماجی کی سوادھینتا

پچھلے انک[1] میں ہم نے پاٹھکوں کی اُور سے برٹش سرکار کو یہ دھنیواد دیا تھا کہ اس نے مہاتماجی پر سے اتنی بادھائیں اٹھالی ہیں کہ وہ اچھوتودھار کا کاریہ کر سکتے ہیں، کنتو اس کے ساتھ ہی، ہمیں یہ دیکھ کر کھید ہو رہا ہے کہ سرکار مہاتماجی کو ایک اتینت گمبھیر تتھا گروتر کاریہ کرنے کی آگیا دیتی ہوئی اسی کے سمان مہتو پورن انیہ کاریہ بھی نہیں کرنے دیتی۔ اسمبلی کی بیٹھک میں، گت 15 / نومبر کو، شری گیا پرساد سنگھ نے ہوم ممبر مسٹر ہیگ سے اس وشئے میں جو پرشنوتر کیے تھے، اس سے یہی پرتیت ہوتا ہے کہ سرکار اس پرشن کو کیول ٹال دینا چاہتی ہے۔ آخر کیا کارن ہے کہ اچھوتوں کو ہندوؤں سے ایک کرنا راجنیتک کاریہ نہیں سمجھا جاتا پر مسلمانوں کو ہندوؤں سے ایک کرنا راجنیتک کاریہ سمجھا جاتا ہے اور سرکار مہاتماجی کو اس بات کے لیے اوسر نہیں دینا چاہتی۔ مان لیا جاوے، کہ اسے یہ بھے ہو کہ ایکتا کے بہانے مہاتماجی ستیاگرہ کے سرتھکوں سے بھی مل کر کانگریس کاریہ کر سکتے ہیں، پر انھیں ستیاگرہ کے شترو مولانا شوکت علی سے بھی نہ ملنے دینا، کیا ارتھ رکھتا ہے؟ اسی سے لوگوں کو شبہ ہوتا ہے، کہ سرکار مسلمانوں کو اپنا ہی سمجھتی ہے اور اسی لیے وہ مسلمانوں کو ہندوؤں سے نہیں ملنے دینا چاہتی، پر ہندو مسلم ایکیہ[2] کو وہ ایک بھینکر راجنیتک ایکیہ کا پرارمبھ سمجھ کر اس سے بیحد گھبراتی ہے۔ جو بھی ہو، اس ایکیہ سے اتنا ادھک لابھ ہے، کہ اس کا مہتو ورن نہیں کیا جا سکتا اور سرکار یہ بڑے بھاری پروپکار کا کاریہ کرتی، یدی وہ مہاتماجی کو ایکیہ پرتی پادن میں سہایک ہونے دیتی۔

مسٹر ہیگ نے اسی وشئے میں سرکار کی اُور سے جتنی باتیں کہی ہیں، ان میں کوئی بھی ایسی نہیں ہے، جس سے ہمیں ان کے ترک کا تاتپریہ سمجھ میں آ سکے۔ مسٹر ہیگ کا یہ کہنا کہ اب تو سندھ کا

1۔ شمارے 2۔ اتحاد

سمجھوتا ہو جانے کے بعد مسٹر گاندھی کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، ایک پرکار سے پریاگ کے ایکتا سمیلن کی کھلی اڑانا ہے۔ شری نول رائے کے یہ پوچھنے پر کہ کیا سرکار مہاتما جی کو ہندو مسلم سمجھوتا ہو جانے پر بھی، اس میں بھاگ نہ لینے دے گی، مسٹر ہیگ نے کہا تھا کہ ''سمانت سدسیہ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ راجنیتک قیدی ہیں۔'' اس اُتر سے یہ اسپشٹ[1] ہے کی سرکار راج نیتک قیدی کی اپنی من مانی ویاکھیا بھی کرتی ہے۔ مہاتما جی ایسے راجنیتک قیدی ہیں جنھیں کوئی بھی حق سرکار دے سکتی ہے۔ ایسی پرستھتی میں، ہمیں یہ دیکھ کر بڑا کھید[2] ہوتا ہے کہ جہاں اپنے ایک کاریہ سے سرکار پرجا کی پرشنسا کی پاتر بن جاتی ہے، وہیں وہ کسی انوچت کاریہ دوارا اتنی ہی نندا[3] بھی پراپت کرتی ہے۔

21 رنومبر 1932

1۔ واضح 2۔ دکھ 3۔ مذمت

برما میں راشٹریتا کی وجے

بھارت کا اقبال اس سمے زوروں پر ہے۔ پونا اور پریاگ میں اس نے بھید بھاؤ اور سامپردائکتا کو نیچا دکھانے کے بعد برما میں بھی اتنے ہی معرکے کی وجے پراپت کی۔ برما کو بھارت سے پرتھک کرنے کا ایک پرکار سے نشچے ہو چکا تھا۔ پردھان منتری نے اس کی گھوشنا کر دی تھی لیکن دیویوگ سے ابھی حال میں وہاں عام چناؤ ہوا۔ چناؤ کا آدھار یہی سمسیا تھی۔ پرتھکتا وادی اور ایکیہ وادی[1] دلوں میں مقابلہ ہوا اور انت میں ایکیہ وادیوں کی وجے ہوئی۔ اس نے انگلینڈ میں ہل چل پیدا کر دی ہے۔ وہاں تو دنیا کو یہ دکھایا گیا تھا کہ برما کی جنتا خود بھارت سے پرتھک رہنا چاہتی ہے۔ پچھلی دونوں گول میزوں میں برما کے جو پرتی ندھی سرکار نے چنے تھے، وہ پرتھکوادی دل کے ہی تھے۔ سنسار نے سمجھا ہوگا برما کو بھارت والے کسی سوارتھ وش زبردستی اپنی اور کھینچ رہے ہیں، حالانکہ وہ اس سے ملنا نہیں چاہتے لیکن چناؤ کے اس نرنئے نے سدھ کر دیا کہ برما ہندستان سے ملنے کو اتسک ہے، اور اُسے پرتھک ہونا سویکار نہ کرے گا۔ اب اس نرنے[2] میں طرح طرح کے ارتھ لگائے جا رہے ہیں اور دنیا کو دکھایا جا رہا ہے کہ ایکیہ وادیوں نے دھوکے دھڑی سے کام لے کر فتح حاصل کر لی۔ دیکھنا چاہیے، برما کے پرتی ندھی اب گول میز میں کیا کہتے ہیں۔

28 رنومبر 1932

1۔ اتحادی 2۔ فیصلہ

راشٹر سنگھ پر ڈاکٹر پرانچپے کا بھاشن

لکھنؤ وشوودیالیہ کے وائس چانسلر آر پی پرانچپے نے الہ آباد یونیورسٹی کے پولیٹیکل کلب میں ''راشٹر سنگھ'' پر بھاشن دیتے ہوئے اس کے سماجک اور ودیگیانک وبھاگوں پر اچھا پرکاش ڈالا۔ لیکن آشچریہ ہے، کہ سنگھ پر بھارت کے چھ سات لاکھ روپیے تو خرچ ہوتے ہیں پر سنگھ کے استھائی منڈل میں اس کا کوئی استھان نہیں ہے۔ اس استھائی منڈل میں، انگلینڈ، فرانس، جرمنی، اٹلی اور جاپان یہ پانچ راشٹر ہیں۔ ان میں کیول انگلینڈ اور فرانس کا چندا بھارت سے ادھک ہے۔ جرمنی، اٹلی اور جاپان بھارت کے برابر روپیے نہیں خرچ کرتے۔ پر انھیں استھائی منڈل میں استھان ملا ہوا ہے۔ ایسی دشا میں ہم نہیں سمجھتے بھارت سے اتنے روپیے کیوں لیے جاتے ہیں۔ کیا اس لیے کہ اس وشے میں بھارت کی کوئی آواز نہیں ہے؟

اس بھاشن سے ہمیں گیان ہوتا ہے کہ چاہے راجنتک سمسیاؤں کے حل کرنے میں سنگھ کو ابھی منونیت سپھلتا نہ ملی ہو اور منچوریا کے وشے میں اس کا مون دھارن [1] کر لینا اس کے پربھاؤ کے لیے گھاتک [2] ہے، پھر بھی اس نے کئی مہتو پورن سماجک اور آرتھک سمسیاؤں کے حل کرنے میں اچھی سپھلتا پراپت کی ہے۔ گوری استریوں کا ویشیاورتی کے لیے گپت روپ سے جو ویاپار یوروپ میں جاری تھا، افیم، کوکین آدی زہریلی چیزوں کا جو دھڑلے سے پرچار ہو رہا تھا، ان دونوں نشدھ [3] ویاپاروں کو بند کرانے میں سنگھ نے جو تتپرتا [4] دکھائی ہے، وہ سروتھا پرشنسیہ [5] ہے۔ درشن، ساہتیہ اور ودگیان کے کشیتر میں بھی سنگھ نے بھن بھن راشٹروں کو سمیپ لانے کا اُدیوگ کیا ہے اور کر رہی ہے۔ بھوشیہ میں اس کے دوارا ایک سارودیشک سنسکرتی کے سمنوے ہونے کی آشا کی جا سکتی ہے۔

دسمبر 1932

1۔ خاموش 2۔ نقصان دہ 3۔ ممنوعہ 4۔ مستعدی 5۔ قابل تعریف

آرڈِنینس بل پاس

اسمبلی میں آرڈِنینس بل پاس ہوگیا اور دھوم سے پاس ہوگیا۔ پکش میں 56 رائیں تھیں، وپکش میں کیول 31۔ ہم سرکار کو اور ان 56 ممبروں کو اس شاندار فتح پر بدھائی[1] دیتے ہیں۔ اب کون کہہ سکتا ہے، کہ دیش اس بل کے پکش میں نہیں ہے؟ اور اگر کسی کو یہ کہنے کا دساہس[2] ہو بھی، تو کون اس کا وشواس کرے گا۔

12 دسمبر 1932

انگلینڈ کا وشواسی پولس مین

انڈیا لیگ ڈیپوٹیشن نے لندن پہنچ کر بھارتیہ پرستھتی پر اپنی رائے پہلے ہی پرکاشت کردی ہے۔ حال میں اس کے ایک ممبر مسٹر لیونارڈ میٹرس نے کہا ہے——

''بھارت میں پرتییک وکیتی کانگریس منوورتی کا ہے۔ اس سے بھارت میں سبھی انگریز استری پرشوں کا جیون مہاتما گاندھی کے ہاتھ میں ہے اور انھیں بجا طور پر بھارت میں انگلینڈ کا سب سے اچھا پولس مین کہا جا سکتا ہے۔''

اوپر کے شبدوں کی ٹیکا کرنے کی ہم کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ان میں رتی بھر بھی اتشیوکتی[1] نہیں ہے۔

12 دسمبر 1932

1۔ مبارک باد 2۔ بری ہمت 3۔ مبالغہ

بنگال میں آتنک واد[1]

بنگال کونسل میں ایک پرشن کا اُتر دیتے ہوئے، ہوم ممبر نے کرانتی کاریوں کے اپرادھوں کی جو لمبی سوچی دی، وہ بہت ہی نراشا جنک ہے۔ اس ایک ورش میں کیول بنگال میں ایسے 146 کانڈ ہوئے ہیں۔ ان میں ڈھاکہ اور میمن سنگھ ضلعوں میں آتنک وادیوں نے وشیش روپ سے زور دکھایا۔ اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا کہ سرکار کی دمن نیتی اور کٹھور[2] ہو گئی۔ آتنک وادیوں کی سمجھ میں کب یہ بات آئے گی کہ ان اپرادھوں سے وہ کیول راشٹر کی اُنتی میں بادھک ہو رہے ہیں۔ اگر ان میں دیش اور راشٹر کے پرتی پریم ہے تو ان کے لیے سیوا کا میدان کھلا ہوا ہے۔ دیش میں سیوکوں کا اَبھاؤ[3] ہے اور ایسے کتنے ہی طریقے ہیں، جن سے وہ دیش کا آرتھک، سماجک اور راجنیتک اُپکار کر سکتے ہیں۔ ان ہتیا کاری اپرادھوں سے وہ کیول اپنا سرو ناش نہیں کرتے، دیش کی اُنتی میں بھی بادھک ہوتے ہیں۔

19 / دسمبر 1932

گول میز میں کیا ہو رہا ہے

جن لوگوں کو گول میز میں کیندر یہ اتر دائتو[4] کا دریا لہریں مارتا نظر آ رہا تھا، انھیں لارڈ اِرون کی وکرتا نے نراش[5] کر دیا ہوگا، انھیں اب معلوم ہو گیا ہوگا کہ جسے وہ ٹھنڈے میٹھے پانی کا دریا سمجھے بیٹھے تھے وہ واستو میں مرگ ترشنا[6] مات ہے۔ وائسرائے کے ادھیکار جیوں کے تیوں رہیں گے۔ فوج اور مال دونوں ہی پرشاسن کا سنرکشن رہے گا۔ فوج کا خرچ بھی سابق دستور رہے گا۔ وائسرائے اسی طرح آرڈیننس بھی بناتے رہیں گے ہی۔ وہ سوراجیہ ہے جس کی تین سال سے دھوم مچی ہوئی ہے؟ اس کی تو قلعی کھل گئی۔ اب دیکھنا چاہیے، پرانتیہ سولیت شاسن[7] کی کیا گتی ہوتی ہے پھر ابھی تو فیڈریشن تو بیٹھا ہی ہوا ہے۔

12 / دسمبر 1932

1۔ دہشت گردی 2۔ سخت 3۔ کمی 4۔ مرکزی ذمہ داری 5۔ مایوس 6۔ شدید پیاس 7۔ صوبائی خودمختاری نظام

لندن میں کیا ہوگا؟

جہاں دو برتن رکھے رہیں گے وہاں کچھ شور ہوگا ہی ذرا سی ہوا کی ٹھیس سے دو برتنوں کا آپس میں لڑ پڑنا اتنا ہی سوابھاوک ہے جتنا کہ ان کے خالی ہونے پر تیور جھنجھناہٹ کا پیدا ہو جانا۔ یدی برتنوں میں اتنا کافی سامان رکھ دیا جاوے کہ ذرا سی ہوا اُن کو ہلا ڈُلا نہ سکے تو آواز کا ہونا اسی پرکار رک جاوے گا جس پرکار ان کا ٹکرانا۔ ٹھیک یہی دشا بھارت میں ہندو اور مسلمانوں کی بھی ہے۔ ودیشی شاسن کے کارن پیٹ میں چارہ تو ہے ہی نہیں، سو میں پچھتر فیصدی کو دونوں وقت بھر پیٹ بھوجن نہیں ملتا۔ اسی لیے ان میں گمبھیرتا، سہشنتا سنتوش کا اَبھاو ہو گیا ہے لوٹ کھسوٹ، جوا چوری یا ایک دوسرے کے ٹکڑے کو چھین لینے کی نیت پیدا ہو گئی ہے، اور وہ آئے دن آپس میں لڑنے پر اُتارو ہو جاتے ہیں۔ دروودھ کی ذرا سی ہوا سے برتن جھنجھنا اٹھتے ہیں ان کے دروودھ سے اُتپن شور اتنا تیور معلوم ہوتا ہے کہ لندن تھا اس کے محلے ڈاؤننگ اسٹریٹ میں بیٹھے ہمارے شاسک یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں ان دو کو ایک استھان پر رکھا ہی نہیں جا سکتا۔ ضرورت یہ ہے کہ ہر وقت ایک آدمی دونوں برتنوں کے بیچ میں کھڑا رہے۔

کنتو ہمارے لڑنے سے جو اتنا اُوب گئے ہیں جو ہماری لڑائی کو واقعی روکنا چاہتے ہیں کیا کبھی انھوں نے ہمارے دروودھ کے کارنوں کی بھی جانچ کی ہے؟ کیا انھیں کبھی یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ ہماری لڑائی کی سطح میں ہماری دردرتا کا کرون کرندن ہمارے روگ شوک سنتاپ کا دکھمس چیتکار چھپا ہوا ہے کیا کبھی یہ بھی سوچا گیا ہے کہ کاش مسلم دیا پار اتی پر ہوتا کاش ہندو کسان خوشحال ہوتا اور کاش دونوں کو اپنی مصیبتوں کو اپنے آپ دور کر دینے کا حق حاصل ہوتا۔ آج مسلمانوں کی تنگی غریبی کون نہیں جانتا۔ گھر میں مٹی کے برتنوں اور تن پر مخمل کا کوٹ پہنے

ہوئے مسلمان بڑی آزادی سے مار کاٹ پر اُتارو ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی اس کا گھر بھی لوٹ لے تو اس کا کیا جائے گا۔ پر جہاں مسلمان امیر ہیں وہاں برلے ہی جھگڑا ہوتے سنا گیا ہے۔ جبل پور میں زیادہ تر ویاپار مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ وہاں دنگا ہوا بھی تو پچاس سال میں ایک بار۔

اس لیے ہم تو ہندو مسلم وررودھ کو دو بھ کاریوں کا ایک روٹی کے ٹکڑے لیے کلہہ[1] مانتے ہیں۔ ہمیں تو اس میں کوئی تھیہ ہی نہیں دِکھتا کہ دونوں کو ہمیشہ لڑائی سے بچانے کو ایک تیسرے کی ضرورت ہے۔ ضرورت ہے پر، وہ بے روٹی کی اور روٹی کے لیے تبھی اُمید کی جاسکتی ہے جب اپنی حکومت اپنے ہاتھ میں ہو۔ اپنا ویاپار اپنے ہاتھ ہو، اپنا پیسہ اپنے ہاتھ سے خرچ ہو اور ہم خود اپنے اُوپر سرغنہ ہوں۔ گول میز سمّلین کی بیٹھکیں لگاتار پھر ہو رہی ہیں۔ اس بار پچھلی بار کی طرح کوئی دھوم دھام نہیں ہے کوئی ہل چل نہیں ہے، گاندھی جی کے سمان کوئی ویکتو[2] نہیں ہے۔ پر اس بار سمّلین کے سامنے وہ چیز ہے جو اس کے سامنے پچھلی بار نہ تھی۔ وہ ہے ہندو مسلمانوں کا پریاگ کا سمجھوتہ۔ اس سمجھوتے کی اس سے بڑھ کر اور کیا وجے ہو سکتی ہے جب مولانا شوکت علی نے لندن پہنچتے ہی کہہ دیا کہ اب ہندو مسلمانوں میں ایکا ہو گیا اب ضرورت ہے اس بات کی کہ پریاگ کے سمجھوتے کو تُرنت مان لیا جاوے۔ یہاں بھارت میں بھی شری راج گوپالا چاری تھا شری راجیندر پرساد ایسے مانیہ کانگریسی نیتاؤں نے مولانا عبدالمجید، مولانا ابوالکلام آزاد ایسے نرم گرم دونوں پکش کے مسلم نیتاؤں نے مسلمانوں سے اور ہندوؤں سے اپیل کی ہے وہ تُرنت اس سمجھوتے کو اپنا لیویں۔ ہمیں ہرش ہے کہ ڈاکٹر مُنجے ایسے ہندو نیتاؤں نے، جو اس کے پکش میں نہیں ہیں، ہمارا وِرودھ کر پرگتی کو روکنے میں بادھا نہیں پہنچائی ہے۔ پھر اس سمجھوتے کا وِرودھی کون ہے۔ نہیں جن کے وشے میں مولانا شوکت علی نے ابھی لندن میں کہا ہے کہ ''وہ بھارت کے نقلی نیتا ہیں۔''

اتنا ہوتے ہوئے بھی فری پریس کے سنواددا تا[3] کا لندن سے تار ہے کہ اس بار سمجھوتا ہو جانا وشیش کٹھن نہیں ہے۔ پر ہندو مسلم سمسیا کو بہت بڑھا کر کہا جا رہا ہے۔ رائٹر کا ہی بھیجا ہوا تار ہے کہ ایک ''بھارتیہ گول میزی سدسیہ[4] کا وچن ہے کہ ہندو مسلم سمسیا کو بہت طول دیا جا رہا ہے۔'' طول دینے کی جو بات تھی وہ ہم اُوپر لکھ چکے ہیں، ہماری غریبی کو طول دے کر بتلایا جاتا تو

1۔ لڑائی 2۔ شخصیت 3۔ نامہ نگار 4۔ رکن

ہم بھی کرتگیہ[1] ہوتے۔ ہمارے وِرُودھ کا یدی واقعی میں اصلی کارن بتایا جاتا تو ہم بھی کرتگیہ ہوتے اگر وہ جھوٹی باتوں کو طول دے رہے ہیں چاہے ہندو یا مسلم یا یوروپے نیتا ہی کیوں نہ ہوں تو ہم تو یہی کہیں گے کی جس پرکار پریاگ کے سمجھوتے کے وشئے میں مولانا شوکت علی بھارت میں ''نقلی'' نیتاؤں سے ڈر رہے ہیں، اسی پرکار ہمیں بھی لندن میں گئے ہوئے بھارت کے نقلی نیتاؤں سے ڈر ہے، ان لوگوں نے ہمارے ایکیہ کو ڈنکے کی چوٹ پر وہاں اعلان نہ کر ہمارے وِرُودھ کے اصلی کارن کو دور نہ کرا دیا تو ہم یہی کہیں گے کہ آنے والی پیڑھی ان کی اس پرتیکش نِچتا کو اسمرن رکھے گی۔ ہمارا غریبی سے سوکھتا ہوا خون ان کے پاپ کے کھاتے میں درج ہوگا اور ہماری ترقی کے کفن میں جو کیلیں ٹھک جاویں گی اس کی ساری ذمہ داری ان لوگوں پر ہوگی۔

بھارت تو اس وقت قانون کے شکنجہ میں کسا ہوا کراہ رہا ہے چاہے گول میز کے پرتی ندھیوں کی دیش سیوا کے پرتی اس کے ہردے میں کتنا ہی شبہ کیوں نہ ہو وہ تو لندن کی اور ٹکٹکی لگائے بیٹھا ہے اور یہ اسے امید ہے، کہ یدی گول میز وپھل ہو تو کم سے کم ہندو مسلم سمجھوتے کے نام سے تو نہ ہو۔ یدی پھر سے اور اسی کارن ہم وپھل ہوئے تو ذمہ داری ہماری بھی ہے اور ایسے ممبروں کو بنا ہم سے پوچھے بھیجنے والی سرکار کی بھی۔

12/دسمبر 1932

1۔ احسان مند

گول میز سبھا کا وسرجن

گول میز کی محفل کا تیسرا دور بھی ختم ہو گیا، لیکن ساقی نے شراب میں کچھ ایسی کارستانی کی کہ نہ کچھ رنگ جمانہ سرور گھٹا۔ شاید ایسے ہی موقع کے لیے سورگ واسی سُرور نے یہ شعر کہا تھا۔

بجائے مے دیا پانی کا ایک گلاس مجھے
سمجھ لیا مرے ساقی نے بد حواس مجھے

ساقی نے تیاریاں تو ایسی ایسی کی تھیں کہ پینے والے شاید سمجھتے تھے شیمپین نہ صحیح، جانی واکر تو کہیں نہیں گیا۔ بڑے بڑے خُم منگوائے تھے، جن کی خوشبو سے دماغ تازہ ہو جاتا تھا۔ صاف ستھری بوتلوں میں ان کی لالی دیکھ کر پینے والوں کے منہ میں پانی بھر بھر آتا تھا۔ مہ خانے کے دُوار پر مے کشوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ لوگ بے قرار ہو کر منتیں کر رہے تھے۔ للہ! ہمیں بھی اندر آنے دو۔ بد مزاج ساقی بڑی مشکلوں سے دروازہ کھولتا تھا۔ پہلا دور چلا۔ لوگ منہ پھیکا کر کے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے مانو کہہ رہے ہوں۔ یار یہ تو کچھ سمجھ میں نہیں آتی، کچھ پھیکی پھیکی سی ہے۔ ساقی ان کا رخ دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔ تم لوگ ٹھرّا پینے والے ہو اس کا مزہ کیا جانو۔ اس کا لطف اس کے پھیکے پن میں ہی ہے۔ پھر دوسرا دور شروع ہوا۔ اب کی دو ایک میکشوں نے صاف صاف کہہ دیا۔ حضرت ساقی، یہ تو کچھ ہے نہیں، پھیکی پھیکی سی لگتی ہے۔ ساقی نے جھڑکا نہیں، تیوریاں نہیں بدلیں، صد بھاؤں سے مسکرا کر بولا۔ اس کے پھیکے پن پر نہ جاؤ، یہ وہ چیز ہے جو اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ تیسرا دور شروع ہوا بالکل پانی۔ پہلے دونوں دوروں میں کچھ گرمی، کچھ تیزی، کچھ تلخی تھی، اس دور میں تو خالص پانی، پینے والے حیران ہو کر کبھی بوتل کی اُور دیکھتے ہیں کبھی خُم کی اُور، کبھی ساقی کی اُور، اور کبھی ایک دوسرے کے منہ کی اُور، اگر یہ پانی ہی

پلانا تھا تو یہ محفل سجانے کی، اس بوتل، خُم، صراحی اور پیالے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر پینے والوں کا سرور گھٹے یا نہ گھٹے، یہ تو کوئی کہہ ہی نہیں سکتا کہ محفل نہیں جمی، دور نہیں چلے، ساقی کے دام کھرے ہو گئے۔

گول میز سجا سماپت[1] ہو گئی۔ خوب گپ شپ ہوئی، ایک دوسرے کی تعریفیں ہوئی، یاروں نے اپنی اپنی زبان کی کُھل مٹائی اور اپنے گھر سدھارے۔ جہاں سن 30 میں تھے، وہیں آج بھی ہیں۔ نہیں، وہاں سے بھی پیچھے، تب یہ آرڈنس نہ تھے، سامپردائکتا کی یہ پردھانتا نہ تھی، راشٹریتا کی ورودھک اتنی ویوستھائیں نہ تھیں۔ ہم آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ ہمیں پیچھے ڈھکیل دیا گیا۔ ہم راشٹر نرمان کا ادھیکار چاہتے تھے، اس ادھیکار کو سات تالوں کے اندر بند کر دیا گیا۔ آج بھارت اپنے شاسکوں کے پاؤں کے نیچے پڑا سسک رہا ہے، پراست[2] اور پددلت[3] سائل ساکھی کے دوار پر بھکشا مانگنے گیا تھا۔ ساکھی نے کیول یہی نہیں کہا لوٹ جاؤ۔ اس نے سائل کو دھکے دے کر نکال دیا۔ اور اس کی جھولی میں جو کچھ تھا اسے بھی چھین کر زمین پر پھینک دیا۔ وہی مثل ہوئی چوبے جی چھبے بننے گئے تھے، دوبے ہی رہ گئے۔ ہم نے گول میز سے بہت بڑی آشائیں نہ باندھی تھیں۔ لیکن کچھ نہ کچھ پانے کی آشا اوشیہ رکھتے تھے۔ کم سے کم ایک چٹکی بھر آٹا تو مل ہی جائے گا۔ لیکن وہ چٹکی تو نہ ملی، جھولی البتہ چھن گئی۔

چلتے چلاتے حیران سرسیمو ایل ہور نے کچھ میٹھی میٹھی باتیں کیں، لارڈ سیکے نے بھی زخم پر مرہم رکھا، لیکن میٹھی باتیں تو بہت دنوں سے سنتے آتے ہیں۔ ان باتوں کا کریاتمک روپ کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ دودھار گائے دولات بھی مار دے تو اسے ہم خوشی سے سہہ لیتے ہیں۔ لیکن اس گائے کو کون پالے گا جو یوں تو بڑی سیدھی ہے، اس کی ناند میں بھوسا، کھلی، دانا، ڈال جاؤ، ذرا بھی نہیں بولے گی، اس کی پیٹھ سہلاؤ، چپ چاپ کھڑی رہے گی۔ لیکن تم نے تھن میں ہاتھ لگایا کہ اس نے تان کر لات جمائی۔

سمسیا تھی ادھیکار کی، مالی ادھیکار کی، فوجی ادھیکار کی، ذمہ دار شاسن کی۔ یہ سمسیائیں ایک بھی حل نہیں ہوئیں۔ ہم کچھ نہیں جانتے فیڈریشن کب آوے گا، وہ کس روپ رنگ کا ہوگا، اس میں ریاستوں اور انگریزی علاقوں میں کیا سمبندھ ہوگا، ویوستھاپک سبھاؤں کے کیا ادھیکار ہوں گے، وہ فوجی خرچ میں کچھ کمی بیشی کر سکے گی، فوج کے بھارتیہ کرن کی پرگتی کو کچھ تیز کر سکے

1۔ ختم 2۔ ہارا ہوا 3۔ قدموں سے کچلا ہوا

گی! کیا گورنر جنرل اور گورنروں کے ادھیکاروں کو جیوں کا تیوں رہنے دیا جائے گا؟ وہ اب بھی اسی سوتنتھا سے آرڈی نینس بناتے رہیں گے؟ پرانتیہ سوراجیہ کا بڑا شور سن رہے تھے۔ کیا وہ بھی اسی طرح منسٹروں کے ادھیکار میں ہوگا جیسے اب ہے یا کاؤنسل کا ان پر کچھ اثر ہوگا؟ ان پرشنوں کا اسپشٹ اُتر ہمیں نہیں ملتا۔ اگر ساری چیخ پکار کا نتیجہ یہی ہوا۔ 100 کی جگہ 230 ممبر کاؤنسلوں میں بیٹھیں، تو مفت کی زحمت اور خوامخواہ شاسن کا خرچ بڑھ جاتا ہے۔ اس سے تو یہی کہیں اچھا ہے کہ یہ ساری دیوستھاپک سبھائیں اور کاریہ کارنی سبھائیں توڑ دی جائیں اور گورنر صاحبان سوچھندتا[1] سے راجیہ کا سنچالن کریں۔ اس دشا میں کم سے کم اتنا فائدہ تو ہوگا کی سر کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے گا۔ جب ہمیں روکھی روٹیاں ہی ملتی ہیں تو حلوا اور موہن بھوگ ہمارے سامنے کیوں رکھا جائے۔ ہم ان پدارتھوں[2] کو دیکھنے سے ہی ترپت نہیں ہو سکتے، انھیں کھانا بھی چاہتے ہیں۔ یا تو ہمارے پتّلوں پر لا کر ڈالیے یا ہماری آنکھوں کے سامنے سے ہٹا لے جائیے۔

ہاں دو ایک باتوں میں ضرور گول میز میں مستعدی دکھائی گئی۔ پہلی دونوں سبھاؤں میں یہ اسپشٹ روپ سے نہیں سویکار کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کو کیندریہ سبھا میں 1/233 حصہ دیا جائے گا۔ اب کی سر سیموایل ہورنے ودائی کا یہ پرسکار[3] مسلمانوں کو دیا۔ الہ آباد کے ایکتا سمّیلن میں ہندو مسلمانوں میں یہ سمجھوتہ ہوا ہے۔ سیکریٹری صاحب نے اس پر سرکاری مہر لگا دی۔ اب وہ پکا ہو گیا۔ کچھ ایسے مسلمانوں کو جو بڑی سبھا میں اپنی سنکھیا نشچت نہ ہونے کے کارن اسنتشٹ تھے، اب شکایت کی کوئی گنجائش نہ رہے گی اور وہ ایکتا سمّیلن سے ادھک جو پا سکتے تھے اسے یوں ملتے دیکھ کر شاید سمّیلن سے پرتھک ہو جائیں۔ سندھ کے وشے میں بھی سر سیموائل نے ویسی ہی تتپرتا سے کام لیا۔ پچھلی گول میز میں انھوں نے سندیہاتمک شبدوں میں سندھ کی سمسیا سویکار کی تھی۔ روپے کا پرشن بادھک ہو رہا تھا اور جب تک روپے کی کوئی سبیل نا ہو جائے اس وچار کو استھگت[4] کر دیا گیا تھا۔ ایکتا سمّیلن نے سندھ کا الگ کیا جانا سویکار[5] کر لیا۔ سر سیموائل نے ترنت اس پر بھی سرکاری مہر لگا دی۔ اس طرح ایکتا سمّیلن نے مہینوں سر کھپانے کے بعد سمجھوتے کی جو شرطیں طے کی تھی انھیں ترنت سویکار کر کے سر سیموائل نے ایکتا سمّیلن کے نیچے سے تختہ کھینچ لیا ہے۔ بنگال کا معاملہ باقی ہے۔ ہندوؤں پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ وہ اپنے حصہ کی کچھ جگہیں مسلمانوں کو دے دیں۔ جیوں ہی ہندوؤں نے رضامندی دے دی، اس پر بھی سرکاری مہر لگ جائے گی۔ مسلمانوں کو پرتھک، نرواچن کے ساتھ وہ ادھیکار مل جائیں گے، جس

1۔ اپنی مرضی 2۔ چیزوں 3۔ انعام 4۔ منسوخ 5۔ قبول

کے لیے انھوں نے سنیکت نرواچن[1] کی شرط مانی تھی۔ مسٹر ریمریزے میک ڈونلڈ کے کتھانوسار یہاں کے سمپر دایوں میں پرسپر سہوگ سے جو سمجھوتے ہوں گے ان میں سے جو گورنمنٹ کو پسند آئیں گے وہ سویکار کر لیے جائیں گے، جو ناپسند آئیں گے وہ چھوڑ دیے جائیں گے۔ ایکتا سمیلن نے سنیکت نرواچن کو سویکار کیا ہے۔ سرکار نے اسی تیترتا سے اس سمجھوتے کو نہیں سویکار کیا، کیونکہ مسلمانوں کی ایک بڑی سنکھیا سنیکت نرواچن کو سویکار نہیں کرتی۔ ہندوؤں کی بھی بڑی سنکھیا سندھ کا الگ کیا جانا، مسلمانوں کو ایک تہائی جگہوں کا دیا جانا سویکار نہیں کرتی۔ سرسیموائل ہور نے ان ہندوؤں کے وروودھ کی اُور دھیان نہ دیا۔ چت پڑے تو میرا، پٹ پڑے تو میرا!

آرتھک سنرکشنوں کی چرچا کرتے ہوئے سرسیموایل ہور نے فرمایا:

''پچھلے سال اس وشے پر بھلی بھانتی وچار کرنے کے بعد برٹش سرکار اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ آرتھک پربندھ کی ذمہ داری دیے بنا، شاسن کی سچی ذمہ داری نہیں دی جا سکتی، اَتہ ہم راجنیتکیہ بھارتیوں کی اس سمبندھ کی اُچت مانگ کو بھی پورا کرنا چاہتے ہیں اور مہاجنوں کی اس مانگ کی بھی رکشا کرنا چاہتے ہیں کہ بھارت کی آرتھک ساکھ ہمیشہ بنی رہے گی۔ اس کے بگڑنے کا سوال بھی کبھی پیدا نہ ہوگا۔ اس کے سوا ایک اور بات ہے۔ ادھر بھارت سچو کے نام تھوڑی مدت پر بہت بڑی رقم قرض لی گئی ہے، جسے اگلے چھ سال میں چکانا ہوگا، اَتہ اس کا سنتوش جنک پربندھ کرنا پڑے گا کہ سنگھ سرکار کو کلنک نہ لگے۔ اس کے لیے یہ آوشیک ہے کہ کچھ ایسے سنرکشن رہیں، جن سے دنیا کا وشواس بنا رہے اور سنگھ سرکار بھوشیہ میں معمولی طور پر قرض پا سکے۔''

آنے والی سنگھ سرکار کے ساکھ اور وشواس کی اُور سے سرسیموائل ہور اتنے چنت ہیں یہ بڑے ہرش کی بات ہے، مگر شاید کسی راجنیتکیہ نے بھی ستیہ کو اتنے بھدے آورن[2] میں چھپانے کی چیشٹا نہ کی ہوگی۔ سنگھ سرکار ابودھ بالکوں کی منڈلی ہوگی، جسے دنیا میں اپنی ساکھ اور وشواس کو زمانے کی فکر نہ ہوگی۔ کیا انگلینڈ کی ساکھ دنیا میں اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ کیول اس کے پرتی بندھوں سے ہی بھارت کی ساکھ بن جائے گی؟ اس کتھن کا صاف صاف ارتھ یہ ہے کہ شاسکوں کو بھارت پر وشواس نہیں ہے اور وہ اسے وہ ادھیکار نہیں دینا چاہتے، جس پر اور سارے ادھیکاروں اور ویوستھاؤں کا دارومدار ہے۔

2/جنوری 1932

1۔ متحد انتخاب 2۔ لباس

گول میز کا مرثیہ

گول میز سبھا نے اپنے تینوں پن بھوگ کر جیون لیلا سماپت کردی۔ بھارت کو اس سے پہلے بھی کوئی آشا نہ تھی، اس لیے اسے اس سے ادھک نراشا نہیں ہوئی۔ نراشا تو جب ہوتی کہ ہم نے اس سے بڑی بڑی آشائیں باندھی ہوتیں۔ لیکن وہ اس حد تک بندھیا ہوگی، اس کا ہمیں خیال نہ تھا۔ ہم سمجھ رہے تھے پہاڑ کھودا جا رہا ہے تو کم سے کم چوہیا تو نکلے گی ہی۔ کتنا طمطراق کیا گیا۔ سرسائمن آئے۔ مہینوں اس کی ہل چل رہی۔ پھر گول میزوں کا تانتا بندھا۔ راجے مہا راجے میں تو، ایرا غیرا نتھو خیرا سب جمع ہوئے اور تین سال کی کھدائی کے بعد نکلا کیا کہ کچھ نہیں۔ چوہیا بھی نکل آتی تو کچھ تماشا تو ہوتا، دیکھتے کیسے دوڑتی ہے، کیسے اچھلتی ہے۔ لیکن کچھ بھی نہ ہوا، فیڈریشن کا ہاتھی جہاں تھا، وہیں کھڑا جھوم رہا ہے بلکہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ وائسرائے کے اختیار جیوں کا تیوں، فوج کا معاملہ جیوں کا تیوں، مال کا وشے جیوں کا تیوں۔ ہاں، پہاڑ کھودنے سے خندق آدشیہ نکل آئی۔ اور اس سامپردائکتا کے خندق میں سارا دیش ڈوب گیا۔ پنتھ واد جو سمست سنسار کے لیے ابھیشاپ سدھ ہو چکا ہے اور جسے صدیوں کے سنگھرش کے بعد سنسار نے دفنا پایا ہے، اسے کھود کر ہندستان میں لا کھڑا کیا گیا۔ دیش راشٹر بننا چاہتا تھا۔ اسے پنتھ واد میں ڈھکیل دیا گیا۔ نئی نئی سمسیائیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ جہاں کیول ہندو مسلمان تھے، وہاں ہندو، مسلمان، اچھوت، سکھ، عیسائی ادھ گورے، گورے اتنے جنتو نکال کھڑے کیے گیے اور ان سبھوں نے اپنے تیز دانتوں اور پینے ناخونوں سے ششو راشٹر کو دھر دبوچا۔ یہ سرودل سمیلن ایکتا سمیلن اور ہری جن آندولن سب اسی پنتھ واد کے جنتوؤں کو مار بھگانے کے اُپائے ہیں، لیکن کوئی اُپائے سپھل نہیں ہوتا۔

بیشک جو لوگ گول میز میں شریک ہوئے ان میں سے کچھ مہانو بھاؤ خوش ہیں۔ سرلیاقت حیات خاں خوش ہیں، مسٹر غزنوی خوش ہیں۔ اسی ٹکڑی کے اور لوگ بھی خوش ہوں گے۔ سر اقبال

کوخوش ہونا ہی چاہیے۔ مگر ان مہانو بھاووں کی خوشی ہی یہ بتلا رہی ہے کہ تماشا پھیکا ہے۔ تھیٹروں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں، جن کا کام ہے، واہ واہ کرنا۔ ایکٹر اسٹیج پر آیا اور انھوں نے تالیاں پیٹنی شروع کیں۔ کیا انھیں مہانو بھاوں کو خوش کرنے کے لیے گول میز کی گئی تھی؟ وہ ناخوش کب ہوئے تھے؟ سر تیج بہادر سپرو اور مسٹر جیکر کے سملت وکتویہ میں بھی کچھ آشا ہے۔ پر اس میں 'یدی' اور 'کنتو' اتنے لگے ہوئے ہیں کہ شیگھر ہی اس آشا کی قلعی کھل جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"Despite many moments of grave anxiety during the progress of our discussions in London and the fact that there are still loose nooses to tie up, the general atmosphere, as our work developed, become one of increasing friendliness and mutual understanding. Even where an agreement was not reached, there was an obvious desire to appreciate each other's view"

یہاں تو ٹھیک ہے لیکن آپ آگے کہتے ہیں۔

" For this and other reasons it is, we argue all the more necessary that Indian opinion should direct itself closely to concrete elements of the entire problem and our resources should be consolidated is order to enable that opinion to effectively assert itself at all subsquent stages. We do not disguise from ourselves the probability of strong oposition from certain reactionary circles in England and India but we are confident that if our countrymen organise the full forces of public opinion or a constructine plan for the achievemnt of a satisfactory and workable constitution, the success will be with in our grasp."

مطلب یہ ہے کہ ہم امر ہو سکتے ہیں، آوشیہ امر ہو سکتے ہیں، کیول سُدھا ملنی چاہیے۔ سب کچھ جمت کے سنگھٹت ہونے اور اس کے پرنل روپ سے ویکت ہونے پر منحصر ہے۔ یہ تو کوئی نئی بات نہیں ہوئی۔ یہ تو ہم بہت دن سے جانتے ہیں اور برابر کہتے آئے ہیں کہ سب کچھ جن مت کے سنگھٹت ہونے پر منحصر ہے۔ اتنا سمجھانے کے لیے گول میزوں، رپورٹوں اور کمیٹیوں کی ضرورت

نہ تھی۔ اگر تین ورش کے بعد گول میز کا یہی نتیجہ نکلا ہے، تو ہم اسے گول میز کے مرثیہ کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ جن مت کا سنگٹھت ہونا ورتمان پرستھتی میں کہاں تک سمبھو ہے، اسے سرسپر وہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ بھارت کے چنے ہوئے بولنے والے اور دو چار گول میز میں شریک ہوئے۔ جن مت کے سنگٹھت ہونے کا اور کون سا روپ ہے؟ اگر بھارت میں کچھ اس وشے کا آندولن کیا جائے تو اس میں رکاوٹیں اور بادھائیں ہیں، ادھر سامپردائک مت بھید روز ہی نئی نئی سمسیائیں کھڑی کرتا رہتا ہے۔ ان پرستھتیوں میں جن مت کا سنگٹھت ہونا اور نشچیاتمک روپ میں پرکٹ ہونا آسان نہیں ہے۔ اسپشٹ شبدوں میں ہم اسے گول میز کا مرثیہ سمجھتے ہیں۔ ہم جہاں سے چلے تھے، وہیں آج بھی کھڑے ہیں، تب ہمارے سامنے تھوڑا سا میدان تھا دو، چار قدم آگے چل سکتے تھے۔ اب ہمارے سامنے سامپردائکتا کی دیوار کھڑی ہے، ہم ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتے۔ سر سیموائل ہور کی میٹھی باتوں نے ان مہانو بھاؤں میں کیسے آشواسن پیدا کر دیا، ہمیں تو یہی آشچریہ ہے، ایک اور تو سر سیموائل نے کیندریہ ذمہ داری کی آشا دلائی لیکن دوسری اور انھوں نے ایکتا سمیلن میں طے ہوئے سمجھوتے میں ان شرطوں کو جن سے مسلمان خوش ہوں گے، کتنی تتپرتا سے سویکار کیا ہے کہ ایسے جان پڑتا ہے وہ اس کی راہ دیکھ رہے تھے۔ سندھ کو الگ کرنے کے وشے میں جو آرتھک بادھائیں تھیں ان کی بالکل پرواہ نہیں کی گئی۔ ایکتا سمیلن میں کندریہ سبھا میں مسلمانوں کو 32 جگہیں دینے کا نشچے ہوا تھا جسے مسلمان پرتی ندھیوں نے سویکار کر لیا تھا لیکن سر سیموایل نے 32 کو بڑی ادارتا سے 1/3 33 کر دیا تھا۔ حالانکہ مسٹر رام جے میک ڈونلڈ نے اپنے سامپردائک نرنے میں اسپشٹ کہا تھا کہ وہی تبدیلیاں سویکرت ہوں گی جنھیں بھارت والے آپس میں طے کر لیں گے لیکن جب بھارت نے آپس میں 32 جگہیں مسلمانوں کو دینا طے کیا، تو سکریٹری صاحب نے 1/3 33 کیوں دے دیا؟ ان پرمانوں سے ان کی منوروتی[1] کا صاف پتہ چلتا ہے۔ سمپردائکتا سرکار کا سب سے بڑا استر ہے اور وہ آخر دم تک اسے ہاتھ سے نہ چھوڑے گی۔ اس وشے میں مسٹر بریلس فورڈ نے بہت ہی صفائی کے ساتھ کہا تھا۔

''سر تیج بہادر سپرو اور مسٹر جیکر کے اس وروودھ سوچک نوٹ کا جو انھوں نے گول میز سبھا کے سمکھ رکھا ہے۔'' یہ آشے ہے کہ کوئی سوابھیمانی بھارتیہ اس ویوستھا کو اس کے ورتمان روپ میں سویکار کرنے کا ساہس نہ کرے گا۔ بھارتیہ ذمہ داری ابھی تک کیول ایک شبد جال ہے۔ بھرم

1۔ ذہنیت

کو دل سے نکال ڈالنا ہی اچھا ہے۔ اگر ہم بھارت کے نیتاؤں کو قید کرنا بند کر دیں، تب بھی بھارت اس سوانگ کو سویکار نہ کرے گا۔''

سر لیاقت حیات خاں نے اپنے بیان میں کہا تھا کی سمپر دائک نرنئے میں کوئی کمی بیشی ہونے کی سمبھاؤنا نہیں ہے۔ اس کا ارتھ اس کے سوا اور کیا ہے کی اوسر پڑنے پر جس پر ورتن سے اپنی نیتی سپھل ہوتی جان پڑے گی، اسے سویکار کر لیا جائے گا۔ لیکن اپنی نیتی کے وِرودھ کوئی پریورتن سویکرت نہ ہوگا۔ اور وہ نیتی کیا ہے؟ اسے سارا بھارت سمجھتا ہے۔

23/جنوری 1933

بھارت اپنا نرنے خود کرے گا

شری برنارڈ شا سنسار کے پرسدھ وچارک اور ساہتیہ کار[1] ہیں۔شاید ان سے زیادہ سروپرسدھ[2] پرش اس سے سنسار میں نہیں ہے۔ ہے چارلی چیپلن بھی مشہور، لیکن اس کی گنتی نا وچارکوں میں نہیں ہے۔شری برنارڈ شا بھرمن کے ارادے سے بھارت آئے ہیں، لیکن دو ایک دن بمبئی میں جہاز پر ہی رہ کر ان کا وچار کولمبو چلے جانے کا ہے۔ایسے پرتبھا شالی پرش کے وچار بھارت کے وشے میں کیا ہیں یہ ہم بھی جاننا چاہتے ہیں۔آپ کی اسپشٹ وادتا سنسار پر سدھ ہے۔آپ بے لاگ بات کہتے ہیں اور کڑوے سے کڑوے ستیہ کو پرکٹ کرنے میں بھی نہیں ہچکتے، لیکن ان کی وانی اور ویکتتو میں ایسا جادو ہے کہ ان کے منھ سے کڑوی باتیں سن کر بھی لوگ آنندت ہوتے ہیں، ان کے گھوسے اور تھپڑ کھا کر بھی ہنستے ہیں۔آپ نے فری پریس کے پرتی ندھی سے بھارت کے وشے میں جو کچھ کہا وہ ہم میں سے بہتوں کی آنکھیں کھول دے گا۔ بھارت کی سمسیا پر آپ نے فرمایا۔

''بھارت کے معاملے بھارتیوں ڈوارا ہی طے ہوں گے، ودیشیوں ڈوارا نہیں۔ بھارت کسی دوسرے پریشوں سے وجئی نہ ہوگا۔ یدی آپ کی برٹش سرکار کے ساتھ میں لڑائی ہو رہی ہے تو آپ کو یہ آشا نہ رکھنی چاہیے کہ مانو پریم کی اُمنگ میں آ کر فرانس، جرمنی، اسکینڈ نیویا یا امریکہ دوڑ پڑے گا اور آپ کی مدد کرے گا۔آپ کی مدد کے لیے کوئی انگلی تک نہ اٹھاوے گا۔آپ کو کسی کے پیچھے دوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

اس وشے میں بھارت کو کبھی بھرم[3] نہیں ہوا۔ہاں آفت کا مارا آدمی کبھی کبھی جان بوجھ کر ایسوں سے آشا کرنے لگتا ہے۔جن سے اسے آشا کی دور تم سمبھاونا بھی نہیں ہوتی، لیکن

1۔ ادیب 2۔ مشہور 3۔ وہم

جاپان چین سمسیا پر پرکھ راشٹروں کی اُداسینتا [1] دیکھ کر بھارت کو جو بھرم ہو رہا تھا وہ پوری طرح مٹ چکا ہے۔

انگلینڈ اور بھارت کے بھاوی سمبندھ کے بارے میں شری برنارڈ شا نے کہا۔

"انگلینڈ برٹش سامراجیہ کا بہت ہی چھوٹا انگ ہے اور سے آوے گا جب انگلینڈ سیم بھارت سے پرتھک ہونا چاہے گا۔ جب آپ کا اپنا راج ہو جائے گا تب آپ کو سارو جنک بھاشن کرنا جرم قرار دینا چاہیے۔ جس کی سزا پھانسی ہو۔ آپ کو یاد رکھنا چاہیے کی جب آپ اپنے راجیہ کا سنگٹھن کر لیتے ہیں تب باتیں کرنے کے لیے سے نہیں ہونا چاہیے۔"

اس سے تو بھارت کے واکیہ دھرندھروں کو بڑی نراشا [2] ہوگی۔ سنسار میں اس سارو جنک بھاشن نے جتنا اُپدرو [3] کیا ہے اتنا شاید اور کسی بات نے نہ کیا ہوگا۔ یہ اسی سارو جنک بھاشن کا نتیجہ ہے کہ آج کیول واک، چاتری پر ادھیکار اور نیترتو کا آدھار ہے۔ جو انوں کشل ہے وہ چاہے کتنا ہی سوارتھی، دمبھی ہو، پر راشٹر کا نیتا بن جاتا ہے۔ سنسار نے سویکار کر لیا، کہ جو باتوں کا شیر ہے وہ کاموں کا بھی شیر ہے، حالانکہ ان دونوں کا سنیوگ [4] بہت کم ہوتا ہے۔

ہمیں یہ جان کر بڑا ہرش [5] ہوا کہ مہامنا مالویہ جی نے شری برنارڈ شا کو کاشی آنے کا نمنترن [6] دیا ہے۔

23 رجنوری 1933

1۔ بے تعلقی 2۔ مایوسی 3۔ بدنظمی 4۔ ملن 5۔ خوشی 6۔ دعوت

تیسری گول میز کی رپورٹ

تیسری گول میز کی رپورٹ پرکاشت[1] ہو گئی۔ اس ''جبی کمیٹی'' کی کارروائی کے اُوپر ہم کئی بار لکھ چکے ہیں۔ ہمیں نہیں، سارا بھارت ایک سور سے اس کی نرجیوتا، نرر تھر کتا[2] تھا نشچیشٹتا پر اپنا مرثیہ پڑھ چکا ہے، اتہ کمیٹی کی رپورٹ پر کچھ لکھنا کیول پرانی باتوں کو دہرانا ہوگا۔ پھر بھی، اس کی ''کتیپے اوشیک'' ساتھ ہی ہاسیاسپد[3] باتوں کی اُور پاٹھکوں کا دھیان دلانا اچت ہوگا۔

گھنے اکشروں میں 204 پرشٹھوں کی چھپی اس رپورٹ میں 24 دسمبر کی آخیر ویں بیٹھک کی پوری کارروائی کے ساتھ انیہ دنوں کی سنکشپت کارروائی دی گئی ہے اور ساتھ میں 22 یادداشتیں بھی ہیں۔ رپورٹ نے پہلا وچارنیہ وشے، لوتھین کمیٹی کی متادھیکار رپورٹ رکھا ہے اور اس رپورٹ کو سویکار بھی کر لیا ہے۔ کیندریہ تتھا پرانتی کونسلوں کا چناؤ پرتیکش تتھا راجیہ پریشد کا چناؤ اپرتیکش ہوگا۔ کیندریہ کونسلوں میں سدسیہ سنکھیا 300 ہو یا 400 ہو۔ یہ ابھی وچارا دھین[4] ہی رکھا گیا ہے۔ کیندریہ تتھا پرانتیہ سرکاروں کا پربندھ[5] کے سمبندھ میں کیا نیم ہوگا۔ یہ اسپشٹتا نشچت نہیں ہے۔ پر، اتنا نشچت ہے کہ کیندریہ سرکار کیول شانتی اور ویوستھا سمبندھی وشیوں میں ہستکشیپ[6] کر سکتی ہے۔

لوتھین کمیٹی کی رپورٹ سے بہتوں کو بیحد اسنتوش ہے۔ اس کمیٹی نے بھارتیوں کو ناگرکتا[7] کے گیان سے اتنا شونیہ سمجھا ہے، اس نے ہمارے یہاں کی نرواچک سوچی کو، متادھیکار کے ادھیکار کو، ووٹ دینے والی سنکھیا کو اتنا سنکچت، اتنی چھوٹی اور ایسی اپرتی ندھی پورن کر دیا ہے کہ ہمیں یہ کہتے لجا سی آتی ہے کہ یدی بھارت کی بھاوی کونسلوں کا چناؤ پینتیس کروڑ کی آبادی میں کیول چار کروڑ ہی لوگ کر پاویں گے تو وہ کونسلیں ہماری ناگرکتا کی جیتی جاگتی بے عزتی کی پتلیاں بنی رہیں گی۔ ''جبی کمیٹی'' نے ہر ایک بالغ بھارتیہ کو متادھیکار[1] کیوں نہیں دیا، یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر

1۔ شائع 2۔ بے معنویت 3۔ مذاحیہ 4۔ قابل غور 5۔ انتظام 6۔ دخل اندازی 7۔ شہریت

یہ کونسلیں ہر ایک بالغ کے ووٹ سے بن کر تیار ہوتیں تو کس کالا بھ ہی وشیش ہوتا؟ کونسلوں کو ایک دم نرجیو کر دینے کی کافی گنجائش کر دی گئی ہے۔

دوسرا پرشن ہے پرانتیہ پربندھ میں کیندر یہ ہستکشیپ کا، ہم اسے سروتھا ویدھ سمجھتے ہیں کہ ہر ایک کیندر یہ سرکار پرانتیہ شاسن میں دست اندازی کر سکتی ہے، کنتو اس بات کا نرنے کون کرے گا کہ پرانتک پرانتیہ کاریہ شانتی اور دیوستھا کے پرتکول[2] ہے؟'' شانتی اور ویوستھا'' کے نام پر بھارت کی کیندر یہ سرکار ایسا کام کرتی آئی ہے، جس سے ہمیں ان شبدوں کی شبد کوش میں ہی نئی پری بھاشا دیکھنی پڑتی ہے، ات ایو، یدی گورنر جنرل کو سوچھند ادھیکار اتنے ادھک ملنے والے ہیں، تو ویسی پرستھتی میں اس پرکار کا'' گول'' ادھیکار ہر ایک پرانت کی اُنتی میں بڑا بادھک ہو سکتا ہے۔ یدی اسی کے ساتھ، یہ بھی نیم ہوتا کہ'' گورنر جنرل ہر ایک پرانت کے انھیں معاملوں میں ہستکشیپ کر سکیں گے، جس کو ان کا منتری منڈل بہومت سے شانتی تھا ویوستھا کو بھنگ کرنے والا سمجھے گا۔'' تو ہمیں سنتوش ہوتا۔ راج پریشد کا رکھنا بھی طے ہو گیا ہے اور چونکہ ہم نئے شاسن، ودھان میں کونسلوں کو ایک دم نرجیو سمجھتے ہیں، ات ایو راج پریشد رہے یا نہ رہے، دونوں ہی دشا برابر ہیں۔

سب کچھ نربھر کرتا ہے گورنر جنرل کے ادھیکار تھا منتریوں کی شکتی پر۔ اب یہاں پر یہ جاننا روچک[3] ہوگا کہ منتری گن کیا کر سکتے ہیں۔ رپورٹ کے انوسار گورنر جنرل کو رکشت وبھاگ[4] میں سینا، ودیشی وشے تھا دھرم کے معاملوں میں صلاح دینے کا ادھیکار ہوگا۔ اب ذرا گورنر کی ذمہ داریاں دیکھیے۔ 1۔ بھارت یا اس کے کسی بھاگ کو شانتی بھنگ کی نازک اوستھا آنے پر اسے روکنا۔ 2۔ الپ سنکھیکوں کی رکشا۔ 3۔ سرکاری نوکروں کے حق وادھیکاروں کی رکشا۔ 4۔ شاسن سمبندھی رکشت وشے۔ 5۔ ریاستوں کے ادھیکاروں کی رکشا۔ 6۔ ویاپار سمبندھی بھید بھاؤ کی رکاوٹ۔

منتری منڈل کی رائے کے بنا ہی وہ نمن لکھت کاریہ کر سکتے ہیں۔

1۔ حق رائے دہی 2۔ برعکس 3۔ دلچسپ 4۔ دفاعی محکمے

1۔ ویوستھا پک منڈل[1] کو بھنگ کرنا، بلانا یا اس کا کاریہ کرم طے کرنا۔

2۔ قانون کی سویکرتی[2] دینا یا نہ دینا یا قانون کے وشے میں برٹش سرکار کو سوچت کرنے کے لیے سویکرتی کو روک رکھنا۔

3۔ خاص بلوں کو پیش کرنے کی منظوری دینا۔

4۔ آوشیکتا ہونے پر سادھارن سے میں بڑی کونسلوں کا سنیکت ادھی ویشن کرنا۔

5۔ نازک حالت میں کونسل کے وِرُدھ مت دینے پر بھی کارروائی کرنا۔

6۔ کیندریہ کونسلوں کے وِرُدھ مت دینے پر بھی کارروائی کرنا۔

7۔ انھیں کے لیے نیم[3] بھی بنانا۔

8۔ کونسلوں کی بیٹھک نہ ہونے کے سے، منتریوں کی صلاح سے آرڈیننس بنانا۔

استو، دو لاکھ روپیہ خرچ کر، جس ''جیبی گول میز'' کی بیٹھک ہوئی تھی، اس کی رپورٹ کا یہی سارانش[4] ہے۔ اس پر ڈیشش ٹیکہ کرنا دیرتھ[5] ہے۔ گورنل جنرل کے ادھیکار اتنے ویاپک[6] ہیں کہ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آخر کونسل اور منتریوں کا مرض ہی کیوں پالا جارہا ہے۔'' ویاپارک بھید بھاؤ[7] '' ایسے ادھیکاروں سے گورنر جنرل سودیشی کاروبار کی بھی، اگر وہ چاہیں تو ورُدھی تک کو روک ہی سکتے ہیں۔ کوئی بھی ایسا کام نہیں ہے جس پر گورنر جنرل کا نیترن نہ ہو اور یدی اتنے نیترنوں سے ہم کو ''پرجاتنتر'' یا ''سوراجیہ'' مل رہا ہے تو یہ کہنا ہوگا کہ ان ''وشیشادھیکاروں'' میں دونوں کا دم گھٹ جاوے گا۔

6/فروری 1933

1۔ منتظمہ کمیٹی 2۔ منظوری 3۔ اصول 4۔ خلاصہ 5۔ بیکار 6۔ وسیع 7۔ تاجرانہ تعصبات

نئے نئے صوبوں کی سنک

انگریز کے آنے کے پہلے بھارت میں بہت سے چھوٹے سوادھین راجیہ[1] تھے جو آپس میں برابر لڑتے رہتے تھے۔ یہ راجیہ بھاشا یا جاتی کی ایکتا کے کارن نہیں، پر اڈر بھوت ہوئے تھے۔ جو بلوان تھا، اس نے دوسرے، راجیوں کے علاقے دبا کر اپنے راجیہ میں ملا لیے۔ جیسے یورپ میں نپولین کی مہتوا کانکشا[2] تھی کہ یورپ کے راشٹروں کو پراست[3] کر کے ایک بلوان کیندر یہ شاسن کے ادھین کر دیا جائے، اسی بھانتی بھارت میں کیندریتا اور پرانتیتا[4] میں ہمیشہ سنگھرش ہوتا رہا۔ اشوک اور چندر گپت سے پہلے بھی بڑے بڑے مہیپوں نے چکرورتی راجیہ استھاپت[5] کرنے کی چیشٹا[6] کی۔ مغل، مرہٹے، سکھ سبھی نے پرانتیتا کو دبانے کا پریتن کیا۔ جب تک کیندر یہ شاسن کے ہاتھوں میں شکتی تھی، پرانتیتا دبی رہی۔ لیکن کیندر کے شکتی ہین ہوتے ہی پرانتوں نے سوادھینتا کے جھنڈے اڑانا شروع کیے اور راشٹریتا کی بھاونا ہی غائب ہو گئی۔ انگریزوں کے راجیہ وستار نے راشٹر بھاؤنا کی سرشٹی کی اور بھارت کو ایک شکتی شالی، سویوستھت[7] راشٹر بنانے کی آکانکشا[8] اتپن ہوئی۔ کسی ایک بھارتیہ جھنڈے کے نیچے سمپورن دیش کو جمع کرنا آساددھیہ تھا۔ ایک دوسرے سے سشنک تھا، اسی طرح، جیسے آج یورپی راشٹروں کی دشا ہے۔ انگریزوں سے انھیں ونشکت[9] یا جاتی گت[10] دویش نہ تھا ان سے پرانے ایمان کے بدلے نہ چکانے تھے، ات ایوایسے لوگوں کی کمی نہیں تھی، جنھوں نے انگریزوں کا ہردے سے سواگت کیا اور انگریزوں کی سپھلتا کے انیہ کارنوں میں یہ بھی ایک کارن ہو سکتا ہے۔ دیش میں جو

1۔ آزاد مملکت 2۔ بڑی اونچی خواہش 3۔ شکست 4۔ علاقائیت 5۔ قائم 6۔ کوشش 7۔ بہتر طور پر 8۔ خواہش 9۔ خاندانی 10۔ نسلی

وچاروان تھے، وہ آپس کی جلن اور دویش سے تنگ آ گئے تھے اور شانتی کو کسی دام پر بھی لینے کو تیار تھے۔ کیندر یہ شکتی کے سوا ان سوادھین راجوں کو قابو میں رکھنے کا اور کوئی سادھن نہ تھا۔ بہت دنوں کے بعد بھارت کو کیندر یہ شاسن کا اوسر ملا اور اس کا شُبھ پھل یہ ہوا کہ دیش میں راشٹر بھاونا کا وکاس ہونے لگا اور دن دن اس کا پرسار ہوتا جا رہا ہے۔

لیکن ادھر کچھ دنوں سے پھر پرانتیتا کا بھاؤ زور پکڑنے لگا ہے۔ لیکن پرتی دوندتا کے وشی بھوت ہو کر، کہیں نکٹ سوارتھ کے کارن اور کہیں اتہاسک آدھار لے کر نئے نئے صوبے کی مانگ کی جا رہی ہے۔ بہار اور سیما پرانت کو پرتھک ہوئے عرصہ ہوا۔ اب سندھ اور اڑیسہ پرتھک ہونے کے لیے زور مار رہے ہیں۔ آندھر پرانت بھی پرتھک ہونا چاہتا ہے۔ دلّی سے بھی پرتھک پرانت بنائے جانے کا آندولن شروع ہو گیا ہے، پر ان نئے امیدواروں میں ایک بھی ایسا نہیں، جو نئے پرانت کی آرتھک ذمہ داریاں اٹھا سکے۔ نئے نئے پرانتوں سے نئے نئے نگروں کا وکاس ہوتا ہے، کاؤنسلوں میں زیادہ آدمیوں کے لیے جگہیں نکل آتی ہیں، نئے ہائی کورٹ میں زیادہ وکیلوں کی کھپت ہو سکتی ہے۔ یہ سب صحیح ہے، پر روپیہ کس کے گھر آویں؟ یہ اُمیدوار سُیم اسے سویکار کرتے ہیں کہ وہ نئے کر انگیکار کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہر نئے پرانت کے خرچ کا تخمینہ لگ بھگ دو کروڑ سالانہ ہوتا ہے۔ دلی یا اُڑیسہ یا سندھ نکٹ بھوشیہ میں یہ خرچ اٹھا سکیں گے، اس کی کوئی آشا نہیں ہے۔ نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ دوسرے صوبوں سے ان کی سہایتا کی جائے۔ فوج کے یا دوسرے راجکیہ مدوں میں کسی طرح کی کمی کی گنجائش نہیں ہے۔ نئے کر لگائے نہیں جا سکتے، تو پھر یہ صوبے کیسے بنے؟

خرچ کو چھوڑیئے۔ پرانتیتا[1] کی منوروتی راشٹریہ منوورتی کی وِرودھنی ہے۔ وہ ہمارے من میں سنکیرنتا کا بھاو اتپن کرتی ہیں اور ہمیں کسی پرشن پر سامویک درشٹی ڈالنے کے ایوگیہ بنا دیتی ہے۔ اور اتہاس کہہ رہا ہے کہ اس سنکیرن منوورتی نے بھارت کو پرادھین بنایا۔ دو صدیوں کی پرادھینتا نے ہم میں ایکیہ کا جو بھاؤ جگایا ہے، وہ اس بڑھتی ہوئی پرانتیتا کے سامنے کے دن ٹھہر سکے گا؟

نئے پرانتوں کی رچنا کا ایک ہی عذر ہو سکتا ہے ارتھارت ان سے نئے پرانتوں کے وکاس اور انتی کی چال تیز ہو جائے، مگر اس کی کوئی سمبھاؤنا نہیں، کیونکہ یہ نئے امیدوار

1۔ علاقائی

کیندر سہایتا کے بل پر ہی اپنے قلعے بنا رہے ہیں۔ یہ آشا کرنا کہ کیندر یہ سے انھیں اتنی پرچر سہایتا مل جائے گی کہ وہ شکشا، ویوسائے، کرشی آدی وبھاگوں کی کایا پلٹ کر سکیں گے، دُراشا ماتر ہے۔ گورنروں اور منسٹروں کے بڑھ جانے سے ہی تو کوئی نئی جاگرتی نہ اتپن ہو جائے گی۔ یہ سنستھائیں وِوش ہو کر اپنے کو جیوت رکھنے کے لیے، یا تو پرجا پر وشیس کر لگائیں گی، یا ان وبھاگوں کی اُور سے اُداسین ہو جائیں گی، نتیجہ یہی ہوگا کہ پرجا کی دشا میں تو کوئی انتر نہ ہوگا۔ یا وہ اور بھی بدتر ہو جائے گی۔ کیول گردن میں جوا اور بھاری ہو جائے گا۔ کسی نئے ودھان کو پرجاہت کی درشٹی سے دیکھنا چاہیے۔ اگر یہ ارتھ نہیں سدھ ہوتا، تو اس سے کوئی لابھ نہیں۔ پہلے پرانتوں میں منسٹر نہ تھے، کونسلوں کا یہ روپ نہ تھا۔ نئے ودھان نے یہ سارا آڈمبر جنتا کے سر پر لاد دیا، پر اس سے جنتا کا کیا ہت ہوا؟ ہماری آرتھک دشا میں کیا اُنتی ہوئی؟ پرجا کی دشا اب بھی وہی ہے، جو اِن ودھانوں کے پہلے تھی۔ کیول ادھیکاریوں کی سنکھیا بڑھ گئی۔ تاتپریہ[1] یہ ہے کہ ہمیں سمّھا سادھیہ پرائتنا کو دبانا چاہیے، جواب بھی ہماری ایکتا میں بادھک ہو رہی ہے۔

دسمبر 1932

1۔ مطلب

1932

جگت کی یہ سوچی مایا آشا کی اکھنّی پرٹکی ہوئی ہے۔ دریز رتا کی گھور یاتنا سہتا ہوا جیو جیتا ہے۔ اس آشا پر کہ کبھی تو اس کی حالت سدھرے گی، اور اسی پرکار آشا کرتا ہوا وہ جگت کے اس پار تک چلا جاتا ہے۔ دھن کے مد میں پرمت، مان کی سرتا میں بہتا ہوا اپنے دھن مان سے اُگھا کر، پشو کی طرح جیون بتاتا رہتا ہے، اس آشا میں کہ شانتی کی کوئی بھی ماترا اسے کبھی مل جاوے گی۔ ہم ہندوؤں نے ''آشا'' کو ''کرم بھوگ'' کا ایسا روپ دے دیا ہے، کہ ویدھو یہ کی یاتنا سہتی ہوئی ودھوا بھی اپنے اگلے جیون کے سکھ کی کلپنا کر پرسن ہونے کی چیشٹا کرتی ہے۔

جب آشا ہمارے سوبھاؤ کا ایک انگ ہے، تب سدیو آگے کی اُور ٹکٹکی لگائے رہنا بڑا سُکھد ہوتا ہے۔ جیوں جیوں سے بیتتا جاتا ہے، بیتے ہوئے کال کا دکھ آنے والے سے کی انتھائی کی آشا سے بھول جاتا ہے۔ ورش پر ورش بیتا جا رہا ہے۔ یگ پر یگ بیت گئے۔ اتیت کی کہانی اتہاس کے پنوں میں سڑ رہی ہے، ورتمان کی کتھا تو ہمارے ہاڑ مانس سے چپٹی ہوئی ہیں اکثر اکثر یاد ہے، دھیرے دھیرے کر کے عیسائی سال کے 1931 ورش بیت گئے۔ ایک ہزار نو سو بتیس ورش کے پہلے کی بات ہے، جب دیتا کے داس، ستیا گرہ کی مورتی، اہنسا کے اوتار عیسیٰ نے منشیتا کی سیوا میں اپنا پران ارپن کر دیا تھا۔ اسی مہا پرش کو امر بنانے کے لیے عیسوی سنہ چلا تھا۔ پتہ نہیں اس سے وہ مہا پرش کہاں تک امر ہو سکا۔ کم سے کم، اس کے نام کے سال جیوں جیوں بوڑھے ہوتے جاتے ہیں، اس کے نام کا جادو دور ہوتا سا نظر آتا ہے۔ جو عیسیٰ کے جتنے ہی پکے حمایتی ہیں وہ اتنے ہی لولپ، اتنے ہی اناچاری اور پرائے ویبھو کے شترو ہیں۔ اب دوسرے کا ستیاناش ان کے لیے کوتک ہے اور ایک کے بعد دوسرا ورش اسی ستیاناشی کوتک کا چل چتر ہے۔

1932، وہ چلا گیا۔ جب 1931 گیا تھا، ہم نے جگت بھر نے، یہ آشا پرکٹ کی تھی،

کہ مصیبتوں کا، آرتھک سنکٹوں کا وہ ورش سماپت ہو گیا۔ آشا کی گئی تھی، کہ 1932ء میں سبھیتا کا جی ہلکا ہو سکے گا۔ دنیا کی آرتھک دروستھا[1] سدھرے گی۔ پیسے کی بازار میں جو آنکھ آ گئی ہے، وہ آرتھک سمیلنوں کی دوا سے سدھر کر اچھی ہو جاوے گی پر 1931ء میں ہم جتنے سکھی تھے، آج اس سے اور بھی دور ہیں۔ ہر سال سکھ کی آشا کرتے بیت جاتا ہے۔

اس سال دنیا کا ارتھ سنکٹ جیوں کا تیوں رہا۔ جرمنی کی حالت اور بھی گر گئی۔ اس کے درودھی فرانس نے اس کے بازار کو پنگو کر رکھا ہے۔ اس لیے کہ وہ دھنی ہو کر پھر لڑائی نہ کرے، پر الٹا پھل یہ ہوا کہ جرمنی نے اپنی دردرتا کی دُہائی دے کر لڑائی کے بعد لائے گئے انیائے یکت ہرجانے میں ایک پائی بھی دینا قبول نہ کیا۔ فرانس اور برٹین اتیادی یہی روپے لے کر امریکہ کا قرضہ چکاتے ہیں۔ 1931ء میں سب کی پرارتھنا پر امریکن راشٹر پتی ہُورنے ایک ورش کی مہلت دی تھی۔ 1932ء میں فرانس، برٹین آدی نے پھر امریکہ سے مہلت مانگی، کنتو امریکہ کا ویاپار بھی ایک دم چوپٹ ہو گیا ہے۔ سونے کی لالچ سے فرانس تھا امریکہ نے دنیا کا تین چوتھائی سونا اپنے یہاں کھینچ لیا ہے۔ راجیوں کا لین دین سونے میں ہوتا ہے۔ سونے کی کمی سے ویاپار کا پلڑا الٹ گیا۔ امریکہ سونا لے کر چاٹتا رہ گیا۔ اس کے ویاپار میں یکا یک روپیے آتا ہے جاتا ہے۔ کچھ مہینے میں ہی پچاسوں بینک اُلٹ گئے، 315 کروڑ پتیوں سے گھٹ کر 75 ہی رہ گئے۔ اس میں دم کہاں کہ قرضے کی رقم چھوڑے۔ اس نے پرارتھنا نامنظور کر دی۔ برٹین، فرانس نے اپنا ارتھ سنبھالنے کے لیے اپنے آدھینوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔ بھارت سے ایک ارب کا سونا برٹین کھینچ گیا۔ جہاں سونا پیدا ہوتا ہے، یعنی دکشن افریقہ کی سرکار نے بھی باہر سونا بھیجنا بند کر دیا، پر بھارت کا سونا برٹین کے بازار میں چلا گیا۔ برٹین کا سونا وہاں تالوں میں بند ہے۔ فرانس میں بھی، اسی ارتھ کے کارن دومنتری، منڈل بن بگڑ چکے ہیں۔

گرتنتر شاسن[2] جرمنی پر لادا گیا تھا سمر کے بعد۔ جرمنی اس کے لیے اتسک بھی ہوتا تو بھی ہار کے بعد ملی چیز سے گھرنا ہوتی ہے۔ اس لیے جرمنی میں بڑے اتھل پتھل ہوتے ہیں۔ دکھی راشٹر ہر ایک نیتا کو اپنا اصلی رکشک سمجھ کر اسی کے بھلاوے میں پڑ جاتا ہے۔ پہلے ڈاکٹر برونگ بڑے پر یہ تھے، پر ہر جانا سمسیا نہ سلجھا سکنے کے کارن وہ دستری گر بھ میں گئے۔ ہٹلر نے ان کا استھان لینا چاہا، پر اس سال جرمنی نے جون کے مہینے میں ہٹلر کو جہاں بہت اونچا استھان دیا،

1۔ اقتصادی بدحالی 2۔ جمہوری نظام حکومت

وہیں نومبر کے چناؤ میں ہٹلر کو گرا دیا۔ ہنڈ ین برگ راشٹر پتی بنے رہے۔ یہ جرمن سو بھاؤ کی درڑھتا تھا پراچینتا[1] کا پریم پھل ہے، پروان پاچین کی سرکار بنی اور بگڑی، جرمن ادیوستھا[2] جیوں کی تیوں ہے۔ 1931ء میں 32 کی تلنا میں کہیں درڑھ سرکار تھی۔

چین بیچارہ اس ورش بھی پہلے ورش کی اپیکشا[3] ادھک پسا۔ جاپان نے جاپانی مال کے بہشکار کے کارن کرُدھ ہو کر چین کے شنگھائی نامک انت استھان پر تسنتھ[4] بھاگ میں سینا سجائی، تھا پائی میں کمیشن نرسنہار[5] کیا۔ پر جاگرت چین کے تھپیڑوں سے ہار کر صلح بھی کر لی۔ ایک اور ہار کی کسر بھی نکال لی۔ ورشوں کا شڈینتر[6] سپھل ہوا۔ منچوریا اس نے ہڑپ لیا۔

راشٹر پریشد[7] تاکتی رہ گئی۔ سبھی راشٹر چلاتے رہ گئے۔ جاپان نکل گیا۔ اور اس ورش اس نچتا کے وِرودھ میں چینی آئے دن جان دے رہے ہیں۔ راشٹر پریشد کے جانچ کمیشن کی رپورٹ پڑی سڑ رہی ہے۔ راشٹر پریشد نے تو جنیوا میں نرستری کرن کے لیے، اسی سال دو سمیلن کرائے، پر جرمنی کی اس جائز مانگ پر کہ اسے سب کے برابر سینا رکھنے کا حق دیا جاوے یا سب اس کے برابر سینا گھٹائیں، سب کی نیت کا پردہ فاش ہو گیا۔ جنیوا میں اس ورش زیادہ مہتو پورن کاریہ ہونے والا تھا، پرگت ورشوں سے ادھک کلہہ[8] ہی ہوا۔

افغانستان میں سرکاری اتیاچار جیوں کا تیوں ہے۔ ترکستان ہر مہینے انتی کر رہا ہے۔ عراق نے اپنا سوتو یہاں تک پہچانا ہے کہ اس کے تیل کے سوتوں پر برٹین والے جو زبردستی ادھیکار کیے بیٹھے تھے، وہ چھین لیا گیا۔ فلپائن کو دس ورش بعد آزادی ملنے کا وعدہ امریکہ نے کیا ہے۔ سلون میں اس سال سے ایسا شاسن ودھان برٹین نے چلایا ہے جسے وہاں کوئی نہیں چاہتا۔

ابھاگے بھارت کی بات کیا کہیے۔ جیوں جیوں سے ڈھلتا ہے، ہمارے دیکھو کی سندھیا نکٹ آتی جاتی ہے۔ ودیشی سبھیتا کے پرہارسے پرشوں کا پروشتو[9] اپنے ہی دلتوں پتنوں کے ساتھ اتیاچار کرنے میں ویے[10] ہو رہا ہے، دردرتا میں سوکھ کر نوے پرتی شت بھارتیہ کنگال ہو رہے ہیں۔ استریاں بچے پیدا کرتی ہیں اور انھیں بھی اکال مار کر مر جاتی ہیں۔ ودیشی شاسن سے بھارت کا کیا بھلا ہوگا، جب جہاں کے لیے یہ سودیشی شاسن ہے، وہیں کی پرجا پتی سے کراہ رہی ہے۔ 31 دسمبر 1931ء کو گاندھی جی نے وائسرائے لارڈ ولنگڈن سے ملنے کی انومتی مانگی تھی تاکہ وہ ستیہ گرہ کی اُمڑتی آندھی کو روک سکیں۔ وائسرائے نے عرضی نامنظور ہی نہیں کی۔

1۔ قدامت 2۔ بدانتظامی 3۔ مقابلہ 4۔ آزاد حق 5۔ بری خونریزی 6۔ سازش 7۔ قومی کونسل 8۔ جھگڑا 9۔ مردانگی 10۔ خرچ

عرضی واں کو گرفتار بھی کر لیا۔ بس، اسی سے سے، کچھ تو کانگریس کی جلد بازی، دوسرے نوکرشاہی کی جڑتا[1] سے ستیہ گرہ کا ویگ[2]، برٹش وستو کا بیشکار تھا دمن کا جو بھینکر پرواہ چلا ہے، اس پر کچھ لکھنا دونوں اُور سے برا بنا ہے۔ کانگریس نے بھی یدی چاہا ہوتا تو لڑائی تھم سکتی تھی۔ سرکار بھی یدی چاہتی تو لڑائی نہ ہوتی، یا ہوتی بھی تو کبھی کی صلح ہو گئی ہوتی۔ سرکار شاید سُیم صلح نہیں چاہتی، کیونکہ اس نے سرتیج بہادر سپرو تھا جیکر ایسے صلح کے حامیوں کو بھی گاندھی جی سے بات چیت کرنے کی مناہی کر دی۔ وہ ایسی آتما سے پورن پراجے کی کامنا کرتی ہے، جو اپنے کو، اپنی آتما کو اجے سمجھتا ہے۔ سر سیموایل ہور نے کہا کہ'' کانگریس سے کسی پرکار کے سمجھوتے کے بات چیت تو ہو ہی نہیں سکتی۔'' اگر کانگریس بھی وہی کہے گی تو کیا ہوگا؟

استو، سرکاری دمن وِرُودھ میں گول میز کے لیے نیکٹ مشورہ دینے والی کمیٹی سے سرتیج اور شری جیکر نے تیاگ پتر[3] دے کر اسے نرجیو بنا ڈالا۔ لوتھین کمیٹی متادھیکار کی جانچ کے لیے آئی اور بنا سارو جنک[4] سہانوبھوتی[5]، سہایتا یا سرتھن پائے اپنے کام کا تماشا کر چلی گئی۔ پردھان منتری نے اپنا'' سامپردائک نرنیہ'' سنایا، جس سے کوئی بھی پرسن نہ ہو سکا۔ بھیک مانگ کر پڑ کے لو بھی مسلمان اور بھی مانگنے لگے۔ ہندو سَمُدائے کو جو تماشا ساحق بھی ملا وہ ہری جنوں کو ان سے الگ کر اور بھی بھدّا کر دیا گیا۔ اسی کے پھل سوروپ مہاتما جی کا اتہاس پرسدھ انشن[6] شروع ہوا۔ اس نے دیش بھر میں ہی نہیں دنیا میں آگ لگا دی۔ کچھ دن بڑی دودھا میں بیتے۔ پونا پیکٹ نے گاندھی جی کو جیون پردان کیا، ہندو سماج کو ایکیہ تھا ہری جنوں کے پرتی دیش میں انوٹھا آندولن پرارمبھ کر دیا۔ جڑ تھا مورکھ سناتنی چاہے جتنا روکیں، یہ آندولن مر نہیں سکتا۔ ہاں، 1931ء میں گرو یور مندر کی سمسیا حل نہ ہو سکی۔ یہی بھینٹ، جس کے پیچھے مہاتما جی پنا: اپنے پرانوں کی بازی لگا رہے ہیں، 1932ء میں ملتی ہے۔ اسی ورش دوبارا اپنا تانڈو نرتیہ کر کالے قانون اب استھائی[7] پشاچ کے روپ میں قانون بن کر ہمیں گرسنے کے لیے تتپر ہیں۔

لندن میں تیسری گول میز کا تماشا ہوا، جس میں کچھ ایسے ہی سدسیہ بلائے گئے جو شریف بچے سمجھے گئے۔ تیسری گول میز کا ابھینے ختم بھی ہو گیا۔ شریف بچے بھی اس سے پرسن نہ ہوئے۔ سرتیج بہادر سپرو، جے کر، سرچمن لال سیتل واد اور شری مانیہ شاستری بھی اس کی وپھلتا کی گھوشنا کر رہے ہیں۔

ایک سے ایک بڑھ وبھوتیاں بھی کال کی بھینٹ چڑھائی گئی۔ سرسی پی، اسکاٹ، مسٹر

1۔ انجماد 2۔ رفتار 3۔ استعفیٰ 4۔ عوامی 5۔ ہمدردی 6۔ تاریخی حیثیت کا حامل 7۔ غیر مستقل

لٹن، اسٹریچی، مہارانی سنیتی دیوی، سربی۔ این۔ شرما، مسٹر، کے، وی، رنگ سوامی اینگار، سردوراب ٹاٹا، سرعلی امام، شری وپن چندر پال، پنڈت پدم سنگھ شرما، شری جگن ناتھ داس رتنا کر ایسے رتن لٹ گئے۔ شاید بھارت نے اسی دشا میں بھی سب سے ادھک ہانی اٹھائی۔

استو، یہ ورش اسپھلتاؤں کا ورش رہا۔ جس نے جو کیا، اسپھل رہا۔ چاہے وہ کانگریس کا آندولن، سرکار کا دمن، تزستری کرن سمیلین یا گول میز سمیلن ہی کیوں نہ ہو۔ 1933ء اپنی سم پورن اسپھلتا اور آشانتی اس نئے ورش کے ذمہ چھوڑ گیا ہے۔ آؤ 1933ء تم اپنی سمسیاؤں سے سنگھرش[1] کرو۔

جنوری1933

کالے قانونوں کا ویوہار

اسمبلی میں کالے قانونوں کے پاس ہوتے دیر نہیں لگی کہ ان کا عمل درآمد شروع ہو گیا۔ سب سے پہلے بہار پرانتیہ سرکار نے قدم اٹھایا ہے اور ایک وگیپتی دوارا اسے بہار میں لاگو کر دیا۔ بمبئی سرکار بھی پیچھے نہیں رہی۔ اس نے بمبئی، کراچی، احمد آباد، خان دیش، رتنا گری آدی استھانوں میں اسے جاری کر دیا۔ سیما پرانت میں بھی پشاور میں اس کا ویوہار شروع ہو گیا۔ یہ آنے والے سوراجیہ کا شبھ سندیش ہے۔

جنوری1933

1۔ لڑائی

دیسی رجواڑے

الور نریش

انیتر ہم نے بنگل[1] لاہور کے سمپادک[2] شری فیروز چند کا الور سمسیا پر ایک سارگر بھت لیکھ[3] پر کاشت کیا ہے۔ اور آشا کرتے ہیں کہ پاٹھک لیکھ کی پرتیک پنکتی کو دھیان پوروک پڑھیں گے۔ اس لیکھ میں الور دنگے کا کارن، اس کے ذمہ دار تھا "تیسرے شرارتی" کے وشے میں وِدوان لیکھک نے جتنے کارن بتلائے ہیں، سبھی ہمیں مانیہ سویکار ہیں، تتھا ہمیں اس بات کا بڑا دکھ ہے کہ بھارت سرکار اس وشے میں اتنی درڑھتا کے ساتھ اپنے کرتویہ کو نہیں نبھا رہی ہے جیسا کہ چاہیے اور یہ اس دُوش کی بھاگی ہے کہ دیشی ریاستوں کے نریش برٹش ریاست کے شرارتیوں کے شکار بن رہے ہیں۔

جیسی آشا ہے، شاید الور کے انت رنگ میں بہت کچھ برٹش افسروں کا ہاتھ ہو جاوے۔ جو لوگ الور کے وِردھ بلوا کر رہے تھے، انھیں تبھی یہ سبق ملے گا کہ گئے چھبّے بنے، دُوبے ہو کر لوٹے۔ پر اس پرکار کے دنگوں کے بعد دیشی ریاستوں کے شاسن میں سرکار کیوں ہستکشیپ کرتی ہے، یہ ہم نہیں سمجھ سکتے۔ برما وِدروہ کے پھل سوَروپ سر چارلس اِینس کی گورنری کا کاریہ کال بڑھایا گیا تھا۔ موپلا وِدروہ کے بعد بمبئی سرکار میں کیا ہیر پھیر ہوا! اور ان بلوؤں کا اور الور یا کشمیر کے دنگے کا کیا مقابلہ؟ بڑے کی بات بڑے ہی جانیں۔

6/فروری 1932

1۔ لاہور 2۔ مدیر 3۔ جامع

الور

الور نریش نے ادھر میو اُپدرو کے وشے میں جو بھاشن دیا ہے اور اس کے بعد ہی الور. ن راج بھکت میوؤں اور اُپدروی میوؤں میں جو سنگھرش ہو گیا ہے اس سے یہ اسپشٹ ہو گیا ہے کہ الور کے دنگے کا کارن کیول اپدرویوں کا گڑھا ہوا شڈینتر تھا، نہ کہ راجیہ کی کوئی لاپرواہی یا مہاراج کی بھول۔ اس وشے میں جو کچھ شنکائیں سماچار پتروں میں پھیلائی گئی ہیں، ان کا سوچت اتر دے کر مہاراج نے بڑا اچھا کیا۔ سرکاری ہستکشیپ کے وشے میں بھی مہاراج کی درڑھتا کی ہم سراہنا کرتے ہیں۔ ہماری سمتی میں، اس وشے میں مہاراج الور کی پوری سوادھینتا ہونی چاہیے کہ جس طرح، جیسے بھی، وہ اُپدرو کو دبا دیں تتھا کسی پرکار سے بھی ایسا کام نہ کریں جس سے پنہ اُپدرو ہونے کی آشنکا ہو۔ انھوں نے لگان میں چھوٹ اور پرایہ سبھی اپرادھیوں[1] کو کشما پردان کرنے کی جو سوچنا نکالی ہے، وہ آوشیکتا سے ادھک کر پا نہیں ہے۔ اور آشا ہے، اسی سے اُپدروی شانت ہونے میں ہی اپنا کلیان سمجھیں گے۔

27/فروری 1933

مہاراجہ الور کا میموریل

سہیوگی ''ریاست دلی'' کی خبر ملی ہے کہ مہاراجہ الور ہز میجسٹی کے پاس ایک بڑا لمبا چوڑا میموریل بھیج رہے ہیں۔ 40 سال تک راج سنچالن کے بعد ابھی آپ نے اتنا بھی انوبھو نہ کیا کہ ان کے خدا پولیٹکل ایجنٹ ہیں اور مسٹر ابیٹسن ہیں۔ ہز میجسٹی اپنے کرمچاریوں پر وشواس رکھتے ہیں اور مہاراجہ کی خاطر سے وہ آج اپنی نیتی نہ بدلیں گے۔

27/مارچ 1933

1۔ مجرموں

برار کا معاملہ

مدتوں کے بعد اور لاکھوں خرچ کرنے پر ہزا یگزالٹیڈ ہائینس نظام کی ابھیلا شا پوری ہو گئی اور برار کو ان کی بھینٹ کرنے پر سرکار نے رضامندی دکھائی۔ مگر اب خبر ہے کہ نظام نے برار کو واپس لینے سے انکار کر دیا ہے۔ فائدے کی تو کوئی بات تھی نہیں، کیول من کو سمجھانے کی بات تھی۔ ہم خوش ہیں کہ عین وقت پر حضور نظام کی سوجھ بوجھ کام کر گئی اور وہ ایسے صوبے کو لینے کو اُتسک نہیں ہیں جس پر ان کا نام ماتر کا ادھیکار رہے گا۔ برار والے اس تبادلے سے خوش نہ تھے۔ اب وہ بھی نظام کے لیش گائیں گے۔

27 / مارچ 1933

کیا کٹوتیوں کو بحال کیا جائے گا؟

ادھر دیش سے سونے کا جو سمدر بہہ کر ولایت چلا گیا، تو بھارت سرکار کے کروں میں وشیش وردھی ہو گئی۔ اس وردھی[1] کا یہ ارتھ لگایا جا رہا ہے کہ بھارت کی آرتھک دشا سدھر رہی ہے، تو پھر 10 فیصدی کمی کیوں نہ بحال کر دی جائے؟ ہم بھی چاہتے ہیں کہ اس کمی کو سرکار جلد سے جلد پورا کر دے۔ آمدنی کا بڑھانا تو سرکار کے ہاتھ میں ہے۔ ہم اسے ایسے اُپائے بتا سکتے ہیں جس سے اس کی آمدنی بہت آسانی سے ایک چوتھائی بڑھ سکتی ہے۔ جب اتنی آسانی سے کر بڑھائے جا سکتے ہیں تو یہ گھور انیائے ہے کہ سرکاری عہدیداروں کی، وشیش کر اونچے ویتن والوں کی، آمدنی میں کمی کی جائے! آخر بیچاروں کے بینک اکاونٹ میں کچھ کشتی[2] ہو رہی ہے یا نہیں۔

3 / جنوری 1933

1۔ بڑھوتری 2۔ کمی

الور نریش

ادھر کچھ ورشوں سے ہندو راجاؤں پر وچتر وپتی[1] چھا رہی ہے۔ ایسا پرتیت ہوتا ہے کہ کوئی چھپی شکتی ان کے راجیہ میں وپلو تتھا ہل چل مچا کر، دھیرے دھیرے انھیں چوپٹ کرنے پر تلی ہے۔ اور ابھی تک، ایسے کوئی لکشن نہیں پرکٹ ہوتے جن سے یہ کہا جا سکے کہ اس شکتی کو، اس شڈیتر کو کس پرکار پھوڑا جائے، دنڈ[2] دیا جائے تتھا ہندو راجاؤں کی رکشا کی جائے۔ کشمیر کے ساتھ جو گھور تم انیائے ہوا ہے، اس کا گھاؤ[3] بھی ہمارے دلوں پر تازہ ہے کہ الور کی گھٹنا[4] سامنے آ گئی ہے۔ ادھر الور میں جو بھیشن اپدرو ہوئے ہیں، تتھا اسے دبانے کے لیے مہاراج کی سرکار نے جو گھور چیشٹائیں کی ہیں، اس کی کہانی پوری طرح پرکاش نہیں پا سکتی ہے۔ اس میں کوئی سندہ نہیں کہ مہاراج الور میں کئی دوش تھے۔ اس میں کوئی سندیہ نہیں کہ انھوں نے ایک ہندو راجیہ کو مسلم ریاست بنا رکھا تھا۔ پر اس میں بھی کوئی سندیہ نہیں کی انھوں نے میوا کے وپلو کو دبانے میں درڑتا سے کام لیا تھا۔ وپلو کو دبانے کی کیسی تتھا کس پرکار کی چیشٹا کی گئی تھی، اس کی بڑی روچک گاتھا کا بھنڈا پھوڑ، برٹش سرکار نے کہاں تک کیا کیا، اس کا رہسیو دگھاٹن بڑی کونسل کے پچھلے ادھیویشن میں کرانے کا پریاس کیا گیا تھا، پر سرکار نے بات ہی ٹال دی۔ اب یکا یک اس نے الور ینڈر سے یہ کہا کہ یا تو وہ اپنے راجیہ میں جانچ کمیشن بیٹھا دیں، یا دو ورش کے لیے راجیہ کو ہی چھوڑ دیں۔ جانچ کمیشن کا سامنا کرنے کے لیے۔ اندور نریش تتھا بھرت پور نریش سے بھی کہا گیا تھا، پر دونوں نے اس اپمان کو سویکار کرنا انوچت سمجھا تھا۔ الور ینڈر نے بھی اس مانگ کو نامنظور کر اچت ہی کیا ہے۔ اب دو ورش تک دودھ کے دھوئے برٹش افسر الور کی دشا سدھاریں گے۔ جیسے کشمیر کی دشا کو آج کل سدھارا جا رہا ہے۔

1۔ حیرت انگیز 2۔ سزا 3۔ زخم 4۔ حادثہ

بھارتیہ نریشوں پر بھارتیہ سرکار کا ایسا میٹرن ایک اور یہ پرمپرا استھاپت کرتا جا رہا ہے کی برٹش بھارتیہ سرکار دیشی ریاستوں میں ہستکشیپ کر سکتی ہے۔ اور بری طرح ہستکشیپ کر سکتی ہے۔ اس پرمپرا کے استھاپت ہو جانے سے، آگامی بھارتیہ سرکار بھی اس کے انوسار کار یہ کر سکے گی۔ ہمیں اس بات کی پرسنتا ہے۔ پر، آشچر یہ اتنا ہی ہے کہ اس پرمپرا کا اپیوگ ہندو راجاؤں سے ہی کیوں ہو رہا ہے۔ ہندو سبھا چلاتی ہوئی مری جا رہی ہے۔ پر بھوپال میں ہندوؤں کی دشا کی جانچ نہیں ہو رہی ہے۔ بھاؤنگر ریاست کے وشئے میں ہندو سبھا نے جو اپیل پرکاشت کی ہے، اسے پڑھ کر خون کا آنسو اتر آتا ہے۔ بھاؤنگر میں ایک بھی سرکاری افسر جا کر وہاں کے ہندوؤں پر ہونے والے اتیاچار کی جانچ نہیں کرآتا۔ سرکار اُس دشا میں اتنی تتپر تا نہیں دکھا رہی ہے۔

استو، ہمارے پاس جو تھوڑے بہت سا چار ہیں، ان سے ہم وشیش نہیں لکھ سکتے۔ پھر بھی، ہم الورنیندر کے ساتھ سرکاری ویوہار کو ہندو نریشوں پر کٹھارا گھات سمجھتے ہیں۔ یہ بھی سمبھو ہے کہ الورنیندر کو یہ انوبھو ہو جائے گا کہ ہندوؤں کے ہتوں کی ہتیا کر، انھوں نے اپنے راجیہ کو مسلم راجیہ بنانے کا جو پاپ کیا تھا، اس کا پرایشچت[1] سامنے آگیا۔

29 مئی 1933

1۔ تلافی

مہاراجہ الور کا سنیاس

جس وقت بھارت دھرم مہامنڈل نے مہاراجہ الور کو ''راجرشی'' کی اُپادھی[1] پردان کی تھی، اسے اس کی کیا خبر ہوگی کہ ایک دن ایسا آئے گا، جب مہاراجہ صاحب کو جبراً سنیاس لینا پڑے گا۔ الور کے راجیہ میں ورشوں سے کُپربندھ[2] چلا آتا تھا۔ راجرشی کے خرچ کا پاراوار نہ تھا اور راجیہ کی آمدنی اس کے لیے پوری نہ پڑتی تھی۔ اندھادھند قرض لے کر، طرح طرح کے کر لگا کر، کرم چاریوں[3] کے ویتن روک کر، کسی طرح کام چل رہا تھا، پرجا کے سُکھ دُکھ کی پروا کسے تھی۔ اس کا جیون تو کیول راج کوش[4] کی پورتی کے لیے بنا ہوا تھا۔ آخر پیمانہ لبریز ہوگیا اور مہاراجہ صاحب کو سنیاس لینا پڑا۔ مہاراجہ صاحب کاشمیر کے وشے میں ہم نے سنا کہ جن دنوں کشمیر راجیہ میں دنگے ہو رہے تھے اور مسلم پرجا اپنے ہندو بھائیوں کے جان مال کو تباہ کر رہی تھی، اس سے مہاراجہ صاحب اپنی نرتیہ شالا میں بیٹھے ویشیاؤں کا ناچ دیکھ رہے تھے۔ اتہاس میں ایسی مثالیں پہلے بھی آچکی ہیں 'نیرو' کی کتھا پرسدھ ہے۔ نرتیہ کلا کی ایسی زبردست اپاسنا ہمارے دیشی رجواڑے ہی کر سکتے ہیں۔ مہاراجہ الور کے وشے میں تو ایسی کوئی بات نہیں سننے میں آئی لیکن یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ جن دنوں الور میں پولس گولیاں چلا رہی تھی، مہاراجہ صاحب کاشی اور پریاگ میں لیڈری کے مزے لوٹ رہے تھے، اور اچھے اچھے ویاکھیان دے رہے تھے۔ یہ وہ وقت تھا، جب راجہ صاحب کو الور اور میوؤں کے بیچ میں ہونا چاہیے تھا۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا (کم سے کم دیشی رجواڑوں کے لیے۔ انگریزی سرکار کی بات چھوڑیے) کہ راجہ صاحب چاہے پرجا پر کتنا ہی ظلم کریں، چاہے ان کے کرم چاری پرجا کا گلا کتنا ہی ریتیں، پرجا اسے ایشور کی اچھا اور دین بندھو کی آگیا سمجھ کر چپ چاپ سہتی چلی جائے۔ جب پرجا راجہ کے لیے جان دیتی ہے تو راجہ بھی پرجا کے لیے جان دیتا ہے۔ جو راجہ اپنی پرجا کو کیول بھیڑ بکری، سمجھتا ہو، اس کی پرجا بھی راجہ کو

1۔ اعزاز 2۔ بدانتظامی 3۔ ملازمین 4۔ شاہی خزانہ

گیدڑ یا بھیڑیا سمجھتی ہے، مگر راج کا پد ہی کچھ ایسا انرتھ کاری ہے کہ آدمی کو سامنے کی چیز نہیں سوجھتی۔ اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ جرمنی کا قیصر ابھی تک ڈنمارک میں نرواست پڑا ہوا ہے، زار کا کیا حال ہوا، اسپین کے راجہ کی کیا گت ہوئی، پرتگال کے راجہ کہاں بھاگے، لیکن پھر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ اگر ہمارے مہاراجوں کی یہی نیتی رہی تو وہ دن دور نہیں ہے جب ان سکھوں کا نشان دنیا سے مٹ جائے گا اور دنیا کو اس کا بالکل کھید نہ ہوگا۔

مئی 1933

ریاستوں کا سنرکشن ایکٹ

یہ قانون اسمبلی میں اچھے بہومت سے پاس ہوگیا۔ اسی وشے پر بحث کرتے ہوئے مسٹر بی داس نے ایک بڑے مزے کی بات کہی کیوں نا سبھی راجاؤں کو پنشن دے کر الگ کر دیا جائے اور راجیہ کا پربندھ سرکار کرے۔ ہم تو سمجھتے ہیں، اگر سرکار یہ پرستاؤ کرے، تو بہت سے راجہ اسے منظور کرلیں گے۔ آخر الور کے رشی راج اور اندور کے مہاراج کتنے آنند سے جیون ویتیت[1] کرر ہے ہیں۔ نا اُدھو کا لینا، نا مادھو کا دینا، مزے میں دس پانچ لاکھ سالانہ پنشن لیجیے، پیرس یا لندن میں وہار کیجیے اور کچھی کامنیوں پر ڈورے ڈالیے۔ یہاں اس جھنجھٹ میں کیا رکھا ہے کہیں ہندو مسلم دنگے ہو رہے ہیں کہیں، جتھے نکل رہے ہیں، جان آفت میں ہے۔ اس پر چاروں طرف سے گالیاں مل رہی ہیں جنتا ایک طرف سے پیترے بدل رہی ہے، سرکار دوسری طرف آنکھیں دکھا رہی ہے۔ اس جھنجھٹ میں کیوں سر کھپائیں

16/اپریل 1934

1۔ بسر

ہمارے دیشی نریشوں کا پتن

آج کل سماچار پتروں میں ہمارے دیشی نریشوں کے پتن کی انیک کتھائیں پڑھنے کو مل رہی ہیں۔ عیش و آرام سے انھیں فرصت ہی نہیں ملتی۔ پرجا نردھنتا، بیکاری اور کروں کے بوجھ سے بری طرح دبی ہوئی کراہ رہی ہے، راج پریوار کے آتم سمان کا دھیان رکھنے والے لوگ انیک راگ رنگ اور پتت کرموں کا وِرودھ کر رہے ہیں، کنتو ان مہاراجاؤں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی! وہ اپنے پریوار کے اس پشٹ وادی لوگوں، اور یہاں تک کہ اپنی رانیوں، کو بھی اپنے محلوں میں قید کر دیتے ہیں۔ ایسی باتوں کی پول نہ کھلنے دینے کے لیے کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھتے اور نرنکشتا کے مد سے مت ہو کر بھوگ ولاس اور پرجا کے رکت شوشن میں لین ہو جاتے ہیں۔

مدھیہ بھارت پرجا پریشد کے منتری شری کنہیا لال ویدیہ نے Whither Jhabua نام کی پستکا[1] ہمارے پاس بھیجی ہے۔ اس پستکا میں جھابوآ نریش کے کالے کارناموں کو پرکٹ کیا گیا ہے اور یہ دکھلایا گیا ہے کہ جھابوآ کس اُور جا رہا ہے۔ اس پستکا میں یہاں کے مہاراجہ اُودے سنگھ پر جو بھیشن آروپ لگائے گئے ہیں انھیں نرادھار نہیں مانا جا سکتا۔ ایک دیشی نریش بھوگ ولاس اور پتن کی کس سیما تک پہنچ سکتا ہے، یہ بات اس پستکا میں سپرمان[2] جتلائی گئی ہے۔ اسے پڑھ کر لجا سے سرنیچا کر لینا پڑتا ہے۔ جھابوآ نریش نے اپنی مہارانی گورجی کو ایک پرکار سے قید سا کر رکھا ہے۔ کہا تو یہاں تک جاتا ہے کہ مہاراجہ صاحب کی کوپ درشٹی کے کارن ان کا جیون سند یوسنکٹ[3] میں رہتا ہے۔ وہ ان کا اپمان ہی نہیں کرتے، ان کے ساتھ کرورتا کا امانشک[4]

1۔ کتابچہ 2۔مع ثبوت 3۔ خطرہ 4۔غیر انسانی

ویوہار بھی کرتے ہیں۔ ہمیں اس کی پرسنتا[1] ہے کہ مہارانی نے ان باتوں کی شکایت پولیٹیکل ایجنٹ کو لکھ کر بھیجی ہے۔ انھوں نے بہت ہی کروناپورن شبدوں میں ان سے اپنے جیون کی رکشا کے لیے پرارتھنا کی ہے اور یہ بھی انھیں لکھا ہے کہ ان کے پتی دیومہاراجہ ادے سنگھ استایو سمبندھی کمزوری سے اتیہ دھک پیڑت ہیں۔ مہارانی نے جو عرضی پولیٹیکل ایجنٹ کو بھیجی ہے اس پستکا میں اس کی پرتی لپی دی گئی ہے۔ ہم مہارانی کے ساہس[2] کی پرشنسا کرتے ہیں۔ ادھر تازے سماچاروں سے معلوم ہوا ہے کہ پولیٹیکل ایجنٹ نے بڑی سترکتا سے اس اُور دھیان دیا ہے اور شیگھر[3] کوئی خاص کارروائی ہونے والی ہے۔ ہماری رائے میں ایسی استایو سمبندھی اتینت[4] کمزوری سے گرست اور استری جاتی کا اپمان کرنے والے کرور[5] نریش کے پرتی بہت شیگھر اُچت[6] کارروائی کی جانی چاہیے۔

ہم شری کنہیالال ویدکو دھنیہ واد دیتے ہیں، جنھوں نے بڑی نربھیتا[7] کے ساتھ، جھابوآ نریش کی ان لیلاؤں کو پرکاشت کیا۔

جون 1934

جھابوآ نریش کا نرواسن

جھابوآ نریش کے خلاف ورشوں سے آندولن ہورہا تھا۔ پرجا آپ کے شاسن سے اتینت اسنتشٹ تھی۔ انیک بار آپ کی شکایتیں ہوئیں، اور آپ داؤں پیچ سے اپنے آپ کو بچاتے رہے۔ آخر آپ کے ککرموں کا گھٹ بھر گیا اور اندور استھت سینٹرل انڈیا کے پولیٹیکل ایجنٹ نے آپ کو بلا بھیجا۔ 11 ستمبر کو سرکاری وگیپتی پرکاشت کر کے آپ کو شاسن سے الگ کر کے انشچت کال[8] کے لیے نرواست[9] گھوشت[10] کر دیا گیا۔ اب راجیہ وشیش روپ سے نیت ایک منتری کے ہاتھ میں رہے گا، جو سرکار دُوارا چنا جائے گا۔ سرکار کو اس سے دھیان رکھنا چاہیے کہ جس اُدیشیہ سے راجہ کو الگ کیا گیا ہے، یدی نئی ویوستھا سے اس کی پورتی نہ ہوئی، پرجا کے کشٹ دور نہ ہوئے تو پرنام[11] اور بھی دکھدائی ہو جائے گا۔

ستمبر 1934

1۔ خوشی 2۔ ہمت 3۔ جلدی 4۔ مرض الانزال 5۔ ظالم 6۔ مناسب 7۔ بےخوف 8۔ غیر معینہ مدت 9۔ معطول 10۔ اعلان 11۔ نتیجہ

برما سمبندھی نرنے

برما میں کونسل کے نوین نرواچن سے یہ بالکل اسپشٹ ہو گیا ہے کہ لگاتار 10 ورش کی گورنری میں وہاں کے گورنر سر چارلس انیس جو پرتھکتی پیدا کرنا چاہتے تھے، وہ نہ ہو سکی۔ یعنی برما کی جنتا آج ایک سور سے بھارت سے پرتھک ہونے کے لیے تیار نہیں ہے۔ جہاں تک پڑھے لکھے لوگوں کے بیچ بھنّد مت کرانے میں تھا بہت سے ایسے لوگوں کو کھڑا کر دینے کا سمبندھ تھا، جو لندن میں جا کر برما کو بھارت سے الگ کر دینے کا راگ الاپیں، سر چارلس اسادھارن روپ سے سپھل رہے پر، برما کے بھارت سے الگ ہو جانے سے دھنی تھا سمردھ شالی[1] اور آرام کرنے والے بھارتیوں کی وشیش ہانی نہیں ہے۔ ہانی ان کی ہے جو تیل کے سوتوں پر، کھانوں پر، چائے کے کھیتوں میں، اور چاول کی کاشتکاری میں کام کرتے ہیں۔ اور جن کے یہ امولیہ سادھن سدا کے لیے ودیشیوں کے ہاتھ میں اور ودیشیوں کے لیے سُلبھ رکھنے کا شڈینتر ودیشی دیا پارک کر رہے ہیں۔ ات ایو، جس پرکار، کچھ سے کے لیے اُدھ بھت گتی سے چارلس کی کرپا سے، برما اور لندن میں بھارت وردھی آندولن ابل پڑا تھا، ٹھیک اسی پرکار سے برما لوکمت بھی ادبھت ریتیا جاگرت ہو کر برما کے پرتھک کرن کا وِرُودھ کر رہا ہے۔ برما کونسل کا چناؤ اسی پرکار سنکچت[2] دائرے میں ہوتا ہے تھا لوک مت کو اتنا کم استھان ملتا ہے کہ اس کو بھی نرجیوتا کا وہی سرٹیفکیٹ پراپت ہے جو ابھاگنی بھارتیہ کونسلوں کو۔ پھر بھی، اس نے سرکاری سدسیوں کی کونسلی چالوں کے اُپیکشا کر، آج وہ ادھ بھت کاریہ کیا ہے جو برما ایسے ہی پرانت کے لیے سمبھو تھا۔ اور وہ یہ کہ کونسل نے بہومت سے بھارت سے پرتھک کرن کا پرستاؤ پاس کیا۔ دوسرے پرستاؤ میں بھارت سے الگ ہونے کا اُدھیکار تو سُیم برما والوں کے نشچے کی وستو گھوشت کیا گیا۔

1۔ خوشحالی 2۔ محدود

برما کو نیچے کا گھا تک گھاؤ سر چارلس انیس کو لندن میں لگا ہوگا۔ ان کی گورنری کا کاریہ کال ہی جس اُدیشیہ سے بڑھایا گیا تھا، وہ بھرشٹ ہو گیا۔ پر سرکار بھی اپنی بات کو رنگنا خوب جانتی ہے۔ اس نے ترنت برما کونسل کے پرستاؤں کو دور خا بتلانا شروع کیا ہے اور لندن کے تتھا بھارت کے نیم سرکاری پتر ایک سور میں شور کر رہے ہیں کہ پرستاو کا اُدیشیہ یہی ہے کہ لوک مت کیول اپنی اچھا کو ویکت کرنا چاہتا ہے، ایتھا بھارت کے ساتھ رہنے کی اس کی ذرا بھی اچھا نہیں ہے۔ یدی برما کا بھاوی شاسن ودھان شیگھر گھوشت کر دیا جاوے اور برما جنتا کو سنتوش ہو جاوے کہ اسے بھارت سے الگ رہنے پر بھی، کوئی دکھ نہ جھیلنا ہوگا تو وہ بھارت کی ممتا تیاگ دے۔ اسی لیے ،انومانتا شیگھر ہی برٹش سرکار ادھیکاری طور پر یہ گھوشنا کرنے والی ہے کہ بھارت سے برما پرتھک کیا جاوے گا اور اس کا بھاوی شاسن ودھان اُمک بھتی پر درڑھ ہوگا۔

دلی میں دیوستھا پک مہا سبھا کا ادھیویشن اسی اوسر[1] پر پرارمبھ[2] ہو رہا ہے اور سماچار ہے کہ سرکار کی اس گھوشنا کی آشنکا سے جیسی گول میز کے ممبر تتھا بھارت میں عرب کا سپنا دیکھنے والے مسٹر غزنوی یا سر محمد یعقوب تک گھبرائے ہوئے ہیں۔ انھیں بھارت کی اس بھینکر ہانی تتھا سرکار کی بھیشن نادانی، لوکمت کی اُپیکشا، پرجا ستا کے انادر کے پرتی بڑا کھید اور سندیہ تتھا کرودھ سا ہو رہا ہے۔ کرودھ کا کوئی کارن نہیں ہے۔ پرجا کے مت کی سرکار کتنی چنتا کرتی ہے، یہ لکھنے کی بات نہیں ہے۔ اسمبلی تتھا کونسل کے ممبر بھی ذرا ذرا سے سوارتھ کے لیے، کاٹھ کے کھلونوں کی طرح ،سرکار کے ہاتھ کی پتلیاں بن جایا کرتے ہیں۔ اوٹاوا بل، آرڈینینس بل کے پاس ہونے میں سرکار کو جواُدبھت سپھلتا ملی تھی، اسے یہ کہہ کر نہیں بھول جانا چاہیے کہ کونسل نرجیو ہے۔ لوک مت کیا کرے کتنو صاف بات تو یہ ہے کہ سرکار چاہے وہ اپنی ہی کیوں نہ ہو، سدیو اپنی نیتی کو سپھل کرنے کے لیے ہر پرکار کی راج نیتی چلے گی۔ یہ کوئی پاپ نہیں ہے، پر ہمارے پرتی ندھی کہے جانے والے کیوں ان بلوں کے بے تتستھ وِرودھی اپستھت تھے۔ سچ پوچھو تو ان کونسل اسمبلی میں پرجا کے متر نہیں شترو ہی انیک ہیں، سبھی سوارتھی نیتی برتنا چاہتے ہیں۔ ایسی دشا میں ان دربل سدسیوں سے برما کے پرشن پر بھی پربل وِرودھ کی ہمیں آشا نہیں۔ یدی وِرودھ ہوگا تو اس کا کوئی ٹھیک مہتو نہ ہوگا۔ برما بھارت سے الگ ہو جاوے گا۔ بھارت کے ہتیشی بھارت کا ایک ہاتھ ہی توڑ دیں گے۔

1۔ موقع 2۔ شروع

اس وشے میں کانگریسی تتھا لبرل نیتا مون رہ کر ہی کام چلانا چاہتے ہیں، یہ کہہ کر چپ رہ جانا کہ ہم تو برما کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں۔ پر اس کا رنے برما سُیم کرلے، ایک گھاتک مورکھتا سی ہے۔ برمی یدی نہ چاہتے ہوں تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان کو اس کے لابھ بتلا دیں، اپنے ساتھ رکھنے کے فائدے بتلا دیں، آشواسن دیں تتھا انھیں سامان ادھیکار دینے کی پرتگیا کریں۔ سرکار جب اپنی اُور سے اس پرشن کو تٹستھ ہوکر نہیں دیکھتی تو ہم کیوں چپ رہیں۔ برما ہمارا ہے، بھارت کا ہے، ہم برما کے ہیں، بھارت کے ہیں۔

6/فروری 1933

برما کا پرتھکّرن [1]

گت سپتاہ گوروداراور شکر وار کو سیکینگ میں برمی جنتا کا ایک اتساہ پورن سمیلن ہوا تھا۔ اس میں سروسمتی [2] سے نمن لکھت [3] پرستاو پاس ہوئے تھے۔

1۔ سمیلن پردھان منتری کی شاسن ودھان کی یوجنا اُسویکار کرتا ہے۔

2۔ سمیلن برما کے بھارت سے پرتھکرن کا پورن ورودھی ہے۔

3۔ برما کسی بھی دشا میں وائٹ پیپر کے آدھار پر زمت شاسن [4] ودھان نہیں سویکار کرے گا۔

اس اوسر پر ڈاکٹر باما کا دیا کھیان بڑا پربھاؤ شالی تھا اور اس نے یہ اسپشٹ کر دیا کہ برمی کبھی بھی بھارت سے پرتھک ہونا نہیں چاہتے تھے۔ سرکار نے اپنے اس وشے میں کیول ایک آندولن کھڑا کر رکھا تھا۔ کونسل بھی پرتھکرن کا وِرودھ کر چکی ہے۔ اب سرکار کو چاہیے کہ ترنت برما کو بھارتیہ سنگھ میں شامل کرلے۔

7/اپریل 1933ء

1۔ علاحدگی 2۔ اتفاق رائے 3۔ مندرجہ ذیل 4۔ نظام حکومت

برما کی اصلی آواز

برما کے بھارت سے پرتھکرن کے ورودھی بہومت کے دو پرکھ نیتا یو۔چٹ ہلینگ اور ڈاکٹر باما نے نمن لکھت سندیش بھارت سچو[1] وائسرائے، تھا برما کے گورنر کے پاس تار سے بھیجا ہے۔اس سندیش کی بھاشا اتنی اسپشٹ ہے، وچار اتنے اسپشٹ ہیں، تھا باتیں اتنے معرکے کی ہیں، کہ ہم نیچے اس کا اوکل انوواد ماتر دے دیتے ہیں۔آلوچنا کی آوشیکتا ہی نہیں پرتیت ہوتی۔ سندیش اس پرکار ہے۔

8 مئی کو کامنس سبھا میں آپ کا یہ اتر کہ برٹش سرکار برما سمبندھی نیتی کے نرنے کو اس سمے تک کے لیے استھگت کرتی ہے جب تک کہ کونسل کے وشیش ادھیویشن کی کاریہ واہی کی سوچنا برٹین میں نہ پہنچ جائے۔دیش میں گھور استنوش پھیل رہا ہے۔اس ادھیویشن کی کاریہ واہی ادھوری ہے، کیونکہ جس ڈھنگ سے ادھیویشن کی کاریہ واہی کا سنچالن کیا جا رہا تھا، اس کے ورودھ سوروپ وادھیہ ہوکر پرتھکرن ورودھی نیتاؤں کو کاریہ واہی سے ہاتھ کھینچنا پڑا تھا۔اس وشے میں ہم آپ کا دھیان ان سندیشوں[2] کی اور دلاتے ہیں، جو ہم پہلے بھیج چکے ہیں۔کونسل کی کاریہ واہی کیول پرتھکرن کے سمرتھک ممبروں کے پرستاؤ کو سوتہ رد کر دینا تھا۔کھلے طور پر یہی کہا گیا تھا اور اس کا یہی اُدیشیہ تھا، کہ پرتھکرن کا سمرتھک پرستاؤ گرنہ جاوے تھا ورودھی اپنا پرستاؤ پیش نہ کر سکیں۔

پرتھکرن ورودھی دل بحث ساپت کرنے کا پرستاؤ بھی دو کارنوں سے نہ پیش کر سکا۔ایک تو یہ کہ پرتی پکشیوں نے بہت سنشودھن[3] پیش کر دیے تھے، دوسرے سبھاپتی[4] کا ویوہار تھا ادھیکار پرتیکول پرتیت[5] ہوتا تھا۔سبھا کے 44 سدسیوں کے ہستاکشر[6] سے جو وگیپتی گورنر کے پاس بھیجی گئی تھی، اس سے پرتھکرن۔ورودھی پکش کی جیت کی نشچتتا سدھ[7] ہوتی ہے۔

1۔ سکریٹری 2۔ پیغامات 3۔اصطلاحات 4۔صدر مجلس 5۔محسوس ہونا 6۔دستخط 7۔ ثابت

اوپر لکھی باتیں یہ صاف طور پر سدھ کرتی ہیں کہ برما پرتھکرن کا ورودھی ہے اور واستو میں وہ کیا چاہتا ہے تھا پردھان منتری دوارا پرستاوت[1] شرطوں کے بجائے اس کی کیا منشا ہے۔ ایسی دشا میں برٹش سرکار اپنی نیتی کی گھوشنا کرنے میں جو ولمب[2] کر رہی ہے، وہ برما کے اسپشٹ نرنے کو سویکار کرنے میں ولمب کرنے کی چیشٹا ماتر ہے۔ ایسے کاریہ سے برما کا بھاگیہ اور بھی گھپلے میں پڑ جائے گا اور اسے کسی بھی پرکار کا شاسن ودھان نہ مل سکے گا۔

برما پرتھکرن ورودھی دلوں کی اُور سے تھا برما کونسل کی اُور سے ہم آپ سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ 44 ممبروں دوارا سمرپت[3] پرتھک کرن وِرودھی دل کے پرستاؤ کو سویکار، پرتھکرن وِرودھی سدسیوں کے بہومت کا ایک پرتی ندھی منڈل بنا کر بھارتیہ سنگھ شاسن ودھان[4] کے نرمان میں برما کو اتنا ہی اوسر دیجیے، جتنا بھارت کو دیا جا رہا ہے۔

اس اپیل کے وِرودھ میں، برما کی سرکار کی دیکھ ریکھ میں پلنے والا میاں منفود دل کوئی ترک یکت[6] اتر نہیں دے سکا ہے۔ بھارت سچو برما کا سوارتھ وشیشتا چاہتے ہیں، یا اپنے دیش کا، یہ اس اپیل پر ان کے نرنے سے طے ہو جائے گا۔

29/مئی 1933

1۔ مجوزہ 2۔ دیر 3۔ حوالہ 4۔ حکومتی دستوری جماعت 5۔ مع دلیل

مارچ کا بجٹ

مارچ بہت ہی نکٹ ہے۔ بھارت سرکار کا آرتھک ورش سماپت ہونے والا ہے۔ سرکاری سوچناؤں کے بل پر جہاں تک انومان کیا جا سکتا ہے، یہ ورش سرکار کے لیے 1931 کی اپیکشا[1] کہیں سپھل رہا۔ اپنے آے ویے[2] کو برابر کرنے کے لیے سرکار نے ہر طرح کے اپائے کیے۔ یہ کر بہت ادھک بڑھا دیا گیا۔ مدھیم شرینی[3] کے لوگ ہی ہر یک آرتھک سنکٹ میں سب سے ادھک ہانی اٹھاتے ہیں اور انھیں ابھاگوں کی اس سال بھی اسی پرکار دور دشا رہی۔ فی روپیے میں تین پائی کا آیے کر کتنا ادھک ہوتا ہے، یہ لکھنا دیرتھ ہے۔ اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ آیے کر کے محکمے میں سے لوگوں کو ادھر کتنا کشٹ ہو رہا ہے تھا اس محکمے کو پرجا کے پرتی بندھ سے کتنا دور رکھا گیا ہے، یہ سبھی کو اچھی طرح معلوم ہے اور اس بات کو ہم سے ادھک سیم سرکار جانتی ہے۔ استو اس ورش سرکار نے آیے کر کی آمدنی بہت بڑھا لی ہے۔ تین بار نیا قرض لیا ہے، جس کی سپھلتا کا کارن ویاپار کا ابھاو اور روپیے کا بیکار پڑا رہنا ہے۔ سرکار نے آرتھک کشٹ کے نام پر دستر دیوسائے کی رکشا تھا اپنے اپیوگی کاریوں میں باہر سے آنے والے مال پر انیہ پرکار سے ''سنرکشن'' کی نیتی اسویکار سی کر دی۔ بھارت سے باہر سونا بھیجنا نہیں روکا گیا اور اس ابھاگے دیش کا اربوں کا سونا باہر بہہ گیا۔ سرکار کو اپنے ''کسٹمس'' کی آمدنی کا وشیش دھیان رہا، نہ کہ بھارت کی دردرتا کا۔ ریلوے تھا انیہ محکموں سے لاکھوں آدمی نکال دیے گئے۔ ''کمی'' کے نام پر لاکھوں بے گناہ غریب ورش بھر سے بھوکے مرنے کے لیے چھوڑ دیے گئے، پر موٹا ویتن پانے والوں کے ویتن میں نام ماتر[4] کی کمی کی گئی۔ کانگریس تھا انیہ غیر قانونی قرار دی گئی سنستھاؤں کا روپیہ ضبط کرنے سے سرکار نے اچھا دروّیہ سنچے کیا تھا اور ''جرمانے'' کے روپ

1۔ بہ نسبت 2۔ آمد خرچ 3۔ متوسط طبقہ 4۔ برائے نام

میں بھی لاکھوں روپیہ وصول کیا گیا۔

اس پر کار سرکار کا بجٹ سنبھلا معلوم ہوتا ہے اور سر جارج شوسٹر اپنے آخرویں بجٹ کو 'سپھل' بیورے کو روپ میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ یدی وہ نومبر میں بھارت سے چلے گئے حالانکہ انھیں روکنے کے لیے ابھی سے وگیاپن شروع ہو گیا ہے۔ تو وہ اپنے لیش کو کلنکت کر کے نہیں جانا چاہتے، ارتھات سرکاری نوکروں کی تنخواہ میں 1933ء کے مارچ کے بعد سے پچھلی 10 پرتی شت[1] کی گھٹا کر 5 پرتی شت کر دی جائے گی۔ مدراس سرکار کی سوچنا ہے کہ 31 مارچ، 1933ء کے بعد پوری کمی بحال کر دی جائے گی۔

ہم سرکاری نوکروں کو پرایا نہیں سمجھتے۔ وہ بھی ہمارے بھائی ہیں ان کی وردھی ہماری وردھی ہے۔ پر، ہم جاننا چاہتے ہیں کہ کیا 10 کو بھوکا مار کر ایک کا پیٹ پالنا ٹھیک ہے؟ سرکار کے بجٹ کا لابھ[2] کتنے غریبوں کی دردرتا کے بل پر ہوا ہے۔ کتنے غریب بنا پیٹ بھر کھائے کراہ رہے ہیں؟ کتنے اناتھ[3] بچے دو گھونٹ کو ترس رہے ہیں؟ کتنی ابھاگی ماتائیں سوکھی چپاتیاں بھی نہیں چبا پاتیں، تو ان کے استنوں سے دودھ کیسے نچڑے؟ دودھ کی جگہ رکت نچڑ آتا ہے۔ پیسے کے لوبھ سے لوگ اپنے شریر کا ایک ایک تنکا سونا بین کر بیچتے ہیں۔ اب کتنوں کے پاس پیتل کا لوٹا تھالی بھی نہیں ہے۔ یہ ابھاگے کیا کریں گے؟ سرکار کا بجٹ تو سنبھلا ہے، پر دیش کے ایک بھی ابھاگے کی حالت سدھری ہے؟ سرکار کی سمردھی[4] پرجا کی سمردھی ہے۔ اس کا دیکھو[5]، پرجا کا دیکھو ہے۔ اس کی شری ہر ایک ناگرک[6] اور کسان کے مکھ پر بکھری ہوئی دکھنی چاہیے، پر وہاں چاروں اور کنگال ہے۔ دیاپار ہے نہیں، ولایتی مال کروڑوں روپے کا بڑھ رہا ہے۔ لوگ دیشی روزگار پنپا نہیں پاتے۔ سرکار کو اپنی زکوۃ کا، اپنی چنگی کا، اپنے بجٹ کا دھیان ہے۔

مان لیا جائے کہ وہ اپنے ہی کرم چاریوں کو وشواس پاتر کرنے کے لیے ان کے ویتن کو جیوں کا تیوں کرنا چاہتی ہے۔ ٹھیک ہے، پر سرکاری کرمچاری ہی پرجا نہیں ہے۔ دیش کی آبادی انھیں میں نہیں ہے۔ ایشور کرپا[7] سے ہر ایک سرکاری کرمچاری کو کھانے کا اُدھار ہے۔ یدی ۵ پرتی شت[8] کمی نہ بھی رہے، یا رہے بھی، تو کچھ وشیش نہیں بنتا بگڑتا۔ پر سرکار نے 25-1921 کے مہنگی کے زمانے میں سبھی تنخواہوں کو کافی بڑھا دیا۔ آج ویتن وہی ہے، مہنگی نہیں ہے، پر، سرکار کو ان کی اُور دیکھنا چاہیے، جو دانے دانے کو ترس رہے ہیں، جن کے آدھار مدھیم شرینی کے لوگ

1۔ فیصد 2۔فائدہ 3۔ یتیم 4۔خوش حالی 5۔شان 6۔شہری 7۔مہربانی 8۔ فی صد

تھے، پر آے کرتھا انیہ بادھاؤں کی چپیٹ سے جو کنگال ہو رہے ہیں۔ سرکار کے پاس کچھ بچت ہے، تو اُچت تو یہ ہے کہ وہ بھارتیہ وستر ویوسائے کو اور سنرکشن دے۔ اس سے دیشی ویاپار چنے کھدر کو پروتساہن دے، اس سے یہ اُدیوگ پھیلے۔ اتی رکت آے کر[1] اٹھا لے، جن سے مدھیم شرینی والے سانس لے سکیں۔ سہودیوگک سنستھاؤں [2] کو، دیش دیوسائے کو، وہ اتت کر کروڑوں پرانیوں کی جان بچا سکتی ہے۔ تھوڑے سے پریاس سے، یدی وہ چاہے تو لگان میں اور بھی چھوٹ کی جا سکتی ہے۔ ایک کرم چاری کا ویتن پورا کرنے سے کہیں اچھا ہے، ایک کسان کے لگان میں چھوٹ کرنا۔ جو ویتن پاتا ہے، اسے وشواس پاتر تھا ادھک بھکت بنانے سے کہیں بھلا ہے جو ویتن نہیں پاتا اسے شانت رکھنے میں۔ ہم بھارتیہ جنتا کو ستیا گرہ یا آندولن کی صلاح نہیں دے رہے ہیں۔ ہم سرکار سے انورودھ کرتے ہیں، کہ وہ تُم ذرا دھیان پوروک[3] بنا کر تو یہ سوچے۔ اس وشے میں کلکتہ تھا بمبئی کے وانجیہ[4] منڈل نے سرکار کے پاس مہتو پورن تار بھیجے ہیں۔ ہر ایک دیش ہتیشی کو اس دشا میں جم کر آندولن کرنا چاہیے۔ کیا سرکار لوک مت کا آدر ایک دم نہ کرے گی؟

فروری 1933

1۔ اضافی آمدنی محصول 2۔ صنعت سے متعلق اداروں 3۔ توجہ کے ساتھ 4۔ تجارتی

مہاتما جی کا پتر

بڑے لاٹ کے نام مہاتما جی نے جو پتر بھیجا ہے، اس کی پوری نقل نہیں مل سکی ہے، ہر پتر میں گاندھی جی نے جو کچھ لکھا ہوگا وہ بہت ہی سوچ سمجھ کر، اس میں سندیہہ نہیں۔ پتر کا جو سارانش[1] پرکاشت[2] ہوا ہے، اس سے پرتیک بھارتیہ سہمت[3] ہے۔ یدی وائسرائے یرودا سمجھوتہ کے ہستاکشر کرنے والوں کو بھارتیہ لوک مت کا پرتی ندھی مان کر اس سمجھوتے کو سویکار کر سکتے تھے، تو مندر پردیش کے وشے میں انھیں کی رائے کو کیوں نہیں مانتے؟ اس سے سناتنی یرودا پیکٹ کے حمایتی نہیں تھے، پر اب اسمتی کیوں تھا کیسے بدل گئی ہے، یہ ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کیا وائسرائے پر گاندھی جی کے پتر کا اثر پڑے گا؟

13رفروری 1933

1۔ خلاصہ 2۔ شائع 3۔متفق

راجنیتک نیتاؤں کی رہائی

اسمبلی میں راجنیتک نیتاؤں کی رہائی کے سمبندھ میں جو پرشن پوچھے گئے ہیں تھا ان کا جو اتر دیا گیا ہے، ان سے یہ اسپشٹ ہے کہ سرکار ایک اُور سدھار کا کاریہ کرم پورا کرنا چاہتی ہے، دوسری اُور دمن کو بھی کم نہیں کرنا چاہتی ہے۔ وائسرائے نے اسمبلی کی کاریہ واہی شروع کرتے سمے جو بھاشن دیا تھا، اس سے یہ اسپشٹ ہو گیا تھا کہ ان کو یہ آشا[1] ہے کہ دھیرے دھیرے جنتا سرکاری دمن نیتی کی ضرورت کو سویکار کر لے گی۔ تتھا ویدھ کاریہ کرم کی آندھی میں کانگریس والے بہہ کر، ویدھ کاریہ کرتا ہو جائیں گے۔ ایشور کرے کانگریس والے رچناتمک[2] کاریہ کی اُور جھکیں۔ ایشور کرے جیسا بھی، جو کچھ بھی شاسن سدھار ہو، اسی کو اپنا کر اسے ہی سپھل یا اسپھل بنا دیا جاوے۔ کانگریس یدی ستیہ گرہ سا پت کر کچھ وشرام لے، یا دیش کو وشرام دے۔ تو بھی ہم پرسن ہوں گے۔ پر، اس کا اُپائے ضد نہیں ہے، جھگڑا نہیں ہے، دمن نہیں ہے تتھا کانگریس کو نکلیہ[3] سمجھتے رہنا نہیں ہے۔ لارڈ ولنگ ڈن یا ان کی سرکار جب تک کانگریس کو تچھ یا اپیکشت سمجھے گی، تب تک اسے اپنے آتم سمان کے لیے ہی سہی، اپنی ستا کو پرمانت کرنے کے لیے سنگھرش کرنا ہی ہوگا۔ یدی سرکار کانگریس سے ادھک شکتی شالی ہے، تو اوارتا ہی شکتی شالی کا سب سے گھاتک استر[4] ہوتا ہے۔ وہ ایک بار بھی راجنیتک بندیوں کو چھوڑ کیوں نہیں دیتی؟ دمن کی شکتی اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جب چاہے تب انھیں بند بھی کر سکتی ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے، بھارتیہ سرکار کی رائے تتھا لندن میں اس وشئے میں گہرا مت بھید[5] ہے۔ ضرور بات چیت ہو رہی ہے، پر بھارت سرکار کسی پرکار کا سمجھوتہ نہیں کرنا چاہتی۔ کانگریس بھی سرکاری اُدارتا کے سہارے

1۔ امید 2۔ عملی 3۔ معدوم 4۔ ہتھیار 5۔ اختلاف رائے

اپنے کاریہ کرتاؤں کو چھڑانا انوچت[1] سمجھتی ہے۔ اس کی رائے کیا ہے، یہ کیول انومان[2] سے ہی جانا جا سکتا ہے۔ پر سرکار بھی دمن سے تھک گئی ہے یہ آئے دن کی گرفتاریوں تھا چھوٹ سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کانگریس بھی سادھن رہت[3] سی ہو کر کیول کیندر یہ پردرشن[4] کر اپنی آتما کو سنتشٹ کر لیا کرتی تھی۔ اب دیپ[5] دونوں اُور سے ہو رہا ہے، چاہے وہ شکتی کا ہو یا دھن کا: پر سمسیا سلجھانا سرکار کے ہاتھ ہے۔ اتہ دوش اسی کا ادھک ہے، اس میں سندیہ نہیں۔

13رفروری1933

سرتیج کامت

سرتیج بہادر بڑے ہی نرم وچار کے نیتا ہیں۔ انھوں نے سرکاری کرمچاریوں کی اتھر نگلتا پر کم کرودھ[6] آتا ہے۔ دیر میں آتا ہے۔ پر، پنیا تما سورگیہ پنڈت موتی لال نہرو کی 6 تاریخ کو برسی منانے کے لیے پریاگ میں جو سرودل[7] کی مہتی سبھا ہونے والی تھی، اس پر دفعہ 144 لگا کر، وہاں کے کرمچاریوں نے اس پوتر آتما کے پرتی بڑا اکٹو انادر بھاؤ پرکٹ کیا ہے۔ اس وشے میں سرتیج نے جو یہ کہا ہے کہ آخر لوک مت کو ترست کرنے کی کوئی سیما ہوتی ہے اس سے ادھک ہم کچھ نہیں کہنا چاہتے!

13رفروری1933

1۔ ناجائز 2۔ قیاس 3۔ بے وسیلہ 4۔ مظاہرہ 5۔ اسراف 6۔ غصہ 7۔ کل جماعتی

وہائٹ پیپر کا مسودہ

9 رفروری کو بمبئی میں سبھی راجنیتک دل والوں کی ایک وراٹ[1] سبھا ہوئی تھی، جس میں سر چمن لال سیتل واد سبھاپتی تھے۔ انھوں نے آرمبھ میں ہی گول میز سبھا دوارا نردھارت[2] نوین شاسن ودھان[3] سمبندھی پرستاوؤں کی کڑی آلوچنا[4] کرتے ہوئے کہا تھا کی یدیپی یہ پرستاؤ موجودہ پرستھتی سے بہت آگے لے جاتے ہیں پھر بھی نرم سے نرم وچار والے سجنوں نے جو آشا کی تھی، اس سے بھی تھوڑے ہیں۔ سنگھ شاسن طے ہے پردیشی راجیوں کے سنگھ شاسن میں شریک ہونے کی شرطیں لچر ہیں۔

سر چمن لال کا یہ بھی مت تھا کہ گورنر جنرل کے وشیش ادھیکاروں میں بھارتیہ ریاستوں تھا دیا پارگی رکشا بھی ہے۔ جو کام منتری کے ہاتھ میں رہیں گے ان کے وِرُدھ بھی وہ نرنے کرے گا۔ وہ آرڈیننس جاری کرے گا، انھیں استھائی قانون کا روپ سُم دے سکے گا، سب سے بڑی شکایت تو یہ ہے کہ گورنر جنرل برٹش پارلیمنٹ بھارت سچو اور پارلمنٹ کی اچھانوسار شاسن کریں گے، ان کی نیکتی[5] تک میں بھارتیہ لوک مت کی کوئی پوچھ نہ ہوگی۔ سنرکشنوں کی اتنی بھرمار ہے کہ شاسن کی ذمہ داریاں کچھ نہیں کے برابر ہیں۔

سر چمن لال کے بھاشن کے انتر بمبئی کے بھوت پوروارتھ منتری[6] سر گووند پردھان نے اپنے بھاشن میں اسپشٹ کہہ دیا کہ آرتھک سنرکشنوں سے دیش کی اُنتی کا راستہ ہی رک گیا۔ گول میز کے بھوت پورممبر مسٹر ایچ پی مودی کا کہنا تھا کہ بھارتیہ سرکاری خرچ گھٹانا چاہیے اور ارتھ کا

1۔ کل جماعتی 2۔ متعینہ 3۔ نئی طرز حکومت 4۔ تنقید 5۔ منظوری 6۔ وزیر اقتصادیات

نینترن کرنا چاہیے۔ پر، نوین شاسن ودھان میں اس کی کوئی اپیوگی[1] گنجائش نہیں ہے۔ کئی وکتاؤں کی یہاں تک رائے تھی کہ نئے شاسن ودھان میں ایک نوکر کو بھی اپنے من سے ہٹا دینا کسی منتری کے لیے سمبھو نہ ہوگا۔

انت میں سروسمتی[2] سے یہ پرستاو پاس ہوا کہ یہ سبھا شاسن ودھان سمبندھی گول میزی پرستاوؤں کے پرتی اسنتوش پرکٹ کرتی ہے اور اس کی رائے میں وہ بھارتیہ مانگوں سے بہت کم ہے۔ یدی ان میں آوشیک اور سنتوش پورن پری ورتن نہیں کیا جاتا تو اس سے نئے شاسن ودھان[3] کو جاری کرنے میں دقت پیدا ہو جاوے گی اور دیش میں گھور اسنتوش پیدا ہو جاوے گا۔

اسی پرستاوت شاسن ودھان کے وشے میں بمبئی کے لبرل نیتاؤں تھا انیہ نرم نیتاؤں کی اور سے ایک وکپتی[4] پرکاشت ہوئی تھی، جسے اسی 12 رفروری کو، شری مان سی، وائی، چنتامنی کی ادھیکشتا[5] میں ہونے والی یکت پرانتیہ لبرل سنگھ نے بھی سویکار کیا ہے اور اس ''بیان'' میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ سرسیموایل ہور کی ادھیکار پورن گھوشنا تھا تیسری گول میز سے لوٹے بھارتیہ سدسیوں سے بھاوی شاسن ودھان کا باہری خاکہ معلوم ہو گیا ہے اور یدی بھارت کا بھاوی شاسن ودھان بھارتیوں کے لیے سنتوش جنک بنانا ہے تو اسے کیندریہ شاسن میں ذمہ داری آوشیہ دینی چاہیے، کندریہ ویوستھا پک مہاسبھا کو یہ ادھیکار ہونا چاہیے کہ ویاپار، ونیے، اد یوگ آدی کے وشے میں اپنی اچھا نوسار نیم[6] بناوے، سنرکشن ہوں، پر بہت تھوڑے ہوں، اور بھارت کے ہت کے ہی ہوں۔ پر اس وشیے میں ابھی تک جو کچھ معلوم ہو سکا ہے، وہ نرم سے نرم بھارتیہ نیتا کی آشا سے کہیں کم ہے۔

اس لمبی وکپتی کا اتنا ہی سارانش ہمارے لیے پریاپت[7] ہے۔ اپنی اور سے کچھ جوڑنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ سرکار سیم یہ جانتی ہے کہ اس کا پرستاوت شاسن ودھان، جو پارلیمنٹ میں پیش کیا جانے کے لیے ''وہائٹ پیپر'' کے روپ میں پرکاشت ہوگا۔ وہ لوگوں کو پسند آئے گا۔ کئی پرکھ لبرل تو یہاں تک کہہ چکے ہیں کہ بھارت میں پھر سے ''نزارستا'' کے روپ میں ''وائسرائے ستا'' آنے والی ہے۔ پنڈت نانک چند نے ڈی اے وی کالج میں بھاوی شاسن ودھان پر بھاشن دیتے ہوئے کہا تھا کہ پرستاوت پرانتیہ سوراجیہ سے بھارت میں راشٹریتا استھاپت[8] نہ ہو سکے گی۔ پنجاب کے ہندوؤں کے لیے تو انھوں نے یہاں تک کہا کہ

1۔ افادی 2۔ اتفاق رائے 3۔ قانونی نظام 4۔ اعلانیہ 5۔ صدارت 6۔ اصول 7۔ کافی 7۔ قائم

چپ چاپ بیٹھے رہنے پر وہ سدا کے لیے دب جائیں گے۔

آگے چل کر پنڈت جی نے کہا تھا کہ آپ مہاتما گاندھی کو دوش دیں کہ سرتیج بہادر سپرو کو، نیا شاسن ودھان تو آ ہی رہا ہے، اور وہ جاری بھی ہو ہی جائے گا۔ وہ کچھ کو پہلے اور کچھ کو بعد میں پیس ڈالے گا۔ پنجاب کے ہندو پہلے پیسے جائیں گے۔ جنھوں نے سامپردائک[1] نرواچن کا سرتھن[2] کیا تھا، وہ سب سے پہلے چلائیں گے۔ میں ایسی شاسن پرنالی[3] کی بالکل ہی سہایتا نہیں کروں گا جو ہندوؤں کو مسلمانوں کا اور مسلمانوں کو سکھوں کا ورودھی بناتی ہے۔

پنڈت نانک چند گول میزی ہیں۔ ان کے لندن جاتے سے ہم اسی پرکار ان کے ورودھی تھے جتنا شری کیلکر کے۔ ہمیں ہرش ہے کہ اب ان کی بھی آنکھ کھلی ہے اور وہ گول میز کا آڈمبر[4] سمجھ گئے ہیں۔ برائی سے بھی بھلائی ہوتی ہے۔ اچھا ہو، یہ شاسن ودھان ہی برا ہو۔ اس سے ہندو اور مسلمان ایک ہو کر آتم نرنے تو سیکھ جائیں اور بھیک تو نہ مانگا کریں۔ ہم پنڈت نانک چند کی اس رائے سے سہمت[5] ہیں کہ راجنیتی میں کوئی بات طے نہیں ہوتی۔ پرتیک دشا میں پریورتن ہوسکتا ہے۔ بنگ بھنگ کی نیتی کا، سرجان سائمن کی سفارش تک میں بھی پریورتن تو کرنا ہی پڑا تھا پرانت میں پرشن یہ ہے کہ بھاوی شاسن ودھان سے ہم اپنی رکشا کس پرکار کریں۔

سنا جاتا ہے کلکتہ میں کانگریس کا ''جائز'' ادھیویشن ہونے والا ہے۔ سرکار بار بار کانگریس کی اُور سے اشارے کا سنکیت چاہتی ہے، پر وہ کبھی کانگریس کو ایکترت[6] ہو کر نشچے کرنے کا اوسر[7] نہیں دیتی۔ اس سے یدی سرکار وہائٹ پیپر کو پرکاشت کر کانگریس کو بھی اس پر وچار کرنے کا موقع دیتی تو نہ جانے اس سے کیا نرنے ہو جاتا۔ ہوسکتا تھا، کہ تھکی کانگریس ویدھ یوجنا بناتی، پر سرکار نے اپنے دمن سے اس کے لیے یدھ کی انواریہ[8] دشا اتپن کر رکھی ہے۔ کیا وہ اب بھی، شاسن ودھان کا گھرا گھاؤ لگانے سے پہلے، جنتا کے ہت کے لیے اتنا بھی کرے گی؟

20 فروری 1933

1۔ طبقاتی 2۔ مدد 3۔ حکومتی انتظام 4۔ ناٹک 5۔ متفق 6۔ جمع 7۔ موقع 8۔ ضروری

سر سیموئل کا اُتر

ہاؤس آف کامنس میں مسٹر ٹامس ولیمس کے ایک پرشن کے اُتر میں سر سیموئل ہور نے کہا ہے کہ تب تک بھارتیہ راجنیتک بندیوں یا مہاتما گاندھی کی رہائی کا پرشن ہی نہیں ہوسکتا جب تک سرکار کو یہ امید نہ ہو جائے کہ ان کی رہائی سے ستیہ گرہ کے پنہ[1] پرارمبھ[2] ہونے کی آشنکا[3] نہیں ہے۔ اس اتر سے ہماری آشنکا سچ نکلی۔ لندن کی سرکار رہائی کے لیے تیار ہے، پر بھارت کی سرکار نے بھاوی وپتی کا ایک تھوتھا آڈمبر رچ رکھا ہے، اسی کارن لندن کو دلی کے آگے سر جھکانا پڑا ہے۔ بھارت سرکار ریدی سمجھتی ہے کہ کانگریس نیتا خود چھوٹنا چاہتے ہیں تو وہ غلطی کرتی ہے۔ کانگریسی سُیم نہیں چھوٹنا چاہتے، وہ پھر جیل جانا چاہتے ہیں۔ ان کو چھڑانے کے لیے ہم اُتسک[4] ہیں جو دیش میں شانتی تھا دیوستھا کے ساتھ ہی، ویدھ اور پریشرمی کاریہ کرم دیکھنا چاہتے ہیں۔ کانگریس کے نیتاؤں کو نہ چھوڑ کر سرکار جنتا کو اور بھی اسنتشٹ کر رہی ہے۔ ستیہ گرہ جنتا کرتی ہے، اور وہی کانگریسی نیتاؤں کو چھڑانا چاہتی ہے، سرکار سے ادھک شاید لبرل ستیہ گرہ کے ورودھی ہے۔ سرکار اس کارن ستیہ گرہ سے ڈرتی ہے کہ اس سے اراجکتا[5] کی سمبھاونا[6] رہتی ہے، اور لبرل ستیہ گرہ سے اس کارن ڈرتے ہیں کہ ان کی لوک پریتا[7] کو ستیاگرہی چاٹ گئے اور وہ جنتا کی نندا کے پاتر بنائے جاتے ہیں، پر لبرلوں کا بھی یہ وشواس ہے کی راجنیتک بندیوں کے چھوٹنے سے دیش میں ادھک شانتی تھا سکھ کا وایومنڈل[8] بن جائے گا۔ 13 رفروری کو یکت پرانتیہ لبرل۔سنگھ نے اس آشے کا مہتو پورن پرستاؤ بھی پاس کیا ہے، پر ہماری سمجھ میں ہمارا یہ سب لکھنا نقارخانے میں طوطی کی آواز ہی ہو کر رہ جائے گا۔

20 رفروری 1933

1۔ دوبارہ 2۔ شروع 3۔ خدشہ 4۔ بےچین 5۔ بدانتظامی 6۔ امکان 7۔ مقبولیت 8۔ فضا

کلکتہ کانگریس

کلکتے میں کانگریس کا ادھیویشن ہونا نشچت ہو چکا ہے۔ ابھی تک یہی طے نہ تھا کہ کانگریس وہاں پر ہوگی۔ اب استھاناپن راشٹر پتی انے نے اس وشے میں دلچسپی پر کاشت کر سب کا سندیہہ دور کر دیا ہے۔ بھارت سرکار سدا سے کہتی آرہی ہے کہ راشٹریہ کانگریس ناجائز نہیں ہے۔ اس لیے انئے مہودے بھی کانگریس کے اس ادھیویشن کو پورے جائز ڈھنگ سے کرنا چاہتے ہیں۔ سرکار کو استھان اتیادی[1] کی پوری سوچنا دے دی گئی ہے۔ یدیپی اس کانگریس کے پرتی بندھیوں کے سمبندھ میں آپتی جنک شنکائیں ہوسکتی ہیں، پر یہ تو نشچت ہے کہ کانگریس نے اس بار پورے ویدھ ریتی سے کام کرنا شروع کیا ہے۔ اس سے دیش کی جیسی استھتی ہے، اسے دیکھتے ہوئے کیا ستیاگرہ جاری رکھنا چاہیے یا کوئی دوسرا کاریہ کرم تیار کرنا چاہیے۔ یہی وچارنیہ پرشن ہے۔ سمبھو ہے، کانگریس کوئی دوسرا نرنے کرے۔ سرکار کانگریس سے یہی چاہتی ہے کہ وہ ستیاگرہ ساپت کرے۔ یہ تو وہ بھی سویکار کرتی ہے کہ کانگریس کچلی نہیں جاسکتی۔ کیا وہ اس بار کانگریس کو وچار کرنے کا اوسر دے گی؟

27 رفروری 1933

1۔ وغیرہ

اسمبلی کی اَودھی

وائسرائے مہودے کی گھوشنا کے انوسار اسمبلی کا کاریہ کال انشچت کال کے لیے بڑھا دیا گیا۔ اس کا کارن یہ ہے کی نئے شاسن ودھان کے انوسار اسمبلی کا نرواچن اب نئی یوجنا کے انوسار کرایا جاوے گا۔ سوچنا سے کچھ لوگوں کو اس لیے پرسنتا ہو گئی ہے کہ شیگھر ہی نئی شاسن یوجنا کاریانِوت[1] ہو گی۔ کچھ لوگوں کی یہ دھارنا ہے کہ سرکار ابھی تک شاسن یوجنا کو کاریہ روپ میں پرنت کرنے کی اودھی پر نشچے نہیں کر سکتی ہے اور اس لیے اس نے اسمبلی کی اودھی بڑھا کر، اسے ادھک جیون پردان کر، پرسن کر، اس پرشن کو ٹال دیا ہے۔ اسمبلی کے وہ سدسیہ جنھوں نے کیول جنتا کے پرتی ندھتو کے بل پر اپنا دگیا پن کیا ہے، اپنی کُچالوں سے جنتا کو، اپنے نرواچن کشیتروں کو اور اپنے دیش کو کلنکت[2] کیا ہے اور جنھیں یہ آشا نہیں ہے کہ وہ دوسرے نرواچن میں چنے جاویں گے وہ اپنے دیش دروہی کاریوں کے لیے ادھک اوسر پانے سے پرسن ہے اور ہوں گے، کنتو جنتا کو سرکاری سوچنا سے کئی پرکار کی چنتا ہو گئی ہے۔ ایک تو یہ کہ کانگریس کی اداسینتا کے کارن اسمبلی تتھا کونسلوں میں دوتیہ شرینی کے راج بھگت اودترتیہ شرینی کے وچارک ایکترت ہو گئے ہیں۔ ان کے ہاتھ سے جن ہت کو ہمیشہ دھوکا اٹھانا پڑا ہے۔ جب کبھی سارو جنک مہتو کا پرشن آتا ہے، یہ سرکاری سمان کے لوبھ[3] میں پھنس کر جنتا کے ہت کا سروناش[4] کر دیتے ہیں۔ اوروں کی بات جانے دیجیے، اسمبلی کے ورتمان سبھاپتی شری شنمکھم چیٹی نے بھی، اپنے وِردھی دل کے کھیا پن کا بانا تیاگ کر اوٹاوا میں شریک ہو کر بھارت کی اودیوگک انتی کے کفن میں کیل ٹھونک دی تھی۔ سرکار بار بار اپنے پرستاوؤں میں اس لیے جیتتی جاتی ہے کی اسمبلی میں راشٹریہ دل اور سونتر دل کے لیے اس سے سب سے ضروری کام آپس میں لڑنا ہے۔ شری گیا پرساد سنگھ کی چیشٹا یا شری بی

1۔ عمل درآمد لائق 2۔ داغدار 3۔ لالچ 4۔ تباہ

شرما کے پریاس[1] کا کوئی پھل نہیں نکل رہا ہے اور اسمبلی کے سدسیہ آپس میں لڑ کر ہی اپنی شکتی کا ویے کر ڈالتے ہیں۔

پرانتیہ کونسل کی بھی یہی دشا ہے۔ یکت پرانتیہ کونسل کو ہی لیجیے۔ جب مسٹر چنتا منی کا ''ایکسائز بل'' پر سنشودھن[2] رد ہو سکتا ہے، مسٹر جے۔ پی۔ شری واستو ایسے آدمی کو منتری پد سے، نواب محمد یوسف کو منتری پد کے پرمپراگت ادھیکار سے نہیں ہٹایا جا سکتا، سرکار کھلے عام ایک مہتو پورن ناگرک جیون کو ہی ساپت کرنے کی کلپنا کر سکتی ہے اور غلط یا صحیح جو کچھ بھی سرکار چاہتی ہے کرا لیتی ہے۔ تو پھر ایسی اسمبلی اور کونسلوں کا کاریہ کال[3] بڑھانا کیول ایک اپہاساس پد[4] اور انوچت سنستھا کا آڈمبر بڑھائے رکھنا ہے۔ نوین شاسن یوجنا میں یہ کونسل وشیش اپیوگی ہو ہی جاوے گی، یہ ہمارا تاپتریہ[5] نہیں ہے۔ سمبھو ہے، ان کا پربھاؤ اور بھی کم ہو جاوے۔ پر اپیوگی ایک وستو آوشیہ ہوگی، وہ ہوگا، پرجا پکش کا بہومت سے سرکار کو لوک نندا کا گیان کراتے رہنا۔ اس لیے سرکار اس سے یدی اسمبلی کا، ساتھ ہی کونسلوں کا بھی انت نکٹ آ رہا ہے، نرواچن کرا دیتی ہے تو اسے پتا چل جاتا کہ جنتا کا اس آڈمبرے سبھا پر کتنا وشواس ہے۔ کانگریس پر دمن ہونے کے بعد کیول اسمبلی اور کونسل ہی ایسی سنستھائیں رہ گئی ہیں جس کے دوارا جنتا کے وِرودھ کی، جنتا کے دربل وِرودھ کی آواز اٹھائی جا سکتی ہے اور اس سنستھا کے دوارا اپنے اصلی وچار پرکٹ کرنے کا اوسر نہ دینا نتانت انوچت[6] ہے۔

یہ ہم جانتے ہیں کہ جس پرکار درگ کی دیوال سے ٹکرا کر لہریں لوٹ آتی ہیں، اسی پرکار سرکار کے دوار سے یہ وِرودھ بھی واپس آوے گا، پر ہم اپنے کرتویہ کا پالن نہیں کریں گے، یدی اس بات کو اسپشٹ کیے بنا ہی سرکاری سوچنا کا مون وِرودھ کریں گے۔

20 مارچ 1933

1۔ کوشش 2۔ اصلاح 3۔ دورعمل 4۔ مذاق 5۔ مقصد 6۔ بالکل ناجائز

آنے والا شویت پتر[1]

یہ ہی یہ سبھی جانتے ہیں کہ آنے والے شویت پتر میں کیا ہے، لیکن پھر بھی سمت دیش میں اس کو دیکھنے کی اتسکتا ہے۔ مسٹر چرچل، سیموئل ہور، وائسرائے آدی کی وکتر تاؤں سے اور انگریزی سماچار پتروں کے انومانوں سے ہمیں شویت پتر کی ویوستھائیں کچھ وشیش آشا جنک نہیں معلوم ہوتی ہیں، مگر ہم اسے دیکھنے کے لیے اس لیے اتُھک[2] ہو رہے ہیں کہ ابھی جو کچھ کیول انومان ہے، اسے دیکھ لینے پر وہ حقیقت ہو جائے گا۔ انومان میں ایک طرح کی انشچتتا[3] رہتی ہے۔ انومان کے آدھار پر ہم نہ کچھ کہہ سکتے ہیں نہ اپنے کاریہ کرم کا کوئی روپ نرمان کر سکتے ہیں۔ یتھارتھ گیان ہو جانے پر یہ تو نشچت روپ سے گیات ہو جائے گا کہ ہمیں کیا ملا اور اب ہمیں کیا کرنا ہے۔

ابھی تک انومان سے ہم آنے والی ویوستھا کا جو روپ کھڑا کر سکے ہیں، وہ یہی ہے کہ پرانتوں کو ایک ایسا سوایت شاسن[4] پردان کیا جائے گا جس میں پرجا کے پرتی ندھیوں کو سرکاری کرمچاریوں کے وشے میں کوئی ادھیکار نہ رہے گا۔ کرمچاریوں کے ادھیکار جیوں کے تیوں بنے رہیں گے۔ کیندر میں سینا، ارتھ وبھاگ اور فارن وبھاگ پر وائسرائے کا ادھیکار رہے گا۔ وائسرائے آوشیکتا پڑنے پر آرڈیننس جاری کر سکے گا اور ویوستھاپک سبھا کے فیصلوں کو رد کر سکے گا۔ بھارت کی سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ سینا وبھاگ میں یہاں کے باشندوں کو بہت کم استھان دیا جاتا ہے، حالانکہ دیش کی آے کا بہت بڑا بھاگ سینا پر خرچ ہو جاتا ہے۔ یہ شکایت

1۔ قرطاس ابیض 2۔ خواہش مند 3۔ غیر یقینی 4۔ خودمختار

بدستور رہتی ہے۔ ارتھ و بھاگ سے ہمیں شکایت ہے کہ بھارت کی ارتھ نیتی بھارت کے لابھ کی درشٹی سے نہیں، ورن انگلینڈ کے لابھ کی درشٹی سے استھر[1] کی جاتی ہے۔ وہ شکایت بھی جیوں کی تیوں رہتی ہے۔ ہماری سرکار سے کیول راج نیتک ادھیکاروں کی لڑائی ہے۔ ہم ایسے ادھیکار چاہتے ہیں کہ ہم اس استھتی میں آ جائیں کہ دیش کی آمدنی کو پرجاہت کے کاموں میں خرچ کر سکیں، دیش کو سکھی اور سمعشٹ بنا سکیں۔ اگر یہ ادھیکار نہیں مل رہے ہیں تو کیول کونسلوں میں جگہوں کے لیے آپس میں جھگڑے کرنے کی ہمیں کیا ضرورت ہے۔ ہمارا اڈیشیہ کیول اتنا ہی نہیں ہے کہ ہمارے دس پانچ بھائی منسٹر ہو جائیں۔ ہمارے پرتی ندھیوں کی تعداد دوگنی ہو جائے۔ ہمارا اڈیشیہ کیول دیش کو سوستھ اور سکھی بنانا ہے۔ اگر ہمارے پاس دھن خرچ کرنے کا ادھیکار نہیں ہے تو ہمارے یہ اڈیشیہ کیسے پورے ہو سکتے ہیں؟ اور یہ اڈیشیہ نہ پورے ہوئے تو جنتا کے لیے یہ ویوستھا کیا اپکار کرے گی۔

لیکن انگلینڈ میں مسٹر چرچل اور ان کے انویائیوں[2] کا بلوان دل اس ویوستھا کو بھی سویکار نہیں کرتا ہے۔ وہ سرے سے مانتا ہی نہیں کہ بھارت میں کسی سدھار کی ضرورت ہے۔ وہ ڈنڈے کے زور سے راجیہ کرنے کے پکش میں ہے، اور انت تک بھارت کو پیروں کے نیچے دبائے رکھنا چاہتا ہے۔ مسٹر چرچل تو یہاں تک دھمکی دے رہے ہیں کہ وہ اپنے کنز دل کو سنگھٹت کرکے شویت پتر کا پارلیمینٹ میں وِرودھ کریں گے اور اسے رد کرا دیں گے۔ مسٹر چرچل کو لارڈ اردن اور سر سیموئل ہور چاہے کتنا ہی بھلا برا کہیں پر یہ انھیں بھی خوب معلوم ہے کہ انگلینڈ میں مسٹر چرچل کا کتنا زور ہے، اتنا کسی بھی ایک ویکتی کا نہیں ہے۔ یہ غیر ممکن ہے کہ ان دھمکیوں کا بھارت سچو پر کوئی اثر نہ پڑے۔ سر ہور شاید ایک دن انگلینڈ کے پردھان منتری بننے کی کلپنا کر رہے ہوں گے۔ کنز رویٹو دل کو اپرسن کرکے وہ اپنے بھوشیہ کو سندیہہ میں نہیں ڈالنا چاہتے۔ ادھر بھارت میں بھی فیڈریشن کے وشئے میں ہمارے راجوں میں دن دن مت بھید[3] بڑھتا جا رہا ہے۔ فیڈریشن آنے والی ویوستھا کا مکھیہ انگ ہے۔ اگر وہی کھٹائی میں پڑ گیا تو ویوستھا کا مولیہ ہی کیا رہ جاتا ہے۔

سارانش[4] یہ پرستھتی بہت نراشا جنک[5] ہے۔ ہمیں اب جو کچھ آشا ہے، وہ سنسار کی وچار کرانتی سے۔ ورتمان ساماجک اور آرتھک ویوستھا سے دنیا نراش ہو گئی ہے۔ نشستری کرن،

1۔ متعین 2۔ پیرو 3۔ اختلاف رائے 4۔ خلاصہ 5۔ مایوس کن

جرمنی میں راجنیتک سنگرام، روس اور اٹلی کی راج ویوستھا یہ بھی کہہ رہی ہیں کہ سنسار سکھ اور شانتی کا کوئی سادھن کھوج رہا ہے پر جہاں اسے کھوجنا چاہیے وہاں نہ کھوج کر اِدھر اُدھر بھٹکتا ہے۔ کبھی اس گڈھے میں گرتا ہے۔ کبھی اس گڈھے میں۔ مگر لکشنوں سے پرکٹ ہو رہا ہے کہ جنتا پر اب سامراجیہ واد کا جادو نہیں رہا۔ سامراجیہ واد میں ایک سوابھاوک گورو کا انکر ہے، اس میں سندیہہ نہیں۔ ایک پددلت ہندو بھی ہندو راجاؤں کو اپنی مسلمان پرجا پر اتیا چار کرتے دیکھ کر چپ سادھ جاتا ہے۔ وہ یہ نہیں چاہتا ہے کہ اس ہندو راجا کی پرجا ذرا بھی سر اٹھائے۔ اسی طرح مسلم جنتا بھی نظام اور بھوپال کے اوپر گرو کرتی ہے۔ لیکن پچھم میں سامراجیہ واد کی منوورتی سے لوگ اتنے تنگ آ گئے ہیں کہ ابھی حال میں آکسفورڈ وشودیالیہ میں چھاتر سنگھ میں، اپنے ایک مباحثے میں یہ پرستاو بہومت سے سویکار کیا، کہ یہ سبھا کسی دشا میں بھی راجا اور دیش کے لیے اپنا رکت نہ بہائے گی۔ دوسرے مباحثے میں اس پرستاؤ کو نکال ڈالنے کے لیے دوسرا پرستاؤ پیش ہوا۔ اس نئے پرستاو کے پکش میں کیول 153 ووٹ آئے اور وپکش میں 750۔ اس سے یہ صاف پتا چل رہا ہے کہ ہوا کدھر چل رہی ہے۔ ہمیں اپنے دیش میں یہی وچار کرانتی[1] پیدا کرنا ہے۔

20 / مارچ 1933

1۔ ذہنی انقلاب

سادہ اور سفید

جس بات کی آشنکا تھی، وہ سامنے آگئی۔ سفید پتر 17 مارچ کو پرکاشت ہو گیا۔ اس کے وشے میں ہم اپنی شنکائیں پرکٹ کر چکے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ پرستاو شنکا سے ادھک بھیشن ہے۔ لیڈر کے شبدوں میں "یہ چاہے جو کچھ ہو، کیول سوراجیہ نہیں ہے۔" اسی پتر کی رائے میں "بھارتیہ سدھارک اس یوجنا کو کبھی سویکار نہیں کر سکتے۔" کلکتہ کے "ایڈوانس" کے شبدوں میں۔ "انگریز سرکار نے مسٹر چرچل اور ان کے دل والوں کو یہ پرچہ بطور انعام کے دیا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ بھارت پر گورے چمڑے کا کتنا بوجھ ہوگا"۔ اسی پتر کا ساتھی۔ "لبرٹی" بھی لکھتا ہے کہ "راشٹریہ وچار والوں کو برٹش بدھی متا کے وشے میں جتنا سندیہہ تھا، اس کو اس سفید پتر نے پرمانت کیا ہے۔" دلّی کے "نیشنل کال" کی رائے میں۔ "اس پرچے کے دوارا واسرائے کو 100 ہٹلر اور موسولنی کے ادھیکار مل جائیں گے۔" "ہندستان ٹائمس" کی رائے میں۔ "یہ پرگتی کا اپہاس ماتر ہے۔" بمبئی کا "بومبے کرانیکل" لکھتا ہے کہ۔ "اس پرچے کا اذیشیہ بھارت کے ساتھ کیے گئے وعدے کو پورا کرنا نہیں ہے، پر اس پر گورے آدمی کا پنجہ مضبوتی سے جکڑے رکھنا ہے۔" راشٹریہ مسلم پتر کلکتے کا انگریزی دینک "مسلمان" بھی لکھتا ہے کہ ——— "بھارت کو اس سے ادھک سکھ ملتا یدی 191 پیج کا یہ دستاویز پرکاشت ہوتا...... ہماری رائے میں اُدار سرکار نے، وشیشکر بنگال کے مسلمانوں کو ان کی "راج بھکتی" کا انعام دیا ہے۔"

"امرت بازار پتریکا" کا کتھن یہ ہے کہ ایسی ایک بھی بات اس سفید پرچے میں نہیں

ہے جس سے یہ کہا جاوے کہ بھارتیہ مت کا کچھ بھی آدر کیا گیا ہے۔''

سر چمن لال سیتلواد، مولانا شوکت علی، سر پی گنوالا، مسٹر چاگلا، پنڈت ہردے ناتھ کنجرو، مسٹر کیلکر ایسے ادار وچار کے لوگ بھی اس پرچے سے اتی[1] دکھی ہیں۔ ''ہندستان ٹائمس'' کے ایک وینگ چتر[2] میں اس سفید پرچے کو ''سادہ'' پرچہ دکھلایا گیا ہے۔ ''نیشنل کال'' کے انوسار تین گول میز روپی پہاڑ کھودنے پر، ایک کروڑ روپیہ خرچ کرنے پر، سفید پرچہ روپی یہ چوہیا نکلی ہے۔

دیش کا لوک مت بھارت کے بھاوی شاسن ودھان کی اس یوجنا سے اتی کشبدھ[3] ہو اٹھا ہے۔ وستار پوروک[4] اس کا وچار کرنا بھی ویرتھ ہے۔ اس کی اُور تو دھیان بھی دینا اچت نہیں۔ یدی برٹین کے سہیوگ اور ساتھ کا یہی ہمیں پرسکار مل رہا ہے۔ تو ہم برٹش بدھی متا سے ایک بار پھر وچار کرنے کا آگرہ کریں گے۔

ذرا بھاوی شاسن ودھان کے وشے میں سوچیے تو! بھارت کی سرکار فیڈرل یا سنگھ سرکار ہوگی۔ اس کے ادھیکش ہوں گے سمراٹ کے پرتی ندھی گورنر جنرل۔ شاسن کاریہ میں ان کی سہایتا کے لیے ایک منتری منڈل ہوگا، جس میں برٹش بھارت اور ریاستوں کے پرتی ندھی بھی ہوں گے۔ گورنر جنرل ہی دیش کی رکشا، ودیش تتھا ارتھ کی نیتی کا ملکھیا نرنکش[5] شاسک ہوگا۔ انیہ محکموں کے لیے وہ منتری منڈل کی صلاح سے عام طور پر کام کرے گا، پر آوشیکتا پڑنے پر وہ ان کی صلاح کی بھی اُپیکشا کر سکتا ہے۔ یہ منڈل بھارتیہ سنگھ مہا سبھا کے پرتی ذمہ دار ہوگا۔ بڑے لاٹ اپنے راج کاج کے لیے تین کونسلر بھی رکھ لیں گے۔ وقت پڑنے پر وہ ''اپنے آرڈیننس'' کے بل پر شاسن کریں گے۔ ویاپار سمبندھ میں، بھید بھاؤ کی نیتی میں وہ ترنت ہستکشیپ[6] کریں گے۔ مہا سبھا دو ہوں گی۔ ایک اپر جس میں 250 ممبر ہوں گے، جس میں ریاستوں کے راجاؤں کے نامزد 100 پرتی ندھی ہوں گے۔ لوأر میں 375 میں 125 ممبر ریاستوں کے ہوں گے۔ پر یدی بڑی سبھا اسے نا پاس کرے تو بڑے لاٹ دونوں سبھاؤں کا سمّلت ادھی ویشن بلائیں گے۔ ایسی دشا میں اس کی پچھا لید ارنشچت ہے۔ دیسی ریاستوں کی کل جن سنکھیا کے آدھی ریاستوں کے سنگھ میں شامل ہونے پر تبھی سنگھ راجیہ کی رچنا ہوگی۔ اس کے بعد رزرو بینک کی استھاپنا[7] کا ہونا ضروری ہے۔ ان میں ولمب ہونے پر پرانتی سوادھینتا کے نام کا آڈمبر

1۔ بہت 2۔ مزاحیہ تصویر 3۔ بے قرار 4۔ تفصیل کے ساتھ 5۔ خود مختار 6۔ دخل اندازی 7۔ قیام

شروع ہو جاوے گا۔ جس میں گورنروں کو بھی وہی زنکش ادھیکار ہیں۔ تین پرانتوں میں اپر چیمبر بھی ہوگا۔ جیسے ابھاگے یکت پرانت میں۔ یہاں اپر چیمبر کے 34 ممبروں میں 17 مسلمان اور شیش میں ہندو، عیسائی، سکھ اینگلو انڈین اور یوروپین ہوں گے۔ دو پرانت سندھ اور اڑیسہ بڑھ کر کل 11 پرانت ہوں گے۔ پرانت میں بھی منتری منڈل ہوگا جو اپنے کاریوں کے لیے پرانتی سبھا جسے ''لیجسلیٹو اسمبلی'' کہا جاوے گا کہ پرتی ذمہ دار ہوگا۔

انڈین سول سروس پولس سروس آدی کی نیکتی آج کل کی طرح بھارت سچو ہی کریں گے۔ انگریزوں کی سکھیا بھی اتنی ہی رہے گی جتنی اب ہے۔ پانچ سال بعد اس پرشن پر وچار کیا جاوے گا۔ برما کا پرشن اچھوتا رہ گیا۔

متادھیکار لوتھین کمیٹی کے انوسار ہوگا۔ برٹش پرجا کا کیول 14 پرتشت ووٹ دے سکے گا۔ یہ ہے وہ سوراجیہ جو ہمیں تین سال کی لگاتار دماغ ریزی کے بعد ملا ہے۔

27 مارچ 1933

سفید کاغذ پر ابھی اور بھی سفیدی چڑھے گی

سمست[1] دیش میں سفید کاغذ پر ہائے ہائے مچی ہوئی ہے، یہاں تک کہ کانپور کی جمعیت العلماء اور مسلم لیگ بھی اس سے اسنتشٹ ہے۔ لیکن انگلینڈ میں پرتھتی جو رنگ پکڑ رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفید کاغذ میں ترمیم کرنی پڑے گی۔ مسٹر چرچل اور ان کی پارٹی کو کامنس میں منھ کی کھانی پڑی ہے اَوشیہ، مگر کامنس کے ممبروں نے کیول سنیکت شاسن کی ساکھ بنائے رکھنے کے لیے چرچل کے وردھ ووٹ دیا۔ واستو میں کنزرویٹو دل چرچل کے ساتھ ہے اور وہ شویت پتر[2] کا جنازہ نکال کر ہی چھوڑے گا۔ جو لوگ ممبریوں اور منسٹریوں پر دانت لگائے بیٹھے ہیں، ان کی آج کل نیند حرام ہو رہی ہو گی۔ شاید دانا پانی بھی چھوٹ گیا ہو۔ مگر سرہوران کے کتنے ہی شوبھچھو[3] ہوں، مسٹر چرچل سے بیر نہیں مول لے سکتے۔ ہم کہتے ہیں اسمبلی اور کاؤنسلوں میں چناؤ کا جھگڑا ہی کیوں رکھو؟ کیوں نہ وائسرائے اور گورنروں کو اپنی مرضی کے مطابق ممبر چن لینے کا ادھیکار دے دو۔ بس سارا جھگڑا مٹ جاتا ہے، گورنر اور وائسرائے کو اتنا ادھیکار دے کر آپ مال اور پولس اور ریل سبھی کچھ میں اتر دائتو دے سکتے ہیں۔ ایسے ایسے راجنتک دھرندھر جمع ہیں، پر یہ موٹی سی بات کسی کی سمجھ میں نہیں آتی، وائسرائے کو اس کام میں سرفضل حسین سے کافی مدد ملے گی۔ اور سر ہیلی نواب چھتاری کی سمتی[4] لے سکتے ہیں۔ ہم آپ کو وشواس دلاتے ہیں کہ بھارت کے آپ کے ہاتھ سے جانے کی رتی بھر بھی شنکا نہیں ہے۔ یہ تو چاروں طرف سفید کاغذ پر ہائے ہائے ہو رہی ہے اس کی منشا تو آپ سمجھتے ہی ہیں۔ خدا کے فضل سے آپ راجنیتی میں کشل ہیں ہی۔ جو آج گلا پھاڑ پھاڑ کر چلّا رہے ہیں کہ سفید پتر کورا کاغذ ہے، پیچھے لے جانے والا ہے، اوشواس پورن ہے، ایمان جنک ہے، وہی اوسر پڑنے پر ممبری اور منسٹری کے لیے دوڑیں گے اور آپ کے بوٹ چاٹیں گے، شکتی شالی زمیندار پارٹی منھ سے چاہے جو کچھ

1۔ پورا 2۔ سفید کاغذ 3۔ خیر خواہ 4۔ رائے

کہے، دل سے آپ کے ساتھ ہے، پھر، لبرل ہیں، وہ بھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے، چنتا کی کوئی بات نہیں ۔مسٹر چرچل سے وِرُودھ کر کے اپنے بھوشیہ کو سنکٹ میں ڈالنا بدھی مانی [1] نہیں۔ لارڈ اروِن نے تو اپنے ویاکھیان میں مسٹر چرچل کو بہت سمجھایا تھا، ان کی ساری شنکاؤں کا سادھان [2] کرنے کی چیشٹا کی تھی، مگر چرچل بھی جناب ایک ہی گھاگھ ہے، وہ یہ کب گوارا کر سکتا ہے کہ سرہور بھارت ہندوستانیوں کو سپرد کر کے میٹھی نیند سوویں۔ کسی نے شنکا کی تھی کہ آئرلینڈ میں بھی تو برٹش سرکار نے ایسا ہی ودھان دیا تھا، اس کا کیا نتیجہ ہوا، آئرلینڈ کندھا جھاڑ کر الگ ہو گیا۔ پھر بھارت میں کیا وہی بات نہیں ہو سکتی۔ لارڈ اروِن نے اس شنکا کا کتنا سندر جواب دیا ہے کہ واہ! آپ نے فرمایا۔۔۔۔۔

''آئرش سندھی [3] کے انوسار ہم نے اپنے پدادھیکاریوں کو ہٹالیا۔ بھارت میں ہم وہ غلطی نہیں کر رہے ہیں۔ ہم نے نشچے کر دیا ہے، کہ آج کل کی طرح یورپین کو بھارت میں جگہیں ملتی رہیں گی اور ان ادھیکاریوں کی رکشا پارلیمینٹ کے قانون سے ہوتی رہے گی۔ آئرش سندھی کے انوسار ہم نے برٹش فوج ہٹالی تھی، ہم بھارت میں ایسا نہیں کرنے جا رہے ہیں اور اس کا کارن ہر ایک سمجھدار آدمی سمجھتا ہے۔ ایک تیسرا کارن یہ تھا، کہ آئرلینڈ میں وائسرائے کو وہ پکے، ٹھوس اختیار نہیں تھے، جو وائسرائے کو بھارت میں پراپت [4] ہیں اور آنے والے ودھان [5] میں بھی بنے رہیں گے۔

پھر بھی یہ چرچل دل والے نہ جانے کیوں سرہور کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، مگر جب وہ کسی طرح نہیں مانتے، تو آپ کو ان کی بات ماننی ہی پڑے گی۔ آپ بھی مجبور ہیں۔ اس لیے جیسا ہم نے نیویدن کیا ہے آپ وائسرائے اور گورنروں کو، ممبروں کو چن لینے کا ادھیکار دے دیجیے۔ جنتا دوارا چناؤ کی جھنجھٹ ہی کیوں رہے اور اب جن تنتر کو ماننا ہی کون ہے؟ یہ تو اسٹالن، مسولنی اور ہٹلر کا یگ ہے۔ اب جنتنتر وادیوں کو کون پوچھتا ہے۔ لائڈ جارج صاحب نے اپنی ایک اسپیچ میں جن تنتر کے وشے میں جو کچھ کہا ٹھیک ہی کہا۔

''سمست سنسار میں جن تنتر کا وشواس اٹھ گیا۔ آئے دن ہم دیکھ رہے ہیں، کہ سوادھینتا پیروں تلے کچلی جا رہی ہے مانو وہ ویرتھ کی دستو ہے اور وہ ایکا دھپتی [6] آ گیا ہے جو پہلے سے کہیں دیا پک، کہیں نردے [7]، کہیں نشنک ہے۔''

10/اپریل 1933

1۔ سمجھداری 2۔ حل 3۔ مصالحت 4۔ حاصل 5۔ آئین 6۔ بادشاہ 7۔ ظالم

اوشواس

ادھیکانش بھارتیہ سوراجیہ اسی لیے نہیں چاہتے کہ اپنے دیش کے شاسن میں ان کی آواز ہی پہلے سنی جاوے، پر سوراجیہ کا ارتھ ان کے لیے آرتھک سوراجیہ ہوتا ہے۔ اپنے پراکرتک سادھنوں[1] پر اپنا ادھیکار، اپنی پراکرتک اپجوں پر اپنا نینترن، اپنی وستوؤں کا سوچھند اُپ بھوگ اور اپنی پیداوار پر اپنی اچھانوسار[2] مولیہ لینے کا سُوتو[3] یہی ان کی سب سے بڑی، سب سے پہلی، سب سے اتکرشٹ مانگ ہے، یہ مانگ سوراجیہ کا انگ نہیں، سوراجیہ اسی مانگ کا انگ ہے۔

آج بھارت میں یدی سوراجیہ کے لیے اتنا آندولن ہو رہا ہے، تو کیول اس لیے کہ بھارتیہ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ جب تک ودیشی ستا ہے، انھیں اپنے دیش کی اپج کا سکھ لوٹنے کا اوسر نہ ملے گا، روزگار اور ویاپار چوپٹ رہے گا۔ سرکاری آئے کا سینتالیس کروڑ روپے سینا پر خرچ ہو جاویگا، ادھر ادھیکانش بھارتیہ بچے دانے دانے کے لیے محتاج ہو کر سڑک اور گلیوں میں بھوکوں مرے دکھلائی دیتے رہیں گے، ہندوستان میں اتنا اناج پیدا ہوتا ہے پھر بھی آدھے سے آدھک ہندوستانی دونوں وقت بھر پیٹ بھوجن نہیں کر سکتے۔ اتنا کپڑا بنا جا رہا ہے، پھر بھی کتنے بچے ایسے ہیں جن کے تن پر اتنا بھی وستر نہیں کہ وہ جاڑے میں سردی سے بچ جاویں! کتنی ایسی استریاں[4] اور کنیائیں[5] ہیں جن کے پاس اپنا تن تک ڈھکنے کے لیے بھی وستر نہیں ہے!

ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ اس لاچاری اور دُردشا کا کارن بھارت میں انگریزی سرکار ہے۔ انگریزی سرکار سے بھارت کو انیک لابھ بھی ہوئے ہیں، جن کا سدیو

1۔قدرتی وسائل 2۔مرضی کے مطابق 3۔حق 4۔عورتیں 5۔لڑکیاں

کرتکیتا پوروک[1] سمرن[2] کرنا ہوگا، پر اس در بھاگیہ کے لیے کوئی کیا کہے کہ بھارت کی آرتھک دردشا انگریزی راجیہ کے سمے میں ہی ہوئی اور یہی نہیں، اس کی بہت بڑی ذمہ داری انگریزی سرکار کے سر ہے۔ اور بھارتیوں کا ایسا وشواس ہوگیا ہے کہ اپنا شاسن اپنے ہاتھ میں آنے پر وہ اپنی دردرتا[3] میں ادھک یوگیتا کے ساتھ لڑ کر اس کا نراکرن[4] کرسکیں گے۔ بھارتیہ ارتھ شاستری یہ بتلاتا ہے کہ انگریزی سرکار اپنے دیش کے سوارتھ کی بلی کر بھارت کا کلیان نہیں کرسکتی۔ وہ اسی انش تک بھارت کا کلیان کرے گی، جس انش تک اس کے دیش کا سوارتھ نہیں ٹکراتا۔

اس پرکار سوراجیہ کی میمانسا[5] کیجیے۔ سوراجیہ کا ارتھ کیول آرتھک سوراجیہ ہے۔ آج بھارت کا ادیوگ دھندا پنپ اٹھے، آج بھارت کے گھر گھر میں کھانے کے لیے دو مٹھی ان، پہننے کے لیے دو گز کپڑا ہو جاوے، آج گھر گھر میں کیول سودیشی وستو ہو، اتھک پری شرم کے استھان پر تھوڑا وشرام ہو، جیون میں کچھ کویتا، کچھ اسھورتی، کچھ سکھ معلوم پڑے۔ تو کون کل اس بات کی چنتا کرے گا کہ بھارت کی پارلیمینٹ میں انگریز ہیں یا ہندوستانی۔ جو بھی کوئی شاسک ہو، شاسن کا پھل چاہیے۔ آم کھانے سے کام ہے پیڑ گننے سے نہیں۔

ہمارا یہ تاتپریہ نہیں کہ ہماری بھی یہی رائے ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ ہمارے ایک انگ کی یہ بھی منورتی ہے کہ سوراجیہ ہو یا نہ ہو، سوراجیہ چاہیے، پر عام جنتا سوراجیہ کا جو ارتھ سمجھتی ہے، وہی ہم نے اوپر دکھلایا ہے۔ جنتا کا وچار غلط ہوسکتا ہے، پر پرتیک دیش کی جنتا کی ایک ہی منورتی ہے۔ اس لیے کبھی سامیہ واد، کبھی ورگ واد اور کبھی پونجی واد پنپ اٹھتا ہے۔ کبھی کوئی نیتا سموچا شاسن ہڑپ لیتا ہے، کبھی کوئی۔ جس کسی نے اپنی لچر یوجنا کا وگیاپن کر یہ سدھ کر دیا کہ اس کو اپنانے سے آرتھک وشا جادو کی طرح سدھر جاوے گی، وہی دل شاسنا دھیکار پا جاویگا۔

اتیو، برٹش سرکار کے لیے اس سمے ایک ماتر اپائے، ایک ماتر پتھ جس سے وہ بھارتیہ لوک مت کو اپنے پکش میں کرسکتی ہے، جس سے وہ بھارت کو اپنے ہاتھ سے کھانے سے بچا سکتی ہے، یہی ہے کہ بھارت کو آرتھک سوراجیہ دے دے۔ ایک بار وہ برٹین کا سوارتھ بھول کر بھارت کا سوارتھ سوچ لے۔ ایک بار وہ بھارتیہ سینا کے سینتالیس کروڑ خرچ کو کیول 15 کروڑ وارشک کردے۔ ایک بار وہ سبھی ودیشی مال پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک، کڑی چنگی لگا

1۔ مشکور 2۔ یاد 3۔ غریبی 4۔ خاتمہ 5۔ تجزیہ

کر بھارتیہ ویاپار کو پنپا دے اور پھر دیکھیے بھارتیہ سنگٹھ ہو کر کیا مانگتے ہیں۔

سمجھو ہے برٹش سرکار ریسنا چاہتی ہو، پر ہمارے پاس ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے، جس سے ہم یہ کہہ سکیں کہ وہ سچ مچ ایسا چاہتی ہے۔ اس کی ابھی تک کی جو آرتھک نیتی رہی ہے، وہ اتنی گھاتک اور اتنی دکھد رہی ہے کہ اس سے ہم اتیَنت دکھی ہو رہے ہیں۔ پنجاب وانجیہ منڈل کے ادھیکش مسٹر روبرٹ ٹیلر نے 10 اپریل کو منڈل کی وارشک[1] بیٹھک میں ایک سوچنا پورن دیاکھیان دیا تھا۔ اس دیاکھیان میں انھوں نے کئی مہتو پورن باتیں بتلائی تھیں۔ وہ کہتے ہیں۔

''موجودہ پرستھتی کے کارن گھور مانسک مندی[2] چھا رہی ہے۔ وشواس کا پُنہ[3] استھاپت ہو جانا انواریہ[4] ہے۔ ادھر ہمارے کچھ بہت ہی مندی کے ورش بیتے ہیں۔ دیش کی ادھیکانش جن سکھیان کسان ہے اور لگاتار مولیہ کے گرنے کے کارن وہ کنگال ہو گئی ہے۔ فصل کے بونے کے ویے کی بھی وصولی نہیں ہو پاتی۔ سرو ویاپی آرتھک مندی سے ادیوگ اور وانجیہ کنٹھت ہو رہے ہیں۔ دیش کی آمدنی بھی کم ہو گئی ہے اور اسی لیے، بجٹ کو سنتلت[5] کرنے کے لیے ارتھ سدسیہ کو اپرتیکش روپ[6] سے کر لگانا پڑ رہا ہے جس سے ادیوگ ویوسائے کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ اس سے سو بھاوت لیے دیش میں اداسینتا اور شوک چھا گیا ہے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ پُنہ نرمان کرنے کے لیے وشواس کا پُنہ استھاپت کرنا آوشیک ہے۔ آج کل کی راجنیتک وشا بھی آرتھک دشا کے ساتھ جتی ہوئی ہے اور کبھی کبھی ہمیں اس کے کارن بھے معلوم پڑتا ہے، پر یہاں پر بھی بھن بھن ورگوں میں جو پارسپرک اوشواس چھایا ہوا ہے تھا جس کے کارن دیش کی پرگتی رک رہی ہے، دیش سنگھ سرکار سویکار نہیں کر رہا ہے، یدی وہی اوشواس ہٹ کر وشواس کا بھاؤ اتپن ہو جاوے تو بہت بڑا کلیان ہو۔ اس کے لیے مانوی چیشٹا درڑھ شکتی اور اپنے لکشیہ کی پراپتی کا درڑھ ورت[7] چاہیے۔ سنسار میں سب پرکار کی انوکول پرستھتی ہونے پر بھی وشواس کے ابھاؤ میں کچھ نہیں ہو سکتا۔

''دیش کی پرگتی کے لیے دوسری بادھا کر کا اتیادھک[8] بھار ہے......۔ ادیوگ دھندہ گرا ہوا ہے۔ بیکاری چاروں اُور پھیلی ہوئی ہے، روپیہ سستا ہے، بہوتایت سے مل سکتا ہے، پر اس کے اپیوگ کے لیے کہیں کوئی سادھن نہیں ہے۔ ابھی تک ادیوگ یا وانجیہ کے کاریوں میں اس کا اپیوگ نہیں ہو رہا ہے۔ مجھے بھے ہے کہ جب تک سرکار ٹھیک پتہ دکھلا کر وشواس اتپن کرنے کا اپائے

1۔ سالانہ 2۔ نفسیاتی کمزوری 3۔ دوبارہ 4۔ لازمی 5۔ متوازن 6۔ بالواسطہ 7۔ پکا عہد 8۔ بہت زیادہ

نہیں دکھلا وے گی، تب تک کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔ اب سے آ گیا ہے، جب سرکار گمبھیرتا پوروک[1] یہ وچار کرے کہ کون سا سارو جنک خرچا دیش کی نئی آرتھک، درو یہ سمبندھی دشا کو دیکھتے ہوئے سماج ہت کے لیے ہوگا۔''

مسٹر ٹیلر کے دیاکھیان کی اس ٹکڑی کی اُور ہم سرکار کا دھیان آکرشت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے اوپر یہ بتلانے کی چیشٹا کی ہے کہ اب سے آ گیا ہے، جب سرکار آرتھک سوراجیہ کو روک نہیں سکتی۔ ہم راجنیتک بات تو ایک اُور چھوڑ دیتے ہیں، دیش کی آرتھک دُردشا اکتھنیہ[2] ہے اور اس کا کارن ہے سرکار کی آرتھک نیتی کے پرتی جنتا کا گھور اوشواس۔ یہ اوشواس تیورتم ہوتا جا رہا ہے۔ اس کو دور کرنا ہی چاہیے۔ اور بنا سرکار کے چیتے یہ اوشواس دور نہ ہوگا۔ یہ دُردشا سماپت نہ ہوگی۔ اوشواس دور کرنے کا کاریہ سرکار کی اُور سے ہی آرمبھ ہو سکتا ہے۔ وہی جو چاہے کر سکتی ہے۔ اب اسے اسی اوشواس کو دور کرنا چاہیے۔

17/اپریل 1933

1۔ سنجیدگی 2۔ ناقابلِ بیان

بھارت کے وِرُودھ پرچار

ابھی حال میں بھارت کے ہتیشیوں[1] نے جنیوا میں بڑی دھوم دھام کے ساتھ "بھارت دوس" منایا تھا۔ اس اوسر پر وِدوان وکتاؤں نے بڑے سوچنا پورن ویاکھیان دے کر بھارت کے وشے میں جو چاروں اور غلط فہمی پھیلائی جا رہی ہے۔ اس کا منھ توڑ جواب دیا تھا۔ سب سے اچھا بھاشن مہاتما جی کی جیونی لکھنے والے رومے رولاں نامک فرینچ پنڈت کی بہن مدام رولاں کا تھا۔ یورپ کے کونے کونے سے پرتی ندھی یہاں پر ایکترت ہوئے تھے۔ اس پرتین کو، اس کے سنیوجکوں[2] کو، ہم ہاردک بدھائی[3] دیتے ہیں، دھنیہ واد دیتے ہیں۔

اس سے بھارت جیوں جیوں سوادھینتا کی اور اگرسر ہوتا جا رہا ہے، اسے بدنام کرنے کی، ہر پرکار سے اس کے راشٹریہ درگنوں کو بڑھا چڑھا کر دکھلانے کی چیشٹا ہمارے شتر و کر رہے ہیں۔ اسی لیے بھارت کے ہتیشیوں کو یہ آوشیکتا محسوس ہوئی کہ وہ ایک دن "جنیوا دوس" منا کر بھارت کا پریچے کرائیں۔ اس لیے لندن سے شری یت پٹیل نے اس بات کی صلاح دی تھی کہ بھارت کے وِرُدھ ودیشی پرچار کا اتر دینے کا پربندھ کیا جائے۔ اس لیے، آج سے کئی ورش پورو بھی اکھل بھارتیہ کانگریس کمیٹی کے ممبر شری سمپورنانند نے ایک آویدن پتر ہی اس آشے کا تیار کیا تھا۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی اس پر زور دیا تھا، پر اس دشا میں وشیش پریتن نہ ہو سکے اور ہمارے وشے میں ہر پرکار کے بھرشٹ سا چاروں کا کوئی کھنڈن نہیں ہونے پاتا ہے!

اب کویندر رویندر نے اس پرشن کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے اور یدی ایشور نے چاہا تھا تو وے اپنے پریتن میں سپھل ہوں گے۔ ہم اپنے پاٹھکوں سے اس دشا میں پوری سہایتا کی آشا کرتے ہیں اور کویندر کے ان شبدوں سے پوری سمتی پرکٹ کرتے ہیں کہ "آوشیکتا اس بات کی ہے کہ دیش کی ورتمان پرستھتی کا سچا چتر ہم ودیشوں میں بہت شانتی وگمبھیرتا اور سنیم کے ساتھ، کنھو دوسروں کے منھ توڑ جواب کے لیے، مع آنکڑوں اور نظیروں کے اپستھت[4] کریں۔

24 اپریل 1933

1۔ خیر خواہوں 2۔ مہتم 3۔ مبارکباد 5۔ پیش

آرتھک سوراجیہ

یدی بھارت کو آرتھک سوراجیہ نہیں مل رہا ہے، تو کیول اسی کارن کہ برٹین کبھی بھی، اپنے بھرسک بھارت، کے ہت کے سامنے اپنے ہت کا ہون نہیں کرسکتا۔ اسی لیے بھارت کو راج نیتک سوراجیہ بھی نہیں دیا جارہا ہے، کہ سمبھو ہے کہ آرتھک شکتی بھی پراپت ہو جائے اور یہ دودھاروگائے برٹین کے ہاتھ سے نکل جائے۔

پھر بھی بھارتیہ اپنی مانگ پر مانگ پیش کرتے ہی جاتے ہیں، چاہے اسے کوئی سننے والا ہوا تھوا نہیں۔ ابھی دلی میں "فیڈریشن آف آل انڈیا چیمبرس آف کامرس اینڈ انڈسٹریز" (اکھل بھارتیہ ویوسائے وانجیہ منڈل) کی بیٹھک میں آرتھک سوراجیہ کی سردسمتی[1] مانگ پیش کی گئی ہے اس میں کئی اپیوگی پرستاو پاس ہوئے ہیں۔ سبھاپتی شری بال چند ہیرا چند نے ایک پرستاو دوارا سرکار سے یہ پرارتھنا کی تھی کہ سورن مدرا کی اپنی نیتی میں ترنت پریورتن[2] کردیں۔ روپیہ اور پونڈ کا سمبندھ توڑ دیا جائے۔ آپ نے کہا کہ جب سنیکت راجیہ امریکہ ایسے دیش بھی یہ ضرورت سمجھتے ہیں کہ اپنے دیش کا سونا باہر جانے سے روکیں، بھارت سرکار کا اس بات پر گرو کرنا کہ بھارت سے باہر اتنا سونا چلا گیا، گورو کی بات نہیں ہے، شری آر کے سدھوا نے کہا کہ جب تک وہ سمبندھ توڑ نہیں دیا جائے گا۔ تب تک بہومت کوئی بھی شاسن سویکار نہیں کرسکتا۔ پرستاو تو پاس ہو ہی گیا، پر یدی شری کے سنتانم کا یہ سنشودھن پاس ہو جاتا کہ یدی ویاپاری ہی اپنے پاس سے سونا باہر نہ جانے دیں تو سونا باہر نہ جاوے، تو اور بھی اپیکت[3] بات ہوتی۔

سرپرشوتم داس نے کرمچاریوں کے ویتن کی پانچ فیصدی کانٹ چھانٹ کے پورا کیے جانے کا ورودھ کرتے ہوئے یہ اچت ہی کہا تھا کہ "جب تک سینا کی باگ ڈور برٹش سرکار کے ہاتھ میں رہے گی، بھارت ڈہا ہی جاتا رہے گا۔ کاٹ چھانٹ پورا کرکے بھارت کے کرواتا تھانیہ کروینے والوں پر بہت کڑا بوجھ لادا جارہا ہے۔" پرستاو پاس ہو گیا۔ پر کیا یہ سمبھو ہے کہ سرکار ان میں سے کوئی بھی بات سویکار کرے گی۔

14 اپریل 1933

1۔ متفقہ 2۔ فوراً تبدیلی 3۔ مناسب

ہماری غلامی بڑھے گی

بنگال کے بھوت پورو لاٹ اور بھارت کے کچھ سے تک استھاناپن بڑے لاٹ، لارڈ لٹن نے لارڈس سبھا میں ''وائٹ پیپر'' پر اپنا وچار پرکٹ کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ ''ایک پارلیمنٹ کی رچنا کرا سے کوئی ادھیکار نہ دینا یہ جان بوجھ کر جھگڑا پیدا کر دینا ہے۔'' لارڈ لوتھین نے اسی شویت پتر پر اپنا منتویہ پرکٹ کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ یہ کلپنا سے بھی پرے بات ہے کہ برٹین دمن یا نرنکشتا کے بل پر بھارت پر شاسن کرسکتا ہے۔ ات ایوا سے سوچیت ادھیکار نہ دینا وپتی مول لینا ہوگا۔ پر یہ ادھیکار کس پرکار کا ہوگا اور کیسے دیا جا رہا ہے، اس وشے میں لندن کی پرسدھ پتریکا ''نائنٹینتھ سینچری'' میں مسٹر جی ٹی گیرٹ نے اسپشٹ لکھ دیا ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ ''ہر یک ریاست کے پیچھے ایک لمبی لگام لگا دی گئی ہے، جس کی چھور برٹش سرکار کے ہاتھ میں ہے۔'' آپ کی رائے میں ''وائسرائے تتھا پرانتیہ گورنروں کو جواتی رکت اور وشیشا دھیکار' دے گئے ہیں وہ ترنت ہمیں 'لمبی ڈور' کی یاد دلا دیتے ہیں۔ سینا کو سرکشت وشے بنا لینے سے راشٹریہ سینا کی رچنا کا پرشن انشچت کال کے لیے استھگت کر دیا جاتا ہے۔ آرتھک سرکشنوں سے بڑا گہرا سندیہہ پیدا ہو جاتا ہے۔

سرکاری شویت پتر کے ڈوارا جو ادھیکار ملنے والے ہیں، ان کی یہی کہانی ہے، یہی رہسیہ ہے، پر بات یہیں ساپت نہیں ہوتی۔ کماری وِلکنسن نے جنیوا میں اپنے ایک پربھاوشالی ویاکھیان میں ابھی حال ہی میں کہا ہے کہ'' شویت پتر کی 90 ویں دھارا کے انوسار بھارتیہ کونسل، گورنر یا وائسرائے ڈوارا سویکرت بھی کسی قانون کو 12 مہینے کے بھیتر سمراٹ کی سرکار رد کرسکتی ہے۔'' ایسی دشا میں، کماری جی کے شبدوں میں'' اصلی ادھیکار تو برٹش پارلیمنٹ کو ملے ہیں، بھارت کو کہیں کچھ بھی کوئی بھی ادھیکار نہیں ملا۔''

''انڈین کرشچن میسنجر'' نامک پتر نے، جسے سرکار بھی اگرمت کا نہیں کہہ سکتی، اسی شویت پتر پر اس پرکار وچار پرکٹ کیا ہے۔'' بہت سے سے جس دستاویز کی پرتیکشا تھی، اسی شویت پتر کے پنوں کو پڑھنے کے بعد، اس پر لوگوں کی رائے بھی خوب سمجھ لینے کے بعد، ہم اس بات کو صاف طور پر سویکار کر لیں کہ اس سے کسی پرکار کا کوئی اتساہ پیدا نہیں ہوتا ہے۔ سنگھ شاسن پر نالی نہ جانے کب تک کے لیے ٹال دی گئی ہے اور وہ بھوشیہ کے گربھ میں پڑی رہے گی۔ پرانتوں کے گورنر اور گورنر جنرل کو ایک دم نرنکش شاسک بنا دیا گیا ہے۔ پرانتیہ سوادھینتا کی چھایا ماتر رہ جائے گی، سنگھ دیوستھا پک مہا سبھا میں ریاستوں کے نمائندے بھر جاویں گے، اونچی نوکریوں کی بھرتی بھارت کے بچو کے ہاتھ میں رہے گی، انیک سنرکشن ہوں گے۔ اور وہ کیول بھارت کے ہت کے لیے نہیں ہوں گے! سینا اور ودیشی سمبندھ پر برٹش گورنر جنرل کا ایکادھیکار رہے گا۔ ہم اپنی رائے پھر ظاہر کر دیں کہ ہماری سمجھ میں بھارت کے دکھوں کے پرتی سہانو بھوتی پوروک وچار نہیں کیا گیا ہے۔ ہمیں روٹی کے استھان پر پتھر ہی کھانے کو دیا جا رہا ہے۔ ابھی بھارت کا یدھ بہت سے تک چلے گا۔''

یدی یہی باتیں کانگریس کہتی تو اسے چھاپنا یا پڑھنا بھی غیر قانونی ہو جاتا ہے۔ یدی یہی باتیں ہم اپنی اور سے کہتے تو یہ اپرادھ[1] ہوتا، پر یہ وچار ان کے ہیں جو برٹین اور بھارت کے سمان روپ سے متر ہیں، جو دونوں کی ایکتا میں، متر تا میں، سمان روپ سے دونوں کا ہت دیکھتے ہیں۔ مانتیہ شری نواس شاستری کو کوئی بھی اراجک نہیں کہہ سکتا۔ پر 16 / اپریل کو کلکتہ میں لبرل مہا سبھا کے اوسر پر، وائٹ پیپر پر پرستاو پیش کرتے سے انھوں نے کہا تھا۔'' انگریز یہ بھول سکتے ہیں کہ لارڈ ارون نے بھارتیوں سے کیا وعدہ کیا تھا، پر بھارتیوں کو چاہیے کہ وہ انگریزوں کو ان کے وعدے کی یاد دلاتے جاویں...... میں نے ستیا گرہ آندولن میں بھاگ نہیں لیا تھا، پر میں یہ کہوں گا کی ستیا گرہ کے سمان کوئی آندولن کبھی ایک دم نہیں دبایا جا سکتا۔ یدی ٹھکانے سے، بدھی مانی سے اسے سلجھایا نہ جاوے، تو ایک دن ایسا آوے گا کہ جب وہ پھر سے پرکٹ ہو جاوے گا اور تب اسے کسی طرح دبانا سمبھو نہیں۔ میں ایک آتم شاسن کے ادھیکار سے یکت'' کامن ویلتھ'' کا نواسی بننے کو تیار ہوں، پر وہ کامن ویلتھ گریٹ برٹین، کناڈا، دکشن افریقہ آدی کے

1۔ جرم

ساتھ سامان درجے پر ہونا چاہیے۔ اس سے کم کوئی بھی دشا کبھی کسی حالت میں کسی کو بھی سویکار نہ ہوگی اور اس سے ورودھ کا بیج اور بھی پنپے گا۔'' انت میں شاستری جی نے کہا۔'' آج جو بھی راجنیتک پرستھتی ہے وہ ورتمان آندولن کے ہی کارن ہے۔ کیا ہم اس آندولن کے سینکوں کے ادبھت تیاگ اور بلیدانوں [1] کو بھول سکتے ہیں؟ کیا ہم یہ بھول سکتے ہیں کہ ہر ایک نگر اور گرام میں پولس نے ان کے ساتھ کیسا ویوہار کیا ہے؟ کیا ان سب پیڑاؤں [2] کا کوئی پھل نہ نکلے گا؟ سر سیموئل ہور دیش کی موجودہ دشا سے پرسن ہیں، پر وہ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ کیا پُنہ ایسی پرستھتی پیدا کرنا چاہتے ہیں جس سے آندولن اٹھا تھا؟''

شاستری جی کے اتی رکت [3] مسٹر جوشی مسٹر جے۔ این۔ بسو، پنڈت ہردے ناتھ کنجرؤ سب نے ایک سور سے، ایک من ہوکر شویت پتر کی بھرتسنا کی تھی۔ سینا کے ہی وشے میں پنڈت کنجرؤ نے کہا تھا،'' ہم چاہتے ہیں کہ ہماری سینا میں سب بھارتیہ سپاہی اور بھارتیہ افسر ہوں!'' پر یہ تو دِواسوپن ہے! شری یت چنتامنی نے اس شاسن ودھان کو، اسی اوسر پر'' ادیدھ شاسن ودھان'' کا نام دیا تھا اور اسی شویت پتر کے وشے میں دلی میں ہونے والی اکھل بھارتیہ وانجیہ منڈل کی رائے ہے کہ'' یہ شاسن ودھان امید حک دقیانوسی پیچھے لے جانے والا اور امانیہ ہے''۔ ادھیویشن ادھیکش شری بال چند ہیرا چند نے کہا تھا'' اس شویت پتر کی یوجنا جب ماڈریٹوں کو ہی سویکار نہیں ہے تو اور کسے سویکار ہوسکتی ہے؟''

یہ ہے شویت پتر پر اس سے پرایہ سبھی پریکار کے وچار والوں کی سمتی۔ اس سپتاہ بھارت کی دو پرسدھ تھا ذمہ دار سنستھاؤں نے بھی اس کی بھرتسنا کردی۔ کانگریس اس کی اور آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی نہیں چاہتی اور پھر بھی ہمارے ابھاگے دیش میں کچھ ایسے بھارتیہ ہیں، جو یہ آشا کرتے ہیں کہ'' سنیکت پارلیمنٹری کمیٹی'' میں اس یوجنا کو اس پرکار گڑھ لیا جائے گا کہ وہ بھارتیوں کی مہتوا کانکشا کو پوری کر سکے گی اور اسی آشا سے کیول صلاح کار کی حیثیت سے وہ لندن جانا چاہتے ہیں۔ یدی ان کی نیت کیول لندن گھومنے کی نہیں ہے، یدی وہ پر جاکے پیسے سے سیر نہیں کرنا چاہتے، تو انھیں'' انڈین ایکسپریس'' پتر کی اس رائے سے یہ سمجھ لینا چاہیے کی سنیکت پارلیمنٹری کمیٹی کیا کرے گی۔ پتر لکھتا ہے:

1۔ قربانیوں 2۔ تکلیفوں 3۔ علاوہ

''یدی سنیکت پارلیمنٹری کمیٹی کے سدسیوں کے نام کی میمانسا کی جائے تو یہ اسپشٹ ہو جائے گا کہ ادھیکانش وہی اس کے سدسیہ ہیں جنھوں نے شویت پتر کے نرمان میں سہایتا کی ہے۔ یہ کلپنا میں بھی بات نہیں آتی کہ وہ اس پتر میں کوئی نئے وچار پیدا کریں گے، یا رد و بدل کریں گے۔''

شویت پتر سے کوئی بھی پرسن نہیں ہے۔ اس کے پریورتن کی کوئی آشا نہیں ہے۔ اتایو ہمیں گھور داستا کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

24/اپریل1933

رزرو بینک

بھارت بچو تھا شویت پتر کی سوچنا کے انوسار بھارت میں کیندر یہ شاسن میں اسی سے ذمہ داری دی جا سکے گی، جب کہ یہاں پر ایک 'رزرو بینک' کی استھاپنا ہو جائے گی، یہی بینک بھارت کا اصلی کیندر یہ بینک ہوگا۔ اس سے بھارت سرکار کی اُور سے جو کچھ سویدھا اور سہولیت امپیریل بینک کو ہے، وہی اس رزرو بینک کو پراپت ہوگی، اس کے علاوہ اسے انیک ادھیکار ہوں گے، جن میں سے ایک ادھیکار مدرا، چلن پر نینترن اور نوٹ چلن پر پورا ادھیکار بھی ہو سکتا ہے۔ کئی درشٹیوں سے اس پرکار کے بینک کی استھاپنا بھارت کے ادیوگ، دھندے کی وردھی کے لیے، بھارت کی مدرا نیتی کو نینترت کرنے کے لیے، بھارت کے سبھی بینکوں کو ایک پربھاو میں، ایک شاسن میں رکھنے کے لیے اور سبھی پرانتوں کی ارتھ نیتی کو ایک کیندر یہ وبھاگ سے نردھارت کرنے کے لیے رزرو بینک کا ہونا ضروری ہے۔ یدی بھارت سرکار نے بھارتیوں کے ہت کا واستو میں دھیان رکھا ہوتا، تو اب تک کئی ورش پہلے یہ بینک استھاپت ہو گیا ہوتا، بھارت کا اربوں کا سونا باہر نہ بہہ گیا ہوتا، بھارت کا سونا لندن کے بینک میں اس طرح نہ جمع کر دیا جاتا کہ یدی آج ضرورت پڑے تو بھارت کا آرتھک دیوالہ تک نکل سکتا ہے، اور لندن میں سونا پڑا رہ جا سکتا ہے۔ بھارت میں رزرو بینک نہ ہونے کا ہی یہ پھل ہے کہ آج ہماری کاغذی مدرا 177 کروڑ کی ہے، پر اس کے پیچھے سرکاری کوش میں کیول 26 کروڑ کا سونا ہے، آج بھارت میں کیول اتنا سونا ہے کہ سرکار کا ایک ورش کا ہی کام چل سکتا ہے۔ پھر بھی سونا باہر چلا جا رہا ہے۔ دیش کی درگھاتک بنی ہوئی ہے، لگ بھگ دو ارب کا سونا باہر چلا گیا۔ امریکہ ایسے دھنی دیش بھی اپنا سونا باہر جانے سے روک رہے ہیں، پر بھارت کے ارتھ منتری کو اس بات کا گرو ہے کہ وہ بھارت سے کافی سونا بھیج کر بھارت کا دینا پا دنا چکا رہے ہیں۔ یہ سب اسی لیے ہو رہا ہے کہ بھارت کی کوئی شدھ ارتھ نیتی نہیں ہے کوئی نشچت یوجنا نہیں ہے، کوئی بھی کیندر یہ بینک نہیں ہے۔

بنا کیندریہ بینک کے کوئی سمھیہ، سرکار اپنا کام ٹھکانے سے چلا ہی نہیں سکتی۔ اس سے دنیا کے بتیس سمھیہ دیشوں میں کیندریہ بینک ہیں جن میں سے 17 دیشوں کے کیندریہ بینک شیر والوں کے ہاتھ میں ہیں، سات کیول راجیہ کے ہاتھ میں ہیں اور آٹھ تو ملے جلے ہیں۔

بھارت میں رزرو بینک کے لیے ''بینکوں کے بینک'' کے لیے 1927 میں بہت زور دیا گیا تھا۔ اس سے سر بیسل بلیکٹ ارتھ سدسیہ تھے۔ وہ اس وچار کو پسند کراتے تھے، پر وہ بینک حصے داروں کا ہو یا راجیہ کے ہاتھ میں ہو اسی پر متیکیہ نہ ہو سکنے کے کارن بات ٹھنڈی پڑ گئی۔ بینکنگ جانچ کمیٹی نے اس وشیہ کو آگے بڑھایا۔ سنگھ یوجنا کے ساتھ وہ وشے پھر سب کا دھیان اپنی اُور آکرشت [1] کرنے لگا۔ اس کے دو پرکار کے سرتھک ہیں۔ ایک کا کہنا ہے کہ یدی اسے حصے داروں کا بینک بنا دیا جائے گا تو ودیشی پونجی پتی کافی حصہ خرید کر اسے اپنی مٹھی میں کر لیں گے، پر، ایک مت یہ بھی کہتا ہے کہ ایک حصے دار کو، چاہے وہ کتنا ہی حصہ خریدے، ایک ہی ووٹ دینے کا اُدھیکار دینا چاہیے۔ اس پرکار یدی حصہ داروں کا ہی بینک رہے گا، تبھی کلیان [2] ہوگا۔ دوسرا پکس یہ کہتا ہے کہ واستوک کلیان تبھی ہوگا جب کہ یہ بینک راجیہ کے ہاتھ میں ہوگا۔ راجیہ کے ہاتھ میں بھی رہنے کے انیک فائدے ہیں، پر بھارت سرکار نے ایک نرالی ہی نیتی نکالی ہے۔ وہ اس بینک کو دو میں سے کسی کے بھی ہاتھ میں نہیں رکھنا چاہتی۔ یہ ایک بورڈ کی رچنا کرنا چاہتی ہے جو سوتنتر ہوگا۔

جو ہو، یہاں پر ہم اس پرشن کے دونوں پہلوؤں کی میمانسا نہیں کرنا چاہتے۔ پرشن بڑا مہتو پورن ہے اور اس پر ترنت وچار ہونا چاہیے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ سرکار پہلے کیندریہ شاسن کی استھاپنا کر تب کندریہ بینک استھاپت کرتی، پر وہ گھوڑے کے آگے گاڑی رکھ رہی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ بینک کی استھاپنا ہو جائے تب کیندریہ شاسن استھاپت [3] کیا جائے! اس بینک کی استھاپنا کے وشے میں پرامرش [4] کرنے کے لیے لندن میں ایک کمیٹی بھی بیٹھے گی، جس میں بھارت کی اُور سے بھی اپنے پرتی ندھی بھیجے جائیں گے۔ سر جارج شسٹر نے اسمبلی میں یہ گھوشنا کی ہے کہ اس وشے پر نرنے تھا نشچے کے لیے لندن میں ایک سمیلن ہوگا۔ بھارت سرکار بھارت بچو کی صلاح سے، اس میں شریک ہونے کے لیے بھارتیہ پرتی ندھیوں کی سنکھیا تھا ان کا نام نشچت کر پرکاشت کرے گی۔ یہ سوچی ایک سپتاہ کے بھیتر ہی پرکاشت ہو جائے گی۔ اس سوچی پر بہت کچھ نربھر کرتا

1۔ متوجہ 2۔ بھلا 3۔ قائم 4۔ مشورہ

ہے۔ یدی سرکار نے واستو میں وشیشگیہ ارتھ شاستری یا پرجا کے اصلی پرتی ندھی چنے تو ٹھیک ہی ہے۔ انیتھا یہ نشچت ہے کہ ''بھرتی'' کے ممبر بھارت کے اصلی ہت کی ہتیا کریں گے اور رزرو بینک جو اپنی رچنا کے بعد کیول ایک بورڈ کے ہاتھ میں رہے گا، بھارت کا کچھ بھی کلیان نہ کر سکے گا اور ہم تتھا ہمارا دیش اسی پرکار درد رنا تتھا انوچت ارتھ نیتی کا شکار بنا رہے گا۔

کیا ہم سرکار سے اتنی آشا کریں کہ وہ، اس وشے میں پرجا کے ہت کا بھارتیوں کے سوارتھ کا، تتھا بھارتیہ کسانوں کے لابھ کا وچار کر اُدارتا پوروک بھارتیہ، رزرو بینک سمیلن میں سب پرشنوں پر وچار کرنے کا اوسر دے گی تتھا اس کے سدسیوں کی جو سوچی پرکاشت ہونے والی ہے، وہ ہمارے من میں سمیلن کے پرتی وشواس پیدا کر سکے گی؟

1 رمئی 1933

جاپان کے مال کا بہشکار

بمبئی کے مل مالکوں نے جاپانی کپڑے کا بہشکار، بل پاس کرا کے اپنا راستہ صاف کر لیا۔ اب انھیں اختیار ہے، جتنے مہنگے کپڑے چاہیں بیچیں اور جتنا لابھ چاہے اٹھاویں ان کی بلا خرچ میں کفایت کرے۔ بھارت کی جنتا ننگی تو رہے گی نہیں، لیکن جاپان نے بھارت کی روئی بند کر دی تو یہاں کے مل مالک اس روئی کے خریدنے کا ذمہ لیتے ہیں؟ اور کسان کا مال نہ بکا تو وہ کپڑا کیسے خریدے گا؟ بمبئی والے کہتے ہیں۔ جاپان کا بھارت کی سستی روئی کے بغیر کام ہی نہیں چل سکتا۔ وہ جھک مار کر خریدے گا، لیکن یہ تو سوچیے کہ وہ روئی خرید کر کرے گا کیا؟ کیا اپنے لیے کفن بنائے گا؟ اسے اپنے مل بند کرنے پڑیں گے اور بھارت کی روئی ٹکے سیر میں بھی کوئی نہ پوچھے گا۔ ان راجنیک چالوں کے چکر میں غریب جنتا کا کچومر نکلا جا رہا ہے۔ پر یہ تو ڈیموکریسی ہے، یہاں جنتا کے ہانی لابھ کا کیا ذکر۔ یہاں تو مل مالکوں کا پردھانیہ ہے، رعایا جائے جہنم میں، جاپان دونوں اور کا بھاڑا دے کر بھی 50 فیصدی چنگی دے کر بھی اپنا مال بھارت کے مال سے سستا بیچ سکتا ہے اور یہاں کے مل والے اپنا مال سستا بیچنے کی فکر نہیں کرتے۔ ان کے حلوے بھانڈے میں کمی نہیں ہو سکتی۔ انھیں اچھا منافع اوشیہ چاہیے، چاہے وہ جنتا کے رکت[1] سے ہی کیوں نہ ملے۔

1 رمئی 1933

1۔ خون

مسیز سبّارویاں کا وکتویہ

مسیز سبارویاں ان دو مہیلاؤں میں ایک ہیں، جو دوسری گول میز میں بھارتیہ استریوں کی پرتی ندھی تھی، آپ نے حال میں سماچار پتروں میں ایک وکتویہ پرکاشت کیا ہے جس میں آپ نے دکھایا ہے کہ نئی ویوستھا میں بھارتیہ استریوں کے لیے وونٹنگ کی جو شکشا سمبندھی شرط رکھی گئی ہے، اس سے استریوں کو اتنے ووٹ نہ مل سکیں گے۔ جس کا اس ویوستھا میں انومان کیا گیا ہے ارتھات پرشوں کے انوپات سے 1:7۔ آپ کو بھے ہے کہ استریاں اتنی وونٹنگ شکتی نہ پراپت کرسکیں گی۔ وکتویہ کے انت میں آپ نے مہیلاؤں کی سورکشت جگہوں کے لیے سامپردائک ادھار کا ورودھ کرتے ہوئے لکھا ہے ـــــ

''مجھے کھید[1] ہے کہ سرکار نے ہماری اس پرارتھنا کو اسویکار کردیا ہے کہ استریوں کو ان سرکشت جگہوں کے لیے پتھ گت وچاروں سے الگ ہوکر کھڑا ہونے دیا جائے۔ مہیلاؤں کو سامپردائکتا سے وشیش پریم نہیں ہے اور انھوں نے ایک سور سے اس کا ورودھ کیا ہے۔ سرکار کا کتھن ہے کی اگر سبھی پنتھوں کے لوگ آپس میں مل کر سمجھوتہ کرلیں تو وہ اس نشچے کو بدل سکتی ہے، لیکن اب تک بہت ادیوگ کرنے پر بھی سمجھوتے کو کوئی آشا نہیں دکھتی۔ بھوشیہ کے وشے میں تو اس سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن مجھے سچا وشواس ہے کہ بھارت کی دیویاں چاہیں کسی دوار سے راجنیک جیون میں پرویش[2] کریں، وہ اپنے دل میں پنتھ بھید، بھاو کو نہ آنے دیں گی۔ اب تک ہماری دیویوں نے جو کچھ کیا ہے، پورن سد بھاؤ اور سہیوگ سے کیا ہے، بھیدوں کو بیچ میں نہیں آنے دیا ہے۔ اور دیش کے لیے ان کی یہ نیتی سروتھا پرشنسیہ ہے اور مجھے آشا ہے کہ راجنیک کشیتر میں بھی وہ سہیوگتا کا پریچے دیں گی۔

ہماری بھی یہی شبھ کامنا ہے۔

مئی 1933

1۔ افسوس 2۔ داخل

مہاتما جی کا سپھل تپ

جب تک ہنس پاٹھکوں کے ہاتھ میں پہنچے گا۔ مہاتما جی کی تپسیا کشل پوروک پوری ہو چکی ہوگی اور سمست[1] دیش میں ان کے آنندوتسو منائے جاتے ہوں گے۔ جب مہاتما جی نے اس تپسیا[2] کی اچھا پرکٹ کی، تو بھارت کانپ اٹھا۔ اس اوستھا میں اور ایسا سواستھیہ رہنے پر بھی آپ 21 دن کا اپواس، ورت کرنے جا رہے ہیں۔ چاروں اُور سے آپ کے پاس پتر اور تار آنے لگے۔ آپ یہ ورت کر کے اپنے پرانوں کو سنکٹ میں نہ ڈالیے۔ بھارت کی ایک ماتر آشا آپ ہیں۔ آپ کو وہ نہیں کھو سکتا، اپنے پرائے سبھی منع کرتے رہے، پر مہاتما جی کے سنکلپ[3] اچل[4] ہوتے ہیں۔ آپ مہینوں کے آتم چنتن کے بعد جب ارادہ کر لیتے ہیں تو وہ پکا ہوتا ہے۔ آپ کا ورت آرمبھ ہوا آج 17 دن پورے ہو چکے ہیں۔ آپ سوستھ ہیں، پرسن ہیں اور پوری آشا ہے کہ آپ کی تپسیا سکشل سماپت ہوگی۔ آپ Man of Desting ہیں اور آپ کی آتما میں وہ اسیم سنچت شکتی ہے جس کی سادھارن پرانیوں کو خبر نہیں۔ اس تپسیا کا پرتیکش پھل کیا ہوگا، اس کا انومان سماچار پتروں کے سنوادوں سے نہیں کیا جا سکتا۔ شکشت سماج کی منورتی میں دھیرے دھیرے پر دررڑھ روپ سے کرانتی ہو رہی ہے اور راشٹر چیتنا اب بہت دنوں یہ اَمانشیہ انیائے نہیں سہہ سکتی۔

مئی 1933

1۔ پورے 2۔ ریاضت 3۔ عہد 4۔ غیر مخل

مہاتماجی کی اپیل پر سرکار کا جواب

مہاتماجی اپنے وکتویہ میں سرکار سے بندیوں کو چھوڑنے کی جو اپیل کی تھی، اس کا سرکار نے بہت ہی نراشا جنک جواب دیا۔ جب کانگریس نے ستیاگرہ کو ایک مہینے کے لیے استھگت کردیا، تو کیا گورنمنٹ کو کم سے کم اپنے وچن[1] کا پالن کرنے کے لیے ہی بندیوں کو مکت نہ کرنا چاہیے تھا، ایک مہینے کے لیے سہی جب ستیاگرہ پھر شروع ہو جاتا تو انھیں سارے بندیوں کو گرفتار کرلینے کا اختیار تھا۔ پر سرکار نے پرستھتی کا راشٹر کی شانتی کا اور مہاتماجی کے سمان کا، ذرا بھی وچار نہ کیا اور اپنے کمیونک میں صاف لکھا دیا جب تک کانگریس کمیٹی ستیاگرہ کو اٹھا نہ دے گی، وہ قیدیوں کے ساتھ کسی طرح کی رعایت نہ کرے گی۔ اس سے اگر کچھ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ سرکار کانگریس سے اتنی بھے بھیت ہے کہ ایک مہینے کے لیے بھی قیدیوں پر وشواس نہیں کرسکتی، اس طرح جیسے کوئی شیر کو پنجرے میں پھنسا کر اسے کھولتے ڈرتا ہو، کہ نہ جانے باہر نکل کر کیا غضب ڈھائے۔ سرکار بار بار کہہ چکی ہے کہ کانگریس، آندولن نرجیو ہو گیا ہے۔ نرجیو چاہے نا ہوا ہو، پر یہ بھی مانتے ہیں، کہ جنتا میں نراشا اتنی گہری ہو گئی ہے کہ اب انھیں اپنی تقدیر کو رونے کے سوائے اور کوئی سہارا ہی نہیں رہا۔ وہ اپنگ کی بھانتی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، دل میں کڑھتے ہیں، پر کچھ نہیں کر سکتے۔ ایسی دشا میں کانگریس کے نیتا چھوٹ کر بھی کیا کرلیتے۔ پھر کتنے کانگریسی ایسے بھی ہیں، جو راج نیتی کی اور سے نراش ہو گئے ہیں اور دیش کے ادھار کے لیے کسی پوروپی سنگھرش[2] کی راہ دیکھ رہے ہیں، اور اب اپنا جیون جن سیوا میں لگانا چاہتے ہیں۔ انھیں جیل میں رکھ کر سرکار انھیں زبردستی راج نیتی میں پھنسائے ہوئے ہے۔ جو کچھ ہو، سرکار کا یہ دیوہار مغلوں یا افغانوں کے زمانے کا سا ہے، آج کل کے شِشٹ شاسن کا سا نہیں۔

14 مئی 1933

1۔ قول 2۔ لڑائی

سِوِل سروِس

بھارتیہ سول سروس ہی بھارتیہ سوایت شاسن کے وکاس کی سب سے بڑی بادھا ہے، اور یہی سول سروس بھاوی شاسن ودھان میں بھی بھارت کا شاسن کرے گی، یہی شویت پتر[1] کا سب سے پربل وِرودھ ہے۔ بھارت سچو نے سول سروس کی نئی بھرتی اپنے ہاتھ میں رکھی ہے اور جو اس سمیہ سول سروس میں ہیں، ان کی رکشا کا بھار اپنے اوپر لیا ہے۔ چونکہ لندن ہی دلی پر حکومت کرے گا اس لیے یہ آسانی سے کہا جاسکتا ہے کہ پرتیک پرانت[2] میں گورنر کے اوپر بھی سول سروس کی حکومت چلے گی۔ جو سیدھے لندن تک اپنی شکایت پہنچا سکتا ہے اور لندن کو بادھیہ کرسکتا ہے کی وہ دلی کے دوارا بھی پرانت کے شاسن میں دست اندازی کرے۔ اس پرکار یہ طے ہے کی بھاوی شاسن ودھان سول سروس کا شاسن ہوگا۔

جو لوگ اس بات کو اچھی طرح سے نہیں سمجھتے تھے، وہ بھی سمجھنے لگے ہے کہ سول سروس کے پرانے گھاگھ بھی یہی قبول کرتے ہیں۔ لارڈ چیمس فورڈ کی کونسل میں ہوم ممبر تھا رولٹ بل کے پیش کرنے والے بھارتیہ سول سروس کے ایک پرانے ممبر سر ولیم ویسینٹ نے جنھوں نے لارڈ ریڈنگ کے شاسن کال میں پہلا ستیاگرہ آندولن دبانے کے لیے سب کچھ کیا تھا، حال ہی میں اپنا ایک لیکھ پرکاشت کیا ہے، جس مین آپ نے اس بات پر سنتوش پرکٹ کیا ہے کہ بھاوی شاسن وِدھان میں 'دو بھارتیہ سول سروس' والوں کو کافی سنرکشن ملا ہے۔ آپ کی سمتی میں یدی بھارت میں واستو میں سچا تھا نیائے پورن شاسن چلانا ہے، تو سول سروس کا رہنا ضروری ہے پر اس کے ساتھ ہی چونکہ انھیں نئے ڈھنگ کا اور ادھک کام کرنا پڑے گا، تھا اس کے لیے ادھک یوگیہ لوگوں کی ضرورت ہوگی، اس لیے ان کو ادھک ویتن اتیادی دینا چاہیے۔ آپ کہ یہ بھی رائے ہے کہ بڑے لاٹ کو جو ویشیش نیکتیا کرنی ہیں تھا اپنا ہی ایک منتری چننا ہے وہ بھی سول سروس کا ہی

1۔ قرطاسِ ابیض 2۔ ہر ایک صوبہ

ایک آدمی ہونا چاہیے۔

سنکشیپ[1] میں، بھارت میں جو کچھ ہو، وہ سول سروس کا ہی ہونا چاہیے۔ بھارت کو اصل سوراجیہ نہیں مل رہا ہے۔ سوراجیہ مل رہا ہے سول سروس کو۔ یہی ہوگی ہماری بھاوی سوادھینتا۔

14 رمئی 1933

دکشن افریقہ کا نیا چناؤ

دکشن افریقہ میں بھارتیہ بہت ہی ادھک ماترا میں بسے ہوئے ہیں۔ پھر بھی کونسل میں انھیں اتنا کم استھان دیا گیا ہے کہ نئے چناؤ کا پرینام دیکھ کر یہ سوچنا پڑتا ہے کہ بھارتیہ، وِرودھی گورے ادھک سنکھیا میں وجئی ہوئے ہیں کہ سرتھک نئے چناؤ میں ہرزوگ[2] تھا اسمٹس (جنرل۔ گاندھی جی کے سرتھک تھا منتری منڈل کے سدسیہ) کے میل کے کارن راشٹریہ سرکار بہت بڑی سنکھیا میں وجئی ہوئی۔ 150 سدسیوں کی کونسل میں 150 راشٹریہ دل کے ہیں۔ مزدور دل کی بری طرح ہار ہوئی ہے۔ اس پرکار، اس کونسل میں بھارت وِرودھیوں کا بہومت ہو گیا ہے۔ یدی کوئی آشا ہے تو جنرل اسمٹس سے۔ ان کے منتری منڈل میں رہنے میں بھارتیوں کے ہتوں کی تھوڑی بہت رکشا ہوتی رہے گی۔

29 رمئی 1933

1۔ مختصر ا1۔ پردھان منتری

ستیا گرہ

مہان ورت سماپت ہوگیا، ایشور ییہ ستا نے مانوی کلیور کی رکشا کی، آتم بل نے شاریرک[1] اندریوں کو جیت لیا، لوک ترشنا کو دیوی، مہتوا کانکشا نے وشی بھوت کرلیا، مہاتما گاندھی اپنے ورت میں سپھل ہوئے، ایشور نے ان کی جو پریکشا لی تھی اس میں وہ اتیرن پرمانت ہو گئے۔ گاندھی جی نے اس پرکار کی کئی پریکشائیں سپھلتا پوروک[2] پاس کی ہیں۔ ان کے لیے یہ پریکشا بھی سادھارن تھی۔ بھارت جیسے دارشنک دیش کے لیے ایسی پریکشائیں آشچریہ کی وستو نہیں ہیں۔ آج نہ جانے کتنے سادھو مہاتما اپنی کٹیوں میں، ایکانت میں بیٹھے ہوئے ایشور کے سامنے ایسی ہی پریکشا دے رہے ہیں۔

کنتو اپواس بھنگ کرنے کا کرم بڑی ستر کتا کی آوشیکتا رکھتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک رات کا اپواس سات دن نہ سونے کے برابر ہے۔ گاندھی جی میں اس سمیہ بھوجن گرہن کرنے کی بھی شکتی کچھ تھوڑے سمے کے لیے تروہت ہوگئی ہے۔ انتڑیوں کو کشدھا کو، جٹھرا گنی کو جو کام سونپا گیا تھا۔ وہ کچھ سمے کے لیے چھین لیا گیا تھا۔ بیکاری سے شکتی میں زنگ لگ جاتا ہے۔ لوہے سے کام لیتے ہی رہنا چاہیے۔ وہ کام کے لیے ہی بنا ہے، ات ایو گاندھی جی کو اسی سمے سے مکت تھا پورنتہ سوستھ سمجھنا چاہیے۔ جب وہ لگاتار پندرہ دن تک نیمت ردپ سے بھوجن کرتے رہے، اس لیے راشٹر کی آشنکا تھا چنتا کا سمے ابھی نہیں بیتا۔

جس ادیشیہ سے اپواس کیا گیا تھا، وہ پورا ہوا یا نہیں، یہ سُیم گاندھی جی ہی کہہ سکتے ہیں۔ ایشور ییہ پریرنا سے انھوں نے اپواس کیا تھا اور وہی پریرنا اس وشئے میں بھی اپنا وچار پرکٹ کرے گی، پر گاندھی جی کی یہی پریرنا ہی، یہی ایشور ییہ نردیشانو سار کام کرنے کی شکتی ہی ان کا

1۔ جسمانی 2۔ کامیابی کے ساتھ

سب سے بڑا بل ہے۔ تسند یہہ آج بھارت میں گاندھی جی کے اتنے انیایی[1] نہیں ہے، جتنے 1921 یا 1930 میں تھے۔ اس وشے میں اینگلوانڈین پتر ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' کی سمتی سے ہم سہمت ہیں[2]، یہ بھی پرکٹ اور ستیہ ہے، کہ گاندھی جی کے وِرُودھ میں کانگریس میں ایک بہت بڑا دل تیار ہوکر، ان سے، ان کی زنکش لیڈری سے لوہا لینے کے لیے پیترے بدل رہا ہے۔ کانگریس میں بہت سے کاریہ کرتاؤں کا یہ وچار ہے اور کچھ انش تک ستیہ ہے، کہ اچھوتو دھارلن کو آندولن ورتمان روپ دے کر گاندھی جی نے ستیاگرہی تھا سرکار وِرُودھی کانگریس والوں کے لیے کیول دو ہی مارگ چھوڑے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ دیش، سیوا کریں، جھنڈا اٹھاویں اور جیل چلے جائیں (شری متی سروجنی نائڈو نے موجودہ کانگریس آندولن کے وشے میں اسی پرکار کے بھاؤ پرکٹ کیے تھے) یا دیش سیوا چھوڑ کر ہری جن سیوا کریں۔ اور یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہری جن سیوا دیش سیوا سے بڑھ کر ہے۔ دوسری شکایت یہ ہے، کہ انھوں نے دیش کے گاڑے دکھ، درد میں کیول کوری گپ اڑا کر، دور کے ڈھول پیٹ کر شریک ہونے والے لبرلوں کے لیے سارو جنک رنگ منچ پر ایک ''صحیح سلامت'' بچے رہ کر کام کرنے کا اوسر دے دیا۔ اب لبرل دیش کے نیتا ہیں، لیڈران قوم ہیں، اور جنتا کے لیے اپنا پران تک بلیدان کر دینے والے کانگریس سیوک جیل کی چڑیا۔

مہاتما جی کے وِرُدھ انیک ابھیوگوں میں سے دو ہی گنائے گئے ہیں۔ ان کے دوشوں پر وچار کرنا پہلے تو اسمبھو سا ہے، دوسرے پٹیل یا سبھاش، ایسی پرتبھا تھا تیاگیوں کا کام ہے۔ پر ایک بات اسپشٹ ہے، پرکٹ ہے۔ ستیہ ہے۔ وہ یہ کہ اس وِرُودھ کا اتنا وِرُودھ ہوتے ہوئے بھی جب وہ سامنے آتا ہے، ہر ایک کی زبان اینٹھ جاتی ہے، ورودھی وررودھ کرتے ہیں، پرنیم انھیں اپنے اوپر لجا آتی ہے۔ کوئی ہرجن آندودلن میں وشواس کرے یا نہیں، اسے اتنا یاس ہی اس میں کھچ جانا پڑے گا، کوئی لوک سیوا کے جس کسی مارگ پر چلنا چاہے، گاندھی کی ستا اسے وچلت کر دے گی، یہی آتم بل ہے، یہی آتم شکتی ہے، یہی ایشوری وبھوتی ہے، جو گاندھی جی نے اپنی تپسچریہ سے اپار جت کی ہے۔

جو مورکھ ہے، اگیہ ہے، الپگیہ ہے، جو کوری بھوتکتا کا ہی گیان رکھتا ہے۔ وہ ایشوریہ پریرنا سے کام کرنے والے کی مہتا کا انومان نہیں کر سکتا، اسی لیے اسے ایسے کاریہ کرتا ڈھونگی معلوم

1۔ بیر، 2۔ متفق

ہوتے ہیں، اوپر ہم نے جس اینگلو انڈین پتر کا ذکر کیا ہے، اس کے سمپادک بھی اسی پرکار کے اگیانیوں میں سے ہیں، ایتھا انھوں نے ایک سمپادکیہ ٹپّنی لکھ کر مہاتما جی کے اپواس کرنے کی نیت پر ہی شبہ نہ کیا ہوتا۔ یہی نہیں، اس پتر کو اس بات کا بھی کھید ہے کہ اپواس کے کارن ''کانگریس'' کا نام پھر وشیش روپ سے سنائی دینے لگا ہے۔ آتش بازی سے کتے کا ڈرنا ہماری سمجھ میں آسکتا ہے، پر کانگریس کے نام سے کسی ادھ گورے کا بوکھلا اٹھنا سمجھ کے باہر کی بات ہے۔ پر اس پتر نے یہ بھی صلاح دینے کی جلدی کی ہے کہ یدی '' گاندھی ستیاگرہ پنہ پرارمبھ کر دیں تو سرکار انھیں پھر سے قید کر لے۔'' ایسی صلاح دے کر نکو بنے کی آوشیکتا نہیں، یہ تو ہاتھ میں چھری لے کر نائی اس کسی سے کہنا ہے کہ میری ناک کاٹ لو۔ گاندھی جی کا جو سوابھیمان[1] ہے، وہ ودِت ہی ہے۔ وہ یدی ستیہ گرہ کی گھوشنا کریں گے، تو سمھو تا یرودا جیل کے دُوار پر بیٹھ کر۔

استو ہمارا انورودھ ہے کہ ہری جن کاریہ میں گاندھی جی کے اپواس کی سماپتی کے کارن شتھلتا نہیں آنی چاہیے، وہ اپنے کو ''اپواس'' کے لیے ہی تتپر کر چکے ہیں۔ ایشور کرے ان کا یہی انتم اپواس ہو۔ اب ایسی نوبت نہ آوے۔ ہم یہ انومان کرتے تھے کہ پونا پیکٹ کے سے اپواس کے بعد گاندھی جی کے اپواسوں کے پرتی جنتا کی سہانوبھوتی کم ہو جائے گی۔ پر دیکھا یہ جا رہا ہے کی جو سہانوبھوتی کم کرنا چاہیے تھا، انھیں کی سہانوبھوتی[2] سب سے تیرداتکٹ تھی۔ یہ بھی گاندھی جی کی وجہ ہے۔ ہماری پراجے۔

گاندھی جی نے ستیاگرہ آرمبھ کیا تھا۔ وہ ہی اسے استھگت[3] کر سکتے ہیں۔ سرکار نے ان کی اپیل نامنظور کر دی اور ستیاگرہ کے بندی نہیں چھوڑے۔ اس نیتی کی جتنی نندا کی جائے، تھوڑی ہے۔ سرکار نے گاندھی جی کی مانگ کی اُپیکشا کر یہ سوچا ہوگا کہ اس میں اس کی ''شان'' ہے۔ پر یتھارتھ میں اس نیتی سے الٹے سرکار کے پرتی جنتا کی گھرنا بڑھ گئی۔ سرکار یدی ستیاگرہ کو ہانی کر[4] سمجھتی ہے، تو اسے سماپت کرنے کا اوسر اس کے ہاتھوں کھو گیا۔ جنتا سرکار دوارا کیے گیے اپمان سے کپت ہے۔ وہ بھی اس موہ میں پڑ گئی ہے کہ وہ ستیہ گرہ استھگت کر سرکار سے ہار مان لیتی ہے۔ ہماری سمّتی میں سرکار نے اپنی جڑتا دکھلا کر سنسار کی آنکھوں میں اپنے کو اپرادھی[5] پرمانت کر دیا ہے۔ پر یدی جڑتا کا جواب جڑتا سے دیا گیا، تو ہماری بدھمتا کہاں رہی۔ ہم سنسار کو یہ کیسے دکھلا سکیں گے کہ دیکھو ہم ہی اصلی سمیہ تھا سو شکشت ہیں۔

1۔ خودداری 2۔ ہمدردی 3۔ ملتوی 4۔ نقصان دہ 5۔ مجرم

کانگریس نے ستیہ گرہ دُوارا ورتمان شاسن پرنالی کے پرتی جنتا کے بھاؤ کو ویکت کر دیا۔ تسند یہہ لڑائی کئی ورشوں تک چل چکی ہے، پد ہی پرادھینتا[1] میں سکھ نہیں ہے، پرمنشیتا کو شنک[2] سکھ سے بہت کچھ شانتی ملتی ہے۔ اب جنتا وشرام چاہتی ہے، اسے اپنا ویاپار، اپنا کاروبار، اپنا گھربار سنبھالنا ہے۔ آپ کو ہم کو پتہ نہیں کہ اس ستیہ گرہ سنگرام میں کتنے ہی سکھی پریوار سواہا ہو گئے۔ کتنے بسے گھر اجڑ گئے، اب پھر سے ان کیٹوں کا بکھرا چھپّر چھا دینا ہے، یہ سوادھینتا کا سنگرام ایک دن کی وستو نہیں، صدیوں کا جھمیلا ہے۔ تب تک، لوگوں کی اپنے ابودھ ششوؤں[3] کو، اپنی گرہ دیویوں کو بھوکوں مارنے کے لیے نہ کہیے۔

سرکار سوچتی ہے کہ کانگریس کا بار بار اپمان کرتے رہنے سے پھل یہ ہوگا کہ وہ جھوٹے دمبھ میں پڑی رہے گی، نئے شاسن ودھان کا بہشکار کرے گی۔ سرکاری پٹھوؤں کے ہاتھ شاسن میں آتے ہی کم سے کم پانچ ورش تک نئے شاسن ودھان کو اپنے رنگ میں رنگنے کی سوادھینتا پا جائے گی۔ اس سے یدی کانگریس والے چھوٹ کر آ بھی جائیں گے تو بھی ان کی لڑائی بھارتیہ منتریوں سے ہوگی۔ برٹین بدنامی سے بچے گا۔

ہماری سمجھ میں یہ ہے سرکاری نیتی کوٹ نیتی، کیا کانگریس اس نیتی کے چکر میں پڑ کر دیش کا ستیاناش کرے گی؟ کیا کانگریس اس اوسر پر جھوٹا دمبھ چھوڑ کر راج نیتی کے اونچے پد پر نہیں اٹھے گی۔ ضد سبھی جگہ برائی پیدا کرتی ہے پر راجنیتی میں ضد کو استھان نہیں دینا چاہیے۔ جب ہم یہ لکھ رہے ہمیں معلوم ہے کہ یہ سمپادکیہ لیکھ گاندھی جی کے سامنے سے نہیں گزرے گا، پر ان کے کاریہ کرتاؤں لیفٹیننٹوں سے ہمارا انورودھ ہے کہ ہمارے وچار کو دھیان سے پڑھیں۔ یدی اس میں تتھیہ ہو تو سوستھ ہوتے ہی مہاتما جی کے کانوں تک پہنچائیں۔ جو گاندھی نیتر تو کے ورودھی ہیں وہ بھول کر رہے ہیں۔ اس سے بھارت کا نیتا وہی بوڑھا ہو سکتا ہے ات ایو وِرودھ کرنے سے کہیں اچھا ہوگا۔ اس کے کان تک اپنا منتویہ پہنچانا اور ایشوریہ پریرنا سے کام کرنے والا بھی بھول نہ کرے گا۔ ساتھ ہی ہم سرکار سے بھی انورودھ کرتے ہیں کہ وہ واستوکتا[4] کو سمجھ کر بھارت کا واستوک کلیان کرے۔

5/جون 1933

1۔ ہار 2۔ لحاتی 3۔ بچوں 4۔ حقیقت

شری سمپورنا نند جی

جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے شری سمپورنا نند جی کے سواستھیہ پر جھانسی کی وکٹ گرمی کا بہت ہی برا اپربھاؤ پڑ رہا ہے۔ وزن گھٹ گیا، کمر کا درد، بدن کا درد بڑھ گیا ہے۔ سمبھوتا کشدھا بھی کم ہوگئی ہے۔ شری سمپورنا نند جی کاشی کے پرتشٹھت[1] نیتا ہیں۔ وہ کاشی ودیا پیٹھ میں درشن شاستر کے اُدھیاپک ہیں۔ اس کے پوروہ بہت ہی اونچی نیم سرکاری کرچکے ہیں یا وہ کشل سمپادک تتھا پتر کار بھی ہیں۔ انھیں کیول ایک ہی ویسن ہے، پڑھنا۔ اسید ھک گھورتم[2] ادھین[3] کرنا، اس سے وہ چوتھی بار ستیا گرہ آندولن میں ایک ورش کا کٹھور کار اواس بھوگ رہے ہیں۔ اور وہ بھی جھانسی ایسے گرم استھان ہیں۔ وہاں وہ ایک دم اکیلے ہیں۔ ''اے'' کلاس کے ایک ماتر بندی ہیں۔ ان کے وشے میں 'بھارت' بھی ایک سوچنا پرکاشت ہو چکی ہے۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ ان کو جھانسی کی گرمی بیحد ستا رہی ہے۔ کیا ہم آشا کریں کہ سرکار شیگھر ہی انھیں کسی پہاڑی دہرادون ایسے کسی ٹھنڈے استھان میں بھیج دے گی؟

5/جون 1933

1۔ باوقار 2۔ گہرا 3۔ مطالعہ

چٹ گاؤں میں سَینک بربرتا

وگت مہاسمر کے سے میں وجت تھا ادھیکرت جرمن پردیشوں میں بھی برٹش تھا فرنچ سینا نے وہاں کی جنتا کے پرتی اتنا اوشواس نہ کیا ہوگا جتنا چٹ گاؤں میں اردھ سینک شاسن میں ہو رہا ہے۔ ہم کرانتی کاریوں کے کُکرتیوں کے سمرتھک نہیں ہے۔ ہمیں سَیم چٹ گاؤں میں کرانتی کاری اپدروکے پرتی لجا آتی ہے، پرہم کسی بھی دشا میں کسی بھی اوستھا میں، یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ نگر بھر پر اوشواس کر راہ چلتے لوگوں کو'' متر اد اسین شتر و'' سوچک کارڈ دے کر، ان کی تلاشی لے کر، سب کے من میں اپمان تھا انادر کا بھاو، اسنتوش تھا اشانتی کا بھاو بھر کر کسی پرکار کرانتی کاریوں کو اپنے ادھیکار میں کرسکتی ہے۔ ان کا دمن کرسکتی ہے۔ اس سے اسنتوشیوں کی ماترا بڑھے گی اور اسنتوش ہی کرانتی کی جڑ لگا تا ہے۔ اس وشے میں ہم پرپاگ کے 'لیڈر، سے پوری طرح سے سہمت ہیں کہ چٹ گاؤں میں کرانتی کاری اپدرور وکنے کا ایک ماترا اپائے وہاں پر نیائے کا سموچت شاسن استھاپت کرنا ہے۔ اور کوئی اپائے سپھلی بھوت ہوگا، اس میں سندیہہ ہے۔

5/جون 1933

انڈمان کے قیدی

کالے پانی میں قیدیوں کو بھیجنے کی پرتھا[1] سماپت[2] ہوگئی تھی، پر سرکار نے اس پرانے استر سے پھر کام لینا آرمبھ کر دیا اور سمست دیش نے ایک سور سے اس نیتی کی نندا کی ہے۔ بہت سے قیدی وشیشہ بنگالی، انڈمان ٹاپو بھیجے جا رہے ہیں ان قیدیوں کو بھارت سے جانے میں، یاترا میں جو بہت کچھ کشٹ ہوتا ہے وہ تو ہوتا ہی ہے، اس کے ساتھ ہی، دویپ میں بھی بڑا کشٹ سے جیون بتانا پڑتا ہے۔ اس وشے میں جو بہت سی باتیں معلوم ہوئیں ہیں، وہ پرماں کے آبھاؤ سے۔قانون کے بھے سے پتروں میں نہیں پرکاشت کی جاسکتیں۔اس کی جانکاری تھا جانچ پڑتال کے لیے ہمارے پاس وشیش سادھن[3] بھی نہیں ہیں، کنتو ابھی حال ہی میں ''ہندستان ٹائمس'' آدی پتروں میں ایک اپیل پرکاشت ہوئی ہے، جس میں وہاں کے ابھاگے قیدیوں کی دردشا کا کرونا چتر کھینچا گیا ہے۔اس اپیل کو پڑھکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔منشیہ کے نام پر، سبھیتا کے نام پر، ایک سامراجیہ کے انگ ہونے کے نام پر، ہم بھارتیہ سرکار سے انورودھ کرتے ہیں کہ اس وشے میں جنتا کی سمسیاؤں کا سادھان کرنے کے لیے ترنت جانچ کمیشن بٹھائے۔اس سے ادھک ہم اس وشے میں کیا لکھ سکتے ہیں۔آشا ہے سرکار دھیان دے گی۔

5/جون 1933

1۔ رسم 2۔ختم 3۔ذرائع

کالے پانی کے راجنیتک قیدیوں کی موت

پاٹھکوں کو معلوم ہے کہ سنہ 21 سے کالے پانی کے اپرادھیوں کو انڈمان لے جانے کی پرتھا سرکار نے بند کر دی تھی۔ وہاں کی جلوایو، جیلوں کی دشا آدی کا قیدیوں کے سواستھیہ پر برا اثر پڑتا تھا۔ جب سرکار کسی آدمی کو قید کرتی ہے، تو وہ اسے سورکشت رکھنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتی ہے۔ سنہ 21 میں ایک جیل کمیٹی نے انڈمان کے قید خانوں کا معائنہ کر کے یہ فیصلہ کیا اور سرکار نے اسے سویکار کر لیا۔ آشچریہ تو یہی ہے کہ سویکار کیسے کیا، لیکن اس وقت راجنیتک قیدیوں کا اتنا آتنک نہ تھا۔ اس زمانے میں تو سرکاروں کی درشٹی میں سب سے بڑا پاپ سرکار سے ورُودھ کرنا ہے۔ سادھارن قیدیوں پر تو دیا کی جا سکتی ہے، پر راجنیتک قیدی دیا کی پریدھی[1] سے باہر کی چیز ہے۔ روس میں پھانسی کی سزا کیول سوویٹ کے خلاف ودروہ کرنا ہے۔ بھارت سرکار نے بھی ایسے قیدیوں کو کالے پانی بھیجنا طے کیا اور جنتا کے رونے گانے کی پرواہ نہ کر کے 29 آدمیوں کو بھیج دیا۔ وہاں قیدیوں کے ساتھ درویوہار[2] کیے جانے کی خبر ہے۔ قیدیوں 12 مئی سے ان شن کر دیا تھا اور اب تک ان میں سے تین آدمیوں کی موت ہو چکی ہے۔ یہ حادثے جن پرستھتیوں میں ہوئے ہیں وہ اور بھی شنکا جنک ہے۔ سورگیہ مہابیر سنگھ نے 12 مئی کو بھوک ہڑتال شروع کی۔ 17 مئی کو سینیر میڈیکل آفیسر نے انھیں ناک دوارا دودھ پلانے کی آگیا دی۔ اس میں انھیں اتنا کشٹ ہوا کہ دو گھنٹے بعد انھیں ہچکیاں آنے لگیں اور وہ مرتیو[3] کی گود میں چلے گئے، لیکن آشچریہ یہ ہے کہ مسٹر منی کرشن کرشنا داس نے کیول ایک دن کے بعد ان شن کیا تھا، دوسرے دن انھوں نے سوپچھا[4] سے بھوجن کر لیا، پر کئی دن کے بعد وہ بھی مر گئے۔ سرکاری وگیپتی ہے کہ انھیں نمونیہ ہو گیا۔ اسی طرح تیسرے قیدی موہت موہن مترا کو بھی اسی دن نمونیہ ہوا جس دن منی کرشن داس اسپتال میں داخل کیے گیے تھے اور ان کے مرنے کے دو دن بعد مسٹر مترا کی بھی مرتیو

1۔ دائرہ 2۔ برا سلوک 3۔ موت 4۔ مرضی

ہوگئی۔اب یہ تینوں متر اس سنسار میں ہیں جہاں نہ راجنیتک دنڈ ہے اور نہ نقلی بھوجن کی ودھی اور نامونیہ۔بھارت میں ان خبروں نے ہل چل پیدا کردی ہے اور جنتا طرح طرح کی شنکائیں کرنے لگی ہے۔کئی پبلک جلسے بھی ہو چکے ہیں اور سرکار سے پرارتھنا کی گئی ہے کہ اس معاملے کی کڑی جانچ ہونی چاہیے،اور باقی قیدیوں کو بھارت لوٹا دینا چاہیے۔

12 /جنوری 1933ء

گورنمنٹ کے لیے ایک نیا اوسر

پر جا سے سمجھوتہ کرنے کے لیے سرکار کو کئی اوسر ملے چکے ہیں، پر اس نے اپنے وجے کے زعم میں ان کی ہر بار اپیکشا کی ہے۔ جب مہاتما گاندھی نے ورت کے پہلے ستیا گرہ کو سپتاہ کے لیے بند کیا تھا اور سرکار سے راجنیتک قیدیوں کو چھوڑ دینے کا پرستاؤ کیا تھا اس وقت سرکار کے لیے ستیا گرہ آندولن کو شانت کر دینے کا بڑا اچھا موقع تھا، پر سرکار نے یہ اوسر بھی چھوڑ دیا۔ اب ایک نیا اوسر پھر آیا ہے۔ دیش کے 72 نیتاؤں نے جن میں سبھی وچاروں، دلوں اور سمپردایوں کے لوگ شامل ہیں، سرکار کو ایک پتر لکھ کر پرارتھنا کی ہے کہ راجنیتک قیدی چھوڑ دیئے جائیں اور کانگریس کو نئے ودھان میں بھاگ لینے کا اوسر دیا جائے۔ دیکھنا چاہیے اب کی سرکار کیا جواب دیتی ہے۔ سرکار کا شاید خیال ہے کہ اس نے کانگریس کو کچل دیا ہے اور اب اس سے سمجھوتہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے پر جیسا سرتیج نے ابھی انگلینڈ میں کہا۔ ' کانگریس مری نہیں ہے وہ اب بھی بھارت کی سب سے سوسنگھٹت راجنیتک سنستھا ہے، اور کانگریس چاہے اور کچھ نا کر سکے پر اس کی اچھا کے وردھ دیش میں ایک ودھان چلا کر سرکار شانتی سے بیٹھ نہیں سکتی اور نہ اب وہ شویت پتر والا ودھان چل سکتا ہے۔ ونسٹن چرچل صاحب انگلینڈ کے کنزرویٹو دل میں شویت پتر کو اَسوی کرتی کرانے پر تلے بیٹھے ہیں۔ آپ کے وچار میں شویت پتر کا ویوہار ہوتے ہی بھارت میں انگریزوں کا سروناش ہو جائے گا۔ تو یہ مانی ہوئی بات ہے کہ بہومت کو پرسن کرنے کے لیے شویت پتر میں ابھی اور کاٹ چھانٹ ہو جائے گی اور اس میں جو کچھ رہا سہا مسالہ ہے، وہ بھی صاف ہو جائے گا۔ جب شویت پتر اپنے ورتمان روپ میں ہی کسی کو پسند نہیں ہے تو اپنے وکرت روپ[1] میں وہ کسے پسند آئے گا، یہ مسٹر چرچل ہی جانیں۔ ہاں وہ ہمارے انگریز ادھیکاریوں کو

1۔ بگڑی ہوئی شکل

اُوشیہ پسند آئے گا، چونکہ انگلینڈ بھارت پر راجیہ کرنا چاہتا ہے اس لیے جن کے ہاتھوں میں اس نئے ودھان کو چلانے کا ادھیکار ہوگا، ان کی ہی پسند سب سے بڑھ کر ہے۔ راشٹر تو اپنگ ہے، دربل ہے مُوک ہے۔ اَشکت ہے اس کی پسند یا ناپسند کی پرواہ کرنا ویرتھ ہے۔ راشٹر وادی اس ودھان سے الگ رہیں گے ہی۔ سرکار کے پٹھو، خوشامدی، امن سبھائی، کچھ تھوڑے سے دیوالیے نام کے راجہ یا نواب کونسلوں میں آجائیں گے، انھیں میں سے جو زیادہ احمق ہوں گے، وہ منسٹر چن لیے جائیں گے اور گورنمنٹ جس طرح چاہے گی شاسن کرے گی۔ پولس اور فوج کے رہتے ہوئے اسے ڈر کس بات کا۔ یہ ہے وہ منورتی جس پر سرکار کام کر رہی ہے۔ ایسا شاسن ہوسکتا ہے اور ہوگا، لیکن اس سے یہ آشا نہ رکھو کہ دیش انت اور خوشحال ہوگا اور برٹش سامراجیہ کا ایک اپیوگی انگ ہوگا، نہیں وہ ایک مردہ دیش ہوگا۔ جو کیول اس لیے جیتا ہے کہ گدھ اسے نوچ نوچ کر کھا جائیں۔

12/جون 1933

امریکن پادری کا پتر گورنر بنگال کے نام

اب کی کلکتہ کانگریس کے غیر قانونی جلسے میں کانگریس پرتی ندھیوں پر جو ڈنڈے بازی ہوئی تھی اس کو سر سیموئل ہور نے غلط بتلایا اور پوجیہ پنڈت مدن موہن مالویہ کو جھوٹا سدھ کیا۔ ان کا کتھن تھا کہ کانگریس والوں نے گورنمنٹ پر جھوٹا دوشاروپن کیا ہے جس میں سرکار بدنام ہو۔ واستو میں پولس نے بڑی شانتی کے ساتھ جلسے کو ڈس پرس کیا تھا۔ سر سیموئل ہور نے جو بات کہہ دی اس پر سندیہہ کرنے کا ساہس کسے ہو سکتا ہے، پر ابھی ایک امریکن پادری مسٹر ہینک کرافٹ نے گورنر بنگال کے نام آنکھوں دیکھی باتوں کے آدھار[1] پر جو پتر لکھا ہے اسے پڑھ کر آشا ہے کہ سر سیموئل ہور اپنے کتھن پر پھر وچار کریں گے اور دیکھیں گے کہ واستوک بات کیا تھی۔ ہم اس پتر کا ایک بھاگ یہاں نقل کرتے ہیں۔۔۔۔

''جب میں پہنچا تو کارروائی شروع ہوگئی تھی۔ کانگریس کے استری پرش اس سے شیڈ کے اندر ہی تھے۔ شیڈ کے چاروں طرف سوار پولس اور لاٹھی پولس کھڑی تھی۔ میں بھی اسی سموہ میں کھڑا ہوگیا۔ کئی بار ہمیں نکل جانے کا حکم دیا گیا اور ہمارے بیچ میں گھوڑے دوڑائے گئے۔ ہم سمجھتے تھے کہ ایک شانتی مے جلسے کو شانتی کے ساتھ دیکھنے کا ہمارا حق ہے، اس لیے ہم کئی بار لوٹ لوٹ کر جلسے کو دیکھتے رہے۔ اسی بیچ میں ایک پولس لاری آئی۔ شیڈ کے نیچے جو لوگ تھے ان میں سے 10 / 9 لاٹھیوں سے مار مار کر بھگا دیے گیے۔ میں نے خود کئی عورتوں کو بڑی بے دردی سے کندھے، گردن اور پیٹھ پر لاٹھیاں کھاتے دیکھا۔ اس کے بعد کچھ لوگ لاری میں ڈھکیل دیے گئے اور ایک آدمی جو اس کی پٹری پر ٹھوکر کھا کر گر پڑا، اس پر اٹھنے کے پہلے بری طرح مار پڑی۔''

پولس نے جا کیا یا بیجا، اس وشے میں ہمیں کچھ نہیں کہنا ہے۔ گورنمنٹ کا راجیہ ہے وہ جو چاہے کر سکتی ہے۔ کون بول سکتا ہے۔

12/جون 1933

---

(1) بنیاد

شویت پتر کا کنزرویٹو وِرُودھ

ہم کنزرویٹوؤں کے انوگرہت ہیں کہ ہم جو کچھ چاہتے ہیں، وہ انھیں کے ہاتھوں پورا ہوا جاتا ہے۔ اب تک انگلینڈ کی 109 پرانتیہ کنزرویٹو سبھاؤں میں 78 نے شویت پتر کے وِرودھ مت پرکٹ کیا ہے۔ یہاں مسٹر چرچل کا بول بالا ہے۔اب راشٹریہ سرکار کے پد ادھیکاری جگہ جگہ گھوم کر شویت پتر کے انوکول واتاورن پیدا کرنے کا ادیوگ کر رہے ہیں۔اگر پارلیمنٹ میں بھی کنزرویٹوؤں کی یہی نیتی رہی،تو شویت پتر کی دہیں انتیشٹی ہو جائے گی۔ شاید کوئی اس پر آنسو بھی نہ بہائے۔سہیوگی اَمرت بازار پتریکا' نے ایک بڑی منورنجک تالکا پرکاشت کی ہے جس میں اس نے شویت پتر کے پکش اور وپکش کی پرستھتیوں پر انک گنت کی پدھتی سے قیاس دوڑایا ہے۔اس نے کنزرویٹو دل میں پکش کو 33.3 انک دیے ہیں اور وپکش کو 44.4 اور یہ انومان نشانے پر ٹھیک بیٹھا ہے۔تہائی کنزرویٹو ممبر شویت پتر کے ساتھ ہوں گے اور دو تہائی اس کے وِرُدھ۔

انڈمان قیدیوں کا دوسرا جتّھا

سب کچھ ہوا، جگہ جگہ جلسے ہوئے، سماچار پتروں نے شور مچایا، سر ہمنری ہیگ کے پاس ڈیپوٹیشن گیا، پرارتھنا کی گئی کہ آئندہ انڈمان کو قیدی نہ بھیجے جائیں، جانچ کمیٹی بیٹھائی جائے، پر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔کیول پنجاب سے ایک انگریز ادھیکاری انڈمان بھیج دیا گیا جسے بھوک ہڑتالوں کا اچھا انوبھو ہے۔وہ انڈمان جیل والوں کو اس وشئے میں کچھ صلاح دے کر لوٹ آئے گا۔بس۔پر یہی تک معاملہ ختم نہیں ہوا۔' مدراس میل'، کو خبر ملی ہے کی حال میں ہی قیدیوں کا ایک نیا جتھا پھر انڈمان بھیجا گیا ہے۔کیوں نہ ہو۔وہ سرکار ہی کیا جو کسی کی بات مان لے۔

19 / جون 1933

بھارت میں انگریزی بینکوں کے
اندھادھند نفعے

لاہور کے ڈیلی ہیرلڈ، نے فرینڈس آف انڈیا سوسائٹی کے پتر 'بلیٹن' کے حوالے سے ایک لیکھ پرکاشت کیا ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ بھارت میں انگریزی بینکوں اور انگریزی کارخانوں سے کتنا لابھ ہوتا ہے اور وہی لابھ اٹھانے والے یہاں کے مزدوروں کو کتنی کم مزدوری دیتے ہیں۔

نیشنل بینک آف انڈیا 20 پرتی شت، شانگھائی بینک 64 پرتی شت، چارٹرڈ بینک 20 1/4 پرتی شت۔

کوئلے کی کمپنیوں کے نفع تو لوٹ کہے جا سکتے ہیں۔

1913 میں ایک کمپنی نے 150 پرتی شت نفع کیا اور 1931 مین ایک کمپنی نے 57.5 ایک نے 80 اور تین نے 30 سے اوپر۔

نفع کا تو یہ حال ہے اور مزدوری انگلینڈ کے مزدورں کی 1/4 بھی نہیں۔

19/جون 1933

بھارت کی چاندی امریکہ کو

انگلینڈ کے پاس سونا نہیں ہے، اس لیے امریکہ نے اس سے اپنے قرض میں چاندی ہی لینا نشچے[1] کیا۔ بھارت کے پاس چاندی تھی۔ انگلینڈ سے حکم آیا، وہ چاندی امریکہ کو دے دو۔ حکم کی تکمیل کر دی گئی۔ چاندی کتنے کی تھی، اس کا دام کب ملے گا۔ یہ سب باتیں پوچھنے سے بھارت سرکار کو کیا پریوجن[2]؟ منیم کا کام سیٹھ کی آگیاؤں[3] کا پالن[4] کرنا ہے۔ کیول بہی کھاتہ اور کنجی ہاتھ میں رہنے سے وہ کوش کا مالک نہیں ہو جاتا۔ اب سنا جاتا ہے کہ چاندی تین کروڑ بیس لاکھ کی تھی اور انگلینڈ نے بھارت کو دو کروڑ بیس لاکھ دیے۔ ایک کروڑ بیچ میں اڑا دیا۔ ٹھیک ہے، اڑا دیا۔ آخر وہ بھی انگلینڈ کا، یہ بھی انگلینڈ کا، کھاتا ہے تو کسی کا ساجھا؟ وہ کھائے گا اور بیچ کھیت کھائے گا۔ اور ڈنکے کی چوٹ کھائے گا۔ آپ خالی ہائے ہائے کر سکتے ہیں، بس ہائے ہائے کیے جائیے! ایک کروڑ کیا، وہ دس بیس کروڑ کھا سکتا ہے۔ بھارت آخر ہے کس کی پونجی؟ 170 کروڑ کا سونا کس نے اڑا دیا۔ اور یہاں پرامیسری نوٹوں کے سوا کیا رہ گیا؟ انگلینڈ کا بھارت پر راجیہ ہے، اسے نہ بھولو۔ راجیہ پہلے اپنا اور اپنے کرمچاریوں[5] اور اپنے کتنے بلیوں کا پیٹ بھرتا ہے اگر کچھ بچ جائے تو پرجا[6] کا اہو بھاگیہ!

26/جون 1933

1 طے 2 مطلب 3 احکام 4 بجا آوری 5 ملازمین 6 رعایا

پھر وہی شہادتیں

سلیکٹ پارلیمنٹری کمیٹی کے سامنے پھر وہی بیانوں کا ناٹک شروع ہو گیا۔ جو سائمن کمیٹی کے سامنے کھیلا گیا تھا۔ پھر الگ الگ سنستھائیں[1] اپنے اپنے سوارتھوں کا پچڑا گانے لگیں۔ زمینداروں اور تعلقے داروں کو وشیش[2] متادھکار[3] چاہیے اور پرانتوں[4] میں 'اونچی سبھا' بھی۔ پھر لیگ والے آئیں گے، پھر سندھ اور بلوچستان کا قصہ شروع ہو جائے گا۔ تب گول کانفرنس کی جگہ چوکور کانفرنس شروع ہو گا۔ اور اسی طرح یہ ناٹک چلتا رہے گا، ادھر بھارت کی دشا[5] ہین[6] سے ہینتر[7] ہوتی چلی جائے گی، سرکار کا خرچ بڑھتا رہے گا۔ جنتا پر کر[8] بڑھتا رہے گا۔ سختیاں بڑھتی رہیں گی، بیکاری بڑھتی رہے گی۔ سرکار جیتی ہوئی ہے اور اپنی جیت کے پرسکار میں ورسیلز کی سندھی کا پرینام کون نہیں جانتا!

26/جون1933

---

1 ادارے 2 مخصوص 3 حق رائے دہی 4 صوبوں 5 حالت 6 بد 7 بدتر 8 ٹیکس

سُدِن اُتھوا کُدِن[1]

بڑی آشا لے کر اتھوا ہر دیہ میں نراشا ہوتے ہوئے بھی، اپنی نراشا کو چھپاتے ہوئے ایک لبرل بھارت کے بھاوی[2] سنگھ شاسن[3] کے نرمان[4] میں سنیکت[5] پارلیمینٹری کمیٹی کے کاریوں[6] میں سہیوگ دینے کے لیے لندن گئے۔ یہاں سے روانہ ہونے کے پہلے ہی انھیں یہ بتلا دیا گیا کہ پارلیمینٹری کمیٹی کے سامنے ان کا پد[7] کیا ہوگا۔ وہ کیول ''اسیسر'' ہوں گے۔ ایک بڑی پنچایت کے ادھکارہین پنچ ہوں گے۔ نہ تو وہ گواہی دے سکیں گے، نہ کمیٹی کی رپورٹ میں اپنا مت پرکٹ[8] کر سکیں گے، نہ کمیٹی کے کاریہ کرموں[9] کی بناوٹ میں ہی ان کا کوئی ہاتھ رہے گا۔ ان کا کیول ایک کام ہوگا۔ وہ ہوگا کمیٹی کے سامنے اُپستھت[10] ہونے والے گواہوں سے جرح کرنا اور یدی ہو سکا، تو پارلیمنٹری کمیٹی کے سامنے اپنا منتویہ پرکٹ کر، بھارت کے بھاوی شاسن کو ادھک ادار[11] بنانے کی چیشٹا کرنا۔

جس سمے یہ ''پرتی ندھی''[12] یا ''کھلونے'' لندن کے لیے، سرکاری یا پرجا کے خرچ سے روانہ ہونے والے تھے، ہم نے، بھارت کے ادھیکانش[13] پتروں نے، اسپشٹ[14] کہہ دیا تھا کہ ان کی لندن یاترا[15] کا ایک ہی پھل ہوگا اور وہ یہ ہے کہ وہ بھارت کی گرمی سے بچ جائیں گے اور ولایت کی سیر مفت میں ہو جائے گی۔ لابھ کچھ بھی نہ ہوگا جیوتشی[16] نہ ہوتے ہوئے بھی ہماری بھوشیہ وانی[17] ستیہ نکلی۔

---

1 اچھے دن یا برے دن 2 آئندہ 3 فیڈریل حکومت 4 بنانے 5 متحدہ 6 کاموں 7 عہدہ 8 ظاہر 9 دستور العمل 10 موجود
11 فراخدل 12 نمائندہ 13 زیادہ تر 14 صاف 15 سفر 16 نجومی 17 پیشن گوئی

'لیڈرز' کے لندن استھت سنوادداتا[1] نے '' ہندو'' کے (جس کے سمپادک شیم سیوک 'اسیسر' ہیں) لندن استھت وشیش سنوادداتا نے تھا 'فری پریس جرنل' کے پردھان ولائتی رپورٹر نے لندن سے چٹھیاں بھیجی ہیں کہ 'سبھی اسیسر یہ انبھو کرنے لگے ہیں کہ پارلیمنٹری کمیٹی کے سامنے ان کی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ ویرتھ[2] لندن میں سے بتا رہے ہیں۔ بھارت کا بھاوی شاسن ودھان[3] اس درشٹی سے نہیں بنایا جا رہا ہے کہ اس سے بھارتیہ سنتشٹ ہوں، پر انگلینڈ کے اُگر اَنوداروں کو پرسن کرنے کی چیشٹا کی جا رہی ہے۔ سوچنا یہ ہے کہ بھارت کو 'شویت پتر' سے بھی برا شاسن ودھان نہ ملے۔''

جنھیں مانیہ شاستری کی طرح (پونا میں اپنے حال ہی میں دیے گئے ویاکھیان[4] میں انھوں نے یہی کہا تھا) برٹین تھا برٹش راجنیتکیوں کی بدھی متا تھا نیائے بدھی میں اب بھی وشواس ہے، وہ لندن کی سیر کرتے رہے، پر جاکی وِپے سے یدی تھوڑا منو ونود[5] ہو سکے تو اسے لگے ہاتھوں کیوں چھوڑا جائے! پر ہم بھارتیوں کی سمجھ میں برٹش راجنیتکیوں کی بدھی کا دیوالا نکل گیا ہے اور بھارت کو صدیوں تک جھوٹھے آڈمبر سے ادھکار دے کر پرادھین[6] رکھنے کا جو سوانگ رچا جا رہا ہے اس کی دسترت[7] پر اسپشٹ یوجنا میں ساتھ دینے کے کارن لندن استھت لبرل اسیسر بھارت کے ساتھ ویشواس گھات[8] کر رہے ہیں۔ ہمارے ہتوں کی ہتیا کر رہے ہیں۔

وشو آرتھک سمیلن میں بھارت کے اُور سے غیر بھارتیہ تھا برٹین کے نمک خوار پرتی ندھی بھیج کر برٹش سرکار نے یہ ثابت کر دیا ہے، کہ گڑ چیونٹے کو چھوڑ دے، پر چیونٹا گڑ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ بھارت کے مہتو کا برٹین کتنا دھیان رکھتا ہے، یہ ابھی حال ہی میں دیے گئے لارڈ راودرمیر (ٹائمس آدی وشو وکھیات پتروں کے سوامی) کے بھاشن کے ایک انش سے گیات ہو جائے گا۔ لارڈ مہودیہ کا کہنا ہے کہ بھارت برٹش سامراجیہ کی دھری کی کیل ہے۔ یدی ہم بھارت کھو دیں گے تو سامراجیہ ہی ڈوب جائے گا۔ پہلے اس کا آرتھک انگ ڈوبے گا پھر راجنیتک......... ہم بنا بھارت کے سنگاپور پر یا ملایا راجیہ پر ادھکار کیے شاسن نہ کر سکتے اور ان دونوں استھانوں[9] کے بنا ہم آسٹریلیا یا نیوزی لینڈ کبھی نہ پاتے، یا ہم اپنے لیے استھت[10] ہی لابھ دائک، چین میں ہانگ کانگ کی 'کراؤن کالونی' کے آدھار پر برٹش بازار نہ بنا سکتے۔

---

1 نامہ نگار 2 بیکار 3 قانون 4 تقریر 5 ذہنی تفریح 6 غلام 7 مفصل 8 غداری 9 جگہوں 10 بے انتہا

برٹین کو بازار چاہیے اور وہ بھی بھارت کے دوارا۔ وہ وشو نہیں سرشٹی[1] کا ہی ارتھ سمیلن[2] کیوں نہ کرے، اسے بھارتیہ ہت کا وچار نہیں ہو سکتا۔ ابھی، بھارت سرکار کی سہایتا سے بمبئی میں چار کروڑ روپے کی چاندی، برٹین کو امریکہ کا قرضہ پٹانے کے لیے دی گئی ہے۔ جس دیس سے برٹین کو اتنی سہایتا ملی ہو اسے وہ چھوڑ نہیں سکتا اور سر جارج شوسٹر کی یہ چیتاونی انگلینڈ کی درشٹی[3] سے کتنی اُچت[4] ہے کہ 'یدی آج انگریزی مستشک اتنا گر گیا ہے کہ اسے راشٹریہ سمان کا دھیان نہیں ہے تو کیول بھوتک ہانی[5] سے ہی، جسے ہر گھر کو بھگتنا پڑے گا۔ ہم اپنے ہاتھ سے بھارت کے نکل جانے سے اپنے ناش انوبھو کریں گے۔ پہلے سے ہی ان نقصانوں کی تالکا نہیں بنائی جا سکتی، پر ان کا سارو جنک[6] پربھاؤ[7] نسندیہہ[8] بہت ادھک ہوگا۔''

اس نیتی یا چال کو جانتے بوجھتے ہوئے بھی، بھارتیہ 'اسیروں' کی طرح سر پرشوتم داس ٹھاکر داس کی آنکھیں مندی ہوئی تھیں اور وشو آرتھک سمیلن میں بھارت کے پرتی ندھی[9] ہو کر چلے گئے۔ پر لندن میں جا کر ہوا کا جو رخ انھوں نے دیکھا، جب یہ دیکھا کہ ارتھ گیان سے شونیہ بھارت سچو[10] سر سیموئل ہورنے اپنے کو بھارتیہ پرتی ندھی منڈل کا کھیا بنا رکھا ہے۔ (یدّپی[11] بھارت کی ویاپارک[12] سنستھائیں اس نیترتو[13] کے وِرُدھ لگاتار تار بھیج رہی ہیں) تو ساری استھتی تتھا اپنا اپمان جنک پد[14] اتنی اچھی طرح سمجھ میں آ گیا کہ وہ ترنت اس سمیلن کے سوانگ سے ہٹ گئے اور انھوں نے ایک وگیپتی پرکاشت کر بھارت کے بھاگیہ نرماتاؤں کا بھانڈا پھوڑ کر دیا۔ بھارت سرکار کو سر پرشوتم سے ایسی آشا نہ رہی ہوگی اور وہ من ہی من میں زہر کا گھونٹ پی کر رہ گئی ہوگی۔

پر کیا ہم آشا کریں کہ اب 'اسیروں' کی آنکھ کھل گئی ہے، اور وہ بھی سنکیت پارلیمنٹری کمیٹی کا بھانڈا پھوڑ کر ترنت اس کے پرہسن[15] سے الگ ہو جاویں گے؟ یدی وہ ایسا نہیں کرتے، تو واستو میں دیش کے پرتی وشواس گھات[16] کر رہے ہیں۔ ہمیں پورا وشواس ہے کہ چرچل بالڈون

---

1 کائنات 2 اقتصادی کانفرنس 3 نظر 4 مناسب 5 مادی نقصان 6 عوامی 7 اثر 8 بلاشبہ 9 نمائندہ 10 سکریٹری
11 اگرچہ 12 عملی 13 رہنمائی 14 قابلِ مذمت عہدہ 15 مذاقیہ ڈرامہ 16 بے وفائی

یدھ کرتم [1] ہے، بناوٹی ہے۔ اس کا کیول ایک لکشے ہے بھارتیوں کو مورکھ بنا کر، بیٹھے بن کر انھیں کچھ نہ دینا۔ سُیم پارلیمنٹ کے انیک مزدور سدسیہ اس رہسیہ [2] کا بھانڈا پھوڑ کر چکے ہیں۔ ایسی دشا میں وہ نشچت ہے، کہ ابھاگے [3] بھارت کا بھوشیہ گھور اندھکار میں ہے۔ اسے کچھ نہ ملے گا۔

جب ایک اور برٹش پارلیمنٹ کی بھاوی جڑتا کے کالے بادل اس پرکار اٹھ رہے ہیں، دیش کا نویوک، سموادائے کشبدھ [4] تتھا وچلت [5] ہوتا جا رہا ہے، مہاتما گاندھی کو نرم، کھلی ہوئی، اہنسا تمک [6] تتھا شکھو نیتی میں اسے آلسیہ [7]، سنکوچ [8] تتھا بھئے کو اور انوچت ستر کتا [9] دیکھ پڑتی ہے، اراجک [10] تتھا کرانتی کاریہ اپنے نندنیہ [11] کاریوں کو بڑھاتے جا رہے ہیں، اہنسا تمک، پر اتیجت یوک بھی کانگریس سے بغاوت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ لندن میں 'بھارتیہ راجنیتک سمیلن' کے اوسر پر منونیت [12] پرانو پستھت [13] سبھاپتی [14] شری یت سبھاش چندر بوس کا بھاشن کتنا اُگر تھا، یہ اسے پورا پڑھنے سے ہی گیات ہو سکتا ہے۔ بوس بابو نے مہاتما جی کے نیترتو کو اساما تک [15] بتلایا۔ 1931ء کیندھی کو راشٹر کی سب سے بڑی بھول کہا اور 1933ء میں چھ سپتاہ کے لیے ستیہ گرہ آندولن اسٹھگت [16] کرنا 'وگت 13 درشوں کے پرشرم پر پانی پھیر دینا بتلایا اور انت میں نویوکوں [17] کے نوین سنگھٹھن [18] کی صلاح دی۔ مسٹر بوس کے اس اُگر بھاشن پر ٹیکا کرتا ہوا 'فری پریس جرنل' جو وچار پرکٹ کرتا ہے، اس سے ہم سہمت ہیں۔ پتر کا کتھن ہے۔ دیش کے جن نویوکوں کی اور سے مسٹر بوس بول رہے ہیں، وہ ایسے نیترتو [19] سے سنتشٹ نہیں رہ سکتا، جو بار بار سمجھوتہ کرتا چلے گا۔ یا کسی سرل اپائے کی کھوج کرے گا۔ چھوٹے موٹے گھوس [20] سویکار کرنے سے یہ اچھا ہے کہ لگاتار یدھ کرتا ہی جاوے۔ چھوٹے موٹے گھوس سے اتم لکشیہ [21] تک پہنچنا کٹھن ہو جاتا ہے۔ راج نیتک نیترتو میں پورتا ایسی کوئی وستو نہیں ہے۔ جب تک نیتا راشٹر کے مول وشے [22] کو نہیں کھو دیتا، اسے پراپت کرنے کے لیے کم سے کم سے پانے کے لیے سب پریتن کرتا رہتا ہے، وہ اپنے نیترتو پر جما رہتا ہے، مسٹر بوس کے ویاکھیان [23] کا یہی اپدیش [24] ہے۔ یدّ پی

---

1 مصنوعی 2 راز 3 بدقسمت 4 مضطرب 5 بیقرار 6 غیر متشدد 7 کاہلی 8 تذبذب 9 ہوشیاری 10 باغیانہ 11 قابل مذمت 12 نامزد 13 غیر حاضر 14 صدر 15 بے وقت 16 ملتوی 17 نوجوانوں 18 تنظیم 19 قیادت 20 رشوت کو 21 ہدف 22 بنیادی مقصد 23 تقریر 24 نصیحت

ان کی آلوچنا[1] نوچت[2] ہے پر چیتاونی سامیک[3] ہے۔

ہماری سمتی میں اس سے بڑھ کر یہ چیتاونی برٹش سرکار کے لیے وشیس مولیہ رکھتی ہے۔ یدی شویت پتر[4] ہی بھارت کا شاسن ودھان بنا، یدی فری پریس لندن کے سماچار انوسار کیول پرانتیہ سوادھیتا[5] ملی۔ یدی بھارت کا بھاوی شاسن سنرکشنوں[6] کی مار سے رہا تو بھارتیہ نویوکوں کی سوادھیتا کی پیاس کے ساتھ کانگریس کہاں تک نرم تتھا ٹھلی نیتی کا سنشرن[7] کرائے گی؟ یہ کس پر کارسنبھو ہوگا۔ بھارت کا بھوشیہ کیا ہوگا! بھارت کے راجنیتک آکاش[8] میں بڑی کالی گھٹائیں امڑ رہی ہیں، ہمیں ایک اور سرکاری جڑتا کے، دوسری اور نویوکوں کے وِدرُوہ[9] کے لکش[10] دکھلائی پڑ رہے ہیں۔ اس کا پھل کیا ہوگا؟ دیش کا سدِن آنے والا ہے یا کُدِن۔

26 جنوری 1933

1 تنقید 2 نا مناسب 3 بروقت 4 قرطاس ابیض 5 صوبائی آزادی 6 سرپرست 7 آبیاری 8 سیاسی افق 9 بغاوت 10 آثار

بورے کی بھینس

مثل ہے کہ ایک گنوار کی بھینس بیائی تو سارا گاؤں ہانڈی لے کر دودھ لینے دوڑ پڑا۔ کچھ یہی حال آج کل پارلیمینٹری کمیٹی کا ہے۔ سول سروس سنگھ اور پولس سنگھ، سب کے سب اپنے سوارتھوں[1] کی رکشا[2] کرنے دوڑ رہے تھے۔ ان کے لیے بھارت کیول ان کی نوکری ہے۔ اس پر کس طرح آنچ نہ آنے پائے۔ ان کے جو ادھکار[3] اس وقت ہیں، جو بھتّے[4] اور رعایتیں انھیں اس وقت حاصل ہیں ان میں کسی طرح کی کمی نہ آنے پائے۔ اگر بھوشیہ میں سول سروس کی اونچی جگہیں توڑ دی جائیں تو ان لوگوں کو جنھیں ان جگہوں کو توڑنے سے ہانی[5] پہنچے گی، ہرجانہ دیا جائے گا۔ منسٹر کو ان کے وشے میں بولنے کا کوئی ادھکار نہ ہو، وہ سیدھے گورنر سے پتر ویاہار کرتے رہیں اور ان کے وشے میں سوائے سکریٹری کے اور کوئی کچھ حکم نہ دے سکے۔ اگر ان کے وشے میں کوئی جانچ کمیٹی بٹھائی جائے تو اس کمیٹی میں بیٹھنے والے ویکتی گورنر کی سویکرتی[6] سے چنے جائیں۔ یہ تو ہوئی کچھ سول سروس کی مانگیں۔ پولس وبھاگ[7] کی مانگیں تو اور بھی زبردست ہیں۔ اس نے تو اپنے میمورنڈم کی بھومکا[8] میں ہی کہہ دیا ہے کہ یدی اس کی یہ مانگیں نہ سویکار کی جائیں تو امپیریل پولس وبھاگ کو توڑ دیا جائے۔ قانون اور شانتی رکشا کے وبھاگ کو منسٹروں کے ادھکار[8] میں دے دینا ان کے لیے سراسر ہانی کر[10] ہے۔ بیشک ہانی کر ہے۔ جو لوگ اب تک بادشاہی کرتے آئے ہیں، وہ یہ کب پسند کریں گے کہ ان کے ادھکاروں کی رتّی بھر بھی کمی کی جائے۔ شویت پتر میں

---

1 اغراض 2 حفاظت 3 حقوق 4 آمدنی 5 نقصان 6 منظوری 7 محکمہ 8 پیش لفظ 9 اختیار 10 نقصان دہ

ڈھونڈنے سے بھی کہیں کچھ جان نہیں ہے، لیکن اس پر بھی یہ ہائے واویلا مچایا جا رہا ہے اور اس کا اڈیشیہ[1] اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ آنے والی ویوستھا[2] کو ایسا جکڑ بند کر دیا جائے کہ منتروں کو جو تھوڑا بہت ادھکار ملنے کی آشا ہے وہ بھی جاتی رہے۔ اور نیبو نچڑ کر بالکل چھلکا چھلکا رہ جائے۔ ہم پوچھتے ہیں، کہ اگر جنتا کو نوکر شاہی کے ہاتھوں میں اسی طرح پستے رہنا ہے، اور پولس اور سول سروس ہی کے ہاتھوں میں پھر بھی سارے ادھکار رہیں گے تو ویوستھا کس مرض کی دوا ہوگی۔

26/جون1933

انڈمان کے قیدی

سماچار ہے کہ 26/جون کو انڈمان کے قیدیوں کا انشن[3] سماپت ہو گیا۔ کیوں تھا کیسے سماپت ہوا، یہ ٹھیک کہا نہیں جا سکتا۔ کیا کانگریس، جنتا تھا سماچار پتروں کے وِرُودھ[4] کا یہ پھل نکلا کہ سرکار نے قیدیوں کے سنگ رعایتیں کر دیں؟ اتھوا کیا کارن ہے؟ جو بھی ہو، ان شن کی سماپتی[5] میں سرکار کا بھی بہت بڑا ہاتھ رہا ہوگا۔ اَت اَیو[6] ہم اسے بدھائی دیتے ہیں۔

3/جولائی1933

---

1 مقصد 2 نظام 3 بھوک ہڑتال 4 مخالف 5 خاتمہ 6 اس لیے

راشٹر کے نیتاؤں میں ورتمان

سمسیا پر وچار

سماچاروں سے معلوم ہوا ہے کہ ورتمان[1] راجنیتک پرشنوں[2] پر وچار کرنے کے لیے 12 / جولائی کو پونا میں نیتاؤں کی بیٹھک ہوگی۔ ہمیں آشا ہے ان کا نرنے پرستھیوں کے انوکول[3] ہوگا۔ ستیہ گرہ آندولن[4] کرانتی تھی۔ یہ مان لینے میں کوئی سنکوچ[5] نہ ہونا چاہیے کہ کرانتی اچھل[6] ہوگی۔ راج نیتی میں ستیہ گرہ اور دراگرہ میں کوئی بھید نہیں رہ جاتا۔ جب راشٹر قانونی ویوستھاؤں[7] کو توڑتا ہے تو وہ سنگٹھت شاسن[8] ویوستھا کو بھی قانون توڑنے اور وسیش ادھکار[9] گرہن[10] کرنے کی پریرنا[11] کرتا ہے۔ اس کے وپریت[12] شاسن کے بھیتر جا کر شکتی سنچے[13] کرنے سے سپھلتا کی ادھک سنبھاؤنا[14] ہے۔ یہ ستیہ[15] ہے کہ اب تک بھارت کو ویدھ[16] آندولن کا بڑا کڑوا انوبھو ہے۔ پر اس کا مکھیہ کارن[17] یہ تھا کہ جو لوگ راشٹر کے پرتی ندھی[18] بن کر جاتے ہیں ان کے پیچھے جن مت کی کوئی شکتی نہ ہوتی تھی۔ راشٹر میں اب کچھ راج نیتک چیتنا[19] آگئی ہے اور یہ سمبھو[20] ہے کہ اس کے پرتی ندھیوں کی اب پہلے کی بھانتی اُپیکشا کی جا سکے۔

3 / جولائی 1933

---

1 موجودہ 2 سیاسی سوالوں 3 مطابق 4 تحریک 5 ہچکچاہٹ 6 ناکام 7 نظام 8 منظم حکومت 9 اختیارات 10 حاصل 11 تحریک 12 مخالف 13 اکٹھا 14 امکان 15 سچ 16 قانونی 17 خاص وجہ 18 نمائندہ 19 سیاسی بیداری 20 ممکن

نیتا سمّیلن

سمبھوتہ[1] یہ پورنتہ[2] نشچت[3] ہو چکا ہے کہ بارہ جولائی سے، پونے کے تلک میموریل ہال میں لگ بھگ 200 پرمکھ کانگریسی نیتاؤں کا سمّیلن[4] ہوگا۔ ادھیویشن[5] دو دن کا ہوگا اور ورتمان پربندھ[6] کے انوسار راشٹر پتی سبھاپتی کا آسن گرہن[7] کریں گے۔ آشا ہے کہ سمّیلن کے پوردہی، نجی[8] پرامرش[9] دوارا کانگریس کی بھاوی[10] یوجنا کے وشیے میں نشچت پرستاؤ پیش کر دیے جائیں گے۔ ان پر وچار کر، تب سنشودھن[11] اتیادی ہوگا۔

ایسا پرتیت[12] ہوتا ہے، کہ سرکار نے بھی اپنی جڑتا کا رخ بدلا ہے۔ وہ دھیرے دھیرے کانگریسی نیتاؤں کو رہا کر رہی ہے۔ آچاریہ نریندر دیو جی، شری ٹھاکر داس جی، شری درگا پرساد کھتری تھا شری سمپورن آنند جی ایسے کاشی کے سمانت[13] نیتاؤں کا لمبی اودھی[14] کے پہلے ہی چھوٹ جانا اس بات کا پرمان ہے۔ کنتو پھر بھی آشچریہ[15] ہوتا ہے کہ اس اتینت[16] مہتوپورن[17] ادھیویشن کے پہلے شری جواہر لال نہرو کیوں نہیں چھوڑ دیے جاتے؟ پنڈت جواہر لال نہرو سے ستیہ گرہ کا اتنا گھنشٹھ سمبندھ[18] ہے کہ بنا ان کی سمتی[19] کے سوی کرتی[20] کے، ستیہ گرہ استھگت[21] نہیں ہو سکتا۔ سرکار اس بات کو بخوبی جانتی ہے، پر وہ جان بوجھ کر من مارے بیٹھی ہے۔ پنڈت نہرو اکھل بھارتیہ کانگریس کمیٹی کے ممبر ہیں۔ ان کی تین چوتھائی سزا پوری ہو چکی ہے۔ ان کا پونے میں اپستھت[22] رہنا انیواریہ[23] ہے۔ پر سرکار اچھا بھی کام کر کے اس کے ساتھ کچھ برائی کر لوک پریتا[24] کھو دیتی ہے۔

---

1 شاید 2 پوری طرح 3 طے 4 اجلاس 5 جلسہ 6 انتظام 7 قبول 8 ذاتی 9 مشورہ 10 آئندہ 11 ترمیم 12 معلوم 13 باعزت 14 وقت 15 تعجب 16 بہت زیادہ 17 اہم 18 گہرا تعلق 19 رائے 20 منظوری 21 ملتوی 22 حاضر 23 ضروری 24 ہر دلعزیزی

ادھر شملہ کا سماچار ہے کہ لارڈ ولنگ ڈن اس سے تک گاندھی جی سے ملنے کی کلپنا بھی نہیں کر سکتے، جب تک ستیہ گرہ نہ استھگت کر دیا جائے۔ لارڈ مہودے سمجھوتا لارڈ اِرون کی اس بھول کا پرائشچت[1] کرنا چاہتے ہیں، جو انھوں نے کانگریس ایسی باغی سنستھا کے ساتھ "پیکٹ" کر کے کی تھی، پر اس "استھرتا[2]" سے کوئی لابھ نہ ہو کر کانگریس کے اُگر[3] پکش[4] والوں کی اُتیجنا ہی بڑھے گی۔

کنتو ہم آشا کرتے ہیں، کہ کانگریس اپنے نمبر سک[5] ایسا کوئی کاریہ[6] نہ کرے گی جس سے دیش کا اَکلیان[7] ہوگا۔ ایشور ہمارے نیتاؤں کو بدھی تتھا بل[8] پردان[9] کرے۔

10/جولائی 1933

---

1 تدارک 2 قیام 3 متحدہ 4 حامی 5 ممکنہ 6 کام 7 نقصان 8 قوت 9 عطا

پولس کا کام ہوائی جہازوں کی بم ورشا سے

برٹش سرکار بیسویں صدی کی نئی اَپ ٹو ڈیٹ سرکار ہے۔ اس کا پریچے[1] اس نے ابھی حال میں دیا ہے۔ نش شستری کرن[2] کمیٹی میں ایک پرستاؤ[3] یہ تھا کہ لڑائیوں میں جو نش شستر جنتا پر ہوائی جہازوں سے بم برسانے کی پرتھا[4] چل پڑی ہے، اسے اٹھا دینا چاہیے۔ دربھاگیہ[5] کی بات ہے کہ اس وقت انگریزوں کی ہوائی شکتی نہ اول ہے نہ دویم بلکہ پنجم پھر پچھلی لڑائی میں جرمنی کے بم بازوں نے انگلینڈ کو بم ورشا کا تھوڑا مزا بھی چکھا دیا تھا۔ برٹش سرکار جانتی ہے کہ کہیں پھر لڑائی چھڑی تو انگلینڈ کی خیریت نہیں۔ اس لیے اس نے اسیم[6] اُدارتا[7] کا بھاؤ دکھاتے ہوئے اس پرستاؤ[8] کو سویکار[9] کر لیا، مگر کیول ایک چھوٹا سا ادھکار سرکشت[10] رکھنا چاہا اور وہ یہ کہ انگلینڈ اپنے سیمانت[11] پردیشوں میں پولس کا کام کرنے کے لیے بم برساتا رہے گا۔ کتنا سرل ڈھنگ ہے پولس کے کام کرنے کا۔ پولس کا کام ہے جنتا کے جان اور مال کی رکشا[12] کرنا۔ بموں سے زیادہ کون یہ رکشا کر سکتا ہے۔ اور پھر کوئی جھنجھٹ نہیں۔ نہ پولس کو وہاں جانا پڑے گا اور نہ کوئی جوکھم اٹھانا پڑے گا۔ چپکے سے ایک ہوائی جہاز جا کر سارا کام سماپت[13] کر سکتا ہے۔ ہمارا خیال ہے، کہ اگر سرکار پولس دبھاگ توڑ کر ہر ایک ضلع میں ایک ایک دو دو ہوائی جہاز رکھ دے، جو بم برسا کر جنتا کی رکشا کیا کریں، تو اسے ایک بہو ویئی پولس دبھاگ رکھنے کی ضرورت نہ رہے گی! لال پگڑی والوں کی ایک فوج رکھ کر کروڑوں روپے سال خرچ کرنے سے کیا فائدہ؟ ہوائی جہاز بڑی کفایت سے جنتا کی رکشا کر سکتے ہیں۔ ہم دعوا سے کہہ سکتے ہیں، کہ پھر جنتا کبھی چوں تک نہ کرے

---

1 تعارف 2 غیر مسلح 3 تجویز 4 رسم 5 بدقسمتی 6 بے پناہ 7 وسیع القلبی 8 تجویز 9 قبول 10 محفوظ 11 لامحدود 12 حفاظت 13 ختم

گی۔کوئی زبان نہ ہلا دے گا یہ سارا ستیہ گرہ کا بکھیڑا اور جلسے اور مقدمے شانت[1] ہو جائیں گے۔ جہاں کوئی جلسے دیکھو چٹ دو چار چھوٹے چھوٹے بم گرا دو۔ پھر جو ایک بھی وردی[2] جلسے میں رہ جائے تو ہمارا ذمہ۔ سب کے سب اس طرح پھُر ہو جائیں گے جیسے بندوق کی آواز سنتے ہی چڑیا پھُر ہو جاتی ہے۔ یہ بیسویں صدی ہے اسے جن تنتر کا یگ کہتے ہیں۔ بھلا اس یگ میں ایسے کم خرچ والا نشین نسخے سے کام نہ لیا جائے گا، تو کب لیا جائے گا؟ نئے اَوشکاروں کا ایسا ہی پریوگ کرنا چاہیے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بیسویں صدی میں پرانی پولس سے کام لیا جائے۔ انگریزی گورنمنٹ اپنے دشمنوں پر بم نہیں برسانا چاہتی۔ یہ تو پشوتا[3] ہے اور بربرتا[4] ہے۔ لیکن اپنی پرجا پر بم گرانے کا اسے پورا ادھکار ہے، اس میں کون بادھک[5] ہو سکتا ہے؟ ماں اپنے بچے کو آخر پیٹتی ہے یا نہیں ،لیکن پڑوسی کے بچے کو پیٹے تو ہم دیکھیں!

10/جولائی1933ء

---

1 ختم 2 باقی 3 حیوانیت 4 وحشت 5 رخنہ انداز

نئی پرستھتی

مہاتما گاندھی کے دونوں تاروں کے وائسرائے نے جو جواب دیے ہیں، انھیں دیکھ کر ہمیں دکھ سے آشچریہ[1] ہوا۔ بھارت کی گورنمنٹ بھی ایسے اوسر[2] کم ہی دیتی ہے۔ جب کانگریس کی اُور سے نرنے[3] کا کوئی سرکاری بیان نہیں نکلا، تو وائسرائے کو اخباروں کی رپورٹوں سے ہی کیوں رائے قائم کر لینے کی ضرورت ہوئی؟

یہ چھپی ہوئی بات نہیں ہے۔ سرکار سے کوئی بات چھپی رہ بھی سکتی ہے؟ کہ کانگریس کے نیتاؤں میں نیم آندولن کو بند کر دینے کی منوورتی اتپن[4] ہو گئی ہے۔ ایسا کیوں ہوا ہے، اسے سمجھنے کے لیے بہت زیادہ بدھی[5] لڑانے کی ضرورت نہیں۔ کانگریس غریبوں کا آندولن ہے، تھوڑے سے لوگوں کو چھوڑ کر ادھکانش[6] اسمیں ایسے ہی لوگ ہیں، جن پر گرہستھی کا بھار ہے۔ تین سال جیل میں رہتے رہتے ان کی آرتھک دشا[7] چوپٹ ہو گئی ہے۔ جو وکیل تھے، ان کے موکل ہوا ہو گئے، ڈاکٹروں کے مریض، ویاپاریوں[8] کے گراہک اب ڈھونڈے بھی نہیں ملتے۔ جنھوں نے نوکریاں چھوڑ دیں، ان کا تو کہنا ہی کیا۔ تین سال تک آندولن کو کھینچ لے جانا، کیا کوئی چھوٹی بات تھی! دیش کے پرتی جتنا تیاگ[9] کیا جانا سمبھو[10] تھا اتنا انھوں نے کیا۔ اس سے ادھک کسی سے آشا رکھنا، اسے منشیتا[11] کے پد سے اٹھا کر ہم تو کہیں گے گرا کر دیوتا بنا دینا ہے۔ پھر ساری زندگی بھر اسہیوگ کر کے تو نہیں رہا جا سکتا۔ اسی طرح جیسے دواؤں کے بھروسے جیون[12] کی رکشا نہیں ہو سکتی۔ جیل اور ستیہ گرہ یہ تو نیم کوئی اُدیشیہ[14] نہیں، کیول سادھن

---

1 تعجب 2 موقع 3 فیصلہ 4 پیدا 5 عقل 6 زیادہ تر 7 مالی حالت 8 تاجروں 9 قربانی 10 ممکن 11 انسانیت 12 زندگی 13 مقصد

ہیں۔ اور ایسے آندولن سے جس سپھلتا کی آشا ہو سکتی تھی، وہ بڑی حد تک پوری ہو گئی۔ یہ تو کوئی بالک بھی نہ آشا کرتا تھا کہ ستیہ گرہ کا پھل یہ ہوگا کہ برٹش سرکار بوریا بکسا سنبھال کر بھارت سے وداع ہو جائے گی۔ ادھک سے ادھک یہی ہو سکتا تھا، کہ جنتا میں راج نیتک[1] جاگرتی[2] ہو جائے اور سرکار کی نیتک[3] پراجے[4] ہو جائے۔ یہ دونوں باتیں حاصل ہو گئیں اور اسہیوگ آندولن کا جو اُدّیشیہ تھا وہ بہت کچھ پورا ہو گیا۔ سرکار کا درجنوں آرڈیننس بنانے کے لیے مجبور ہو جانا سُیم اس بات کا پرمان[5] ہے کہ کانگریس نے اس پر وجے پراپت کر لی۔ ارتھات نیتک وجے سرکار سینک شاسن کرنے میں سورتھا سمرتھ ہے۔ اس میں تو شاید کسی کو بھی سندیہ[6] نہ ہوگا اور مہاتما گاندھی نے تو یم اسے سویکار بھی کیا ہے۔ آج کل ہم ایک پرکار[7] کے سینک شاسن[8] میں رہ رہے ہیں، اس میں بھی کون انکار کر سکتا ہے۔ یہ ستیہ ہے کہ جو ویکتی سرکار کو نہ چھیڑے اسے سرکار بھی نہیں چھیڑتی۔ جو اس کی شکتی کو للکارتا ہے، اس پر اس کا فولادی پنجہ پڑتا ہے، پر سچا شاسن وہی ہے، جس میں راج نیتک وکاس کی سبھی طرح کی سُویدھائیں ہوں۔ راج نیتک دمن چاہے کس ویوستھا کو جیوت رکھنے میں سپھل ہو جائے، پر وہ دیش کو اُنتی[9] کے مارگ پر نہیں لے جا سکتا اس درشٹی[10] سے ستیہ گرہ کا کام ایک پرکار سے پورا ہو گیا اور اب کانگریس کو وہ کام ہاتھ میں لینے کی ضرورت ہے، جس کے بغیر کوئی بھی ویوستھا چاہے وہ کتنی بھی اُدار اور پرگتی شیل[11] کیوں نہ ہو سپھل نہیں ہو سکتی۔ اسے راشٹر کا نرمان[12] بھی کرنا ہے اور ویوستھا کا بھی۔ اسے ویوستھا پک[13] سبھاؤں[14] میں ادھک سے ادھک سنکھیا[15] میں جا کر شاسن میں اُدارتا[16] اور سُچارتا کا سنچار کرنا ہے۔ انھیں اپنے چرتر بل[17] تیاگ[18] اور سیوا کے اونچے آدرش[19] کا ایسا پریچے دینا ہے، کہ سرکار کو ان کا بہومت[20] نہ ہونے پر بھی ان کا لوہا ماننا پڑے اور جنتا انھیں اپنا سچا ہتیشی[21] سمجھے۔ کانگریس نے بنیاد کھودی ہے تو اسے اپنے ہی ہاتھوں دیواروں اور چھتوں، دُواروں کو بھی بنانا پڑے گا۔ یہ آشا کرنا ویرتھ[22] ہے، کہ اس کی کھودی ہوئی نیو پر، دوسرے آ کر اس کی من چاہی عمارت کھڑی کر دیں گے۔ کانگریس کے

---

1 سیاسی 2 بیداری 3 اخلاقی 4 ہار 5 ثبوت 6 شک 7 طرح 8 فوجی نظام 9 ترقی 10 نظر 11 ترقی پذیر 12 تشکیل 13 منتظم 14 اجلاس 15 تعداد 16 وسیع القلبی 17 اخلاقی قوت 18 قربانی 19 نمونہ 20 کثیر الرائے 21 خیرخواہی 22 بیکار

نیتاؤں میں ستیہ گرہ کو اٹھا لینے کے لیے ایک منوورتی 1 یہ بھی آوشیہ تھی۔ اس لیے جب ہم نے دیکھا کہ کانگریسی نیتاؤں کا بہومت، آندولن کو جاری رکھنے کے پکش میں ہے تو ہمیں تعجب ہوا، جب ٹائمس اور باہے کرانکل پتروں کا کہنا ہے کہ سمیلن میں بہومت آندولن کو اٹھا لینے کے پکش میں تھا، تو یہ تعجب اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ اگر ایسا بہومت تھا، تو یہ پرستاؤ 2 کیسے سویکار ہوا؟ ہوسکتا ہے، کہ دس پانچ اُگر نیتاؤں کو دؤن کی لیتے دیکھ کر انیہ بجنوں نے بھی اس بھے 3 سے کہ کہیں ہم ڈرپوک اور اکرمنیہ نہ سمجھ لیے جائیں، اپنے آتم زنے کے وِرُدھ آندولن جاری رہنے کے پکش میں رائے دے دی ہو، حالانکہ ذمہ دار نیتاؤں سے یہ آشا کی جاتی ہے کہ وہ آویش 4 یا کشنک اُدگار 5 کو اپنے اوپر کبھی نہ غالب آنے دیں، لیکن اس بہومت کے ہوتے ہوئے بھی ایسے نیتاؤں کی سنکھیا کم نہ تھی، جو سرجن 6 کے سرتھک 7 تھے۔ پھر بھی جب سمیلن نے آندولن کے پکش میں رائے دے دی، تو اسے اپنا پروگرام بنا کر اس پر عمل کرنا چاہیے تھا۔ اس میں وائسرائے سے صلاح لینے کی کیا ضرورت تھی؟ اور خاص کر جب سرکار اس کے پہلے کئی بار کہہ چکی ہے، کہ جب تک ستیہ گرہ اٹھا نہ لیا جائے گا وہ سمجھوتے کی بات نہیں کر سکتی۔ ہماری سمجھ میں یہ ایک ایسی بھول تھی، جس نے بہتوں کو کانگریس سے وِرکت 8 کر دیا ہے۔

لیکن اس سے کہیں زیادہ تعجب ہمیں وائسرائے کے جواب سے ہوا۔ اس میں سندیہ نہیں کہ ہمیں اسی جواب کی آشا کر رہے تھے۔ ایک بچہ بھی جانتا تھا کہ وائسرائے کیا جواب دیں گے۔ پھر بھی ہمیں آشچریہ بھی ہوا اور دکھ بھی۔ بھارت کا پوجیہ راشٹریہ نیتا سندھی اور سمجھوتے کے لیے وائسرائے سے ملنے کی پرارتھنا 9 کرتا ہے اور اس کی پرارتھنا ٹھکرا دی جاتی ہے۔ اس کا آشے 10 اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے، کہ کانگریس کو دکھا دیا جائے کہ سرکار اسے کتنا ذلیل سمجھتی ہے اور یہ دیوہار اس سے کیا گیا، جب وائسرائے کو اور گورنمنٹ کو یہ معلوم تھا کہ کانگریسی نیتاؤں میں اس وشے پر گہرا مت بھید ہے اور پرستھتی آندولنوں کے لیے سروتھا پرتی کول ہے۔ اس وقت راج بھکت سہانوبھوتی دکھا کر راشٹر کا کتنا بڑا اپکار کیا جا سکتا تھا۔ مہاتما گاندھی یہ جانتے ہوئے وائسرائے کے پاس جا رہے تھے، کہ کانگریسی نیتاؤں کی بہت بڑی سنکھیا آندولن کے پکش میں نہیں ہے، اور نہ پرستھتی ہی ایسی ہے کہ آندولن سپھلتا کے ساتھ چلایا جا سکے۔ یہ جانتے ہوئے مہاتما جی کے لیے کوئی

---

1 رجحان 2 تجویز 3 ڈر 4 جوش 5 ہیجانی 6 معروف 7 حامی 8 متنفر 9 درخواست 10 مطلب

ایسا پرستاؤ کرنا اسمبھو تھا، جو کانگریس کو آندولن جاری کرنے پر مجبور کر دے۔ ایسی دشا میں بھی سرکار نے سجنتا[1] کو دفتری نیتی کے پیروں کے نیچے کچل ڈالنا ہی اُچت سمجھا۔ ہمارے وچار میں وائسرائے نے یہ گورنمنٹ کی کمزوری کا ثبوت دیا ہے، اور ایک ایسی اچھی پرستھتی کو جس میں مہاتما جی کو ملنے کا اوسر دے کر، کم سے کم کانگریس کے ان نیتاؤں پر وہ اچھا اثر ڈال سکتے تھے، جو وسرجن کے پکش میں تھے، ہاتھ سے جانے دیا گیا۔

ہمیں آشا ہے کہ کانگریس دوبارہ آویش[2] میں نہ آوے گی۔ اس نے راشٹر سیوا[3] کا بیڑا اٹھایا ہے اور یتھا اوسر کا وچار کر کے اسے اپنے آدرش پر جمع رہنا ہے۔ آندولن کو اس سے کسی روپ میں چلانے کا اُدیوگ کرنا بیکار ہے۔ ویکتی گت[4] ستیہ گرہ کیول دیوار سے سر ٹکراتا ہے۔ اس سے جو نتیجہ یا اثر ہونا تھا وہ پہلے ہی ہو چکا ہے۔ کانگریس کی لڑائی اب کیول برٹش سرکار سے نہیں رہ گئی ہے۔ یہ لڑائی اب لبرل اور کنزرویٹو منوورتیوں[5] کی ہے۔ اور یہ دونوں دَل ہمیشہ ہارتے جیتتے رہتے ہیں۔ اس وقت کنزرویٹو دل ذرا مضبوط پڑ گیا ہے۔ اس میں ہمارے زمیندار، تعلقہ دار سرکاری نوکر اور ان کے پٹھلگوئے سبھی شامل ہیں۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ ابھی بہت دن نہیں ہوئے مزدور دل کا پرابلیہ تھا۔ اب کنزرویٹو دل کا پرابلیہ ہے۔ وہی برٹین کی دشا بھارت میں ہے۔ مزدور دل پھر شکتی پانے کے لیے تیاریاں کر رہا ہے اور آوشیہ[6] ہی ایک دن اسے ادھکار ملے گا۔ کانگریس کو بھی شکشا، پرچار اور سنگٹھن دوارا جنتا میں جاگرتی پیدا کرنا ہے، کیونکہ سوراجیہ پراپتی کا اس کے سوا دوسرا سادھن نہیں ہے۔ اس اوسر پر کرودھ یا آویش میں آ کر راشٹر کے ہت[7] کو بھول جانا اچت نہیں ہے۔ بہت سمبھو ہے، یہ نیتی کانگریس کو شاسن ودھان سے الگ رکھنے کے لیے ہی اختیار کی گئی ہو۔ ہم اپنے نیتاؤں سے اور مہاتما جی سے انورودھ[8] کرتے ہیں کہ وہ آندولن کو اٹھا کر کانگریس سنستھا کو اپیوگتا[9] کی اُور لے جائیں اور راشٹر کو اس طرح تیار کریں کہ اس میں راج نیتک اُنتی کے لیے تیاگ کرنے کی اور اُدیوگ کرنے کی شکتی اُتپن ہو۔ جب تک پرجا چیتنیہ[10] نہ ہو۔ اسے اچھی سے اچھی ویوستھا بھی کوئی لابھ[11] نہیں پہنچا سکتی۔

24 / جولائی 1933

---

1 شرافت 2 جوش 3 قوم کی خدمت 4 شخصی 5 میلانات 6 یقیناً 7 فائدہ 8 اپیل 9 افادیت 10 باشعور 11 فائدہ

آٹھ کروڑ کا خرچ

سائمن کمیشن آیا، اس کی رپورٹ آئی، تین تین گول میز ہوئے، متادھکار کمیشن آیا پھر سلیکٹ کمیٹی آئی اور خدا جانے ابھی کیا کیا آنا باقی ہے۔ اب سر مالکم ہیلی نے سلیکٹ کمیٹی کے رو برو اپنا بیان دیتے ہوئے فرمایا ہے، کہ اس دیوستھا سے سرکار پر آٹھ کروڑ کا بوجھ اور پڑ جائے گا اور مزے کی بات یہ ہے کہ نئے نئے صوبوں کے بنانے سے ہی یہ خرچ بڑھے گا۔ مثلاً دو ڈھائی کروڑ تو برما کو الگ کرنے ہی میں خرچ ہوں گے۔ سندھ بھی اتنا ہی لے گا۔ 1920 میں جو سدھار ہوئے اس میں کروڑوں روپے کا خرچ بڑھ گیا، پرجا کی حالت جیوں کی تیوں ہے۔ اب آٹھ کروڑ کا خرچ ہوگا۔ ہونے دو۔ پرجا سے دس بیس کروڑ وصول کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ پانچ سو آمدنی پر ٹیکس لگا دیجیے، ریل کے کرائے میں ایک پائی فی میل بڑھا دیجیے، اول دوئم درجے میں نہیں...... ڈاک خانہ کو بھی ذرا اور نتھو لیے پوسٹ کارڈ ایک آنے کا اور لفافہ دو آنے کا کر دیا جائے تو کوئی برائی نہ ہوگی۔ اس طرح آٹھ کروڑ کی جگہ شاید 16 کروڑ ہاتھ آ جائے۔ جنھیں خط لکھنا ہے، وہ جھک مار کر لکھیں گے، جنھیں تار دینا ہے، وہ جھک مار کر تار دیں گے، جنھیں ریل پر جانا ہے، وہ جھک مار کر جائیں گے، اپنے بال بچوں کے پالن کے لیے دھنو پارجن تو لوگ کریں گے ہی۔ ٹیکس کا کشیتر ذرا اور بڑھا دو، روپے ہی روپے نظر آ دیں گے۔ یہی تو ہوگا، لوگ کہیں گے بڑا خراب زمانہ آ گیا ہے، بڑی گرانی ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے زندگی پار لگے گی۔ بکنے دیجیے آپ کو ان بیکار کی باتوں سے کیا مطلب۔ آپ کو اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے۔ ہاں آمدنی کی ایک دوسری صورت یہ ہے کہ شادیوں پر ٹیکس لگا دیجیے، حسب حیثیت اور موت پر بھی جائداد کے پرتے سے۔ جہاں جن مت کی پرواہ نہیں ہے، جہاں کا جن مت اپنگ ہے، وہاں جتنے ٹیکس چاہے لیجیے کون پوچھتا ہے۔

24/جولائی 1933

آنے والا ودھان اور منسٹر

جو ودھان آنے والا ہے، کب آئے گا اس میں کوئی بحث نہیں، اس کی مکھیہ وستو[1] منسٹر ہوں گے، سب کچھ منسٹروں پر ہی نربھر[2] ہوگا۔ اگر منسٹر بہومت رکھنے والے دل کا نیتا ہوگا اور انیہ منسٹر اس کی رائے سے چنے جائیں گے تب تو ویوستھا[3] سنتوش جنک ہوگی۔ اس کے وپریت اگر منسٹر کو گورنر اپنی اچھا سے چنے گا اور اپنی اچھا سے انھیں پد چیت[4] بھی کر دے گا تب ویوستھا کیول دھوکے کی ٹٹی ہے۔ سلیکٹ کمیٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے سر سیموئل ہور نے نشچت روپ[5] سے اس وشے[6] میں اپنا کیا مت پرکٹ کیا، یہ تو ابھی ٹھیک نہیں کہا جا سکتا پر رپورٹروں دوارا جو خبریں آئی ہیں، اس سے یہی ودت[7] ہوتا ہے کہ گورنر ہی منسٹروں کو اپنی اچھا سے چنے گا اور یدی وہ اس کی اچھا نوسار[8] کام نہ کریں گے تو انھیں وہ الگ بھی کر دے گا۔ اس رپورٹ نے ورتمان منسٹروں کو بہت آشنکت کر دیا۔ سنیوگ[9] سے انھیں دنوں سبھی پرانتوں کے منسٹر شملہ میں وچار ونمے[10] کے لیے جمع تھے۔ ان لوگوں نے وائسرائے کے پاس جا کر اپنی شنکا پرکٹ کی اور گورنمنٹ کو ایک کمیونیک نکال کر جنتا کو آشواسن[11] دینا پڑا کہ سر سیموئل ہور کا یہ آشیہ[12] نہیں تھا۔ اگر واستو میں سر سیموئل ہور کے بیان کا یہ آشیہ نہیں تھا، تب تو ٹھیک ہے، لیکن یدی گورنر آج کل کے منسٹروں کی طرح نئے ودھان[13] میں بھی منسٹروں پر نینترن[14] رکھے گا تو اس نئے ودھان کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی۔ اس سے تو کہیں اچھا ہے کہ گورنر سویم اپنے سیکریٹریوں کی سہایتا سے سبھی کاموں کا سمپادن[15] کرے۔ جب آنے والے منسٹر بھی ''ہز ماسٹرس وائس'' کی بھانتی[16] گورنر کے شبدوں کو دہرائیں گے تو ویرتھ[17] میں جنتا کے سر پر نئے خرچ کا بوجھ لادنے کی کیا ضرورت ہے۔

24 جولائی 1933

---

1 خاص چیز 2 منحصر 3 نظام 4 عہدہ معزول 5 فیصلہ کن انداز 6 بارے 7 ظاہر 8 مرضی کے مطابق 9 اتفاق 10 تبادلۂ خیال 11 اطمینان 12 مطلب 13 قانون 14 قابو 15 اہتمام 16 طرح 17 بیکار

بھاوی کاریہ کرم کے لیے

ایک پرستاؤ

شری سمپورنا نند جی بھارت کے پرکھ[1] راشٹریہ نیتاؤں میں ہیں۔ آپ نے اپنے لیکھ میں پونا سمیلن کے وشے میں جو وچار پرکٹ[2] کیے ہیں اور راشٹریہ سنگرام میں بھاوی کاریہ کرم میں جس پریورتن[3] کی ضرورت بتلائی ہے وہ سروتھا وچارنیہ[4] ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ وہی وچار ہے، جو اس سمے پرتیک وچاروان منشیہ کے من میں اٹھ رہے ہیں اور اپنے ان وچاروں کو راشٹر کے سامنے رکھ کر جن مت ہی کو نربھیکتا[5] سے ویکت[6] کیا ہے، جیسا آپ نے کہا 'وائٹ پیپر' کے آدھار پر تو سرکار سے کسی طرح کا سمجھوتہ[7] ہو ہی نہیں سکتا، ہاں ہمیں اپنے کاریہ پدھتی[8] کو کچھ اس طرح بدلنا پڑے گا کہ وہ جہاں جنتا کی راشٹر بھاؤنا کو پرگتی شیل[9] رکھے، وہاں گورنمنٹ کو بھی جن مت کا سمان کرنے کے لیے بادھیہ[10] کر سکے۔

اب تک ہم نے اپنے اسنتوش[11] کو ویاکھیانوں، جلوسوں اور اُوگیا ڈواراہی پرکٹ کیا ہے۔ ہمارے نجی گھریلو، آنترک جیون[12] سے کوئی سمبندھ[13] نہ تھا۔ مانو یہ اسنتوش کیول دکھانے کی وستو ہے، ہمارا آنترک جیون اس سے بالکل اَکشنّ ہے۔ ہمارے راج نیتک[14] اور واستوک[15] جیون میں مانو کوئی دیوار، کھنچی ہوئی ہے۔ ہمارے شادی وواہ، میلے تماشے، اُتسو پرو[16] یتھوچت[17] ہوتے رہتے ہیں۔ دیوالی میں دیپک جلتے ہیں اور جو ہوتا ہے،

---

1 مخصوص 2 ظاہر 3 تبدیلی 4 قابل غور 5 بے خوفی 6 ظاہر 7 فیصلہ 8 طریقۂ کار 9 ترقی پذیر 10 مجبور 11 غیر اطمینانی 12 گھریلو زندگی 13 تعلق 14 سیاسی 15 حقیقی 16 جشن تقریب 17 حسب معمول

ہولی میں گلال اڑتی ہے اور پکوان پکتے ہیں اسی طرح پر ای: سبھی اُتسو اسی ہرش[1] اور اتساہ سے منائے جاتے ہیں۔ مانو ہمیں کوئی چنتا، کوئی کلیش نہیں ہے۔ ماگھ میں اسی شردھا[2] سے جنتا اسنان کرنے آتی ہے، شادیوں میں اسی سماروہ[3] سے آتش بازیاں چھوٹتی ہیں اور پھلواریاں لٹتی ہیں، جس راشٹر کے۔ تھارتھ[4] جیون میں راج نیتک اکشمتا[5] تا گون[؟] امتحان[6] رکھتی ہو، اس کے وشے[7] میں کہا جا سکتا ہے، کہ ابھی راج نیتی[8] کیول[9] اس کے ہونٹوں تک ہے نیچے نہیں اترنے پائی۔ اگر راشٹر وکل[10] ہے، اگر اسے سوراجیہ کی لگن ہے، اگر اسے غلامی اکھرتی ہے تو اس کی وکلتا[11] کو اس کی لگن کو اس کی اُکھر کو اس کے نتیہ دینک میں ویکت ہونا چاہیے۔ جو پرادھینتا کے اپمان[12] اور ادھوگتی[13] کو شربت کی بھانتی پی کر مست گھومتا ہے، جو اپنی اور اپنے راشٹر کی درگتی سے کیول اتنی ہی دیر تک و۔تھت[14] ہوتا ہے، جتنی دیر وہ کسی سبھا میں بیٹھا ہوتا ہے۔ اس میں آزادی کی سچی پیاس ابھی جاگی ہی نہیں۔ راشٹر میں آزادی کی یہی پیاس جگنی ہوگی۔ جب ہم آزادی کو سنسار کی سب سے پیاری وستو سمجھنے لگیں، جب اس کے لیے ہم نرنتر سادھنا[15] کریں گے، جب اس کے لیے ہمارے من میں پرچنڈ[16] سنکلپ[17] ہوگا، جب ہم اپنے چھوٹے چھوٹے ہرش[18] اور وشاد[19] کو بھول جائیں گے جب وہ کامنا اتنی بلوتی ہو جائے گی تبھی ہمیں اس کے درشن ہوں گے۔ یہاں چھپ کر کوئی کام کر کے اپنی آتما کو دربل بنانے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں کوئی اتسو منانے کے لیے مجبور نہیں کر سکتا۔ جب یہ بھاؤ اندر جاگ اٹھے گا تو مجبوری کا پرشن ہی نہ رہے گا۔ ہمیں سَیم اپنی پرستھتی اتنی چبھنے لگے گی کہ اتسو اور میلے ہمیں ہلکے معلوم ہونے لگیں گے۔ جو راشٹر پیروں کے نیچے پڑا ہو، اسے تو دیوتاؤں کے درشن کرتے بھی شرم آنی چاہیے۔ وہ اپنی ایوگیتا[20] کا کلنک مکھ میں لگائے دیوتاؤں کے سامنے آکر کیا کبھی ان کا آشیرواد پا سکتا ہے؟ اس کی پوجا بھینٹ دیوتاؤں کو سویکار[21] بھی ہوگی؟

31/جولائی 1933

---

1 خوشی 2 عقیدت 3 دھوم دھام 4 اصل 5 مجبوری 6 بہت کم جگہ 7 بارے 8 سیاست 9 صرف 10 بے چین 11 بے چینی 12 بے عزتی 13 تباہی 14 غمزدہ 15 ریاضت 16 پختہ 17 ارادہ 18 خوشی 19 غم 20 نااہلیت 21 قبول

ہمیں ایسا سدھار نہیں چاہیے

ابھی 24 رجولائی کو شملہ میں پنجاب کونسل کی بیٹھک کے سے ایک گشتی چٹھی کا خوب مذاق اڑایا گیا جو کسی ویکتی نے سارے ممبروں اور پدادھکاریوں[1] کے نام بھیجی تھی۔ پتر کے لیکھک نے اپنے کو ''انگریزی راجیہ کا شبھچھ اور بھارت کا سچا ہتیشی[2]'' لکھا ہے۔ اس کا یہ دعوا سویکار کیا جائے یا نہ کیا جائے پر ہم تو سمجھتے ہیں کہ اس پتر کا مذاق اڑانا سچے جن مت[3] کا مذاق اڑانا ہے۔ یہی منووچار ادھکانش[4] جنتا کے ہیں اور اس میں ہنسی کی اتنی بات نہیں جتنی وچار[5] کرنے کی بات ہے۔ پورا پتر تو بہت لمبا ہے اور ہمارے پاس اتنا استھان نہیں ہے کہ ہم سب کا سب نقل کر سکیں، پر ہم اس کے کچھ انشوں کو نقل کر کے پاٹھکوں کے سامنے رکھ دینا چاہتے ہیں۔

''شملہ میں شیگھر ہی کونسل کی خرچیلی بیٹھک ہوگی، پر اس سے دیش کو کیا لابھ ہوگا؟ دائتوہین[6] ممبران کچھ پرستاؤ پاس کریں گے اور سرکاری نوکروں پر کچھ آکشیپ[7] کیے جائیں گے۔ میں پوچھتا ہوں آپ لوگوں نے اب تک سوائے موٹے موٹے ویتن پھٹکارنے کے اور کون سا میدان مارا ہے جن لوگوں کو منسٹری مل گئی ہے، ایسے ویتن پر جو بھارت میں اکھوت پورو ہے، انھیں کی چاندی ہے۔ ان منسٹروں نے جو پانچ ہزار روپے مہینہ پاتے ہیں اور ان کونسلوں نے اب تک کیا کام کیا ہے؟ یہ منسٹر اور کونسل کے سبھاپتی روزانہ کتنے گھنٹے کام کرتے ہیں؟ کلکٹروں اور کمشنروں کی کوئی بات بھی نہیں پوچھتا، حالانکہ ان غریبوں کو دس گھنٹے روز کام کرنا پڑتا ہے اور اب نئے کاونسلر بننے والے ہیں۔ ان کے شاسن کا خرچ بڑھ جانے سے دیش کا اور کون اپکار ہوگا''؟

---

1 عہدے داروں 2 خیر خواہ 3 رائے عامہ 4 زیادہ تر 5 غور 6 غیر ذمہ دار 7 اعتراض

اس کے بعد لیکھک کے جن مت پر دھان شاسن کی نندا کی ہے اور انگریزی افسروں کا پرشنسا کا گیت گایا ہے۔ پتر کا یہی بھاگ ایسا ہے جس نے اس کے مولیہ کو کوڑی کے برابر بھی نہیں رکھا اس انش کو ویرتھ سمجھ کر ہم چھوڑ دیتے ہیں۔ آگے چل کر وہ لکھتا ہے ''ہمیں موٹے موٹے ویتنوں پر تین یا چار منسٹروں یا کونسل کے سبھاپتی کی ضرورت نہیں ہے جو سال میں کیول سو گھنٹے کے لیے آ بیٹھتے ہیں۔ کیا یہ راشٹر کے دھن کا اپویہ [1] نہیں ہے؟ کتنے ہی چپر کناتی بڑے آدمی بن گئے ہیں اور برٹش لوگ تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ وہ اصلی حالت جانتے ہیں۔ اور اس سمے کا انتظار کر رہے ہیں، جب آپ ہاتھ باندھے ہوئے ان کے سامنے جائیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں اراجکتا سے بچائیے۔ آپ کے لیے سب سے اچھا مارگ یہ ہے کہ کونسلوں کو بھی میونسپل اور ضلع بورڈ کی طرح چوپٹ نہ کیجیے۔''

اس میں تو کوئی سند یہہ نہیں کہ اس پتر کا لیکھک اسی ڈھنگ کے جی حضوروں میں ہے، جو نس باسر شری مانو کے بنگلوں کا چکر لگایا کرتے ہیں، پر جہاں تک اس نے کونسلوں کی نرتھکتا اور خرچیلے پن کا الیکھ کیا ہے اس نے جن مت کو پرکٹ کیا ہے۔ نئے کونسلوں سے اس کے ممبروں اور پدادھکاریوں کو اوشیہ [2] لابھ ہوا اور اس دھن کا کچھ انش [3] جو فوج اور سولیئیوں پر خرچ ہو جاتا، دس پانچ شکشت [4] منشیوں [5] کے ہاتھ لگ گیا ہے، پر جنتا آج بھی وہیں ہے جہاں پہلے تھی۔ سرکار نے ''ڈیموکریسی'' کو جس روپ میں بھارت میں پرچلت [6] کیا ہے وہ اس کا نہایت وکرت [7] روپ ہے۔ واستو [8] میں وہ ڈیموکریسی ہی نہیں۔

31/جولائی 1933

---

1 بے جا صرف 2 ضرورت 3 حصہ 4 تعلیم یافتہ 5 لوگوں 6 رائج 7 بگڑی 8 حقیقت

بھوشیہ

مہاتما گاندھی کو سرکار نے گرفتار کر لیا۔ یہ پہلے ہی معلوم تھا، ہمیں کوئی آشچریہ[1] نہیں ہوا۔ آشچریہ ہوتا، اگر اس کے وِپریت[2] کوئی بات ہوتی۔ دکھ آوشیہ ہوا، پر دکھ سہنے کے تو ہم عادی ہیں۔ پربھتا[3] سدیو[4] نرنکش[5] ہوتی ہے اس سے سادھوتا کی آشا رکھنا ہی بھول ہے۔ مہاتما گاندھی دیوتا ہیں۔ سارا بھارت ان کی پوجا کرتا ہے۔ اس سے سرکار کا کوئی پریوجن[6] نہیں۔ اس کی درشٹی[7] میں تو مہاتما گاندھی اسی یوگیہ[8] ہیں کہ جیل میں بند رکھے جائیں۔ بھارت کی اسنکھیہ[9] جنتا کا اس کاریہ سے کتنا اپمان ہوا ہے، اس کی اسے کوئی پرواہ نہیں، لیکن پرشن یہ ہے کہ اب کانگریس کیا کرے گی۔ یدیپی[10] شری یُت اپنے نے کانگریس کو توڑ دیا ہے، پر وہ ابھی ٹوٹی نہیں ہے۔ اس کا اَستِتو[11] تو تبھی مٹے گا، جب دیش میں دردر[12] جنتا کی حمایت کرنے والی منوورتی[13] کا انت[14] ہو جائے گا، جو اسمبھو[15] ہے۔ پرشن یہ ہے کہ کانگریس اب کیا کرے گی۔ ویکتک ستیہ گرہ کا کاریہ کرم راشٹر کو سویکار نہیں ہے۔ سمبھو ہے اسے پورݨ روپ[16] سے دیوہار[17] میں لایا جا سکے، تو راشٹر کو اس کے دُوارا سوراجیہ پراپت ہو سکے۔ پر یہ تو اسی طرح ہے کہ روگی کی دیہہ میں رکت بڑھ جائے تو وہ اوشیہ اچھا ہو جائے گا۔ کسی کام کی سپھلتا کے لیے اسمبھو شرط لگا دینے سے ہم سدھی[18] کے نکٹ[19] نہیں پہنچتے۔ کسی پروگرام کو اس کی دیوہارکتا کے آدھار[20] پر ہی جانچنا اچت ہے۔ جس دن دیش میں ایسے آدمی بڑی سنکھیا میں نکل آئیں

---

1 حیرت 2 برخلاف 3 اقتدار 4 ہمیشہ 5 مطلق العنان 6 مقصد 7 نظر 8 قابل 9 لاتعداد 10 اگرچہ 11 وجود 12 مفلس

13 میلان 14 خاتمہ 15 ناممکن 16 عملی طور پر 17 عمل 18 کامیابی 19 قریب 20 بنیاد

گے، جو اپنا سروسو[1] سوراجیہ کے لیے تیاگنے کو لیے تیار ہو جائیں، اس دن تو آپ ہی آپ سوراجیہ ہو جائے گا، لیکن ایسا ہو سکے گا، اس میں سندیہہ ہے۔ ایسی دشا میں ستیہ گرہی نیتی سے ہمیں اپنے اُدیشیہ[2] پراپتی[3] کی آشا نہیں۔ ستیہ گرہ کر کے سرکار پر دباؤ ڈالنے کی سمبھاونا[4] اب اتنی بھی نہیں رہی، جتنی دو سال پہلے تھی۔ یہ معلوم ہو گیا کہ سرکار کو اگر ویاپار اور شاسن ان دونوں میں ایک کو لینا پڑے، تو وہ شاسن کو ہی لے گی۔ ویاپار تو کسی نہ کسی روپ میں شاسن سے سمبندھ کیا جا سکتا ہے۔ اب دیوسائی راشٹروں کو بھی معلوم ہونے لگا ہے کہ مال کی کھپت کا کشیتر دن دن سنکچت[5] ہوتا جا رہا ہے اور اب وہ سمے دور نہیں ہے، جب اس کے مال کی انیہ دیشوں میں مانگ نہیں رہے گی۔ سبھی راشٹر اپنی اپنی ضرورت کی چیزیں خود بنا لیا کریں گے۔ پھر جب دیش میں بھن بھن[6] وچاروں کے لوگ موجود ہیں، جو ودیشی مال کا ویاپار کسی طرح نہیں چھوڑنا چاہتے اور انھیں اسے چھوڑنے کے لیے مجبور کرنے میں بھیشن ایدروکا بھے ہے، تو پکیٹنگ سے کسی وشیس اپکار کی سمبھاونا نہیں رہی۔ کر بندی تو محض خیالی پلاؤ ہے۔ جو بڑے بڑے دھنوان ہیں، وہ کروں کو روکنے کا ساہس نہیں کر سکتے۔ اس کا بھار کسانوں پر رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح جیسے رُوش پرکٹ[7] کرنے کا بھار سولہوں آنہ دوکانداروں پر رہ گیا ہے۔

پر کیا کاشتکار کو اپنی دو چار بیگھے زمین، اپنے جھونپڑے، اپنے بوڑھے بیل سے کم موہ[8] ہوتا ہے؟ کر بندی کا سارا بھار اس کے اوپر ڈال کر اس کے ساتھ انیائے کیا جاتا ہے۔ اس میں سندیہہ نہیں، کہ سوراجیہ کے اُدیشیوں میں کسانوں کے اُدّھار[9] ہی کی پردھانتا ہے، پر سورگ کے لیے سنسار کا تیاگ کرنے والوں کی سنکھیا[10] کبھی بہت زیادہ نہیں ہو سکتی اور کسی قانون کو کیول اس لیے توڑنا کہ اس سے سرکار کی نیتی[11] میں پری ورتن[12] کیا جا سکے، سیدھے راستے کو چھوڑ کر ٹیڑھے راستے سے جانا ہے۔

تو ہمارے لیے کیول ویدھ[13] آندولن ہی رہ جاتا ہے۔ کہا جائے گا، کہ ویدھ آندولن سے ہم نے پچھلے پچاس سال میں کیا پا لیا جو اب اس سے کچھ آشا کی جا سکے؟ یہ ٹھیک ہے، کہ ہم نے ابھی تک یتھارتھ[14] میں کچھ نہیں پایا، یدیپی[15] دکھاوے میں بہت کچھ پایا۔ اس کا کارن ویدھ

---

1 سب کچھ 2 مقصد 3 حصول 4 امید 5 محدود 6 طرح طرح 7 ظاہر 8 پیار 9 رہائی 10 تعداد 11 طرزِ عمل
12 تبدیلی 13 باضابطہ 14 حقیقت 15 اگرچہ

آندولن کی کمزوری نہیں بلکہ ہمارے راج نیتک کاریہ کرم[1] کی جنتا کے پرتی اداسینتا تھی۔ جن مت[2] کو اپنے ساتھ لے چلنے کی نیتی اسہوگ آندولن کے پہلے کبھی برتی ہی نہیں گئی۔ تب تو راج نیتی کیول ونود[3] اور ویکتیوں کے وگیاپن[4] کی وستو تھی۔ اس کا سمبندھ[5] کیول نگر کے تھوڑے سے کشل اور مہتوا کانکشی[6] ناگرکوں سے تھا۔ ایسے نربل[7] آندولن کا پھل اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا کہ نیتاؤں کو راج پد مل گئے، کچھ ممبریاں مل گئیں، کچھ ادھکار مل گئے۔ مانو جنتا کو لوٹنے میں سرکار نے انھیں بھی اپنا ساتھی بنالیا۔ وہ بھی اس نردیتا سے لمبی لمبی رقمیں ویتن یا فیس کے روپ میں جیب میں بھرنے لگے، اسے تو راج نیتک آندولن کہنا ہی ویرتھ[8] ہے۔ ہمارے پر بھاؤ شالی نیتا تھوڑے سوارتھ کو تیاگ کر راشٹر کا بہت سارا اپکار کر سکتے تھے اور وہ آج بھی کیا جا سکتا ہے۔ راشٹر میں بنا اچھی جاگرتی اور درڑھ[9] سنگٹھن[10] پیدا کیے ہم استھائی راجنیتک انتی[11] نہیں کر سکتے۔ ہمیں ایسے دیش بھکتوں کی ضرورت ہے جو راشٹر نرمان کاریہ[12] میں اسی تمیتا سے اتساہ[13] اور تیاگ[14] سے لپٹ جائیں جس سے وہ ستیہ گرہ میں لپٹے تھے۔ ایسے پرکھ نیتاؤں کی کانگریس کی بدولت کمی نہیں ہے، جو راشٹر کو آنے والی ویوستھا سے ادھک سے ادھک لابھ اٹھانے کے لیے تیار کر سکتے ہیں۔ کانگریس کے پاس سنگٹھن ہے، پربھاؤ[15] ہے، لوک سیوا کی دُھن ہے، تیاگ کی بھاؤنا[16] ہے۔ وہ اگر ستیہ گرہ آندولن کو اٹھا کر اس نئے کاریہ کرم پر کٹی بدھ[17] ہو جائے تو ہمیں وشواس[18] ہے کہ وہ راشٹر کا بہت بڑا اپکار[19] کر سکے گی۔

کانگریس کے پاس راشٹر نرمان کا یہ پروگرام موجود ہے۔ اگر ستیہ گرہ آندولن نہ چھڑ گیا ہوتا، تو کانگریس نے اس پروگرام پر عمل کیا ہوتا۔ اب کی بار پونا سمیلن میں بھی نرمان کاریہ کا مہتو[20] بتایا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کام ستیہ گرہ سے کسی انش میں بھی کم مہتو نہیں رکھتا۔ ستیہ گرہ کو یدھ[21] کی اپادھی[22] دے کر من میں ایک پرکار کی ویرتا[23] کے گرد کو جو اُتیجنا ملتی ہے وہ یہاں نہیں ہے، پر ستیہ گرہ اسی طرح یدھ نہیں ہے جس طرح عدالت کی مقدمے بازی یدھ نہیں ہے یا بالک کا گھر سے روٹھنا یدھ نہیں ہے۔ اہنسا اور یدھ دونوں پرسپر[1] ورودھی[2] چیزیں ہیں اور یہ اہنسا بھی نہیں ہے

---

1 پروگرام 2 رائے عامہ 3 تفریح 4 اشتہار 5 سلسلہ 6 اونچی خواہشات کا خواہاں 7 کمزور 8 بیکار 9 مضبوط 10 تنظیم 11 ترقی 12 تعمیری کام 13 جوش 14 قربانی 15 اثر 16 جذبہ 17 کمربستہ 18 یقین 19 احسان 20 اہمیت 21 جنگ 22 خطاب 23 بہادری

، کیونکہ اہنسا کا کیول کاریہ سے نہیں، من[3] اور وچن[4] سے بھی اتنا ہی سمبندھ[5] ہے۔ اس درشٹی سے تو مہاتما جی کے سوا شاید کوئی کانگریس ویکتی بھی اہنسا کا پالن نہیں کر سکا۔ اَدھک سے ادھک وہ ایک نیتی کہی جا سکتی ہے، جس کا ہم اپنی اسمرتھتا کے کارن پالن کر رہے ہیں۔ یہ اپنے کو دھوکا دینے کے سوا اور کیا ہے۔ ہم کانگریسی نیتاؤں سے بڑے وِنمر[6] بھاؤ سے پرارتھنا[7] کرتے ہیں، کہ انھیں اپنے تیاگ اور نربھیکتا[8] سے جنتا میں جو وشواس اور شردھا[9] اتپن[10] کر دی ہے، اسے نرمان کاریہ سے اور ایسا وِرڑھ[11] کریں کہ اگلے چناؤ میں ان کا بہومت ہو جائے۔ اور گورنمنٹ کو ان کا سہیوگ پراپت کیے بنا ایک پگ رکھنا بھی اسمبھو ہو جائے۔ نسندیہہ[12] اس ویوستھا[13] میں واستوک[14] ادھکار[15] گورنر اور وائسرائے کے ہاتھوں میں دیے گئے ہیں۔ لیکن کوئی وائسرائے یا گورنر لگاتار ویوستھاپک[16] سبھا کے بہومت کی اُپیکشا[17] نہیں کر سکتا۔ انگریزی ویاپار اور نوکر شاہی کے ادھکاروں پر جب کبھی دھکا لگے گا، وائسرائے یا گورنر بہومت کو ٹھکرا دیں گے، لیکن ہماری دھارنا[18] ہے کہ ایسے اوسروں پر گورنمنٹ کوٹ نیتی سے کام لے گی اور یدی ہمارے پرتی ندھی[19] وِرڑھتا اور نربھیکتا کا پریچے[20] دیں گے، تو گورنمنٹ کو ان کا آدیش سویکار کرنا پڑے گا۔ سنگٹھت[21] بہومت کے سامنے نرنکشتا[22] سال دو سال ٹک جائے، زیادہ نہیں ٹک سکتی۔

7/اگست۔ 1933

---

1 ایک دوسرے کی 2 مخالف 3 دل 4 قول 5 تعلق 6 عاجزانہ 7 درخواست 8 بے خوفی 9 عقیدت 10 پیدا 11 مضبوط 12 بلاشبہ 13 نظام 14 اسی 15 حقوق 16 انتظامیہ مجلس 17 بے اعتنائی 18 مانا 19 نمائندہ 20 تعارف 21 یکجا 22 مطلق العنانیت

سرحد پر بم بازی

سرحد پر بم بازی شروع ہوگئی۔ کچھ فوجی تیاریاں بھی ہورہی ہیں بجوری قبیلے اور خار کے خان پرنشانے چل رہے ہیں۔ خان کا ارادہ[1] یہ ہے کہ انھوں نے افغانستان کے تین ودروہیوں[2] کو اپنے علاقے میں شرن[3] دے رکھی ہے۔ خاں کہتے ہیں کہ تینوں ان کے علاقے سے بھاگ گئے، اب کوئی بھی ان کے یہاں نہیں ہے، لیکن ان کی بات پر وشواس[4] نہیں کیا جارہا ہے اور خان کو انگریزی ہوائی طاقت کا ثبوت دیا جارہا ہے۔ جنیوا میں شستر نی ینترن[5] کے وشے[6] میں یہ پرستاؤ[7] کیا تھا کہ کسی دیش کی آبادی پر ہوا سے بم نہ گرائے جاویں انگریزی سرکار نے سرحدی پرانت[8] میں پولس کا کام کرنے کے لیے ہوائی جہازوں کی ضرورت بتا کر اس پرستاؤ میں سنشودھن[9] کیا تھا۔ جن راشٹروں سے یہ بھے[10] ہے کہ یدی ان کے نگروں اور شانت جنتا پر بم گرائے گئے، تو وہ اس کا دنداں شکن جواب دینے کا سامرتھیہ[11] رکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ تو ضرور اس طرح کا سمجھوتہ کر لینا آوشیک[12] ہے، پر جن سے اس طرح کا کوئی کھٹکا نہیں ہے ان پر گولے گرانے میں کون سا وچار بادھک[13] ہوسکتا ہے۔ اور کیول اس اپرادھ[14] کے لیے کہ خان نے افغانستان کے ودروہیوں کو اپنے یہاں چھپا رکھا ہے۔ ایک طرف تو خان کی شرناگت[15] کے پرتی یہ شوریہ پورن[16] سجنتا[17] ہے، دوسری اور برٹش بربرتا ہے، جو اس مانوتا[18] کے نیم[19] کا پرمپراگت[20] پالن کرنے کے لیے بم گرانا آوشیک[21] سمجھتی ہے۔ اور 'ٹائمس' خوش ہے کہ بجاریوں کو برٹش شستروں کے نوین اوشکار کا مزہ مل جائے گا۔ اور وہ پھر ایسی شرارت نہ کریں گے، لیکن خدانخواستہ کوئی شترو لندن پر گولہ باری کرنے لگے، تو پھر دیکھیے، اس کا مزہ کیسا ملتا ہے، اور ایک بار تھوڑا سا مل بھی چکا ہے۔

7/اگست 1933

---

1 جرم 2 باغیوں 3 پناہ 4 یقین 5 اسلحائی کنٹرول 6 بارے 7 قرارداد 8 صوبہ 9 تبدیلی 10 ڈر 11 قوت 12 ضروری 13 رکاوٹی 14 جرم 15 پناہ گزیں 16 بہادرانہ 17 شرافت 18 انسانیت 19 اصول 20 روایت کے مطابق 21 ضروری

میں راجنیتی کو تلانجلی دیتا ہوں

یہ ہیں وہ شبدھ، جو شویت پتر[1] کے جھمیلے سے عاجز آکر سر سپرو نے انگلینڈ سے چلتے سے کہے۔ آپ نے آج تین سال سے بھاوی[2] ویوستھا[3] کے آپتی جنک[4] پرتی بندھوں[5] کے ہٹانے اور بھارت کا جنم سدھ[6] ادھکار[7] دلانے میں اپنے سدھانتوں[8] اور آدرشوں[9] کے انوسار[10]۔ جس تیاگ اور لگن اور ایکا گرتا[11] سے ان ورت[12] پرشرم[13] کیا ہے، اس کی تعریف نہیں کی جا سکتی، لیکن آپ کا دھیر یہ بھی آخر ٹوٹ ہی گیا۔ آپ کو بھی وشواس ہو گیا کہ انگلینڈ اس سے کوئی ترک اور نیائے سننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ ان تینوں گول میزوں اور کمیشنوں اور کمیٹیوں کا انت کیا ہونے جا رہا ہے، یہ سب ان سے بھی چھپا نہ رہ سکا۔ جس سمسیا[14] کو سر تیج بہادر سا دور درشی[15] اور ہر ایک پہلو پر وچار کرنے والا، سرکار کے درشٹی کون[16] کو اودار من[17] سے بجھنے کی چیشٹا کرنے والا، اور چھما شکتی[18] سمجھوتے کی کوئی صورت نکالنے والا منشیہ نہ حل کر سکا، وہ راشٹر کے لیے کتنی اپیوگی[19] ہو گی؟ سر تیج بہادر اونچے سے اونچے راج پد پر رہ چکے ہیں، انگریز افسروں کے منو بھاؤ اور ویوہاروں کا انھیں پورا انوبھو[20] ہے۔ بہت سی باتوں میں ان کے وچار جنتا سے نہ مل کر نوکر شاہی سے ملتے ہیں، یہاں تک کہ جنتا راجنیتک معاملے میں ان کی وکالت پر وشواس نہ کرے گی۔ جو ویوستھا ایسے منشیہ کو سنتشٹ[21] نہ کر سکی، وہ کسے سنتشٹ کرے گی۔ ہمارے خیال میں سر تیج نے 'فیڈریشن' کو اتنا مہتو نہ دیا ہوتا، اور 'فیڈریشن' کو نئی ویوستھا کی کنجی نہ سمجھا ہوتا، تو سدھار کی اسکیم اتنی کھٹائی میں نہ پڑتی۔ اب تو ایسا گیات ہو رہا ہے کہ کچھ بھی ہونے والا نہیں ہے۔

7/اگست 1933

---

1 قرطاس ابیض 2 آمدہ 3 نظام 4 قابل اعتراض 5 پابندیوں 6 پیدائشی حق 7 حاصل 8 اصولوں 9 نمونوں 10 مطابق 11 یکسوئی 12 محو 13 محنت 14 مسئلہ 15 دوراندیش 16 نظریہ 17 وسیع القلب 18 جست طاقت 19 فائدہ مند 20 احساس 21 مطمئن

میرٹھ کے مقدمے کا فیصلہ

ساڑھے چار سال پہلے جب میرٹھ میں سازش کا مقدمہ چلایا گیا تھا، تو پولس نے اتنا شورغل مچایا، اتنی دھوم دھام سے تیاریاں ہوئیں، اتنی شہادتیں جمع کی گئیں، اتنے روپے خرچ کیے گئے کہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ سازش دنیا کا تختہ الٹ دینا چاہتی تھی اور پولس نے سراغ لگا کر ایسا تیر مارا ہے کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں کو آکر ان کی شاگردی کرنی چاہیے۔ جھوٹ موٹھ شہادتیں بڑھا کر مقدمہ کو طول دیا گیا، یہاں تک کہ ساڑھے چار سال کے سے اور سولہ لاکھ روپے کا صفایا ہو گیا۔ سیشن جج نے تو ان ساری تیاریوں کے انوکول سزا دینے میں ہی اپنی نیک نامی سمجھی۔ کئی ملزموں کو کالے پانی تک کی سزا دے ڈالی، جس کا انھیں نیتی کے انوسار کوئی ادھیکار نہ تھا۔ پر، ہائی کورٹ کی اپیل سے جو فیصلہ ہوا ہے، اس نے گورنمنٹ کی آنکھیں کھول دی ہوں گی، اور اسے ثابت ہو گیا ہوگا کہ ابھی یکتوں[1] کا جو کالا دیو بنا کر دکھانے کا پریتن[2] کیا گیا تھا، وہ کتنا نسسار تھا۔ کئی ابھی یکتوں کو ہائی کورٹ نے بالکل بری کر دیا، کچھ کے لیے ساڑھے چار سال کی سزا جو وہ بھگت چکے ہیں وہی کافی سمجھی گئی۔ کیول چار ابھی یکتوں کو دو دو سال جیل میں رہنا پڑے گا۔ شیش[3] سبھی چھوٹ جائیں گے۔ جس اپرادھ[4] کی سزا ہائی کورٹ نے تین سال کافی سمجھی، اس کے لیے کالے پانی کی سزا تجویز کر سیشن جج نے نیائے کو کتنا بھینکر روپ دے دیا تھا! اس سلسلے میں ہم ہائی کورٹ کے فیصلے کے اس انش[5] پر دو چار[6] کرنا آوشیک[7] سمجھتے ہیں، جس میں ججوں نے یہ دکھلایا ہے کہ مجسٹریٹ کے اجلاس میں پورن شہادتوں کا دلانا آوشیک ہی نہیں، آپتی جنک[8] ہے۔ مجسٹریٹ کو کیول اتنی ہی شہادتیں لینا چاہیے، جس سے اسے وشواس ہو جائے کہ مقدمہ سیشن جج کے اجلاس میں بھیجے

1 مجرموں 2 کوشش 3 باقی 4 جرم 5 حصہ 6 خیال 7 ضروری 8 قابل اعتراض

یوگیہ[1] ہے۔ پہلے ڈیڑھ سال تک اس نے ساری شہادتیں لیں، تب مقدمہ سیشن جج میں بھیجا گیا اور وہاں وہ سارا ناٹک پھر سے دہرایا گیا۔ اس میں راشٹر کا دھن جو اَپ ویے[2] ہوا وہ تو ہوا ہی، ملزموں کو کتنا کشٹ[3] اٹھانا پڑا اور ان کی کتنی زندگی خراب ہوئی، اس کا کون انومان[4] کر سکتا ہے۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں، جیسا ہائی کورٹ نے اسپشٹ لکھا ہے، کہ ایک ہی بات کو سدھ[5] کرنے کے لیے سب سے اکاٹیہ پرمان[6] نہ دے کر خوامخواہ ویرتھ[7] کی شہادتیں دلائی جائیں۔ انھیں سب بے قاعدگیوں کے کارن اس مقدمے نے اتنا طول کھینچا، جسے اب سے تین سال پہلے ہی سماپت[8] ہو جانا چاہیے تھا۔ اور اب پولس شہادتوں کی بھرمار کرتی ہے، تو ملزم بھی اپنی صفائی کے لیے ادھک سے ادھک شہادتیں طلب کرتا ہے، جس سے اس پر لگائے ہوئے ابھی یوگ[9] کی ہر ایک بات کاٹی جا سکے۔ مگر یہاں کون پوچھتا ہے، پولس کو کم سے کم سنتوش[10] ہو گیا ہو کہ اس نے اتنے آدمیوں کو ساڑھے چار سال رگڑ ڈالا!

13/اگست 1933

---

1 قابل 2 فضول خرچ 3 تکلیف 4 اندازہ 5 ثابت 6 ثبوت 7 بیکار 8 ختم 9 الزام 10 سکون

جاپان کی ویاپارک سپھلتا کا رہسیہ[1]

سرللو بھائی سامل داس نے جاپان سے لوٹ کر وہاں کے کپڑے کے وشے میں جو رہسیہ بتلائے ہیں، انھوں نے بھارت کے مل مالکوں کی آنکھیں کھول دی ہوں گی اور انھوں نے شرم سے سر جھکا لیا ہوگا۔ اب تک یہ بھرم تھا کہ جاپانی سرکار کپڑے کے ویاپار کی سہایتا کر تی ہے۔ اب یہ معلوم ہوا، کہ یہ کوری گپ ہے۔ اس بھرم کا بھی اس بیان سے نوارن ہو گیا کہ جاپانی مزدوروں کے ساتھ بڑی سختی سے کام لیا جاتا ہے اور انھیں مزدوری بہت کم دی جا تی ہے۔ جاپانی سپھلتا کا رہسیہ ان کے ملوں کے سوپر بندھ[2] اور ان کے مزدوروں کی دکشتا[3] ہے۔ جتنا کام جاپان کی ایک سوکماری یُوتی[4] کر لیتی ہے، اتنا یہاں تین چار مزدور مل کر بھی نہیں کر پاتے۔ مل کے کرمچاریوں، ڈائریکٹروں آدی کے ویتن جاپان میں بھارت سے بہت کم ہیں۔ اسی سوپربندھ کی بدولت جاپان نے ساری دنیا کے ویاپاریوں[5] کا قافیہ تنگ کر رکھا ہے۔ اس کا نوارن کیا جاتا ہے اس کے مال پر محصول بڑھا کر، اس کے مال کا بہشکار[6] کرنے کا پریتن کر کے۔ چاہیے تو تھا کہ ہم اپنی کمزوریوں کو سدھارتے اور اس لوٹ کو کم کرتے جو کرمچاریوں کو راجسی ویتن کے روپ میں خرچ ہوتی ہے، اور مزدوروں کو زیادہ شکشت اور پٹو بنانے کی چیشٹا کرتے، پر یہ کرے کون سستا نسخہ تھا، جاپان کے مال پر پچہتر فی صد کر لگا دینا۔ تب تو لوگ جھک مار کر یہاں کے ملوں کے کپڑے مہنگے داموں خریدیں گے۔ یہاں خریدار جنتا کے ساتھ گھور انیائے[7] ہے۔ یوں کہنا چاہیے کہ ان کا گلا دبا کر ان کی گانٹھ سے پیسہ چھین لینا ہے، مل والوں کی جیب بھرنے کے لیے۔ حالانکہ مل والے یہ بھی سمجھتے ہیں کہ سرکار کی یہ نیتی بھارت کے ہت کے لیے نہیں، لنکا شایر کے ہت کے لیے رچی گئی ہے۔

13 / اگست 1923

---

1 راز 2 اچھا انتظام 3 اہلیت 4 لڑکی 5 تجارتیوں 6 بائیکاٹ 7 ناانصافی

منگیر میں کانگریسی امیدواروں کی وِجے

بہار کے منگیر ضلع بورڈ کے چناؤ میں کانگریسی امیدواروں نے جو شاندار وجے پراپت کی ہے، وہ اس بات کی سوچک[1] ہے کہ یدی کانگریس آنے والے چناؤ میں بھاگ لے، تو اسے کتنی سپھلتا مل سکتی ہے۔ وہاں 28/ممبروں میں 27/کانگریسی امیدوار ہی نرواچت[2] ہوئے۔ مانا منگیر پردھان ہندو ضلع ہے اور بہار میں کانگریس کا پرچار بھی خوب تھا۔ بنگال اور پنجاب میں جہاں ہندوؤں کا بہومت[3] نہیں ہے، شاید ایسی کامیابی نہ ہو، پر مسلمانوں، سکھوں، زمینداروں سبھی سمپردایوں[4] میں کانگریسی موجود ہیں۔ اگر کانگریسی امیدواروں کو ان سمپردایوں میں آدھی جگہیں بھی مل گئیں تو کانگریس کا کیندریہ[5] سبھا میں بہومت ہو جائے گا۔ ابھی کچھ دنوں ریاستی ممبروں پر وشواس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ وہ راجاؤں کے نامزد کیے ہوں گے، پر راشٹریتا میں وہ جادو ہے اور سے اتنا پرگتی شیل[6] ہو رہا ہے کہ آنے والے چند برسوں میں وہ باتیں بھی سمبھو[7] ہو سکتی ہیں، جو آج اسمبھو سمجھی جا رہی ہیں۔

13/اگست 1933

---

1 غماز 2 چنے 3 کثیر الرائے 4 فرقوں 5 مرکزی 6 ترقی پذیر 7 ممکن

کلکتہ کارپوریشن کا پرستاؤ

کارپوریشن نے 27 پکش تھا 14 ممبروں کے وِرُدھ سے اس آشے کا ایک پرستاؤ پاس کیا ہے کہ یدی بھارت سرکار نے سورگیہ جے۔ایم۔سین گپت کو رانچی میں سپریوار[1] رہنے کی آگیا[2] دینے کے پوروہی چھوڑ دیا ہوتا، تو ان کی مرتیو اتنی شیگھر نہ ہوتی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ آروپ کہاں تک پرمان سنگت ہے۔ رانچی ایک سواستھیہ کر[3] استھان ہے۔ وہاں سپریوار رہنے سے ہی مرتو اتنی شیگھر آ گئی۔ یہ بات تو سمجھ میں نہیں آتی، پر یہ تو سویکار[4] کرنا ہی پڑے گا کہ جیل جیون نے ہمارے کتنے ہی نیتاؤں کا سواستھیہ نشٹ[5] کر دیا اور اسی نے سورگیہ۔ جے ایم۔سین گپت کا سواستھیہ بھی نشٹ کیا، جس کا یہ شوک جنک[6] پری نام ہوا۔ ایک تو بھارت کی راجنیتک پرستھتی ہی ایسی ہی ہے، جو منسوی آتماؤں کو پگ پگ[7] پر اپمانت[8] کر کے ان کا مانسک[9] اور آتمک[10] دمن کرتی رہتی ہے، اس پر جب انھیں جیل میں بند کر دیا جاتا ہے، ان کے پشٹی کر[11] بھوجن[12] اور ویایام[13] کا پربندھ[14] نہیں کیا جاتا، ان کو وہ بھار دُستہہ ہو جاتا ہے۔ راشٹریہ سنگرام کی ایک تیاری یہ بھی ہے کہ ہمیں کشٹ سے[15] جیون کا ابھیاس[16] کرنا چاہیے، جس میں ہم جیل کی کٹھنائیوں میں اپنے آروگیہ کی رکشا کر سکیں۔ سرکار سے یہ آشا رکھنا کہ وہ راج بندیوں کے ساتھ خاص رعایت کرے گی اپنے کو دھوکا دینا ہے۔ بھوشیہ میں کیا لکھو ہے، راشٹر کے نیتاؤں کو اس سے بھی بڑی بادھائیں[17] سہنی پڑیں۔ پر سرکار شاید اب تک اس بھرم میں ہے کہ راج بندیوں کو جیل میں

---

1 مع خاندان 2 اجازت 3 صحت بخش 4 قبول 5 برباد 6 مایوس کن 7 قدم قدم 8 بے عزت 9 ذہنی
10 قلبی 11 مقوی 12 کھانے 13 کسرت 14 انتظام 15 تکلیف 16 مشق 17 پریشانیاں

ادھک سے ادھک سے تک ڈال رکھنے سے جنتا کی سوراجیہ کی پیاس شانت[1] ہو جائے گی۔ جس شاسن ویوستھا[2] میں مہاتما گاندھی جیسے پوجیہ[3] نیتا اور شری جے۔ ایم سین گپت جیسے سچے راشٹر سیوک کے لیے جیل کے سوا دوسرا استھان نہیں ہے، وہ شم کلنکت ہے اور شم کہہ رہی ہے کہ اس کا جتنی جلدی انت[4] ہو جائے اتنا ہی اچھا، یہ نیتی پرجا کو آتنکت[5] کر سکتی ہے، سرکار کے پرتی پرجا میں بھکتی نہیں پیدا کر سکتی۔ شاید سرکار اس بات کو بھول جانا چاہتی ہے کہ بھارت کی جنتا کو اب آتنک[6] سے نہیں شانت کیا جا سکتا۔

13/اگست 1933

1 بجھ 2 غلامِ حکومت 3 قابلِ پرستش 4 ختم 5 تشدد 6 تشدد

بھارت 1983 میں

جہاں تک بھارت کی ورتمان[1] منو ورتی[2] کا ہمیں پرتیچ ہے، یہ کہنا یکتی سنگت ہے کہ وہ اپنے لیے کوئی ایسی ویوستھا بنائے گا، جو اسپشٹ روپ سے بہومت کی جواب دہ نہ ہوگی۔ یہاں تک کی گرم دل کے کانگریس والے بھی ذمہ دار شاسن کی کلپنا نہیں کرتے، بلکہ اسی پرنالی[3] کا اپیوگ کرنا چاہتے ہیں، جو پہلے سے دفتری شاسن نے تیار کر دی ہے۔ اسی طرح جیسے لینن اور ان کے انویائی[4] ادھکار کے اس کشیتر میں کود پڑے، جسے دو صدیوں میں زار شاہی نے سحل[5] کر دیا تھا۔"

یہ ہے وہ وچار جو سنیکت پرانت کے گورنر سر مالکم ہیلی نے حال کے ایک جلسے میں پرکٹ کیا۔ یہ جلسہ آکسفورڈ میں رائل ایمپائر سوسائٹی کی اور سے ہوا تھا، اور کتھن کا وشے تھا "بھارت 1938ء میں۔"

سر مالکم ہیلی پرگتی شی[6] شاسکوں میں نہیں ہیں۔ ان کا سارا راجنیتک[7] جیون بھارت کی راشٹریہ آکانکشاؤں[8] کا دمن کرتے گزرا ہے۔ پچھلے راشٹریہ آندولن[9] میں ہم بار بار ان کا لوہے کا پنجہ دیکھ چکے ہیں، پر 'بھارت 1938' میں ایک ایسا وشے تھا، جس پر وہ اپنی ذمہ داریوں سے اونچے اٹھ کر، بنا کسی طرح کے سنکوچ یا رکاوٹ کے بھارت کے وشے میں بھوشیہ وانی[10] کر سکتے تھے۔ اس لیے ان کے اس کتھن میں جہاں ادھک تر ایسی باتیں ہیں، جو ان کے وچاروں میں بدھ

1 موجودہ 2 رجحان 3 دستور 4 مقلدین 5 ایک سا 6 ترقی پسند 7 سیاسی 8 خواہشات 9 قومی تحریک 10 پیشن گوئی

مول ہو گئی ہیں اور جنھیں وہ انو دار آنکھوں سے دیکھنے کے سوا کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ کچھ ایسی باتیں بھی ہیں جن میں راجنیتک کی سوجھ اور بھاؤنا ہے اور اوپر ہم نے جو واکیہ[1] نقل کیے ہیں، وہ اسی طرح کے واکیوں میں ہیں۔ سر مالکم ہیلی کے وچار میں بھارت کی پرمپرا اور اس کی سنسکرتی[2] پرتی ندھی شاسن کے انوکول نہیں ہے۔ یہ کتھن ہمیں چنتا[3] میں ڈال دیتا ہے۔

اتہاس میں کہیں ایسا پرمان[4] نہیں ملتا کہ بھارت نے اس روپ میں راجنیتک ادھیکار کے لیے ادیوگ[5] کیا ہو، جیسا آج کل ہم سمجھتے ہیں۔ پراچین کال میں بھی یہ آدرش یہاں تھا، اس میں ہمیں سندیہہ ہے۔ بودھ کال میں دکھن میں کچھ ایسے راجیہ تھے جہاں پرتی ندھی شاسن کے کچھ چنہہ[6] ملتے ہیں، پر وہ چنہہ ماتر ہیں، جیتے جاگتے پرمان نہیں ہیں۔ یونان میں جس پرکار پرجا نے ادھیکار کے لیے سنگرام[7] کیے۔ جس طرح دھیرے دھیرے امیروں کے ہاتھ سے شکتی[8] نکل کر پرجا پکش کے ہاتھ میں آئی۔ روم میں بھی اتہاس نے جس طرح اپنے کو دہرایا ویسا کوئی پرمان بھارت میں نہیں ملتا۔ یوروپ کی ورتمان راج نیتک پرتھتی ان ہی پرانی پرمپراؤں پر ٹکی ہوئی ہے۔ ہاں، وہاں جن تنتر انیک آرتھک[9] اور ساماجک کارنوں سے جن تنتر نہ رہ کر پونجی تنتر[10] ہو گیا ہے۔ کیونزم اور فاشزم اس کے ودروہ[11] ماتر ہے۔ وہ جن تنتر کو واستوک روپ[12] سے جن تنتر بنائے رکھنے کے آیوجن ہیں۔ جن تنتر کا ارتھ اس کے سوا اور کیا ہے کہ راجیہ میں کسی ایک گٹ یا دل کا وشیش ادھیکار[13] نہ ہو، اور راجیہ کا آدھار[14] استمبھ[15] سمتا[16] اور نیائے[17] کا ویوہارک[18] روپ ہو۔ اگر جنتا کو اس اُور سے نشچنتا[19] ہو جائے، تو اسے ادھیکار کی وشیش پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ ادھیکار کیول[20] اس لیے چاہتی ہے کہ سمتا اور نیائے کا روپ وکرت[21] نہ ہونے پاوے۔ یہ سمتا منشیہ میں آدی سے چلی آ رہی ہے، جب کوئی راجہ نہ تھا کوئی پرجا نہ تھی، سبھی اپنی شکتی اور پروشارتھ[22] کے بل پر اپنے جیون کا نباہ کرتے تھے۔ ہزاروں برسوں کے ایکادھی پتیہ نے بھی اس بھاؤنا کو نرجیو[23] نہیں ہونے دیا ہے۔ ہماری سبھی دھارمک ویوستھائیں[24] اسی سمتا کے آدرش کو پالن کرنے کی چیشٹائیں[25] ہیں۔ یوروپ اس وشے میں بھارت سے الگ نہیں ہے، کیونکہ منشیہ

---

1 جملہ 2 تہذیب 3 سوچ 4 ثبوت 5 کوشش 6 نشانات 7 جنگ 8 طاقت 9 اقتصادی 10 سرمایہ دارنظام 11 بغاوت 12 حقیقی شکل 13 حق 14 بنیادی 15 ستون 16 مساوات 17 انصاف 18 عملی 19 اطمینان 20 صرف 21 بدلنا 22 جرأت 23 بے جان 24 تنظیمیں 25 کوششیں

سوبھاؤ[1] میں دیش بھید[2] سے کوئی مولک انتر[3] نہیں آجاتا۔ یوروپ میں ہی تھوڑے دن پہلے جرمنی، آسٹریا، روس، فرانس سبھی دیشوں میں بادشاہی تھی، اور بادشاہی بھی انگلینڈ کی سی اپنگ بادشاہی نہیں بلکہ زوردار بادشاہی تھی۔

جہاں کہیں بادشاہوں نے جن پکش کو وکاس پانے کا اوسر[4] دیا، وہاں بادشاہی بنی ہوئی ہے، جہاں سمتا اور نیائے کے آدرش کو ٹھکرایا گیا اور دل بندی ہوئی، وہیں پر جانے وِدروہ کیا کیمونزم اور فاسزم کا آدھپتیہ[5] اس لیے نہیں ہے کہ ان کے پیچھے سینک شکتی[6] ہے، بلکہ اس لیے کہ وہ پرجاہت کو ہی اپنا آدھار بنائے ہوئے ہیں۔ جیوں ہی وہ آدرش سے گر جائیں گے، جنتا پھر چنچل ہو جائے گی اور پھر کسی دوسری طرح اس سمسیا[7] کو حل کرنے کی چیشٹا کرے گی۔ لیکن یہ کہنا کہ بھارت کی پرمپرا اور جلوایو[8] ہی پرتی ندھی شاسن کے انوکول نہیں، مانو پرکرتی[9] کی سانتا کو اسویکار[10] کرتا ہے، کوئی بھی منشیہ چھوٹا یا نیچ بن کر نہیں رہنا چاہتا۔ جس میں راجنیتک چیتنا[11] ہی نہیں ان کی بات نیاری ہے۔ جہاں سماجک چیتنا نہیں وہاں راجنیتک نہ ہو تو کوئی آشچریہ[12] نہیں، لیکن جن میں کچھ بھی راجنیتک چیتنا ہے وہ اپنے دیش کو سکھی اور سنتشٹ[13] اور گورویت[14] دیکھنا چاہتے ہیں۔ جو کوئی بھی بادھا[15] ان کے اس آدرش[16] کے سامنے کھڑی ہوتی ہے، اس کا وِرودھ کرنے کی انھیں اچھا ہوتی ہے۔ کیا بھارت میں آج بادشاہی ہوتی اور وہ بادشاہی پرجا کو لوٹ کر تھوڑے سے سمبندھیوں[17] کا گھر بھرنا ہی اپنا دستور بنا لیتی، تو بھارت واسی اس کے وِردھ کوئی آندولن[18] نہ کرتے؟ ریاستوں میں کیا اس طرح کا آندولن نہیں ہے؟ جن مت[19] کے وِردھ جب شاسن ویوستھا چلتی ہے، چاہے وہ بادشاہی ہو یا کبیر شاہی، یا پرجا شاہی اس کے وِرودھ آندولن ہونے لگتا ہے۔ جو شکشت ہیں، وہی وِدروہ کا جھنڈا اٹھاتے ہیں۔ وہی بھارت میں بھی ہوا۔ یہ کہنا کہ بھارت کا راشٹریہ آندولن پچھم کا رنی[20] ہے اور اس کی قلم وہیں سے لاکر آروپت کی گئی ہے مانو پرکرتی سے اپنے آگیان[21] کا پریچے دینا ہے۔ '' جاتیتا'' یورپ کے کارخانے میں

---

1 انسانی فطرت 2 ملکی افتراق 3 بنیادی فرق 4 موقع 5 غلبہ 6 فوجی طاقت 7 مسئلہ 8 آب وہوا 9 قدرت 10 نامنظور 11 شعور 12 حیرت 13 مطمئن 14 فخر سے بھرپور 15 رکاوٹ 16 نمونہ 17 رشتہ داروں 18 تحریک 19 رائے عامہ 20 قرضدار 21 نادانی

اوشیہ بنی ہے، پر یورپ میں بھی تین سو سال پہلے جاتیتا[1] کا روپ اتنا پرچنڈ نہ تھا۔ اسے ہم مانو جاتی کی کوئی بڑی وبھوتی نہیں سمجھتے۔ اس نے منشیہ کو بھن بھن بھاگوں میں بانٹ کر ایک دوسرے کا شترو[2] بنا دیا ہے۔ بھارت کو انگلینڈ سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ وہ تو کیول اتنا ہی چاہتا ہے کہ بھارت کی ایسی اوستھا نہ رہے کہ دوسرے تو مونچھوں پر تاؤ دے کر گلچھرے اڑائیں اور جو بھارت سنتان[3] ہیں، جو پسینہ بہا کر اپنا رکت[4] جلا کر دھن[5] کماتے ہیں، وہ دانے اور وستر[6] کو محتاج ہوں اور پشوؤں[7] کی بھانتی[8] جئیں۔ اتہاس کا مہتو اس کے سوا اور کیا ہے کہ اپنی پچھلی غلطیوں کو سدھارا جائے۔ یہ خیال کرنا کہ کسی کارن سے ہم میں پورو میں جو غلطیاں تھیں وہی ہماری پرمپرا ہے اور ان کے سدھار کی چیشٹا کرنے میں ہم اپنی سنسکرتی کے پرتی کول[9] جا رہے ہیں، نیایا نکول نہیں ہے۔ بھارت نے جو سب سے بڑی غلطی کی تھی، وہ جنتا کو راج نیتک واتاورن[10] سے بالکل الگ رکھنا تھا۔ اس کا پھل یہ ہوا کہ بڑے بڑے راج نیتک پری ورتن[11] ہو گئے اور جنتا نے کسی پرکار کا بھاگ[12] نہ لیا۔ بھارت پھر وہی غلطی نہ کرے گا۔ وہ اتنے دنوں کے انوبھو[13] سے سمجھ گیا ہے کہ اچھے سے اچھا شاسن ودھان[14] یدی[15] پرجا[16] کی ساموہک اچھا[17] پر آدھارت[18] نہیں ہے، یدی پرجا کا اس کے بنانے میں کوئی بھاگ نہیں ہے تو وہ پرجا سے کوئی سہایتا[19] پانے کی آشا نہیں رکھ سکتا۔ وہ بے بنیاد کی دیوار ہے، جو آندھی کے پہلے جھونکے میں ہی زمین دوز ہو جائے گی۔ پرجا میں راج نیتک چیتنا لانا بھارت کا پہلا کرتویہ[20] ہے۔ اس نے بڑے کڑوے انوبھو سے اپنی یہ غلطی معلوم کی ہے اور اس کا سدھار کرنے کی چیشٹا کر رہا ہے۔ پرجا میں چیتنا آ جانے کے بعد وہ سویم اپنے ادھکاروں کی رکشا[21] کرنا سیکھ جائے گی۔ اس لیے کانگریس کے سامنے پرتی ندھی شاسن کا ہی آدرش[22] ہے۔ وہ نرواچن[23] ادھکار[24] کو ادھک سے ادھک وستریت[25] روپ دینا چاہتی ہے۔ وہ جائداد کی یا شکشا کی کوئی قید نہیں رکھنا چاہتی۔ اگر کانگریس نے یا جن پکش نے وجے پائی تو پرتی ندھی شاسن کے سوا وہ کسی دوسری ویوستھا کی کلپنا ہی نہیں کر سکتی، کیونکہ وہ بادھائیں روس یا فرانس میں تھیں، یہاں پہلے سے ان کا انت ہو چکا ہے۔

---

1 طبقاتی 2 دشمن 3 اولاد 4 خون 5 پیسہ 6 کپڑوں 7 جانوروں 8 طرح 9 برعکس 10 ماحول 11 تبدیلیاں 12 حصہ 13 تجربہ 14 قانون 15 اگر 16 رعایا 17 اجتماعی خواہش 18 منحصر 19 مدد 20 فرض 21 حفاظت 22 نمونہ 23 انتخابانہ 24 حقوق 25 وسیع

پونجی پتیوں کا یہاں ابھی نہ اتنا زور ہے اور نہ آگے ہونے کی سمبھاؤنا ہے کہ وہ انگلینڈ یا امریکہ کی بھانتی جن مت پر ادھِکار کر کے اسے سامراجیہ واد کا روپ دے دے۔

انگلینڈ کا پربھتو تو سمپورن بھارتیہ پرمپرا کے پرتی کول[1] ہے۔ بھارت میں ایسی کوئی ویوستھا کبھی نہیں آئی کہ کسی جاتی نے دوسرے دیش سے اس پر شاسن کیا ہو، اور سدیو[2] سو دیش[3] واسیوں[4] کے حق چھین کر اپنے دیش والوں کو ہی پرسکرت[5] کیا ہو۔ یہ پرنالی[6] بھارتیہ پرمپرا کے سردتھا وِردھ[7] ہے۔ پرتی ندھی شاسن سوبھاوِک[8] وستو ہے۔ کون نہیں چاہتا کہ وہ اپنے گھر کا سوامی[9] رہے۔ اگر وہ بھارت میں باہر کی چیز سمجھی جاتی ہے تو یہ سامراجیہ وادی شاسن سراسر سوابھاوک ہونے پر بھی کیسے بھارت کے انوکول ہو جاتا ہے، یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ پھر بھی ہمارے شاسک اسی اسوابھاوک وستو کو نئے نئے بہانے سے نکال کر چر ستھائی[10] بنانے کی چیشٹا کر رہے ہیں، اور سنسار کو اس بھرم[11] میں ڈال کر کہ پرتی ندھی شاسن بھارت کی آتما[12] کے وِردھ[13] ہے، ایک ایسی ویوستھا کی رچنا[14] کر رہے ہیں، جس میں بھارت انگلینڈ کا مزدور ماتر رہ جاتا ہے۔

21/اگست 1933

---

1 برخلاف 2 ہمیشہ 3 ملکی 4 باشندوں 5 نوازا 6 دستور 7 مخالف 8 فطری 9 مالک 10 دائمی 11 غلط فہمی 12 روح 13 مخالف 14 تخلیق

بینت مارنے کی سزا

بمبئی کی کونسل میں ابھی حال ہی میں دنگا آدی مچانے کا اپرادھ[1] کرنے والوں کو بینت مارنے کی سزا دینے کا جو قانون پاس ہوا ہے، اس پر ہم بمبئی کی سرکار یا وہاں کی کونسل کے سدسیوں[2] کو بدھائی نہیں دے سکتے۔ جہاں سنسار کے اَنیہ سبھیہ[3] دیشوں[4] میں دنڈ[5] کی یہ نشٹھر پرتھا[6] دھیرے دھیرے اٹھائی جا رہی ہے وہاں اس دیش میں اس کا اس طرح سمرتھن[7] کیا جا رہا ہے، اسے ہم اپنا دربھاگیہ[8] نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟

یدیپی وہاں کے پرانت سچو[9] نے اس بات کا آشواسن[10] دیا ہے، کہ اس کا پریوگ اَتیہ دھک[11] آوشیکتا پڑنے پر وِشیس پرستھتی میں ہی کیا جائے گا، پھر بھی یہ کون نہیں جانتا کہ موقع آنے پر اتی سترکتا[12] سے کام نہیں لیا جاتا۔ ہم یہ آئے دن دیکھا کرتے ہیں کہ سرکار کی سیوا کرنے کے بھاؤ[13] سے پریرت[14] ہو کر کچھ جوشیلے نیائے کرتا[15] قانونوں کا پریوگ آوشیکتا سے ادھک سختی کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ اَتہ اس لیے ہمارے لیے یہ سندیہہ کرنے کا کارن ہے کہ وہاں کے دو ایک مجسٹریٹ ہوم ممبر کے شبدوں کو بھلا کر اناوشیک[16] روپ سے اس کا پریوگ کرنے سے نہ ہچکیں گے۔

ہمارے من میں یہ بھی شنکا[17] ہو رہی ہے، کہ کچھ سمے کے بعد سارو جنک[18] شانتی[19] کے نام پر سوِنے اودگیا[20] کرنے والوں کے لیے بھی کہیں اس کا پریوگ نہ کیا جانے لگے جیسا کہ ~~ہوم ممبر صاحب نے سُم سویکار کیا ہے پچھلے آندولن میں وہاں کے پچاس سُم سیوکوں کو بینت کی~~

---

1 جرم 2 ممبروں 3 مہذب 4 ملکوں 5 سزا 6 رحم 7 حمایت 8 بدقسمتی 9 سکریٹری 10 اطمینان 11 بہت زیادہ 12 احتیاط 13 جذبہ 14 متحرک 15 منصف 16 غیرضروری 17 شبہہ 18 عوامی 19 سکون 20 عاجزانہ عدول حکمی

سزا دی گئی تھی۔ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں، قانون میں اس بات کا اسپشٹی کرن 1 نہیں کیا گیا ہے، کہ کن کن خاص اپرادھوں 2 کے لیے یہ دنڈ دیا جائے گا۔ ایسی اوستھا 3 میں ہمارا کرتویہ ہے، کہ ہم اسپشٹ روپ 4 سے اس بربرتا پورن 5 قانون کا ورودھ 6 کریں اور بمبئی کونسل سدسیوں سے انورودھ 7 کریں کہ وہ اسے شیگھر 8 ہی رد کرا دینے کا پریتن 9 کر اپنی بھول کا پرمارجن کریں۔

12/اگست 1933

1 وضاحت 2 جرائم 3 حالت 4 واضح طور 5 وحشیانہ 6 مخالف 7 درخواست 8 جلد 9 کوشش

بھیشن ستیہ

بھارت کے ڈاکٹری وبھاگ[1] کے ڈائریکٹر جنرل صاحب نے گرامینوں کے سواستھیہ کے وشے میں ماتحت ڈاکٹروں سے جانچ کرائی تھی۔ ان کی رپورٹ پر آپ نے جو ٹپّنی[2] پرکٹ کی ہے، وہ ہمارے لیے تو کوئی وشیس مہتو نہیں رکھتی، شاید سرکار بہادر کو اس میں کچھ کام کی باتیں مل سکیں۔ آپ کو اب پتا چلا ہے کہ بھارت میں 36/ فیصدی پیٹ بھر، 23 فیصدی آدھے پیٹ اور 20 فیصدی بھکو ہیں۔ آپ کا یہ بھی خیال ہے کہ جانچ کرنے والے ہندوستانی تھے، اس لیے انھوں نے جیون کا بہت ہی نمن[3] آدرش[4] اپنے سامنے رکھا تھا۔ یدی یہی جانچ یوروپین ڈاکٹر کرتے، تو نتیجہ اس سے بھی نراشا جنک ہوتا۔ یہی نہیں کہ غریبوں کو بھوجن کم ملتا ہے۔ جو کچھ ملتا ہے وہ پشٹی کارک نہیں ہے۔ اس پر جن سنکھیا بھی دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ نیا کام کوئی نہیں نکلا۔ تھوڑے سے کارخانے ضرور کھلے ہیں، پر آبادی میں جو وِردھی[5] ہوئی اس کا بہت تھوڑا سا حصہ ان کارخانوں میں کھپ سکا۔ زمین پر جو بوجھ پہلے تھا، وہ اور بڑھ گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ کے شبدوں میں——

''سادھارن جنتا کو ہی جیون کے کٹھور سنگرام[6] کا سامنا کرنا پڑے گا، بلکہ سمپن[7] شرینی[8] والوں کو بھی کٹھنائیاں جھیلنی پڑیں گی، جن کی گزر فصلوں کی بچت پر ہوتی ہے۔ اگر بھومی کی ساری اپج کسانوں کی ہی ضرورتوں کے لیے کافی نہ ہوگی، تو لگان کہاں سے آئے گا۔ ضرورت کی دوسری چیزیں خریدنے کے لیے پیسے کہاں سے آئیں گے، ریل کے ٹکٹ کیسے بکیں گے۔ بھارت کا سارا سماجک[9] جیون اگر نشٹ[10] نہ ہو گیا تو اس میں بھوکمپ[11] اوشیہ آ جائے گا۔''

1 محکمہ 2 مقررہ 3 نچلا 4 نمونہ 5 ترقی 6 سخت جنگ 7 بھرے پرے 8 طبقہ 9 سماجی 10 ختم 11 زلزلہ

کتنے بھینکر شبد ہیں!! اور یہ کسی کانگریسی پروپیگنڈسٹ کی رائے نہیں ہے۔ بھارت کے ڈاکٹری و بھاگ کے ڈائریکٹر جنرل کی۔ ہمارے نیتا اور وچارک گلا پھاڑ کر چلا رہے ہیں کہ دیش کی حالت خراب ہے، شاسن کا خرچ گھٹانے کی۔ لگان کم کرنے کی، کرنسی میں سدھار کرنے کی پرارتھنا کی جاتی ہے، پر وہ سب پولیٹیکل چال سمجھی جاتی ہے۔ واستو میں دیش کی جو دشا ہے وہ اس سے کہیں خراب ہے گاؤں میں مشکل سے سو میں پانچ آدمی ایسے ملیں گے جو پیٹ بھر بھوجن پاتے ہوں گے اور وہ بھی یا تو مہاجن ہوں گے یا انیہ کرمچاری۔ ایسے دردر دیش[1] کے حکام سنسار میں سب سے بڑے ویتن بھوگی ہوں، یہ اندھیر نہیں تو اور کیا ہے۔

28/اگست 1933

---

1 غریب ملک

مہاتماجی کی رہائی

بھارت سرکار نے مہاتماجی کے ان شن[1] کے آٹھویں دن چھوڑ کر اچت[2] ہی کیا۔ کھید[3] یہی ہے کہ اس نے ایسا کرنے میں انوچت[4] ولمب[5] کیا تھا کچھ دنوں تک دیرتھ[6] ہی لوکاپواد سہتی رہی۔ آشا ہے کہ شری دیوداس گاندھی کے وشے میں بھی گورنمنٹ اسی نیائے سے کام لے گی۔ جو یہ آشواسن دینے پر بھی کہ یہ دلی میں اسہیوگ کا پرچار کرنے نہیں آئے ہیں، انھیں سزا دینا ہی اچت سمجھا۔

20/اگست1933

مالوی جی کی چنوتی

مہامنا پنڈت مدن موہن مالوی نے بنگال کی پولس پر یہ ابھی یوگ[1] لگایا تھا کہ اس نے 47ویں اکھل بھارتیہ راشٹریہ مہاسبھا[2] کے ادھویشن[3] کے سے اکثر پرتی ندھیوں تھا حوالات میں بند پرتی ندھیوں اور ادھی ویشن کے نے ایسمت[4] درشکوں[5] پر بڑی بربرتا[6] کا پرہار[7] کیا تھا۔ بنگال بھارت تھا لندن کی سرکار نے ان ابھی یوگوں کو جھوٹا بتلایا ہے۔ ابھی حال ہی میں اس وشے میں اسمبلی میں جو پرشنوتر[8] ہوئے ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ سرکار نہ تو ابھی یوگ سویکار[9] کرتی ہے اور نہ اس کی سوتنتر[10] جانچ کرانا چاہتی ہے۔ یہ نیتی[11] ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

28/اگست1933

---

1 بھوک ہڑتال 2 ٹھیک 3 افسوس 4 نامناسب 5 دیر 6 بیکار 7 الزام 8 اجتماع عظیم 9 اجلاس 10 موجود 11 ناظرین 12 وحشیانہ 13 حملہ 14 سوال و جواب 15 قبول 16 آزادانہ 17 طرز عمل

گورے گورے ہیں، کالے کالے ہیں

ہمارا سہو گی ''لیڈر'' بھی کبھی کبھی بے تکی باتیں کر جاتا ہے۔ بھلا اس میں بھی کوئی تک ہے کہ ہندستانی اور انگریزی سپاہیوں کے لیے ایک ہی فوجی اسپتال رکھے جائیں! خرچ کی کمی کوئی دلیل نہیں۔ اگر سرکار خرچ میں کمی کرنے پر آجائے یا آج شاسن[1] میں جن مت[2] کی پردھانتا ہو جائے، تو خرچ آدھے سے بھی کم ہوسکتا ہے۔ کانگریس کے 500 روپے اگر کم ہی مان لیے جائیں تو بڑے سے بڑے کرمچاری کے لیے ایک ہزار کا ویتن کسی طرح کم نہیں کہا جاسکتا، پر کمی کرنے کی جب نیت بھی ہو۔ سرکار کے فوجی وبھاگ کو اس کی کیا پرواہ ہے کہ انگریزی فوجی اسپتالوں میں اکثر گنے گنائے مریض ہی رہتے ہیں، وہاں کے ڈاکٹر اور سرجن مزے سے شکار کھیلتے ہیں اور نرسیں برج کھیل کر اپنا من بہلاتی ہیں۔ یہ گورے اسپتال توڑ دیے جائیں تو یہ ڈاکٹر اور نرسیں کہاں جائیں؟ پانچ چھ سو کا لمبا ویتن[3] کہاں ملے؟ اتنی تکلیفیں ہو رہی ہے، ہم نے تو کبھی نہ سنا کہ کوئی گورا افسر تخفیف میں آیا ہو۔ کہیں کہیں ایک ایکادھ تخفیف میں آیا بھی ہے تو اس کے لیے ریاستوں میں پہلے ہی سے کوئی اس سے بڑی جگہ نکال لی جاتی ہے۔ پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ گورے سپاہیوں کا کالوں سے کیا سمپرک[4] ہے۔ وہ کالوں سے چوگنا ویتن پاتا ہے، تو اسی حساب سے سرجنوں اور نرسوں کو بھی کالوں کے اسپتالوں سے چوگنا ویتن پانا لازم ہے۔ اس میں بھلا کیسے کمی کی جاسکتی ہے!

4 ستمبر 1933ء

---

1 نظام 2 رائے عام 3 تنخواہ 4 تعلق

وائسرائے کا بھاشن

گت 30/اگست کو شملہ کے دونوں ویوستھاپک بھونوں کی سنیکت[1] بیٹھک میں ہز ایکسی لینسی وائسرائے نے جو بھاشن دیا ہے اس میں دیش کی پرایہ[2] سبھی ورتمان[3] سمسیاؤں[4] کا الیکھ[5] کیا گیا، پر دیش کے سامنے بیکاری کی جو سب سے بھیشن سمسیا ہے اس کے وشے[6] میں آپ نے کچھ نہیں کہا۔ جو کچھ ہو رہا ہے وہی ہوتا رہے گا، یوں ہی بیکاری بڑھتی رہے گی، یوں ہی سارے ٹیکس بنے رہیں گے۔ جنتا کے لیے آپ نے کہیں آشا کی کوئی جھلک نہیں دکھائی۔ کوٹا کائی پر گولا باری کی آپ نے جو صفائی دی، اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہاں، یہ سنتوش[7] کی بات ہے کہ ان گولا باریوں سے نر پرادھ پرانیوں[8] کی ہتیا[9] نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا فوجی خرچ میں زیادہ کفایت کی اب گنجائش نہیں ہے اور یہ بھی کوئی نئی بات نہیں۔ گورنمنٹ ہمیشہ یہ کہتی ہے اور یہی آپ نے بھی کہا۔ اگریکلچرل ریسرچ کونسل کے وشے میں ابھی تک ہم نے کیول اس کا نام سنا ہے اور اس وچار سے من کو سنتشٹ[10] کر لیتے ہیں کہ ایک پروپکاری[11] سرکاری سنستھا[12] ہے جو دھن آبھاو[13] کے کارن[14] ابھی کچھ وشیش کام نہیں کر سکی۔ ریاستوں کی رکشا[15] کے لیے ایک نیا قانون بنایا جانے والا ہے۔ یہ پہلے ہی سے طے تھا اور اس کا یہی ارتھ[16] ہے کہ ریاستوں کو ان نکونوں سے دس بیس ورش اور چلا لے جائیے، پر ان میں جیون شکتی کا لوپ[17] ہوتا جا رہا ہے۔ جاپان کی ویاپار[18] سندھی[19] کے وشے میں بھی آپ نے یہ آشا نہیں دکھائی کہ روئی پیدا کرنے

---

1 مجموعی 2 غالباً 3 موجودہ 4 مسئلوں 5 بیان 6 بارے 7 اطمینان 8 لوگوں 9 قتل 10 مطمئن 11 فلاحی 12 تنظیم 13 پیسوں کی کمی 14 باعث 15 حفاظت 16 مطلب 17 خاتمہ 18 تجارتی 19 معاہدہ

والے کاشت کاروں کے ہت کی رکشا کا کیا انتظام سوچا گیا ہے۔ ہمیں آشا ہے، گورنمنٹ اور بھارت کے پرتی ندھی[1] اس کنونیشن میں کسانوں کو بھول نہ جائیں گے، اور تھوڑے سے مل مالکوں اور لنکا شائر کے دیاپاریوں کے ہتوں[2] کو ہی پردھانتانہ[3] دی جائے گی۔ سنا گیا ہے کہ جاپان بھارتیہ روئی کو جاپانی کپڑے کے بدلے میں لینے کا پرستاؤ[4] کرے گا۔ سفید کاغذ کے وشے میں سنیکت کمیٹی کے ممبروں کے آنسو پونچھنے کے بعد اپنے بھوشیہ میں نوین بھارت کے نرمان میں شرو تاؤ ں کے سہوگ پر زور دیا، حالانکہ اس سہوگ کے لیے بہت کم گنجائش رکھی گئی ہے۔ انت میں آپ نے اپیل کرتے ہوئے یہ سندر شبد کہے۔۔۔۔

"میں سچے ہردے سے آپ سے آگرہ[5] کرتا ہوں کہ آپ آنے والی ذمہ داریوں کو ساہس[6] اور لگن کے ساتھ سویکار[7] کریں، جس میں آپ کا دیش اپنے اتم لکشیہ[8] اور بڑھتے ہوئے برٹش سامراجیہ کے نرمان میں برابر کا سہوگ پردان کرے۔"

اس کے اُتر[9] میں ہم یہی کہنا چاہتے ہیں کہ یہ سہوگ پراپت کرنے میں وائسرائے پر ہی سارا دارومدار ہے۔

4 رستمبر 1933

---

1 نمائندے 2 مفاد 3 اہمیت 4 تجویز 5 درخواست 6 ہمت 7 قبول 8 مقصد 9 جواب

ہماری قومی پارلیمنٹ کی قوم پروری

ہماری ''قومی پارلیمنٹ'' ارتھات ''لیجسلیٹو اسمبلی'' نے اس کے پہلے بھی کتنی ہی بار اپنی قوم پروری کا بہت اچھا پریچے[1] دیا ہے، جس کے لیے بھارت کی جنتا اپنے ہتیشی[2] مہانو بھاؤں[3] کو مکت کنٹھ[4] سے دھنیہ واد دے رہی ہے، لیکن 6 ر ستمبر کو رائے بہادر متھرا پرساد جی مہروترا کے اس پرستاؤ پر کہ راج بھک قیدیوں اور نظر بندوں کو اب چھوڑ دیا جائے، اسمبلی نے جو نشچے کیا، وہ اُسے اتہاس میں امر کر دے گا۔ ان مہانو بھاؤں کو یہ خوب معلوم ہے کہ گورنمنٹ ان کی رتی بھر بھی پرواہ نہیں کرتی اور ان کی سفارش یا وِرودھ کو سمان اپیکشا[5] کی درشٹی سے دیکھتی ہے۔ ایسی حالت میں ہم نہیں سمجھتے اس پرستاؤ پر ان مہانو بھاؤں نے اپنی دیش وِرودھ پورن منورتی کا تانڈو نرتیہ دکھا کر اپنا یا دیش کا کون سا اپکار[6] کر دیا۔ کیا وہ چپ نہ رہ سکتے تھے؟ کم سے کم ان کا پردا تو ڈھکا رہ جاتا ہے اس پرستاؤ کا ان حضرات نے ایسا گھور وِرودھ کیا کہ اس پر رائے لینے کی نوبت بھی نہیں آئی۔ سرکار اسہیوگ کو گھاتک سمجھتی ہے اور ان کے نوکر اس کے حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور ہیں۔ لیکن جو لوگ راشٹر دوارا چن کر بھیجے گئے ہیں، جن سے آشا کی جاتی ہے کہ وہ جو کچھ کریں گے راشٹر کے پرتی ندھی[7] کی حیثیت سے کریں گے، جو راشٹر کے ہتوں[8] کے پہرے دار سمجھے جاتے ہیں، جو راشٹریہ سمان کے رکشک[9] ہیں وہ ایک ایسے راشٹریہ پرستاؤ کا وِرودھ کریں، لجّا اسپد ہے۔ کیا سرکار کو انھوں نے اتنا کمزور سمجھ لیا ہے کہ اگر اس وقت دوڑ کر اسے سنبھال نہ لیتے تو وہ بالو کی بھیت کی طرح گر پڑتی۔ ایسا بھرم کرنے کا تو انھیں کوئی کارن نہ ہونا چاہیے، کیونکہ

---

1 تعارف 2 خیر خواہ 3 عظیم المرتبت اشخاص 4 کھل کر 5 نفرت 6 احسان 7 نمائندوں 8 بھلا 9 محفوظ

سرکار کی اچیتا کے انھیں کافی تجربے ہو چکے ہیں۔ ان کی حمایت کے بغیر بھی یہ پرستاؤ گر جاتا۔ اور اگر نہ گرتا تو بھی ایسی کون سی بڑی آفت آجاتی تھی۔ سرکار قیدیوں کو چھوڑنے کا وعدہ کر کے بھی انھیں برسوں جیل میں ڈالے رہ سکتی ہے۔ مگر یہ مہانو بھاؤ کچھ ایسے بوکھلائے کہ ساری سدھ بدھ بھول گئے اور مری ہوئی لاش کو پیٹ کر شہیدوں میں داخل ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ معلوم نہیں، اس مفت کی اُپیش کے وہ کیوں اتنے بےقرار ہو گئے۔ اس میں کوئی نہ کوئی رہسیہ [1] ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ورتمان اسمبلی کے سدسیہ اس وقت اسمبلی میں آئے جب کانگریس نے اس کا بہشکار کر رکھا تھا۔ اگر کانگریس نے اپنے نمائندے کھڑے کیے ہوتے تو ان مہودیوں میں سے بہت تھوڑے آج اسمبلی میں رونق افروز ہوتے۔ انھیں راشٹر کا پرتی ندھی سمجھنا ہی ہماری غلطی ہے۔ اگر کانگریس نے اپنے امیدوار کھڑے کیے ہوتے تو انہیں اسمبلی کے پھر درشن نہ ہوں گے۔ پھر تو انھیں سرکار ہی کی کرپا درشٹی [2] کا بھروسہ رہے گا۔ اسمبلی میں تو سرکار کے نامزد کیے ہوئے ممبر رہیں گے ہی۔ شاید ان سے بھلے مانسوں میں سے کسی کی قسمت لڑ جائے۔

اور کیا ان لوگوں کی سمجھ میں ابھی تک یہ بات نہیں آئی کہ کانگریس یدی ستیہ گرہ کو سامو ہک [3] روپ [4] سے پھر جاری کرنا چاہے تو وہ قیدیوں کے جیل میں رہتے ہوئے بھی کر سکتی ہے۔ کانگریس کو سیوکوں کی کمی نہیں ہے اور اس کے دس پانچ ہزار بھکتوں کے جیل میں پڑے رہنے سے اس کے کام میں کوئی بادھا نہیں پہنچ سکتی؟ مسٹر دے کمار بسو اور نواب ملک محمد حیات خاں نے جن شبدوں میں وِرُودھ کیا وہ کسی سرکاری ممبر کے منھ سے ہی شوبھا دیتے۔ بسو مہاشیہ نے فرمایا مجھے وشواس نہیں کہ بندیوں کے چھوٹنے سے آنے والے سدھاروں کی سپھلتا میں بادھا نہ پڑے گی۔ ملک صاحب کا کتھن [5] بھی کچھ اس ڈھنگ کا تھا۔ سر این چوکسی نے فرمایا کہ کانگریس ابھی تک بمبئی میں پکیٹنگ کر رہی ہے اور سرکار کو انھیں نہ چھوڑنا چاہیے۔ ہوم سکریٹری نے کہا کہ ملک کی آبادی کو دیکھتے ہوئے قیدیوں کی سنکھیا نگنیہ [6] ہے۔ سر فضل حسین نے فرمایا کہ ایسے پرستاوؤں سے کونسل کا سمے نشٹ کرنے کا اُدیشیہ یہی ہے کہ پرستاوک کو ووٹ مل سکیں۔ کیول سید حسین امام صاحب نے اس پرستاؤ کا سمرتھن [7] کیا۔ انیہ تھن یا تو اس پرستاؤ پر کچھ بولنے کا ساہس نہ رکھتے تھے، یا بولنا ویرتھ سمجھا۔

---

1 راز 2 ہمدردانہ نظر 3 مجموعی 4 شکل 5 قول 6 کم 7 حمایت

اب سمسیا یہ ہے کہ اس دشا میں بھی جب کہ کونسلوں میں ایسے قوم فروشوں کا بہومت ہے، کانگریس کونسلوں کا بہشکار[1] کرتی رہے گی یا انھیں اپنے قبضے میں لا کر ایسے ایوگیہ[2] ویکتیوں کے لیے ان کے دوار بند کر دے گی؟ یہ سچ ہے کہ راشٹر اس سے ستیہ گرہ کے لیے تیار نہیں ہے۔ ویکتی گت[3] ستیہ گرہ کا پروگرام کسی طرح سپھل نہیں کہا جا سکتا۔ دیش اور نیتا تھکے ہوں یا نہ ہوں، پر اس پروگرام پر اب اتساہ[4] نہیں رہا۔ یوں تیاگ اور بلیدان کا جنتا پر پربھاؤ پڑتا ہے اور وہ اب بھی پڑے گا، لیکن اس پربھاؤ سے کام نہ لیا جائے، تو نتیجہ یہی ہوگا، کہ سرکار کو ایسی کونسلیں ملیں گی، جن سے وہ من مانے قانون بنواتی رہے گی۔ اس کی نرنکشتا[5] کا انت کرنے کے لیے پرم آوشیک[6] ہے، کہ کانگریس آنے والی کونسلوں کو اپنے ہاتھ میں کرنے کی بھرپور چیشٹا کرے۔ جنتا سے ستیہ گرہ کے لیے چاہے اتساہ نہ ہو، پر اسے کانگریس پر پورا وشواس ہے اور وہ خوب سمجھتی ہے کہ اس کے ہتوں کی رکشا کانگریس ہی کر سکتی ہے۔

ہمارا یہ بھی خیال ہے، کہ ستیہ گرہ سے جس بات کی آشا تھی، وہ بہت کچھ پوری ہو چکی ہے۔ ستیہ گرہ سے سرکار اتنی بھیبھیت[7] ہو جائے گی، کہ کانگریس کے ہاتھوں میں ادھیکار دے کر بھاگ کھڑی ہوگی، ایسا بھرم تو کسی کو بھی نہ تھا۔ اس کا اُدیشیہ جنتا میں راجنیتک جاگرتی پیدا کرنا تھا اور وہ اُدیشیہ پورا ہو گیا۔ آج معمولی عورتیں بھی سوراجیہ کا ارتھ اور اسے اپنے دیش کے اُدھار کا مول سمجھتی ہے۔ سوراجیہ کے لیے قربانی کرنے کی بھاونا[8] بھی ان میں پربل[9] ہے۔ اس بھاونا کو اب کاریہ روپ میں لانے کی ضرورت ہے۔ ایتھا جس طرح پکی ہوئی کھیتی کاٹ نہ لی جائے، تو دانے زمین پر گر کر نشٹ ہو جائیں گے، اسی طرح اس جاگرتی سے کام نہ لیا گیا، تو وہ اوداسینتا[10] میں پری نت[11] ہو جائے گی۔ سرکار اس وقت کانگریس کو کچلنے کی دھن میں چاہے کتنی ہی اکڑ دکھائے، پر من میں وہ خوب سمجھتی ہے کہ اب نرنکش شاسن[12] کے دن وداع ہو گئے ہیں اور بھارت اب ودیشی شاسن کو سہن نہیں کر سکتا۔ اس بات کو وہ انگریز بھی سمجھنے لگے ہیں جو ہمیشہ دمن کا پکش لیتے آئے ہیں۔ ''اسٹیٹس مین' ان

---

1 بائیکاٹ 2 نااہل 3 انفرادی 4 جوش 5 مطلق العنانیت 6 نہایت ضروری 7 خوفزدہ 8 جذبہ 9 قوی 10 پژمردگی
11 تبدیل 12 مطلق العنان حکومت

اخباروں میں ہے، جنھیں بھارت سے کبھی سہانو بھوتی[1] نہیں رہی، پرمدنا پور کے ضلع حاکم مسٹر برج کی ڈشٹنا پورن ہتیا پر ٹپنی[2] کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے۔

''جب تک بھارت کی آرتھک سمسیاؤں کو بھارت کے ہت کے درشٹی کون[3] سے نہیں، بلکہ مانچسٹر یا کسی دوسرے مہاجن کے وچاروں کے انوسار[4] دیکھا جائے گا۔ جب تک یہ وشواس بنا ہوا ہے کہ نوکری کے دوار بھارتیوں کے لیے بند ہیں، اور شاسکوں اور شاستوں کے بیچ کا پل کیول تختے کا پل ہے، جو اچھا نوسار کھائی پر سے ہٹایا جاسکتا ہے، جس سے سرکار جنتا کی وکیل ہونے کی جگہ اپنے کو قلعہ میں سورکشت[5] رکھتی ہے، کرانتی یوں ہی گپت روپ سے ہوتی رہے گی۔''

ہم اس کے پہلے بھی کئی بار لکھ چکے ہیں کہ ان ہتیاؤں سے دیش کا اُدھار نہیں ہوسکتا اور جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں وہ بڑے بھاری بھرم میں ہیں، پر جیسا ''اسٹیٹس مین'' نے لکھا ہے کہ ان ہتیاؤں کی تہہ میں آرتھک کٹھنائیاں کام کررہی ہیں اور یہ عام طور پر خیال کیا جارہا ہے کہ جب تک شاسن ویوستھا[6] میں مولک پری ورتن[7] نہ کیا جائے گا، جس میں جنتا کے پرتی ندھی دیش کی آرتھک دشا سدھارنے میں سمرتھ ہوسکیں اور شکشت سماج کی بڑھتی ہوئی بیکاری کا کچھ علاج کرسکیں، یہ کارن دور نہ ہوں گے۔ یہ اوسر ایسا نہیں ہے کہ کانگریس دور سے تماشا دیکھتی رہے اور ان آرتھک سمسیاؤں کے حل کرنے میں پریتن شیل نہ ہو۔ یہ سچ ہے کہ گورنمنٹ اس وقت کچھ بھی نہیں سننا چاہتی اور وہ کانگریس کو کچل کر دمن لینا چاہتی ہے۔ لیکن کانگریس کے کچلنے سے کیا آرتھک کٹھنائیاں دور ہو جائیں گی؟ جب تک شکشت بیکاری بڑھتی رہے گی، اسنتوش بڑھتا رہے گا۔ اس وقت دیش اور گورنمنٹ کے سامنے سب سے بڑی سمسیا یہی بیکاری ہے، اور کانگریس ادھیکار میں آکر اس پر بڑی حد تک وجے پاسکتی ہے۔

11 ستمبر 1933

---

1 ہمدردی 2 تبصرہ 3 نظریہ 4 مطابق 5 محفوظ 6 طریقۂ حکومت 7 بنیادی تبدیلیاں

اسمبلی میں بھونچال

اسمبلی والے بالکل بچوں کی طرح کاٹھ کے گھوڑے پر سوار ہو کر جب اچکنے لگتے ہیں تو سمجھتے ہیں وہ سچ مچ کے گھوڑے پر سوار ہیں۔ وہ اس خیال سے دل میں خوش ہوتے رہتے ہیں کہ اسمبلی برٹش پارلیمنٹ ہے اور وہ اس پارلیمنٹ کے سویوگیہ ممبر ہیں اور اس لیے وہاں پارلیمنٹ کی ہر ایک نیتی کی نقل کی جانی چاہیے۔ چاہے اس سے کوئی تو کی بات نکلے یا نہ نکلے۔ ان مہانو بھاوں کی اس سرلتا پر ہنسی آتی ہے۔ جب یہ لوگ بھوجا تیلی کی بھانتی جو راجہ بھوج کے سنہاسن پر بیٹھ کر بہکنے لگتا تھا، پارلیمنٹ کی پرمپراؤں کی اندھی نقل کرنے میں اپنی بدھی کی دربلتا دکھانے لگتے ہیں، بات بات پر آرڈر آرڈر! غل مچانا، بات بات پر پارلیمنٹ کے حوالے دینا۔ ابھی اسی دن ایک عجیب تماشہ ہوا مسٹر گیا پرساد سنگھ کے ''کھدر رکشک بل'' پر بحث ہو رہی ہے کہ یکا یک لالا ہری راج سوروپ ہیٹ لگائے ہاؤس میں آجاتے ہیں۔ بس اسمبلی میں ہنگامہ مچ جاتا ہے، بھونچال سا آجاتا ہے۔ چاروں طرف سے آرڈر آرڈر کا ہوہلا مچنے لگتا ہے، مانو اندر کوئی سانڈ گھس آیا ہو۔ لالہ صاحب بھی یہ پھٹکار پڑتے ہی بدحواس ہو کر بھاگتے ہیں اور سیدھے لابی میں جا کر دم لیتے ہیں۔ بڑی مشکل سے بیچاروں کی جان میں جان آتی ہے۔ کسی طرح پران بچے رسیدہ بود لگائے بلے بخیر گزشت پوچھیے۔ اسمبلی میں کوئی ہیٹ لگا کر چلا جائے تو اس قدر چیخنے چلانے کی کیا ضرورت تھی۔ مانا برٹش پارلیمنٹ میں کوئی ہیٹ لگا کر نہیں جاتا۔ انگریز چھت کے نیچے پہنچتے ہی اپنا ہیٹ اتار لیتے ہیں۔ تو پھر یہ کیا ضروری ہے کہ آپ بھی اپنا ہیٹ اتاریں اور اگر آپ سے غلطی ہو جائے

تو کیوں ایسا ہنگامہ مچایا جائے۔ ہم گھر میں گھستے ہی اپنی ٹوپی اتار کر ہاتھ میں نہیں لے لیتے۔ اکثر ٹوپی لگائے بیٹھے رہتے ہیں پھر اسمبلی میں کیوں ہیٹ لگا کر جانا جرم سمجھا جائے۔ یہ ہے داس منوورتی کی انتہا۔ ہم خوش ہوتے اگر یہ داس منوورتی انگریزی ریتی نیتی کی زیادہ مہتو پورن باتوں کی نقل بھی کرتی۔ انگریز سنسار پر کیول اس لیے راج نہیں کر رہے ہیں کہ وہ چھت کے نیچے آتے ہی ہیٹ اتار لیتے ہیں، یا اپنی لیڈیوں کو ذرا سا ہیٹ اٹھا کر سلام کرتے ہیں۔ ہم ان ذرا ذرا سی انگریزی بیہودگیوں کی نقل تو کرتے ہیں، پر جو انگریزوں کے جیون کی اچھی باتیں ہیں ان کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ سبھیتا باہری نقل میں نہیں ہے۔ وہ اندر کے پرشکار سے اتپن ہوتی ہے۔ انگریزوں کو منہ چڑانے سے تو ہماری بیوقوفی ہی ظاہر ہوتی ہے۔

11 / ستمبر 1933

گورنر بمبئی کی شکایت

اس دن گورنر بمبئی نے ایک جلسہ میں اسپیچ دیتے ہوئے فرمایا کہ شہر والوں کو دیہاتوں کی طرف زیادہ دھیان دینا چاہیے کیونکہ دیہاتوں پر ہی ان کی ہستی قائم ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اب تک دیہاتوں میں جو کچھ ہوا ہے سرکاری کرمچاریوں ڈوارا[1] ہی ہوا ہے۔ شہر کے دھنیوں نے سرکار کا ہاتھ نہیں بٹایا اور نہ نیتاؤں ہی نے سرکار کی مدد کی۔ سرکاری کرمچاریوں کا ہمیں جو انوبھو[2] ہے، وہ تو بہت اتساہ[3] جنک نہیں ہے۔ سرکاری کرمچاری دیہات میں شکار کھیلنے، غریبوں سے بیگار لینے، ان سے گھی، دودھ، مچھلی، گوشت مفت میں لینے جاتا ہے اور بہودھا[4] وہ گاؤں کو تباہ کر دیتا ہے۔ افسروں کے دورے کی خبر پاتے ہی دیہاتیوں کے پران سوکھ جاتے ہیں۔ بیچارے اپنے پوال، گائے اور بکریاں چھپانے لگتے ہیں۔ حاکم ضلع ہو یا تحصیل دار یا شکشا کا انسپکٹر یا ہیلتھ افسر، دیہاتوں میں سبھی افسر بن جاتے ہیں اور سبھی دیہاتیوں پر رعب جماتے ہیں۔ بازار میں گھی کا بھاؤ سیر بھر کا ہو، مگر دورے پر افسر دو سیر کا گھی لے گا۔ ہر ایک چیز وہ آدھے داموں پر لینا اپنا ادھکار[5] سمجھتا ہے کیونکہ وہ افسر ہے۔ آدھا دام بھی وہ دیتے ہیں جو بڑے نیک نام ہیں۔ ادھکتر[6] تو ساری چیزیں مفت میں ہی لے لیتے ہیں۔ اس کے سوا تو ہم نے سرکار کے ڈوارا دیہاتوں کا کوئی ہت ہوتے نہیں دیکھا۔ دیہاتوں کی سڑکوں کی، مدرسوں کی، چوپایوں کی، جانوروں کی کون خبر لیتا ہے؟ وہ فصلی بیماریوں میں مکھیوں کی طرح مرتے ہیں، کون انھیں دوا

---

1 ذریعہ 2 تجربہ 3 پرجوش 4 اکثر 5 حق 6 زیادہ تر

دیتا ہے؟ جو سرکار اپنی کل آمدنی کا آدھا فوج پر خرچ کرتی ہے اس کے پاس دیہاتوں کے سدھار کے لیے دھن کہاں ہے؟ جو کچھ ہوتا بھی ہے، وہ سرکاری ڈھنگ سے ہوتا ہے اور پرجا اسے خوشی سے سویکار نہیں کرتی۔ سرکار جب اپنے کو دیش کا سیوک نہیں سوامی سمجھتی ہے، اور اس پر تلوار کے زور سے شاسن کرتی ہے، تو اس کے کرمچاری بھلا کیوں نہ اپنے کو پرجا کا شاسک سمجھیں۔ رہے ہمارے نیتا۔ ہمارا خیال ہے، سرکار نے نیتاؤں کو کبھی کسی طرح کا پروتساہن 1 نہیں دیا۔ اس لئے ان کے مارگ میں روڑے اٹکائے ہیں۔ دیہاتوں کی جاگرتی 2 کا ارتھ ہے زمیندار اور حکام کے پربھاؤ کا کم ہونا۔ اسے نہ سرکار سہن کر سکتی ہے اور نہ کرمچاری۔ جاگرتی اور لت خوری میں پرسپر 3 ورودھ ہے۔ کسان لگان دیئے جائیں، حکام کی زبردستیاں سہے جائیں، یہی سرکار کی اچھا ہے۔ یہی ہو رہا ہے۔ اس پر کسی کو شکایت کرنا ہٹھ دھرمی ہے۔

18 ستمبر 1933

---

1 حوصلہ 2 بیداری 3 باہمی

راج کماروں کے رہنے یوگیہ

ہمیں سر ہنری ہیگ کے زبانی یہ سن کر مہان سنتوش[1] ہوا کہ انڈمان سیلولر جیل بھارت کے جیلوں سے کہیں بڑھیا ہے۔ اس کی عمارت تو کو اتنی بھوے ہے کہ سر ہنری کے شبدوں میں ''وہ بڑے بڑے مرچنٹ پرنسوں کے رہنے یوگیہ ہے۔'' شاید وہاں قیدیوں کا سواستھیہ[2] اس لیے نشٹ[3] ہو جاتا ہے کہ ان غریبوں کو اس سے کہیں زیادہ آرام سے رکھا جاتا ہے، جس کے وہ عادی ہیں۔ کسی کو حلوہ مربا کھلا کر تو نروگ نہیں رکھا جا سکتا۔ ایسی شاندار عمارت تو رہنے کو ملتی ہے، پھر بھی ہم ایسے کرتگھن[4] ہیں کہ سرکار کا احسان نہیں مانتے! کیا اچھا ہو، اگر سیلولر جیل کو ادھکاریوں کے لیے سینی ٹوریم بنا دیا جائے اور سال میں ایک دو مہینے کے لیے اس سینی ٹوریم میں رہ کر وہ اپنا سواستھیہ ٹھیک کر لیا کریں۔ اسی کے لیے انھیں یورپ کی یاترا کرنی پڑتی ہے، یہاں تھوڑے ہی خرچے میں وہی بات حاصل ہو جائے گی۔

18 ستمبر 1933

---

1 سکون 2 صحت 3 خراب 4 احسان فراموش

روئی والوں کی بھی سنی جائے

جاپان اور بھارت دیاپار کی بات چیت جلد ہی شروع ہونے والی ہے۔ ہمیں آشا ہے کہ روئی والوں کو بھی اس میں اپنے وچار پرکٹ کرنے کا اوسر دیا جائے گا۔ بھارت میں ملوں سے جتنے آدمیوں کی جیوکا[1] چلتی ہے اس سے کہیں زیادہ روئی کی کھیتی سے اپنا نرواہ[2] کرتے ہیں۔ شکر اور روئی کے سوا کسانوں کے پاس دھنوپارجن[3] کی کوئی فصل نہیں رہی ہے گیہوں، تیلہن، سن، پٹسن، آدی کے لیے کہیں بازار نہیں رہا۔ ان دو میں سے روئی کا بازار بھی نکلا جا رہا ہے۔ جاپان کا کپڑا روک دیا گیا تو وہ یہاں کی روئی بھی ضرور روک دے گا۔ پچھلی بار اس وشے پر ایک پرشن کا اتر دیتے ہوئے سرکار کی اُور سے کہا گیا تھا کہ جب سے جاپان نے بھارتیہ روئی بند کرنے کی دھمکی دی ہے، اس نے بہت زیادہ روئی منگوائی ہے لیکن بعد کو یہ گیات[4] ہوا کہ یہ آرڈر پہلے کے تھے، اور واستو میں جاپان اپنی دھمکی کو عمل میں لا رہا ہے۔ لنکاشائر جاپان کی جگہ نہیں لے سکتا کیونکہ چھوٹے ریشے کی روئی کی اس کے یہاں کھپت نہیں ہے۔ جاپان کے سوا اس کا کوئی خریدار نہیں ہے۔ جب تک ہمارے مل مالک اس بات کا ذمہ نہ لیں کہ وہ بھارت کی ساری روئی خریدیں گے تب تک انھیں کسی پرکار کا سنرکشن[5] نہ ملنا چاہیے۔

18 ستمبر 1933

1 روٹی روزی 2 گزارہ 3 پیسہ کمانے 4 معلومات 5 تحفظ

جاپان بھارت سمواد

جاپان بھارت سمواد[1] کے سماچاروں سے ابھی تک یہی معلوم ہوا کہ جاپانی ڈیپوٹیشن خوب اچھی طرح تیار ہو کر آیا ہے، پر بھارت ابھی بالکل تیار نہیں ہے۔ جب جاپان بھارت سے سالانہ 30 کروڑ روپے کی روئی خریدتا ہے، تو پرشن یہ اٹھتا ہے کہ جاپان نے بھارت کی روئی کا بہشکار[2] کر دیا تو روئی پیدا کرنے والے کسانوں کو 30 کروڑ روپے کون دے گا؟ یہ کہنا کہ جاپان کیول دھمکی دے رہا ہے اور اس کا بھارت کی روئی کے بغیر کام نہیں چل سکتا جنتا کو دھوکا دینا ہے۔ جب بھارت کے کپڑے کا بازار جاپان کے لیے بند ہو جائے گا، تو وہ اتنی روئی لے کر کرے گا کیا! اسے روئی کی مانگ اسی لیے تو ہے کہ بھارت میں اس کے کپڑے کی کھپت ہے۔ کپڑے کی مانگ کم ہوتی ہے روئی کی مانگ آپ ہی آپ کم ہو جائے گی۔ کچھ ورش پہلے تو جاپان کا یہاں کل 10 کروڑ کا کپڑا بکتا تھا، حالانکہ روئی وہ 30 کروڑ کی خریدتا تھا۔ پچھلے تین ورشوں میں جاپانی کپڑے کی کھپت یہاں بڑھ گئی ہے، پھر بھی 30 کروڑ کا جاپانی کپڑا کسی طرح نہیں بکتا۔ باہری کپڑے کی کھپت اس وقت 40-45 کروڑ سے ادھک نہیں ہے۔ اس میں آدھا سے زیادہ ابھی تک انگلینڈ کا کپڑا ہے۔ ہمیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جاپانی کپڑوں کو باہر نکال کر بھارت اپنے کسانوں اور کپڑوں کے گاہکوں دونوں ہی کے ساتھ انیائے[3] کرے گا۔ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ جاپانی کپڑا جاپانی سرکار کی مدد سے اتنا سستا بکتا ہے۔ اس کے سستے پن کا رہسیہ اس کے مزدوروں کی نپنتا[4] اور کارخانوں کی سو پربندھ[5] ہے۔ کیونکہ بھارت میں اچھے کاریگر جمع کرنے کی چیشٹا نہیں کی جاتی

1 بات چیت 2 بائیکاٹ 3 ناانصاف 4 مہارت 5 اچھا انتظام

اور کیوں پر بندھ کفایت سے نہیں کیا جاتا، اور ان کی یوگیتا کا تاوان جنتا سے کیوں لیا جاتا ہے؟ ہم یہ نہیں کہتے کہ جاپانی کپڑا بے روک ٹوک بھارت میں آوے، کچھ پرتی بندھ ہونا، آوشیک ہے۔ اس میں ہمیں کوئی خرابی نہیں معلوم ہوتی کہ جاپان جتنے کی روئی خریدے اگر زیادہ نہیں تو اس کے آدھے روپیے کے کپڑے تو یہاں بیچ سکے۔ مل والوں کو بھی سوچنا چاہیے کہ جب کسانوں کے پاس روپیے ہی نہ ہوں گے تو اس کے کپڑے کون خریدے گا۔

2/اکتوبر 1933

برٹین کے لیے اُشُبھَیہ

کئی دن ہوئے برٹین کی اس پارٹی نے جو بھارت کو ہمیشہ اپنے ادھکار میں رکھنے کی اچھک ہے، پنشنر جرنلوں کی ایک سنیکت چٹھی چھاپی تھی، جس کا آشے تھا کہ برٹین اپنی سینک شکتی سے بھارت پر شاسن کیے جا سکتا ہے۔ ایک دوسرے انگریز جرنل نے جس کا نام سر ڈبلو میارن ہنیکر ہے، ان جرنلوں کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ ستیہ ہے کہ ہم بھارت پر سینک شاسن کر سکتے ہیں، لیکن اس کا بوجھ اتنا ادھک ہوگا کہ برٹین اسے سنبھال نہ سکے گا۔ آپ آگے کہتے ہیں۔۔۔

''کوئی ویوستھا[1] بھارت میں ڈویش[2] پیدا کرنے کے لیے اس سے اچھی نہیں سوچی جا سکتی کہ بھارت کو پشوبل سے اپنے ادھین رکھا جائے۔ بھارتیہ سینا کے کرمشہ[3] بھارتیہ کرن کا سمرتھن[4] پرایہ[5] ہر ایک جی۔ او۔ سی۔ نے کیا ہے۔'' لیکن اس وقت مسٹر چرچل کے سامنے کسی کی چل سکتی ہے۔

2 اکتوبر 1933

---

1 انتظام 2 حسد و دشمنی 3 بالترتیب 4 حمایت 5 تقریباً

پچھلی مردم شماری

بھارت سرکار نے 1931 میں جو مَنُشیہ گنڑ نا[1] کرائی تھی، اس کی پوری سچائی یعنی اس کے ایک دم ٹھیک ہونے کے وشے میں بہتوں کو تیور سندیہہ ہے۔ اور اس سندیہہ[2] کے کئی کارن ہیں۔ کانگریس کا ستیہ گرہ آندولن بہت زوروں پر تھا۔ ہندوؤں کی ایک بہت بڑی سنکھیا کانگریس سیوا میں سنلگن[3] تھی۔ ایسے اوسر[4] پر انھوں نے مردم شماری کا بہشکار کیا۔ بہشکار اُچت[5] تھا یا انوچت[6]، اس کا پرشن نہیں ہے، پر یہ ستیہ ہے کہ گنڑ نا کرنے والے اپنے من سے ہی گنتی لکھ کر چل دیتے تھے۔ بہتوں کو پتا بھی نہ چلا اور گنتی ہوگئی۔ مسلمانوں نے بہشکار کا الٹا کیا اور اپنی سنکھیا اچھی طرح لکھائی۔ وہ جانتے تھے کہ متادھکار کا پرشن آرہا ہے اس لیے گنڑ نا ادھک لکھانی ہی چاہیے اس لیے 1931ء کی گنڑ نا انوسار ہندو مسلمان انوپات کا واستوک انومان نہیں کیا جا سکتا۔

پھر بھی گنڑ نا میں سرکار کی اُور سے کافی پری شرم[7] کیا گیا ہے۔ جنتا کے سہیوگ[8] کے آبھاؤ[9] میں دھاندلی بھی ہوئی، پر اس کا دشیش برا پھل نہ ہوا۔ یہ اوشیہ ہوا کہ شاردا بل کے پنجے میں پھنسنے سے بچنے کے لیے 14 ورش کے نیچے کی ووا ہت کنیاؤں[10] کو بھی کماری لکھا گیا۔ اتایو وا وِہتوں[11] کی ٹھیک سنکھیا گیات[12] نہ ہوسکی۔

پر جو رپورٹ ابھی حال میں پرکاشت ہوئی ہے، اس سے بہت سی روچک باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ سب سے روچک[13] بات تو یہ ہے کہ آبادی کی درشٹی سے بھارت سنسار بھر میں سب سے آگے ہے۔ یہاں کے نواسیوں[14] کی سنکھیا چین سے بھی ادھک ہوگئی ہے۔ اکال، باڑھ، مہاماری سب کا کوپ ہوتے ہوئے بھی چین کے بھیشن نرسنہار کے کارن بھارت، چین، کے بھی آگے

1 مردم شماری 2 شبہ 3 ملوث 4 موقع 5 مناسب 6 غیر مناسب 7 محنت 8 تعاون 9 کمی 10 لڑکیوں 11 اس لیے 12 معلوم 13 دلچسپ 14 باشندوں

بڑھ آیا ہے۔ کشیتر پھل میں بنگال بھارت کا نواں پرانت[1] ہے، پر آبادی میں سب سے ادھک اور سموچے برٹش بھارت کی آبادی کا 16/ انش یہیں رہتا ہے۔

1921 میں بھارت میں شکشتوں[2] کی سنکھیا 22،623،651 تھی۔ پر 1931 میں برٹش شاسن کے دس سنہلے ورشوں میں بڑھ کر کیول 28،131،315 ہی ہو سکی۔ یعنی آبادی پیچھے 7 پرتی شت کا اوسط بڑھ کر کیول پرتی شت ہی ہو سکتا ہے۔

بھارت میں ناگرکوں کی سنکھیا 38،985،427 یعنی کل جن سنکھیا کا کیول 11 پرتشت ہی ہے۔ کرشی کی جیویکا کرنے والوں کا اوسط 1 7 پرتشت ہے۔ وواہ یوگیہ ودھواؤں کی سنکھیا 8،313،773، ہے 1931ء میں پاگلوں کی سنکھیا 130,304 بہروں گونگوں کی 231,895 اندھوں کی 601,670 اور کوڑھیوں کی 147,911 تھی۔ سنگٹھت مزدوروں کی سنکھیا 5,000,000 سمجھنی چاہیے۔ ویاپار میں لگے ہوئے لوگوں کی سنکھیا گھٹ کر 82 لاکھ ہی رہ گئی۔ جن سینا 1,040,000 سے گھٹ کر 841,000 رہ گئی۔ سامراجیہ تتھا اسٹیٹ سینا 440,000 سے گھٹ کر 317,000 ہو گئی ہے۔

استو[3] یہ روچک آنکڑے ہماری دردشا[4] تتھا ابھیدے[5] دونوں کو ویکت[6] کرنے کے لیے پریاپت[7] ہیں اور آشا ہے کہ پاٹھکوں کو ان سے کچھ نئی باتیں معلوم ہوں گی۔

2/ اکتوبر 1933

---

1 صوبہ 2 تعلیم یافتہ لوگوں 3 لہٰذا 4 بری حالت 5 (ترقی) 6 ظاہر 7 کافی

جوائنٹ سلیکٹ کمیٹی میں پدادھکاریوں کو آشواسن

انیہ دیشوں میں راج نیتک ویوستھا کا ایک ماتر اُدّیشیہ راشٹر کا کلیان[1] اور انتی[2] ہوتی ہے۔ ایک منتری منڈل جاتا ہے، دوسرا آتا ہے۔ ایک دل کی جگہ دوسرا دل ادھکار پراپت کرتا ہے۔ یہ سب کچھ جنتا کے ہت کے لیے۔ سرکاری کرمچاری بھی جنتا ہی کے ایک بھاگ ہیں۔ ان کا ہت اہت بھی راشٹر کے ہت اہت کے ساتھ بندھا ہوتا ہے، لیکن بھارت میں جو ویوستھا کی جاتی ہے اس میں سب سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے، اس سے کرمچاریوں، خاص کر انگریز کرمچاریوں کو کوئی نقصان تو نہ پہنچے گا۔ کیونکہ وہاں کرمچاری راشٹر کے لیے نہیں ہیں۔ بلکہ راشٹر کرمچاریوں کے لیے ہے۔ اس لیے جب سے سائمن کمیشن بھارت آیا، تبھی سے پدادھکاریوں[3] کے من میں شنکائیں[4] اٹھ رہی ہیں اور وہ بار بار سرکار سے اس بات کا آشواسن[5] چاہتے ہیں کہ ان کے ویتن، بھتّے، چھٹیاں، پنشن اختیار سب کچھ جیوں کے تیوں بنے رہیں گے اور اس بات کو وہ آنے والی ویوستھا میں شامل کر دینا چاہتے ہیں اور یدّپی[6] ان کے ہت کے لیے سرکار نے سفید کاغذ میں بہت کافی بندشیں کر دی ہیں پھر بھی جوائنٹ سلیکٹ کمیٹی کی بیٹھک میں جواب پھر شروع ہو رہی ہے، سر سیموئل ہور سے اسی وشے پر جرحیں کی گئیں، اور جیسے کوئی روگی جب تک ڈاکٹر کے منہ سے اپنے اچھے ہونے کی بات نہ سن لے، اسے سنتوش[7] نہیں ہوتا، اسی طرح سیموئل ہور سے اپنی ابھمت[8] ساری باتیں سویکار[9] کرا کے پدادھکاری ہتوں کے رکشکوں نے خوشی کی سانس لی ہو

---

1 بھلا 2 ترقی 3 عہدیداروں 4 شبہات 5 یقین 6 اگرچہ 7 اطمینان 8 من پسند 9 منظور

گی۔ بات تو طے تھی ہے۔لیکن بھارت والوں کو ایک بار سنا دینا ضروری تھا اور وہ اُبھینے کر دکھایا گیا۔

نوکر شاہی کو آنے والی ویوستھا سے شنکا ئیں ہیں، یہ تو اسپشٹ[1] ہی ہے۔ مگر اس کا کارن اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ انھیں اس وقت جو رعایتیں اور اختیار اور فائدے ہیں انھیں وہ خود بھارت کی حالت کو دیکھتے ہوئے سیما سے بڑھا ہوا سمجھتے ہیں، اور انھیں بھے ہے، کہ یہ موقعے ان کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ وہ اپنے کو بھارت کی جنتا سے الگ سمجھتے ہیں اور انھیں بھارت کے ہت کی اتنی پرواہ نہیں ہے جتنی اپنے فائدے کی۔ وہ دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ بھارت جیسے دردر تھویش[2] میں جہاں 100 سے 50 آدمی بیکار ہیں، اگر جنتا کی پرتی ندھیوں[3] کے ہاتھوں میں کچھ بھی ادھکار آیا تو یہ مزے نہ رہیں گے۔ جنتا سب سے پہلے پربندھ کے خرچ میں کفایت کرے گی اسی لیے وہ ہمیشہ کے لیے اپنا راستہ صاف کر لینا چاہتے ہیں اور آنے والی ویوستھا کو ایسا جکڑ دینا چاہتے ہیں کہ وہ ان کی اور ترچھی آنکھوں دیکھ بھی نہ سکے۔ ہم نہیں سمجھتے، جس ویوستھا میں پدادھکاریوں پر منتریوں اور جنتا کے پرتی ندھیوں کا کوئی دباؤ نہ رہے گا، وہ ویوستھا کس وچتر ڈھنگ کی ہوگی۔ کیسی دشا میں اس ویوستھا کو ایسی مہنگی سروس کے رہتے ہوئے نرمانڑ[4] کے کاموں کے لیے جنتا پر نئے کر لگانے پڑیں گے اور جنتا میں کر دینے کی جو شکتی ہے، وہ پہلے ہی ختم ہو چکی ہے، اس لیے نئی ویوستھا کو اپنا سا منھ لے کر رہ جانے کے سوا اور کوئی راستہ ہی نہیں رہ جاتا۔ جنتا پربندھ میں کوئی کفایت نہیں کر سکتی، نوکروں کو جو اختیارات مل گئے ہیں ان میں کسی طرح کی کمی نہیں کی جاسکتی۔ ایسی ویوستھا اس آدمی کی سی ہوگی جس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر کہا جائے کہ اب دوڑو۔ وہ غریب ہل تو سکتا ہی نہیں دوڑے گا کہاں سے۔ فوج کے خرچ میں کمی کی کلپنا ہی نہیں کی جاسکتی، پربندھ کے خرچ میں کمی ہو ہی نہیں سکتی، پھر جنتا پر کر بھار کیسے ہلکا ہوسکتا ہے۔ اس کا اپائے ایک ہی رہ جائے گا کہ جو کچھ جیسے چلتا ہے، ویسے ہی چلتا رہے اور منتری اور کونسلوں کے ممبر کونسل بھون میں برج کھیل کر اپنا منو ونود[5] کیا کریں۔ ایسی ویوستھا کے لیے اتنا تو مار کیوں باندھا جا رہا ہے۔ جب اس سے ہماری دشا میں کوئی انتی ہونے کی آشا نہیں، تو جو انتظام چل رہا ہے وہی کیا برا ہے۔ کروڑوں کا خرچ اور بڑھا کر بدلے میں کچھ نہ پانا، یہ تو بڑا اکھوروڈنڈ ہے۔

9/ اکتوبر 1933

---

1 ظاہر 2 غریب 3 نمائندوں 4 تعمیر 5 تفریح

ٹرلانسبری کا بال بہلاون

مسٹر لانسبری نے بھارت کے نام ایک پیغام بھیج کر کہا کہ لیبر پارٹی بہت جلد ادھکار پانے والی ہے۔ اس وقت وہ بھارت کو ترنت پورن سوراجیہ[1] پردان کر دے گی کہ چاہے وہ سامراجیہ کا پرکھ[2] انگ[3] بن کر رہے یا بالکل سوتنتر ہو جائے۔ مسٹر لانسبری لیبر پارٹی کے پرکھ نیتا ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان پر وشواس[4] نہ کریں۔ اب تک ہمیں مزدوردل کا جو کچھ انوبھو[5] ہوا ہے وہ تو اس وعدے پر وشواس کرنے میں بادھک ہے، پر ہو سکتا ہے کہ جس آدمی نے ایک دو بار اپنے وعدے نہ پورے کیے ہوں، وہ تیسری بار پورا کرے۔ اوشواس[6] کر کے ہم اپنے ہمدردوں کی ہمدردی نہیں کھو دینا چاہتے۔ سب کچھ مزدوردل کے بہومت پر ہے۔ اگر پھر مزدوردل کو ویسا ہی بہومت[7] ملا جیسے پچھلے اوسروں پر مل چکا ہے تو مسٹر لانسبری سدچھا[8] رکھتے ہوئے بھی کنزرویٹو دل کے سامنے سر جھکانے کے لیے مجبور ہو جائیں گے۔ ہاں اگر مزدوردل کو شدھ بہومت ملا، تو ہمیں آشا ہے وہ اپنے راج بھیک نیائے نیتی کا پریچے دینے میں سمرتھ[9] ہو سکیں گے۔ کم سے کم مزدوردل والے میٹھے وعدوں سے دل تو خوش کر دیتے ہیں۔ کنزرویٹو تو زبان سے بھی زہر ہی اگلتے ہیں۔ غریب کو تسلی کے دو شبد بھی بہت ہوتے ہیں۔ میٹھی باتیں کر کے آپ ہمارا گلا بھی کاٹ سکتے ہیں، آنکھیں دکھا کر اور گھڑکیاں جما کر ہمارے سمیپ[10] نہیں آ سکتے۔ یہ ماننا پڑے گا کہ میکیا ولین نیتی میں لیبر دل والے کنزرویٹو دل کو ابھی کچھ دنوں پڑھا سکتے ہیں۔ مسٹر ریمزے میکڈونلڈ کو ہی دیکھ لیجیے۔ مزدوردل کا کہاں شمار نہیں ہے، پر آپ برطانیہ سامراجیہ کے پردھان آچاریہ بنے ہوئے ہیں۔ مسٹر والڈون اور لائیڈ جارج تو کیا مسٹر چرچل بھی اتنی صفائی سے چولا نہ بدل سکتے۔ اس وشے میں لیبر پارٹی کے سامنے کوئی دوسری پارٹی نہیں ٹھہر سکتی۔

9/اکتوبر 1933

---

1 مکمل آزادی 2 مخصوص 3 حصہ 4 اعتماد 5 تجربہ 6 بداعتمادی 7 کثیر الرائے 8 نیک خواہش 9 قریب 10 قریب

کانگریس کے بیکار والنٹیر

ہمیں یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ کانگریس کے کتنے ہی نو یوک[1] آج کل بیکاری میں مارے مارے پھر رہے ہیں اور کہیں آشرے[2] نہیں پاتے۔ جس بات کو انھوں نے ستیہ سمجھا اس کے لیے حسب طرح کے کشٹ جھیلے۔ اب ان کے پاس نہ کھانے کو پیسے ہیں، نہ پہننے کو کپڑے۔ کتنے ہی تو پیسے پیسے کے محتاج ہیں۔ تین چار سال سے کانگریس کی سیوا ہی ان کے جیون کا کام ہو گیا تھا۔ کھید[3] ہے کہ جنتا ان کی اُور سے بالکل اداسین ہو رہی ہے۔ ان میں کتنے ہی کسی پرکار کا کام چاہتے ہیں۔ جس سے وہ روٹیاں کما سکے۔ دوسروں کے بھار نہ بنے، پر کہاں کام ملتا۔ یدی ہمارے نیتا اُدیوگ[4] کریں تو ان غریبوں کے لیے کوئی کام نکالا جا سکتا۔ پر آج کل جو شتھلتا چھا گئی ہے اس نے ہمیں اتنا نرتساہ کر دیا ہے کہ شاید ہمیں اپنے اوپر بھروسا ہی نہیں رہا۔ جن لوگوں نے تالیاں بجا کر اور پھولوں کے ہار پہنا کر ان یوکوں کو جیل بھیجا تھا آج وہ ان کے گزارے کا کوئی پربندھ نہیں کر سکتے؟ جن کے ماں باپ ہیں، یا جن کے گھر والے ان کا سواگت کرنے کو تیار ہیں ان سے تو کوئی مطلب نہیں ،لیکن جنھوں نے کانگریس کے لیے اپنا کام دھندا چھوڑ دیا، اکثر گھر والوں سے بگڑ بیٹھے ان کے لیے اب کہاں آشریہ ہے۔

9/ اکتوبر 1933

---

1 نوجوان 2 پناہ 3 افسوس 4 کوشش

شملے میں تگڈم

جاپان اور لنکا شائر کے پرتی ندھیوں کو بھارت میں آئے کئی دن ہو گئے۔ ایک پتناہ سے تو وہ شملے میں ہی پڑے ہوئے ہیں۔ پر ابھی تک دونوں پینترے بدل رہے ہیں، اور بھارت کے مل مالک ایک دوسرے کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ دیکھ رہے ہیں کہ یہ تماشے کب تک ہوتے رہیں گے۔ اتنی اتنی دور سے آئے ہو تو چٹ پٹ اکھاڑے میں اترو، ہاتھ ملاؤ اور گتھ جاؤ، پھر کبھی جاپان اوپر آوے اور برٹین کے پرانے پٹھے کو گھسے دے اور کبھی انگلینڈ اوپر آ کر جاپان کو جنجس کے ہاتھ دکھائے۔ گھڑی آدھ گھڑی میں کسی نہ کسی کی کشتی ہو ہی جائے گی مگر یہاں تو ابھی تک پینترے بازیاں ہو رہی ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے ڈنڈ بلے دیکھ دیکھ کر سہم رہے ہیں اور سامنے نہیں آتے۔ ہمارے مل اونر، ان کی روح نکلی جا رہی ہے کہ ان میں جو جیتا اسی سے ان کا فائنل ہو گا۔ جاپان جیتا، تو خیر سو دو سو فیصدی کر بڑھا کر اس کے مال کو روک دیں گے، لیکن کہیں برطانی پہلوان جیت گیا تو بھارت کی نوسکھوئے رنگ روٹ کی خیریت نہیں۔ ابھی تو جاپانی ٹھیکیوں نے سماچار پتروں کو دعوتیں کھلائیں اور ان سے خوب یارانہ گانٹھا۔ اب برٹین بھی ان کو دعوتیں کھلا رہا ہے۔ اور یارانہ گانٹھ رہا ہے۔ انگلینڈ کا پکش مضبوط ہے۔ اس نے ایسے ایسے ہزاروں دنگل دیکھے ہیں اور اس کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا۔ سر کلیری صاحب نے سماچار پتر والوں کو دعوت کے سمے بڑے معرکہ کی بات بتلائی آپ نے فرمایا تم اس کی چنتا مت کرو کہ بھارت کی روئی کون خریدے گا۔ جاپان بھارت کی روئی اس لیے نہیں لیتا کہ اسے بھارت سے کوئی پریم نہیں ہے، بلکہ کیول اس لیے کہ اسے سستی روئی اور کہیں ملتی نہیں۔ وہ اپنے سمجھنے کو دیکھ کر ہی یہاں کی روئی خریدتا ہے۔ اس کے کپڑے پر کر بڑھا دیا جائے گا پھر بھی وہ بھارت کی روئی لیتا رہے گا۔ اور اس کا شمھیانہ ہوا تو چاہے بھارت اس کا کتنا ہی کپڑا کیوں نہ لے وہ دوسری جگہ روئی خریدے گا۔ رہا انگلینڈ وہ بھارت

کی زیادہ روئی خرچ کرنے کا وچار کر رہا ہے، مگر سرکلیری مہودیہ یہ آشا نہیں دے سکے کہ آخر بھارتیہ روئی کا کون سا بھاگ لنکا شائر خریدے گا۔ جاپان تو بھارت کی 30 کروڑ کی روئی لیتا ہے۔ لنکا شائر لیتا ہے تیس کروڑ کی روئی؟ 30 نہ سہی 25 سہی؟ نہیں۔ لنکا شائر بھارت کی کل روئی کا پانچواں بھاگ خریدتا ہے۔ تو بھارت کے کسانوں سے اگر پوچھا جائے تو وہ جاپان کو ناراض نہ کریں گے۔ وہ بمبئی اور ناگ پور والوں کے لابھ کے لیے اپنے کو تباہ نہیں کرنا چاہتے، مگر ان غریبوں کی سنتا کون ہے۔ ان کی پہنچ بھی وہاں کہاں۔ ہوگا یہی کہ مہینے بھر کی بیتا بحث اور انتا کشری کے بعد جاپان پر 75 فیصد کر لگ جائے گا، وہ اپنی رونی صورت لیے اُدھر جائے گا اِدھر انگلینڈ مونچھوں پر تاؤ دیتا ہوا اپنا کھویا ہوا دیا پار واپس لے لے گا اور ہمارے مل والے آرام طلب سیٹھ جی اپنے بھرے ہوئے گوداموں کو دیکھ دیکھ کر قسمت ٹھوکیں گے۔

9/اکتوبر 1933

کانگریس اور سوشلزم

انگریزی ہی نہیں، بھاشاؤں کے پتروں میں بھی اس پر بڑا زور دیا جا رہا ہے کہ مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو کے راج نیتک آدرشوں[1] میں بڑا انتر[2] ہے۔ دونوں ہی مہانو بھاوؤں کی نیتی الگ ہے، منو بھاؤ الگ ہیں، آدی[3]۔ بالکل ٹھیک، لیکن یہ آج سے نہیں، اسی وقت سے ہے، جب سے دونوں ویروں[4] نے کرم کشیتر[5] میں قدم رکھا مہاتما جی مہاتما ہیں، جواہر لال مہاتما نہیں، ہم اور آپ جیسے منشیہ ہیں۔ اہنسا پنڈت جواہر لال نہرو کے لیے اور مہاتما جی کے سوا[6] سمپورن بھارت کے لیے کیول ایک نیتی[7] ہے، دھرم نہیں، وشواس نہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ کھلا ہوا بھید ہے رہا سوشلزم، وہ تو مہاتما جی اور پنڈت جواہر لال نہرو میں کیول ماترا[8] کا بھید ہے۔ مہاتما جی تو سوشلزم سے بھی آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ کیونزم سے بھی۔ وہ اپری گرہ وادی ہیں۔ پنڈت جی سوشلسٹ ہیں، اور ان کے ساتھ کانگریس کا بہت بڑا بھاگ سوشلسٹ ہے۔ کانگرس میں زمیندار بھی ہیں، راجے بھی ہیں، پر مزدور پارٹی میں کیا لارڈ اور سر نہیں ہیں؟ یہ تو کیول منوروتی[9] کی بات ہے ایک آدمی فاقے مست ہو کر بھی پونجی وادی[10] ہو سکتا ہے، اور دوسرا کروڑ پتی ہو کر بھی سامیہ وادی[11] ہو سکتا ہے۔ اس بیسوی صدی میں لارڈ اور ارل کیول کنزرویٹو برٹین میں ہی ہو سکتے ہے۔ دنیا کے شیش[12] بھاگوں میں ان خطابوں اور پدویوں کو ٹھکرا دیا ہے۔ کنزرویٹزم کے لیے دنیا میں اب کہیں استھان نہیں ہے۔ بیسویں صدی سوشلزم کی صدی ہے جو سمبھو[13] ہے آگے چل کر کیونزم کا روپ دھارن[14] کر لے۔ بھارت جیسے دیش میں جہاں آبادی کا بڑا حصہ غریبوں کا ہے، جس میں پڑھے ان پڑھے سب طرح کے مزدور ہیں، سوشلزم کے سوا ن کا آدرش ہو ہی کیا سکتا

---

1 سیاسی اصولوں 2 فرق 3 وغیرہ 4 بہادروں 5 عملی میدان 6 علاوہ 7 طریقہ 8 مقدار 9 رجحان 10 سرمایہ داری 11 مساوات پسند 12 مخصوص 13 ممکن 14 اختیار

ہے، اگر آج کانگریس پارٹی کا ریفرینڈم ہو تو ہمارا خیال ہے، بہومت[1] سوشلزم کا ہوگا، اور اس کے ایک ہی دو قدم پیچھے کیمونزم بھی نظر آئے گا۔ ایسی سنستھا[2] محض اس شنکا[3] سے، کہ مٹھی بھر زمینداروں کا سہیوگ اس کے ساتھ سے جاتا رہے گا اپنے آدرشوں کا تیاگ نہیں کر سکتی۔ اگر اس کے لیے ورگ واد کی دِپتی آئے، اور جو لوگ بھومی اور دھن پر قبضہ کیے بیٹھے ہیں وہ اننت کال[4] تک اسے بھوگنے کی اچھا رکھیں تو سنگھرش[5] ہونا لازمی ہی ہے۔ کانگریس سمپتی دھاریوں سے خواہ مخواہ جھگڑا کرنے کی اچھک نہیں۔ اس کا بہت بڑا بہومت ابھی تک مہاتما گاندھی کے ساتھ ہردے پری ورتن کا سمرتھک[6] ہے، رکت سے کرانتی کا نہیں۔ کانگریس نے اس نیتی کو کبھی گپت[7] نہیں رکھا۔ اس کی اپنی رچت ویوستھا میں بڑے سے بڑے پدادھکاری کے لیے کیول 500 روپیہ ویتن رکھنا ہی بتلا رہا ہے کہ اس کی آرتھک[8] اور ساماجک نیتی[9] کیا ہے! پنڈت جواہر لال سوشلسٹ ہیں، جیسے پرای:[10] سبھی کانگریس میں ہیں، ویوہار[11] سے ہوں یا نہ ہوں، پر وچار[12] سے اوشیہ۔ اور سوشلسٹ جائدادوالوں کا دوست نہیں ہوتا، چاہے دشمن نہ ہو۔

9/اکتوبر 1933

---

1 کثیر الرائے 2 تنظیم 3 گمان 4 لمبے عرصے 5 تصادم 6 حامی 7 پوشیدہ 8 اقتصادی 9 طرز عمل 10 عموماً 11 برتاؤ 12 ذہن

کانگریس کا نیا پروگرام

یہ تو ظاہر ہی ہے کہ کانگریس کیمپ میں اس وقت دو بڑے بڑے دل ہیں، ایک وہ جو ورتمان نیتی سے نراش[1] ہوکر کونسلوں میں جانا چاہتا ہے اور گورنمنٹ کو اس قلعے میں بھی شانتی سے نہیں بیٹھنے دینا چاہتا، دوسرا وہ ہے جو کہتا ہے کہ جس وقت ہم نے ستیہ گرہ شروع کیا اس وقت پرستھتی اس سے کہیں اچھی تھی، نہ اتنے سخت قانون تھے، نہ اتنا کٹھور[2] بندھن، اس سے جب ہم نے سرکار کا وِرُودھ کرنا آوشیک[3] سمجھا، تو آج اب پرستھتی اس سے کہیں خراب ہوگئی ہے، ہمارے لیے کانگریس میں جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کانگریس کاؤنسل میں نہ جاکر کس طرح اپنا سنگرام[4] جاری رکھ سکے گی، کس طرح گورنمنٹ پر دباؤ ڈال سکے گی۔

اگر مہاتما جی کی بھانتی سبھی کانگریس مین یا کم سے کم اس کے نیتا ہی سچے ستیا گرہی ہوتے اور من میں بنا ہنسا یا پرتی کار کا بھاؤ آئے، شترو[5] سے پریم کرتے ہوئے اس کی نیتی کا وِرُودھ کر سکتے، تو اس کی اوشیہ وجے ہوتی، کیونکہ گورنمنٹ کے ادھکاریوں پر ان کی تپسیا کا اثر پڑتا اور آتما ہین گورنمنٹ میں بھی کہیں نہ کہیں سے چیتنا[6] تپن[7] ہو جاتی پر کانگریس مین منشیہ ہیں تپسوی نہیں اور ان کی اہنسا[8] اپنی اسمرتھتا کے گیان سے پیدا ہوئی ہے۔ اسی لیے اس کا کوئی آدھیاتمک[9] مولیہ[10] نہیں ہے۔

اب تو فیصلہ سمپورنہ[11] بھوتک[12] کشیتر میں ہوگا۔ اگر ہم کوئی ایسی ویوستھا نکال سکیں جس سے نوکر شاہی کو ٹھیس لگے، تو ہماری وجے ہے ایتھا رسا کھینچے والوں کی بھانتی جہاں ہارنے

---

1 مایوس 2 سخت 3 ضروری 4 جنگ 5 دشمن 6 سمجھ 7 پیدا 8 عدم تشدد 9 روحانی 10 قیمت 11 مکمل طور پر 12 مادی

والا لکشیہ [1] سے دور ہوتا جاتا ہے ہم بھی لکشیہ سے دور ہوتے جائیں گے۔

کپڑوں کے پکٹینگ کا اب کوئی اثر نہیں ہوسکتا، کیونکہ ولائتی کپڑے بیچنے والوں نے اپنا ایک الگ بازار بنالیا ہے، جس پر کانگریس کے آدیشوں کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔ اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہم اپنے چھوٹے بجاجوں کو تباہ کر دیں۔ تباہ تو وہ پہلے ہی ہو چکے ہیں جو کچھ کسر ہے وہ بھی پوری کر دیں۔ اور کانگریس یہ استر اٹھائے ہی کس لیے؟ کیول اس دیش کے مل مالکوں کے بھوگ ولاس [2] کے لیے، جو دوسرے ملکوں کے سستے کپڑے کو روک کر اپنا کپڑا مہنگے داموں بیچ کر پرجا کو لوٹتے ہیں اور مزے اڑاتے ہیں؟ انھیں اس بات کی بالکل پرواہ نہیں ہے کہ یہاں سستا کپڑا کیسے بنے؟ کیسے ہوشیار کاریگر بنائے جائیں؟ کیسے کاریگروں کو اتنا پرسن رکھا جائے کہ وہ دل توڑ کر کام کریں؟ کیسے دلالوں اور ایجنٹوں پر خرچ میں کمی کی جائے؟ ان کی بلا اتنا سر مغزن کرے۔ سرکار انھیں سنر کشن [3] دینے پر تیار ہے انھیں کشٹ اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایسے پونجی پتیوں [4] کے ہت کے لیے اپنے اسنکھیہ والنٹیروں کو جیل بھیجنا شاید اب کانگریس بھی پسند نہ کرے۔ یہ اس کے ڈیما کریٹک سدّھانتوں [5] کے خلاف ہوگا۔ ہم پونجی پتیوں کا سوراجیہ نہیں چاہتے۔ غریبوں کا، کاشتکاری کا، مزدوروں کا سوراجیہ چاہتے ہیں۔ پکٹینگ سے وہ بات سدھ نہیں ہوتی۔ سرکاری نوکریاں ہم چھوڑنا نہیں چاہتے۔ ہمارے کانگریسی نیتاؤں کے ہی بھائی بند، چاچا تاؤ، بیٹے بھتیجے سرکاری نوکر ہیں اور بہودھا ان کے بال بچوں کا پالن کر رہے ہیں۔ نہیں، سرکاری نوکری ہمیں پرانوں سے پیاری ہے۔ اس کے چھوڑنے کا سوال نہیں اٹھ سکتا۔ اس 13 سال کے ستہ گرہ آندولن [6] میں مشکل سے دس بیس آدمیوں نے نوکریاں چھوڑی ہوں گی۔ تو اب کیا باقی رہا؟ لگان بندی، کر بندی، بیشک، لیکن اس معاملے میں سرکار کانگریس والوں کو اسی طرح کوئی اوسر نہیں دینا چاہتی جیسے پرتھکتا وادی مسلمانوں کو کانگریس کے 30 پرتی شت [7] کے مقابلے میں سرکار نے 33 پرتی شت اسمبلی کی جگہیں دے کر کانگریس کو نرو تر [8] کر دیا۔ کانگریس کسانوں کا لگان آدھا کر دینا چاہتی ہے۔ سرکار نے دو آ۔ :۔ سے لے کر آٹھ آنے تک کی چھوٹ دے دی ہے اور سمبھو [9] ہے کانگریس کی سب سے بڑی توپ کا منہ بند کر دینے کے لیے آٹھ آنے تک کی چھوٹ دے دے اور آمدنی کی کسر ریل اور ڈاک اور آمدنی اور عدالت اور آیات [1] نریات [2] آدی .

---

1 مقصد 2 سیر و تفریح 3 تحفظ 4 سرمایہ داری 5 اصولوں 6 تحریک 7 فی صد 8 لاجواب 9 ممکن

کروں سے پورا کرے۔ اور پڑھے لکھوں کو دفتروں سے نکال کر بیکاری اور بھی بڑھا دے۔ نمک کا ڈراما کھیلا جا چکا اور اسے سرکار کی بیوقوفی سے جو سپھلتا[3] مل گئی اس کی اب آشا نہیں کی جا سکتی۔ تو ہم نہیں سمجھتے کہ کانگریس کے پاس سرکار کو جھکانے کا اور کیا سادھن[4] ہے۔

آدرش وادی اور راشٹریہ سمان کی رکشا کرنے والا دل یہ ترک سن کر اپنی اُپنکتا تو سویکار[5] کر لیتا ہے، لیکن اس کا ایک ہی پرشن ان سارے ترکوں[6] کو بھیگے ہوئے بارود کی طرح بیکار کر دیتا ہے۔ بھائی صاحب، آپ یہ سب ستیہ کہتے ہیں اور واستو[7] میں دشا[8] کچھ ویسی ہی ہے جیسی آپ نے درشائی، لیکن کیا آپ خیال کرتے ہیں، ہمیں کونسل میں گھسنے دیا جائے گا، آج ہم دیہاتوں میں اپنا پروپگنڈا کرنے کے لیے جائیں تو کیا ہمارے کام میں بادھا[9] نہ ڈالی جائے گی؟ کیا پولس اور مجسٹریٹوں ڈوارا ہماری زبان بند نہ کر دی جائے گی؟ کیا آپ کو یاد نہیں کہ دو ایک کانگریس مینوں کے اس نئے مت پری ورتن[10] پر انگلینڈ کے ایک پتر نے اپنی گھبراہٹ پرکٹ[11] کرتے ہوئے لکھا تھا، کہ اب زمینداروں اور لبرلوں کو سچیت[12] ہو جانا چاہیے کیونکہ کانگریس مین کونسل میں آنے کے منصوبے باندھ رہے ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں، سرکار چاہتی ہے، کانگریس نئے کونسلوں میں آئے؟ کسی طرح نہیں۔ وہ برابر یہی کوشش کر رہی ہے کہ کانگریس کو ہر ممکن صورت سے کونسلوں میں نہ گھسنے دیا جائے۔ تو جب یہ معلوم ہے کہ کانگریس والوں کے کونسلوں میں آنے کی کوئی سمبھاؤنا نہیں، تو ویرتھ[13] میں کیوں کھڑے ہو کر اپنی آبرو گنوائیں۔ باہر رہنے میں کم سے کم آتم پرتشٹھا تو ہے، اپنی آن پر مر مٹنے کا گورو تو ہے، راجپوتوں کے اتہاسک جوہار کی ناموری تو ہے! کونسل کے لیے کھڑے ہو کر اس کے اندر گھسنے نہ پانے تو لجا اسپد[14] ہے۔

سرکار کے من کی بات تو سرکار جانے، لیکن کانگریس مینوں کو یہ شنکا اوشیہ ہے اور ہمارا خیال ہے کہ کسی حد تک ٹھیک بھی ہے۔ ایسی دشا[15] میں اُسہوگ کیا کہتا ہے کونسلوں میں جانے کے لیے زور لگانا جو سرکار نہیں چاہتی، یا کونسلوں سے الگ رہنا، جو سرکار چاہتی ہے اس کا فیصلہ ہمارے نیتاؤں پر ہے۔

اگر کونسلوں کے باہر رہ کر کانگریس کوئی کام کر سکے تو کیا کہنا، لیکن کانگریس میں سماج میں

---

1 درآمد 2 برآمد 3 کامیابی 4 ذریعہ 5 قبول 6 دلیلوں 7 حقیقت 8 حالت 9 رکاوٹ 10 تبدیلی رائے 11 ظاہر 12 خبردار 13 بیکار 14 قابل شرمندگی 15 حالت

کام کرنے والی بھاؤنا موجود نہیں، کیونکہ وہاں ان پرسکاروں میں ایک بھی نہیں ہے جو راج نیتک کشیتر[1] والوں کو ملتے ہیں۔ چاہے وہ کشنک[2] ہی کیوں نہ ہوں۔ سپاہیوں اور سرداروں کی ضرورت نہیں، مشنریوں کی ضرورت ہے اور مشنری بھی ویسی نہیں جیسی ہمارے سادھو سنیاسی ہیں، بلکہ وہ مشنری جو مٹھی بھر چنے پر دن کاٹ سکتی ہے۔

آج پرانت کے کانگریس نیتا پر یاگ میں بیٹھے ہوئے اس پرشن پر وچار کر رہے ہیں۔ ہمیں آشا ہے کہ وہ راشٹر کے سامنے کوئی ویوستھا رکھنے میں سپھل ہو سکیں گے۔

مہاتما پنڈت، مدن موہن مالویہ، نے بھی اپنے وکتویہ[3] میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے بلائے جانے کا پرستاؤ[4] کیا ہے اور ان کے لیے ایک ویوستھا[5] بھی تیار کر لی ہے۔ ہمیں آشا ہے، راشٹر کے سامنے کانگریس کی بھاوی نیتی[6] جلد سے جلد رکھنے کی چیشٹا[7] کی جائے گی۔ مگر یہ دُر بھاگیہ[8] کی بات ہوگی، اگر کانگریس میں دو دل ہو گئے۔ بہومت کے آگے ہر ایک کو سر جھکانا پڑے گا جس میں کانگریس سنیکت سور[9] سے اپنی آواز اٹھا سکے۔ ملک میں یوں ہی دلوں کی کیا کمی ہے کہ ایک نیا دل اور قائم ہو جائے گا۔

16 اکتوبر 1933

---

1 سیاسی میدان 2 لمحے بھر کی عارضی 3 تقریر 4 تجویز 5 آئین 6 آئندہ طرز عمل 7 کوشش 8 بدقسمتی 9 مجموعی طور سے

پنڈت جواہرلال نہرو کی آرتھک ویوستھا

نہرو جی کی جس ویوستھا کے وشے میں لوگ طرح طرح کے انومان کر رہے تھے ان کے سنتوش کے لیے انھوں نے لیڈر میں ایک لیکھ مالا لکھنی شروع کر دی ہے۔ اب ان کی آرتھک نیتی کے وشے میں کسی کو بھرم[1] نہ رہے گا۔ آپ کی نیتی وہی ہے جس سے بھارت کے غریب سے غریب آدمی کو بھی دیہک[2] اور مانسک[3] بھوجن[4] اور سمان اوسر[5] ملے۔ آپ پونجی پتیوں[6] کے فائدے کے لیے چاہے دیش کے ہوں چاہے ودیش کے، غریبوں اور مزدوروں کا پیسا جانا نہیں دیکھ سکتے اور یہی آپ کی نیتی ہے۔ اس کے سوا اگر کوئی ارتھ نیتی ہے تو وہ دھنوانوں کی، سوارتھیوں[7] کی، موٹی توند والوں کی نیتی ہے۔ جو نیتی دھن والوں کو غریبوں کے خون پر موٹا کرتی ہے، اس کا جلدی انت ہو جائے اتنا ہی اچھا۔ امیر غریبوں کو چوس کر ہی امیر بنتا ہے۔ سماج کی ویوستھا ہی ایسی رکھی گئی ہے کہ ہر ایک ویکتی سنسار کو اپنے سوارتھ کا کشیتر سمجھتا ہے۔ وہ لوگ جو جواہر لال جی کی اس نیتی سے چونک اٹھے ہیں، نتیہ[8] غریبوں کو کچلے جاتے دیکھتے ہیں، پر انھیں کبھی یہ بات نہیں کھٹکتی۔ کانگریس اس پونجی پتیوں کی نیتی کا سمرتھن[9] کر کے راشٹریہ سنستھا[10] نہیں بن سکتی۔

16/ اکتوبر 1933

---

1 شک 2 جسمانی 3 ذہنی 4 غذا 5 موقع 6 دولت مندوں 7 خود غرضوں 8 روز 9 حمایت 10 قومی جماعت

مسٹر چرچل کے مولک پرستاو

سر سیموئل ہور کا ابھنے سماپت[1] ہو گیا۔ اب مسٹر چرچل کی باری ہے۔ سر سیموئل نے شویت پتر کے رہسیوں[2] کا ادگھاٹن[3] کیا۔ مسٹر چرچل اس ڈراما کا روپ ہی بدل دینا چاہتے ہیں۔ دونوں مہانو بھاؤ اس پرشن پر تو ایک ہیں کہ بھارت کو کیسے اننت کال تک اپنے وش[4] میں رکھا جائے۔ ڈیٹیل میں انتر ہے۔ ان چاروں ورشوں میں برٹین کے اونچے اونچے سامراجیہ وادیوں[5] نے جو ویوستھا بنائی اور جو ان کے وچار میں بھارت کو ادھین[6] رکھنے کے لیے ایپکت[7] تھی، اسے بھی مسٹر چرچل گھاتک[8] اور ناشک[9] بتلا رہے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ بھارت کی جنتا کوئی پری ورتن نہیں چاہتی۔ یہ سوراجیہ اور سدھار تھوڑے سے آدمیوں کا خبط ہے۔ ان کی زبان بند کر دو اور پھر بھارت پر اکھنڈ[10] راجیہ کرو۔ اور اگر تمہیں کچھ دکھاوا کرنا ہی ہے تو اس طرح کرو کہ اصلی چیز کا ایک انو[11] بھی ہاتھ سے نہ جانے پاوے۔ یہی آپ کے بیان کا تو[12] ہے۔ مگر مسٹر چرچل شاید بھول جاتے ہیں کہ یہ بیسویں صدی ہے اور سنسار جس طرف جا رہا ہے، ادھر ہی بھارت کا جانا اوشمبھاوی ہے۔ چاہے آج یا آج کے دس سال بعد۔

30/اکتوبر 1933

---

1 ختم 2 رازوں 3 اجرا 4 بس 5 اقتدار پسندوں 6 ماتحت 7 مناسب 8 نقصاندہ 9 تباہ کن 10 مکمل 11 ذرہ 12 خلاصہ

حلوائی کی دوکان

پرتی ہنسا[1] بہت بری چیز ہے، حضرت عیسیٰ مرتے مرتے یہی سکھاتے رہے اور ان کی شکشا کو جیسا سر سیموئل ہور نے اپنایا، اس کی کہاں تک بڑائی کی جائے۔ آپ اہنسا کے اوتار ہیں اور بھارت کو آپ بالکل گئو بنا دینا چاہتے ہیں۔ بھارت اس کا بہت دنوں تک رنی[2] رہے گا۔ بھارت کے مزدور اور ویاپاری انگریزی سامراجیہ کے سبھی بھاگوں میں اچھوت سمجھے جائیں، لات کھائیں، بہت اچھی بات ہے۔ پرتی کار[3] کی بھاؤنا اس میں نہ آنی چاہیے۔ سامراجیہ والے یہاں راج پد[4] پر آویں یا ویاپار کرنے آویں، بھارت کو ان کا سواگت[5] کرنا چاہیے، اسے اپنا دوار[6] سامراجیہ کے لیے کھلا رکھنا چاہیے۔ اس میں اپمان[7] کی کوئی بات نہیں۔ لات کھانا سجنوں کا کام ہے۔ یہاں وہی ''حلوائی کی دوکان اور دادے کا فاتحہ'' والی مثل یاد آتی ہے۔

13/نومبر 1933

---

1 انتقام 2 قرضدار 3 انتقام 4 بادشاہ عہدے پر 5 خیر مقدم 6 دروازہ 7 بے عزتی

شری جواہر لال نہرو کا ویاکھیان

شری جواہر لال نہرو پچھلے سپتاہ[1] کاشی آئے تھے۔ آپ کے آنے سے کاشی کے راجنیتک کشیتر میں بڑا اتساہ[2] اتپن ہو گیا تھا۔ آپ اس بار جیل سے لوٹنے پر پہلی بار ہی کاشی آئے تھے، اس کارن کاشی واسیوں کو آپ کے آگمن[3] سے وشیش[4] آنند[5] ہوا اور آپ کا سروتر[6] ہی بڑے سماروہ[7] کے ساتھ سواگت کیا گیا۔ جب شری جواہر لال نہرو اپنی پتنی شری متی کملا نہرو کے ساتھ سارناتھ مول گندھ کٹی بہار کے وشال بھون میں پرویشٹ[8] ہوئے، تو وہاں ایکتر جن آپ کے پرتی سمان کا بھاؤ پرکٹ کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے تھا اس سے راشٹر دھونی[9] ہوئی۔ شری نہرو کے تین ویاکھیان[10] نگر میں ہوئے اور ایک ویاکھیان ہندو وشو ودیالیہ میں ہوا۔ ان ویاکھیان میں سنسار کے وبھن[11] دیشوں کے اتہاس کا تھوڑے میں دگدرشن کرایا گیا اور وبھن دیشوں کی شاسن پدھتیوں[12] کی چرچا کی گئی۔ شری جواہر لال نہرو نے کہا کہ سنسار میں کھانے پینے کا کافی سامان ہے، تو بھی بہت سے منشیوں کو نہیں ملتا اور اگنت منشیوں کو اپریاپت[13] ان دستر ملتا ہے، یہ دکھ جنک[14] استھی دور کرنے کا ایک ماتر اپائے[15] سامیہ واد کے سدھانتوں کے انوسار[16] سماج کا سنگھٹن[17] کرنا ہے انیہ پدھتیوں کے دوارا یہ سمسیا[18] اب تک حل نہیں ہوئی اور ان سے حل ہونے کی سمبھاونا بھی نہیں ہے۔ شری جواہر لال نہرو نے اپنے ویاکھیانوں میں ویگیانک سامیہ واد[19] شبد کا پریوگ کیا۔ آپ کا ابھپرائے[20] یہ تھا کہ ورتمان سماج میں منشیہ منوشیہ میں جو

1 ہفتہ 2 جوش 3 آمد 4 خاص 5 خوشی 6 سب جگہ 7 دھوم دھام 8 داخل 9 قومی موسیقی 10 تقریر 11 مختلف 12 حکومتی طریقوں۔
13 ناکافی 14 تکلیف دہ 15 واحد حل 16 مطابق 17 متحد 18 مسئلہ 19 سائنٹفک سوشلزم 20 مطلب

بھیشن[1] اسمانتا[2] ہے وہ دور ہو۔ یہ ٹھیک نہیں ہے کہ ایک منشیہ کے پاس اتھاہ[3] دھن بھرا پڑا ہو اور دوسرا منشیہ بھوکا مرتا ہو۔ سماج کا اس پرکار سنگھٹن ہونا چاہیے جس سے کوئی منوشیہ بھوکا نہ رہنے پاوے سب کو پریاپت ان اور وستر ملے اور سب کو اُنتی کرنے کا سمان اوسر ہو۔ سامیہ واد کا مطلب سب منشیوں کو تول ناپ کر برابر کرنا نہیں ہے، سب منشیوں کی بدھی[4] اور شکتی[5] میں تو انتر رہے گا ہی۔

شری جواہر لال نہرو کا چوتھا دیاکھیان ہندو وشو دیالیہ میں ہوا۔ وہاں آپ نے ہندو سبھا کی ہندو راج استھاپت[6] کرنے، سرکار، راجاؤں، مہاراجاؤں اور زمینداروں سے سہیوگ کرنے، سوتنترتا کی بھاؤناؤں کے ورُدھ کام کرنے کی نیتی کی کڑی نندا[7] کی۔

استھانیہ[8] رتنا کر رسِک منڈل نے شری جواہر لال نہرو کو مان پتر دیا۔ اتر دیتے ہوئے شری نہرو نے ہندی ساہتیہ کی اُنتی کرنے پر زور دیا۔

20/نومبر 1933

1 زبردست 2 تفریق 3 بے شمار 4 عقل 5 قوت 6 قائم 7 مذمت 8 مقامی

ہندو سوشل لیگ کا فتویٰ

مسٹر نہرو کے سماج واد کا وِرُودھ کرنے کا پرستاؤ

امرتسر میں کوئی سوشل لیگ یا اس کی شاکھا ہے۔ ادھر پنڈت جواہر لال نہرو کے بھاشن کے وشے میں ہندو سبھا میں جو ہل چل مچ گئی تھی، اس پر اس نے ہندو سبھاؤں کے نیتاؤں سے اپیل کی ہے کہ وہ اس واد و واد[1] کو بند کر دیں۔ کیونکہ اس سے منو مالنیہ بڑھتا ہے۔ لیکن لیگ کے وچار میں مسٹر نہرو کے سماج واد کا بڑے زوروں سے وِرُودھ کیا جانا چاہیے جس سے دیش کو بہت بڑی ہانی پہنچنے کی شنکا ہے۔ آگے چل کر وہ کہتا ہے۔

''سماج واد دیش کے دکھوں کو دور کرنے کا کوئی اپائے نہیں بتاتا۔ کیونکہ وہ اپنے کاریہ کرم[2] اور درشٹی کون دونوں ہی میں ودھونسا تمک ہے۔ روس کے سماج واد نے تھوڑے سے پونجی پتیوں دوارا جنتا کی لوٹ کو ہٹا کر ان کی جگہ راجہ کو بٹھا دیا ہے۔''

یہ کتھن پڑھ لینے کے بعد اب اس میں کیسے سندیہ[3] ہو سکتا ہے، کہ ہندو سوشل لیگ بھی ہندو سبھا کی بھانتی پونجی پتیوں کی سنستھا ہے، اور وہ سماج واد کا وِرُودھ دیش کے ہت کو سامنے رکھ کر نہیں، ہندو جنتا کے ہت کے لیے نہیں، بلکہ تھوڑے سے ہندو پونجی پتیوں کے سوارتھ کو سامنے رکھ کر کر رہی ہے۔ پونجی پتی کیا ہندو کیا مسلمان ایک ہی ہیں۔ ان کی وچار شیلی ایک، ان کی سوارتھ[4] لپسا[5] ایک۔ ان کا اُدّیشیہ جنتا کو لوٹ کر اپنی جیب بھرنا ہے۔ جنتا کی آرتھک جاگرتی، انھیں اپنے سوارتھوں کے پرتی کول[6] نظر آتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ جنتا سدیو اسی دشا میں پڑی رہے اور وہ سدیو[7] اس کا خون چوستے رہیں ان کا راشٹر پریم کیول دھوکے کی ٹٹی ہے۔

---

1 بحث ومباحثہ 2 لائحہ عمل 3 شبہ 4 مرضی 5 لالچ 6 برعکس 7 ہمیشہ

سوشل لیگ کہتا ہے کہ ساج وادا پنے کار یہ کرم اور درشٹی کون دونوں ہی میں ودھونساتمک ہے۔ پچھم میں ساج واد کی پرگتی دیکھ کر ہی اس نے یہ نتیجہ نکالا ہے لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ یورپ کے ساج واد نے جس نیتی کو اپنایا، اسے بھارت بھی اپنائے۔ یورپ میں جیسی پرستھتی تھی ویسی بھارت میں نہیں ہے۔ یہاں تو ویدانت کے ایکاتم واد نے پہلے ہی ساج واد کے لیے میدان صاف کر دیا ہے۔ ہمیں اس ایکاتم واد کو کیول دیوہار میں لانا ہے۔ جب سبھی منشیوں میں ایک ہی آتما کا نواس ہے تو چھوٹے بڑے، امیر غریب کا بھید کیوں! کیول کچھ لوگوں کو نوکروں کی فوج اور بڑے بڑے محل اور بینک میں لاکھوں کی پونجی آوشیک ہے؟ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ جو ساج واد کا سرتھک نہیں، وہ ہندو نہیں ہے۔ ساج واد یہی تو چاہتا ہے کہ منشیہ ماتر کو سان بھاو سے شکشت ہونے اور کام کرنے کا اوسر دیا جائے، سبھی کام برابر سمجھے جائیں، سبھی سان روپ سے پریم اور شانتی کے ساتھ رہ کر جیون ویتیت [1] کریں۔ اس سے اونچا اور پوتر مانو سنسکرتی کا اُدّیشیہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ اس سدھانت کے وِرُودھ چلنے کا ہی یہ پھل ہے کہ آج ہم جس طرف آنکھیں اٹھاتے ہیں سنگھرش [2] ہی نظر آتا ہے۔ اس کا پری نام ہے کہ ساج بھکشیہ اور بھکشک دو شریڻوں میں بٹ گیا ہے۔ اسی سا جک وودھان کو قائم رکھنے کے لیے عدالتیں، پولس، فوجیں اور جیلے بنے ہوئے ہیں۔ ہزاروں بھکشک [3] اور فقیر جو گلی گلی مارے مارے پھرتے ہیں، اس وودھان کے شکار ہو کر آج پرتھوی کا بھار بنے ہوئے ہیں۔ اس ودھان [4] کے ہاتھوں کتنے پرانیوں [5] کا جیون نرک [6] ہو رہا ہے، سنسار کو اس سے کتنی بڑی چھتی پہنچی ہے۔ اس کا انومان [7] ہم ابھی نہیں کر سکتے۔

ساج واد میں ایسے سنگھرش کے لیے کوئی استھان ہی نہیں۔ جہاں سبھی سان دھنی یا سان در در ہوں گے، وہاں چوریاں کیوں ہونے لگیں؟ جہاں ویکتک سمپتی کا پرشن ہی نہ ہوگا، وہاں پر عدالتیں کیوں رہنے لگیں؟ جہاں نوچ کھسوٹ، لوٹ مار کی وارداتیں نہ ہوں گی، وہاں پولس کی اتنی بڑی سنکھیا ہی کیوں رہنے لگی؟ جہاں سبھی کو سان روپ سے شکشا ملے گی اور سمان روپ سے انتی کرنے اور اپنے جیون کو سارتھک کرنے کے اوسر ملیں گے وہاں بھکشکوں کی یہ اگنت سینا کیوں رہنے لگی؟ اور جیلوں کا تو نشان بھی نہ رہے گا۔ کیونکہ جیلا کیول مفت خوروں یا تھوڑی سی محنت کر

---

1 بسر 2 تصادم 3 بھکاری 4 طرز 5 لوگوں 6 جہنم 7 اندازہ

کے بہت سادھن کمانے والوں کا کریڑا کشیتر ماتر ہے۔ سماج کے جس ودھان سے سنسار میں اتنا انرتھ[1] پھیلا ہوا ہے اس کا سمرتھن کر کے ہندو لیگ اپنے کرتیہ[2] پر گرو نہیں کر سکتی۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کو اپنے سے نیچا سمجھے اور اس کے پسینے کی کمائی سے خود موٹا ہونا چاہے۔ یہ منشیتا[3] کا اپمان ہے اور یہ اسی سے تک چل سکتا ہے، جب تک جنتا میں جاگرتی نہیں ہے۔ جاگرت سماج کسی طرح اس ودھان کے نیچے اپنا سر رکھنا پسند نہیں کر سکتا۔ آج سنسار میں پونجی واد کی جڑیں کھوکھلیں ہو رہی ہیں اور اسے اپنا استتو[1] بنائے رکھنے کے لیے سماج واد سے سمجھوتہ کرنا پڑ رہا ہے۔ فاشزم اور ناززم اس سمجھوتے کے روپ ہیں پر للکشن بتلا رہے ہیں کہ نکٹ[4] بھوشیہ[5] میں آج کل کا پونجی واد زمین پر پڑا ہوگا اور اس لاش پر سماج واد کی دھارا بہہ رہی ہوگی۔ ہندو سبھا اور ہندو سوشل لیگ دونوں سے اور دھرم کے پرتی کول[6] چل رہے ہیں۔ واستو میں ودھونسا تمک وہ پونجی واد ہے، جس کے دامن سے وہ چمٹے ہوئے ہیں نہ کہ سماج واد جو بھومنڈل کے لیے شانتی ادھار اور سوادھینتا کا سندیش سنا رہا ہے۔

11/ دسمبر 1933

---

1 بدنظمی 2 کارکردگی 3 انسانیت 4 عنقریب 5 ماضی 6 برعکس

بیکار بیٹھنے سے کاؤنسل میں جانا اچھا ہے

یہ ہیں وہ شبد جو مہاتما گاندھی نے راشٹر کی ورتمان استھتی پر وچار کر کے دلی میں شری مکھ سے کہے تھے۔ مہاتما جی کا آدرش واد ویوہارک آشرواد ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کبھی واد منشیہ کے سیوک[1] ہیں۔ سوامی نہیں۔ کسی واد کو مورتی بنا کر پوجنا اور پرستھتی کی اور سے آنکھیں بند کر لینا پرگتی شیل[2] سماج کا دھرم نہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ سمپر دایوں[3] کی بھانتی ہی ہر ایک نیتی یا کاریہ کرم[4] پرمپراؤں[5] کے بندھن میں کچھ ایسا جکڑ جاتا ہے کہ اس سے نکلنا اس کے لیے اسادھیہ[6] ہو جاتا ہے، ان پرمپراؤں کا پالن کر کے، جنھوں نے تیاگ کیا ہے، کشٹ جھیلے ہیں۔ اپنا سروسو کھو بیٹھے ہیں وہ سمپر دایوں کے مہنتوں ہی کی بھانتی اپنے نیتر تو[7] سے موہ[8] کرنے لگتے ہیں۔ یہاں مہنتو کا سا بھوگ ولاس[9] نہیں، پر کچھ لیش[10] ابھیمان تو ہے ہی اور شاید مہنتوں کے پد سے کہیں بڑھ کر۔ مہنتوں کو وہ پد اپنے گرو کی کرپا[11] سے ملتا ہے، یہ لیش سمان اپنے جیون کو بلیدان[12] کر کے پراپت[13] ہوتا ہے، اس سے موہ ہونا سوابھاوک[14] ہے اس کے ساتھ ہی اس نیتی کی سپھلتا[15] میں ہمیں وشواس بھی نہیں ہوتا۔ جو دیکھی دھوتی اور کرتی پہنے کا آدمی ہو، اسے کوٹ پتلون پہنتے بڑا سنکوچ[16] ہوتا ہے۔ ایک رس پر رہنا مانسک استھرتا کا لکشن[17] سمجھا جاتا ہے۔ اس نیتی یا کاریہ کرم کا پری تیاگ کرنا اس کی وپھلتا کو سویکار کرنا سمجھا جاتا ہے، اور ہم اپنی غلطی کو ماننے میں بڑی ہی اوارتا کا پرچے دیتے ہیں۔ کانگریس میں اس سے کچھ یہی حالت ہو رہی ہے پر پیرا پریمیوں کی اس میں اتنی پردھانتا ہے کہ مہاتما جی کے یہ مہتو پورن شبد بھی ہوا میں اڑتے دکھائی دیتے ہیں۔

---

1 خادم 2 ترقی پذیر 3 فرقوں 4 پروگرام 5 روایت 6 لاعلاج 7 قیادت 8 محبت 9 سیر وتفریح 10 تنک نامی 11 مہربانی 12 قربانی 13 حاصل 14 فطری 15 کامیابی 16 ہچکچاہٹ 17 علامت

ہر ایک سنستھا کو سدھانت وادیوں کی آوشیکتا ہوتی ہے ورنہ اس میں جیون اور دروڑتا[1] نہ آئے۔ پرمپراؤں کا بھی سنستھاؤں کے جیون میں ایک استھان ہے۔ ان پرامپراؤں کو چھوڑ دیجیے اور آپ کا ویکتتو[2] نشٹ ہو جاتا ہے۔ یہ بھی آوشیک ہے کہ ہمارے کاریہ کرتاؤں میں سہوگ ہو، ہم سندیہہ ہونے پر بھی اپنے نایک کی آگیا مانتے رہے ہیں۔ جب ہمیں نیتاؤں میں سندیہہ ہونے لگتا ہے، تبھی سنستھا نستیج ہو جاتی ہے۔ یہ سب مانتے ہوئے بھی ہم سمجھتے ہیں۔ اس سے کانگریس کو اپنا کاریہ کرم بدلنا پڑے گا اور چاروں اُور بادھاؤں کو دیکھتے ہوئے کاؤنسل پرویش کے سوا کوئی دوسرا مارگ نہیں رہ گیا ہے۔ ہم یہ ماننے کو تیار ہیں کہ اب تک کاؤنسلوں سے وشیس اپکار[3] نہیں ہوا، لیکن اپکار چاہے نہ ہوا ہو ان سے جتنا اَپکار ہو سکتا تھا وہ کچھ نہ کچھ اوشیہ کم ہوا۔ اگر ہم کاؤنسلوں سے کچھ تو نہ نکال سکے، تو اس میں بہت کچھ ہمارا ہی دوش ہے۔ ابھی دس سال پہلے تک کانگریس شکشت سمودائے کی سنستھا تھی۔ جس میں پونجی پتیوں کی پردھانتا تھی۔ جس کا اُدّیشیہ اَدھکار اور پد تھا۔ کانگریس کے درشٹی کون میں جو کچھ پری ورتن ہوا ہے اسے ابھی بہت تھوڑے دن ہوئے۔ یہ ٹھیک ہے کہ یدی سرکار کی اُور سے بادھائیں[4] نہ کھڑی کی جاتیں، تو اس تھوڑے ہی سمے میں راشٹر سامیہ وادی اور آگیا ہوتا۔ لیکن یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ نوین آدرش پر ہم کاؤنسلوں کا بہومت پراپت کرنے کی چیشٹا[5] نہ کریں۔ اس بہومت سے کانگریس کو اپنے آدرش کے انوسار بڑی سہایتا ملے گی۔ ابھی کانگریس ایک غیر قانونی دل ہے اور ہر ایک کانسٹیبل بھی سمجھتا ہے کہ کانگریس کاریہ کرتاؤں کو کسی جرم میں پھنسا کر وہ سرخ رو ہو جائے گا۔ جب کانگریس کاؤنسل اور اسمبلی میں پردھان دل ہوگی تب اس کے کاریہ کرتاؤں کے ساتھ یہ دھاندلی نہ کی جائے گی۔ پریاگ میں مسٹر فیروز گاندھی اور شری شومورت لال کے ساتھ ادھکاریوں[6] نے جو کچھ کیا ہے وہ کانگریس کے ویوستھا پک[7] سبھاؤں میں ہوتے ہوئے اگر اسمبھو نہ تھا، تو کٹھن اوشیہ تھا۔ اور یہ تو ابھی آرمبھ[8] ہوا ہے۔

یہ کہا جا سکتا ہے، کانگریس کا بہومت[9] پانا کوئی نشچت[10] بات نہیں ہے۔ ٹھیک ہے، لیکن

---

1 استقامت 2 شخص 3 نیکی 4 رکاوٹیں 5 کوشش 6 عہدہ داروں 7 مجلس انتظامیہ 8 آغاز 9 کثیر الرائے 10 طے شدہ

کانگریس پارٹی الپمت میں بھی رہی، تو یہ مانیہ الپمت ہوگا، اور کوئی سچ اس کی اُپیکشا[1] نہ کر سکے گا۔

لیکن مہاتما جی کے یہ شبد کیول ان لوگوں کے لیے ہیں، جو ویکتی گت[2] روپ سے نرواچن کے لیے کھڑے ہونا چاہتے ہیں۔ ویکتی گت روپ سے تو اب بھی جس کی اچھا ہو کھڑا ہو سکتا ہے، لیکن پھر اس کانگریسی امیدوار میں اور انیہ امیدواروں میں کوئی انتر نہ رہے گا۔ بلکہ بہودھا اسے ایسے لوگوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جن کی پیٹھ پر چھوٹی چھوٹی سنستھائیں[3] یا دل ہوتے ہیں۔ وہ بھی اپنے کو کانگریس سے نکالا ہوا سمجھنے لگتا ہے۔ اس کے پاس اتنا دھن بھی کہاں ہے، جس کے بل پر وہ الیکشن کی لڑائی لڑ سکے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کانگریس سنگھٹت[4] اور پرتیکش روپ سے میدان میں آوے اور اپنی پوری شکتی لگا دے۔ اگر اس نے ساہس[5] سے کام نہ لیا، تو وہ ایسے لوگوں کے لیے راستہ صاف کر دے گی، جو اسے دیوستھا پک سنستھاؤں میں پہنچ کر اس کا اہت[6] کرنا ہی اپنا دھرم سمجھیں گے اور جن پکش کچھ سمے کے لیے نربل[7] ہو جائے گا۔

1 رجنوری 1934

---

1 نظر انداز 2 انفرادی 3 تنظیمیں 4 یکجا 5 ہمت 6 نقصان 7 کمزور

یوکوں میں راشٹر پریم

سامپردائکتا[1] کی اس منڈلا کار گھن گھٹا میں کبھی کبھی رجت ریکھا بھی دکھائی دے جاتی ہے۔ جس سے راشٹر وادیوں کی مرجھائی آشائیں پھر ہری ہو جاتی ہیں۔ شاید دو سال ہوئے علی گڑھ میں وشودیالیہ کے ایک چھاتر سمیلن[2] میں سامپردائکتا کے وِرُدھ ایک پرستاؤ پاس ہوا تھا۔ گت سپتاہ[3] میں لکھنؤ میں یکت پرانت[4] کے چھاتر سمیلن میں پھر یہ پرستاؤ سویکرت ہوا ہے کہ ''پرانتیہ یونیورسٹی فیڈریشن سے انورودھ[5] کیا جائے کہ وہ سامپردائکتا کو کچلنے کا آیوجن کرے۔'' اس پرستاؤ کی اپیوگتا[6] اور کچھ ہو یا نہ ہو اس سے اتنا تو انومان کیا ہی جا سکتا ہے کہ ہوا کا رخ کدھر ہے۔ اس سمیلن کے سبھاپتی[7] سر محمد یعقوب تھے، جو کئی بار اپنی اَراشٹریتا کا پریچے دے چکے ہیں، ان کے سبھاپتتو میں ایسے پرستاؤ کا پاس ہو جانا اسی بات کا پرمان نہیں ہے کہ ہمارے یوکوں نے انیک اوسروں پر سدھ کر دیا ہے کہ انھیں سامپردائکتا سے کوئی سروکار نہیں ہے، نہیں انھوں نے اس کی کھلے شبدوں میں نندا کی ہے۔ اور ان دیویوں میں ہندو دیویاں بھی ہیں۔ مسلم دیویاں بھی۔ یوکوں نے بھی اپنے راشٹر پریم کا پریچے ایک سے ادھک اوسروں پر دے دیا۔ اب کیول پرانے دقیانوس رہ گئے۔ مگر وہ پربھات کے دیپک ہیں۔ بھارت کے بھوشیہ اجول[8] معلوم ہو رہا ہے۔

15 / جنوری 1934

---

1 فرقہ واریت 2 طلبہ کانفرنس 3 گزشتہ 4 شمال 5 درخواست 6 افادیت 7 صدر مجلس 8 تابناک

ریاست کی رکشا کا بل

سرکار نے اپنی لاڈلی ریاستوں کی رکشا کے لیے ایک نیا قانون بنانے کی ٹھان لی۔ اس کے انوسار[1] کسی ریاست کی آلوچنا[2] کرنا جرم سمجھا جائے گا۔ اور سرکار ایسے آلوچکوں کو جب چاہے گی گرفتار کر کے مقدمہ چلائے گی۔ ابھی ایسی ریاستوں کی دکھی پرجا کبھی کبھی برٹش بھارت کے سماچار پتروں میں اپنے کشٹ[3] کا رونا رو کر اپنا من شانت کر لیا کرتی تھی، اس سے جنتا کو ریاستوں کا کچھ رہسیہ[4] معلوم ہو جاتا تھا، اور راجے بھی لوک مت کے بھے[5] سے کچھ سچیت ہو جاتے تھے، مگر اس قانون سے ایسے لیکھوں کا پرکاشت ہونا کٹھن ہو جائے گا۔ پھر تو ہمارے راجے اور مہاراجے جی کھول کر پرجا پر اتیہ چار[6] کریں گے، کوئی چوں نہ کر سکے گا۔ کسی اخبار نے اس پر کچھ لکھا اور بڑے گھر پہنچا دیا جائے گا۔ یہ بل سمتی کے لیے پرانتیہ سرکاروں اور ہائی کورٹ کے ججوں کے پاس بھیجا گیا تھا۔ پرانتیہ سرکاروں[7] نے تو دل کھول کر اس کا سواگت کیا، جیسا ان کا دھرم تھا۔ ہائی کورٹوں کے ججوں میں بہتوں نے تو اس پر کچھ رائے دینا اچت نہ سمجھا، کچھ نے اس میں بال کی کھال نکالی۔ کیول الہ آباد ہائی کورٹ کے دو ججوں نے مسٹر جسٹس نعمت اللہ چودھری اور مسٹر جسٹس رکش پال سنگھ نے ہی اس کا وِرودھ کیا ہے۔ چودھری صاحب کا کتھن ہے کہ پیڑتوں[8] کو اپنی شکایتوں کو وائسرائے کے کانوں تک پہنچانے کا ادھکار اور ریاستوں کے ہائی کورٹوں کے وِرودھ پریوی کاؤنسل میں اپیل کرنے کی اجازت ملنی چاہیے۔ جسٹس رکش پال سنگھ کا اعتراض یہ ہے کہ آخر ریاستی پرجا کو اپنے کشٹ نوارن کا اور کون سا سادھن رہ جاتا ہے۔ اس کا نام ہے نربھیک نیائے پریتا[9]!

22 جنوری 1934

---

1 مطابق 2 نکتہ چینی 3 تکلیفوں 4 راز 5 خوف 6 ظلم 7 صوبائی حکومتوں 8 مظلوموں 9 بے خوف انصاف پسند

بھارت ویاپی بھوکمپ

15 رجنوری کوسوا دو بجے پرکرتی نے بھارت کو اپنی اندھی پیشا چک شکتی کا جو پر یچے[1] دیا، اس نے کتنے ہی آستِکوں[2] کو ناستک[3] بنا دیا ہوگا۔ شاید اس نے سوچا، منشیہ اپنے کھلونے وایو یانوں اور جیتاروں کو لے کر بہت بہک رہا ہے، ذرا اسے ایک بار پھر اپنی شکتی کا مزہ چکھا دو۔ بس بھوکمپ نے یہ مزہ چکھانے کا بیڑا اٹھالیا اور نیپال کی ترائی سے اٹھ کر بہار کا ودھونس[4] کرتا، سینکت پرانت[5] کی جڑیں ہلاتا، دکشن کو ٹھوکر مارتا مدراس کے پیٹ میں سہرن ڈالتا، بنگال کی کھاڑی میں ولین[6] ہو گیا۔ کہتے ہیں 1890 بھی بھیشن بھوکمپ آیا تھا۔ آیا ہوگا، مگر ہمارا خیال تو یہ ہے کہ وہ اس کا چھوٹا بھائی رہا ہوگا۔ بہار پرانت میں ترہت، دربھنگہ، گیا، مظفر پور، بھاگل پور، پٹنہ، آرا آدی نگروں میں جان اور مال کی کتنی چھتی ہوئی، اس کی ابھی تک کوئی گنتا نہیں ہو سکی اور نہ شاید کبھی ہو سکے گی۔ ایک ہوائی جہاز نے ترہت کا معائنہ کیا ہے اور اس کے سنچا لک کا کہنا ہے کہ مظفر پور ویران ہو گیا اور سڑکیں لاشوں سے پٹی پڑی ہیں۔ تین سو جانیں تو کیول دربھنگہ میں گئیں۔ ایسا شاید ہی کوئی مکان بچا ہو جس کو کچھ نہ کچھ دھکا نہ پہنچا ہو۔ ہزاروں مکان گر پڑے، ریلوں کے پل ٹوٹ گئے۔ ریل کی پٹریاں دھنس گئیں۔ تار کے کھمبے ٹوٹ گئے۔ کتنے ہی استھانوں میں لوگ سڑکوں اور میدانوں میں سے کاٹ رہے ہیں۔ شکر کے کتنے ہی مل تباہ ہو گئے۔ جمال پور میں ریل وبھاگ کے سیکڑوں مکان مسمار ہو گئے اور ریل کے کارخانے مٹ گئے۔ کتنے ہی مزدوروں کی جان گئی۔ ترہت میں بھومی میں بڑی بڑی دراریں ہو گئیں اور اُس میں سے گندھک

---

1 ثبوت 2 خدا پرستوں 3 کافر 4 تباہی 5 صوبوں 6 غائب

ملا ہوا پانی نکل پڑا اور زمین پر پانچ فٹ پانی کی باڑھ آگئی، جس سے سارے کنوؤں کا پانی زہریلا ہو گیا۔ سرکاری عمارت تو شاید ہی کوئی بچی ہوں۔ اس پرانت میں اتنا بھیشن آگھات[1] تو نہ تھا، پر ایسا ضرور تھا کہ لوگ اسے جیون میں نہ بھول سکیں گے۔ بڑے بڑے محل اس طرح ہل رہے تھے کہ جیسے ہوا سے پتے ہلتے ہیں۔ شہروں میں برلا ہی کوئی ایسا مکان ہوگا جس کی مُنڈیر یا چھت یا دیواریں نہ پھٹ گئیں ہوں۔ کاشی ہی میں 25 آدمی زخمی ہو گئے، اور دو مر گئے۔ سبھی شہروں کی یہی دَشا ہوئی ہے۔ اگر سات گرہوں کے سنیوگ کا یہ پھل تھا، تب تو اس خیال سے سنتوش[2] ہوتا ہے کہ یہ ابھاگے گرہ پھر سو دو سو ورش میں اِیکتر[3] ہوں گے۔ لیکن جیسی ایک وگیاناچاریہ کی رائے ہے۔ اگر یہ آکرمن[4] اس لیے ہوا ہے، کہ ہمالیہ کے شلا کھنڈ جل کے آگھات سے ٹوٹتے جاتے ہیں۔ اگر پرتھوی پر اس کا دباؤ کم ہو گیا ہے اور اس سے انتستل کی اُشنتا مکت ہو کر دوڑ رہی ہے، تب تو بھارت کا بھوشیہ بڑا اسنکٹ میہ جان[5] پڑتا ہے، کیونکہ شلا کھنڈ تو ٹوٹتے ہی رہیں گے اور ہمالیہ کا دباؤ اتر وتر کم ہی ہوتا جائے گا۔ ہاں، کوئی بڑا بھاری جوالامکھی ابل پڑے اور ایک بار پھر بھیتر[6] سے ایک دوسرا ہمالیہ اُڈیل کر نکال دے تو شاید یہ دباؤ برابر ہو جائے۔ جو کچھ بھی ہو، اس وقت تو سب سے بڑی اور کٹھن سمسیا یہ ہے، کہ ان گرے ہوئے اور پھٹے ہوئے مکانوں کی مرمت کیسے ہوگی۔ ادھیکانش آدمیوں میں تو یہ سامرتھیہ ہی نہیں کہ مکانوں کی مرمت کرا سکیں۔ ووش[7] ہو کر جیرن گھروں میں پڑے رہیں گے اور ورشا کال میں ان کی کیا دشا ہوگی، اس کی کلپنا ہی سے رومانچ[8] ہو جاتا ہے۔ کم سے کم میونسپلٹیوں کو اتنا تو کرنا ہی چاہیے کہ جن عمارتوں کو خطرناک دیکھیں انھیں خالی کروا کے ان کی مرمت کرا دیں۔ ہمارے سماج سیوکوں کو ریلیف کے کام میں اگرسر[9] ہونا چاہیے۔

22/جنوری 1934

1 بھیانک ضرب 2 اطمینان 3 جمع 4 حملہ 5 دشوار گزار 6 اندر 7 بے بس 8 رونگٹے کھڑے 9 قائد

وہ پرلینکر دِوَس

تاریخ 15 رجنوری کا بھارت کا وہ پرلینکر دِوس سنسار میں امر ہو گیا۔ کسے معلوم تھا کہ اس دن یہ تانڈو کانڈ ہو جائے گا۔ دوپہر کا سمے تھا، سب لوگ کھا پی کر اپنے اپنے کاموں میں لگے تھے کہ اچانک ہڑ اتا ہوا، لوگ چونکے، مکانوں سے نکلے اور آسمان کی اُور دیکھنے لگے کہ کہیں ہوائی جہاز تو نہیں منڈرا رہا ہے، پرچھنٹر ماتر میں ہی معلوم ہوا کہ پرتھوی کانپ رہی ہے! مکانوں کے ہلنے، پھٹنے اور گرنے نے پرلے کال[1] کا بھے بھر دیا ہے۔ بڑی مشکل سے شام ہوئی اور رات بیتی دوسرے دن سے سماچار آنے لگے اور بھے بڑھنے لگا۔ مظفر پور کے سماچاروں نے لوگوں کو ویاکل[2] کر دیا کہ منگیر کے سماچار آئے۔ تیسرے دن دربھنگہ آدی کے بھی سماچار پڑھے گئے۔ اس انمر تھو[3] جرپات[4] نے سنسار میں کھلبلی مچادی۔ نیپال کے سماچار تو ابھی تک ٹھیک نہیں معلوم ہو رہے ہیں کنتو ابھی ابھی نیپال مہاراج کا جو تار مسٹر مالویہ جی کے پاس آیا ہے، اس سے پتا چلتا ہے کہ جن ہانی سے دھن ہانی ہی ہوئی ہے۔ پھر بھی 3000 کے لگ بھگ مرتک[5] سنکھیا پر کاشت ہو چکی ہے۔ شری پنڈت جواہر لال نہرو تتھا انیہ دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ جب تک مظفر پور وغیرہ نگروں کا مولبہ نہیں ہٹا دیا جاتا، تب تک پوری مرتک سنکھیا نہیں معلوم ہو سکتی پر ابھی تک جو لاشیں پائی گئیں اور نکلی ہیں ان کی سنکھیا جان کر دل دہل جاتا ہے۔ آنکھیں پتھرا جاتی ہیں اور بدن کو کاٹھ مار جاتا ہے۔ مظفر پور، منگیر، دربھنگا اور سیتا مڑی آدی بڑے نگروں میں لگ بھگ 50000 منشیوں کے جیون نشٹ یا نشٹ پرلے[6] ہو گئے ہیں۔ نکٹستھ[7] گراموں میں یدی[8]

---

1 موت کے وقت 2 بے چین 3 سخت 4 بجلی کا گرنا 5 مرنے والے 6 ختم ہونے کے برابر 7 نزدیکی 8 اگر

ادھک پران ہانی[1] نہیں ہوئی، پردھرا اور دھانیہ تو اوشیہ ہی نشٹ ہو گئے ہیں۔ مظفر پور میں لگ بھگ 10000 منشیوں کے پران گئے اور پتہ نہیں ابھی کتنے دبے پڑے ہیں۔ منگیر میں تو اس سے بھی ادھک مرت سنکھیا بتائی جاتی ہے۔ منگیر میں اس روز دربھاگیہ وش اماوسیا کا میلا تھا۔ باہر کے ہزاروں یاتری پرو منانے آئے تھے۔ ٹھیک دوپہر کے وقت جب لوگ اسنان دھیان سے فارغ ہوکر کھا پی کر، سودا سوت خرید رہے تھے، تبھی بھوکمپ ہوا اور بیچارے ابھاگیہ یاتریوں اور نگرواسیوں کو ذرا بھی ادھر اُدھر ہونے کا اوسر نہ ملا۔ سب جہاں کے تہاں رہ گیے۔

ہمارے آفس میں منگیر کے ایک بھکت بھوگی ودھیارتھی آئے تھے، انھوں نے بیان کیا کہ جس سے بھوکمپ آیا۔ ہم لوگ دومنزلے پر تھے۔ مکان بڑے ویگ سے ہلنے لگے اور ہم لوگ دوڑ کر سیڑھی سے نیچے اترنا چاہتے تھے کہ اچانک سیڑھی ٹوٹ گئی اور مکان کا کچھ حصہ بھی گھر کے لوگوں پر گر گیا۔ ہم لوگ جہاں کے تہاں رہ گئے۔ بڑی کٹھنائی[2] سے بازار کی طرف کے برنڈے میں گئے کہ وہاں سے بازار میں کود جائیں گے پر جب وہاں سے سامنے کے مکانوں کو بھی گرتے دیکھا تو روح قبض ہو گئی، اچانک ہمارے برنڈے پر سامنے کے مکان کا کچھ انش ڈھے پڑا اور ہم بھی برنڈے سہت[3] نیچے آرہے۔ ایشور کی کرپا کہیے کہ نیچے آجانے پر ہاتھ اور کمر میں چوٹ تو آئی پر ورانڈا کا ٹین ہمارے اوپر ہو گیا اور اس نے چھاتے کی طرح ہمیں دھانک رکھا۔ مکان گر رہے تھے اور ہم سانس بند کیے دبے دبکے کھڑے تھے۔ چار چھ منٹ میں ہی یہ پرلے کانڈ ہو گیا۔ کسی پرکار ہمارے گھر دو ایک پرانی بچے اور سب دب گئے تھے۔ ایک چھ ورش کی بہن کو تو اس کے بال دیکھ کر بمشکل ملبے کے نیچے سے نکالا گیا۔ چاروں اُور ہاہاکار مچا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے معلوم ہوا کہ نگر پر اسنکھیہ بم ورشا کی گئی ہے۔ چاروں اُور اندھکا سا چھا گیا تھا۔ سوریہ دیو بھی دردشا دیکھ کر ذرا اوپر کو است سے ہو گئے تھے۔ سارا شہر چوپٹ ہو گیا اور لاشوں کی درگندھ[4] کے مارے اب وہاں کھڑا رہنا بھی کٹھن ہو گیا ہے۔ بڑا وبھتس[5] درشیہ[6] ہے۔

دربھنگہ اور لہریا سرائے بھی چوپٹ ہو گئے ہیں۔ ان نگروں میں بھی دو تین ہزار منشیوں کے مرنے کا اندازلگایا جاتا ہے۔

---

1 جان کا نقصان 2 پریشانی 3 ساتھ 4 بدبو 5 خوفناک 6 منظر

دوسو ورشوں کے بعد ادھر کی بھوکمپ سمبندھی[1] جو جانکاری پراپت ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھارت میں یہ بھوکمپ سب سے بھیشن اور وشیش کشٹی کر ہوا ہے۔

اس کے پہلے بھی بھوکمپ ہوئے تھے، ان کا ورنن بھی پتروں میں چھپا ہے سن 1950 اپریل ماس کی 4 تاریخ کو کانگڑا پردیش میں ایک بھوکمپ ہوا تھا۔ اور اسے بھارت واسی ابھی بھولے نہیں ہیں۔ اس سے بھی ست اتر بھارت نے اس بھوکمپ کا انوبھو کیا تھا۔ پچھم پردیش کے افغانستان اور سندھ سے لے کر پوروپردیش میں پوری پرینت اس کی دھونس لیلا سے بچ پائے تھے۔ لکھنو کانگڑا اور منسوری کے پردیش ہی اس مہادھونس کے چرم کشتر میں پری نت ہوئے تھے۔ اس سے مرت سنکھیا 20000 تک پہنچی تھی اس بھوکمپ کا کارن ہمالیہ کا استر اسکھلن بتلایا گیا تھا۔

اس کے بھی آٹھ ورشوں پورو[2] سن 1897 میں جون ماس کی 12 تاریخ کو آسام میں جو بھوکمپ ہوا تھا، وہ بھی ایک چرسمرنیے گھٹنا تھی۔ اس سے مول کمپن کے ساتھ انیک ویاپی سادھارن کمپن ہوتا رہا تھا۔ اس بھوکمپ کی دھونس لیلا کے کارن شیلانگ کی اور تو کچھ باقی ہی نہ رہ گیا تھا۔ گھر، گرجا، ریل اور سڑکوں کے پُل، سب کچھ ایک دم نشٹ ہو گئے تھے۔ وشال پہاڑ کے ٹکڑے ہو گئے تھے اور اس میں آسام کی بھومی کو کچھ کا کچھ کر دیا تھا۔ ندی نے اپنا نیا پرواہ مارگ بنا لیا تھا۔

اس کے بھی پورو اس دیش میں بھوکمپ ہو گئے ہیں، ان میں دوسو پورو سن 1720 میں دلی میں سن 1737 میں کلکتہ میں، اور 1762 میں پورو بنگ اور اراکان میں ہونے والے بھوکمپ ہی دیشیش الیکھیہ ہیں۔ ویسے 1891 میں کچھ دیش میں بھی بھوکمپ ہوئے تھے۔

بھوکمپ کا پرکوپ، بھارت ورش کی اَپیکشا[3] جاپان میں زیادہ بھیانک ہوتا ہے۔ ایک ستمبر سن 1923 کو جاپان کی راجدھانی ٹوکیوں اور یا کوہاما میں اسی کے کارن بھیشن اور بھیانک کانڈ اپستھت ہوا تھا۔ کیول 5 منٹ میں 200000 منشیوں کا مرن ہو گیا تھا۔ آندھی اور اگنی کانڈ نے تو اور بھی غضب ڈھا دیا تھا۔ یاکوہاما میں ایک لاکھ منشیہ مرے تھے۔ پچاس ہزار منشیہ تو نہ جانے کہاں لاپتہ ہو گئے تھے۔ ایک لاکھ آدمی آہت[4] بھی ہوئے تھے۔ اور، دھن سمپتی کی ہانی 12 ہزار کروڑ سے بھی ادھک کی ہوئی تھی۔

---

1 زلزلے سے متعلق 2 پہلے 3 بہ نسبت 4 زخمی

یوں تو سنسار کے انیک استھانوں[1] میں بھوکمپ کی ودھونس لیلا ہو چکی ہے، پر دو سو ورشوں سے ادھک کا حال نہیں ملتا۔ کنتو اسی بیچ 1755ء میں پرتگال کی راجدھانی لسبن میں بھوکمپ ہوا تھا، کہا جاتا ہے کہ اس میں 60ہزار آدمی مرے تھے۔

دکھن اٹلی تو بھوکمپ کے لیے نتیہ لیلا کشیتر ہو ہی گیا ہے۔ سن 1908 میں اٹلی کے میسنا نامک استھان میں بھوکمپ ہوا تھا، اس میں کیول 40 سیکنڈ میں ہی ایک لاکھ منشیہ مر گئے تھے۔

بھوکمپ ایک ایسی وپتی[2] ہے کہ اس سے بچنا منشیہ کے لیے ابھی اسمبھو[3] ہے۔ وگیانکوں[4] کی درشٹی اس اور اوشیہ گئی، اور جاپان کے وگیانوں نے اس کے لیے ایک سمتی بھی استھاپت[5] کی تھی۔ جس نے 50 ورشوں میں بہت کچھ کھوج کی ہے۔ اس وشے کا ساہتیہ بھی اس نے پرکاشت کیا ہے۔

19 ویں صدی کے انت میں پروفیسر ملنے نامک وگیانک نے بھی بہت کچھ پریتن کیا تھا۔ اس کے پوروو ایک انیہ وگیانک نے بھی پریتن کیا، پر 18 ویں صدی میں سپرسدھ[6] وگیانک شری پرسٹلے نے بجلی سے بھوکمپ کا سمبندھ استھاپت کرنے کا پریتن کیا تھا۔

سن 1807 میں پروفیسر ینگ نے یہ سدھانت نشچے کیا تھا کہ جس پرکار شبد ہوا میں ترنگوں کے ساتھ ایک استھان سے دوسرے استھان پر جا سکتے ہیں، اسی پرکار بھوکمپ بھی ایک استھان سے آرمبھ ہو کر ترنگ اتپن کرتا ہے اور اسی کے سہارے بہت دور تک پہنچ جاتا ہے۔ اس تتھیہ کے کی پشٹی[8] آئرش اکادمی نے بھی کی تھی۔

سن 1867 کے نیپلٹن کے بھوکمپ کے بعد وہاں لگ بھگ دو ماس تک دھونس اوشیشوں کے ڈھیروں کا پرویکشن کرنے کے بعد ایک وِوَرَن[9] پرکاشت ہوا تھا۔ اس سے پرکٹ ہوتا تھا کہ بھوگربھ سے ایک استھان سے ایک کمپن کی اتپتی ہوتی ہے، اسی استھان کے اوپر استھت زمین، اوپر اور نیچے سے کمپت ہو جاتی ہے۔ کیندر استھل[10] سے دور ترنگوں[11] کی گتی وکر بھاؤ[12] سے ہوتی ہے۔ کسی پھٹے ہوئے مکان کی درار کو دیکھ کر جانا جا سکتا ہے اس جگہ زمین کسی اور کمپت ہوئی تھی۔ اس پرکار کمپن کا کون نشچے کر لینے پر کمپن کا کیندر استھر کیا جا سکتا ہے۔

---

1 جگہوں 2 مصیبت 3 ناممکن 4 سائنس دانوں 5 قائم 6 سب سے مشہور 7 حقیقت 8 تصدیق تفصیل 10 مرکزی مقام 11 لہروں 12 ٹیڑھے پن

مدھیہ یگ [1] کے ودوانوں کا خیال تھا کہ جوالامکھی [2] کے دوارا اگنیو تپات ہی بھوکمپ کا کارن ہے۔ اس کا کارن یہ بتایا جاتا ہے کہ جاپان، اٹلی وغیرہ میں، جہاں جوالامکھی ہیں، وہاں بھوکمپ ادھک ہوتے ہیں۔ جوالامکھی سے جب اگنیو تپات ہوتا ہے۔ تو بڑے ویگ سے گندھک اور واشپ [3] آدی گرم پدارتھ [4] باہر نکلتے ہیں اور ویگ کی پربلتا کے کارن پرتھوری کانپ اٹھتی ہے۔ پرنتو جہاں جوالامکھی نہیں ہیں، وہاں بھی تو بھوکمپ ہوتے رہتے ہیں یہ پرشن وچارنیہ ہے۔

پرتھوی کا جس پرکار ٹھوس اور کٹھور ہونا خیال کیا جاتا ہے، اصل میں وہ اس پرکار نہیں ہے۔ بھوگربھ [5] میں وشال کھائیاں ہیں اور ایک وشال پروت کھنڈ کے ساتھ دوسرے پروت کھنڈ مل کر پرسپر یک دوسرے کا بھار سنبھالے رہتے ہیں۔ واشپ اور گندھک کے باہر نکلنے سے کھائیوں کی مٹی وغیرہ نیچے دھنس جاتی ہے اور بھوکمپ کا آرمبھ [6] ہوتا ہے۔

سسموگراف اور سسمومیٹر کے دوارا بھوکمپ سمبندھی گویشنا کا کاریہ سرل [7] ہو گیا ہے۔ یہ یتنتر ایک مہین سوئی کے دوارا کاغذ پر بھوکمپ انکت کر دیتے ہیں اور ویگیا نک لوگ اس کے دوارا کمپن کی استھی پری مان اور کمپن ہونے والی دشا کا گیان پراپت کرتے ہیں۔ انیسویں صدی میں جاپان والوں نے ان یتنتروں [8] کو واستوک انت روپ [9] دیا اور لگ بھگ پچاس ورشوں کے پریتن سے ہی آج ہمیں بھوکمپ سمبندھی سب گیان پراپت ہونے لگا ہے۔

اس کے پوروبھی انیک ودوان [10] اور دارشنکوں نے بھوکمپ سمبندھی انیک انومان [11] کیے تھے۔ بھارتیہ دھرم شاستروں اور پرانوں میں بھی بھوکمپ کے سمبندھ میں بہت کچھ گھوڑے لکھے ملتے ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی پرچلت ہے کہ شیش ناگ اپنے سہستر [12] فنوں پر پرتھوی کو دھارن کیے ہوئے ہیں، اور جب وہ فنوں کو بدلتے ہیں تبھی بھوکمپ ہوتا ہے۔ جاپانی لوگ بھی

---

1 عہد وسطیٰ 2 آتش فشاں 3 بھاپ 4 چیزوں 5 زمین کا اندرونی حصہ 6 آغاز 7 آسان 8 آلوں 9 ترقی یافتہ 10 عالموں 11 (قیاس) 12 ہزار

کسی سے وشواس کرتے تھے کہ ان کا دیش ایک وریت[1] مچھلی کی پیٹھ پر اوستھت[2] ہے اور یہ مچھلی کسی کارن اپنی دیہہ کو ہلاتی ہے تبھی بھوکمپ ہوتا ہے، کنتو ان ساری نرمول دھارناؤں کو ورتمان یکمین وگیان نے نشٹ کر دیا اور بھگوان شیش ناگ کا بھی انت لا دیا ہے۔ پھر بھی ہمارے دیش میں ابھی آستک[3] لوگوں کی اپنی اپنی دھارنائیں[4] اوستھت ہیں۔ ابھی اس دن مہاتما جی نے کہا کہ ہمارے پاپوں کے کارن ہی یہ بھوکمپ ہوا ہے اور ان کا دھارنا میں اچھوت کہلانے والے منشیوں کے ساتھ ذرویوہار ہی مہاپاپ ہے۔ اسی پرکار ورنا شرم سوراج سنگھ والے مہاتما جی کو کوستے اور کہتے ہیں کہ اچھوتوں کو مندر میں پرویش کرانے کے پاپ کا ہی پری نام یہ بھوکمپ ہے۔

یدی آستکتا، بھوکمپ کا کارن[5] پاپ[6] بتلاتی ہے تو یہ پرشن ہوسکتا ہے کہ کیا سچ مچ پرماتما نے بہار میں واستوک[7] پاپیوں کو ہی دنڈ دیا ہے؟ جتنے پرانی بھوکمپ میں مرے، کیا وہ سبھی مہان پاپی تھے؟ اور یہاں اس دیش میں جو بڑے بڑے پاپاچاری اور غریبوں کا رکت چوس جانے والے بڑی بڑی توند والے، بڑے بڑے تلک دھاری ڈھونگی پڑے ہوئے ہیں، کیا پرماتما انھیں نہیں دیکھ پاتا؟ استو[8] یہ سب ویرتھ[9] کی باتیں ہیں۔ بھلی بھانتی وچار کرنے پر معلوم ہو جاتا ہے کہ بھوکمپ کسی پاپ پنیہ کے کارن نہیں ہوا، یہ پرکرتی کی ایک لیلا ہے اور بھوگربھ کی وگیانک پرکریا کا ایک پری نام ہے۔

ادھر جو سماچار پراپت ہوئے ہیں، وہ تو اور بھی بھیانک اور ہردے کو وچلت[10] کر دینے والے ہیں۔ بھیانک ورشا نے ان کے بچے کھچے ہرے کھیتوں کو جل مگن کر دیا اور ان کی زندگی کو آفت میں ڈال دیا ہے۔ آج ہزاروں آدمی وہاں وستروں کے بنا ٹھٹھر رہے ہیں اور ان جل کے بنا بھوکوں پیاسوں مر رہے ہیں۔ ان کا سروسو[11] تو ویسے ہی نشٹ ہو گیا۔ تس پر ورشا کے کارن پر ان ہاری[12] جاڑے کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ایشور ہی رکشک ہے۔ اب ہمارا کرتویہ[13] یہی رہ جاتا ہے کہ اس بھیشن وپتی[14] کے سے لوگوں کو دھیرج بندھائیں اور جی جان سے ان کی سیوا[15] سہایتا[16] کریں۔

جنوری 1934

---

1 بڑی 2 واقع 3 خدا پرست 4 معتقد 5 وجہ 6 گناہ 7 اصلی 8 لہذا 9 بیکار 10 بے چین 11 سب کچھ 12 جان لیوا 13 فرض 14 بڑی مصیبت 15 خدمت 16 مدد

پرکرتی کا تانڈو

جیوں جیوں اس دیش ویاپی بھوکمپ کے سماچار[1] آتے جاتے ہیں، یہ نشچے درڑھ[2] ہوتا جاتا ہے کہ یہ بھی انھیں پرلینکاری گھٹناؤں میں ہے جنھوں نے دوراتیت میں سمدروں کو پروت اور پروتوں کو سمدر، مہادیپ کو مہاساگر اور مہاساگر[3] کو مہادیپ[4] بنا دیا۔ اتہاس اتنے بھینکر بھوکمپ[5] سے انبھگ[6] ہے۔ پہلے تین چار ہزار ہتوں[7] کا انومان[8] تھا۔ اب یہ سنکھیا دس گنی بڑھ گئی ہے اور کچھ لوگوں کا انومان ہے کہ پچاس ہزار سے کم آدمیوں کی ہانی نہیں ہوئی، دھن کی کتنی ہانی ہوئی اس کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ موتی ہاری، مظفر پور، مُنگیر تو مٹ گئے۔ دربھنگہ، پٹنہ، گیا، جمال پور آدی استھانوں پر بھی وپتی[9] کچھ کم نہیں آئی۔ ان کا ورنن[10] سن سن کر کلیجہ دہل جاتا ہے خون سرد ہو جاتا ہے۔ سوچیے، اس آدمی کی کیا دشا ہوگی، جو اپنے پیاروں کو ہنستے کھیلتے دیکھ کر چھوڑ کر دفتر یا دوکان گیا ہو اور پرکرتی[11] کے اس اپچواس[12] کے بعد دوڑا ہوا گھر آئے، تو دیکھے کہ اس کا سروناش[13] ہو چکا ہے۔ کتنا ہردے وِدارک[14] دورشیہ[15] ہے۔

اب ہمارا کیا کرتویہ ہے؟ کیا یہی کہ جب دو چار متر مل بیٹھیں، تو بھوکمپ کا ذکر چھڑ جائے۔ اُمک[16] پریوار یا امک نگر یا امک گاؤں میں کتنے آدمی مرے، کتنے زخمی ہوئے۔ کیسے زمیں پھٹ گئی، کیسے اس کے اندر سے پانی ابل پڑا۔ کیسے بڑے بڑے محل زمیں میں دھنس گئے! یہ تو منشیہ کا کیول کوتوہل پریم ہے۔ کیا کیول اپنے محلے یا گھر میں ہوم یگ کرا کے ہی ہم اپنے کرتویہ کو پورا کر سکتے ہیں؟ یہ تو کیول سوارتھ[17] کامنا ہے۔

---

1 خبریں 2 پختہ 3 بحر اعظم 4 بر اعظم 5 خوفناک زلزلے 6 لاعلم 7 مقتولوں 8 اندازہ 9 مصیبت 10 تفصیل 11 قدرت 12 سانس 13 برباد 14 دل دہلانے والا 15 منظر 16 فلاں 17 خود غرضی تمنا

نہیں، ہماری مانوتا[1] اور بندھو بھاؤنا[2] کی یہ اگنی پریکشا ہے۔ ہم اپنے منگل[3] کے نمت[4]، بڑی بڑی تیرتھ یاترائیں کرتے ہیں، دان پنیہ کرتے ہیں۔ ہم اپنے آتم پرورش[5] کے لیے پیسے کو ٹھیکرا سمجھتے ہیں اور بھوگ ولاس[6] کے لیے دھن کو پانی کی طرح بہاتے ہیں۔ کیا آج جب ہمارے لاکھوں بھائی اکتھنیہ[7] کشٹ[8] بھوگ[9] رہے ہیں، ہم اپنی منگل کامنا کے لیے تیرتھ یاترا کرتے رہیں۔ کیا شادی بیاہوں میں روپیہ لٹانا اس سے اچت[10] ہے جب ہمارے لاکھوں بھائی آہت[11] اور ننگے پڑے کراہ رہے ہیں؟ کیا ہم اب بھی تماشے دیکھتے رہیں گے جب پرکرتی اپنا تانڈو نرتیہ دکھا رہی ہے؟ پیڑتوں کے لیے بڑی تتپرتا[12] سے سہایتا[13] کا کام شروع ہو گیا ہے۔ سرکاری اور غیر سرکاری شکتیاں سہوگ[14] سے اس پنیہ کاریہ میں بھی ہاتھ بٹا رہی ہے۔ پرایہ سبھی پرانتوں میں سہایک سمتیاں پیڑتوں کے لیے دھن اور وستر اکتر کر رہی ہیں۔ وائسرے نے جو فنڈ کھولا ہے، اس میں چاروں طرف سے روپے آ رہے ہیں۔ ہمارا بھی دھرم ہے کہ اپنے سامرتھیہ[15] بھر اپنے بھائیوں کی مدد کریں۔ دھن سے، وستر سے، ان سے، یہ نہ سمجھیے کہ ہمارے دو چار آنے کو کون سا بڑا اپکار کر دیں گے۔ آپ کے چار آنے سمبھو ہے کسی بھائی کے لیے سے پرل جانے سے ایک کوش کا کام کریں۔ ہم غریب ہیں۔ سامرتھیہ ہین ہیں، لیکن اسی لیے ہمارے اوپر اور بڑی ذمہ داری ہے، غریب کی مدد غریب نہ کریں گے تو کون کرے گا؟

یہ بھوکمپ کیوں آیا اس پر بھن بھن[16] سمپردایوں[17] کے بھن بھن مت[18] ہیں، بھو گربھ کے جانکار کہتے ہیں کہ ہمالیہ پروت اس کمپن ریکھا پر پڑتا ہے، جو آلپس سے اینڈیز پہاڑ تک چلا گیا ہے اور چونکہ اس کا اوپری بھاگ ورشا، برف کے پگھلنے اور اتیہ پراکرتک[19] کارنوں[20] سے کشین[21] ہو رہا ہے، وہ بھیتر سے اوپر اٹھ رہا ہے جیسے پانی میں تیرتا ہوا برف کا ٹکڑا۔ جیوں جیوں اوپر سے گھٹتا ہے پانی سے باہر نکلتا جاتا ہے۔ کمپن جب بہت دنوں کے بعد آتا ہے تو اس کا زور بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس لیے یہی اچھا ہے کہ کبھی کبھی ہلکا ہلکا کمپن

---

1 انسانیت 2 بھائی چارگی 3 بھلائی 4 واسطے 5 خودنمائی 6 عیش وعشرت 7 ناقابل بیان 8 تکلیف 9 برداشت
10 مناسب 11 زخمی 12 مستعدی 13 مدد 14 مدد 15 بساط 16 طرح طرح 17 فرقوں 18 خیال 19 قدرتی
20 وجوہات 21 کمزور

ہوتا رہتا ہے۔ ایسا بھیشن[1] کمپن[2] 52 ورشوں کے بعد آیا ہے۔ آخری بھوکمپ کانگڑا میں سن 1907 میں آیا تھا۔ جس میں 20 ہزار آدمی مر گئے تھے۔ اتر بھارت ہمالیہ کے سمیپ ہے، اس لیے یہاں بھوکمپوں کی سنبھاؤنا ادھک ہے۔

دوسرا دل ان لوگوں کا ہے، جو اسے دیوی کوپ کہتے ہیں۔ کیا دین، دکھی، دردر[3] دولت بھارت پر ہی دیوی کوپ کو آنا تھا؟ یا اسے غریب دیکھ کر دیو بھی اسے ٹھوکر مارتا ہے، جیسے کوئی شریر لڑکا پڑے ہوئے کتے کو ٹھکرا دیتا ہے اور مان لیا دیوی کوپ ہی ہے، تو یہ کیوں؟ اسی لیے، تو کہ یہاں کے لوگ دیو کی سمجھ میں سنسار بھر سے زیادہ پاپی سوارتھی اور بھرشٹ[4] ہے۔ اسپشٹ[5] ہی ہے کہ جب تک ہم ستیہ وادی[6]، پروپکاری اور پوتر[7] نہ ہو جائیں گے، یہ کوپ ہمارے اوپر سے نہ اترے گا۔ لیکن ہم چورستوں پر ہوم تو کر رہیں، درگا پاٹھ تو بیٹھا رہے ہیں، دیوی کو بکرے چڑھا رہے ہیں، مگر کیا ہم استیہ[8] اور سوارتھ[9] اور دشچارن[10] کا تیاگ[11] کر رہے ہیں؟ کیا ان آٹھ نو دنوں میں ہم نے اپنے جیون کو پوتر بنایا ہے؟ تب دیوی کوپ کیسے ٹلے گا؟ ہوم سے اور بکرے سے بھوکمپ والا دیوتا پرسن[12] نہیں ہوتا، ان رشتوں سے تو ہماری چھوٹی چھوٹی دیوی بھوانی اور دیوتا گن ہی پرسن ہوتے ہیں، جو ادھک سے ادھک ہمیں بیمار ڈال دیتے ہیں، یا ہمیں گھلا گھلا کر مار ڈالتے ہیں۔ سادھو کہتا ہے لوگ سادھو سیوا بھول رہے تھے، اس لیے دیوی کوپ آیا۔ ورنا شرم سنگھ شاید یہ کہتا ہے کہ مندروں کو ہری جنوں کے لیے کھلوانے سے کوپ آیا۔ پنڈے بھی فرماتے ہیں، دیوتاؤں میں لوگوں کی شردھا کم ہوگئی، اسی لیے دیوتا کپت[13] ہو گئے۔ اسی طرح دفتروں کے عملے کہتے ہوں گے، لوگ اب دل کھول کر ان کی پوجا نہیں کرتے، دیتے بھی ہیں تو بہت رو کر، اس لیے کوپ آیا۔ یہ سب سوارتھیوں کی یکتیاں[14] ہیں۔ نہ دیوی کوپ ہے نہ شیس ناگ کی کروٹ۔ یہ ایک پراکرتک وبھوت ہے، جو ویگیانک کارنوں[15] سے آیا کرتا ہے۔ اس کا منشیہ کے پاس کوئی علاج نہیں۔ اگر کوئی علاج ہے، تو یہی کہ شہر کی تنگ گلیوں اور اونچے اونچے محلوں سے وداع لی جائے اور کھلی جگہوں میں ایک تلے، ہلکے، گہری نیو والے مکان بنائے جائیں

---

1 خطرناک 2 لرزہ 3 غریب 4 خراب 5 ظاہر 6 حق پرست 7 پاک 8 جھوٹ 9 خودغرضی 10 بدچلنی 11 چھوڑ 12 خوش 13 برہم 14 تدبیریں 15 وجوہات

اور استریوں کے پردے کو ایک دم توڑ دیا جائے۔ اگر پردے والی استریاں بھے بھیت[1] ہو کر لجاوش گھروں میں نہ چھٹ پٹا کر دوڑتی ہوئی کھلی جگہوں تک آ جاتیں، تو بہت سمجھو ہے کہ اتنی جانیں نہ جاتیں۔

لیکن ہمارے لیے یہ بالکل نئی پرستھتی ہے اور اپنے کو ان کے انوکول بنانے میں ابھی بہت دن لگیں گے۔

25 جنوری 1934

1 خوفزدہ

بہار کی وِپتّی اور کاشی

ہمیں یہ جان کر کھید[1] ہوا کہ بہار کی سہایتا کے پرشن پر یہاں کی دو پرمکھ[2] سیوا اسنستھاؤں میں مت بھید[3] ہو جانے کے کارن ابھی تک سنگٹھت روپ[4] سے کچھ نہیں کیا جا سکا۔ دونوں ہی الگ الگ اپنی کھچڑی پکا رہی ہیں اور ایسے نازک وقت میں بھی سہیوگ نہیں کر سکتیں۔ ہم کاشی سیوا اسمتی اور کاشی ناگرک منڈل دونوں ہی کے کاریہ کرتاؤں سے ونے کے ساتھ انورودھ کرتے ہیں کہ پرسپر کے ویمنسیہ پر پانی ڈال کر ایک دل سے بہار کی سہایتا کر کے کاشی کا گورو بڑھائیں۔

26/جنوری 1934

بھوڈول اور کاشی کے ادھِکاری

اگر ہمارے ایک یوگیہ متر کی یہ شکایت ٹھیک ہے کہ کاشی کے ادھِکاریوں[1] نے بھوکمپ کے اوسر[2] پر جنتا[3] کی کوئی مدد نہیں کی، کس کو کیا نقصان پہنچا ہے اس کی کوئی جانچ نہیں کی گئی، جرجر مکانوں کو خالی کرا کے گھر والوں کو سورکشت[4] استھانوں میں ٹھہرانے کا کوئی پربندھ نہیں کیا گیا، جنتا کی گھبراہٹ کو دور کرنے کے لیے ایک وگیپتی[5] تک نہ نکالی گئی تو ہمیں اس کا کھید ہے۔ ہمیں آشا ہے کہ کاشی کے ادھِکاری ورگ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں گے اور جنتا کو نراشا[6] یا بے کسی کا کڑوا مزہ نہ چکھائیں گے۔ وشیش کر جب حاکم ضلع اور حاکم شہر دونوں ہی ہندستانی ہیں تب تو ہم ان سے سہایتا اور سہانو بھوتی[7] کی اور بھی آشا رکھتے ہیں۔ اگر ہمارے بھائی ہمارے افسر ہو کر ہماری اور سے منھ پھیر لیں، تو غیروں سے کیا آشا کی جائے۔

29 جنوری 1934

---

1 افسوس 2 مخصوص 3 اختلاف رائے 4 مجموعی شکل 5 ملازمین 6 موقع 7 رعایا 8 محفوظ 9 اعلان 10 مایوسی 11 ہمدردی

وِپتّی وِپتّی!

1934 اوشیہ اپنے ساتھ وپتوں[1] کا سمر لے کر آیا ہے۔ بھارت، چین اور میکسکو کی اربوں کی ہانی[2] بھوڈول سے ہوگئی۔ ہمارے دیش میں بہار تتھا یکت[3] پرانت[4] کے کاشی، الہ آباد آدی کی گہری ہانی کا انومان[5] بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ نیپال برباد ہوگیا۔ پڑوسی چین کی ہانی کی کہانی بڑی دردناک ہے۔ دردناک زیادہ اس لیے ہے کہ وہاں ریل، تار ڈاک آدی کا پربندھ[6] نہ ہو سکنے کے کارن سماچار نہیں پہنچ سکتی، یا بہت دیر میں پہنچے گی۔ ادھر کئی ہوائی جہازوں کے ٹوٹنے، گرنے، نشٹ[7] ہونے کے سماچار ایک ہی مہینے میں پراپت ہو چکے۔ 28 جنوری کا سماچار ہے کہ انٹارکٹک کھوج کا بیڑا ارتھات کپتان برڈ کا دل بھنگ ہوگیا اور 43 آدمی برف پر ''تیر'' رہے ہیں۔ ایک استھان میں ہزاروں آدمی برف کی آندھی میں برباد پڑے ہیں۔ برف نے ان کی جان لے لی۔ موٹر تتھا سائکل درگھٹنا کا اوسط دوگنا ہوگیا۔ چوری ڈکیتی کے سماچاروں سے اخبار بھرے پڑے ہیں۔ جیوتشیوں نے 1934 کو 'اتپاتوں'[8] کا ورش بتلایا ہے۔ لکشن[9] بھی ایسے ہی پرتیت[10] ہو رہے ہیں۔ بھارت میں بہار آدی بھاگوں میں جو گندگی پھیل گئی ہے، چین میں جو اتپات ہو گئے، ان سے گہری بیماری تتھا سنکرامک روگوں کے وستار کا بھے ہے۔ ایسے وپتی کے یگ میں ایشور ہی رکشا کرے۔

آشچریہ[11] ہے کہ منشیہ کی مہتواکانکشاؤں، اس کے سادھنوں، رچناؤں کی اتنی ترمتا تتھا اس کی پروشتا کی، اتنی لاچاری کی دردشاؤں[12] کی، ایسی اوستھا دیکھتے ہوئے بھی، اس کی آنکھ نہیں کھل رہی ہے تتھا وہ لالسا[13]، لوبھ[14]، لالچ، دویش، [15]متسر کے گڈھے میں گرتا ہی جا رہا ہے۔ ایشور ہمیں اب بھی بدھی دے۔

5 فروری 1934

---

1 مصیبتوں 2 نقصان 3 ملحقہ 4 صوبے 5 اندازہ 6 انتظام 7 برباد 8 شورشوں 9 علامت 10 ظاہر 11 حیرت 12 بری حالت 13 خواہش 14 حرص 15 دشمنی

منگیر مظفر پور کی دشا

شری[1] یت جواہر لال نہرو نے یہ اسپشٹ کہا تھا کہ یدی بہار سرکار تتپرتا[2] سے کام لیتی، تو مظفر پور میں اتنی تباہی نہ آتی، تتھا بھوکمپ کے تین دن بعد تک اس کا کچھ نہ کرنا، اس نگر کے لیے ابھاگی[3] نس سہائے[4] جنتا کے لیے بڑا ہی گھاتک سدھ ہوا۔ 31 جنوری کو کاشی ٹاؤن ہال کے میدان میں کاشی کے سرو مانیہ نیتا شری سمپورن آنند جی کا جورو چک[5] ویاکھیان[6] ہوا تھا، اس سے بھی یہ پرتیت[7] ہوتا ہے کہ منگیر میں سرکار سے جو آشا کی جانی چاہیے تھی، تتھا سماچار پتروں[8] میں سرکاری وگیپتیوں[9] سے جو وشواس ہو گیا تھا، وہ واستوکتا[10] سے دور ہے، تتھا اس مصیبت کے سمے بھی سرکار کا سرکاری پن دور نہیں ہوا تھا'' نوکر شاہی'' نوکر شاہی ہی بنی رہی مسٹر جائسوال نے دس دن پہلے ہی کہا تھا کہ منگیر کے وشے میں سرکاری کاریہ دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ بیسویں صدی کی سبھیہ[11] کہلانے والی سرکار'' ایسا'' کر سکتی ہے۔ ہمیں یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے۔ بڑی لجا[12] آتی ہے تتھا یدی سرکار کے اوپر آکشیپ[13] ستیہ[14] ہے، تو اس کا بڑا برا پربھاؤ[15] پڑے گا۔ شری سمپورن آنند جی کا کہنا ہے کہ تا تا کمپنی کی جس سہایتا کا بڑا ڈنکا پیٹا گیا ہے، وہ بھی ٹھکانے سے نہیں بانٹی گئی ہے۔ منگیر میں آرتوں کے لیے کیول ایک ہزار ٹن'' ٹین'' ہی ملے ہیں، جو بہت کم ہیں۔ دال میں نمک کے برابر ہے۔ ان کے کتھن[16] سے تو یہ بھی پرتیت[17] ہوتا ہے کہ سہایتا کاریہ میں شیگھر ہی سرکاری تتھا غیر سرکاری لوگوں میں پور امت بھید ہو جانے والا ہے۔

'' آج'' میں شری سمپورن آنند جی کا منگیر سے بھیجا ہوا پتر چھپا تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے

1 محترم 2 مستعدی 3 بدقسمت 4 بے مددگار 5 دلچسپ 6 تقریر 7 ظاہر 8 اخباروں 9 نویسوں 10 حقیقت
11 مذہب 12 شرم 13 الزام 14 سچ 15 اثر (61) قول 17 ظاہر

کہ یدپی[1] راجیندر بابو نے باہری ''آدمیوں'' کی سہاتا نہیں مانگی تھی، پریدی[2] باہری لوگ پہنچ گئے ہوتے اور ملبہ صاف کر دیتے تو ہزاروں جانیں، جو کیول ''بھوک پیاس'' سے تڑپ کر مری ہیں بچ جاتیں۔ یہ سنتوش[3] کا وشے ہے کہ کچھ باہری لوگ سُیم[4] چلے گئے تھے۔ ہمیں یہ رپورٹ پڑھ کر بڑا کھید[5] ہوتا ہے۔ جو بھوک پیاس سے مر گئے ان کی پیڑا کی کلپنا[6] بھی اسمبھو[7] ہے۔ خیر، جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا۔ جو باہری دل سُیم پہنچ گیا تھا وہ بہار کی کرتگیتا کا پاتر ہے، یدپی یہ کرتگیتا[8] نہیں، پر سیوا کی سارتھکتا[9] ہی اسے ابھیشٹ[10] ہے۔

5/فروری 1934

---

1 اگرچہ 2 اگر 3 اطمینان 4 خود 5 افسوس 6 تصور 7 ناممکن 8 احسان مندی 9 کامیابی 10 مرغوب

سیوا سمتی کا سراہنیہ کاریہ

وگت[1] چندر گرہن کے اوسر پر بھیڑ کم ہونے پر بھی یاتریوں[2] کا کافی جماؤ تھا اور ایشور نے ورشا[3] اور شیت[4] کے کارن انھیں کافی کشٹ دیا تھا، پر کاشی سیوا سمتی نے یاتریوں کی سودھا[5] تھا سیوا[6] کے لیے جو پربندھ کیا تھا وہ سراہنیہ تھا اور اس کے لیے اس کے منتری شری بینی پرساد جی تتھا سہایک منتری شری تروینی دت جی دھنیہ واد کے پاتر ہیں۔ سیوا سمتی نے بھوکمپ پیڑتوں کی سہایتا رتھ بڑا پری شرم[7] کیا ہے اور اب اس نے نگر کے بھوکمپ پیڑتوں کی سہایتا کے لیے ایک کمیٹی بھی بنا دی ہے۔ آشا ہے، یہ کمیٹی اپنے پری شرم میں سپھل ہوگی۔ ہمارا وشواس ہے کہ بھوکمپ سے اس نگر کی بھی بڑی ہانی ہوئی اور چونکہ سرکاری طور پر اس کا کوئی پربندھ نہیں کیا گیا ہے۔ سیوا سمتی کا یہ کاریہ اس کے نام تتھا لیش[8] کے انوکول[9] ہوگا۔

کاشی سیوا سمتی نگر کی پراچین[10] تتھا مہتو پورن[11] سنستھا ہے اور یہاں کی ہر ایک ناگرک سنستھا کو اس کے انترگت[12] سہیوگ تتھا سیوا اُدوارا[13] اس کی سہایتا کرنی چاہیے۔

5رفروری 1934

---

1 گزشتہ 2 مسافروں 3 بارش 4 ٹھنڈ 5 آسانی 6 خدمت 7 محنت 8 نیک نامی 9 موافق 10 قدیم 11 خاص

12 ماتحت 13 ذریعہ

بہار اور دیشی ریاستیں

بہار کی پرستھتی[1] کے وشے میں بابو راجیندر پرساد کا جو بیان پرکاشت[2] ہوا ہے اسے پڑھ کر بہار کے پنر ودھار کا پرشن[3] اپنے بھیشن روپ میں ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ ایک طرح سے اتری بہار کو پھر سے آباد کرنا پڑے گا۔ اس اوسر[4] پر سمست[5] راشٹر نے جس بندھتو[6] کا پریچے دیا ہے اور دے رہا ہے، وہ بہت ہی آشا[7] جنک ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں ہی نہیں، چھوٹے چھوٹے قصبوں اور مدرسوں اور دفتروں میں بھی بڑی تتپرتا[8] سے چندے جمع کیے جارہے ہیں اور لگ بھگ پندرہ لاکھ روپے نقد اور لاکھوں روپے کے کپڑے اور کمبل اور اناج بھیجے جاچکے ہیں۔ چاروں اور سے راشٹر کے سیوک[9] پہنچ گئے ہیں اور اپنے وپتّی کے مارے بھائیوں کی سیوا کررہے ہیں۔ مگر ابھی تک ڈمراؤ اور گونڈال کے راجاؤں کے سوا ہمیں کسی ایسے راجا کا نام نہ ملا جس نے اُدھارکاریہ کے لیے کوئی بڑی رقم دان کی ہو۔ جو لوگ لاکھوں روپے سال موٹروں اور سیر تماشوں پر خرچ کردیتے ہیں وہ ایسے موقع پر دو دو، چار چار ہزار دے کر اپنے کرتویہ سے مکت نہیں ہوسکتے۔ اگر ڈمراؤ کے راجا 50 ہزار دان دے سکتے ہیں تو ایسے کتنے ہی مہاراجے ہیں، جو دو دو، چار چار لاکھ دے سکتے ہیں۔ شاید اتنا وہ وائسرائے کی ایک ایک دعوت میں خرچ کردیتے ہوں گے۔ کتنے کھید[10] کی بات ہے کہ جس دیش میں پچاسوں تلک دھاری ہوں، وہاں ان تینوں سپتاہوں میں 50 لاکھ بھی جمع نہ ہوجائیں۔ اتنا لکھ چکنے کے بعد ہمیں یہ جان کر بڑا سنتوش[11] ہوا کہ مہاراج دربھنگہ نے بہار پیڑتوں کی سہایتا کے لیے پچیس لاکھ کا دان دیا ہے۔

12 رفروری 1934

---

1 حالت 2 شائع 3 سوال 4 موقع 5 تمام 6 بھائی چارگی 7 امید 8 مستعدی 9 خادم 10 افسوس 11 اطمینان

کیا ہونے والا ہے؟

15 رجنوری کو بھوکمپ کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، وہ آج ایک مہینا ہو جانے پر بھی بدستور جاری ہے۔ آئے دن کمپن ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ 12 فروری کو بھی زور کا دھکا ہوا۔ جو کچھ بچا کھچا تھا وہ بھی سواہا ہوتا جا رہا ہے۔ ودتیہ راج تو اپنا زور دکھا چکے، اب ان کے سامنتوں کی باری ہے۔ ہم سینکڑوں میل کے فاصلے پر بیٹھے ہوئے وہاں کے سماچار سن کر کانپ اٹھتے ہیں، تو جو لوگ ان مصیبتوں کو جھیل رہے ہیں، ان کے من میں کیا دشا ہوگی۔ اتنا او کاش بھی تو ملے کہ لوگ بھوشیہ کے وشے میں کچھ سوچ سکیں۔ جب ننگی تلوار سر پر لٹک رہی ہو، یہ کھٹکا لگا ہو کہ نہ جانے کب بھوکمپ[1] کا دھکا ہوا کے جھونکے کی طرح آ جائے تو من پر ایک اندھکار سے نراشا[2] کا آ جانا سوبھاوک[3] ہے۔ گھر کے آدمی گئے، گھر گیا، جائداد گئی اس پر اپنی جان کا بھی بھروسہ نہیں۔ پھر کہاں سے اب وہ اُتساہ[4] آئے، جو ریت میں بیل اپجانے کا ساہس[5] کرتا ہے۔ یہی پرشن وکرال[6] روپ دھارن[7] کیے سامنے کھڑا رہتا ہوگا۔ کیا ہونے والا ہے؟ مایا[8] کا پر بل[9] بندھن بھی ایسی دشا میں شتھل[10] ہو جائے، تو کیا آشچریہ ہے۔ مایا کو اپنا سوپن سامراجیہ رچنے کے لیے بھی تو کوئی آدھار[11] چاہیے۔ چاہے وہ کتنا ہی آسار[12] کیوں نہ ہو۔ بھوکمپ نے تو مایا کو بھی پراست کر دیا۔

اور طرح طرح کی افواہیں اس آتنک کو اور بھی بڑھاتی رہتی ہیں۔ ایک وگیانک کا انومان ہے کہ بہار میں کسی جوالا مکھی کے پھٹنے کی آشنکا ہے۔ ایک دوسرا دل کہتا ہے کہ اتری بہار بھوکمپ کے مارگ میں آ گیا، اور اس طرح کی درگھٹنائیں[1] وہاں اسی طرح آتی رہیں گے۔ جیسے جاپان میں آتی رہتی ہیں۔

---

1 زلزلے 2 مایوسی 3 فطری 4 جوش 5 حوصلہ 6 خوفناک 7 اختیار (۸) دولت 9 مضبوط 10 سست 11 بنیاد 12 بے حقیقت

مگر مانو جیون کا اتہاس پرکرتی پر وجے پانے کی ایک لمبی کتھا کے سوا اور کیا ہے۔ سنسار میں کیسی کیسی پرلینکاری بادھائیں نہیں آئیں۔ لیکن منشیہ جاتی آج بھی پرکرتی کے سامنے اس کا سامنا کرنے کو تیار ہے۔ کہتے ہیں 1737 میں بہار میں اس سے بھی بھینکر بھوکمپ آیا تھا، جس میں تین لاکھ سے زیادہ جانیں گئی تھیں۔ جاپان میں 1927 میں جو بھوکمپ آیا تھا، اس میں کئی لاکھ آدمی مر گئے تھے۔ لیکن جاپان آج سنسار کا شکتی شالی راشٹر ہے، اس بھوکمپ کا وہاں کوئی چہنہ[2] بھی نہیں رہا۔ ہاں، ضرورت اس بات کی ہے کہ راشٹر ایک دل ہوکر پیڑتوں کی سہائتا کرنے پر تل جائے۔ بہار ہمارا سمر کشیتر ہے۔ مظفر پور اور موتی ہاری اور منگیر اور سیتا مڑی وہ مورچے ہیں جہاں پرکرتی کی شکتیاں گولی برسا رہی ہیں۔ کیا ہم اپنے ویر سینکوں کو شترو کے گولوں کے شکار ہوتے دیکھ کر بھی شانت بیٹھے رہیں گے۔ یدھ میں لڑنے والے تھوڑے ہوتے ہیں، لیکن ان کی پشت پر سارا راشٹر ہوتا ہے۔ یوروپی مہایدھ[3] میں پچاس لاکھ آدمی مرے تھے، اور اربوں کی ہانی ہوئی تھی۔ منگیر اور موتی ہاری سے کہیں وشال نگر بھومستھ ہو گئے تھے، پر راشٹروں کی سنیکت شکتی[4] نے ان کھنڈہروں کو پھر گلزار کر دیا۔ وہاں آدمی کا آدمی سے مقابلہ تھا یہاں آدمی کا پراکرتی سے مقابلہ ہے، اور آدمی نے سدیو[5] پرکرتی پر وجے پائی ہے۔ اب کے بھی اس کی وجے ہوگی۔ شرط یہی ہے کہ راشٹر اپنے سینکوں کی مدد کے لیے ہر طرح کا تیاگ کرنے کو تیار ہو جائے، اور اب ہم راشٹر شبد کا پریوگ کرتے ہیں، تو ہمارا آشے کیول جنتا نہیں ہوتا، بلکہ اس میں ہم سرکار کو بھی شامل کرتے ہیں۔ جو راشٹر کا سب سے سمرتھ انگ ہے۔ اس پچیس لاکھ چندے سے جکڑا ہوا بہار آباد نہیں ہوسکتا۔ سرکار نے ایک ایک لڑائی کے لیے کروڑوں قرض لیے ہیں، کیا اس اوسر[6] پر وہ دس بیس کروڑ روپے قرض نہیں لے سکتی؟ جرمنی سے لڑنے کے لیے بھارت نے جو ایک ارب اکٹھا کر دیا تھا۔ کیا وہی بھارت ایک سمپورن پرانت کی رکشا کے لیے اس کی چوتھائی رقم بھی جمع نہیں کرسکتا؟ یورپی یدھ میں بھارت سے دس لاکھ سپاہی توپوں کے ایندھن بننے کے لیے بھرتی کیے گئے تھے۔ کیا بہار کی آبادی کے لیے اس سے دوگنے آدمی نہیں بھرتی کیے جا سکتے؟ بہار کے ایک پروفیسر صاحب کا

1 حادثات 2 نشان 3 جنگ عظیم 4 قوت متحدہ 5 ہمیشہ 6 موقع

پرستاؤ ہے کہ پیڑت کشیتروں[1] میں کام کرنے کے لیے مزدوروں سے سرکاری طور پر بیگار لی جانی چاہیے۔ دیش میں بیکاری بڑھ رہی ہے۔ اگر سرکار اپنے پرانتوں میں مزدوروں کی بھرتی جاری کر دے تو ہمیں وشواس ہے کہ آدمیوں کا توڑا نہ رہے گا۔ بہار کے ایک منسٹر صاحب نے یہ پرستاؤ کیا ہے کہ سرکاری نوکروں کو اپنی آمدنی کی دو فیصدی کئی مہینوں کے لیے خوشی سے دینا چاہیے۔ سرکاری نوکروں سے زیادہ خوش حال اس سماج کا اور کوئی انگ نہیں ہے۔ ایک سو روپے سے اوپر کے ویتن بھوگی اہلکار اگر اپنی آمدنی کا دس فیصدی بھی ایک سال تک دیتے رہے تو انھیں کوئی کشٹ نہ ہوگا۔ اور کشٹ ہو بھی تو اسے سہن ان کا کرتویہ ہے۔ جب ایک پورا پرانت وپتی گرست ہو رہا ہے تو کیا وہ اس کے اُدھار کے لیے تھوڑی سی تکلیف نہ اٹھا سکتے۔

اس وقت تک کل ملا کر اُدھار[2] کاریہ کے لیے لگ بھگ پچیس لاکھ کا چندہ جمع ہوا ہے لیکن جیسا شری پرکاش نے سہیوگی 'آج' میں لکھا ہے، بہار کو تتکال[3] پانچ کروڑ دھن کی ضرورت ہے۔ ابھی تک کیول اس کا آٹھواں بھاگ وصول ہوا ہے۔ اور ابھی تک سرکار نے اس آگھات[4] کی بھیشنتا[5] نہیں پہچانی ہے۔ اس میں سندیہہ[6] نہیں کہ سرکاری مشینری کو چلتے دیر نہیں لگتی ہے۔ مگر ایک مہینا نکل جانے پر بھی اس کا نشچے نہیں کیا جا سکا کہ کیا کرنا ہے۔ اس موقع پر تو سرکاری اور غیر سرکاری کا بھید مٹ جانا چاہیے اور کیا ہی اچھا ہو کہ دونوں ہی فنڈ ملا دیے جائیں اور انیہ سنستھائیں جو ریلیف کے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ ممتو اور واہ واہی کے دھیان کو چھوڑ کر سہیوگ کر سکیں۔ مال گزاری اور لگان تو بالکل معاف ہی ہو جانا چاہیے۔ بہار کی سرکار مکانوں کی تعمیر کے لیے قرض دینا ایک قانون بنا رہی ہے۔ اس دفتری اور ضابطے کی کارروائیوں میں ویرتھ[7] سے نشٹ[8] ہوگا۔ لیکن جیسی پرستھتی ہے اس میں تتکال کسی بڑے پری ورتن[9] کی آشا نہیں اور بھوجن وستر تو دونوں فنڈوں سے دیا جائے، اور کنویں کی کھدائی اور کھیتوں سے بالو کی صفائی، اور مکانوں کی مرمت اور بنوائی اور دوکانداروں اور کاشتکاروں کو اپنا دھندا پھر سے چلانے کے لیے دھن کی ویوستھا[10] سرکاری طور پر کی جائے۔ بھوجن، وستر اور آہتوں[11] کی سیوا شسرشا[12] تو پنیارتھ ہی ہوگا۔ دوسرے کام تو سرکاری قرض کی مدد سے ہی ہوں گے۔ ہمیں یہ جان کر ہرش[13] ہوا کہ مہاتما گاندھی سُیم بہار آرہے ہیں اور آشا ہے کہ ان کی اپستھتی[14] سے بہت سے سمسیائیں آسانی سے سلجھ جائیں۔

19 فروری 1934

---

1 متاثر علاقوں 2 نجات 3 فوراً 4 ضرب 5 شدت 6 شبہہ 7 بیکار 8 برباد 9 تبدیلی 10 انتظام 11 زخمیوں 12 خدمت 13 خوشی 14 موجودگی

دیو مندر اور بھوکمپ

ہمیں نیپال کے پردھان ویکتی سے یہ سن کر اتینت[1] سنتوش[2] اور گرو[3] ہوا کہ جہاں کاٹھ مانڈو، مٹن اور اتیہ استھانوں میں بہت سے مکان گر گئے، وہاں دیو مندر ایک بھی نہیں گرا اور اس پر ان مہودے نے شردھاوہین[4] لوگوں کو دکھایا ہے کہ دیوتاؤں میں کتنی بڑی شکتی ہے۔ کیوں نہ ہوگی؟ یہ بھوکمپ اصل میں ان کے لیے تو آیا ہی نہ تھا۔ دیوتا اور ایشور تو ایک پرکار سے ناتے دار ہیں کوئی ایشور کا بھائی ہے، کوئی سالا، کوئی بہنوئی، ناتے دار کی رکشا تو سبھی کرتے ہیں۔ اس میں نئی بات کیا ہوئی۔ بھوکمپ تو آیا تھا ان لوگوں کو دنڈ دینے کے لیے جو مہاتما گاندھی کے مت سے اچھوتوں پر انیائے[5] کرتے ہیں، بوگا پنتھیوں کے مت سے اچھوتوں کے لیے مندر کھلواتے ہیں۔ اہلکاروں کے مت سے جو رشوت نہیں دیتے، ملاؤں کے مت سے جو داڑھی نہیں رکھتے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیوتاؤں میں بھی دو دل ہو گئے ہیں کیونکہ جہاں نیپال کے دیو مندروں میں ایک کو بھی آنچ نہیں آئی، وہاں بہار میں کتنے ہی دیوالیہ لوپ[6] ہو گئے اور مسجدوں کا نشان مٹ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوادھین[7] نیپال کے دیوتاؤں میں کچھ ادھک شکتی ہوگی۔ پرادھین بھارت کے دیوتا بھی آخر دربل ہی ہوں گے۔

ہمیں تو یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ اچھے خاصے سمجھدار لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ سنسار میں آدمی کال سے بھے کا راجیہ رہا ہے، سماج میں بھی، دھرم میں بھی چوری مت کرو، نہیں راجا دنڈ دے گا۔ پاپ مت کرو، نہیں ایشور دنڈ دے گا۔ اس پرکار ایشور کی کلپنا[8] بھی ایک بہت بڑے تیجسوی[9] اور بھینکر راجا کی تھی۔ یہ کبھی نہیں کہا گیا کہ چوری مت کرو، اس سے تمھارے بھائی کو کشٹ ہوگا، یا پاپ مت کرو اس سے تمھارے سماج کو کشٹ ہوگا۔ ہمارے نیتی کاروں نے اس

---

1 بے حد 2 اطمینان 3 فخر 4 عقیدت نہ رکھنے والے 5 ظلم 6 غائب 7 آزاد 8 تصور 9 پرجلال

مانوی بھاؤنا کا آدھار نہ لے کر، بھے کا آدھار لیا اور ایسا سو بھاوک [1] بھی تھا۔ جنگلی دشا میں منشیہ کو پرکرتی کا رودر روپ ہی ادھک [2] دکھائی دیتا تھا اور لوگ اپنے پاس کی بہومولیہ [3] چیزیں اسے بھیٹ دے کر، اس کا کرودھ [4] شانت [5] کرتے تھے۔ کرودھ شانت ہوتا تھا یا نہیں لیکن کم سے کم ان جنگلیوں کو یہ سنتوش [6] ہو جاتا تھا کہ ہم سے جو کچھ ہو سکتا تھا، وہ ہم نے کشٹ نوارن کے لیے کر دیا۔ اور وہ بھے [7] بھاؤنا آج تک ہمارے دلوں پر حاوی ہے۔ یہ اسی بھاؤنا کا پرتاپ ہے کہ ہمیں نرک [8] کا بھے دکھا کر آج کروڑوں پاکھنڈ [9] ہمیں اُلّو بنا رہے ہیں۔ شاسن منشیہ کرت [10] وستو ہے۔ منشیہ بھے پر اپنا استو [11] جمائے۔ تو ہم اسے کشمیہ [12] سمجھتے ہیں۔ لیکن سرو شکتی مان [13] ایشور کو بھی بھے کا ہی سہارا لینا پڑے، جب وہ اپنے پریم کا اکھنڈ [14] وستار دکھا سکتا ہے، یہ اس ایشور کے لیے گورو [15] کی بات نہیں ہو سکتی، کہتے ہیں ایشور کی اچھا کے بنا پتا بھی نہیں ہلتا۔ تو پھر اس کی اچھا کے بنا آج ہزاروں برس سے ہندو سماج نے ہریجنوں پر اتیاچار کیوں کیا؟ ایشور یہ سب اندھیر دیکھ کر بھی کیوں چپ بیٹھا رہا؟ کیوں نہیں اس نے اپنے پریم کی جیوتی سے سب کو وشی بھوت [16] کر لیا؟ مزہ یہ ہے کہ کوپ [17] آنا چاہیے تھا، کیول انیائیوں پر مگر اس میں پس گئے ہریجن بھی۔ کئی دارشنکوں [18] کا مت ہے کہ برہمانڈ [19] کیول 'چت' ہے۔ ہو سکتا ہے۔ بالو کا کن [20] بھی پرمانوں ہے لیکن بالو کا کن چاہے کہ ہمالیہ کو ہلا دے، تو اس کن کی گھور مورکھتا ہے۔ پھر جب ہماری بدھی [21] اتنی پری مت [22] ہے، تو یہ کیوں نہیں کہہ سکتے کہ دادا ایشور کی لیلا ایشور جانے۔ ہم اس وشے کو کچھ نہیں جانتے۔

26رفروری 1934

---

1 فطری 2 زیادہ 3 بیش قیمت 4 غصہ 5 ٹھنڈا 6 اطمینان 7 خوف 8 دوزخ 9 ڈھونگی 10 کارکردگی 11 اقتدار 12 قابلِ معافی 13 قادر المطلق 14 غیر منقسم 15 فخر 16 تابع 17 غصہ 18 فلاسفروں 19 کائنات 20 ذرہ 21 عقل 22 محدود

آکسمک پرکوپ[1] بل

بہار میں آکسمک بل پاس ہوگیا، اس کے انوسار[2] بہار سرکار بھوکمپ پیڑتوں کو برائے نام سود پر قرض دے گی اور 10، 15 ورش میں قسط وار وصول کرے گی۔ ایسے قانون کی اس وقت بڑی ضرورت تھی اور یدی یہاں بھی وہی لبڑ دھوں دھوں ہوا جو سرکاری کاموں میں ہمیشہ ہوا کرتا ہے، تو اس سے پرجا کا بڑا اپکار ہوگا۔ یہ ایک کام بہار سرکار نے ایسا کیا ہے، جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ ولمب[3] کے لیے ہم سرکار کو دوشی نہیں ٹھہراتے۔ سرکاری کاموں میں کچھ نہ کچھ ولمب ہو ہی جاتا ہے۔ کھٹکتی، یہ بات کہ یہ قرض انھیں لوگوں کو دیا جائے گا، جو جائداد والے ہیں۔ یہاں بھی آ گئی، وہی جائداد والی پخ۔ ہم پوچھتے ہیں، جن کی ساری لیئی پونجی لے کر زمین میں دھنس گئی یا جس جس مکاندار کے سارے مکان زمین دوز ہوگئے۔ یا جس کسان کے کھیتوں میں پانی بھر گیا وہ غریب کس جائداد کے بل پر قرض لیں گے۔ اور جن کے پاس جائداد ہے انھیں قرض دینے والی ایک سرکار ہی تھوڑے ہی ہے۔ انھیں تو بینکوں اور مہاجنوں کے دوار کھلے ہیں، اور سمبھو[4] ہے، اس پرستھتی میں انھیں پانچ، چھ فیصدی پر قرض مل جائے۔ رونا تو انھیں بےچاروں کا ہے جو جائداد والے تھے۔ مگر اب فاقے مست ہیں۔ ان کے لیے سرکار کیا کر رہی ہے؟ ہم تو سمجھتے ہیں سرکار کو بہار چیمبر آف کامرس کی اس صلاح پر وچار کرنا چاہیے کہ سہکاری[5] سمیتوں[6] اور پرائیویٹ بینکوں سے سرکار اپنی ذمہ داری پر قرض دلوائے۔ آپ کھانے کے لیے تو قرض دے نہیں رہے ہیں، کہ کوئی کھا کر رفو چکر ہو جائے گا۔ آپ تو دے رہے ہیں، مکان بنانے کے لیے۔ کیا اسامی مکان سر پر لے کر بھاگ جائے گا۔ وہ بھاگ بھی جائے، تو مکان تو رہے گا۔ اسے بیچ کر روپے وصول کیے جا سکتے ہیں۔ جو کچھ بھی ہو، اگر سرکار نے کیول جائیداد والوں تک اس قانون کو سمت[2] رکھا تو اس سے واستوک لابھ بہت کم ہوگا۔

26 رفروری 1934

---

1 قدرتی حادثہ 2 مطابق 3 تاخیر 4 ممکن 5 معاون 6 تنظیموں

بہار کی پرستھتی

سماچار پتروں میں یہ پڑھ کر ہمیں کھید ہوا تھا کہ بہار میں اب تک دیہاتوں کی طرف دھیان نہیں دیا گیا اور سبھی سہایک[1] اور سیوا سمتیاں[2] نگروں ہی تک سمت[3] ہیں۔ لیکن بہار سینٹرل ریلیف کمیٹی کی تازی رپورٹ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے چاہے ایسی اوستھا رہی ہو، پر اب دیہاتوں میں بھی مدد پہنچائی جا رہی ہے۔ تکالک[4] اوستھائیں تو پوری ہو جاتی ہیں، لیکن نئی نئی سمسیائیں کھڑی ہوتی جاتی ہیں۔ ان میں سب سے وشم[5] سمسیا ہے بالو سے پٹی ہوئی زمین کو صاف کرنا، جانوروں کے لیے چارے کا پربندھ[6] کرنا اور کھڑی اوکھ پیلنے کا کوئی اپائے[7] نکالنا۔ ایک بیگھا زمین کی صفائی میں اوسطاً تیس روپے خرچ ہوتے ہیں۔ انومان کیا گیا ہے کہ اوسطاً بیس لاکھ ایکڑ زمین خراب ہو گئی ہے۔ اس کی صفائی کے لیے کتنا دھن درکار ہوگا اس کا تخمینہ کیا جا سکتا ہے۔ کئی گاؤں میں چارے کی کمی سے جانور مرے جا رہے ہیں، اور کسانوں نے نشچے[8] کیا ہے کہ انھیں اوکھ کاٹ کا کھلائی جائے۔ شکر کی ملوں کے ودھونس[9] ہو جانے سے اوکھ کا اب کوئی گراہک نہیں رہ گیا اور جو دو چار ملیں باقی ہیں، وہ کوڑیوں کے مول اوکھ لینا چاہتی ہیں۔ سرکار کسانوں کو بیلن مہیا کرنے کا پربندھ کر رہی ہے، لیکن بھے[10] ہے کہ جب تک بیلن آئے اوکھ سوکھ نہ جائے۔ ادھر بیماریوں کے پھیلنے کا بھی بھے ہو رہا ہے۔ معلوم نہیں بابو راجیندر پرساد نے آتم نربھرتا کے لیے جو اپیل کی تھی، اس کا کیا اثر ہوا، پر ہمارا خیال ہے کہ جب تک سرکار پیڑتوں کو سستا قرض دلانے کا پربندھ کرے گی بہار کا اُدّھار[11] ہونا مشکل ہے۔ دو چار مہینے اَنّ وستر دینے کا پرشن ہوتا تو وہ چندوں سے پورا ہو جاتا لیکن وہاں تو چار پانچ ضلعوں کے پنرنرمان[12] کا پرشن ہے، دس بیس لاکھ سے حل نہیں ہو سکتا۔

21 مارچ 1934

---

1 مددگار 2 خدمت گزار تنظیمیں 3 محدود 4 موجودہ 5 غیر معمولی 6 انتظام 7 حل (8) فیصلہ 9 تباہ 10 ڈر 11 نجات 12 تعمیرِ نو

بھائی جی کا آکشیپ[1]

بھائی پرمانند جی اپنے اردو پتر ''ہندو'' کے ایک سمپادکیہ نوٹ میں لکھتے ہیں:۔

'' لوگ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ اگر چہ ملک کے سارے اخبارات میں سینٹرل ریلیف کمیٹی کا اور بابو راجندر پرساد کا نام اور اس کا ہی چرچا ہو رہا ہے، تاہم بہار کے مصیبت زدہ حصے میں ابھی تک انھوں نے کوئی کام کیا ہے، نہ ان کے کام کا یا نام کا کہیں ذکر ہی ہے۔..........کانگریس اور اس کے کام کی دھاک ایسی جمی بیٹھی ہے کہ خود بہار سے بھی کوئی آدمی ان کے ریلیف کے کام پر روشنی ڈالنے کی جرأت نہیں کرتا۔

ریلیف کمیٹی پر آلوچنا[2] کا ہر ایک پرانی[3] کو ادھیکار[4] ہے اور آلوچنا سے آلوچک کو کچھ فائدہ ہی ہوتا ہے، لیکن ایسی آلوچنا کس کام کی، جس میں کیول پکش پات[5] ہو۔ ہندو سبھا ہی نے کیول ریلیف کو ہاتھ میں نہیں لیا؟ بھائی پرمانند ہی کیوں بابو راجندر پرساد کی جگہ نہیں ہوئے؟ اس کا کارن یہی ہے کہ کانگریس اور اس کے نیتاؤں نے دیش کے لیے جو بلیدان[6] کیے ہیں ان کا دیش آدر[7] کرتا ہے اور انھیں نیتاؤں پر وشواس کرتا ہے۔ یہاں تو کیول سیوا اور تیاگ کا پرشن ہے۔ جو دل سماج کے لیے بلیدان کرے گا وہی سماج کا وشواس[8] پاتر ہوگا۔

26/مارچ 1935

---

1 الزام 2 نکتہ چینی 3 شخص 4 حق 5 حمایت 6 قربانیاں 7 احترام 8 معتبر

سینٹرل ریلیف اور وائسرائے فنڈ

ہمیں اپنے ایک بہاری متر سے معلوم ہوا کہ سینٹرل ریلیف اور وائسرائے ریلیف فنڈوں کا سمشرن جنتا کی درشٹی[1] میں کچھ جنچا نہیں۔ اگر یہ معلوم ہوتا کہ سینٹرل فنڈ بھی وائسرائے فنڈ ہی میں ملا دیا جائے گا تو سبھی وائسرائے فنڈ ہی میں دیتے۔ کتنی ہی جگہ تو سینٹرل ریلیف کے کاریہ کرتاؤں[2] اور سہایکوں کو سرکار کے کرمچاریوں سے بیر مول لینا پڑا۔ وائسرائے ہی فنڈ میں گورنمنٹ کی ساری شکتی کام کر رہی تھی اور اس کے داتا دھنی لوگ تھے۔ سینٹرل ریلیف فنڈ میں ادھک تر[3] غریبوں نے بھاگ لیا اور اس کے ادھیکانش کاریہ کرتا کانگریسی تھے۔ جنتا کو بھے تھا کہ وائسرائے فنڈ سے غریبوں کا اتنا اپکار نہ ہوگا، جتنا سینٹرل فنڈ سے۔ وہ اس کا پربندھ اپنے ہاتھ میں رکھ کر کچھ اس طرح اس کو خرچ کرنا چاہتی تھی کہ جنتا کا اس سے ادھک اپکار ہوتا۔ وائسرائے فنڈ سے سہایتا ملنے میں جو ولمب اور ضابطے کی پابندیاں انی واریہ[4] ہیں، انھیں وہ سینٹرل ریلیف میں یتھا[5] شکتی کم کر دینا چاہتی تھی، اور کم سے کم خرچ میں ادھک سے ادھک کام کر دکھانا چاہتی تھی۔ دونوں فنڈوں کے مل جانے سے جنتا میں سینٹرل فنڈ کے پرتی اب وہ جوش نہیں رہا۔ معلوم نہیں کہ ہمارے متر کا یہ انومان[6] کہاں تک ستیہ ہے۔ جنتا کے وشواس پاتر نیتاؤں نے جو کچھ کیا ہے جنتا کے لابھ کو ہی سامنے رکھ کر کیا، لیکن جنتا کو اس ایکی کرن[7] کے لیے پہلے سے تیار نہیں کیا گیا۔ اگر جنتا کو وشواس[8] دلا دیا جاتا کہ موجودہ حالتوں میں اس سے اچھا پربندھ نہیں کیا جا سکتا تھا تو انھیں یہ وشواس نہ ہوتا۔

30 / اپریل 1934

---

1 نظر 2 ملازمین 3 زیادہ تر 4 ضروری 5 جس طرح 6 قیاس 7 اتحاد 8 یقین

بہار کے لیے مسٹر اینڈ روز کی اپیل

انگلینڈ میں، کہا جاتا ہے کہ بہار کی سچی استھتی ابھی تک بہت کم آدمیوں کو معلوم ہے، اور مسٹر اینڈ روز برٹش جنتا کو بہار کی دشا سمجھا رہے ہیں اور اس کے لیے اپیل کر رہے ہیں۔ ایک بھاشن میں انھوں نے کہا۔ جس سے برٹین سنکٹ[1] میں تھا، بھارت نے ایک عرب روپیے سے اس کی مدد کی تھی۔ آج بھارت کا ایک پورا پرانت ویران ہو گیا ہے۔ اس کے لیے انگلینڈ اور اس کی سرکار کیا کر رہی ہے؟ مسٹر اینڈ روز شاید بھول جاتے ہیں کہ بھارت، بھارت ہے اور برٹین، برٹین اور دونوں کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔ بھارت نے ہمیشہ اپنا گھر پھونک کر تماشا دیکھا ہے۔ یہاں کے لوگ رشیوں[2] کی سنتان[3] ہیں۔ جن کا سارا جیون ہی تیگ ہوتا تھا۔ بھارت آج اس گری ہوئی دشا میں بھی پچاس لاکھ سادھوؤں اور پانچ کروڑ پنڈوں پجاریوں کو تر مال کھلا رہا ہے۔ اس کے لیے ایک دو ارب کوئی بات نہیں، مگر برٹین تو سارے کام تجارت کے نیموں سے ہی کرتا ہے، وہ بھلا ایسی بھاو کتا کے جھمیلے میں کیوں پڑنے لگا۔ بھارت اس کے مال کی منڈی ہے، اور اس کی فالتو آبادی کے لیے دھن کمانے کا کشیتر[4] بس بھارت کو وہ اسی درشٹی[5] سے دیکھتا ہے۔ بہار میں نئے نئے مکان بنوانے کے لیے اگر اچھے ویتن[6] کے انجینیروں کی ضرورت ہو، تو انگلینڈ یہ سیوا کرنے کے لیے حاضر ہے اگر بہار کو اچھے ویتن پر کچھ پربندھکوں[7] کی، ڈاکٹروں کی وشیشگیوں[8] کی ضرورت ہو، تو انگلینڈ ہرش[9] سے یہ سیوا سویکار کرے گا۔ مگر گرے ہوئے پرانیوں کی مدد کرنا تو تجارت کا کوئی سدھانت[10] نہیں ہے۔ پھر وہ ایسی بے فائدہ بات کیوں کرنے لگا؟ رہی یہ بات کہ انگلینڈ کو بہار کی حالت کا پتہ ہی نہیں، یہ ہم نہیں مانتے۔ یہ کہیے کہ وہ جاننا نہیں چاہتا یا جان کر انجان بنتا ہے وہ کیوں کہ ایسی بات جانے کہ گانٹھ سے کچھ گنوانا پڑے۔

---

1 پریشانی 2 صوفیوں 3 اولاد 4 علاقہ 5 نظر 6 تنخواہ 7 منتظمین 8 ماہرین 9 خوشی 10 اصول

کچھ وصولی کی بات ہوتو دیکھیے وہ کتنا مستعد ہو جاتا ہے۔ کھانے والا کھلاتا کیا جانے؟ اور کالے آدمیوں کی زندگی کی قدر ہی کیا؟ پچیس تیس ہزار آدمی ہی تو مرے۔ چلو اتنا کوڑا کم ہوا۔ برٹین جو کچھ کرے گا، اپنی دوکانداری! اس کے سوا اس کے پاس کوئی دوسری نیتی نہیں ہے۔

7/مئی 1934

پنڈت جواہرلال کی گرفتاری

اس اوسر پر جب کہ پنڈت جواہر لال جی بہار کے اُدّھار[1] کاریہ میں اپنا لہو پسینہ ایک کر رہے تھے سرکار نے انھیں گرفتار کر کے اُدارتا[2] کا پریچے[3] نہیں دیا۔ ہم اس کے لیے تیار تو تھے ہی، سرکار نے کوئی اَسادھارن[4] بات نہیں کی۔ لیکن یہ سمجھتے تھے کہ یہ سرکار بھی اس کام کی کچھ قدر کرے گی، جو پنڈت جی اس سے کر رہے تھے، لیکن معلوم ہوا کہ سرکار کسی طرح کا سہوگ[5] ہم سے نہیں کرنا چاہتی۔

صیاد کی مرضی ہے کہ اب گل کی ہوس میں
نالے نہ کرے مرغ گرفتار قفس میں

19 فروری 1934

1 نجات 2 فراخدلی 3 ثبوت 4 غیرمعمولی 5 تعاون

بجٹ 1934

نئی راجنیتی میں بجٹ کا وہی استھان[1] ہے، جو جیون[2] میں وِوَاہ کا اور مرن[3] میں شرادھ کا۔ اسی ڈھری پر ساری مشینری چلتی ہے۔ وِواہ میں آتش بازیاں بھی ہوں گی، زیور بھی بنیں گے، دعوتیں بھی ہوں گی، ناچ بھی ہوگا، گھر میں روپیے ہوں یا نہ ہوں۔ اور کوئی سہارا نہ ہو تو مہاجن تو ہے ہی۔ شرادھ میں بھی برتن، کپڑے، چار پائی، ہاتھی گھوڑے اور شال دوشالے سبھی کچھ چاہیے۔ دکھی ججمان کے پاس ہے یا نہیں، اس سے پریوجن[4] نہیں۔ مہاپاتر[5] سورگ[6] دوار[7] کا رکشک[8] ہے۔ جب تک اسے خوب سنتشٹ نہ کیا جائے گا، مرت آتما پریت یونی میں ہی چکر کھاتی رہے گی۔ بجٹ میں بھی خرچ پہلے رکھ لیا جاتا ہے اور تب اسے پورا کرنے کے لیے آمدنی کا پربندھ کیا جاتا ہے۔ آمدنی دیکھ کر خرچ کرنا سادھارن گرہستھوں[9] کا کام ہے۔ راجنیتی میں خرچ کا تخمینہ کر کے آمدنی کا جگاڑ کیا جاتا ہے اگر آمدنی کافی نہیں ہے تو کوئی بات نہیں۔ پرجا پر نئے کر لگائے جا سکتے ہیں۔ پرجا جھک مارے گی اور دے گی۔ اور کر بھی ہوتے ہیں پر دکش[10]۔ چینی پر کر بڑھ گیا۔ چینی ابھی سے مہنگی ہوگئی۔ آپ خود چینی کھانا چھوڑ سکتے ہیں لیکن آپ کے گھر میں بچے ہیں وہ شکر کے بغیر ایک دن بھی نہیں رہ سکتے۔ سویرے انھیں دودھ کے لیے شکر چاہیے، حلوے کے لیے شکر چاہیے۔ آپ مہنگی چینی لینے کے لیے مجبور ہیں۔ اگر آپ کی جیبیا بیگم کا سدویسن ہیں، تو بنا چینی کے آپ کو رات بھر نیند نہیں آئے گی۔ اور برہم بھوج کے لیے بھی تو وہی چینی آوشیک[11] ہے، نہیں تو پتروں کی مکتی کیسے ہوگی؟ دیا سلائی پر بھی کر بڑھ گیا۔ بس

---

1 جگہ 2 زندگی 3 وفات 4 مطلب 5 عظیم اداکار 6 جنت 7 ذریعہ 8 نگراں 9 گھرداروں 0 سیدھے 11 ضروری

دوکانداروں نے اس کی قیمت دونی کر دی۔ دھیلے کی چیز پیسے کی ہوگئی۔ کر لگا بیس فی صدی دام بڑھ گیا ایک سو فیصدی۔ امیروں کے لیے کوئی بات نہیں۔ جہاں دو آنے کے سلائیاں جلا ڈالتے تھے، وہاں چار آنے کی سہی۔ غریبوں کی مرن ہے۔ خرچ میں کسی طرح کمی نہیں ہو سکتی۔ فوج پر پچاس کروڑ خرچ ہوتا ہے۔ اس میں ایک پائی بھی کمی نہیں ہو سکتی۔ فوج کی سینک شکتی کم ہو جائے گی۔ پولس کے خرچ میں تو کفایت ہو ہی نہیں سکتی۔ جنتا کی آمدنی آدھی ہو گئی۔ سرکار کا خرچ جیوں کا تیوں ہے۔ اس کا ارتھ اس کے سوا اور کیا ہے کہ پہلے سے کنگال جنتا اب اور ہی کشٹ جھیلے، اور بھی دانے کو ترسے۔ اس کے جیون کا اڈیشیہ ہی اس کے سوا کیا ہے کہ اپنے حاکموں کی جیبیں بھرے۔ حاکم تو حاکم ٹھہرا۔ وہ تو آرام سے رہے گا، سرکار بھی نیتی اور ویوستھا کی رکشا کرے گی۔ پرجا کو کشٹ [1] ہوتا ہے، تو ہو! اس کی سنتا ہی کون ہے۔ زمیندار اس کا دشمن، ساہوکار اس کا دشمن، اہلکار اس کا دشمن، پھر ایسے ابھاگوں [2] پر سرکار ہی کیوں دیا کرنے لگی۔ چینی پر کر بڑھا لیکن کسان کو کیا فائدہ ہوا۔ مل مالک اپنی چینی مہنگی بیچ کر کمی پوری کر لے گا۔ کسان کہیں کا نہ رہا۔ سرکار اگر ملوں کا نفع گھٹانا چاہتی تو اسے چینی کا نرخ بھی طے کر دینا تھا اور راوکھ کا دام بھی۔ مل والے تو مونچھوں پر تاؤ دے رہے ہیں، پٹ گئے بیچارے غریب گرہستھ۔ سرکار کا بس چلتا تو اس نے اپنے نمک خواروں کی ویتن کے پانچ فیصدی کٹوتی بھی پوری کر دی ہوتی۔ بہتی گنگا میں ہاتھ دھونا تھا، نہ جانے کیوں چوک گئی۔ دس پانچ لاکھ روپے کیا جنتا سے اور نہ وصول ہو جاتے۔ نمک خواروں کی دعائیں مل جاتیں۔ کیا انسانیت اور شرافت ہے کہ پرجا کی آمدنی تو آدھی رہ گئی، پر سرکار کے کرمچاری پانچ فی صدی سیکڑے کی کمی نہیں سہہ [3] سکتے۔

اور کہا جاتا ہے، کہ بجٹ بنانا بڑے دماغ کا کام ہے، اور بجٹ کو برابر کر دینا ارتھ نیتی [4] کا ایک چمتکار [5] ہے۔ ہمیں تو اس سے آسان کوئی بات ہی نہیں نظر آتی۔ آمدنی خرچ کے تخمینے سے جہاں کم ہوئی، چٹ سے ایک نیا کر لگا دیا۔ اس میں رکھا ہی کیا ہے؟ ارتھ نیتی کی سپھلتا [6] بجٹ کے برابر کرنے میں نہیں ہے، پرجا کی دشا [7] کے سدھار میں ہے۔ اس کے کشٹوں کی کمی کرنے کے لیے کیا کیا جا رہا ہے؟ کیا یہی نیتی ہے کہ چھ سیر گیہوں یا چار سیر گڑ کے نرخ پر جو لگان لیا جاتا تھا، وہی سولہ سیر گیہوں اور بارہ سیر گڑ کے نرخ پر بھی لیا جائے؟ سرکار کیوں نہیں سوچتی کہ اس وقت کا ایک

---

1 دکھ 2 بدقسمت 3 برداشت 4 اقتصادی تدبیر 5 کرشمہ 6 کامیابی 7 حالت

روپیہ آج کے سو روپیے کے برابر ہے، مگر وہ کیوں اس جھنجھٹ میں پڑے۔ من بھر کا گیہوں بکے تب بھی کسان کھیت جوتے گا اور تب بھی سرکار کو لگان دے گا۔ بلا سے وہ بھوکوں مرے گا، ننگا رہے گا اس کے بچے دانے دانے کو ترسیں گے اس میں کشٹ سہنے کی اپار[1] شکتی[2] ہے اور کیول زبان سے نہیں، انتہ کرن سے۔ اس ابھاگیہ وادسرکار کا سب سے بڑا ٹیکس کلکٹر ہے۔ وہ اپنے مرتے ہوئے بالک کے لیے ایک پیسے کی دوا بھی نہیں خرید سکتا۔ جاڑے میں ٹھٹھرتا رہے ایک کمبل نہیں لے سکتا، لیکن لگان کے روپے سوجتن سے چھپائے رہتا ہے تاکہ زمیندار کی گالی اور ڈنڈے نہ کھانے پڑیں۔ آراضی سے بے دخل نہ ہونا پڑے۔ جہاں ایسی جنتا ہو وہاں بجٹ کو برابر کرنا کیا مشکل ہے، مگر اسمبلی میں بھی اور کونسلوں میں ارتھ وبھاگ کے ادھیکش کو ان کی کلپنا تیت سپھلتا پر خوب خوب بدھائیاں[3] دی گئیں اور خوب خوب قصیدے پڑھے گئے۔ اور یہ اس وقت تک ہوتا رہے گا، جب تک ان سبھاؤں میں کانگریس کا بہومت نہ ہوگا۔

21/مارچ 1934

---

1 بہت زیادہ 2 قوت 3 مبارکباد

سر مانک جی دادا بھائی کی قدردانی

ہز ایکسی لینسی وائسرائے کی کاؤنسل آف اسٹیٹ کے پریسیڈینٹ سر مانک جی دادا بھائی نے اس دن ایک پارٹی میں جو خوشنودی کی سند پر دان کی، اس کی شاید وائسرائے کو بالکل ضرورت نہ تھی اور نہ اس سے وائسرائے کو کوئی خاص آنند ملا ہوگا۔ چاہے سردار بھائی پھولے نہ سمائے ہوں۔ سوامی اپنے نوکر کے منھ سے اپنی تعریف سن کر بہت پرسن[1] نہیں ہوتا اور اگر وہ پرسن بھی ہو، کیونکہ آدمی کو اپنے کتے کا دم ہلانا بھی اچھا لگتا ہے، پر سوامی کے مکھ پر اس کی بھکتی کرنا سیوک کو شوبھا نہیں دیتا۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں بھارت میں ایسی کون سی بغاوت پھیلی تھی جسے وائسرائے نے آکر شانت کر دیا۔ بھارت کی دکھی آتما ایک ایسی دیوستھا کے لیے فریاد کر رہی تھی جس میں اس کی کچھ بھی آواز ہو، وہ ایسے پرتی ندھی شاسن کے لیے ثواب کا ہاتھ پھیلا رہی تھی، جس میں اس کی دشا اتنی نگینہ نہ ہو، وہ راشٹروں کی سبھا میں استھان پراپت کرنا چاہتی تھی جو انیہ راشٹروں کو پراپت ہیں۔ وہ اپنے لیے آتمونتی کی وہی سودھائیں چاہتی تھی جو انیہ بھی راشٹروں کو ملی ہوئی ہیں، وہ کیول اپنے شاسکوں سے یہ سدھانت منوانا چاہتی کہ ہندستان ہندستانیوں کے لیے ہے۔ کیول دیش کی آرتھک اور راجنیتک دیوستھا کو اس طرح سدھارنا چاہتی تھی کہ دھن کا یہ پربھتو دور ہو جائے اور بھارت اور برٹین میں شاسک اور شاست سمبندھ نہ رہ کر میتری کا سمبندھ استھاپت ہو جائے۔ کسی وائسرائے کی تعریف اس میں تھی کہ وہ بھارت کو اس کے لکشیہ[2] کے سمیپ[3] پہنچا دیتا۔ دمن سے اس کا منھ بند کر دینا، تو کوئی بڑی تعریف کی بات نہیں تھی۔ اور ایک دریدر[4] نرستر نریہہ[5] پرجا کو کچل ڈالنے میں کیا گورو ہے۔ ہم یہ نہیں سمجھ پاتے۔ نمک حلالی بہت اچھی چیز ہے، بیشک لیکن اوچتیہ کو کیوں بھولو!

21/مارچ 1934

---

1 خوش 2 مقصد 3 قریب 4 غریب 5 بے ہتھیار، بے چارہ

جیل کے نیموں میں سدھار

بابو شوپرساد گپت دیش کے ان سرومانیہ پرشوں میں ہیں، جنھوں نے لکشمی پتر ہوکر بھی راشٹر کے لیے بڑے سے بڑے تیاگ کیے ہیں۔ آپ نے حال میں ''جیل کے نیموں[1] میں سدھار'' نام کا ایک پمفلٹ پرکاشت کرا کر جنتا کا دھیان ان برائیوں کی اُور کھینچا ہے، جو ہماری جیلوں کے لیے کلنک ہیں، اور کچھ ایسی یوجنائیں پیش کی ہیں جن سے جیون کی دشا بہت کچھ سدھر سکتی ہے۔ سنسار کے پرایہ[2] سبھی دیشوں میں یہ سدھانت مان لیا گیا ہے کہ جیل منشیہ کی دربلتاؤں[3] کے سدھارنے کا ایک سادھن ماتر ہے۔ جس میں ایک نیت کال[4] تک رہنے کے بعد آدمی سماج کا اپیوگی[5] انگ بن سکے، اسی سدھانت کے انوسار جیلوں کے پربندھ میں بھی اصلاح کر دی گئی ہے۔ بھارت میں ابھی تک جیل منشیہ کو کشٹ دینے کا استھان سمجھا جاتا ہے اور اسی درشٹی سے قیدیوں کے ساتھ پشوت[6] ویوہار[7] کیا جاتا ہے، بات بات پر گالی اور مار، ذرا ذرا سے قصور پر لمبی بیڑی اور کال کوٹھری، خراب سے خراب کھانا، ذلیل سے ذلیل کپڑا یہ ہماری جیلوں کی وشیشتائیں ہیں۔ گپت جی کا پرستاؤں ہے کہ جیلوں کو کارخانہ سمجھا جائے اور قیدیوں کو کچھ ہنر سکھائے جائیں اور ان کے کام میں مزدوری دی جایا کرے۔ کھانے کا خرچ نکال کر جو بچے وہ قیدی کو اپنی اچھانوسار[8] خرچ کرنے کا ادھکار رہے۔ آپ نے کھانے، کپڑے، برتن، شکشا منورنجن[9] ویایام[10] آدمی کے وشے[11] میں ایسے پرستاؤ[12] کیے ہیں جو تھوڑے سے زیادہ خرچ میں جیلوں کی کایا پلٹ کر سکتے ہیں۔ گپت جی کو کئی بار جیل یاترا کا گورو پراپت ہو چکا ہے، اور انھوں نے جو یوجنائیں پیش کی ہیں، وہ ان کے پرتیکش[13] انوبھو[14] پر آدھارت[15] ہیں اور یدی گورنمنٹ کا درشٹی کون بدل جائے تو اور ساری باتیں بڑی آسانی سے پیدا ہو جائیں گی۔

21/مارچ 1934

---

1 قانون 2 عموماً 3 کمزوریوں 4 مقررہ وقت 5 مفید 6 وحشیانہ 7 سلوک 8 مرضی کے مطابق 9 تفریح 10 کسرت 11 بارے 12 تجویز 13 براہ راست 14 تجربوں 15 منحصر

بیکاری کیسے دور ہو

دیش کے سامنے اس سے سب سے بھیشن سمسیا بیکاری ہے، وشیش کر کے شکشت ورگ کے[1] وائسرائے صاحب نے حال میں یونیورسٹی سمیلن کا ادگھاٹن کرتے ہوئے اس وشے میں جو وچار پرکٹ کیا، اس سے آشا ہوتی ہے کہ شاید سرکار کوئی کریاتمک آیوجن کرے۔ آپ نے کہا، کتنے ہی ہونہار چھاتر[2] طرح طرح کے کشٹ جھیل کر اونچی اونچی پرکشائیں پاس کرتے ہیں، پر اپنی یوگیتا[3] کا کوئی اپیوگ[4] نہ پا کر نراش ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر بہک جاتے ہیں۔ یکمت پرانت[5] کی سرکار نے کچھ دن ہوئے بیکاری کے پرشن پر وچار کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنائی تھی، اس کی رپورٹ بھی پرکاشت ہوگئی ہے۔ اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس سمسیا کی اُور سے ہمارے حکام غافل ہیں، لیکن یہ ہو رہا ہے کہ روز کرمچاریوں کو چھانٹ کر الگ کیا جا رہا ہے۔ ہزاروں آدمی اس طرح بیکار ہو گئے۔ ادھر نئی نئی کلیں نکلتی آ رہی ہیں، جن سے آدمیوں کا کام بڑی کفایت سے مشینوں دوارا[6] ہو جاتا ہے اگر کہا جائے کہ ایسی مشین دیش میں آنے ہی نہ پائیں تو دوسرے ملک والے اپنی چیزیں یہاں بھر دیں گے اور ہم ان سے مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ پھر سرکاری نوکریوں کے ویتن اتنے اونچے رکھے گئے ہیں کہ یوکوں کو کم آمدنی کی جگہ جچتی ہی نہیں۔ سبھی نوکریوں پر ٹوٹتے ہیں۔ پھر بیکاری کیسے دور ہو۔ ادیوگ دھندے کھولیے، لیکن یہاں بھی باہر کی چیزوں سے مقابلہ ہے پھر وہی سنرکشن[7] کا پرشن آتا ہے مال کی کھپت نہیں ہوتی اور پونجی بھی غائب ہو جاتی ہے۔ اس بیکاری کا ایک ہی علاج ہے اور وہ سوراجیہ ہے۔ تب ہی نئے نئے ادیوگ دھندے کھولے جا سکتے ہیں، ویگیانک اپایوں سے پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے، جہازی کمپنیاں کھولی جا سکتی ہیں۔ ورتمان پرستھتی میں تو بیکاری کا کوئی علاج نہیں نظر آتا۔

12 مارچ 1934

---

1 تعلیم یافتہ 2 طالب علم 3 قابلیت 4 استعمال 5 متحدہ صوبوں 6 ذریعہ 7 محفوظ

چرچل پارٹی کی نئی چال

پارٹی نے اپنے دو پرتی ندھیوں[1] کو اس لیے بھارت بھیجا ہے کہ وہ یہاں آنے والے ودھانوں[2] کے وشے میں جن مت[3] کی ٹھیک ٹھیک پتہ لگا کر اس پارٹی کے سماچار پتروں کو نیا مسالا دیں۔ کئی مہینے پہلے انڈین ڈیلی گیشن آیا تھا شاید یہ اس کا جواب ہے۔ ڈیلی گیشن نے بھارت واسیوں میں مل کر بھارت کے درشٹی کون کو سمجھنے کی چیشٹا کی تھی۔ یہ دونوں سجن جن میں ایک صاحب بمبئی کے گورنر رہ چکے ہیں، شاید تصویر کا دوسرا رخ دکھانے کی چیشٹا کریں گے۔ بھارت میں آج بھی ایسے جیو پڑے ہوئے ہیں۔ جو راجا اور ایشور کو ایک سمجھتے ہیں اور پرجا کو راجا کے کام میں دخل دینے کا کوئی حق ہی نہیں دینا چاہتے۔ پھر ایسے گورے حکام کی بھی کمی نہیں ہے، جنھیں شویت پتر کے نام سے ہی لرزہ چڑھا آتا ہے۔ حالانکہ جہاں تک بھارت کا سمبندھ[4] ہے اس نے شویت پتر مرثیہ پڑھ دیا اور اس کا آنا نہ آنا برابر سمجھتا ہے۔ بلکہ بہومت تو انھیں راجنیتکیوں کا ہے، جن کی، دھارنا ہے کہ تب بھارت اور بھی پرادھین ہو جائے گا، مگر یہ دونوں مہانو بھاؤ[5] اس مردے کو مارنے کے لیے راجاؤں خوشامدیوں اور افسروں کی رائیں سنگرہ کر کے انگریزی اخباروں میں چھپوائیں گے۔ یہ ہے راج نیتی!

19، مارچ 1934

---

1 نمائندوں 2 آئین 3 رائے عامہ 4 تعلق 5 عظیم المرتبت

ہوم ممبر صاحب کی شیریں بیانی

یو پی سرکار کے ہوم ممبر کنور جگدیش پرساد صاحب نے تو پولس کو اللہ میاں کی گائے بنا کر کھڑا کر دیا۔ مانو پولس وبھاگ[1] کا سارا درشٹی کون بدل گیا ہے اور اب وہ اپنے کو پرجا کا سیوک سمجھتی ہے۔ سیٹھ جی اور منیم جی میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ سیٹھ جی تو ساکشات کرن کے اوتار[2] ہیں؟ لیکن منیم جی کے خزانے میں کچھ ہے ہی نہیں تو بیچارے سیٹھ جی کیا کریں۔ بڑے لوگوں کا یہی دھرم ہے۔ وہ دل میں سمجھتے ہیں کہ زبانی جمع خرچ ہے، تو جتنے اُدار چاہو بن جاؤ، نیائے[3] اور سیوا کی جتنی دہائی دے سکو دو، ستیہ[4] تو جو ہے، وہ ہے ہی۔ ہمارا تو خیال ہے کہ اگر یہاں کی پولس سدھر جائے تو جنتا کو تین چوتھائی سوراجیہ مل جائے۔ پولس نے ہمیشہ جنتا پر آتنک[5] جمایا ہے اور آج بھی جما رہی ہے۔ رشوت فوجداری اور عدالت میں بھی ہے، اور کافی ہے، لیکن یہاں تو خدا کی پناہ کوئی واردات بھر ہونی چاہیے، بس پھر کیا پوچھنا، پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں، محلے یا حلقے میں کوئی خون ہو جائے، کوئی ڈاکا پڑ جائے، بس، تھیلیاں چڑھنے لگتی ہیں۔ رپورٹ کی لکھائی تو مانو سرکاری ٹیکس ہے، دینا ہی پڑے گا۔ پولس کے چکر میں پڑ کر شاید ہی کوئی بچ سکے۔ ہوم ممبر اگر پولس کو اسی آدرش[6] پر لاسکیں جس کا آپ نے اپنے بھاشن[7] میں ذکر کیا اور پولس کرمچاریوں[8] کے دماغ میں یہ بات جما دیں کہ تم پرجا کے سوامی[9] نہیں سیوک[10] ہو، تمھارا کام پرجا[11] پر شاسن[12] کرنا اور اسے لوٹنا نہیں، بلکہ اس کی رکشا کرنا ہے تو وہ اپنا نام اَمر کر جائیں۔

19 / مارچ 1934

---

1 شعبہ 2 ظاہر 3 انصاف 4 سچائی 5 دہشت 6 نمونہ 7 تقریر 8 ملازمین 9 مالک 10 غلام 11 رعایا 12 حکومت

برما وچھید کے لیے نئے بہانے

برما کو بھارت سے الگ کرنے کے لیے گورنمنٹ کی اُور سے روز روز نئے نئے بہانے گڑھے جا رہے ہیں۔ بھارت برما کا سارا دھن کھینچے لیے آتا ہے۔ یہاں کے مزدور برما کے مزدوروں کا کام چھینے لیتے ہیں، یہاں کے بیوپاری وہاں کے بیوپاریوں[1] کا بیوپار چھین لیتے ہیں۔ اس لیے برما کا بھارت کے چنگل سے چھڑانے کے لیے یہ اوشیک[2] ہے کہ اسے بھارت سے الگ کر دیا جائے پھر دیکھیے برٹین کس طرح اس کی رکشا کرتا ہے۔ بھارت کا ایک مجور یا ویاپاری تو وہاں رہنے نہ پائے گا۔ یہ تو نشچت[3] ہے کہ وچھید ہوتے ہی بھارت کی چڑیا بھی وہاں پر نہ مار سکے گی، لیکن اس میں برما والوں کا کوئی اپکار[4] ہوگا۔ اس میں سندیہہ[5] ہے۔ دیکھنا ہے بلّی کہاں تک دودھ کی رکھوالی کرتی ہے۔ اگر بھارت کو یہ وشواس ہو جائے کہ برما کا وچھید ہوتے ہی اس کے سارے ویوسائک سادھنوں پر، سارے عہدوں پر، برما والوں ہی کا ادھیکار ہوگا، اور انگریز ویوسائی اور وشیشگیہ وہاں نہ گھسنے پائیں گے تو شاید بھارت کو وچھید سویکار کرنے میں آپتی[6] نہ ہوگی، مگر یہی تراوٹ تو وچھید کی جڑ ہے۔

26/مارچ 1934

1 تجار 2 ضروری 3 طے 4 بھلا 5 شک 6 پریشانی

کمانڈر ان چیف صاحب کا وینگ[1]

اسمبلی میں فوجی بجٹ پر جو بحث ہوئی اس میں ہر سال کی طرح اب کے بھی فوجی خرچ کم کر دینے کا پرستاؤ تھا۔ یہ کہا گیا کہ بھارت میں ضرورت سے زیادہ فوج ہے اور اس پر ضرورت سے زیادہ خرچ ہو رہا ہے۔ جنگی لاٹ صاحب نے بڑی اسپشٹ وادتا سے کام لیا اور ممبروں کو کراری ڈانٹ بتائی۔ تم لوگ جگہوں کے لیے، نوکریوں کے لیے تو آپس میں لڑ مرتے ہو، اس پر کہتے ہو فوجی خرچ کم کر دو۔ تم ایک راشٹر ہو جاؤ، پھر دیکھو ہم کتنی جلد خرچ گھٹا دیتے ہیں۔ اس پر اوشیہ ہی ممبروں کی زبان بند ہو گئی۔ کس کا ساہس[2] تھا کہ بولتا؟ سرکار کی نظر میں ہم ہندو ہیں، مسلمان ہیں، عیسائی ہیں، سکھ ہیں، اچھوت ہیں، بھارتیہ تو کہیں نظر نہیں آتا۔ سرکار نے اپنی آنکھوں پر جو سامپر دائک[3] پردا ڈال لیا ہے، اس میں اسے وِسترت[4] بھارت کیسے نظر آ سکتا ہے۔

26/مارچ 1934

کانگریس کا سرکار سے سہیوگ

بہار میں مہاتما گاندھی نے رلیف کمیٹی کے جلسے میں سرکار سے سہیوگ کا جو پرستاؤ رکھا اور اس کے سمرتھن[5] میں جو بھاشن دیا اور سبھی نیتاؤں نے جس اُدارتا[6] سے اس پرستاؤ کو سویکار[7] کیا، اس نے ایک بار سدھ کر دیا کہ کانگریس کیول اسہیوگ نہیں کرنا چاہتی، اور جن کاموں میں وہ سرکار سے سہیوگ کرنے میں دیش کا کلیان[8] سمجھتی ہے ان میں ہاتھ بڑھانے کے لیے سدیو تیار رہتی ہے۔ کانگریس نے دیش ہت کو پردھان رکھا ہے۔ ہر ایک نیتی کو اسی کسوٹی پر کس کر وہ اپنی رائے قائم کرتی ہے اس وقت پیڑت بہار کا پرشن ہے۔ اس وقت بھی اگر ہم اپنے راجنیتک اور سمپر دائک[9] بھیدوں[10] کو نہ بھول سکیں، تو یہ دیش کے لیے دربھاگیہ[11] کی بات ہوگی۔

26/مارچ 1934

---

1 طنز 2 ہمت 3 فرقہ واریت 4 عظیم 5 حمایت 6 فراخدلی 7 قبول 8 بھلا 9 فرقہ وارانہ 10 تفریق 11 بدقسمتی

دہلی میں کانگریس نیتاؤں کا سمّیلن

کانگریس کے کچھ 8 نیتاؤں نے کلیجہ مضبوط کر دلی میں ایک سمّیلن کر کاؤنسلوں میں جانے کے پرشن پر وچار کر ڈالا۔ مگر کچھ اس طرح ڈرتے ڈرتے مانوں کوئی اپرادھ[1] کرنے جا رہے ہوں۔ سب سے بڑا اپرادھ تو پرادھین[2] ہونا ہے اور اس سے کچھ گھٹ کر کمزور اور اسنگھٹت[3] ہونا۔ جب یہ دونوں مہان اپرادھ ہم کر رہے ہیں تو پھر کاؤنسل میں آنے کے چھوٹے سے اپرادھ کے لیے اتنا سوچ وچار کیوں۔ اس پرادھینتا کی دشا میں ہم اسہیوگ کر بھی سکتے ہیں؟ اتنا ساہس بھی ہم میں ہے؟ ٹیکس ہم سے زبردستی لیے جاتے ہیں ہم دینا چاہیں یا نہ دینا چاہیں پھر کیوں من کو یہ نہیں سمجھا لیا جاتا کہ ہمیں کاؤنسل میں آنے کے لیے بھی مجبور کیا جا رہا ہے۔ ہم اپنی خوشی سے نہیں زبردستی لائے جا رہے ہیں۔ جب ہم سرکاری عدالتوں میں جا کر وکالت کرتے ہیں، جب ہم سرکار کے کھولے ہوئے ودیالیوں میں پڑھنا برا نہیں سمجھ سکتے، جب ہم ریل، تار، ڈاک، سڑکوں، جہازوں سے کام لیے بغیر نہیں رہ سکتے، جب دن کے چوبیس گھنٹوں میں ہم برابر سرکار سے سہیوگ کرتے رہتے ہیں اور سرکار کا خزانہ بھرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ کوئی واردات ہو جانے پر ہم سرکاری پولس کے پاس دوڑتے ہیں تو کاؤنسل میں جانا کس نیتی سے برا ہے، یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کاؤنسلوں کے باہر رہ کر بھی بہت کچھ کام کیا جا سکتا ہے، پر وہاں بھی ہمیں سرکار کا سہیوگ کرنا پڑے گا۔ بہار میں ہم کسی دشا میں بھی سرکاری سہیوگ[4] سے اپنے کو نہیں بچا سکے۔ ہم تو سمجھتے ہیں سارا بھارت بہار ہو رہا ہے اور ایسی دشا میں اگر ہم کاؤنسلوں میں جا کر کوئی فائدے کا کام کر سکتے ہیں، تو ہمیں کرنا چاہیے۔ کہا جاتا ہے کہ کونسلوں میں جا کر ہم نے اتنے دنوں میں کیا کر لیا؟ لیکن کاؤنسلوں میں نہ جا کر ہی ہم نے کیا کر لیا؟ ہاں اگر کچھ کیا تو یہ کیا، کہ جیسوں ہی ایسے قانون پاس کرا دئے جو شاید کانگریس والوں کے کاؤنسلوں میں رہتے ہوئے بھی اتنی آسانی سے پاس نہ ہو سکتے۔ گڑ کھانے اور گلگلوں سے پرہیز کرنے والی نیتی بہت اچھی نیتی نہیں ہے۔

9/اپریل 1934

---

1 جرم 2 غلام 3 غیر منظم 4 تعاون

سچی بات کہنے کا دنڈ[1]

آگرہ کے سب جج پنڈت رگھوناتھ پرسادترویدی نے ایک مقدمے کے فیصلے میں یہ لکھا ہے کہ اینگلو انڈین شاسک[2] جاتی کا انگ[3] ہے، اس لیے وہ ہندستانی سے زیادہ عزت دار ہے۔ اس پر ساچار پتروں میں ترویدی صاحب پر خوب بوچھاریں پڑ رہی ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے، ترویدی جی نے ایک سچی بات کہہ دی تو کیا اپرادھ[4] کر دیا۔ کوئی زیادہ دنیادار جج کبھی ایسی بات نہ لکھتا، یہ ٹھیک ہے لیکن کرتا وہی جو ترویدی صاحب نے کیا۔ اور یہ بات کون نہیں جانتا قدم قدم پر یہ ستیہ ہمیں ٹھوکر جما تا رہتا ہے۔ ہمیں ترویدی صاحب کو دھنیہ واد دینا چاہیے کہ انھوں نے اپنے دل کی بات کھول کر کہہ دی۔ سہیوگی ''آج'' نے بہت ٹھیک انومان کیا ہے کہ آپ کوئی سناتنی مہودیہ ہیں جو شاسکوں کو دیوتا سمجھتے ہیں۔ اور ان کے کتوں کے سامنے دم ہلاتے ہیں۔ کیونکہ ایسی معرکہ کی بات کسی سناتنی کھوپڑی ہی سے نکل سکتی ہے، اور ایسے لوگ ہمارے یہاں سب جج بنا دیے جاتے ہیں۔ لیکن، سمپادک لوگ جتنا چاہیں ناک بھوں چڑھالیں، ترویدی جی کی رائے بہادری رکھی ہے، اگر اب تک نہیں مل چکی ہے، اور شاید گریڈ بھی جلد ہی ملے۔ اگر کوئی ہندستانی کسی اینگلو انڈین کے ہاتھوں قتل کر دیا گیا ہوتا تو ترویدی جی اسی دلیل سے اوشیہ ہی مجرم کو بری کر دیتے، کیونکہ شاسک جاتی کو یہ ادھکار ہے کہ جس ہندستانی کو چاہے جان سے مار ڈالے۔ شاست[5] کی جان کا مولیہ ہی کیا؟ دھنیہ ہے بھارت، جہاں ایسے ایسے سپوت پیدا ہوتے ہیں۔

9/اپریل 1934

---

1 سزا 2 حکمراں 3 حصہ 4 جرم 5 محکوم

سروشکتی مان پولس

یہ تو ہم اپنے انو بھو[1] سے جانتے ہیں کہ جب کوئی اخبار نکلتا ہے، تو پولس دوارا[2] اس کے سنچالکوں[3] کی جانچ ہوتی ہے۔ جب تک پولس کی سرٹیفکیٹ نہ ہو، کہ یہ آدمی خطرناک نہیں ہے اور ہمارے کالے رجسٹر میں اس کا نام نہیں ہے تب تک گاڑی رکی رہتی ہے، لیکن اب معلوم ہوا کہ منصفوں کو بھی پولس کے سرٹیفکیٹ کے بغیر نوکری نہیں مل سکتی۔ کسی کو اگر منصفی لینی ہے، تو اسے پولس کے ادھیکاریوں[4] کی خوشامد کرنی چاہیے۔ ایسا آدمی عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر پر بندھ و بھاگ[5] کے وِرُدھ[6] فیصلہ دینے کے پہلے خوب سوچے گا۔ وہ جانتا ہے کہ جن کرمچاریوں کی سند پا کر اسے یہ آشرے[7] ملا ہے ان کا رعب اور دباؤ مانتے رہنے میں اس کی خیریت ہے۔ نیائے کا ایک خاص سدھانت یہ ہے کہ جب تک کسی کے وِرُدھ[8] پرمان[9] نہ ہو اسے نردوش[10] سمجھو۔ ہماری سرکار کا سدھانت کچھ اور ہے وہ یہ کہ جب تک کسی کی جانچ نہ کرلی جائے وہ وشواس[11] کے یوگیہ[12] نہیں۔

9/اپریل 1934

---

1 تجربہ 2 ذریعہ 3 ڈائریکٹروں 4 ملازمین 5 شعبۂ انتظامیہ 6 خلاف 7 پناہ 8 خلاف 9 ثبوت 10 بےقصور
11 یقین 12 قابل

ٹھیلم ٹھالا

قاعدہ ہے، ہم سے کوئی بات بگڑ جاتی ہے، تو ہم ایک دوسرے کو الزام دے کر اپنے من کو سمجھا لیا کرتے ہیں۔ ایک کہتا ہے، تمھاری غلطی تھی دوسرا کہتا ہے جی نہیں، یہ آپ کی حماقت تھی۔ اگر اچھی دلہن گھر میں آ گئی ہے تو دولہا بھی خوش، سسر بھی خوش، ٹولہ پڑوس کے لوگ بھی خوش، دہیز کچھ کم بھی ملا تو کیا غم براتیوں کا ستکار جیسا چاہیے تھا ویسا نہیں ہوا، ویسا کیا اس کا آدھا بھی نہیں ہوا، تو کوئی غم نہیں، بہو اچھی ہے، سگھڑ ہے، سُشیلا ہے، لیکن خدانخواستہ بہو کالی ہوئی یا کانی ہوئی یا لنگڑی ہوئی (کیونکہ بیاہ تقدیر کا کھیل ہے تقدیر میں تدبیر کا کیا بس) تو کچھ نہ پوچھیے بس سمجھ لیجیے کہ غضب ہو گیا۔ ساس اپنے پتی کو الزام دیتی ہے۔ پتی پنڈت جی کے سر پر ذمہ داری کو ٹھیلتے ہیں، پنڈت جی لالہ جی کے سر جو بیچ میں پڑے۔ چاروں طرف سے ٹھیلم ٹھال شروع ہو جاتی ہے۔ الزام کا بوجھ خدا جانے کتنا بھاری ہوتا ہے کہ کوئی اسے اپنے اوپر ایک کشن[1] بھی نہیں رکھنا چاہتا۔ ٹینس کی گیند کی طرح اسے سامنے آتے ہی دوسری طرف ڈھکیل دینا ہی ہمارا دھرم ہے۔ یہ بات نہیں کہ اس الزام کو کہیں آشرے[2] نہیں ملتا ہے، لیکن وہیں جہاں اسے ٹھیلنے کی شکتی نہیں ہوتی۔ کسی غریب کے سر ساری ذمہ داری ڈال کر ہم اپنا دل ہلکا کر لیتے ہیں۔ بہو میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ اس کا رنگ ذرا بھی نہیں کھلا، نہ وہ مرگ نینی بنی، نہ ہنس گامنی۔ بیچارہ دولہا ایکانت میں بیٹھا اپنی نصیب ٹھوک رہا ہے۔ گھر سے بھاگ جانے کا منصوبہ باندھ رہا ہے، لیکن گھر کے لوگوں نے نائی پر الزام رکھ کر شانتی پراپت کر لی۔

کانگریس میں بھی آج کل کچھ ایسی ہی ٹھیلم ٹھال ہو رہی ہے۔ مہاتما گاندھی ستیہ گرہ کے

---

1 لو 2 جاہ

اسپھل[1] ہونے کی ساری ذمہ داری کاریہ کرتاؤں پر رکھتے ہیں۔ کاریہ کرتا اسے ان کی زیادتی بتا کر اپنی ذمہ داری کو ان پر ٹھیلتے ہیں۔ اگر سوراجیہ کی گھڑسشیلا بہو گھر میں آ جاتی، تو آج سب کے بغلیں بجاتے۔ مہاتماجی گھر گھر رام اور کرشن کی طرح پوجے جاتے، کاریہ کرتاؤں کو بدھائیاں ملتیں مگر بہو آئی اوگنوں[2] کا ساگر، کلہہ کی کھان تمبا کو کا پنڈا۔ پھر کیوں نہ ٹھیلم ٹھال مچے۔ ہار میں ہمیں اپنی کمزوریاں سوجھتی ہیں، جیت میں اپنی خوبیاں۔

کاؤنسل میں جانے کی نیتی کو آشیرواد دے کر مہاتماجی نے وہی کیا جو ایک کشل سیناپتی کا دھرم ہے۔ نئی حالتوں کے ساتھ سیناؤں کی چال میں ادل بدل ہونا چاہیے۔ کانگریس میں جو ایک نرجیوتا آگئی تھی، اسے دور کرنے کی اس کے سوا دوسری تدبیر نہ تھی۔ کانگریس کے تعمیری کام ہیں لیکن ان کی اُور کانگریس میں کوئی اتساہ نہیں ہے۔ کچھ تو سرکاری بادھائیں ہیں، کچھ اپنی اسودھائیں[3] کانگریس میں آتم وشواس کی کمی آگئی تھی، جو ہر ایک دشا میں گھاتک ہوتی ہے۔ اس لیے جو کاؤنسل میں جا کر دیش کا کچھ ہت کر سکتے ہیں، انھیں اس کی آزادی ہونی چاہیے تھی، لیکن مہاتماجی نے کانگریس کے نیتاؤں پر ستیہ گرہ سدھانت کو غلط روپ میں جنتا تک پہنچانے کا الزام لگا کر ویرتھ[4] ہی ان کی دل شکنی کی۔ راجنیتی کو ادھیاتم کے تل پر اٹھا لے جانا اور ادھیاتم[5] کے سدھانتوں سے اسے چلانا دنیا کے لیے ایک بالکل نیا تجربہ تھا۔ اسے پھل ہونے کی آشا[6] کم، اسپھل ہونے کا بھے ہی ادھک تھا۔ مہاتماجی کو خود آج سے تیرہ سال پہلے سوچ لینا چاہیے تھا کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں ہم یہ اموگھ[7] استر[8] دے رہے ہیں، وہ اسے چلا بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر اس وقت انھوں نے کاریہ کرتاؤں کو سمجھنے میں غلطی کی، تو اس کی ذمہ داری کاریہ کرتاؤں پر سولہو آنہ کیوں رکھی جائے۔ کاریہ کرتاؤں نے اپنی بدھی اور پہنچ کے انوسار[9] اس استر کو چلانے کی کوشش کی۔ کیا مہاتما گاندھی نے اس وقت یہ سمجھا تھا کہ یہ سبھی دیوتا ہیں؟ اگر وہ مانوسو بھاو سے اتنے بے خبر ہیں، تو یہ ان کا قصور ہے۔ جو ایک راشٹر کے نیتا[10] میں بہت بڑا قصور ہے۔ وہ آج بھی کہہ رہے ہیں کہ میں ستیہ گرہ کے پریوگ میں نپنتا[11] پراپت کر رہا ہوں، ان میں بھی یہ کریا ابھی جاری ہے، پھر سادھارن بدھی کے کاریہ کرتاؤں میں آج سے چودہ سال پہلے یہ نپنتا کیسے آجاتی

---

1 ناکام 2 عیبوں 3 پریشانیاں 4 بیکار 5 روحانیت 6 امید 7 بے خطا 8 اسلحہ 9 مطابق 10 قومی رہنما 11 مہارت

اور جب اتنے سنیم[1] اور ورت کے بعد بھی آج اس پد کو وہ نہیں پراپت کر سکے، تو ظاہر ہے کہ کسی یگ میں بھی اس سدھانت کے وشیشگیہ[2] بڑی سنکھیا[3] میں نہیں ہو سکتے۔ شکشت سماج نے اس وقت مہاتما گاندھی جی کو سمجھنے میں غلطی کی تو وہ کشمیہ[4] ہیں۔ مہاتما جی گوری جاتی سے ستیہ گرہ کی لڑائی میں وجئی ہو کر لوٹے تھے۔ ان کے تیاگ، وچار اور دیوتو کا حال پتروں میں پڑھ پڑھ کر سارے دیش کو ان سے شردھا[5] ہو گئی تھی۔ جب انھوں نے راجنیتی[6] کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی تو راشٹر نے اپنے کو دھنیہ سمجھا اور اپنی آتما کو ان کے ہاتھ میں دے کر خود ان کے پیچھے چلنے میں ہی راشٹر کا ہت سمجھا۔ وچار ایک درلبھ وستو ہے۔ اور برلوں ہی کے حصے میں آتی ہے۔ مہاتما جی جیسا دماغ پا کر پھر کون سوچتا اور کیا سوچتا؟ کیا یہ سمبھو نہیں ہے کہ اس وجے[7] نے مہاتما جی میں آتم وشواس کی ماترا[8] کچھ بڑھا دی ہو۔ اور چونکہ سادھارن[9] بدھی کے کاریہ کرتاؤں سے انھوں نے وجے پائی تھی اسی کوٹی کے منشیوں پر انھوں نے وشواس کر لیا ہو۔ یہ ہم کبھی نہیں مان سکتے کہ دکشنی افریقہ کے کاریہ کرتا سب کے سب اونچے درجے کے ادھیاتم کے سدھانت کو سمجھنے والے آدمی تھے۔ یہ سویکار کرنے کی اچھا نہیں ہوتی کہ ہمارا شکشت ورگ[10] ستیہ گرہ کو اتنا بھی نہیں سمجھتا۔ جتنا افریقہ والوں نے سمجھا تھا۔ مہاتما جی نے اپنے آندولن کی کچھ کمزوری کو سویکار کر کے اپنا نیتک[11] ساہس[12] اوشیہ[13] دکھلایا ہے۔ لیکن اس کے اسپھل[14] ہونے کا الزام کاریہ کرتاؤں کے سر منڈھنے کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔ جن لوگوں نے تیرہ سال تک ہر طرح کی کٹھنائیاں جھیل کر اپنے کو تباہ کر کے اپنے سوارتھ کو مٹا کر اس آندولن کو چلایا ہے ان سے اب یہ کہنا کہ تم اس کام کے یوگیہ نہیں اور تمھاری کمزوری سے یہ آندولن فیل ہو گیا، ان کا دل دکھانا ہے۔ یہ کیوں نہیں سویکار کر لیا جاتا کہ جس سوراجیہ کے لیے لڑے اس کی اچھا ابھی دیش میں اتنی بلوتی نہیں ہوئی ہے کہ بادھاؤں کا سپھلتا کے ساتھ سامنا کر سکے۔ اب یہ مان لینا پڑے گا کہ جس چیز کو مہاتما جی بھیتر کی آواز کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے غلط ہونے کی سنبھاونا نہیں، وہ بہت بھروسے کی چیز نہیں ہے؛ کیونکہ اس نے ایک سے زیادہ اوسروں پر غلطی کی ہے۔ بھوشیہ میں ہمیں راجنیتی کو راشٹر ہت کی درشٹی سے دیکھنا ہوگا۔ ہمیں ایسے آدمیوں کو کاؤنسل میں بھیجنا ہوگا۔ جن کے تیاگ، ساہس، ایمانداری اور سیواؤں کا ہمیں پرتیچے مل چکا ہے اور اسی سے ہم اپنی منزل پر پہنچیں گے۔

16/اپریل 1934

---

1 تحمل 2 ماہرین 3 تعداد 4 قابل معافی 5 عقیدت 6 سیاست 7 فتح 8 مقدار 9 عام 10 تعلیم یافتہ طبقہ 11 اخلاقی 12 حوصلہ 13 ضرور 14 ناکام

لارکانا میں ہتھیاروں کی ضرورت

ہتھیار کے لائیسنس دینے میں سرکار کی نیتی دن دن کٹھور ہوتی جاتی ہے۔ کتنے ہی لائسنس ضبط ہو گئے۔ جب تک سرکار کا کوئی خیر خواہ نہ ہو اور جس پر سرکار کو پورا وشواس نہ ہو کسی کو لائیسنس نہیں ملتا۔ دیہاتوں میں تو میلوں تک شاید کوئی رائفل نظر ہی نہیں آتی۔ لٹیروں اور ڈاکوؤں نے جگہ جگہ جنتا کے اس نہتھے پن کا فائدہ اٹھانا شروع کر دیا ہے اور پتروں میں اکثر دن دہاڑے سشستر ڈاکوں کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ خاص کر دیہاتوں سے جہاں پولس کانسٹیبل مہینے میں ایک بار کیول گاؤں میں چکر لگا آتا ہے یا جب کوئی واردات ہو جاتی ہے اور پرجا کو شکنجے میں کسنے کا کوئی اوسر آتا ہے تو داروغہ جی اپنے دل بل کے ساتھ مہمانی کھانے اور نذرانہ وصول کرنے کے لیے جا پہنچتے ہیں۔ اور کبھی پولس کی صورت وہاں نظر نہیں آتی۔ لارکانا سندھ کا ایک ضلع ہے اور ادھر اس علاقے میں کئی سشستر ڈاکے پڑے۔ آخر ضلع مجسٹریٹ کو یہ اعلان کرنا پڑا ہے کہ وہ لائسنس کے معاملے میں اب زیادہ رعایت سے کام لیں گے۔ یہ تو لارکانا کی بات ہوئی۔ مگر کم و بیش سارے دیش میں یہی دشا ہے۔ سرکار ہی اگر پرجا کو اپنی رکشا کرنے کے سادھنوں سے ونچت کرتی ہے تو اس کا کرتویہ ہو جاتا ہے کہ وہ سیم اس کی رکشا کا ذمہ لے۔ پرجا کو ہتھیار سے کام لینا سکھائے اور ان میں ایسا سنگٹھن پیدا کرے کہ وہ اوسر پڑنے پر اپنی رکشا کر سکیں۔ کسی آدمی کو قید کرنے پر اس کے بھوجن کی ذمہ داری قید کرنے والے پر آ جاتی ہے۔ اور ہماری سرکار ہمارے ہتھیار تو چھین لیتی ہے پر ہماری رکشا کا ذمہ نہیں لیتی۔ جب ڈاکا پڑ جاتا ہے، دو چار غریبوں کی جان چلی جاتی ہے تو پولس تحقیقات کرنے جا پہنچتی ہے۔ گاؤں کے نہتھے کسان سشستر ڈاکوؤں کے سامنے بے بس ہو جاتے ہیں۔ اور لاٹھیوں سے بندوقوں کا مقابلہ کر کے اپنی جانیں گنواتے ہیں۔ ہمیں بھے ہے کہ اگر سرکار کی لائسنس نیتی یہی رہی اور پرجا پر اس کا یہی اوشواس رہا، تو یہ اپدرو اور بڑھیں گے اور دیہات میں کسی خوش حال آدمی کا رہنا کٹھن ہو جائے گا۔

23/اپریل 1934

آنے والا چناؤ اور کانگریس

یہ تو اب قریب قریب طے ہو چکا ہے کہ یہ اسمبلی اب کچھ دنوں کی مہمان ہے۔ نئی ویوستھا کے آنے میں ابھی کم سے کم دو سال کی دیر ہے۔ اتنے دنوں اس بے جان اسمبلی کو چلائے رکھنا شاید سرکار بھی نہ پسند کرے۔ سوراجیہ پارٹی کے خوف سے ابھی سے خوش آمدی اور ہوا کا رخ دیکھ کر چلنے والے ممبروں میں تہلکا پڑ گیا اور شاید آنے والے چناؤ میں وہ لوگ دل بدل کر پھر پبلک کے سامنے آئیں اور لمبے چوڑے وعدے کریں۔ لیکن شاید پبلک اب اتنی نادان نہیں ہے کہ وہ ایسے قوم فروش ممبروں پر وشواس کرے، جنھوں نے سرکار کے وشواس اور کرپا پاتر[1] بنے رہنے کی دھن میں ایسے ایسے قانون بنا ڈالے جو جلاد اسپد کہے جا سکتے ہیں۔ ہمیں اب کونسلوں اور اسمبلیوں میں ایسے سوارتھی، کمزور آکرمنیہ[2] ممبروں کو بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اب ممبروں کو چن کر بھیجنا ہوگا جنھوں نے اپنی سیوا، نڈرتا، اور نی سوارتھتا کا ثبوت دیا ہے، جو پرجاہت کے لیے اپنا سوارتھ تیاگ دینے میں بھی نہیں ہچکتے۔ وہ لوگ آزادی کی لڑائی میں ہمارے سپاہ سالار بن سکتے ہیں، جو لوگ ایک عہدے، ایک چائے کی پیالی یا ایک خطاب کے لیے قوم کا گلا گھونٹ سکتے ہیں وہ ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ جنتا انھیں پرتی ندھی[3] بنا کر بھیجے۔ سوراجیہ پارٹی کے اوپر اس وقت جو ذمہ داری ہے، آشا ہے وہ اسے سمجھ رہے ہوں گے۔ انھیں کے تیاگ اور ساہس پر قوم کو بھروسہ ہے۔ سبھی کھدر پہننے والے اور جیل جانے والے دیوتا نہیں ہیں۔ ان میں بھی اکثر بڑے بڑے ہتھکنڈے باز لوگ شامل ہیں، جو جیل بھی کسی نہ کسی سوارتھ سے ہی گئے تھے۔ یہ سوراجیہ پارٹی کی عزت کا سوال ہے اور اسے مروت یا طرفداری کے بھنور سے بچا کر اپنی ناؤ کھینی پڑے گی۔

23/اپریل 1934

---

1 مستحق عنایات 2 کاہل 3 نمائندہ

پُورچگیز پوروی افریقہ

پوربی افریقہ میں پرتگال والوں کے اَدھین [1] بھی ایک پرانت ہے۔ کسی زمانے میں پرتگال کا سنسار میں وہی استھان تھا، جو آج برٹین کا ہے۔ دکھن امریکہ اور افریقہ میں اس کے بڑے بڑے راجیہ تھے، پر اب وہ سب راجیہ اس کے ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔ کیول پوروییہ افریقہ میں کچھ علاقہ رہ گیا ہے۔ افریقہ کے اَنیہ پرانتوں کی طرح وہاں بھی ہندستانیوں کی تھوڑی سی آبادی ہے۔ 2500 سے ادھک نہیں لیکن وہاں ان کے ساتھ کسی طرح کا بھید بھاؤ نہیں رکھا جاتا، گورے کالے میں کوئی انتر نہیں ہے۔ اسکول میں، ویاپار میں، سرکاری عہدوں میں، ووٹ کے ادھیکار میں، نیایالیوں میں ان کا درجہ شاسک جاتی کے بالکل سمان ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہاں جو ہندستانی آباد ہے وہ بہت خوش حال ہیں اور دن دن اُنتی کر رہے ہیں۔

وہاں کا ویاپار پرایہ ہندستانیوں ہی کے ہاتھ میں ہے اور ہندستانیوں کا پرتگال سے کوئی سمبندھ نہیں۔ ایک طرف تو یہ سمتا ہے دوسری اور جہاں انگریزوں کی نوآبادیاں ہیں وہاں ہندستانیوں کو کتوں سے بھی ذلیل سمجھا جاتا ہے اور انھیں وہاں سے نکال باہر کیا جا رہا ہے۔ گت دس سال میں کوئی 1400 ہندستانی وہاں سے نکالے جا چکے ہیں۔ کیول اسی لیے کہ وہ کالے رنگ کے ہیں اور گورے لوگ کالوں سے کوئی سمپرک [2] نہیں رکھنا چاہتے۔ حالانکہ انھیں بھارتیوں نے اُس ملک کو رہنے کے لائق بنایا۔ مگر وہی یورپ کے انیہ دیشوں کے لوگ ہر سال ہزاروں کی سنکھیا میں جاتے اور آباد ہوتے ہیں۔ ان سے وہاں کے گورے انگریز برابری کا سلوک کرتے ہیں۔ اگر ان کے ساتھ دوسرا ویوہار [3] کیا جائے تو انتر راشٹریہ [4] الجھنیں پیدا ہو جائیں۔ گوری جاتیوں میں جب لڑائیاں ہوتی ہیں تو کالی سیناؤں کی مدد سے اپنے شتروؤں پر

---

1 ماتحت 2 تعلق 3 سلوک 4 بین الاقوامی

وجہ[1] پانا شرم کی بات نہیں ہے؟ لیکن صلح ہو جانے پر گورے گورے ایک ہو جاتے ہیں اور کالوں کے ساتھ پھر وہی پرانا سلوک کیا جانے لگتا ہے۔ امریکہ جیسا سبھیہ[2] اور اُنت[3] راشٹر جب آج تک حبشیوں سے انسانیت کا برتاؤ نہیں کر سکا آج بھی حبشیوں کے ساتھ پشوؤں کا سا سلوک کیا جاتا ہے حالانکہ حبشی جاتی رہن سہن بھاشا اور دیش بھوشا ہر ایک بات میں گوروں ہی کے سمان ہے تو ہندستانیوں کو ان سے کیا آشا ہو سکتی ہے جو رنگ، بھاشا اور رہن سہن میں ان سے الگ ہیں۔

23/اپریل 1934

---

1 فتح 2 مہذب 3 ترقی یافتہ

کانگریس کی ودھایک یوجنائیں

کانگریس کو ابھی تک وِدھایک[1] یوجناؤں کی اُور دھیان دینے کا اوسر نہیں ملا۔ کانگریس جیسی راج نیتک[2] سنستھا[3] کے لیے ودھایک پروگرام ہاتھ میں لینا آسان نہیں ہے۔ کسی وقت بھی اس سے سمبندھ[4] رکھنے والی یوجنائیں سرکاری حکم سے بند کی جا سکتی ہیں۔ پچھلی بار اس کے دس پانچ آشرم جو تھے سب بند ہو گئے یہاں تک کہ مہلا آشرم بھی نہ بچ سکے۔ مگر ان میں سے ادھک تر آشرموں یا شالاؤں کا پردھان کام ستیہ گرہ میں بھاگ لینا یا اس کے لیے سپاہیوں کو تیار کرنا تھا۔ ودھایک پروگرام تو ان کا اوپری دکھاوا تھا۔ اگر عیسائی مشن یا آریہ سماج شکشا کا اتنا کام کر سکتے ہیں تو کانگریس جیسی سنستھا اگر دل سے چاہے تو اس سے کہیں زیادہ کام کر سکتی ہے آریہ سماج کا کام خاص کر شکشا سے سمبندھ رکھتا ہے۔ اس کے اناتھالے[5] اور ودھوا آشرم بھی ہیں اور شفاخانے بھی دیش کی ایک خاص ضرورت پوری کر رہے ہیں۔ لیکن کسانوں میں شکشا کا پرچار[6] سہوگ پنچایت تندرستی اور صفائی گئو پالن آدی[7] سیکڑوں ایسے کام ہیں جن سے راشٹر کا بہت کچھ اپکار ہو سکتا ہے اور کوئی سبھیتا[8] کا دعویٰ کرنے والی سرکار ایسے ودھایک کام میں سہوگ دینے کے سوا کچھ نہیں کر سکتی۔ پرشن یہی ہے ایسے آدمی کانگریس کے پاس میں جو مشنریوں کے جوش کے ساتھ میں کام لگیں؟ ہمارے خیال میں کانگریس کے ایسے نررتن ہیں کہ جو سیوا کاریہ کے لیے اپنا جیون تک ارپن[9] کر سکتے ہیں اور کر چکے ہیں۔ بس کانگریس کے سرپنچوں کی اور سے اشارہ ملنے کی دیر ہے۔ مہاتما گاندھی نے ودھایک پروگرام کی اُور دھیان دکھایا بیشک، پر کانگریس نے ستیہ گرہ کو ہی مہتو[10] کا کام سمجھا۔ ودھایک کام کو اس کی نظر میں کبھی سمان نہیں ملا۔ یہاں تک کہ پنڈت جواہر لال نہرو نے تو ان کاموں کو بڈھی عورت کے لائق ہی سمجھا۔ ہمارا

---

1 قانونی 2 سیاسی 3 تنظیم 4 تعلق 5 یتیم خانہ 6 تبلیغ 7 وغیرہ 8 تہذیب 9 وقف 10 اہم

خیال ہے کہ ستیہ گرہ کر کے جیل جانے یا گولیاں کھانے میں جو مہاتنا[1] ہے اس سے کم کسی ودھایک کام کو اپنے جیون کا ورت[2] بنا کر اس کے لیے مرمٹنے میں نہیں ہے۔ اور پرجا کا ہت[3] جتنا ودھایک کاموں سے ہوسکتا ہے اس سے ہم ان کا جیون جتنا سکھی اور شکتی سمپن[4] بنا سکتے ہیں اتنا راجنیتک سدھاروں سے نہیں کر سکتے۔ راجنیتی کا منشیہ[5] کے جیون میں روپے میں ایک آنے سے زیادہ دخل نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جنھوں نے اسے جیون کا کام بنالیا ہے۔ کسان کے لیے لگان کا آدھا ہو جانا اتنا اُپکار نہیں ہے جتنا اندھ وشواس[6] اور متھیا[7] رسم و رواجوں سے مکت ہونا یا نشے سے پرہیز کرنا۔ آپس میں کلہہ[8] بڑھتا جا رہا ہے اور لوگوں میں مقدمے بازی کا جو چسکا پڑتا جاتا ہے اسے روکنا، کسانوں کو کارندوں، پٹواریوں اور دوسرے عملوں کے ظلم سے بچانا ان کی اس سے کہیں بڑی سیوا ہے کہ ان کا لگان کچھ کم ہو جائے۔ سوراجیہ ہم چاہتے ہی کس لیے ہیں؟ اسی لیے تو کہ ہم راشٹر کو زیادہ سکھی اور خوش حال بنا سکیں۔ اسی لیے تو کہ ہم ودھایک کاموں میں زیادہ دھن خرچ کرنے کا سامرتھ پراپت کر سکیں، ورنہ راشٹر کو سوراجیہ سے اور کیا فائدہ؟ جیمس کی جگہ مسٹر نائڈو کے آجانے سے جنتا کا کیا اپکار ہوگا۔

30/اپریل 1934

1 بڑاپن 2 عہد 3 فائدہ 4 طاقت سے پُر 5 انسان 6 کورانہ عقائد 7 بے حقیقت 8 آویزش

کانگریس کی آرتھک یوجنا

کسی نئے دھرم یا سنگھ[1] کی دکشا[2] لینے کے پہلے ہم یہ نشچے[3] کر لیتے ہیں کہ اس دھرم یا سنگھ کی نیتی کیا ہے۔ اور دوسرے دھرموں سے اس کا کیا بھید ہے۔ جب تک یہ نشچے نہ ہو جائے ہم اس سمپردائے[4] میں شامل نہ ہوں گے۔ کانگریس کے وشے میں یہ تو معلوم ہے کہ وہ اہنساتمک سدھانتوں سے سوراجیہ لینا چاہتی ہے لیکن بھارت کے اور سبھی راجنیتک دلوں کی بھی یہی غرض ہے۔ ان سے کانگریس کن باتوں میں بھن ہے؟ ستیہ گرہ سدھانت میں۔ دوسرے دلوں کے پاس دلیل، خوش آمد، پرارتھنا[5] اور ''ستہ کی وجے[6] ہوتی ہے'' اس امر سدھانت کے سوا کوئی کاریہ کرم[7] نہیں ہے۔ کانگریس اوسر[8] پڑنے پر ستیہ گرہ بھی کرتی ہے، قانون بھی توڑتی ہے۔ دوسرا انتر یہ ہے کہ دوسرے دل ڈومینین اسٹیٹ تک ہی جا کر رہ جاتے ہیں، کانگریس پورن سوراجیہ کو اپنا لکشے مانتی ہے۔ ابھی تک تو ان راج نیتک لکشنوں[9] نے کانگریس کے وشیشتا نبھائی۔ لیکن جب کہ کانگریس نے ستیہ گرہ بند کر دیا اور ڈومینین اسٹیس یا پورن سوراجیہ کیول شبدوں کا جنجال ہے تو اب کانگریس اور دوسرے دلوں میں کیا فرق رہے گا؟ مسٹر ستہ مورتی فرماتے ہیں کہ کانگریس کے پاس 'ساہس' ہے جو اور کسی دل کے پاس نہیں، لیکن ساہس کے بھن بھن روپ ہیں۔ اگر اپنے سدھانتوں کے لیے جیل جانے میں ساہس ہے تو اپنے سدھانتوں کے لیے جنتا میں ذلیل اور بدنام ہونا اس سے کم ساہس نہیں ہے۔ ساہس کے بل پر ساہس والی بات تو چلتی نہیں اور اپنے منہ میاں مٹھوں بننا کہ ساہس کے ہم ہی ٹھیکیدار ہیں اور سبھی ساہس ہین[10] ہیں کچھ شوبھا نہیں دیتا۔

کہا جا سکتا ہے کہ کانگریس نے ہمیشہ غریبوں کی حمایت کی ہے ہمیشہ کسانوں اور

---

1 جماعت 2 تعلیم 3 طے 4 فرقہ 5 گزارش 6 فتح 7 لائحہ عمل 8 موقع 9 علامتوں 10 جوش سے عاری

مزدوروں اور سادھارن [1] شرینی کی وکالت کی ہے۔ ایک سے زیادہ افسروں پر اس نے اپنی سامیہ وادی پرکرتی [3] پرکٹ کر دی ہے۔ اور آج جو کانگریس میں شریک ہے وہ اسی نیتی کو سمجھ کر۔ اس دلیل میں سچائی ہے لیکن کانگریس نے ابھی تک اپنی کوئی یوجنا نہیں بنائی ہے، اور جب تک وہ کھلے طور پر وہ اپنی یوجنا پیش نہ کر دے جنتا کو اس کے وشے [4] میں بھرم [5] ہو سکتا ہے۔ سمبھو ہے کانگریس ابھی تک اس کے ستیہ گرہ اور اسہیوگ کے کارن اس میں شریک نہیں۔ کانگریس میں ابھی سبھی وچاروں کے لوگ ملے ہوئے ہیں۔ جن میں سوراجیہ کی اچھا [6] کے سوا سماجک، آرتھک آدی سدھانتوں میں بھید ہیں۔ کانگریس میں بڑے بڑے تعلقے دار اور زمین دار بڑے بڑے ویاپاری اور پونجی پتی شریک ہیں۔ سبھی تو راجیہ کو اپنے اپنے سوارتھوں کی آنکھ سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ سب کے دلوں میں شک بھی موجود ہے۔ جن کے پاس کچھ نہیں وہ تو سامیہ وادی بنے بنائے ہیں لیکن جن کے پاس سمپتی اور جائداد ہے وہ تو سامیہ واد کے بھکت نہیں ہو سکتے وہ کانگریس میں اپنے ہت سادھن [7] کے لیے آئے تھے۔ ویاپاری سمجھتا تھا کہ اس کے ٹیکسوں اور چنگیوں کا بوجھ کم ہو جائے گا۔ زمیندار سمجھتا تھا تب اسے مقدمے بازیوں اور افسروں کی خوش آمدوں اور سلامیوں سے نجات ہو جائے گی۔ چاہے اس کی آمدنی کچھ کم ہی ہو جائے۔ رہے کسان ان کا لگان تو آدھا ہو ہی جائے گا اور مزدوروں کی مزدوری بڑھ جائے گی۔ کچھ ایسے لوگ بھی اس آندولن میں شریک ہوئے جو اپنے زیادہ مالدار یا عزت دار پڑوسی کو پرجا کی درشٹی [8] میں گرانا چاہتے تھے۔ اب تک کانگریس کا راجنیتک پہلو ہی ہمارے سامنے تھا اس کے سماجک اور آرتھک پہلو پر وچار کرنے کی اس سمے میں فرصت ہی نہ تھی۔ پر آج کوئی یوجنا کیول راجنیتک آدھار [9] نہیں بن سکتی۔ اسے آرتھک سمسیاؤں کا بھی فیصلہ کرنا پڑے گا۔ تبھی اس کے عیب اور ہنر معلوم ہوں گے اور لوگ اس کے وشے میں اپنی رائے قائم کر سکیں گے۔ وہ آرتھک یوجنا کیسی ہو اس وشے میں بابو بھگوان داس نے لکھا ہے۔

"ترک کی کسوٹی پر آرتھک یوجنا اس ڈھنگ سے بنائی جائے کہ اُچت سیما تک [10] سبھی سوارتھوں [11] کی پورتی کر سکے۔ یہ یوجنا ایسی ہے کہ ورتمان [12] پونجی پتی [13] سامراجیہ وادی شاسک سنسار تھا راشٹر سنگھ سے یہ کہنے میں لجّا کا انوبھو کریں کہ یہ یوجنا بالکل اویوہاریہ [14] ہے۔ کانگریس کو نئے ڈھنگ اور نئی شکتی سے کام کرنے کے لیے اس پرکار کی یوجنا آوشیہ بنا لینی چاہیے۔

30 اپریل 1934

---

1 عام 2 مساوی پسند 3 فطرت 4 بارے 5 دھوکا 6 خواہش 7 مفادی ضرائع 8 نظر 9 بنیاد 10 مناسب حد 11 [illegible] 12 موجودہ 13 دولت مند 14 غیر عملی

سرکار کو مبارک باد

لجس لیٹو اسمبلی میں اس اکسٹھ 61 بیٹھکوں کے لیے سیشن میں ایک بھی سرکار کی ہار نہیں ہوئی۔ جب دیکھو جیت۔ اسے کہتے ہیں اقبال۔ اس سے ہمیں کوئی بحث نہیں کہ پرشن کیا ہے۔ اس سے بھارت کی پرجا کا ہت[1] ہوگا یا اہت[2]۔ سرکار نے یا تو اس پرشن کا سمرتھن[3] کیا یا ورودھ اس لیے سرکار کے خیر خواہ اور جاں نثار ممبروں کا فرض ہے کہ سرکار کا ساتھ دیں۔ سرکار کی خوشی کچھ قیمت کچھ مہتو رکھتی ہے۔ اس سے جیون کی کچھ کٹھنائیاں حل ہو سکتی ہیں۔ کچھ سنچت[4] ابھی لاشائیں[5] پوری ہو سکتی ہیں۔ جن پکش[6] میں لیش[7] کے سوا اور کیا ہے تو ایسے سوکھے پیاسے لیش کو لے کر کوئی اوڑھے یا بچھائے۔ اپنے نام کے ساتھ دو چار مولیہ وان اکشروں کا جڑ جانا یا اپنے داماد یا سالے کو کسی عہدے پر بیٹھے دیکھنا جے گھوش اور پشپ مالاؤں سے کہیں زیادہ مولیہ وان ہے۔ پھر اپنا سدھانت اور دھرم اور وشواس بھی تو ہے۔ سرکار ایشور کا اوتار[8] ہے۔ پہلے راجا اوتار ہوا کرتا تھا اب سرکار ہوتی ہے۔ جو سچے بھارتیہ سنسکرتی کے اپاسک[9] ہیں وہ ایشور کے اوتار کا ورودھ کیسے کر سکتے ہیں؟ کیا بیچارے اپنا لوک[10] اور پرلوک[11] دونوں بگاڑ لیں۔ پھر ایسے مہانو بھاو بھی تو ہیں جو وچار، رہن سہن اور درشٹی کون[12] میں پکے سامراجیہ وادی ہیں۔ وہ پرجا کا ساتھ دے کر کیوں اپنے کو ذلیل کریں۔ ابھی تو وہ اپنے کو سرکار کا ایک انگ سمجھ کر پرسن ہوتے ہیں۔ اس میں کتنا گورو[13] ہے ذرا سوچیے۔ کیسے کیسے مہان پرشوں[14] سے بھائی چارہ ہو جاتا ہے۔ کہیں کمانڈر ان چیف کے ساتھ چائے کی میز پر بیٹھے ہوئے ہیں کہیں ہوم ممبروں کے ساتھ ان کے انترنگ میں سنلت ہیں۔ نہیں سادھارن ممبروں کو کون پوچھتا ہے اور اب کے یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہوئی۔ اسمبلی کے سمپورن اتہاس میں شاید دو چار بار ہی سرکار کی کسی ڈویژن میں ہار ہوئی ہو۔ کیا اس سے یہ صاف سدھ نہیں ہو جاتا کہ پورا بھارت گورنمنٹ کے ساتھ ہے!

30/اپریل 1934

---

1 فائدہ 2 نقصان 3 حمایت 4 جمع شدہ 5 خواہشات 6 رعایا کی حمایت 7 نیک نامی 8 نائب 9 پجاری 10 دنیا 11 آخرت 12 نظریہ 13 عظمت 14 عظیم الشان

رادر میر کی ہائے ہائے

لارڈ رادر میر انگلینڈ کے پرکھ سامراجیہ وادیوں میں ہیں۔ جب سے سفید کاغذ نکلا ہے آپ کو دانا پانی حرام ہو رہا ہے۔ سوتے سوتے چونک اٹھتے ہیں کہ بھارت ہاتھ سے گیا۔ پھر یہ مین چیسٹر اور لنکا شائر کا مال کس کے سر پر لادا جائے گا۔ اور یہ لاکھوں انگریزی پریوار کس کے ماتھے پھلوڑیاں کھائیں گے؟ یہ ایک لاکھ سال کے موٹے ویتن[1] کہاں ملیں گے جنھیں انگلینڈ میں کوئی ٹکے کو نہ پوچھے، ان کے لیے یہاں سورگ کے سارے بھوگ ولاس[2] موجود ہیں۔ ایسی سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکلی تو انگلینڈ کا کیا حال ہوگا۔ پھر اس کی یہ شان و شوکت کہاں جائے گی؟ بالکل دوکانداروں کی سی بات، ٹھوس، واستوک، کلپنا[3] شونیہ[4]۔ مگر اب تک تو ہم سنتے آتے تھے کہ برٹین بھارت کو آدمیت سکھانے کے لیے اپنے اوپر یہ بھار لادے ہوئے ہے۔ خالص پرو پکار کے لیے ہم لارڈ رادر میر سے یہ نویدن[5] کرنا چاہتے ہیں کہ یہ سونے کی چڑیا ابھی بہت دنوں آپ کے پنجرے میں رہ سکتی ہے۔ ہاں اسے چارا اور پانی دیتے جائیے، اگر اس میں کمی ہوئی تو چڑیا پھڑپھڑا کر مر جائے گی۔ بھارت کیول اس لیے راجنیتک ادھیکار[6] چاہتا ہے کہ وہ اپنے بھوک سے ویاکل[7] بالکوں کا اُدَر[8] بھر سکے، اس لیے نہیں کہ وہ انگلینڈ سے دوندیودھ[9][10] کرے۔

7 مئی 1934

---

1 تنخواہ 2 عیش و لطف 3 تصور 4 صفر 5 درخواست 6 سیاسی حقوق 7 بے چین 8 پیٹ 9 آمنے سامنے 10 جنگ

اسمبلی کا وِسَرجَن[1]

گورنمنٹ نے یہ اعلان کر دیا کہ یہ اسمبلی 14 رجولائی کو توڑ دی جائے گی۔ خیال کیا جا رہا تھا کہ سوراجیہ پارٹی کی تیاریوں سے شاید سرکار کو کچھ چنتا ہو اور وہ اسمبلی کی اودھی اور بڑھا دے۔ مگر یہ خیال غلط نکلا اور گورنمنٹ نے سوراجیہ پارٹی کی چنوتی سویکار[2] کر لی۔ اس نے دکھا دیا کہ وہ کسی پارٹی سے بھے بھیت[3] نہیں ہے۔ اب دیکھنا ہے سفید کاغذ صاحب پر کیا گزرتی ہے۔ بے چارے پر چوکھی[4] بوچھاریں پڑ رہی ہیں۔ کس کس طرف بچائیں۔ کنزرویٹو کہتے ہیں یہ تو سامراجیہ کا ہی سرو ناش[5] کیے ڈالتا ہے۔ بھارت والے کہتے ہیں آپ کو بلایا کس نے؟ مشکل یہی ہے کہ بھارت میں اپنے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو جی کھول کر اس کی نندا کرتے ہوئے بھی اس وقت اس کے وفادار دوست بن جائیں گے۔ جب اس پر دسترخوان بچھے گا اور طشتریوں میں سوادشٹ[6] پدارتھ[7] پروسے جائیں گے۔ دیکھنا یہی ہے کہ سوراجیہ پارٹی تو سوادشٹ پدارتھوں کی سُگندھ[8] سے آکرشت[9] نہیں ہو جاتی۔ سمبھو[10] ہے اسمبلی توڑتے سمے یہ آشا سرکار کی نگاہ میں رہی ہو۔

7رمئی 1934

---

1 معزولی 2 قبول 3 خوفزدہ 4 چاروں طرف سے 5 برباد 6 ذائقہ دار 7 چیزیں 8 خوشبو 9 متوجہ 10 ممکن

سوراجیہ پارٹی

رانچی میں سوراجیہ پارٹی کی بیٹھک ہوگئی۔ اس کی ویوستھا بن گئی اس کا کاریہ کرم[1] نشچت[2] ہوگیا اس کے نیتا چن لیے گئے اور وہ لوگ بھی چن لیے گئے جو اسمبلی کے لیے کھڑے ہوں گے۔ مگر جیسا بابو پروشوتم داس ٹنڈن نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے ابھی آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی بیٹھک نہیں ہوئی اور یدی اس بیٹھک میں کانگریس کا بہومت[3] کونسل پرویش کے لیے ہوا اور کانگریس سیم[4] نرواچن[5] میں بھاگ لینے کو تیار ہوگئی تو سوراجیہ پارٹی کہاں رہے گی۔ کیا اس دشا میں بھی سوراجیہ پارٹی بنی رہے گی۔ شاید ایسا نشچے سا ہے کہ کانگریس کمیٹی کا بہومت کونسل پرویش کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ کانگریس کے استمبھ کونسل پرویش کے خلاف ہیں۔ اور سوراجیہ پارٹی کانگریس کے ادھین[6] اور اس کی نگرانی میں اپنا کام کرے گی۔ سوراجیہ پارٹی کو جب اتانومی مل گئی تو پھر اس پر اس کاریہ کارنی کی نگرانی کی پخ کیوں لگادی گئی۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا خدانخواستہ سوراجیہ پارٹی کی اور سے یہ شنکا[7] بھی ہے کہ وہ کانگریس کے سدھانتوں اور آدرشوں کا سمّان نہ کرے گی؟ سوراجیہ پارٹی کی استھتی ایسی کیوں نہیں رکھی گئی کہ وہ کانگریس سے الگ کوئی سنستھا نہیں ہے بلکہ ان کانگریسیوں کا دل ہے جو ویوستھاپک سبھاؤں[8] میں کانگریس کے کام کریں گے۔ اتانومی یا سوادھینتا والی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اس سے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ کچھ ایسے لوگوں کا دل ہے جنھیں کانگریس نے ابوگیہ سمجھ کر کہہ دیا ہے کہ اچھا، تم لوگ اور کچھ نہیں کرسکتے تو جاؤ کونسل میں ہی بیٹھو، مگر خبردار کوئی شرارت نہ کرنا۔ نرواچن[9] میں پوری سپھلتا پانے کے لیے کانگریس کی پوری شکتی اور پورے پربھاؤ کی ضرورت ہے۔ ایسے

---

1 لائحہ عمل 2 طے 3 کثیر الرائے 4 خود 5 انتخاب 6 ماتحت 7 شبہ 8 مجلس انتظامیہ 9 انتخاب

سوتیلے لڑکے کے سے دیوہار[1] سے شاید سوراجیہ پارٹی کی وہ آشائیں نہ پوری ہوں، جو اس نے باندھ رکھی ہیں اور سمجھو ہے۔ وہ اسمبلی میں اَنیہ دلوں[2] کی طرح ایک الپ سنکھیک[3] دل ہو کر رہ جائے۔ پچھلی سوراجیہ پارٹی میں ایسے ایسے ستارے تھے جو اپنا پرکاش رکھتے تھے۔ ان کے اپنے اپنے انویائی[4] تھے۔ ویسا پر بھاؤشالی کوئی آدمی اس سوراجیہ پارٹی میں نظر نہیں آتا۔ وہ کانگریس کے پرکاش[5] سے چمکنے والوں کی جماعت ہے اور کون نہیں جانتا کہ ایسے ستارے کیول چمک لیتے ہیں۔ ان کے پرکاش سے کسی کا اپکار نہیں ہوتا۔ ہم تو پھر بھی یہی کامنا رکھتے ہیں کہ کانگریس کمیٹی خود نرواچن کا پرشن ہاتھ میں لے۔ خود اپنے امیدوار کھڑے کرے، چاہے وہ وہی ہوں، جو آج سوراجیہ پارٹی میں ہیں اور اس کاریہ کرم کو سپھل بنانے میں اپنا پورا زور لگا دیں۔ لیکن اگر کانگریس ایسا نہ کرے تو ہم جنتا سے یہی انورودھ[6] کریں گے کہ وہ سوراجیہ پارٹی ہی کو پرتی ندھی بنا کر بھیجے۔ اس پارٹی سے انھیں جتنے اپکار کی آشا ہو سکتی ہے اَنیہ کسی دل سے بھی نہیں ہو سکتی۔

7 رمئی 1934

---

1 سلوک 2 دوسرے 3 اقلیتی 4 پیرو 5 روشنی 6 اپیل

کانگریس کمیٹی کیا کرے گی

کانگریس کمیٹی کی آنے والی بیٹھک بڑی مہتو پورن ہوگی اور اس سے سارے دیش کی آنکھیں اس کی اور لگی ہوئی ہیں۔ یہ پرشن اٹھ رہا ہے کہ اگر کانگریس کو کونسلوں سے لابھ کی پھر آشا ہوگئی ہے تو وہ پارلیمنٹری بازو کیوں بناتی ہے، کیوں خود چناؤ میں شریک نہیں ہوتی؟ اگر یہ گناہ بے لذت نہیں ہے تو کوئی ایک پارٹی کیوں اس کا مذاق اٹھائے؟ شکاریوں کے پیچھے ڈھول بجانے میں شکاری کا گورو[1] ہے نہ آنند۔ اس سے تو کہیں اچھا ہے کہ کانگریس بھی شکار میں شریک ہو جائے۔ مہاتما گاندھی کی نیتی پر بھی کڑی آلوچنائیں کی جا رہی ہیں اور یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ جب ستیہ گرہ کیول مہاتما گاندھی ہی کر سکتے ہیں تو کانگریس کیوں نہ اسے بالکل ہی اٹھا دے۔ بابو پروشوتم داس ٹنڈن کے بھاشن[2] کو اگر ہم یکت پرانتیہ کانگریس کی آواز سمجھیں تو وہ ایک باغی کی آواز ہے جو اب آنکھ بند کر کے نیتا کے پیچھے نہیں چلنا چاہتا۔ اور ملک کے لیے کسی نئے کاریہ کرم کی ضرورت سمجھتا ہے۔ وہ نیا کاریہ کرم کیا ہوگا؟ اس کا فیصلہ کانگریس کمیٹی کرے گی۔ ادھر سامیہ وادی دل بھی اپنا جلسہ کرنے جا رہا ہے اور سوچ رہا ہے کیوں نہ وہ اپنا کاریہ کرم لے کر چناؤ کے میدان میں اتر پڑے، اگر یہ دل بھی کونسل پرویش کے پکش میں ہے تو پھر کانگریس میں ایسے لوگوں کی سنکھیا بہت کم رہ جائے گی جو کانگریس کا قومی کام کرنے کی لگن رکھتے ہوں۔ غرض کانگریس نے سوراجیہ پارٹی کو یہ ادھیکار دے کر انیہ سبھی دلوں میں یہ اسنتوش پیدا کر دیا ہے اور جب ملک کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام نہیں ہے تو کوئی دل بھی اپنے کو کونسل سے باہر نہیں رکھنا چاہتا۔ ہمارے خیال میں اس سے شِتھلتا[3] اور جڑتا کو جگانے کا اس کے سوا کوئی دوسرا

---

1 فخر 2 تقریر 3 سست

اپاے 1 نہیں ہے کہ کانگریس خود کونسل کے لیے اپنے امیدوار کھڑے کرے۔ اور اپنے سارے پربھاؤ اور شکتی کو کام میں لاکر نیا بہومت استھاپت 2 کرے۔ اگر سوراجیہ پارٹی کو یہ ادھیکار دے دیا گیا تو آپس میں ہی کھینچ تان شروع ہو جائے گی اور کانگریس کئی دلوں میں بٹ کر اپنی پوری شکتی سے کسی دل کو مدد نہ کر سکے گی۔ رہا کانگریس کا ادھیویشن 3 تو وہ ورتمان دشاؤں میں کٹھن ہے نہ کانگریس کمیٹیاں ہیں نہ ممبر، پھر پرتی ندھی 4 کہاں سے آئیں گے اور ان کا چناؤ کیسے ہوگا۔ کانگریس ادھی ویشن 5 جب تک ہوگا تب تک چناؤ ختم ہو جائے گا۔ اس طرح پرستھتیوں 6 کو نیموں 7 کے ہاتھ میں چھوڑ دینے سے کام بگڑتا ہے۔ ہوتا وہی ہے جو نیتا کرتے ہیں چاہے بھرے پنڈال میں ہوں یا چھوٹے کمرے میں۔ کانگریس کمیٹی کے فیصلے ہی کو کانگریس کا فیصلہ مان کر دیش کو چلنا مناسب ہے۔

یہ بھی نشچت سا معلوم ہوتا ہے کہ امیدوار وہی سجن بنائے جائیں گے جو جیل ہو آئے ہیں اور برابر لڑائی میں شریک رہے ہیں۔ اگر ایسا کیا گیا تو یہ کانگریس کی پہلی سوارتھ پرتا 8 ہوگی جو سپاہی میدان میں لڑ سکتا ہے وہ کونسل میں بیٹھ کر وچار بھی کر سکتا ہے۔ اس میں ہمیں سندیہہ 9 ہے اگر سب باتیں برابر ہوں تو جیل جانے والے کو ضرور پردھانتا ملنی چاہیے۔ لیکن محض جیل جانا انیہ سبھی طرح کی لیاقت کی کمی نہیں پوری کر سکتا۔ کتنے ہی تو محض جیل اس لیے نہیں گئے کہ انھوں نے اس سے اس جیل سے باہر رہنا ہی سب سے بڑا تیاگ سمجھا۔ جس سے جیل جانا راشٹر کی سیوا ہی نہیں سوارتھ کی بھی اتنی ہی بڑی سیوا تھی۔ اس سے جو لوگ چڑھا اوپری نہ کر کے الگ رہے ان کو سیوا کا اوسر نہ دینا ان کے ساتھ انیائے ہوگا۔ اور اگر جیل یاترا ہی کونسل میں جانے کی سب سے بڑی شرط ہے تو مسٹر موہن لال نہرو کے شبدوں میں 'سی' کلاس بھگتنے والوں کو ہی کونسل میں بھیجنا چاہیے۔ کانگریس کے وہ نیتا جو 'اے' یا 'بی' کلاس میں رہے کس نیتی سے ان والنٹیروں کو سمجھائیں گے جنھوں نے 'سی' کلاس اور کھڑی بیڑی اور کال کوٹھری کوئی بھی تپسیا باقی نہیں چھوڑی؟

14 رمئی 1934

---

1 حل 2 قائم 3 اجلاس 4 نمائندے 5 اجلاس 6 حالات 7 اصولوں 8 خود غرضی 9 شبہ

چناؤ چھواُں

کانگریس کے چناؤوں میں مانوتا[1] کی جو چھالیدر ہوئی ہے وہ پرم کھید جنک ہے۔ مہا کوشل سے پرم راشٹر سیوک سیٹھ گووند داس تھا پنڈت دوارکا پرساد مشر نے اور ادھر پریاگ سے شری سندر لال تھا شریمتی اُما نہرو نے کئی آکسمت[2] اور دُکھو گھٹناؤں کے کارن جنہیں ہم یہاں دہرانا نہیں چاہتے چناؤ میں نہ کھڑے ہونے کی گھوشنا[3] کر کے اپنے پرتی دوندیوں[4] کے لیے مارگ صاف کر دیا ہے یہ ان کی ادارتا ہے اور یہ تو پرتیکش ہے کہ گرہ یدھ اور پھوٹ کی سمبھاؤنا نے ہی اُکت جنوں کو یہ نشچے کرنے کے لیے بادھیہ[5] کیا ہے۔ یہ بڑے کھید اور لجا کی بات ہے کہ چناؤ کے لیے اس پرکار بکھیڑا اٹھایا جاتا ہے۔ یوگیہ[6] ویکتیوں[7] کے ہوتے ہوئے بھی ان کے مارگ میں کانٹے بچھا کر جو لوگ سوئم کھڑے ہونا چاہتے ہیں انھیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہ انوچت[8] کاریہ کر کے راشٹر کا ہت نہیں اہت کر رہے ہیں۔ ان کی دیش بھکتی تو اسی میں ہے کہ وہ اپنے سے ادھک تیاگی اور دیش سیوک کو راشٹر سیوا کا اوسر پردان کرتے، اسے سہیوگ دیتے۔ یہ نہ کر کے اپنے سامنے کسی کو تیاگی، راشٹر ہتیشی[9] نہ مان کر، یوگیہ ویکتیوں کے وردوھ پردرشن[10] کرتا، ان کے پرتی وندھی[11] ہو کر کھڑے ہونا۔ نوٹس بازیوں کے دُوارا[12] گالی گلوچ کرتا، اکشمہ دیش دِرُوہ[13] ہے۔ ووٹروں کو بھی ایسے ویکتیوں سے ساودھان ہونے کی آوشیکتا[14] ہے۔

چناؤ میں کھڑے ہونے کا ارتھ ہے دیش کا پرتی ندھتو[15] کرنے کی تیاری، اس کے ہت کے لیے کچھ کرنے کا ورت[16] لینا، راشٹر یہ ہت[17] کے وِرودھیوں[18] پر وجے

---

1 انسانیت 2 ناگہانی 3 اعلان 4 حریفوں 5 مجبور 6 قابل 7 لوگوں 8 غیر مناسب 9 ملکی خیر خواہ 10 مظاہرہ 11 حریف 12 ذریعہ 13 بغاوت 14 ضرورت 15 نمائندگی 16 قصد 17 ملکی بہبودی 18 مخالفین

پراپت[1] کرنے کی پرتگیا[2] کرنا دیش کو سوتنترتا کی اور لے جانا تھا اس کا کلیان[3] کرنا۔ جو اس ذمہ داری کو جانتا ہے، دیش ہت کا جسے گمبھیر انوبھو[4] ہے راشٹر کا پرتی ندھی بننے کا ادھیکار[5] اسی کو ہے اور جو اپنے سے ادھک یوگیہ[6] و یکتی کے ہوتے ہوئے بھی اس کی اپیکشا[7] کر کے اس کا پرتی دوندی بن کر کھڑا ہونا چاہتا ہے۔ وہ انادھیکاری ہے۔ راشٹریہ پرتی ندھی بننے کا اسے کوئی حق نہیں۔ اسے تو ووٹ ہی نہ ملنے چاہیے۔ چناؤ کا امیدوار وہی ہو سکتا ہے، جس نے راشٹر کے لیے تیاگ کیا ہو۔ جو راشٹر ہت کو گمبھیرتا سے جانتا ہو جتنا جسے اپنا پرتی ندھتوں کرنے کے یوگیہ سمجھتی ہو، جس کا ویکتتو[8] سندیہہ ہین[9] اور پوتر ہو۔ دیش کی دریدرتا[10] اور دکھوں کو دیکھ کر جس کی آنکھوں سے آنسو آتے ہوں، اور ان کا پرتی کار[11] کرنے کے لیے جو تن، من، دھن سے پرتمن شیل[12] ہو اور جو کیول لیش[13] کی اچھا[14] سے یا سمان کی بھوک سے تیاگ دکھلاتا ہو، کیول کونسلوں اتھوا اسمبلی کا ممبر بن جانے کی دھن رکھتا ہو اسے راشٹریہ پرتی ندھتوں کرنے کا کوئی ادھیکار نہیں ہے۔ اور نہ وہ راشٹر کا ہت ہی کر سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کو ووٹ دینا راشٹریہ اہت میں سہیوگ دینا ہے۔

اگست 1934

---

1 جیت 2 قسم 3 فلاح 4 تجربہ 5 حق 6 اہل 7 حرمت 8 شخصیت 9 پاکیزہ 10 مفلسی 11 داد رسی 12 کوشاں 13 نیک نامی 14 خواہش

آتنک واد کا اُنمولن

آتنک واد کو نشٹ[1] کرنے کے سمبندھ[2] میں وچار کرنے کے لیے کلکتہ کے کچھ چنے ہوئے ویکتیوں کی ایک سبھا ہوئی تھی۔ اس میں سروسمّتی[3] سے ایک پرارتھنا[4] پتر تیار کیا گیا ہے جو سرکار کے پاس بھیجا جائے گا۔ سبھا کرنے والوں کا ابھی مت[5] ہے کہ جنتا کی رائے کو سنگٹھت[6] کیے بنا آتنک واد نشٹ نہیں کیا جا سکتا۔ ساتھ ہی ایک اور بھی مہتو پورن[7] بات کہی گئی ہے وہ یہ کہ آتنک واد کا مول کارن[8] بیکاری ہے، نی نسند یہہ[9] سبھا کی رائے سولہو آنہ سچ ہے۔ 'مرتا کیا نہ کرتا' جب بنگال کا یوک[10] اپنا گھر پھونک کر اُچّ شکشا کے نام پر بی۔ اے، ایم۔ اے پاس کرتا ہے اور اسے اس کے اس کٹھور پری شرم[11] اور سَر دَ سوسواہا کا پھل بیکاری اور اپنی سادھارن[12] سے سادھارن آوشیکتاؤں[13] کو پورا کرنے کی اَسَمرتھتا[14] میں ملتا ہے، تو اسے اپنے جیون سے نراشا[15] ہو جاتی ہے وہ پاگل ہو جاتا ہے۔ اس کے ہردے میں وِدروہ[16] اگنی کریڑن[17] کرنے لگتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کیا کروں؟ جیوں کیسے بتاؤں؟ کیا مجھے میرے پری شرم کا یہی پھل ملنا چاہیے تھا؟ میرے سیکڑوں روپیوں کا بلیدان[18] کا پرسکار[19] یہی بیکاری ہے؟ وہ آتنک وادی[20] بن جاتا ہے۔ اس کے سوا اس کے لیے جیوں کو بتانے کا کوئی مارگ نہیں ہے اس طرح بیکاری ہی آتنک واد کا مول کارن ہے جب تک بنگال سرکار بیکار یوکوں کو کام نہیں دیتی انھیں اپنی آوشیکتاؤں کو پورن کرنے کے سادھن نہیں بتلاتی جب تک وہ چاہے کتنے ہی کٹھور سے کٹھور اوگھاتک[21] قانون بنا دے۔ کتنی ہی دمن نیتی سے کام لے آتنک واد

---

1 ختم 2 تعلق 3 اتفاق رائے 4 عرضی 5 رائے 6 یکجا 7 اہم 8 بنیادی وجہ 9 بلا شبہ 10 نوجوان 11 سخت محنت 12 معمولی 13 ضروریات 14 نااہلیت 15 مایوسی 16 بغاوت 17 آگ بھڑکنا 18 قربانی 19 انعام 20 دہشت گرد 21 جان لیوا

کے شمن[1] میں مکمل نہیں ہو سکتی۔ آج بھارت ورش کے دوارا[2] سمست[3] یورپ اپنے خزانے بھر رہا ہے۔ جاپان اپنی جیبیں گرم کر رہا ہے سبھی مالا مال ہو رہے ہیں اور بھارتیہ بچے بھوکے تڑپ رہے ہیں وہ اپنے ہی دیش میں سکھی نہیں رہ سکتے۔ ان کو پری شرم[4] کر کے جیون بتانے کا ٹھکانا بھی نہیں ہے پھر وہ کیوں نہ آتنک وادی بن جائیں۔ کیوں نہ وہ دوروہی[5] ہو جائیں؟ سرکار سیم انھیں خود دروہی بننے کا اوکاش[6] دے رہی ہے۔ اگر وہ سچے ہردے سے چاہتی ہے کہ آتنک واد نشٹ ہو جائے تو جتنے بھی جلد ہو سکے اسے ان کی بیکاری کا علاج کرنا چاہیے آتنک واد کو دور کرنے کا یہی سچا مارگ ہے۔

ستمبر 1934

1 انسداد فساد 2 ذریعہ 3 پورے 4 محنت 5 باغی 6 موقع

سوراجیہ کے فائدے

سوراجیہ کیا ہے؟ اپنے دیش کا پورا پورا انتظام جب پرجا کے ہاتھوں میں ہو تو اسے سوراجیہ کہتے ہیں۔ جن دیشوں میں سوراجہ ہے وہاں کی پرجا اپنے ہی چنے ہوئے پنچوں دوارا اپنے اوپر راج کرتی ہے۔ وہاں یہ نہیں ہوسکتا کہ پرجا لگان اور کروں کے بیچ میں دبی رہے اور ادھکاری[1] لوگ دنوں دن سینا بڑھاتے جائیں۔ کرمچاریوں[2] کا ویتن[3] بڑھاتے جائیں۔ پرجا بھوکوں مر رہی ہو، چاروں اُور کال پڑا ہو اور دیش کا اَن دوسرے دیشوں کو ڈھویا چلا جاتا ہو، مری، ہیضہ آدی روگ پھیل رہے ہوں اور ادھیکاری لوگ اس کے روکنے کا اُچت[4] پربتن[5] نہ کر کے سیرسپاٹے کیا کرتے ہوں۔ غریب مسافروں کو ریل گاڑیوں میں بیٹھنے کی جگہ نہ ملتی ہو اور ادھی کاریوں کے واسطے ایک پوری گاڑی الگ کھڑی رہتی ہو۔ سارانش[6] یہ کہ ادھیکاری لوگ پرجا پر اس کے ہت کے لیے نہیں بلکہ اپنے پربھتو[7] جمانے اور بھوگ ولاس[8] کرنے کے لیے راج کرتے ہوں۔ جن دیشوں میں یہ دشا ہوتی ہے اور پرجا کے ہاتھوں میں اس کے سدھارنے کا کوئی سادھن[9] نہیں ہوتا، وہی دیش پرادھین[10] کہلاتا ہے اور ہمارا بھارت اسی پرکار کے دیشوں میں ہے جہاں کرمچاری لوگ پرجا کا نمک کھا کر اپنے کو پرجا کا سیوک نہیں اس کا سوامی[11] سمجھتے ہیں بھارت کو چھوڑ کر سمست[12] سنسار میں اب ایک دیش بھی ایسا نہیں جہاں کی دشا اتنی خراب ہو اور آج کل ہمارے نیتا لوگ اسی چنتا[13] میں پڑے ہوئے ہیں کہ اس دشا سے بھارت کا اُدھار[14] کیسے ہو۔ کیا سارے سنسار میں ہم ہی سب سے نیچ، سب سے مورکھ، سب سے نربل[15] ہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے اس دشا میں پڑے ہیں؟ ہمارے پروشاؤں[15] میں شری رام چندر جیسے پراکرمی[16] مہاتما

---

1 افسر 2 ملازمین 3 تنخواہ 4 مناسب 5 کوشش 6 مختصر 7 اقتدار 8 سیر و تفریح 9 ذریعہ 10 غلام 11 مالک 12 پورے 13 فکر 14 نجات 15 کمزور 16 بزرگوں 17 بہادر

شری کرشن جیسے گیانی[1]، مہاتما بدھ جیسے تیاگی، مہاراج وکرم جیسے پرتاپی[2] مہارانا، پرتاپ اور شواجی جیسے رن دھیر[3]۔ بادشاہ اکبر جیسے پرجا بھکت[4] گرو وششٹھ جیسے آتم درشی ہوئے ہیں۔ ہم لوگ انھیں کی سنتان ہیں۔ کیا ہم لوگوں میں بل بدھی[5] ودھیا[6] سروتھا[7] لوپ[8] ہوگئی ہے؟ نہیں یہ بات نہیں ہے بھیشم اور ارجن کے نام پر جان دینے والے کبھی اتنے بل ہین[9] اتنے کرم ہین[10] نہیں ہو سکتے۔ یہ دنوں کا پھیر ہے جس نے ہمیں اس ادھوگتی[11] کو پہنچا دیا ہے۔ لیکن اب ہم سچیت[12] ہو رہے ہیں۔ ہماری نندرا[13] ٹوٹ رہی ہے۔ اور ہمیں پورن[14] وشواس[15] ہے کہ ہمیں اپنے سدُ پیوگ[16] اور پوروجوں کے آشیرواد[17] سے پھر بھارت کو اس اُنت[18] وشا میں پہنچا دیں گے جہاں وہ تھا، ہم پھر سمست بھومنڈل[19] میں ان کا نام اجاگر کر دیں گے۔ اس کا ایک ماتر[20] ساد ھن، سوراجیہ، ہے اور بھارت میں پرتیک[21] پرانی کا دھرم ہے، کہ وہ یتھا یوگیہ[22] اس سدکاریہ[23] میں اپنے نیتاؤں کی مدد کرے۔

سوراجیہ کے بھید

سوراجیہ کے تین بھید ہیں ایک وہ ہے جہاں کا راجا اسی دیش کا نواسی ہوتا ہے لیکن راجا کا سب کام اپنی ہی اچھا نوسار[24] کرتا ہے، پرجا اس کے انتظام میں ذرا بھی دخل نہیں دے سکتی، جیسے کابل، نیپال۔ دوسرا وہ ہے جہاں کا راجا اپنی پرجا کے پرتی ندھیوں[25] کی صلاح کے بنا کچھ نہ کر سکتا ہو جیسے انگلستان، جاپان۔ تیسرا وہ ہے جہاں راجا نہیں ہوتا، اس کی جگہ پر چن کر لوگ کسی یوگیہ[26] سرو مانیہ پرش کو چن کر کچھ نیت سمے کے لیے اپنا پردھان بنا لیتے ہیں اور وہ پرجا کے چنے ہوئے ممبروں کی سمتی[27] سے راجیہ کا سارا پربندھ کرتا ہے۔ جیسے فرانس، امریکہ، چین آدی۔ بھارت کی دشا وچتر[28] ہے وہ ان تینوں بھیدوں میں سے ایک میں بھی نہیں آتا، اس کی دشا سب سے گئی بیتی ہے، نہ اس کا راجا ہی بھارت کا نواسی ہے اور نہ وہ پرجا کے چنے ہوئے پنچوں دوارا دیش پر راجیہ ہی کرتا ہے۔ واستو میں بھارت کا راجا کوئی ایک آدمی نہیں ہے بلکہ سمست انگلینڈ نہیں بلکہ انگریز جاتی اس پر راجیہ کرتی ہے چاہے وہ آسٹریلیا میں رہتی ہو چاہے کناڈا میں۔ سوچنے کی بات ہے کہ جب ایک لوبھی راجا سمست دیش کی پرجا کو نانا پرکار[29] کی

---

1 عالم 2 پُرجلال 3 جنگجو 4 رعایا پسند 5 دماغی قوت 6 علم 7 بالکل 8 ختم 9 کمزور 10 بےعمل 11 تباہی 12 بیدار 13 نیند 14 مکمل 15 یقین 16 بہتر استعمال 17 دعائیں 18 ترقی یافتہ 19 کرۂ ارض 20 محض 21 ہر ایک 22 حسب صلاحیت 23 اچھے کام 24 مرضی کے مطابق 25 نمائندوں 26 اہل 27 اتفاق رائے 28 عجیب و غریب 29 مختلف النوع

وپتیوں[1] میں ڈال سکتا ہے تو ایک پوری جاتی لوبھ کے وبش میں کتنا ہاہا کار پھیلا سکتی ہے۔ اکیلا راجا تو پرجا کو لوٹ کر اپنا پیٹ بھر سکتا ہے لیکن کسی پرادھین[2] دیش کے لیے اپنے اوپر راج کرنے والی سمست جاتی کا پیٹ بھرنا اسمبھو[3] ہے۔ یہی کارن ہے کہ بھارت کی دشا اتنی ہین ہو رہی ہے۔ انگریز جاتی کے ویوسائی اس کا ویوسائے اپنے ہاتھوں میں کرنا چاہتے ہیں۔ نوکری پیشے کرنے والے اونچے اونچے عہدے دبائے بیٹھے ہیں وہاں کے ادیوگی[4] لوگ یہاں کے ادیوگ دھندھوں پر آسن جمائے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ وہاں کے وِدوان[5] لوگ یہاں کی وِدیا[6] کے بھی ادھِکاری بن گئے ہیں۔ ہم ان تینوں بھیدوں میں کیا چاہتے ہیں یہ ابھی صاف صاف نہیں کہا جا سکتا پر اس میں اب ذرا بھی سندیہہ نہیں ہے کہ ہم وہ سوراجیہ چاہتے ہیں جہاں پرجا کے چنے ہوئے پنچوں کی صلاح سے سب راج کاج کیا جاتا ہے اور پنچوں کی سمّتی[7] کے بنا شاسک[8] لوگ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ بھارت میں ایسی سبھائیں ہیں جہاں پرجا کے پرتی ندھی سرکار کو صلاح دینے جاتے ہیں۔ چھوٹے لاٹ صاحب اور بڑے لاٹ صاحب دونوں ہی کو صلاح دینے کے لیے ایسی سبھائیں بنائی گئی ہیں۔ لیکن ایک تو ان سبھاؤں میں جو پنچ پرجا کی اور سے بھیجے جاتے ہیں۔ انھیں وہی لوگ چنتے ہیں جو یا تو مہاجن ہیں یا بڑے زمین دار یا بڑے کاشت کار ہیں۔ سادھارن[9] جنتا کو ان کے چننے کا ادھِکار نہیں ہے، دوسرے ان سبھاؤں کو کیول رائے دینے کا ادھِکار ہے۔ ادھِکاریوں کی اچھا ہے چاہے اس رائے کو مانیں یا نہ مانیں وہ ان صلاحوں کو ماننے پر مجبور نہیں ہیں۔ وِدِت ہی ہے کہ واستو[10] میں یہ سبھائیں کیول ہاتھی کے دانت ہیں۔ ان کی ذات سے جنتا کو کوئی بھلائی نہیں ہو سکتی۔ انھیں نہ تو آمدنی اور خرچ کے وشے[11] میں منھ کھولنے کا ادھِکار ہے نہ سینا کے وشے میں، نہ پولس کے وشے میں۔ ہاں شکشا[12] سواستھ[13]، رکشا اور میونسپلٹی کے معاملوں میں انھیں کچھ ستا[14] پراپت ہے۔ لیکن وہ بھی کیول نام کے لیے۔ کیونکہ جب آمدنی اور خرچ ان کے اختیار سے باہر ہے تو وہ شکشا یا سواستھیہ رکشا کا اچت پربندھ کیسے کر سکتے ہیں، جب خزانے کی کنجی شاسکوں کے ہاتھوں میں ہے تو وہ ان کے ادھین ہے کہ وہ شکشا کے لیے دھن دیں نہ دیں۔ سوراجیہ وادیوں کا لکشیہ[15] یہی ہے اور مہاتما گاندھی نے صاف کہہ دیا ہے کہ ہم کو آمدنی اور خرچ اور سینا سمبندھی معاملوں پر پورا اختیار ہو، یہی ہمارا اُدّیشیہ[16] ہے۔

---

1 مصیبتوں 2 غلام 3 ناممکن 4 صنعت کار 5 عالم 6 علم 7 اجازت 8 حکمراں 9 عام 10 حقیقت 11 بارے 12 تعلیم 13 صحت 14 اختیار 15 نصب العین 16 مقصد

سوراجیہ کے سادھن[1]

سوراجیہ کا مکھیہ[2] سادھن سوادلمبن[3] ہے ارتھات[4] اپنے دیش کی سب ضرورتوں کو آپ پورا کر لینا ہے۔ جو پرانی[5] اپنے کھیت کا اناج کھاتا ہے اپنے کاتے ہوئے سوت کا کپڑا پہنتا ہے اور اپنے جھگڑے بکھیڑے اپنی پنچایت میں چکا لیتا ہے اسے ہم سوادھین[6] کہہ سکتے ہیں۔ ہم اپنی ضرورتوں کے لیے عدالتوں کا منھ تاکتے ہیں یہاں تک کہ ان[7] وستر[8] کے لیے بھی دوسروں کے ادھین[9] ہیں۔ یہی ہماری پرادھینتا[10] ہے۔ اس ادھینتا کو دور کر دینے پر پھر ہم سچے سوراجیہ کا آنند اٹھانے لگیں گے۔ ہمارے دیش میں کافی کپڑا نہیں بنتا۔ وہ کپڑا خریدنے کے لیے ہمیں اپنے دیش کا اناج تیلین آدی انیہ دیشوں کے ہاتھ بیچنا پڑتا ہے۔ اناج کے نکل جانے سے دیش میں بارہوں ماس اکال کی دشا بنی رہتی ہے۔ مہنگائی سے پرجا کو کافی بھوجن نہیں ملتا۔ وہ اپنا اور[11] بھرنے کے لیے نانا پرکار کے کُکرم[12] کرتی ہے۔ اس پرکار پولس اور عدالتوں کا زور بڑھتا ہے۔ کیول ایک کپڑے کی کمی سے دیش کے سر کیسی کیسی بادھائیں آ پڑتی ہیں۔ یدی ہم لوگ اپنے تن ڈھاکنے کے لیے کافی کپڑے بنا لیں، تو ہمارے 70 کروڑ روپے دیش میں رہ جائیں۔ دھن دھانیہ کی وردھی ہو جائے۔ بھوگ ولاس[13] کی چیزوں کے پیچھے بھی ہم اپنے دیش کے کروڑوں روپے انیہ دیشوں کی بھینٹ کرتے ہیں۔ اس معاملے میں سارا اپرادھ[14] پڑھے لکھے انگریزی شکشا کے بھکتوں کے سر ہے۔ وہ وکالت کر کے یا نوکری کر کے یا انیہ ریتوں[15] سے پرجا کا دھن کھینچ لیتے ہیں اور اسے سگریٹ، صابن، موٹر، شیشے کے سامان بھانتی[16] بھانتی کی ولاسیکت[17] سامگریوں[18] کی ویدی پر چڑھا دیتے ہیں۔ جب تک ہم لوگ اپنے دیش کی کمائی انیہ دیشوں کے ہاتھوں اس پرکار بیچتے رہیں گے۔ ہم سچے سوراجیہ کا آنند نہیں اٹھا سکتے۔ اس لیے نہایت ضروری ہے کہ اپنے پیروں پر کھڑے ہونا سیکھیں۔ کسی کے ادھین نہ رہیں۔ اگر ہمارے دیش میں ساٹھ لاکھ خرچ بھی چلنے لگے تو ہم اپنے وستروں کے لیے کسی انیہ دیش کے محتاج نہ رہیں سارا دیش دھن اور ان سے پری پورت[19] ہو جائے۔ اسی پرکار یدی[20] ہمارے شکشت[21] بھائی لوگ بھوگ ولاس کے پدارتھوں[22] کو تیاگ دیں[23] تو انھیں پرجا کو ٹھگ کر،

---

1 ذرائع 2 خاص 3 خود کفالتی 4 یعنی 5 انسان 6 آزاد 7 اناج 8 کپڑے 9 تابع 10 غلامی 11 پیٹ 12 برے کام 13 سیر و تفریح 14 قصور 15 طریقوں 16 طرح طرح 17 تفریحی 18 اشیا 19 بھرپور 20 اگر 21 تعلیم یافتہ 22 چیزوں 23 چھوڑ دیں

دھورت تا[1] ہے، پھل[2] سے، دھن کمانے کی ضرورت نہ رہے۔ ہمارا راشٹریہ جیون کتنا سکھد[3] اور شانتی سے[4] ہو جائے۔ کتنی منوہر کلپنا[5] ہے۔ کچھ لوگوں کے کتھنانسار[6] یہ سودشا[7] کا لیکھک[8] ہی سہی، منورم[9] سوپن[10] ہی سہی، آدرش سہی، پر کوئی کارن نہیں کہ ہم اس آدرش کو پراپت کرنے کا پریاس نہ کریں۔ اس اوستھا میں دیش کا سب سے اپکار[11] جو ہم کر سکتے ہیں وہ چرخے چلانا ہے۔ یہ کیول ویوسائک پرشن نہیں ہے دھارمک[12] پرشن ہے۔ یہ کیول دیہک[13] مکتی کا نہیں۔ آتمک مکتی[14] کا سادھن ہے۔ یہ وچار مت کرو کہ چرخے چلانے سے تو مجبوری نہیں پڑتی۔ مجبوری سمجھ کر نہیں، اس کام کو اپنا کرتویہ[15] سمجھ کر کرو۔ ہمارا اوشیش انورودھ[16] ان پر دے والی سادھوی[17] استریوں سے ہے جن کے سمے کا ادھیکانش گپ شپ یا پرنندا میں کٹتا ہے۔ انھیں اس سمے ایشور نے دیش اُودھا[18] کا بڑا اچھا اوسر[19] پردان کیا ہے۔ اس پوتر[20] کام میں انھیں سہرش[21] اپنے پرشوں[22] کو سہایتا کرنی چاہیے۔ انھیں کیول وستر دان کا پُن ہی نہ ہوگا بلکہ وہ اپنے دیش کے ان لاکھوں جلاہوں کو کام میں لگا دیں گی۔ ان کے پری وار کو دردرتا[23] کے چنگل سے نکال لیں گی، جو اس سمے تاشے ڈھول بجا کر یا نیچ آدی بنا کر اتھوا تکلی گھر میں مجبوری کر کے اپنا پیٹ پال رہے ہیں۔ اس سے بھی بڑا اپکار یہ ہوگا کہ ہمارے دیش سے قلی پرتھا اٹھ جائے گی۔ جس کے کارن آج لاکھوں پریوار اپنے گاؤں گھر چھوڑ کر شہروں کی تنگ اور گندی کوٹھریوں میں اپنے جیون کے دن کاٹ رہے ہیں اور ناپرکار کی کوواسناؤں[24] میں پڑ کر اپنے جیون کا سروناش[25] کر رہے ہیں۔

سوراجیہ پراپتی کا دوسرا سادھن ان ویوستھاؤں[26] کا تیاگ کرنا ہے جو ہماری آتما کو دباتی ہیں اور اسے پرادھین[27]۔ پراوَلمبی[28] بناتی ہے۔ عدالتیں سرکاری نوکریاں، سرکاری شکشا آدی ہماری آتما کو کچلنے والی، ہمارے من کے پوتر بھاؤں[29] کو دمن[30] کرنے والی، ہمیں کوڑی کا غلام بنانے والی، ہماری واسناؤں کو بھڑکانے والی سنستھائیں ہیں۔ ہمارے بالک ورند بالک پن سے ہی سرکاری نوکریوں کی آشا کرنے لگتے ہیں۔ اس سے ان کی آتما پرادھین

---

1 مکاری 2 دھوکے 3 پرسکون 4 پرامن 5 دلکش تصور 6 بقول 7 نجات 8 تصوراتی 9 دلکش 10 خواب 11 بھلا 12 مذہبی 13 جسمانی 14 روحانی نجات 15 فرض 16 درخواست 17 باعزت 18 دیس کی رہائی 19 موقع 20 پاکیزہ 21 خوشی 22 شوہروں 23 غربت 24 بری خواہشات 25 تباہ 26 حالات 27 تابع 28 منحصر ہو 29 پاکیزہ احساسات 30 کچلنے

ہونے لگتی ہے۔ انھیں پر کٹے پکشی[1] کی بھانتی ڈرپے کے سوا کچھ نہیں سوجھتا۔ چاپلوسی کرنے کی، کائیاں پن کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ وہ اپنی اندریوں کے داس بن جاتے ہیں۔ سرکاری نوکری ہی ان کا سروادھار[2] بن جاتی ہے۔ ایسی شکشا پانے والے یوکوں کے ہردے میں دیش پریم کے اچھ بھاوؤں[3] کا اُدے[4] ہونا اسمبھو نہیں تو کٹھن آوشیہ ہے۔ جن کی آتما ہی دب گئی وہ سوارجیہ اور سوادھینتا کی کلپنا بھی نہیں کر سکتے۔ یہ تو ہوا شکشا کا حال۔ عدالتوں کا پربھاؤ اس سے کم پران[5] گھاتک نہیں۔ وہاں مقدمے بازی کرنے والی جنتا اور ان کا دھن لوٹنے والے وکیل مختار دونوں ہی اپنی آتما کو ہتاہت[6] کرتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی جھوٹ، چھل کپٹ، دھورتا[7] بے ایمانی کا بھیشن ناٹک دیکھنا چاہے تو اسے ایک بار عدالت میں جانا چاہیے وہاں ایسے ایسے گھرنوت[8] پادک درشیہ دیکھنے میں آئیں گے کہ اس کی آنکھیں کھل جائیں گی اور مانوی دربلتا[9]، دُشٹتا تتھا نیچتا کا وکٹ انبھو[10] ہو جائے گا۔ کہیں گواہ تیار کیے جا رہے ہیں۔ کہیں موکلوں کو ان کا بیان توتے کی بھانتی رٹایا جا رہا ہے کہیں کائیاں محرر موکلوں سے خرچ کے لیے تکرار کر رہا ہے، کہیں کرمچاری لوگ رشوت کے سودے چکا رہے ہیں۔ کہیں وکیل صاحب اپنے مختانے کا سودا پٹانے میں مگن ہیں۔ کہیں مختار دیہاتیوں کے ایک دَل کو ساتھ لیے جلسوں میں دوڑتے پھرتے ہیں۔ اور یہ سب دھورت لیلا کھلم کھلا بنا کسی سنکوچ[11] کے ہوتی رہتی ہے۔ آتم ناش کا اس سے کرونا جنک درشیہ کلپنا[12] میں نہیں آ سکتا۔ وکالت کو آزاد پیشہ کہہ کر لوگ اس پر گرو[13] کرتے ہیں یہاں تک کہ شکشا کا یہی سروشریشٹھ لکشیہ[14] سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے ودیالوں سے اُچ اپادھیاں پراپت کر کے لوگ یہی کامنا لیے ہوئے نکلتے ہیں پرواستو میں اس سے نیچ اور پرتنتر[15] بنانے والا کوئی دوسرا پیشہ نہیں ہے۔ شکشا کی چلتسک[16]، کی سوداگری، کاریگری کی ضرورت ہمیشہ رہے گی چاہے دیش کی راجنیتک[17] استھتی کچھ بھی ہو۔ لیکن وکیلوں کی اپیوگتا[18] عدالتوں پر ہی نربھر[19] ہے۔ آج عدالتیں بند ہو جائیں یا پنچایتوں کا سروسادھارن میں پرچار ہو جائے تو وکیلوں کو کوئی کوڑی کو بھی نہیں پوچھے۔ ٹکے ٹکے مارے پھریں۔ انگریزی راجیہ کے پہلے یہاں وکالت کا نام بھی نہ

---

1 پرندوں 2 جملہ انحصار 3 اعلیٰ خیالات 4 پیدا 5 جان لیوا 6 زخمی 7 مکاری 8 نفرت پیدا کرنے والے 9 انسانی کمزوری 10 تجربہ
11 ہچکچاہٹ 12 تصور 13 فخر 14 مقصد 15 غلام 16 ڈاکٹر 17 سیاسی 18 افادیت 19 منحصر

تھا۔ انگریزی راج کے ساتھ یہ پیشہ بھی آیا اور اسی راج کی بھانتی دنوں دن انتی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ آج اس نے شکشت سماج پر ایکا دھی پتیہ سا کر لیا ہے۔ سوچیے کہ جس سماج کا پرتی بھاشالی بھاگ اپنی جیو کے لیے کسی وشیش سنستھا کے ادھین ہو وہ سوراجیہ اور آزادی کے بھاوں کا آنند کیسے اٹھا سکتا ہے وستوت: ہمارے وکیل بھائی عدالتوں کے غلام ہیں۔ انھیں کوئی سوادھین پیشہ نہیں آتا۔ ان میں سوادلمبن کا بھاؤ لپت ہو گیا ہے اور ان سے سماج کے اپکار کی کوئی آشا نہیں کی جا سکتی۔ اب رہے مقدمے باز لوگ ان میں پرایہ وہی لوگ ہیں جو اپنے دھن یا دھورتا کے بل سے انیائے[1] کو نیائے بنانا چاہتے ہیں۔ ایسے آدمیوں کی آتما دربل[2] ہو جاتی ہے اور وہ اپنا مطلب نکالنے کے لیے کسی غریب کی جائداد ہضم کرنے کے لیے اتھو شتروؤں سے اپنا بیر چکانے کے لیے طرح طرح کے پاکھنڈ رچتے ہیں۔ جو آتما انیتی کی شرن لیتی ہے وہ کبھی سوراجیہ کے یوگیہ نہیں ہو سکتی۔ وہ سدیو[3] کچیشٹاؤں کے نیچے دبی رہتی ہے اپنا سوارتھ سدھ کرنے کے لیے سدیو دوسروں کی خوشامد کیا کرتی ہے۔ اس میں سمان کا بھاؤ نشٹ ہو جاتا ہے۔ وہ پتت[4] ہو جاتی ہے۔ ایسی گری ہوئی آتمائیں سوراجیہ کی کلپنا بھی نہیں کر سکتیں۔ ان کے سنکیرن[5] ہردے میں سوارتھ کے سوا اونچے اور پوتر بھاؤ اٹھتے ہی نہیں۔ وہ نتیہ[6] اس چنتا میں رہتی ہے کی کسی کا دھن اڑا لے، کسی کی جائداد ہڑپ کر جائے سوراجیہ پراپت کرنے کے لیے آتم شدھی، نربھیتا اور سدویوہار ہی کی اُپاسنا کرنی پڑے گی اور مقدمے بازی کو چھوڑنے میں ہمیں اس اپاسنا میں بڑی مدد ملے گی۔

اوپر جن سادھنوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ بھی ایک شبد اسہیوگ کے انترگت[7] آ جاتے ہیں اور شاسن پر جا سہیوگ یا سہائتا کے بنا نہیں چل سکتا پرجا کا دھرم ہے کہ وہ اپنی سرکار کی یتھا یوگیہ[8] سہائتا کرے، دھن سے، بل سے، بدھی سے ان کی سیوا کرے کنتو جب شاسن انیتی[9] پرایارو ہو جائے، پرجا کو کشٹ دینے لگے، اس کے ادھیکاروں کو کچلنے لگے، اپنا رعب جمانے کے لیے اس پر اتیاچار کرنے لگے، تو پھر اس کا پرجا سے سہائتا پانے کا منہ نہیں رہتا اور پرجا بھی اس کی سہائتا نہ کرنے میں دوست نہیں ٹھہرائی جا سکتی۔ بھارت میں اس سے ایسا ہی اوسر آ پڑا ہے۔ ادھیکاری

1 ظلم 2 کمزور 3 ہمیشہ 4 رذیل 5 تنگ دل 6 روز 7 ماتحت 8 ممکنہ حد تک 9 بے اصولی

ورگ نانا پرکار[1] کے ودھانوں[2] سے پرجا دمن کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ کہیں سبھائیں بند کی جا رہی ہیں، کہیں نیتاؤں کا منہ بند کیا جا رہا ہے کہیں نہتھی پرجا پر گولیاں چل رہی ہیں۔ کہیں کاریہ کرتا[3] جیل بھیجے جا رہے ہیں اور وہاں ان سے کڑی محنت لی جا رہی ہے کہیں پنچایتوں کو توڑا اور پنچوں کو ڈنڈ دیا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ کسی کو شراب پینے سے روکنے کو بھی جرم سمجھا جاتا ہے۔ مہاتما گاندھی کی جے جے کار کرنے کے لیے کھادی پہننے کے لیے چرخوں کا پرچار کرنے کے لیے سجنوں پر طرح طرح کے دوشاروپن[4] کیے جا رہے ہیں، ایسی دشا میں پرجا کا کرتویہ ہے کہ وہ سرکار کو کسی پرکار کی سہائتا نہ دے۔ کیونکہ اتیاچاری شاسن کی مدد کرنا اتیاچار کرنے سے کم پاپ[5] نہیں ہے۔ سرکار کی نوکری کرنا انوچت[6] ہے۔ اس لیے کہ پرجا پر اتیاچار کرنے کا کام نوکروں دوارا ہی ہوتا ہے۔ سرکاری عدالتوں میں جانا انوچت ہے اس لیے کہ اس سے سرکار کا رعب بڑھتا ہے اور پرجا کی آتما دربل[7] ہوتی ہے۔ وکالت کرنا انوچت ہے اس لیے کہ اس سے سرکاری نیایالیوں کی پشٹی[8] ہوتی ہے، سرکاری ودیالیوں میں پڑھنا انوچت ہے اس لیے کہ اس سے ہمارے ہردے میں غلامی کے بھاو پشٹ ہوتے ہیں۔ لیکن یہ اسمرن[9] رکھنا چاہیے کہ ہم اسہیوگ اس سے پیوگرہن[10] نہیں کرتے کہ اس سے سرکار کو ہانی پہنچے۔ نہیں ہم کیول اس لیے اسہیوگ کرتے ہیں کہ ہمارا ایسی ورتمان دھرم ہے۔ سرکاری نیتی کا ہم کو جو انوبھو[11] ہوا اور ہو رہا ہے اس سے بھلی بھانتی سدھ[12] ہو جاتا ہے کہ سوراجیہ کے بنا ہمارے دیش کا کلیان[13] نہیں ہو سکتا۔ اس کی پراپتی کا سادھن[14] شانتی[15] ہے اسہیوگ ہے اور آتم شدھی[16] نربھیتا اور سدویوہار اسہیوگ کے تین انگ[17] ہیں۔ کیول اسہیوگ ہم کو سوراجیہ پد پر نہیں پہنچا سکتا۔ اسہیوگ تو کیول باہری سادھن ہے۔ آنترک سادھن[18] آتما کی پوترتا ہے۔ اپنی آتما کو کھو دینے سے ہم پرادھین[19] ہوئے، سوارتھ[20] پرایتا نے ہی ہمارے گلے میں واستو[21] کی زنجیر ڈالی۔ آتما کو پا کر ہی ہم سوادھین[22] ہو سکتے ہیں۔

سوراجیہ کے فائدے

سوراجیہ کے فائدے کا شمار کرنا ایشور کے گنوں کے گننے کے برابر ہے۔ اس کی

---

1 مختلف قسم 2 قانونوں 3 ملازمین 4 الزام تراشی 5 گناہ 6 نامناسب 7 کمزور 8 تصدیق 9 یاد 10 قبول 11 تجربہ 12 ثابت 13 فلاح 14 ذریعہ 15 پرسکون 16 تزکیہ نفس 17 رکن 18 باطنی ذریعہ 19 غلام 20 غرض 21 غلامی 22 آزاد

مہما[1] اپرم پار[2] ہے۔ سوراجیہ ملنے پر دیش میں سکھ اور شانتی کا سوراجیہ ہو جائے گا، اسی طرح جیسے کوئی قیدی جیل سے چھوٹ کر سکھی ہوتا ہے اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نہیں ہیں۔ پیروں میں بیڑیاں نہیں، سر پر سپاہیوں کی سنگینیں نہیں ہیں وہ ان کے لیے۔ وستر کے لیے کسی کا محتاج نہیں ہے۔ جب چاہے سوئے، جب چاہے جاگے، جب چاہے کام کرے جب چاہے آرام کرے جہاں چاہے جائے کوئی اس کا بادھک[3] نہیں ہے۔ اس چھٹکارے کا آنند اسی قیدی سے پوچھیے، وہی اس کا مزہ جانتا ہے۔ سواجیہ سے دیش کو سب سے بڑا فائدہ جو ہوگا وہ بھارتیہ جیون کا پنر وددھار ہے۔ پرتیک جاتی کے جیون میں کوئی پردھان گن ہوتا[4] ہے۔ انگریز جاتی کا پردھان گن پراکرم[5] ہے۔ فرانسیسیوں کا پردھان گن سوتنتر[6] پریم ہے، اسی بھانتی بھارت کا پردھان گن دھرم پرایتا ہے۔ ہمارے جیون کا مکھیہ آدھار دھرم تھا۔ ہمارا جیون دھرم کے سوتر[7] میں بندھا ہوا تھا، لیکن پشچمی[8] وچاروں کے اثر سے ہمارا دھرم کا سروناش ہوا جاتا ہے ہمارا اور تمان دھرم مٹتا جاتا ہے، ہم اپنی ودیا[9] کو بھولتے جاتے ہیں۔ اپنے رہن سہن، ریتی رواج سے وکمھ ہوتے جاتے ہیں ہمارا اوِدّتیہ[10] ساماجک سنگٹھن چھن بھن ہوا جاتا ہے۔ پچھم کی دیکھا دیکھی ہم دھنو پارجن[11] ہی کو جیون کا لکشیہ[12] ماننے لگے ہیں، سمپتی[13] ہی کو سروپری[14] سمجھنے لگے ہیں۔ یہی ہمارا دھرم ہو گیا ہے۔ گیان کا، سنتوش کا، کرتویہ پالن کا، تیاگ کا مہتو ہماری نگاہوں سے اٹھتا جاتا ہے۔ ہم ودیا کو دھرم سمجھ کر سیکھتے ہیں اور سکھاتے تھے۔ چاہے وہ گان ودیا ہو، دھنر ودیا ہو یا کوئی انیہ ودیا ہو۔ اب ہم اسے دھنوپارجن کے لیے سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔ ہم میں پرسپر پریم نہیں رہا، سہانو بھوتی[15] نہیں رہی۔ ہماری میتری، ہمارا پریم، ہماری سداچھائیں، ہمارے ہروے کی اُچّ ورتیاں[16]، سبھی دھن اچھا[17] کے نیچے دبتی جاتی ہیں۔ سارانش یہ ہے کہ ہم اپنی آتما کو بھولتے جاتے ہیں۔ سوراجیہ پا کر ہم اپنی آتما کو پا جائیں گے۔ ہمارے دھرم کا اتھان ہو جائے گا، ادھرم کا اندھکار مٹ جائے گا اور گیان بھاسکر[18] کا ادے ہوگا۔ ورن ویوستھا اور آشرم دھرم کا پھر راج ہوگا۔ ہم پھر اپنے بھاگیہ[19] کے ودھاتا[20] ہو جائیں گے۔ بیلوں کی بھانتی ہانکے نہ جا کر پرشوں[21] کی بھانتی اپنا مارگ استھر[22]

---

1 عظمت 2 لامحدود 3 مزاحم 4 نمایا خوبی 5 قوت قدرت 6 حب آزادی 7 بندھن 8 مغربی 9 تعلیم 10 نہ ٹوٹنے 11 دولت کمانا 12 مقصد 13 دولت 14 اہم 15 ہمدردی 16 کیفیات 17 خواہش 18 علمی سورج 19 قسمت 20 خالق 21 انسانوں 22 مستحکم

کریں گے۔ ہم کو سنسار میں اپنے وچاروں کے پرچار کرنے کا، اپنے آدرشوں کو دکھانے کا اوسر مل جائے گا۔ ہم کسی جاتی کے پچھلگوں نہ بن کر سنسار سبھا میں اپنے اچت استھان پر بیٹھیں گے ہماری گنتا[1] نوین ہین[2] پروش جاتیوں میں نہ ہو کر ان جاتیوں میں ہونے لگے گی۔ جن کے ہاتھوں میں سنسار کی باگ ڈور ہے۔ پرادھینتا[3] نے ہماری بدھی[4] کو مند کر دیا ہے۔ ہمارا مانسک بل[5] لپت[6] ہو گیا ہے۔ ہم نے پچھلی کئی شتابدیوں[7] سے سنسار کے گیان کوش میں کچھ یوگ نہیں کیا، کوئی نئی کلپنا نہیں کی، وچار ساگر میں کوئی لہر پیدا نہیں کی۔ پچھم کی جگمگاتے ہوئے بلور کے سامنے ہمارے جواہرات کی چمک مند پڑ گئی تھی۔ سوراجیہ ہماری بدھی کو۔ ہماری وچار شکتی[8] کو مکت[9] کر دے گا اور سنسار میں پھر ان کی آواز سنائی دے گی، ہمارا مہتو[10] بڑھے گا۔ ہماری پرتی بھا[11] بڑھے گی اور ہم اَنت[12] اور بلوان[13] جاتیوں کے سم مکھ[14] بیٹھنے کے ادھی کاری ہو جائیں گے۔ ہم سنسار میں ایک نئی سبھیتا ایک نئے جیون کا پرچار کر دیں گے۔ سنسار کے ورتمان دھرم پریم کو اپنے سنتوش سے[15] جیون سے لجت[16] کر دیں گے۔ اسپردھا[17] اور پرتی دوندتا کو مٹا کر سہکارتا اور پریم کا سکہ جما دیں گے۔ تب سنسار کا دوار ہمارے لیے بند نہ ہوگا۔ ہم اچھوت، نیچ، اسبھ[18]، گنوار نہ سمجھے جائیں گے۔ تب کناڈا اور آسٹریلیا، افریقہ اور نیوزی لینڈ کے لوگ ہماری صورت سے گھرنا[19] نہ کر سکیں گے۔ تب فزی اور ڈمرا کے مداندھ سوداگر ہمیں کوڑے مار کر غلام نہ بنا سکیں گے۔ تب ہم کو کچلنے کے لیے، ہم کو غلام بنائے رکھنے کے لیے، طرح طرح کے کٹھور پاشوک قانون نہ بنائے جا سکیں گے۔ کیونکہ تب ہمارے ہاتھوں میں بھی ان اتیاچاروں[20] کا جواب دینے کی شکتی ہوگی۔ تب کسی کو ہمیں نیچ سمجھنے کا ادھیکار نہ رہے گا۔ تب ہم کو جو جاتی اپنے دیش میں جانے سے روکے گی اسے ہم بھارت میں پیر نہ رکھنے دیں۔ اس کے ساتھ ویوسائے[21] نہ کریں گے۔ اس سے کوئی سمپرک[22] نہ رکھیں گے، تب ہمارے دیش میں آپ ہی دھن دھانیہ[23] کی اتنی بہلتا[24] ہو جائے گی کہ ہمارے بھائیوں کو قلیوں میں بھی بھرتی ہونے کی ضرورت نہ رہے گی۔ انگریزی اُپ نِویشوں[25] میں اس سمے ہمارے بھائیوں کی جو درگتی[26] ہو

---

1 شمار 2 مفلسی 3 غلامی 4 عقل 5 ذہنی قوت 6 غائب 7 صدیوں 8 قوت غور فکر 9 آزاد 10 اہمیت 11 ذہانت 12 ترقی پزیر 13 طاقت ور 14 سامنے 15 اطمینان بخش 16 شرمندہ 17 تصادم 18 بد تہذیب 19 نفرت 20 ظلموں 21 کاروبار 22 تعلق 23 دولت ثروت 24 فراوانی 25 نوآبادیوں 26 بری حالت

رہی ہے اسے دیکھ کر کن آنکھوں سے آنسوں نہ نکل پڑیں گے۔ جن بھارتیہ مزدوروں نے اپنا پسینا اور رکت[1] بہا کر پورو افریقہ، نیٹال، ٹرانسوال، فزی کو چمن بنایا۔ جنگلوں کو کاٹ کر بسایا انھیں کو اب وہاں سے نکال دینے کے لیے مداندھ سوارتھاندھ، انگریز ناناپرکار کے کرور[2] ویوہار کر رہے ہیں۔ سوراجیہ پانے کے بعد پھر کس کا منھ ہے جو ہم سے ایسا برا، ایسا پےشاچک[3] ویوہار کر سکے۔

اس دھارمک اور مانسک انتی کے اتی رکت[4] سوراجیہ سے دوسرا بڑا اپکار جو ہوگا وہ ہماری آرتھک سودشا ہے۔ پراچین کال[5] میں بھارت اتینت[6] سمردھی شالی[7] دیشوں میں تھا۔ یہاں تک کہ انیہ دیشوں کے لوگ یہاں کے دھن کی اپما[8] دیتے تھے۔ ہمارے کویوں[9] نے بھی اپنے کاویہ گرنتھوں[10] میں نگروں کے جو ورنن[11] کیے ہیں ان سے بھی اسی بات کی پشٹی[12] ہوتی ہے۔ اب وہ کنچن، وہ رتن کہاں ہیں؟ آج تو ہمارا دیش سنسار کے سب سے کنگال دیشوں میں ہے جہاں کے نواسیوں کو سال میں نو مہینے آدھے پیٹ بھوجن کر کے نرواہ[13] کرنا پڑتا ہے۔ اس کا کارن کچھ تو یہ ہے کہ بھومی[14] اتنی اُرورا[15] نہیں رہی لیکن مکھیہ کارن ہماری پرادھینتا[16] ہے۔ ہم کو لگ بھگ ستر کروڑ روپے پرتی ورش کپڑے کے لیے انیہ دیشوں کو دینے پڑتے ہیں۔ لگ بھگ چالیس کروڑ روپے انگریز کرمچاریوں کے پینشن آدی کے نمت دینے پڑتے ہیں۔ ستر کروڑ روپے کیول سینا[17] وبھاگ[18] میں بھینٹ ہو جاتے ہیں۔ ریلوں کی کمپنیوں کو کتنے ہی کروڑ روپے نفع کے دینے پڑتے ہیں۔ اس کے اتی رکت انگریز لوگ جتنا دھن چاہے، نیل ادکھ آدی کی کھیتی کر کے، ان، لوہے کپڑے آدی کے کارخانے قائم کر کے ڈھو لے جاتے ہیں اس کا کوئی حساب نہیں۔ راج کرمچاریوں کو ویتن جو یہاں دیا جاتا ہے وہ انیہ دیشوں کے کرمچاریوں سے کہیں ادھک ہے۔ یہ سب دھن کہاں سے آتا ہے؟ ہماری بھومی سے۔ یہی کارن ہے کہ زمین پر دنوں دن لگان بڑھتا جاتا ہے۔ دنوں دن بھانتی بھانتی کے کر لگتے ہیں، کہ کسی طرح یہ شاسن کا بڑھا ہوا خرچ پورا پڑے۔ شکشا کے لیے روپیوں کا سدیو رونا رہتا ہے۔ سواستھیہ[19] رکشا کے لیے دھن کا سدیو توڑ رہتا ہے لیکن پولس اور سینا کے لیے کبھی دھن کی کمی نہیں رہتی۔ سوراجیہ ہونے

---

1 خون 2 ظالمانہ 3 شیطانی 4 علاوہ 5 عہد قدیم 6 پوری طرح 7 خوش حال 8 تشبیہ 9 شاعروں 10 شعری مجموعوں 11 بیان 12 تصدیق 13 گزارہ 14 زمین 15 زرخیز 16 غلامی 17 فوج 18 صحت 19 اغراض

سے اس دشا میں بہت کچھ سدھار ہونے کی سمبھاونا ہے۔ ابھی وشوست روپ[1] سے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس شاسن کا خرچ گھٹانے میں سپھل ہوں گے۔ لیکن اس میں لیش[2] ماتر بھی سندیہ[3] نہیں ہے کہ کچھ نہ کچھ کفایت ضرور ہوگی۔ ہم پولس کی اتنی بڑی سنکھیا نہ رکھیں گے اور پولس کے اُچ ادھیکاریوں کی سنکھیا گھٹانے کا پریتن کیا جاوے گا۔ خرچ کی سب سے بڑی مد سینا ہے۔ ہم اتنی بڑی اور اتنی مہنگی سینا نہ رکھیں گے۔ گورے سپاہیوں پر بہت زیادہ خرچ پڑتا ہے گورے افسروں کو بھی لمبی لمبی تنخواہ دینی پڑتی ہے۔ اس کی جگہ دیش واسی ہی افسر ہونگے اور سپاہیوں کی بھی سنکھیا گھٹا دی جائے گی۔ دیش رکشا کے لیے سوئم سیوکوں کی سینا بنائی جائے گی۔ استھائی سینا کے کم ہو جانے سے خرچ میں بہت بچت ہو جائے گی۔ راج کرمچاریوں میں ادھی کانش[4] اسی دیش کے لوگ ہوں گے اور انھیں اتنا ویتن نہ دینا پڑے گا۔ اس مد سے بھی بہت خاصی بچت ہو جائے گی۔ یہ بھرم[5] ہے کہ استھائی[6] سینا کو گھٹا دینے سے انیہ جاتیاں ہمارے اوپر آکرمن کریں گی۔ اس سمے سب دیش اپنی آنترک اُنتی کے ادیوگوں میں لگے ہوئے ہیں اور بولشے وزم کے بھاؤں کے کارن[7] انھیں اپنا ہی گھر سنبھالنا مشکل پڑ رہا ہے۔ اور جس طرح اس مت کا پرچار بڑھ رہا ہے اس سے بہت کم راشٹروں کو دوسرے راشٹروں پر آکرمن کرنے کی فرصت یا ہوس رہ جائے گی۔ بولشے وزم کا سدھرا ہوا ہے جو روپ آگے بچ رہے گا سمبھو ہے اس میں ایک دوسرے پر آکرمن[8] کر کے اس کا دھن دھانیہ[9] ہرن[10] کرنے کا رواج ہی اٹھ جائے۔ ہم یدی کسی کو نہ ستاویں گے تو دوسرے ہم کو کیوں ستانے لگے۔ سنسار سے سینکتا کے اٹھ جانے کے شُبھ لکشن[11] جان پڑ رہے ہیں۔ اس لیے ہمیں سینا اور شاسن وبھاگوں میں جو بچت ہوگی وہ سواستھ رکشا اور شکشا اُنتی میں خرچ ہوگی۔ اتنا کرنے پر بہت سمبھو ہے کہ ہمارا بھومی کر[12] اس سے ہلکا ہو جائے اور انیہ کر توڑ دئے جائیں۔ ہمارے نیتا لوگ بھومی کر کو ہلکا کرنے کے لیے سرکار سے سدا اُنورُودھ کرتے آئے ہیں۔ جب پربندھ ان کے ہاتھوں میں آجائے گا۔ تو وہ اوشیہ اپنے سدھانت کا پالن کریں گے۔ اور ہمارے کسانوں کے سر سے لگان کا بھاری بوجھ اتر جائے گا۔ ہماری عدالتوں پر بھی اس سے بھاری ویے ہوتا ہے۔ نیائے اتنا مہنگا ہو گیا ہے کہ بے چارے غریبوں کے لیے وہ درلبھ ہو گیا

---

1 یقینی طور پر 2 ذرہ بھی 3 شبہ 4 زیادہ تر 5 دھوکا 6 مستقل 7 وجہ 8 حملہ 9 مال و دولت 10 غصب 11 مبارک علامت 12 لگان

ہے۔ تب عدالتوں کا بہت سا کام پنچایتوں کو سونپ دیا جائے گا۔ اور جنتا کو بنا گھر بار رہن کیے نیائے مل جایا کرے گا۔ کرمچاریوں کی سنکھیا بڑھا دینے سے بھی عدالتوں کے خرچ میں کمی کی جاسکے گی۔

جب جنتا کے پاس دھن ایکتر [1] ہو جائے تو وہ اسے کسی نہ کسی کام میں لگانا چاہے گی اس پرکار دیش کی ویوسائک [2] اور ویاپارک [3] انتی [4] ہوگی۔ ابھی سرکار نے مال گاڑیوں کے ایسے نیم [5] بنا رکھے ہیں۔ ولایت کے سوداگروں کے مال بھیجنے کے ایسے سبھیتے کر رکھے ہیں کہ وہ یہاں سستا مال بھیج سکے۔ یہ دیش ابھی کوشل [6] اور کلوں سے کام کرنے میں نپن [7] نہیں ہے کہ اس کا پھل یہ ہو رہا ہے کہ باہر سے سستی چیزوں کہ پٹ جانے کے کارن ہم اپنے شلپ پادی کو سنبھال نہیں سکتے تب ریل گاڑیاں ہمارے انتظام میں ہونگی ہم اپنی سُودھا [8] انوسار آنے جانے والے مال کا محصول بڑھا گھٹا سکیں گے۔ باہر سے آنے والی سستی چیزوں پر کڑا کر لگا کر ودیشی مال کو روک سکیں گے اور سستی وستوؤں کو پروتساہن [9] دے کر ان کا پرچار بڑھا سکیں گے۔ ان تھوڑے دنوں میں ہمارا دیش کسی انیہ دیش کا محتاج نہیں رہے گا۔ ہمارے یہاں وہ سبھی جنسیں پیدا ہوتی ہے یا پیدا کی جاسکتی ہیں جو مانو جیون کے لیے آوشیک ہیں۔ پھر ہمیں کسی دوسرے دیش کا محتاج کیوں رہنا پڑے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارا دیش کرشی پردھان ہے۔ شلپ اور اُدیوگ [10] یہاں سدیو کرشی [11] کے نیچے ہی رہے گا۔ اَت ایو ہم اپنے یہاں بہت بڑے بڑے کارخانے قائم نہیں کر سکتے کیونکہ اس سے مزدور لوگ شہر میں بسنے لگتے ہیں اور نا نا پرکار کی عادتوں میں پڑ کر اپنے شریر اور آتما دونوں کا سروناش کرتے ہیں۔ کلکتہ، بمبئی، احمد آباد آدی استھانوں میں مزدوروں کی دشا اَتینت [12] سوچنیہ [13] ہو رہی ہے ہمیں یہی ادیوگ کرنا چاہئے کہ ہمارا گرامیہ [14] جیون جو سواستھیہ رکشا اور آچرن کی پوترتا کا پوشک ہے نشٹ [15] نہ ہو جائے اس لیے ہمیں پرایہ انھیں ادیوگ دھندوں کا پرچار کرنا ہوگا۔ جو کرشک [16] گھر بیٹھ کر اوکاش [17] کے سمے کر سکیں۔ چھوٹے چھوٹے کارخانے البتہ قصبوں میں کھولے جاسکتے ہیں۔ اس میں سندیہہ نہیں کہ اس ویوسائک نیتی سے ہم ودیشی وستوؤں کا مقابلہ نہ کرسکیں گے۔ لیکن جب ہم کر لگا کر ودیشی وستوؤں کو روک دیں

1 اکھٹا 2 کاروباری 3 تجارتی 4 ترقی 5 اصول 6 ہوشیاری 7 ماہر 8 سہولت کے 9 حوصلہ 10 تجارت 11 کھیتی باڑی 12 بہت زیادہ 13 قابل غور 14 دیہی 15 برباد 16 کسان 17 چھٹی

تو ان سے مقابلہ کرنے کا پرشن ہی نہ رہ جائے گا۔ اس کے سوا ہم تو کیول اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے شلپ اور کلا کی اُنتی چاہتے ہیں۔ ہمارا اُدیشیہ[1] کداپی[2] نہیں ہے ستا مال بنا کرنربل دیشوں پر ٹیکس اور ویوسائے کے بہانے ان پر آدھی پتہ[3] جمائیں، ہم سکھ اور شانتی سے رہنا چاہتے ہیں کسی کو ستانا یا دبانا نہیں چاہتے۔ ہم اتنا ہی کپڑا بنانا چاہتے ہیں جس سے ہماری پرجا کا تن ڈھک جائے۔ مین چیسٹر، لنکا شائر آدی کی بھانتی دوسرے دیش کے گلے اپنا ستا مال نہیں منڈنا چاہتے۔ اسی ویوسائک چڑا اُپری کے کارن یورپ کی جاتیوں میں دیمنسیہ[4] ویم نسیہ[5] بنا رہتا ہے۔ ایک دوسرے کو شترو سمجھتی ہیں اس کا بھینکر پری نام وہ مہاسمر تھا جن کا ابھی تک نبٹارا نہیں ہوا۔ ہم اس سنگرام سے دور رہنا چاہتے ہیں۔ خلافت کا پرشن جس نے سنسار کے سمست مسلمانوں کو بے چین کر رکھا ہے بہت کچھ اسی ویاوسائک چڑا اُپری سے سمبندھ رکھتا ہے۔ فرانس شام دیش کو نہیں چھوڑتا اس لیے کہ وہ شام کے بندرگاہوں سے اپنا مال عرب دیش سے لا سکے۔ انگریز لوگ بصریٰ اور بغداد نہیں چھوڑنا چاہتے کیونکہ وہاں مٹی کے تیل کی کھانیں ہیں اس ویاوسائک سوارتھ پرتا[6] کو چھپانے کے لیے طرح طرح کے نیتک ڈھکوسلے گڑتے جاتے ہیں اور ہم اس دیش کو چھوڑ دیں تو وہاں اراجکتا[7] پھیل جائے گی۔ وہاں کے لوگ ایک دوسرے سے لڑائیں گے اتیادی[8]۔

کچھ سجنوں کا کہنا ہے کہ اس ویاوسائک کام میں ہم سنسار سے الگ نہیں رہ سکتے۔ ہمارا دیش کوئی کٹی نہیں ہے کہ اس کا دوار بند کر کے ہم شانتی سے بیٹھیں۔ یہ سروتھا[9] ستیہ[10] ہے ہم بھی ایسا کرنا نہیں چاہتے ہم اَنیہ دیشوں سے گیان وگیان سیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے آچار وچار سے پری چت رہنا چاہتے ہیں۔ کنتو اس کا یہ آشے نہیں ہے کہ ہم اَنیہ دیشوں کی ویاوسائک پرداھیتا سویکار کریں۔ جرمنی، فرانس آدی اَنت دیش بھی اپنے دیش کے ویاپار کی رکشا کے لیے رکشن کر لگاتے ہیں۔ کیول انگلستان اَواد یہ وانجیہ کا پکش پاتی[11] ہے۔ لیکن وہاں بھی نیتگیہ[12] اس نیتی[13] کے ورودھی ہیں اور دیش کی وستوؤں کی رکشا کرنے کے لیے اَنیہ وستوؤں پر کر لگانے کا پریتن کر رہے ہیں۔ آج کل سارے انگریزی سامراجیہ کے نیتا لوگ انھیں پرشنوں پر وچار کرنے کے لیے لندن میں جمع ہوئے ہیں۔ بھارت سے بھی شری نواس شاستری جی اس کانفرنس

---

1 مقصد 2 ہرگز 3 اقتدار 4 روز 5 عناد 6 خودغرضی 7 بغاوت 8 وغیرہ 9 یکسر 10 سچ 11 حمایتی 12 مدبر 13 اصول

میں سملت ہونے کے لیے گئے ہیں۔ جب ایسے ایسے سمنت دیشوں کا یہ حال ہے تو بھارت یدی اپنے ویاپار کی رکشا کرے تو کوئی انوچت بات نہیں ہے۔

ریل وبھاگ کا پربندھ ابھی تک انگریزی کمپنیوں کے ہاتھوں میں ہے۔ یدیپی کئی ریل کی شاخائیں اب سرکار کی سم پتی ہوگئی ہیں۔ پر سرکار نے ان کا پربندھ اپنے ہاتھ میں نہ لے کر کمپنیوں پر ہی چھوڑ دیا ہے۔ اس کام کے لیے وہ کمپنیوں کو چار روپے پانچ روپے سیکڑا نفع دیتی ہے۔ ہمارے نیتا سرکار سے بار بار کہہ چکے ہیں کہ وہ ریلوں کا انتظام سیم[1] کرے۔ کنتو سرکار اس اور دھیان نہیں دیتی۔ اسی بات کی جانچ کرنے کے لیے ابھی حال میں ایک کمیٹی بیٹھی تھی۔ معلوم نہیں اس نے کیا نشچے کیا۔ کمپنی کے انتظام سے پرجا کو جو کشٹ ہوتا ہے کمپنی پرجا کے سکھ اور سبھیتے پر دھیان نہیں دیتی، کیول اپنے لابھ کا دھیان رکھتی ہے ریل کے وبھاگوں میں اونچے پدوں[2] پر کوئی ہندستانی نی یکت نہیں ہونے پاتا۔ ریل گاڑیوں میں جنتا کو جو کشٹ ہوتا ہے اسے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ آمدنی کا بہت بڑا حصہ جنتا کی جیب سے آتا ہے۔ لیکن اول اور دوسرے درجے کے مسافروں کے لیے جہاں سجی ہوئی گاڑیاں ہوتی ہیں، سجی ہوئی بھوجن کی گاڑیاں اور ٹھہرنے کے استھان ہوتے ہیں وہاں سر وسادھارن کو تیسرے درجے کی گاڑیوں میں بھوسے کی بھانتی بھرا جاتا ہے۔ اور وہ پشوؤں کی طرح مسافر خانوں میں پڑے رہتے ہیں۔ انھیں اسٹیشنوں پر پانی تک نہیں ملتا۔ سوراجیہ ریلوں کا سارا پربندھ ہمارے ہاتھ میں رکھ دے گا اور تب ہم تیسرے درجے کے مسافروں کے لیے سکھ کے یتھوچت[3] ودھان[4] کریں گے۔ مال گاڑیوں کے انتظام میں بھی ہم انگریز ویاپاریوں کے فائدے کے لیے اپنے دیش کے ویاپاریوں کا نقصان نہ کریں گے۔ تب ہمارے ویاپاری مال گاڑیوں کے لیے اسٹیشن ماسٹروں کی خوش آمد نہ کریں گے اور نہ بڑی بڑی رشوت دیں گے۔ انھیں ضرورت کے انوسار سگمتا سے گاڑی مل جایا کرے گی اور مال کے رکے رہنے سے انھیں جو ہانی ہوتی ہے وہ کداپی نہ ہونے پائے گی۔

مادک[5] وستوؤں[6] کا تیاگ کرنا سوراجیہ پراپتی کا اپائے ہے۔ سرکار کو مادک پدارتھوں کی بکری اور افیم کے بنانے سے کروڑوں روپیوں کی آمدنی ہوتی ہے۔ یہ ادھرم کا دھن ہے اور ادھرم کے دھن کو بھوگ کر کے کوئی دیش سکھی نہیں رہ سکتا۔ مادک وستوؤں سے منشیہ کی جو

---

1 خود 2 عہدوں 3 موزوں 4 قانون 5 نشہ آور 6 چیزوں

شاریرک[1] اور آتمک ہانی[2] ہوتی ہے اس کے الیکھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہم سبھی جانتے ہیں کہ اس کا نتیجہ خراب ہوتا ہے۔ غریبوں کے پسینے کی کمائی نشٹ ہو جاتی ہے اور وہ در در ہو کر بھانتی بھانتی کے دکھ جھیلتے ہیں ہرش[3] کی بات ہے جن جاتیوں کو نیچا کہا جاتا ہے وہ اس بری پرتھا کو چھوڑ رہے ہیں لیکن اُنچ جاتیوں کے لوگ جو شراب کی جگہ بھانگ اور افیم کا سیون کرتے ہیں ان کے تیاگنے کا نام بھی نہیں لیتے۔ ان کے وچار میں بھانگ یا افیم تیاجیہ[4] نہیں۔ یہ ان کی بھول ہے مادک وستوئیں سبھی ہانی کارک[5] ہیں اور ہمارا کرتویہ[6] ہے کہ انھیں سیم چھوڑیں اور یتھا شکتی[7] دوسروں سے چھڑوائیں۔

اُپ سنہار:- سوراجیہ کیا ہے، اس کے پانے کے کیا اپائے ہیں اور ہمارے کیا لابھ ہوں گے ان کا سنکشپت[8] ورنن[9] ہم اوپر کر چکے ہیں۔ ہمارے دیش میں کانگریس ہی وہ سنستھا ہے جو سوراجیہ سمبندھی باتوں کا پرچار کرتی ہے۔ مہاتما گاندھی اس سبھا کے مکھیا ہیں۔ انھوں نے اسپشٹ کہہ دیا ہے کہ سوراجیہ کے سکھ بھوگنا چاہتے ہو تو چرخے چلاؤ۔ سودیشی وستوؤں کو گرہن کرو عدالتوں کو چھوڑو، پنچایتوں دُوارا اپنے کلہوں کا فیصلہ کراؤ نشے کی چیزوں کو تیاگو وکالت کے نی کرشٹ[10] پیشے کو چھوڑو اور راشٹر شکشا کا اچت پربندھ کرو، مہاتما گاندھی دیش کے بھکت ہیں انھوں نے دیش کے لیے اپنا سروسو[11] تیاگ دیا ہے۔ ہماری بھلائی کے لیے وہ رات دن ہندستان بھر میں دوڑ رہے ہیں۔ یدی ایسے بدھی مان اور دُور درشی نیتاؤں کی اَدھینتا میں ہم سوراجیہ نہ لے سکیں گے تو پھر ہم کو بہت کال تک پچھتانا پڑے گا۔ کیونکہ ایسے مہان پرش سنسار میں ورلے ہی جنم لیا کرتے ہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ پرماتما نے انھیں بھارت کا اُدھار کرنے کے لیے اَوترت[12] کیا ہے اور یدی ہم ان کی آگیا نہ مانیں تو ہمارا پرم در بھاگیہ[13] ہے۔ ہم سب کو چاہے ودیارتھی ہو یا سوداگر، برہمن ہو یا شودر اچاہئے کہ اس پوتر ادیوگ میں اپنے نیتاؤں کا ہاتھ بٹائیں۔ ایرشیا[14] دُویش[15] اور سوارتھ[16] پرتا کو کچھ دنوں کے لیے بھلا دیں اور ایک دل ہو کر سوراجیہ پراپتی کے لیے ادیوگ کریں۔ خود چرخیں چلائیں اور اپنی گھر والیوں سے چلوائیں کیونکہ اس سے آپتی دھرم ہے۔ اس سے منھ نہ موڑنا چاہیے۔ اگر گھر پیچھے ایک چھٹاک سوت بھی روز لگانے لگیں تو دیش کا بڑا کلیان ہو اور ایک چھٹاک سوت کاتنے میں گھنٹے سے زیادہ سے نہیں لگ سکتا۔ ہماری ایشور سے پرارتھنا ہے کہ وہ ہمیں سد بدھی دے اور اس اُچ اور پوتر کام میں ہماری سہائتا کرے۔

---

1 جسمانی 2 روحانی نقصان 3 خوشی 4 متروک 5 نقصان دہ 6 فرض 7 حسب طاقت 8 مختصر 9 بیان 10 حقیر 11 سب کچھ 12 نازل 13 بدقسمتی 14 حسد 15 دشمنی 16 خودغرضی

انتر راشٹریہ رنگ منچ: یدھ اور شانتی

روس اور جرمنی کی سندھی

ادھر دیش دیشانتروں[1] کے منتری ورگ یورپ میں شانتی کی ویوستھا کرنے کے لیے جنیوا میں ایکتر[2] تھے۔ ادھر روس اور جرمنی میں سندھی ہو گئی۔ اس سندھی[3] نے متر راشٹروں کے سارے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ یاروں نے سوچا تھا کہ روس سے من مانی ویاپارک سویدھائیں[4] کرا لیں گے۔ اور زار کو جو روپیے قرض دیے تھے وہ بھی چکرورِدھی سہت[5] وصول کر لیں گے۔ دھیرے دھیرے سویت گورنمنٹ کو ہضم کر جائیں گے۔ پھر ہماری ورتمان آرتھک اور ساماجک ویوستھا یا کُویوستھا کا وِرودھ کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ ادھر جرمنی سے جرمانے کی رقم وصول کرنے پر زور دیا جائے گا۔ واستو میں یہ سمیلن اسی لیے ہوا تھا کہ روس کو نیچا دکھایا جائے پر روس کی نیتی چاتری نے متروں کو وہ جھانسا دیا کہ آپ لوگ دانت کٹ کٹا کر اور کندتول کر رہ جاتے ہیں۔ روس کا تو بال بانکا کر نہیں سکتے۔ جرمنی پر اپنا غصہ اتار رہے ہیں۔ کہتے ہیں ہم اس سندھی کو سویکار نہیں کرتے، یہ جرمنی کی دھوکے بازی ہے، شرارت ہے، نیچتا ہے، فرانس تو بالکل جامے سے باہر ہو گیا ہے مگر اب پچھتائے ہوت کا جب چڑیا چگ گئی کھیت، جرمنی یدھ میں ہارا ضرور مگر اس کا اَرتھ[6] یہ نہیں ہے کہ اس نے سدیو کے لیے اپنے کو متر راشٹروں کے ہاتھ بیچ دیا۔ اپنے سوچھند رجیون کا انت کر دیا۔ آپ لوگ تو جس سے چاہے سندھی کریں جتنی شکتی چاہیں بڑھائیں اور اپنے بل کو خوب سنگٹھت کریں اور جرمنی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے۔ اسے جب متروں نے برادری سے نکال دیا۔ پرتیک[7] ادسر پر دھتکار اور پھٹکار اور ترسکار[8] سے اس کا سواگت[9] کرنے لگے، بات بات پر اسے دبانے، اس کا مستک نیچا کرنے کی چیشٹا[10] کرنے لگے تو جرمنی کو وِوَش وش ہو کر روس کا آشرے[11] لینا پڑا۔ اسے اپنے مال کی کھپت کے لیے، کچا

---

1 غیر ملکوں 2 جمع 3 معاہدہ 4 سہولتیں 5 ساتھ 6 مطلب 7 ہر ایک 8 لعنت 9 خیر مقدم 10 کوشش 11 سہارا

مال پراپت کرنے کے لیے کوئی دیش چاہیے نا؟ یا جرمنی میں متروں کی کوش[1] پورتی کے لیے آکاش سے روپیے برسیں گے؟ اب متروں نے پولینڈ کو بھڑکایا۔ کداچت رومانیہ کو بھی سویت سرکار سے لڑا دینے کی چالیں چلے، پر اسمیں کوئی سند یہہ نہیں کہ متر دلوں کی پالیسی نے یہاں خوب ٹھوکر کھائی اور اب جرمنی یا روس کو اکیلے سمجھ کر دبانا اتنا سہج[2] نہ ہوگا۔ متر گن[3] اب بھی چیت جائیں اسی میں ان کی بھلائی ہے۔ نہیں تو جرمنی نے بھی تنگ آکر اگر اپنے یہاں سوویت راجیہ استھاپت[4] کر دیا تو پھر سوائے کف افسوس ملنے کے اور کچھ نہ ہاتھ آئے گا۔ ابھی اکیلے اور دُربل[5] روس نے سنسار کو ہلا رکھا ہے۔ سنگٹھت اور کاریہ چتر جرمنی بھی مل گیا تو پھر پونجی پتیوں کے ادھپتی[6] کا انت ہی ہو جائے گا۔

مریادا: ویشاکھ 1979

1 خزانہ 2 آسان 3 دوستوں کا جماعت 4 قائم 5 کمزور 6 اقتدار

اُوٹاوا سمیلن کا آشیرواد

یہ ویوسائے کا یگ[1] ہے۔ یہاں ویاپاری اور چیزوں کو بنانے والوں کے سوارتھ کا راج ہے۔ خریدار کے ہت کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ خریدار تو کیول اس لیے ہے کہ ویاپاریوں کی چیز خریدے۔ ان کے استتو[2] کی یہی منشا ہے۔ اگر وہ خریدار غریب ہو گیا اور جب چیزوں کو خریدنے کی اس میں شکتی نہیں رہی تو بجائے اس کے کہ بازار کو سوبھاوک[3] گتی[4] سے چلنے دیا جائے۔ اس بات کے لیے ویاپاریوں کا سمیلن ہوتا ہے کہ چیزیں کیسے مہنگی ہو سکیں۔ کیسے خریداروں کی جیب سے زیادہ سے زیادہ دھن کھینچا جا سکے۔ ویاپاری کو کیسے ہانی ہو سکتی ہے؟ خریدار کا گلا کٹے، کوئی پرواہ نہیں، یہی اس یگ کا دھرم ہے۔ ویاپاری اپنا نفع کم نہیں کر سکتا۔ پر بندھ میں کفایت نہیں کر سکتا، اس کے حلوے مانڈے میں ذرا بھی کمی نہیں ہو سکتی۔ اسے پوروت[5] بھوگ ولاس[6] کرتے رہنا چاہیے۔ خریدار کو قانون سے ایسا دبانا چاہیے کہ جھک مار کر مہنگے داموں چیزیں خریدے۔ اگر اس کے وردھ کچھ کہیے تو آپ کے اوپر دیش ورودھ[7] کا آکشیپ[8] لگا دیا جائے۔ جاپان ہندستان میں سستی چیزیں بھیجتا ہے اس لیے کر لگا کر اس کے مال کو بند کر دینا چاہیے۔ یہی اوٹاوا میں ہوا۔ احمد آباد اور لنکا شائر کے مل مالک سستے پن میں جاپان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ان کی اس ایوگیتا[9] کا تاوان راشٹر کو دینا چاہیے۔ کہا جا سکتا ہے کہ اوٹاوا کے نشچے سے ہمارے کسانوں کا وشیش اپکار[10] ہوگا کیونکہ انگلینڈ روئی آدی پر دس فی صدی جو کر لگانے والا ہے وہ اب بھارت کے مال پر نہ لگے گا۔ پر مشکل یہ ہے کہ یہاں کے مال کی کھپت انگلینڈ میں اتنی نہیں ہوتی جتنی انگریزی سامراجیہ سے باہر کے دیشوں میں۔ اگر ان دیشوں نے اس کے جواب میں بھارت کے مال پر کر لگا دیا تو بھارت کی کتنی بڑی ہانی ہوگی۔ مگر بھارت کی ہانی۔ لابھ سے کسے پریوجن ہے۔ انگلینڈ کی ہانی نہ ہو۔

12 ستمبر 1932

---

1 زمانہ 2 موجودگی 3 فطری 4 رفتار 5 پہلے کی طرح 6 سیر و تفریح 7 ملکی بغاوت 8 الزام 9 نااہلیت 10 بھلا

انگلینڈ کے لبرل ممبروں کا پدتیاگ 1

انگلینڈ میں لبرل سرکار کی قلعی دن دن کھلتی جا رہی ہے۔ کہنے کو تو وہ راشٹریہ سرکار ہے، ارتھات اس کے منتری منڈل میں سبھی راجنیتک دلوں کے پرکھ نیتا شامل ہیں۔ لیکن واستو میں وہ سامراجیہ وادیوں کی سرکار ہے۔ کیونکہ لبرل اور مزدور دل والوں کی سنکھیا اس کے منتری منڈل میں بہت کم ہے۔ جو تھوڑی بہت تھی بھی وہ اوٹاوا سمّیلن پر مت بھید ہونے کے کارن الگ ہو گئی۔ کئی پردھان لبرل نیتاؤں نے حال میں تیاگ پتر دے دیے۔ سامراجیہ وادیوں، لبرلوں اور مزدوروں کی نیتی میں اتنا انتر ہے کہ انھیں کسی ایک نیتی پر سنگٹھت 2 کرنا اسمبھو 3 سا ہے، ایک دل سنرکشن 4 کے پکش 5 میں ہے دوسرا اس کے وپکش 6 میں۔ کیسے سمبھو ہے کہ دونوں دل والے سنرکشن میں ایک مت ہو جائیں۔ اوٹاوا سمّیلن میں اُپنویشوں کے مال کو جو سنرکشن دیا گیا ہے، لبرل دل والے سویکار نہیں کرنا چاہتے۔ اپنے سدھانتوں کی رکشا کرتے ہوئے جہاں تک سامراجیہ وادی سرکار کا ساتھ دے سکتے تھے وہاں تک دیا لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ یہاں کسی طرح سدھانتوں کی رکشا نہیں ہو سکتی تو انھیں وِوش ہو کر استعفیٰ دینا پڑا۔ جو دس پانچ بچ رہے ہیں وہ بھی دو چار دن میں نکلنے پر مجبور ہوں گے۔ پھر گورنمنٹ میں کیول کنزرویٹو دل رہ جائے گا۔ اور وہ جو کچھ چاہے گا کرے گا اس کا بہومت اتنا زیادہ ہے کہ کوئی دوسرا دل اس پر اثر نہیں ڈال سکتا۔ بھارت کے لیے سبھی دلوں میں کیول ناگ اور سانپ کا انتر ہے۔ مگر جہاں چرچل کا پربھتو 7 ہے۔ وہاں ناگ اور کالا ناگ کا انتر ہو جاتا ہے۔ ہاں ایک بات ہے کنزرویٹو منھ سے جو کچھ کہتے ہیں وہی کرتے بھی ہیں۔ لبرل اور مزدور دل والے منھ سے تو میٹھی میٹھی باتیں کہیں گے، پر کریں گے وہی جو کنزرویٹو کرتے ہیں۔ اس لیے ہمیں کنزرویٹوں سے اتنی شنکا نہ ہونی چاہیے جتنی لبرلوں یا مزدوروں سے۔

5 اکتوبر 1932

---

1 ترک عہدہ 2 متحد 3 ناممکن 4 تحفظ 5 حمایت 6 مخالف 7 اقتدار

مسٹر چرچل جن تنتر کے وِرُودھ میں

ہمارے سوراجیہ کی کنجی ہے کیندریہ[1] اتر دائتو[2] اور ہمارے ودھاتا وہی ہمیں نہیں دینا چاہتے۔ مسٹر چرچل تو اس کے وِرودھ میں اتنے گرم ہو گئے کہ جن ستا ہی کو کوسنے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ ''جن ستا'' سنسار میں اسپھل سدھ ہو چکی ہے سنسار ایکا دھی کار[3] کی اُور[4] تیزی سے دوڑا جا رہا ہے۔ پھر بھارت میں جن ستا تمک[5] شاسن کی کیا ضرورت؟ سنسار کے کئی راشٹروں میں ایکا دھی پتہ[6] نے اوشیہ[7] آسن جمایا ہے لیکن ایسا کیوں ہوا؟ اسی لیے کہ دیش میں سامراجیہ واد کا زور ہوا اور تھوڑے سے پونجی پتیوں کی ہانی لابھ کے نمت بڑے بڑے مہابھارت ہونے لگے۔ پرجا کے پرتی ندھی پر جاہت کی طرف سے آنکھیں بند کر کے پونجی پتیوں کا پکش سمرتھن کرنے لگے۔ بہودھا پونجی پتی ہی پرجا کے پرتی ندھی[8] بن بیٹھے، کیونکہ دھنی ہونے کے کارن وہ اپنے چناؤ میں بے دریغ روپیہ خرچ کر کے ممبر بن بیٹھتے تھے۔ وہاں ایکا دھی پتہ جن ستا کی رکشا کے لیے آیا ہے۔ بھارت کو تو ابھی تک جن ستا کی پرکشا کا اوسر ہی نہیں ملا۔ اگر یہاں بھی جن ستا اسپھل[9] ہوئی تو اس کی پرتی کریا کوئی نہ کوئی روپ اوشیہ دھارن[10] کرے گی۔ ابھی سے اس وشے میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر جن ستا تمک شاسن اتنا انشٹ کر[11] ہے تو مسٹر چرچل پہلے انگلینڈ میں ہی اس کا انت کرنے کی چیشٹا[12] کیوں نہیں کرتے۔ تبھی ہم سمجھیں گے کہ ان کی نیت صاف ہے۔ اگر ایک چیز بری ہے تو پہلے خود اس کا پری تیاگ کرو۔ یہ نہیں کہ خود تو اس کا بھوگ کیے جاؤ اور دوسروں سے کہو، خبردار اس میں ہاتھ نہ لگانا۔

26/اکتوبر 1932

---

1 مرکزی 2 ذمہ داری 3 حقوق کلی 4 جانب 5 جمہوری 6 مکمل اقتدار 7 ضرور 8 نمائندہ 9 ناکام 10 اختیار 11 ضرر رساں 12 کوشش

آسٹریلیا سے گیہوں کی آمدنی

سن 0139 میں باہر سے آنے والے گیہوں پر دو روپے فی ہنڈر آیات کر[1] لگا دیا گیا تھا۔ جس سے باہر کی جنس یہاں آکر منڈی کو اور بھی مندا نہ کر دے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باہری گیہوں کی آمدنی کم ہوگئی۔ لیکن آج کل گیہوں کا بھاؤ بھارت میں تیز ہو گیا ہے۔ باہر کے دیاپاری اس تاک میں تھے۔ انھوں نے حساب لگا لیا کہ بھاڑا خرچ اور آیات دے کر بھی کچھ نفع ہو جائے گا۔ بس آسٹریلیاں کا گیہوں کلکتہ میں پہنچ گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ گیہوں پھر مندا ہو جائے گا اور یدیپی[2] اس وقت کسانوں کے پاس گیہوں نہیں ہے سب کا سب ساہوکاروں کی کھتی میں پہنچ گیا ہے اور کئی پرانتوں میں کسانوں کو غلہ مول لینا پڑ رہا ہے لیکن باہری گیہوں کے آنے سے آنے والی ربیع کی فصل میں بھی مندی بنی رہے گی اور پھر ہمارے کسان تباہ ہوں گے۔

26/اکتوبر 1932

جاپان کا آرتھک سنکٹ

جاپان کی سنگھرش[1] پرورتی[2] دیکھ کر ہم نے انومان[3] کیا تھا کہ وہاں جنتا خوش حال ہوگی، لیکن سماچار پتروں سے گیات ہوتا ہے کہ وہاں کی آرتھک دشا بہت ہی نازک ہو رہی ہے۔ وہ بھی کسانوں کا دیش ہے اور وہاں کے کسان کیول بھوکوں ہی نہیں مر رہے ہیں بلکہ لڑکیاں تک بیچ رہے ہیں۔ وہ گھاس کی جڑیں کھا کھا کر دن کاٹ رہے ہیں اور وہاں بھی لگان بندی شروع ہوگئی ہے پرجا کا تو یہ حال ہے اور ادھکاری ورگ پڑوسیوں سے لڑائی ٹھان بیٹھے ہیں۔ یہ ان ویشیوں کا حال ہے جہاں سوراجیہ ہے۔

13/اکتوبر 1923

مسٹر لائڈ جارج جرمنی کے پکش میں

جرمنی کا کہنا ہے کہ ورسیلز کی سندھی[4] میں اس سمجھوتے پر اس کو نی شستر کیا گیا ہے کہ وجیئی[5] راشٹر بھی اپنی اپنی سینک اور ناوک شکتی گھٹا دیں گے۔ لیکن فرانس، اٹلی، انگلینڈ کسی راشٹر نے بھی اس سمجھوتے کو پورا نہیں کیا۔ پراست[6] جرمنی تو تب سے نی شستر ہے اور وجیئی راشٹر شستر[7] گھٹانے کی باتیں تو کرتے ہیں پر اسے پورا کرنے کا ساہس[8] نہیں رکھتے۔ ایسی دشا میں جرمنی بھی اپنے کو سشستر کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر فرانس اسے کس طرح سشستر ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ جرمنی کا دعویٰ نیائے سنگت[9] ہے اس سے کوئی نش پکش[10] آدمی انکار نہیں کر سکتا اور اب مسٹر لائیڈ نے ابھی اسے سویکار[11] کیا ہے۔ اس کا فرانس کیا جواب دیتا ہے یہ دیکھنا ہے۔

31/اکتوبر 1923

---

1 تصادم 2 رجحان 3 اندازہ 4 معاہدہ 5 فاتح 6 مفتوح 7 اسلحہ 8 ہمت 9 قرین انصاف 10 غیر جانبدار 11 قبول

امریکہ کی دھمکی

کہا جاتا ہے کہ امریکہ کی آرتھک دشا بہت چنتا جنک ہو رہی ہے۔ ہزاروں بینک ٹوٹ گئے، کروڑوں آدمی بیکار ہیں۔ پھر بھی راشٹر سنگھ نے نی شستری کرن کی اسکیم کے گر جانے کے کارن امریکہ کے پریسیڈینٹ مسٹر ہوبر نے جنگی جہازوں کے بنوانے کی دھمکی دی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب کوئی راشٹر اپنی سینک شکتی[1] کم کرنے پر تیار نہیں تو امریکہ ہی کیوں چپ رہے۔ امریکہ کا ویاپار دنیا بھر سے بڑھا ہوا ہے۔ اس کے پاس جنگی جہاز بھی اتنے چاہیے کہ وہ دنیا بھر کا اکیلا مقابلہ کر سکے۔ یہ دھمکی سن کر انگلینڈ اور فرانس اور اٹلی کا خون بھی گرم ہو جائے گا اور انما دپورن ویگ سے استر شستر[2] اکٹھے[3] کیے جانے لگیں گے۔ ادھر بیکار پر جا بھوکوں مر رہے ہیں یہ ہے ان دیشوں کا حال جہاں سوراجیہ ہے۔

7 نومبر 1923

---

1 فوجی قوت 2 اسلحہ لیس 3 اکٹھا

امریکہ کے قرض دار

بہت دنوں سے برٹین تتھا فرانس اور اٹلی اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ وِگت[1] مہا سمر کے[2] سے انھوں نے سنیکت راشٹر امریکہ سے جو قرضہ لیا ہے وہ فی الحال کچھ سمے تک کے لیے وصول کرنا ملتوی کر دیا جاوے، تتھا آگے چل کر اس کی بہت بڑی رقم معاف کر دی جاوے۔ سنیکت راشٹر کے راشٹر پتی[3] کے نرواچن[4] کے بعد یہ بات یکا یک بہت زور شور سے سامنے آ گئی ہے۔ امریکہ کو اسی 15 دسمبر کو برٹین سے نو سو پچپن لاکھ تتھا فرانس سے ایک سو نوے لاکھ سکّے پاونے ہیں۔ دونوں ہی مہا دیش سمجھوتے کی تان چھوڑ کر اس موقع کو ٹلوا دینا چاہتے ہیں۔ اس وشے میں دونوں دیشوں کی اور سے سرکاری طور پر پرارتھنا پتر[5] واشنگٹن بھیجا جا چکا ہے اور ورتمان امریکن راشٹر پتی ہور تتھا نو اُردھ[6] نرواچت[7] راشٹر پتی روز ویلٹ میں شیگھر[8] ہی اس وشے[9] میں پرامرش[10] ہونے والا ہے۔

امریکہ اب اتنا دھنی نہیں ہے جتنا ہم اس کو سمجھا کرتے تھے۔ کم سے کم سرکاری بجٹ میں چار سو اسی لاکھ روپے کی کمی پڑتی جا رہی ہے اور بیکاروں کی تعداد دو کروڑ تک پہنچا چاہتی ہے۔ اسپھل بینکوں کی سنکھیا لگ بھگ ایک سو پچاس تک، ادھر دو ورش کے بھیتر پہنچ چکی ہے۔ اس لیے امریکن جنتا یورپ سے اپنا پورا لینا پاونا وصول کر اپنا گھر سنبھالنا چاہتی ہے اور امریکن کانگریس امریکن راشٹر پتی تتھا منتر نا پری شد[11] نے ایک سور[12] سے گھوشنا[13] کر دی ہے کہ ہم اپنا قرضہ نہیں چھوڑ سکتے۔ اُسے چکا ہی دینا چاہیے۔

پھر بھی امریکن سرکار اتنا ٹکا سا جواب نہیں دینا چاہتی تھی۔ اس نے ایک ایسا گول مٹول جواب

---

1 گذشتہ 2 جنگ عظیم 3 صدر 4 انتخاب 5 عرضی 6 نیم 7 منتخب 8 جلد 9 بارے 10 مشورہ 11 مجلس وزراء 12 آواز 13 اعلان

دیا ہے کہ برٹین تھا فرنچ راجنتکیہ بھی چکر میں ہیں۔ ہوور کا کٹھن ہے کہ یدی یہ راشٹر اپنا پورنتا[1]ئنی رستری کرن کر دے تو امریکہ کو بھی جو سَنْدِپاتِک شستری کرن کرنا پڑتا ہے اس کا خرچہ گھٹ جاوے گا۔ اس پرکار جو اپروکش لابھ ہوگا، اس کا وچار کر امریکہ اس پرستاؤ پر نِچت وچار کر سکتا ہے۔

ہماری سمتی میں برٹین تھا فرانس جب تک اس بات کو سویکار نہیں کرتے، انھیں کوئی منہ نہیں ہے کہ وہ امریکہ سے کسی پرکار کی اُدارتا[2] کی آشا کریں۔ اس کے اَتی رکت[3] سیم انھوں نے اپنے قرض دار جرمنی کے ساتھ جب تک ان کاوش[4] چلا کیا کبھی رعایت دکھلائی ہے؟ جرمنی نے تو قرضہ بھی نہ لیا تھا کیول اس سے دنڈ کے روپ میں زبردستی روپیہ وصول کیا جا رہا تھا اور ضمانت کے روپ میں جرمنی کی اردر گھاٹی رور کو اپنے قبضہ میں رکھ کر فرنچ جاتی نے بڑا انیائے کیا تھا۔ جرمنی کی آتما اور اس کی سمردھی کو کچلنے کا ہی ابھی شاپ فرنچ سرکار کے سر پر نہیں ہے۔ اس نے ایک اور گروتر[5] پاپ کیا ہے جس سے سمو چا وشو تر ست ہے۔ فرانس سے جہاں تک ہو سکا اس نے دنیا کا آدھا سونا بٹور کر اپنے خزانے میں بھر لیا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا بھر کے روپے کے بازار کی آنکھ آ گئی ہے۔ دستوؤں کی قیمت گر گئی ہے تھا وِنے کی گڑبڑی سے بڑا ہاہاکار مچا ہوا ہے۔ فرانس اس سے کہیں اچھی حالت میں ہے اور قرض نہ چکانے کے بہانے وہ کیول اپنی سینا بڑھانا چاہتا ہے۔

برٹین نے اپنے قرضداروں کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا۔ یہ جان دیجیے۔ اس نے اپنے ماتحت قرض داروں کے ساتھ کیا کیا۔ غریب بھارت نے مہا سمر اور نئی دلّی کے نرمان میں ہی وشیشتا[6] برٹین سے ہی قرض لیا تھا۔ نئی دلّی کا وَے بھو[7] غریب بھارت کے لیے ویرتھ[8] کی چیز ہے۔ تھا اس سے برٹش وے بھو کی ہی پرتشٹھا پرتھاپت ہوتی ہے۔ مہا سمر[9] کی وجہ سے غریب بھارت کو کیا ملا؟ اس لیے یدی برٹین اپنا سنکٹ سمجھتا ہے تو وہ دوسروں کے سنکٹ کا بھی دھیان رکھے۔ اسے چاہیے کہ غریب بھارت کی دُردشا[10] کا وچار کرتے ہوئے اس سے جو قرض کی ادائیگی کرائی ہے، معاف کر دے۔ اُدارتا ایک دیوی دستو[11] ہے تھا اس کا پھل سدوُ روَرتی[12] ہوتا ہے۔ یدی برٹین بھارت کے پرتی ادار ہوگا تو امریکہ کو بھی ایشور سدبدھی دے گا کہ وہ برٹین کے پرتی اُدار ہو جاوے، کنتو[13] اس کے وپریت[14] جو یہ رہا ہے کہ برٹین نے بھارتیہ دِوِنے[15] کو اسیمت تھا بندھن مکت کر یہاں کے سونے کو اپنے یہاں کھینچنا شروع کر دیا ہے۔ یدی برٹین بھارتیہ کشٹ کو نہ سمجھے گا تو امریکہ برٹش کشٹ کو کیوں سمجھے؟

21 نومبر 1923

---

1 پوری طرح 2 فراخدلی 3 علاوہ 4 بس 5 بڑا 6 خاص کر 7 حشمت 8 بیکار 9 جنگ عظیم 10 بری حالت 11 آفاقی چیز 12 بہت نمبا 13 لیکن 14 خلاف 15 تبادلے

سوویت روس کی اُنّتی

سوویت روس کے پنچ سالہ کاریہ کرم کا پھل آشاتیت ہو رہا ہے۔ ایک انگریز پترکار نے وہاں کی ورتمان دشا کا پانچ سال پہلے کی حالت سے تلنا[1] کرتے ہوئے لکھا ہے کہ روس میں نئے نئے نگروں اور قصبوں کی باڑھ سی آگئی ہے کتنے ہی ایسے گاؤں، جہاں سو دو سو آدمی رہتے تھے وہاں اب جن سنکھیا پچاس گنی سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ جھونپڑوں کے ذرا ذرا سے پُروے وشال نگر بن گئے ہیں۔ ویاوسائک[2] اُنّتی کی یہ رفتار سنسار کے اتہاس[3] میں وسمے جنک[4] ہے۔ جہاں جنتا پر جنتا کے ہت کے لیے شاسن کیا جاتا ہے وہاں ایسی ہی سپھلتا پراپت ہوتی ہے۔ سامراجیہ وادی یورپ ابھی تک یہی نہیں طے کر پایا کہ فوجی سامان گھٹایا جائے یا نہیں۔ ادھر روس ایکاگر بھاؤ سے اُنّتی کے مارگ پر بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ نہ وہاں بیکاری ہے، نہ مندی۔

28 نومبر 1932

بے ایمانی بھی راجنیتی ہے

انگلینڈ نے پچھلی لڑائی میں امریکہ سے جو قرض لیا تھا اسے ادا کرتے ہوئے اسے بڑا کلیش[1] ہو رہا ہے۔ اس نے خود کئی راشٹروں کو اس اوسر[2] پر بڑی بڑی رقمیں ادھار دی تھیں۔ مندی کے کارن اس کی وصولی نہیں ہو رہی ہے۔ اس لیے انگلینڈ اب اس دلیل سے اپنا گلا چھڑانا چاہتا ہے کہ ہمارے دین دار جب ہمارا قرض نہیں چکاتے تب ہم امریکہ کو کہاں سے دیں۔ مگر امریکہ کوئی بہانہ سننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ پچھلے سال پریسیڈینٹ نے ایک سال کی مہلت دی تھی۔ اب وہ مہلت نہیں دینا چاہتا۔ اگر ایک ویکتی[3] کسی سے رن لے کر ادا کرنے سے انکار کر دے تو وہ بے ایمان سمجھا جاتا ہے۔ لیکن راجنیتی میں اسے بے ایمانی نہیں کہتے۔

5 دسمبر 1932

---

1 موازنہ 2 کاروباری 3 تاریخ 4 حیرت انگیز 5 رنج 6 موقع 7 شخص

ایران کا تیل

اس کہاوت میں ستیتا کا بہت کچھ انش ہے کہ تیل ہی اس سے دنیا میں حکومت کر رہا ہے۔ تیل نہ ہو تو کل کارخانے، جہاز، ہوائی جہاز، موٹر، ٹرین، توپ، ٹینک، سب کا کام رُک جاوے۔ لاکھ بجلی کی ایجاد ہو، جل پرپات اور سوریہ کی رشمیوں[1] سے کام لیا جاوے پر تیل کا راجیہ نہیں اٹھ سکتا۔ یدی آج مہاسمر ہو جاوے تو جو راشٹر تیل کے سوتوں پر ادھکار رکھ سکے گا۔ وہی وجیئی ہوگا۔ اسی واسطے فرانس اور جرمنی کی سمسیا نہیں سلجھ پاتی۔ فرانس چاہتا ہے کہ جرمنی کے تیل کے سوتوں پر میری حکومت رہے۔ برٹین چاہتا ہے کہ برما اور ایران کا تیل اُسی کے ہاتھ میں رہے۔ امریکہ اپنے اسٹینڈرڈ آیل کمپنی کے لیے دکشن امریکہ کے پرتمیک سوتنتر کہے جانے والے گن تنتر کا گلا گھونٹنے کے لیے تیار رہتا ہے۔ نکاراگوا کا ستیاناش اسی کارن ہوا۔ باک کے تیل کے سوتوں کے پیچھے لاکھوں کی جانیں جا چکی ہیں۔

اس لیے تیل کا اتنا مہتو پورن[2] ستھان[3] ہونے پر بھی یدی کوئی سوتنتر[4] راجیہ کم سے کم اس تیل پر جو اس کے دیش میں نکل رہا ہے ادھکار رکھنا چاہتا ہے تو اس میں کیا برائی ہے؟ بھارت یدی برما کے تیل پر اپنا ادھی کار ویکت[5] کرتا ہے اور ایران اپنے تیل پر تو دونوں دشاؤں میں برٹین کو نیائے کی بات مان کر اپنا حق واپس لے لینا چاہیے۔ ایران کے برٹش بھکت شاہ نے 1901 میں ایک برٹش کمپنی کو 1961 تک دیش بھر کے تیل کے سوتوں سے تیل نکالنے کی آگیا دے دی تھی۔ یہ آگیا[6] انھوں نے دی تھی یا سیم برٹش آگیا کا پالن کیا تھا، یہ سندیہہ کی بات ہے۔ اس وشے میں ہم اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ یدی روس یہ کہہ سکتا ہے کہ زار نے روس کی پرجا کی اچھا کے وِردھ اس کے لیے ودیشی، راجیہ سے قرضہ لیا تھا اور اسے چکانے کے لیے روس تیار نہیں ہے تھا یہی بات ترکستان کی اور سے بھی وگت لاسین کانفرنس میں اٹھائی جا سکتی تھی، تو ایران بھی اس بنیاد پر یدی پرجاہت کے وِردھ پرجا کی اچھا کے وِردھ کیے گئے انُچت[7] سودے[8] کا ریہ کے سدھار کا نشچے کر لے تو برٹین کو اسے دھکا نہیں چاہیے۔ ایران نے صاف کہہ دیا کہ ایرانی سیم اپنا تیل نکال لیں گے اور ہماری سمجھ میں انھیں یہ کہنے کا حق ہے۔

19 دسمبر 1932

---

1 کرنوں 2 اہم 3 مقام 4 آزاد 5 ظاہر 6 اجازت 7 بے انتہا 8 برے

وِدیشی راجنیتی

ودیشی راجنیتی میں اس سے تین اَتی مہتوپورن[1] گھٹنائیں[2] گھٹ گئی ہیں۔ ایک ہے ڈی ویلرا کی وجے، دوسری ہے جرمن کی وان سلیسر سرکار کا پتن، تیسری ہے فرانس میں دلادیر کا پردھان منتری ہو جانا تھا ہیر یٹ منتری منڈل[3] کا اَسماتک[4] اوسان[5]۔

ڈی ویلرا کو نئے نرواچن[6] میں ایک سو چھیاسٹھ ممبروں میں سے اَسّی استھان اپنے لیے ملنے کی سمبھاوَنا تھی۔ پر، ان کا انومان غلط نکلا ایک پرکار سے صحیح بھی تھا۔ کیول ستّر استھان ملے۔ جب ڈی ویلرا نے اسّی کی آشا کھلے شبدوں میں پرکٹ کی تھی تو تو ے کی آشا انھیں ضرور ہی رہی ہو گی۔ اسی پرکار کاسگریودل کی ''اَدبھُت سپھلتا'' کی منادی بھی کی رہی تھی۔ اور ایسی منادی میں بھاگ لے رہا تھا رائٹر۔ رائٹر نے اس چناؤ کے دشے میں جو تار بھیجے ہیں جو ڈرانے والی افواہیں اڑائی ہیں۔ اسی سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ سامراجیہ وادی ڈیل تھا سامراجیہ وادی جگت ڈی ویلرا کی پراجے کا کتنا اتسک[7] تھا۔ استو، چھیتر سدسیہ اَنیہ دلوں کے ہیں جن میں اڑتالیس کاسگریودل کے ہیں یہ سنکھیا وِردھ کرنے کے لیے پربھاؤ شونیہ نہیں ہے اور ڈی ویلرا کو آشا ہے کہ برابر سمرتھن نہ ملنا اس بات کا پرمان[8] ہے کہ ابھی تک آیرلینڈ کی جنتا اس دِودھا میں پڑی ہوئی ہے کہ کسی نئی نیتی کو ادھک[9] اچت[10] سمجھے۔ ڈی ویلرا کی نیتی سے ویاپار کو دھکا پہنچا ہے۔ بے کاری بڑھی ہے۔ کسانوں کی لگان کم نہیں ہوئی ہے۔ پر دوسری اور سوادھینتا[11] سانا تھا اینٹھ کی بھی وردھی[12] ہوئی ہے۔ ایک اور پہلو، دوسری اور دیش کی پرتشٹھا[13]۔ پہلا[14] سمبھی اسمجس اس[15] چناؤ میں پردھان[16] پرسن تھا۔ اس میں کوئی سندیہہ نہیں کہ آئرلینڈ کا ہت اسی میں ہے کہ برٹین کے ساتھ اس کا ویاپارک سمبندھ رہے۔ اس سمبندھ کے لیے آیرلینڈ لالائت بھی ہے۔ پر کسی بھی

1 بے حد اہم 2 حادثے 3 مجلس وزراء 4 ناگہانی 5 اختتام 6 انتخاب 7 مشتاق 8 ثبوت 9 زیادہ 10 مناسب 11 آزادی 12 ترقی 13 وقار 14 نتیجتاً 15 تذبذب 16 اہم

اوستھا میں وہ اس بات کے لیے تیار نہیں ہے کہ اپنی زمین کی لگان "لینڈ اینیوٹی"، کے روپ میں برٹین کو چکادے۔ ڈی ویلرا نے یدیپی لگانِ برٹین کو نہیں چکایا ہے، پر انھوں نے کسانوں سے اسے وصول کر سرکاری خزانے میں رکھ لیا ہے۔ اس لیے کسان جہاں تہاں کے ہیں اور اسی بات کا آج یہ پھل ہے کہ مزدور دل کے امیدوار بھی اچھی خاصی سنکھیا میں چنے جاسکتے ہیں۔ ڈی ویلرا کے ادھیکش[1] ہو جانے پر، ان کے دل کے چھیتر سدسیہ ہو جاویں گے۔ یدی پارلیمنٹ ڈیل ہر من میں انھیں کے دل کا سبھاپتی چنا گیا تو ایک کا سنتُلک ووٹ، ضرور اس دل کو مل سکتا ہے۔ ایسی دشا میں بھی بنا مزدور دل کو ساتھ لیے ڈی ویلرا دل کا کام نہیں چل سکتا۔ پر مزدور دل کے ساتھ کا ارتھ ہے مزدوروں کی، کسانوں کی سمسیا[2] کو حل کرنا۔ یہ سمسیا برٹش ویاپارک سمبندھ پر بہت کچھ نربھر[3] ہتی ہے اَت ایو[4] ڈی ویلرا اپنی سمسیا کو نپٹا سکیں گے اتھوا وہ پھر سے نیا نرواچن کرا کر ادھک بہومت کی آشا کریں گے۔ یہ ابھی تک ٹھیک انومان نہیں کیا جا سکتا پر ڈی ویلرا کی چنتا تھا ان کی نیتی کے لیے درڑھ ایکتا کی آشا نہیں ہے اور اسی آشا میں برٹین کو بھروسہ ہو سکتا ہے۔

جرمن رائخ اسٹیگ کی رچنا اس سے ایسی ہے کہ یہ بات اسپشٹ ہے کہ کوئی بھی دل وشیش سے تک شاسن نہیں کر سکتا۔ ایسی دشا میں ہر ہٹلر کا چانسلر ہو جانا اور اپنی اسٹیل ہیلمٹ نامک ناجائز سینا پر جرمنی کا شاسن کر سکنا وشیش سمبھو نہیں دیکھتا۔ مزدور دل، سامیہ وادی، پاپل کا دل، سلیسٹر دل بھی ان کا ورودھ کریں گے۔ اور ہٹلر یدیپی کچھ سمے تک غیر قانونی پارٹی کے سہارے شانتی[5] استھاپت[6] کرنے کی چیشٹا بھی کریں پر اس کا پتن اوشیہ ہی شیگھر[7] ہوگا اور ایک بار پتن ہونے پر، اسپھل ہونے پر ہٹلر کے نام کا جادو ہوا ہو جائے گا۔ اور رائخ اسٹیگ کا جو نوین[8] نرواچن ہوگا اس میں ہٹلر کی سنکھیا اور بھی گھٹے گی۔ یہ اوشمبھاوی ہے۔ ہماری سمجھ میں جرمنی کو شانتی تب ہی ملے گی جب پُن:[9] ایک کا ہی، بنا انیک[10] کے سمرتھن[11] کے شاسن سمبھو ہو سکے گا۔

فرانس میں ہیریٹ ایسے راجنیتگیہ تتھا دکھیات کوٹ نیتگیہ کے استھان پر دلا دیر ایسے دو تیتیہ شرینی کے پردھان منتری کا ادھک سمے تک پرجا کا وشواس بھاجن بنے رہنا سمبھو نہیں پرتیت[1] ہوتا۔ ہم شیگھر ہی فرینچ راجنیتی میں بھی نوین نرواچن تتھا نئے پردھان منتری کا آگمن۔ سمواد سنیں گے اور اسی میں امریکہ پر ہونے والی رن پر کی شدکی سپھلتا نربھر کرے گی۔

6 فروری 1933

---

1 صدر 2 مسئلہ 3 منحصر 4 اس لیے 5 امن 6 قائم 7 جلد 8 نیا 9 دوبارہ 10 کئی 11 حمایت

اشانتی

وِشو میں اس سے چاروں اَور گھور اشانتی[1] کا واتاورن[2] پھیلا ہوا ہے۔ جدھر دیکھیے جسے دیکھیے، وہ اُدوِگن ہے، پیڑت ہے، دکھی ہے، وہ سکھ اور سکھ کے مد میں ڈوبتا اتراتا دھنی بھی جب اپنے سکھ سے اُکتا جاتا ہے تو ایک عجیب چیز اس کے جی کو کچوٹنے لگتی ہے۔ ایک عجیب ہوا اس کے بھیتر بیٹھ کر اسے جلاڈالتی ہے اور وہ کراہتا ہے۔ نہ جانے اسے کیا چاہیے دردر کے پاس کچھ نہیں ہے کیول اس کی چنتا ہی اسے ڈسا کرتی ہے۔ پھر بھی اس کے ہردے میں نہ جانے کیوں ایک اور سکھ کا شروت[3] بہتا ہے۔ دکھ کی گمبھیر دھارا تو پرشانت[4] مہاساگر کی طرح نشچل[5] پر نرنتر[6] پرواہت[7] ہوتی رہتی ہے۔

گھریلو جیون میں بھی کوئی سکھی نہیں ہے کسی کو سنتان چاہیے کسی کو روپ۔ کسی کو گھر کسی کو ور، جس کو جتنا ہی ملتا جاتا ہے اسے اتنا ہی ادھک آ وشیکتا کا انوبھو ہوتا ہے۔ سبھی کو کچھ چاہیے۔

پر ایسا ہو نہیں سکتا۔ پر جو نہیں ہو سکتا وہ دنیا میں دکھلائی بھی نہیں پڑ سکتا۔ اس کا واستوک ارتھ جو ہے وہ کیول یہ کہ پرتییک[8] پرانی اس وشواتما کا ایک انش[9] ہے۔ وشواتما کی ستا کے اِتر[10] اس لوک میں اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اتایو[11] جو کچھ ہے وہ وشواتما ہی کا ہے۔ اسی وشوآتما کا انش پرانی ہے جیو ہے۔ جیو نرنتر بھگوان کی اُور[12] بڑھنا چاہتا ہے۔ اپنے لُپت[13] ایشوری کو اپنانا چاہتا ہے۔ وہ سیم سرشٹی[14] کا سوامی[15] ہے۔ یہ گیان اس کی انترتم[16] آتما[17] میں چھپا ہوا ہے۔ اسے اسی گیان کا سہارا ہے اور اسی لیے وہ اپنی ستا میں اپنا ہی سب کچھ دیکھ سکتا ہے، دیکھنا چاہتا ہے۔

---

1 سخت افراتفری 2 ماحول 3 کان 4 بحرالکاہل 5 بے حرکت 6 مسلسل 7 بہتی 8 ہر ایک 9 حصہ 10 علاوہ 11 اس لیے 12 جانب 13 باطن میں 14 کائنات 15 مالک 16 پوشیدہ 17 روح

وہ سوچتا ہے کہ سکھ اسی کی وستو ہے اسی کو ملنی چاہیے۔ دکھ اسی کی پرسادی[1] ہے، اس میں دکھ لے[2] ہو جانا چاہیے۔ راجیہ اس کا، دھن اس کا، دنیا اس کی، اس لیے سب کوئی سب کچھ چاہتا ہے پرماتما کا انش پرماتما کا پربھتو اپنا پربھتو چاہتا ہے اور یہی وستو جگت کی سوچی[3] چیشٹا[4] سوچی شکتی، سوچی کریا کے بھیتر چھپی بیٹھی ہے۔

یدی یہیں تک بات رہے تو سب کچھ بڑا سندر ہو۔ دکھ سکھ کو اپنے میں لے کر جیو سکھی ہو جائے یا دکھی نہ رہ جاوے، پر جگت متھیا[5] ہے مایا کی انوکھی شان ہے اس کی "سب کچھ اپنانے" کی اچھا "اہنکار" اور "ابھی مان" کا روپ دھارن کر لیتی ہے۔ اس میں 'میرا' اور "میں" کا گرد پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی شکتیاں اُچ شرنکھل ہو جاتی ہیں۔ وہ یہ بھول جاتا ہے کہ یدی دنیا کا سب کچھ اس کا ہے تو ہر ایک جیو بھی اس کے ہیں۔ پرتھوی[6] میں وہ ہے، جیو ہیں دونوں ایک ہی ستا کے انش ہیں۔ ایک ہی شریر کے انگ ہیں، ایک پنڈ کے انو ہیں۔ اس لیے کسی دوسرے کا اپہرن اپنا اپہرن ہے۔ کسی دوسرے کا انادر اپنا اپمان ہے، کسی دوسرے کی پیڑا ہے اپنی پیڑا۔ جو سناتنی یونوں سے دویش[7] کرتے ہیں پر یہ بھی کہتے ہیں کہ وید میں سنسار کے بھی دھرم ورتمان ہیں، اس کے سدھانت پائے جاتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ کہتے ہی انھیں کوئی ادھی کار نہیں رہ جاتا ہے کہ مسلمان یا عیسائی دھرم کو برا بھلا کہیں۔ ہمارا ہی انگ برا نہیں ہو سکتا۔ ہمارا ہی دھرم کوئی کھوٹا نہیں کہہ سکتا۔ بس ہمارے اہنکار[8] نے ہی ہمیں چوپٹ کر رکھا ہے۔ ہمارے اگیان نے ہمیں چوس لیا ہے۔

وشو کی اشانتی کی کیول ایک دوا ہے۔ آج سے پچیس سو برس پہلے کی بات ہے۔ چین میں بھینکر مارکاٹ رکت پات[9] نرسنہار[10] مچا ہوا تھا، ہر ایک جاگیردار ڈاکو تھا، ہر ایک راجا ڈکیت تھا، ہر ایک بچہ بچپن سے کیول لڑنا یا مارا جانا سیکھتا تھا۔ اس سے چین کے کونے میں ایک جیوتی ٹمٹما رہی تھی۔ اس نے چین کی وردشا[11] دیکھ کر اس کا ندان سوچا، اپائے سوچا، ڈھنگ سوچا، ہنسا[12] سے کوئی لابھ نہیں۔ زور زبردستی سے لوگ نہیں مانیں گے۔ ہنسا کا اُتر ہنسا سے دیا جاتا تھا۔ زور کا جواب زور سے۔ کرودھ بری وستو ہے۔ کرودھی کو کرودھ پہلے کھاتا ہے آویش اور اسنتوش بھی برا ہے۔ اپنی ذردشا پر رونا نہیں چاہیے۔ ایشو جو کرتا ہے بھلے کے لیے کرتا ہے۔ اس لیے چین کی وردشا کا سدھار کیول ایک بات سے ہو سکتا تھا۔ "پریم

1 چڑھاوا 2 فنا 3 پوری 4 کوشش 5 بے حقیقت 6 زمین 7 دشمنی 8 غرور 9 خونریزی 10 انسانی تباہی 11 بری حالت 12 تشدد

پورن بھائی چارے سے آتم سنیم[1] سے۔ دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے سے۔ کنفیوسیس کے یہی مہوپ دیش تھے۔ وہ بڑا ونمر مہاتما تھا۔ پرتیک مہمان آتما کا آدر کرنا چاہیے۔ اس میں مان اپمان کا وچار نہیں کرنا چاہیے۔ کن فیوسیس سدور لاؤتسی نامک مہاتما سے سادر ملنے بھی گیا۔

اس کے اُپدیش[2] کے پرچار سے چین کے گرم دماغ والے ٹھنڈے ہو گئے۔ جن کو اپنا گرو تھا وہ شانت ہو گئے۔ جو جیون کو لوٹ کھسوٹ کی ایک یوجنا مانتے تھے وہ دھیرے دھیرے، پریم کا مہتو سیکھنے لگے۔ اور کن فیوسیس کے مرتے مرتے چین میں شانتی آ گئی۔

آج سمو چا وشو چین ہو رہا ہے۔ منشیوں کے استھان پر راجا ہے، جاگیرداروں کے استھان پر راجیوں کے راج نیتک نیتا ہیں اور لٹیروں کے استھان پر شاسکوں[3] کا اُچ شرنکھل دل ہے۔ چھوٹا سا راجیہ مانٹی کارلو بھی چاہتا ہوگا کہ لندن کی گدی اسے ملے اور برٹین سموچے وشو کو اپنا اُپ نویش[4] سموچا بازار اپنا داس اور سموچے راجیوں کو اپنا چیلا بنانا چاہتا ہے۔ فرانس والے ایک دوسرے کے رکت[5] کے پیاسے ہیں۔ اسپین میں ایک پرجا تنتر ہے، ہٹلر تنتر ہے، ہڈن ورگ تنتر ہے اور کچھ نہیں، کیول ایک بھیشن مار کاٹ کی لمبی تیاری ہے۔ جاپان منچوریا ہی نہیں، چین کو ہی ہڑپ لینا چاہتا ہے۔ چین ضرور سوچتا ہوگا کہ موقع ملنے پر ٹوکیو میں چین کا پردھان اُڈہ جما دیا جاوے۔

جو اپنی اُنتی چاہتا ہے۔ وہ دوسرے کے سنہار[6] کے بل پر۔ جو بڑھنا چاہتا ہے وہ دوسرے کو گرا کر، ایک ساتھ چلنا دوشٹ سمجھا جاتا ہے۔ ایک ساتھ کام کرنا اپنی ''نیتی'' کو پراجت[7] کرنا سمجھا جاتا ہے، ایک ساتھ مل کر رہنا راشٹریہ اپمان ہوتا ہے۔ سبھی وہ چاہتے ہیں جسے سب چاہتے ہیں۔ اسی لیے کسی کو کچھ نہیں ملتا۔ ایک اور برٹین اپنا اُپ نویش بڑھاتا ہے، دوسری اُور مہاسمر میں اس کے دیش کو نو یوکوں کی مالا سواہا ہو جاتی ہے۔ ایک اور جاپان کوریا چھینتا ہے دوسری اور بھوڈول اس کی راج دھانی نشٹ کر ڈالتا ہے۔ گھاٹا پورا کرنا ہوگا، لین دین برابر ہوگا۔ دنیا میں کوئی کسی سے بڑا یا چھوٹا نہیں ہے۔ ہم نے ایک ہاتھ سے اپنے دوسرے ہاتھ کا چھین لیا ہے، دوسرا پھر چھین لے گا۔ ہاتھ لڑ رہا ہے آنکھ بند ہے۔

بس چین جاپان کے بھاوی سنگھرش جرمنی کی گھریلو اشانتی، آئرلینڈ کی ہل چل، اسپین کے اُپ

---

1 ضبط النفس 2 پیغام 3 حاکموں 4 نوآبادیاتی 5 خون 6 تباہی 7 شکست

درد[1] کا ایک ماتر ایک ہی اپائے ہے، ایک ہی طریقہ ہے، ایک ہی ودھی ہے اور وہ کسی کن فیوسیس آتما کی آواز کا سنائی پڑنا اور ہمارا سن لینا۔ ایک کن فیوسیس پیدا ہو گیا ہے اور وہ یہ وِدّا مندر کے بھیتر بیٹھا ہوا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے "آپس میں پریم کرو۔ بس پریم کرو"۔ کیول پریم۔ جس کسی کو پریم نہ کرتے ہو کرنے لگو۔ برٹین سے، جاپان سے سب سے اور کچھ کر بھی تو نہیں سکتے کیول پریم کرنے میں کیا ہانی ہے۔ سچے دل سے سب سے پریم کرو۔ سمجھو ہے ہمارے تمھارے پریم کی دھونی جاپان کے جی کو چھوٹ لے۔ چین کے جی کو چبھ جاوے اور سب ایک من، ایک وانی[2] اور ایک کاریہ سے پریم کرنے لگ جاویں۔ پریمی کو ہی پریمی ملتے ہیں۔ آج ہم اپنا پرایا بھلا کر، اپنا ان کا بھول کر سب کے ساتھ پریم کرنے لگیں۔ ہندو مسلمان کے ساتھ، سناتنی اچھوتوں کے ساتھ، انگریز ہندو کے ساتھ پریم کرنے لگیں۔ سبھی سمسیائیں[3] بھی حل ہو جائیں گی۔ سب کی چاہے دیکتی ہو یا راجیہ، راجا ہو یا پرجا، سب کے من میں شانتی کی لہر ہلوریں لینے لگیں گی۔ پریم کا، اسنیہ[4] کا ممتا کا واتاورن[5] چھا جاوے گا۔ ہم پریمی ہیں پریم کرتے ہیں۔ سموچے وشو[6] سے ہم نے وشو شانتی کا ڈنکا پیٹ دیا ہے۔ دیکھو کیسے وشو شانتی نہیں ہوتی۔ پر پریم سچا ہو، ڈنکے میں چوٹ ہو!

27 فروری 1933

---

1 فساد 2 زبان 3 مسائل 4 محبت 5 ماحول 6 دنیا

جرمنی کا بھوشیہ

جرمنی میں نازی دل کی ادبھت[1] وجیہ کے بعد یہ پرشن اٹھتا ہے کہ کیا واستو میں جرمنی فاسسٹ ہو جاوے گا۔ اور وہاں نازی شاسن کم سے کم پانچ ورش تک درڈھ رہے گا؟ یدی ایک بار فازی شاسن کو جم کر کام کرنے کا موقع ملا، تو وہ جرمن کے پرجاتنتریہ جیون کو اس کی پرجاتنتریہ[2] کامنا کو اپنی سینا اور شکتی کے بل پر اس طرح چوس لیگا کہ پھر پچیس ورش[3] تک جرمنی میں نازی دل کا کوئی وِرودھی نہیں رہ جاوے گا۔ سمبھو ہے تب تک راج ستا بھی استھاپت ہو جاوے۔ قیصر جرمنی آنے کی اَنومتی[4] مانگ رہے ہیں۔ قیصر کے پرانے سیوک بنڈن ورگ راشٹرپتی ہیں۔ نازی دل اپادھیکش[5] قیصر کا پتر ہے۔ راج بھونوں پر سمراٹ کا پرانا جھنڈا لہرایا جا رہا ہے ایسی دشا میں فرانس اور یورپ کو انیہ شکتیوں کے لیے جرمنی بڑی چنتا کا وشے ہو رہا ہے۔ وارسلے سندھی کے انوسار جرمنی سمراٹ کا جھنڈا ابھی نہیں پھہرا سکتا۔ قیصر کو دیش نکالا بھی سبھی راشٹروں کی سمتی[6] سے ہوا ہے۔ پر نازی نیتا ہٹلر کو ان باتوں کی چنتا نہیں۔ شاسن اپنے ہاتھ میں آتے ہی وہ فرانس سے سینک پرتی بندھ کے پرشن پر جھگڑ بیٹھا ہے۔ جس کارن لندن کے پتروں نے "نرستری کرن" سمیلن کو نربیو سنستھا[7] گھوشت[8] کر دیا ہے۔ قرضے کے وشے میں ہٹلر ایکدم چپ ہے۔ مانو وہ اس کو کوئی مہتو ہی نہیں پردان کرتا۔ اس لیے آشنکا یہ ہے کہ بات بڑھ ہی جاوے۔ جرمنی میں نازی دل کی ناجائز سینا کا تیرودمن اور سبھی وِرودھی شکتیوں[9] کو چناو کے پورو[10] کچل ڈالنا ہی نازی وجے کا کارن ہے۔ یہ کہاں کا نیائے تھا کہ ورگ وادیوں کو جیل بھیج کر، وِرودھیوں کو پٹوا کر مسولنی کی طرح وِرودھی پتروں تک کو بند کرا کر چناؤ کرایا جاوے اور اسی کی وجے کو راشٹرمت کی وجے کہا جاوے۔ ہٹلر مسولنی کا انوکرن کر رہا ہے۔ پر مسولنی کے سامنے وارسیل کی سندھی اور راج ستا کے ساتھ شڈینتر[11] کا کاریہ کرم نہیں تھا۔ اتایو[12] ہٹلر کو ساودھان رہنے کی آوشیکتا ہے۔ بھیتری ایو باہری وِرودھ دونوں اس کا پتن[13] چاہتے ہیں۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے؟

20/مارچ 1933

---

1 حیرت انگیز 2 جمہوری 3 سال 4 اجازت 5 نائب صدر 6 رائے 7 مردہ تنظیم 8 مشتہر 9 مخالف قوتوں 10 پہلے 11 سازش 12 اس لیے 13 شکست

یہ ڈکٹیٹروں کا یگ ہے

پرجاتنتر واد اسپھل ہوگیا۔ ایک سو پچاس ورش کے بعد اب معلوم ہوا کہ یہ چلنے والی چیز نہیں۔ روس نے اسے دھتا بتلایا۔ اٹلی نے دھتا بتایا، اب جرمنی نے بھی دھتا بتا دیا۔ اور آخر میں بھارت ورش نے بھی اسے دھتا بتا دیا۔ سمجھ میں نہیں آتا، وائسرائے کے ادھکار بڑھ جانے پر اس سرے سے اس سرے تک ہائے ہائے کیوں ہو رہی ہے۔ کوئی کہتا ہے یہ غلامی کا پٹا ہے، کوئی پکارتا ہے بھارت میں انگریزی راجیہ انت تک جمے رہنے کی یوجنا ہے، کوئی بانگ لگاتا ہے یہ بھارت کا اپمان[1] ہے۔ ہم سمجھتے ہیں شویت پتر کی رچنا میں ضرور ودھی کا ہاتھ ہے۔ آخر ڈکٹیٹر شپ کو ایک نہ ایک دن آنا ہی ہے جب پشچم کے دیشوں نے جنتنتر کو ٹھکرا دیا تو ہندستان میں بھی ایک نہ ایک دن اسے ٹھکرایا ہی جائے گا۔ ہمارے ترکال درشی دیوتا تو ایک ہی سیانے۔ انھوں نے سوچا دیرتھ[2] بھارت میں خون خچر کیوں ہو۔ کیوں ہٹلر اور مسولنی اور اسٹالن پیدا ہوں۔ پہلے ہی سے نہ سیناڈ کٹیٹر بنا دو۔ بس ہمارے دیوتا انگریز راجنتگیوں کے ہردے میں اپنے دیو بل سے گھس گئے اور یہ ودھان بنوالی آخر کانگریس نے بھی تو گاؤں گاؤں شہر شہر پرانت پرانت میں چھوٹے بڑے ڈکٹیٹر بنا لیے تھے۔ اب یہی سمجھ لو کہ چوکی دار سے لے کر وائسرائے تک ہمارے ڈکٹیٹر ہیں۔ اس میں رونا پیٹنا کا ہے کا۔ ہم تو کہتے ہیں یہ کاؤنسل اور اسمبلی سب ویرتھ، ویرتھ ہی نہیں وناش کاری ہیں۔ دیش ان پر کروڑوں روپے سال خرچ کرتا ہے۔ ہزاروں آدمی وہاں سب کام دھندا چھوڑ کر چلاتے ہیں۔ کیا فائدہ۔ سب توڑ دو، وائسرائے کو ڈکٹیٹر بنا دو۔ تب کم سے کم روپے تو بچیں گے۔ کسانوں کا بوجھ تو ہلکا ہوگا، ٹیکس تو کم ہو جائے گا۔ کچھ نہ ہوگا اس ہائے ہائے سے چھٹی ملے گی۔ ابھی جو ممبر اور منسٹر بنے مونچھوں پر تاؤ دے رہے ہیں اور دنیا کو دکھا رہے ہیں کہ مانو وہ دیش کا ادھار کیے ڈال رہے ہیں، تب مزے سے نون تیل بیچیں گے یا لونڈے پڑھائیں گے۔ کوتل گھوڑوں کو باندھ کر کھلانے کا خرچ تو جنتا کے سر نہ پڑے گا۔ مفت کی ہائے اور ہائے اور ہائے ہائے ہم تو اپنا ڈکٹیٹر وائسرائے چاہتے ہیں اور اسی کی جے مناتے ہیں۔

27 / مارچ 1933

---

1 بے عزتی 2 بیکار

سہیوگ یا سنگھرش

جیون کے لیے سنگھرش کا اتنا ہی مہتو ہے جتنا سہیوگ کا۔ کتنے ہی ایسے کام ہیں جن میں سہیوگ سے کہیں بڑھ کر سنگھرش کام دیتا ہے۔لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کون سی نیتی مانوتا کے انوکول ہے اور کون اس کے پرتی کول[1]۔لڑکے کو پڑھانے لکھانے میں پیار اور مار دونوں ہی اپنی اپنی جگہ کلیان کاری[2] ہے۔لیکن پیار ہر سمے کے لیے ہے۔مار کیول وشیس اوسروں کے لیے۔ہم پراتہ کال بچے کا چمبن لے کر پرسن ہوتے ہیں لیکن ایسا تو شاید بہت کم ہوتا ہو کہ سویرے اٹھتے اٹھتے لڑکے کو دو چار چانٹے لگا کر ہم اپنی دن چریا شروع کریں۔ہم بچے کو مارتے بھی ہیں تو اس لیے کہ اسے زیادہ پیار کر سکیں۔ڈاکٹر ہمیں نشتر لگاتا ہے وہ اس لیے کہ پھر اسے نشتر لگانے کی ضرورت نہ پڑے۔ہم بچے کو مارنے کے لیے نہیں مارتے اور نہ سرجن نشتر لگانے کے لیے نشتر لگاتا ہے۔سہیوگ پراپت کرنے کا ایک سادھن سنگھرش ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے۔ لیکن سنگھرش پر جیون اور سماج کی بنیاد ڈالی جائے اور سنگھرش کو ہی وکاس[3] کا مول تو[4] سمجھا جائے۔یہ تو کبھی ہت کر نہیں ہو سکتا۔ڈارون صاحب نے سنگھرش سدھانت[5] کا وشکار[6] کر کے مانو جاتی میں اس پشوتا کو ایک سہارا دے دیا اور اس پرگتی[7] کو روک دیا۔جدھر اس کا سوابھاوک وکاس اُسے لیے جاتا تھا۔ سنگھرش پشوتا کا لکشن ہے۔سہیوگ مانوتا کا۔ہمیں اُتروتر پشوتا سے مانوتا کی اور جانا چاہیے تھا،لیکن سنگرام کے اس سدھانت نے اس پشوتا کو ایک نئی شکتی پردان کر دی اور اسی کا یہ پھل ہے کہ آج بھومنڈل[8] پر سنگھرش کی دہائی سن رہے ہیں۔اس نے ہمیں کچھ ایسا سموہت کر دیا ہے کہ اچھا نہ رہتے ہوئے بھی ہم اسی

---

1 برخلاف 2 فائدہ مند 3 ترقی 4 بنیادی عنصر 5 نظریہ 6 ایجاد 7 ترقی 8 کرۂ ارض

اور کھچے جا رہے ہیں۔ آج Exploitation کا جو بازار گرم ہے وہ سنگھرش سدھانت کا سب سے وناش کاری انگ ہے۔ ہم نے اپنے سوارتھ کی باگ چھوڑ دی ہے اور اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے کہ وہ کتنے بوئے ہوئے کھیتوں کو روندتا، کتنے جیوؤں کو کچلتا چلا جا رہا ہے۔ یورپ سے ہم نے اگر کچھ سیکھا تو وہی سیکھا، جو اس کی سنسکرتی کا سب سے نی کرشٹ پہلو تھا۔ ابھی بہت دنوں کی بات نہیں ہے کہ ہمیں پشچم کی سبھی چیزیں اپنی سبھی چیزوں سے بڑھیا لگتی تھیں۔ ان کا رہن سہن، ان کے ریتی رواج، ان کے کھان پان سب میں ہمارے لیے ایک نہ رکنے والا آکرشن [1] تھا۔ یورپ والے دیر میں سو کر اٹھتے ہیں اس لیے ہمیں بھی دیر میں سو کر اٹھنا چاہیے۔ یورپ والے ہر دم کپڑے پہنے رہتے ہیں اس لیے ہمیں بھی کبھی ننگے بدن نہ رہنا چاہیے۔ یورپ والے خوب شراب پیتے ہیں اس لیے شراب پینا بھی سنسار پر وجے پانے کا ایک منتر ہے۔ وہی ایکانت پریم، وہی اپنے سے نیچے درجے کے آدمیوں سے پرتھک رہنے کی عادت، وہی منہ میں سگار دبا کر چلنا غرض ہم نے بندروں کی طرح پشچم والوں کی نقل شروع کی اور ابھی تک کرتے جا رہے ہیں۔ ہمارے نیتا اور اگوا جب اس پرواہ میں نہ سنبھل سکے تو چھوٹے چھوٹے سادھارن آدمی کیا سنبھلتے۔ دھیرے دھیرے سمے نے ہم کو بتایا کہ یورپ میں سب کچھ سونا ہی سونا نہیں ہے۔ اس میں کانسہ پیتل بھی ہے۔ ہم اپنے کھوئے ہوئے آتم سمان کو پھر اپنانے لگے۔ ہماری نظروں سے وہ سموہن ہٹا اور ہمیں کچھ وچار کرنے کی شکتی آئی۔ مہاتما گاندھی نے آکر مانو ان بکھری ہوئی آکارہین بھاوناؤں کو مورتی مان کر دیا اور یورپ کی برائیاں بھی ہمیں نظر آنے لگیں۔ لیکن سنگھرش کا جو دوش [2] سنسار کی وایو [3] میں کھل گیا ہے اس سے ہم بچنا چاہ کر بھی نہیں بچ سکے۔ ہمارے شاسن ودھان میں، ہماری ویاپارک سنستھاؤں میں ہمارے نجی ویوہار میں سنگھرش اپنا ننگا نرتیہ کر رہا ہے۔ شکتی وان اور شکتی وان، دھنوان اور دھن وان ہونا چاہتا ہے اور وہ نربلوں [5] کو کچلتا ہوا آگے بڑھے گا۔ وہ پڑوسی کے برابر نہیں رہ سکتا۔ اس سے بڑھ کر رہے گا۔ اسے اکھاڑ پھینکے گا۔ اسے ادھیکار چاہیے۔ سوتے جاگتے وہ ادھیکار کا سوپن [6] دیکھتا ہے اور ادھیکار کے آگے ہی سر جھکانا چاہتا ہے۔ سچائی کا بل، دیشتا کا بل اس کے سامنے کوئی مہتو نہیں رکھتا۔ اسے وہ دربلتا سمجھتا ہے۔ اس کے سامنے کیول پشو بل [7] کا مہتو ہے اسی سے وہ بھے بھیت ہوتا ہے۔ اسی کی پوجا

---

1 کشش 2 علامت 3 زہر 4 ہوا 5 کمزوروں 6 خواب 7 قوت حیوانی

کرتا ہے۔اس کا بڑا ہوا اہنکار اس کی آنکھوں کے سامنے بھوت کی طرح کھڑا ہے۔ برہمانڈ[1] میں دیاپت[2] ایک چیتنا ہے۔اسے وہ سویکار نہیں کرتا۔ پرانی[3] میں ایک دوسرے کو کھا جانے کے سوا اور کوئی بھاونا ہے۔اسے وہ نہیں مانتا۔ممتا کا ایک پتلا پردہ جو اسے ویاپک[4] ستیہ[5] سے پرتھک[6] کئے ہوئے ہے اسے اس نے ایک قلع بنالیا ہے۔ جہاں بیٹھا ہوا وہ دوسروں پر حملے کرتا ہے اور خود حملوں سے بچا رہتا ہے۔

ہمارے سامنے جو شویت پتر رکھا گیا ہے، اس کے ایک ایک شبد میں یہی سنگھرش کی بھاونا بھری ہوتی ہے۔ بھارت دربل ہے، اسنگھٹت ہے اس لیے اسے کیوں ابھرنے دیا جائے؟ سنگھرش کا اوشواس سے پریم ہے ہی۔ اس ودھان کے ایک ایک شبد سے بھارتیوں کے پرتی اوشواس ٹپک رہا ہے چونکہ بھارت دبایا جا سکتا ہے، اسے دبائے رکھنا چاہیے۔ بھارت پر وشواس کر کے اس کے اُدھار میں سہیوگ دے کر سنسار میں نو یگ[7] لایا جا سکتا ہے۔ سنگھرشی انگلینڈ میں اتنی کلپنا نہیں ہے، بھارت تباہ ہو جائے۔ اس کے ساتھ چاہے انگلینڈ خود تباہ ہو جائے، پر بھارت پر اپنی گرفت ڈھیلی نہیں کی جا سکتی۔ انگلینڈ کی بالکل اس شکّی آدمی کی سی دشا ہے جو اپنی استری پر اوشواس[8] کر کے اسے کوٹھری میں بند رکھتا ہے۔ کہیں جاتا ہے تو کوٹھری کے دوار پر تالا ڈال دیتا ہے۔ ایسی استری سکھی نہیں رہ سکتی۔ لیکن کیا ایسی استری کا پرش سکھی رہ سکتا ہے؟

3/اپریل 1933

---

1 کائنات 2 محیط 3 انسان 4 وسیع 5 حقیقت 6 الگ 7 عہدِ نو 8 بداعتمادی

امریکہ پھر گیلا ہو گیا

اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ عیسائی دھرم کی سب سے پرکھ[1] وشیشتا[2] کیا ہے، تو ہم کہیں گے شراب کا استعمال۔ اسلام کی وشیشتا پیاز ہو یا نہ ہو لیکن عیسائی دھرم کے وشے میں تو کوئی سندیہہ نہیں۔ ہمارے یہاں جتنے بھائی عیسائی ہو گئے ہیں ان میں اگر کوئی پری ورتن دیکھتے ہیں تو یہی کہ اب وہ شراب پینے لگے ہیں۔ ہندو دھرم نے شراب کا نشیدھ[3] کیا۔ اسلام نے بھی شراب کا نشیدھ کیا مگر حضرت عیسیٰ نے خود شراب پی اور پلائی۔ اور انھیں آج یہ دیکھ کر اوشیہ ہی آنند آتا ہوگا کہ ان کے اپاسک[4] اور کوئی اُپدیش[5] مانیں یا نہ مانیں شراب دھڑلے سے پیتے ہیں۔ جو ان کے دھرم کا ایک انگ ہے۔ روس نے عیسائی دھرم کو چھوڑ دیا تو وہاں شراب کیسے رہتی۔ وہاں نہ دھرم ہے نہ شراب۔ امریکہ نے عیسائی رہتے ہوئے شراب چھوڑی تھی لیکن آخر عیسائی دھرم کی جے ہوئی اور امریکہ کو بھی گیلا بننا پڑا۔ نئے پریسیڈینٹ مسٹر روز ویلٹ کو اوشیہ ہی عیسائی شہیدوں میں استھان ملے گا۔ ایک بڑے اونچے پادری صاحب نے مدرا نشیدھ کے ورُدھ بھاشن کرتے ہوئے کہا ہے۔

1919 میں نشیدھ کے پہلے سنیکت امریکہ کے کرشکوں کو آمدنی ساڑھے پندرہ ارب ڈالر تھی۔ 1931 میں اس آمدنی میں ساڑھے آٹھ ارب کی کمی ہو گئی۔ 1919 میں کسانوں کو جہاں ایک ڈالر کر دینا پڑتا تھا وہاں 1931 میں ڈھائی ڈالر دینا پڑا۔ اس طرح نشیدھ کے ان دس ورشوں میں وہاں کے کرشکوں کو کل پچپن ارب کی ہانی اٹھانی پڑی۔ وہاں کی سرکار کی بھی لگ بھگ پانچ ارب ڈالر کروں میں کمی آ گئی۔ اب دیکھیے نشیدھ کے کارن بیکاری کتنی بڑھی۔ 1916 میں کیول شراب کھینچنے کے لیے دس کروڑ بُشیل غلہ خرچ ہوتا تھا۔ نشیدھ کے ان سولہ سالوں میں پونے دو ارب بُشیل اناج کم پیدا کرنا پڑا۔ کیونکہ شراب کھینچنا بند تھا۔ اب یدی ایک کسان سال بھر میں ایک ہزار بُشیل اناج پیدا کر لے تو اس نشیدھ

---

1 خاص 2 خاصیت 3 ممنوع 4 مقلد 5 پیغام

کے کارن کوئی ستر ولاکھ آدمی بیکار ہو گئے۔ اور اس نشیدھ کو ویوہار[1] میں لانے کے لیے سرکار کو پچاس لاکھ ڈالر سالانہ خرچ کرنا پڑتا تھا۔

جس نشیدھ سے اتنی ہانی ہو رہی تھی اسے کیوں نہ اٹھا دیا جائے؟

خوشی کی بات ہے کہ ہمارے یوگیہ منسٹروں نے شراب کی بکری بڑھا کر اپنی دھارمک اُدارتا[2] کا پرتیچے دیا ہے۔ ہمیں آشا ہے کہ وہ بھی آنکڑوں سے دکھا سکیں گے کہ شراب کی بکری سے جنتا کا کتنا بھلا ہو گا اور وہ سرکار کی آمدنی میں کتنی وردھی ہو گی۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بیکاروں کی سنکھیا کتنی کم ہو جائے گی۔ اُچت[3] سمجھیں تو امریکہ سے اپنے اپدیشک[4] بلالیں اور جنتا میں شراب کا پروپگنڈہ شروع کر دیں۔ ہم سمجھتے ہیں ورن آشرم سنگھ میں بھی ایسے سو دو سو مہو پدیشک آسانی سے مل جائیں گے۔ آمدنی کی اس مد میں وردھی کی جتنی گنجائش ہے اتنی اور کسی مد میں نہیں۔ نمک اور آمدنی اور ڈاک آدی پر کر بڑھا کر آئے میں تھوڑی ہی وردھی ہوتی ہے اور ہائے ہائے بہت مچتی ہے۔ شراب کی بکری تھوڑے سے پروپگنڈہ سے کئی گنی بڑھ سکتی ہے۔ اور کیا مجال کوئی چوں بھی کرے!

3/اپریل 1933

مسولنی شانتی ویوستھاپک کے روپ میں

برسوں شستر[5] گھٹانے کے اسپھل پرتین[6] کے بعد اب مسٹر رام جے میکڈونلڈ اور سر جان سائمن اٹلی پہنچے ہیں۔ اور مسولنی نے ان کا دھوم دھام سے سواگت[7] کیا ہے۔ سائمن صاحب بھی خوش ہیں اور میکڈونلڈ صاحب بھی خوش ہیں، مگر مسولنی نے جرمنی کے وشے میں جو بات کہہ ڈالی اور ورسلز سندھی کی ترمیم کی جو چرچا کر دی بس سمجھ لو کہ انگریز نیتگیوں کی یہ چال بھی الٹی پڑی۔ فرانس نہ راضی ہو گا نہ شستر گھٹیں گے۔ فرانس والے پہلے ہی سے مسولنی پر اوشواس کرتے ہیں۔ اب تو اسے جرمنی کا حمایتی ہی کہیں گے۔ شستر کسی طرح نہیں گھٹ سکتے چاہے ساری دنیا زور لگا کر دیکھ لے۔

27/مارچ 1933

---

1 سلوک 2 رواداری 3 مناسب 4 ناصح 5 اسلحہ 6 ناکام کوشش 7 استقبال

جرمنی میں یہودیوں پر اتیاچار

یورپین سنسکرتی[1] کی تعریفیں سنتے سنتے ہمارے کان پک گئے۔ ان کو اپنی سبھیتا[2] پر گرو[3] ہے۔ ہم ایشیا والے تو مورکھ[4] ہیں بربر[5] ہیں۔ اسبھیہ[6] ہیں۔ لیکن جب ہم ان سبھیہ دیشوں کی پشوتا[7] کو دیکھتے ہیں تو جی میں آتا ہے یہ اُپادھیاں[8] سود کے ساتھ کیوں نہ انھیں لوٹا دی جائیں۔ ان کی وانریہ منوورتی[9] نے ابھی تک ان کا پنڈ نہیں چھوڑا۔ یہودی مالدار ہیں اور آج کل دھن ہی راشٹروں کی نیتی[10] کا سنچالن[11] کرتا ہے، مانا! روس میں کمیونزم کے پھیلانے میں یہودیوں کا ہاتھ تھا، یہ بھی مانا۔ یہودیوں نے عیسائیوں سے پرانی عداوتوں کا بدلہ لینے اور عیسائی سبھیتا کو ودھونس[12] کرنے کا بیڑا اٹھالیا ہے، یہ بھی ہم مانے لیتے ہیں، لیکن اس کے کیا معنی کہ ایک راشٹر کا سب سے بڑا انگ یہودیوں کو مٹا دینے پر ہی تل جائے۔

جرمنی میں نازی دل نے آتے ہی یہودیوں پر دھاوا بول دیا ہے۔ یہودیوں کی دوکانیں لوٹی جارہی ہیں۔ یہودیوں کی جائدادیں ضبط کی جارہی ہیں۔ یہودی ودوانوں[13] اور پدادھکاریوں[14] کا اپمان[15] کیا جارہا ہے۔ مار پیٹ خون خچر بھی ہونا شروع ہوگیا ہے اور یہودیوں کو جرمنی سے بھاگنے بھی نہیں دیا جاتا۔ چاروں اُور ناکہ بندی ہوگئی ہے۔ وہ اپنے پرانوں[16] کی رکشا نہیں کرسکتے۔ یہودیوں نے وہاں سکونت اختیار کرلی ہے۔ کئی پیڑھیوں سے وہاں رہتے آئے ہیں۔ جرمنی کی جو کچھ اُنتی[17] ہے اس میں انھوں نے کچھ کم بھاگ نہیں لیا ہے۔ لیکن اب جرمنی میں ان کے لیے استھان نہیں ہے۔ اتنا تک

---

1 تہذیب 2 تہذیب و تمدن 3 فخر 4 بیوقوف 5 وحشی 6 غیر مہذب 7 حیوانیت 8 اسناد 9 ذہنیت 10 طرز عمل 11 قیادت 12 تباہ 13 عالموں 14 عہدیداروں 15 بے عزتی 16 جانوں 17 ترقی

نہ کیا گیا کہ ان سے کہہ دیا جاتا کہ تم لوگ دیش سے نکل جاؤ۔ ان کا صفایا کر دینا ہی ٹھان لیا گیا ہے۔ ادھکار کا دُروپیوگ[1] اسی کو کہتے ہیں۔ پروفیسر آئی اسٹائن جیسے ودوانوں کو کیول یہودی ہونے کے کارن دیش سے بہشکرت[2] کر دیا گیا اور ان کی سمپتی چھین لی گئی۔ ورگ سنگرام[3] کا اس سے بھیشن[4] روپ اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس کے مقابلے میں بھارت کو دیکھیے۔ یہاں ہندو، مسلمان، عیسائی، پارسی، سب صدیوں سے رہتے چلے آتے ہیں۔ ادھر کچھ دنوں سے ہندو مسلمان کے ایک دل میں ویمنسیہ ہو گیا ہے پر اس کے لیے بھی وہی لوگ ذمہ دار ہیں، جنھوں نے پچھم سے پرکاش پایا ہے اور اُپروکش روپ سے یہاں بھی وہی پچھمی سبھیتا اپنا کرشما دکھا رہی ہے۔ سنگھرش[5] اس سبھا کا تو[6] ہے اس میں سمجھوتے کے لیے گنجائش نہیں۔ وہاں بلوان ہونے کا ارتھ ہے نربلوں کو ارکشتوں کو پیس کر پی جانا۔ فرانس نے جرمنی پر وجے پائی اور اس کا تاوان جرمنی آج تک دے رہا ہے۔ اودارتا اور ہردے کی وشالتا[7] تو جسے ان جاتیوں نے سیکھی ہی نہیں۔ جس کے پاس موٹا سوٹا دیکھا اس کی جوتیاں سیدھی کرنے لگے۔ جسے کمزور پایا اس کے سامنے شیر ہو گئے۔ یہ اور چاہے جو کچھ ہو منشیتا[8] نہیں ہے۔ یہاں لوگ سمپر دائکتا[9] کا انت[10] کر راج نیتی[11] کے آدھار پر پارٹیاں سنگھٹت[12] کرنے کے وچار کر رہے ہیں۔ لیکن کیا اس سمپر دائک سنگھرش سے وہ راج نیتک سنگھرش کم بھیشن[13] ہے؟

20/اپریل 1933

1 ناجائز استعمال 2 نکال 3 طبقاتی جنگ 4 خوفناک 5 مقابلہ 6 عنصر 7 وسیع القلبی 8 انسانیت 9 فرقہ واریت 10 خاتمہ 11 حکومتی طرزِ عمل 12 یکجا 13 خوفناک

جاپان کے حوصلے

زبردست کا ٹھینگا سر پر، یہ پرانی کہاوت، جاپان پر ٹھیک اترتی ہے۔ اس نے کوریا لیا، منچوریا لیا اب چین پر دانت لگائے ہوئے ہے۔ ورتمان یگ[1] میں جن سنکھیا کا کوئی مولیہ نہیں۔ ایک ہوائی جہاز دس لاکھ کی آبادی والے نگر کا سروناش[2] کر سکتا ہے۔ چین میں جن سنکھیا بیشک جاپان کی آٹھ گنی ہے لیکن وہ لڑائی کے سامان کہاں سے لائے جو جاپان کے پاس ہے۔ ساری دنیا ٹکر ٹکر تاک رہی ہے اور کسی کو مجال نہیں ہے کہ جاپان کے سامنے چوں کر سکے۔ لیگ آف نیشنس نے پہلے کچھ بندر گھڑکی جمائی۔ لٹن کمیشن آیا، اُنیس ممبروں کی کمیٹی آئی۔ جاپان کو سمجھانے بجھانے کی کوشش بھی کی گئی۔ مگر منوو گیان کا جانکار، پکا کھلاڑی، خوب جانتا تھا کہ لیگ کتنے پانی میں ہے۔ اس نے لیگ کو دھتا بتایا اور اب چین میں نردوند[3] ہو کر اپنا سکہ جما رہا ہے۔ انگلینڈ نے دیکھا جاپان سے لوہا لینا مشکل ہے تو سر جان سائمن نے جاپان کی کٹھنائیوں[4] اور پرستھتیوں سے ہمدردی دکھا دی۔ اٹلی اور جاپان نے تاتنی ہے۔ ان میں سے کوئی بول نہیں سکتا۔ رہ گیا امریکہ۔ وہ بھی ڈرتا ہے کہ جاپان کے سامنے آئے اور فلپائنس ہاتھ سے گیا۔ روس کی پالیسی جنتا میں جاگرتی[5] پیدا کرنا ہے۔ اور اب اسی ایک پالیسی پر سب راشٹر آس لگائے بیٹھے ہیں۔ جاپان کی جنتا کو ایسا ابھرا جائے کہ وہ اپنے ادھکاریوں کے سامراجیہ واد میں سہیوگ دینا چھوڑ دے۔ اگر جاپان چین میں پٹ جاتا تب جنتا میں سنسنی پیدا ہوتی لیکن جب جاپان کی سامراجیہ وادی[6] نیتی سپھل[7] ہو رہی ہے تو جنتا کیوں وِدروہ[8] کرنے لگی۔ جنتا میں اتنا دم ہوتا تو انگلینڈ اور

---

1 موجودہ زمانہ 2 کامل تباہی 3 بے مقابل 4 مشکلات 5 پیداواری 6 سرمایہ دارانہ نظام
7 کامیاب 8 بغاوت

فرانس اور اٹلی کیسے سنسار پر اپنا پربھتو[1] جما لیتے ہیں۔ ہاں جاپان میں بھی اسپین کی سی حالت پیدا ہو جائے تو البتہ اس کی کورروب سکتی ہے لیکن جاپان کی جنتا ابھی اپنے شاسکوں[2] سے اتنی بیزار نہیں ہے۔ پچھم والوں کو چین کے مٹنے کا تو غم نہیں لیکن یہ بھے[3] اوشیہ ہے کہ کہیں چین پر جاپان کا ادھیکار[4] ہو گیا تو پھر ایشیا میں یورپ والوں کے لیے کوئی بھوشیہ نہ رہ جائے گا۔ بلکہ یوں کہو کہ یورپ کے پربھتو کا انت ہو جائے گا۔ مگر یاد رہے کہ چاہے چین پر جاپان کا ادھیکار ہو یا نہ ہو یورپ کے پربھتو کے دن گنے ہوئے ہیں۔ جس مال کی کھپت پر یورپ کے پربھتو کا آدھار ہے اس کا بازار دن دن اس کے ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے۔ ابھی تک بھارت اور چین دوا تو اس کے ہاتھ میں تھے۔ مگر چین نکل گیا تو اکیلے بھارت رہ جائے گا اور بھارت سارے یورپ کا پیٹ نہیں بھر سکتا۔ لنکا شائر کی آدھی ملیں ابھی سے بند ہیں۔ جو شیس ہیں، وہ بھی دس بیس سال میں بند ہو جائیں گی اور وہی ہل اور کرگھا رہ جائے گا۔

10/اپریل 1933

---

1 اقتدار 2 حکمرانوں 3 ڈر 4 قبضہ

جاپان اور چین

راشٹر سنگھ چیں چیں کرتا ہی رہ گیا اور جاپان نے چین کے اتری بھاگ[1] پر اپنا سکہ بٹھا دیا۔ وہ یہ تو کہے جاتا ہے کہ میں چین کے کسی انش[2] پر ادھیکار کرنا نہیں چاہتا پھر بھی اس کی وجئی سینائیں[3] دن دن آگے بڑھ رہی ہیں اور نئے نئے نام سے نئے نئے راجیوں کی سرشٹی[4] ہو رہی ہے۔ اس کی منشا کیا یہ نہیں ہے کہ چین کو کئی سوتنتر[5] بھاگوں میں وبھاجت[6] کر کے جاپان ان پر سرپنچ بن کر راجیہ کرے؟ چین کئی سوتنتر ٹکڑوں میں ہو جانے پر سنیکت[7] ہو کر جاپان کے سامنے نہ آسکے گا اور جاپان ان کو اسی طرح نچائے گا جیسے انگریزی سرکار ہمارے راجاؤں کو نچاتی رہتی ہے۔ ادھر چینی ترکستان میں کرانتی ہو گئی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہاں جنتا نے سوویت شاسن استھاپت[8] کر لیا ہے انگلینڈ اور امریکہ کا ایسے اوسر[9] پر چپ سادھ جانا ایک رہسیہ[10] ہے۔ یہ تو ہم نہیں مان سکتے کہ آرتھک سنکٹ[11] اور اتیہ سنکٹوں کے کارن کوئی راشٹر اس دشا میں نہیں ہے کہ جاپان سے کچھ کہہ سکے۔ انگلینڈ اور امریکہ کے سوارتھ پر اگر پرتیکش[12] روپ سے کوئی آگھات[13] ہوتا تو انہیں آرتھک سنکٹ کی بالکل چنتا نہ ہوتی۔ جنتا کو چاہے جتنا کشٹ ہو رہا ہو، شاسن[14] کرتاؤں پر اس کا کوئی اثر نہیں۔ نئے نئے جہاز بن رہے ہیں، خرچ جیوں کا تیوں ہے۔ بات یہ ہے کہ چین میں بولشے وزم کا اثر بڑھتا جاتا تھا۔ اور سمبھو[15] تھا کہ دس بیس ورش میں چین اور روس دونوں ہی ایک سنیکت سوویت شاسن استھاپت کر لیتے۔ الگ الگ رہنے پر بھی ایک ہی آدرش[16] کے انوپائی[17] ہونے کے کارن ان میں وشیش آتمیتا[18] رہتی ہے۔ چین جیسے آباد اور دھن وان دیش کا سوویت میں آجانا سنسار میں اتھل پتھل مچا دیتا۔ انگلینڈ، فرانس، اور جرمنی کے بوتے کی بات نہ تھی

1 حصہ 2 حصہ 3 فوجیں 4 تخلیق 5 خودمختار 6 تقسیم 7 متحد 8 قائم 9 موقع 10 راز 11 مالی مصیبت 12 براہ راست 13 ضرب 14 حکومتی عملہ 15 ممکن 16 اصول 17 پیرو 18 قربت

کہ وہ اس پرواہ[1] کو روک لیتا۔ جاپان نے چین پر آکرمن[2] کرکے اس سمسیا[3] کو کم سے کم پچاس سال کے لیے پیچھے ڈھکیل دیا ہے۔ اور یہی کارن ہے کہ یورپ کا کوئی راشٹر چوں نہیں کر رہا ہے، سب کے سب دل میں جاپان کو دعائیں دے رہے ہیں کہ اس نے آگے آکر ان سبھوں کی لاج رکھ لی۔ رہا روس اسے سامراجیہ واد سے تو کوئی سمبندھ ہے نہیں، نہ وہ چین کو اپنے راجیہ میں ملانے ہی کا اچھک ہے، وہ تو یہی چاہتا ہے کہ چین پر چین کی جنتا کا ادھیکار ہو۔ جاپان کے سامراجیہ واد نے پورو کے چین پر دھاوا کیا ہے تو پچھم میں ترکستان کی کرانتی نے بھی حملہ کر دیا ہے۔ ان دونوں شکتیوں کے بیچ میں چین کی کیا دشا ہو گی یہی دیکھنا ہے۔

مئی 1933

---

1 دھارے 2 حملہ 3 پریشانی

سنسار کی دورخی پرگتی

دو تین سال پہلے انگلینڈ میں مجور[1] پارٹی کا ادھیکار[2] روس اور چین آدی میں سوویت کی سپھلتا[3] اور اَنیہ دیشوں میں جن پکش[4] کی پر دھانتا دیکھ کر یہ انومان[5] کیا جانے لگا تھا کہ سنسار سے سامراجیہ واد اور ویوسائے واد کا پربھتو[6] اٹھنے والا ہے۔ یا بہت تھوڑے دنوں کا مہمان ہے، لیکن یکا یک نقشہ جو پلٹا تو انگلینڈ میں سامراجیہ وادیوں کا پھر زور ہو گیا۔ جرمنی اور اٹلی میں پونجی واد[7] نے ایک نئے روپ میں اپنا چمتکار دکھایا۔ چین پر جاپانی سماج واد[8] نے دھاوا بول دیا اور ایسا جان پڑتا ہے کہ کئی سالوں تک سنسار کی یہ دورخی چال جاری رہے گی۔ ایک اور پونجی واد کا زور دوسری اور سمشٹی واد[9] کا دور دورہ۔ روس میں زارشاہی کے وناش[10] کا کارن جن پکش کا سنگٹھن ہی نہیں تھا پر ستھتیاں[11] بھی انوکول[12] تھیں۔ وہاں شاسن شکتی بہت کچھ زار کے ہی ہاتھوں میں تھی۔ زار نے جن مت کے دباؤ سے جو سنستھائیں بنا رکھی تھیں انھوں نے شکتی کا سنچے نہ کر پایا تھا۔ اور نہ ایسی پرمپرائیں بنا پائیں تھیں جن سے جنتا کو اپنے پکش کا سپھل ہونے کا بھرم ہو سکتا۔ وہاں جو کچھ تھا زار اور اس کے نوکر تھے اور اس کی سینا تھی۔ انگلینڈ اور جرمنی اور اٹلی میں راج ستا[13] جنتا دوارا[14] چنی ہوئی سبھاؤں[15] کے ہاتھ میں ہے۔ اسے کسی کرانتی سے اکھاڑ پھینکنا اسمبھو[16] ہے۔ وہاں ان سنستھاؤں نے جو پرمپرا بنالی ہے اسی کے انوسار سب کو چلنا پڑے گا۔ چاہے وہ ہٹلر ہو یا مسولنی۔ ان سنستھاؤں کے وِرودھی[17] بھی اوشیہ ہیں پر ان کے پکشپاتی[18] بھی کم نہیں ہیں اور کسی جنتا کی پرتی ندھی سنستھا کو اکھاڑ دینا راشٹر میں گرہ یدھ[19] کی گھوشنا کرنا ہے۔

مئی 1933

---

1 مزدور 2 قبضہ 3 کامیابی 4 عوامی حمایت 5 قیاس 6 اقتدار 7 سرمایہ داری 8 اشتراکیت 9 کیمونزم 10 تباہی 11 حالات 12 موافق 13 حکمرانہ 14 ذریعہ 15 اسمبلی 16 ناممکن 17 مخالف 18 جانبدار 19 خانہ جنگی

جن ستا کا پتن

جن ستا[1] کا بڑے ویگ[2] سے دنیا بہشکار[3] کر رہی ہے، روس اور پولینڈ اٹلی اور اسپین پہلے ہی کر چکے ہیں۔ اب جرمنی بھی اسے ڈنڈے مار مار کر نکالے دیتا ہے۔ کارن کیا ہے؟ ہمارا وچار ہے کہ یہ ڈکٹیٹرشپ اس جن ستا سے کہیں بڑھ کر جن ستا تمک ہے۔ اس جن ستا میں دھن ستا[4] کا میل ہو گیا تھا۔ میل ہی کیوں وہ یتھارتھ[5] میں دھن ستا ہی ہو گئی تھی۔ جس کے پاس کافی دولت ہو، وہ جنتا کے دوٹروں پر کسی نہ کسی طرح کا دباؤ ڈال کر گھسا جاتا تھا۔ دھیرے دھیرے پونجی پتیوں[6] نے اس پر پربھتو[7] جما لیا۔ یہی کارن ہے کہ ایک صدی تک جن ستا کا راج ہونے پر بھی سنسار میں سنگھرش منو ورتی دن دن بڑھتی گئی ہے۔ کہنے کو وہ جن ستا تھی، پر یتھارتھ میں وہ جنتا کو پیسنے والی چکی تھی۔ جنتا کا اس پر اتنا ہی ادھیکار تھا۔ جتنا بادلوں یا نکشتروں پر۔ جنتا بھوکوں مر رہی ہے اور اس کے کرمچاری[8] لاکھوں روپے سال ویتن[9] اڑا رہے ہیں۔ اور وہ سارا دھن جو جنتا کے بھرن پوشن[10] اور شکشن[11] میں خرچ ہونا چاہیے تھا۔ فوجوں اور نوکاؤں کے سنگٹھن[12] اور نرمان میں لٹ جاتا تھا۔ اگر آج ایک تنتر جنتا کے ہت کی رکشا کر سکتا ہے تو وہ اس جن ستا سے لاکھ درجہ اچھا ہے۔

1 مئی 1933

---

1 عوامی اقتدار 2 تیزی 3 بائی کاٹ 4 اقتصادی حالت 5 حقیقت 6 سرمایہ داروں 7 اقتدار 8 ملازمین 9 تنخواہ
10 پرورش و آرائش 11 تعلیم 12 تنظیم

آرتھک سنگھرش

اس ویوسائے[1] اور ویاپار[2] کے یگ[3] میں راشٹروں میں لڑائیوں کا مکھیہ کارن آرتھک[4] ہوا کرتا ہے۔ ہر ایک راشٹر چاہتا ہے کہ وہ ادھک سے ادھک نفع سے رہے۔ اس لیے وہ طرح طرح سے انیہ دیشوں کے مال کو اپنے دیش میں آنے سے روکتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آپس میں ویمنسیہ[5] بڑھتا ہے اور ایک دن بارود میں آگ لگ جاتی ہے۔ جاپان کا مال بھارت میں روک دیا گیا ہے۔ اب جاپان سوچ رہا ہے کہ کس طرح اس کا بدلہ لے۔ اس نے منچوکوؤں راجیہ میں انگریزی مال کے ورودھ کوئی پرتی بندھ[6] لگانے کا وچار کیا ہے۔ اس سے انگلینڈ میں بڑی کھلبلی مچ گئی ہے۔ ادھر انگلینڈ نے روس کے مال کو انگلینڈ میں آنے سے روک دیا۔ روس کی سوویت سرکار نے دو انگریزوں کو سرکار کے ورُدھ[7] شڈینتر[8] کرنے کے ابھی یوگ[9] میں سزا دے دی اور انگلینڈ کا مزاج گرم ہو گیا۔ یہاں بھارت کے کئی ویاپاری[10] ترکستان میں مار ڈالے گئے۔ اور ان کی سمپتی[11] لوٹ لی گئی۔ سرکار کو خبر تک نہ ہوئی۔ پر انگریزوں کی جان تو اتنی سستی نہیں۔ پھر دونوں انگریزوں کو کئی سال کا کاراواس ہی دیا گیا۔ پھر بھی انگلینڈ اسے نہ سہ سکا۔ اس نے روس سے ویاپارک سمبندھ[12] توڑ لینے کی دھمکی دی اور جب روس نے ان دھمکیوں کی پرواہ نہ کی تو وہ دھمکی کاریہ روپ[13] میں لائی گئی۔ اس بہشکار[14] سے روس کی بڑی ہانی ہو گی۔ لیکن کیا انگلینڈ آشا[15] رکھتا ہے کہ روس انگریزی مشینیں خریدتا جائے گا۔ انگلینڈ میں کتنے ویاپاری ابھی سے روسی مال کے بہشکار کو ناپسند کرنے لگے ہیں۔ کچھ عجیب دل لگی ہے کہ راشٹر کی سرکار تو نش شستری

---

1 معاشی 2 تجارتی 3 زمانہ 4 اقتصادی 5 تعصب 6 پابندی 7 خلاف 8 سازش 9 زمانہ 10 تاجر 11 جائداد 12 تعلق 13 عملی شکل 14 بائیکاٹ 15 امید

کرن[1] کی دہائی دیتی ہے اور اسی راشٹر کے شستر ویاپاری لڑائیوں کو اُتیجت[2] کرتے ہیں۔ کتنی ہی لڑائیاں تو انھیں شستر ویاپاریوں دُوارا ہی کھڑی کی جاتی ہیں۔ وہ اس بات کا پرو پگنڈہ کرتے ہیں کہ کس طرح دو راشٹروں میں لڑائی چھڑے جس میں ان کے مال کی خوب کھپت ہو۔ بلکہ نش شستری کرن کی وپھلتا[3] کا ایک کارن یہ بھی ہے۔ خیر اس طرح کی آرتھک[4] کھینچا تان ایک نہ ایک دن رنگ لائے گی۔ جب سے اوٹاوا سمّیلن ہوا ہے، یہ سنگھرش اور بھی پرچنڈ[5] ہو گیا ہے۔ انگلینڈ نے سوچا ہوگا ہمیں نے اپنی ماں کا دودھ پیا ہے۔ اور راشٹروں میں تو بدھو ہی بستے ہیں۔ اب امریکہ نے سونے کا بندھن اٹھا دیا تو چاروں اور ہائے ہائے مچی ہوئی ہے۔ اور مسٹر ریمزے میکڈونلڈ دوڑے ہوئے امریکہ گئے ہیں۔ ارتھک سمّیلن کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ کانفرنس کیے جاؤ جنتا کا دھن پھونکے جاؤ۔ اُدھر لے تو دس بیس لاکھ غریبوں کو توپ کا شکار بھی بنا دو۔ لیکن جب تک کرِترم[6] ساِدھنوں سے ویاپار کو سنبھالنے کی چیشٹا[7] ہوتی رہے گی اور جب تک بڑے بڑے مل مالک اور پونجی پتی بنے رہیں گے شانتی نہ ہوگی۔

8 مئی 1933

---

1 بے سلح ہونا 2 مشتعل 3 ناکامی 4 مالی 5 تیز 6 نقلی 7 کوشش

سچی راجنیتی

برٹش راجنیتی کی کچھ ایسی چالیں ہوتی ہیں جو سادھارن[1] آدمی کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ سمے پر بات پلٹ جانا، ہر ایک بات کو استھتی کی دشا تھا اوسر[2] کو ربڑ کی طرح کھینچ کر اس کو اپنے من کے انوکول[3] ارتھ[4] لگا لینا اور گھورانیائے، اور اتیاچار کو بھی نیائے تھا دیالتا[5] کی دہائی سے رنگ دینا، یہ برٹش راجنیتی کی ہی وبھوتی پرساد[6] تبیر تا[7] تھا مہتا[8] ہے۔

ہمارے سامنے برٹش راجنیتی کا سب سے سندر "پرہسن"[9] برما کے پرتھکرن"[10] کا پرشن ہے۔ آج کے چار ورش پہلے، سر چارلس اینس کی گورنری شروع ہونے کے کچھ ہی سمے بعد جسے دیکھیے وہی، جس برمی نیتا کی اور آنکھ اٹھائیے وہی اس بات کا سمرتھک[11] معلوم ہوتا تھا کہ برما کا ہت[12] اسی میں ہے کہ وہ بھارت سے الگ کر دیا جاوے وہ بھارت سے الگ ایک سنگھ بنا دیا جاوے۔ لارڈ پیل ایسے بھوت پورو بھارت سچو تھا مائیکل اوڈائر ایسے بھوت پورو[13] بھارتیہ گورنر، یہ چیحکار[14] کرتے پھرتے تھے کہ سمو چے برما میں ایک ایسا ذمہ دار نیتا نہیں ہے، جو بھارت سے الگ ہونا نہ چاہتا ہو۔

یہی نہیں، گورنر سر چارلس اینس اپنے سرکاری پکش کی نشپکشتا[15] چھوڑ کر ادھر اُدھر بھٹکتے پھرتے تھے۔ چیشٹا ایلنس کرتے پھرتے تھے کہ پرتھکرن کے سمرتھک بڑھتے جاویں۔ پہلی گول میز سمّیلن کے اوسر پر برمی پرتی ندھی[16] بھیجنے کے سمے یہ دھیان رکھا گیا کہ سبھی بھارت ورُودھی ہوں۔ اتنے پر بھی سر چارلس کو وشواس[17] نہیں ہوا اور وہ چھٹی لے کر لندن پہنچے۔ اس سمے پردھان منتری بھارت کے متر کہے جانے والے مسٹر

---

1 عام 2 موقع 3 موافق 4 مطلب 5 رحم دلی 6 تبرک 7 مہارت 8 عظمت 9 مزاحیہ ڈرامہ 10 تفریق 11 حامی 12 فائدہ 13 سابق 14 جج 15 غیر جانبداری 16 نمائندہ 17 یقین

ریمز نے میکڈونلڈ تھا گول میز کے سبھا پتی[1] لارڈ سینکے نے کہا تھا کہ یہ بات پرایہ نشچت[2] ہوگئی کہ برما بھارت سے الگ کر دیا جائے گا، کیونکہ سبھی برمی یہی چاہتے ہیں ارتھات[3] ''برٹش سرکار اس وشے میں تٹستھ[4] ہے وہ کیول برمی جنتا کی اِچھا[5] کا پالن کر رہی ہے۔''

جس سے بات یہاں تک بڑھ گئی تھی، برٹش سرکار برما کو بھارت سے الگ کرانے کے لیے اتنا پریاس کر رہی تھی بھارتیہ نیتا چپ تھے۔ کانگریس اس وشے میں مون[6] تھی۔ لبرل لیگ بھی شانت تھی۔ ان دونوں سنستھاؤں نے بڑے سوجھبوجھ[7] کے ساتھ کیول یہی گھوشت کر دیا تھا، کہ برما بھارت کے ساتھ رہے گا، اتھوا الگ، یہ نرنے سیم برمی ہی کر سکتے ہیں۔ تٹستھ رہنے کا دم بھرتے ہوئے بھی جہاں برٹش سرکار چھپے چھپے اس بات کی چیشٹا کر رہی تھی کہ برمی بھول کر بھی بھارت کے ساتھ رہنے کا نام نہ لیں، کانگریس اس وشے میں پوری طرح تٹستھ بنی رہی اور اس نے بھول کر بھی برما کو یہ یاد نہیں دلایا کہ برٹین کا برما کو الگ رکھنے کا اُتراگ کیول تین کارنٔ سے ہے۔ برماہت کی بات تو ایک آڈمبر[8] ماتر ہے۔ ایک ماتر وستو، ایک ماتر کارن جس سے انایاس[9] برٹین کو برما کاہت ''پریشان'' کر رہا ہے وہ ہے برما کا تیل، برکا چاول، برکا کوئلہ، برما کی چائے اور برما کا جہازی اَڈہ رنگون اور پرکرتی کے یہی وردان اس سے برما کے سب سے بڑے شترو[10] ہو رہے ہیں۔ انھیں کو اپنی مٹھی میں رکھنے کے لیے برما کی جنتا کو واستوک[11] ادھیکار نہ دے کر بھارت سے الگ کر دربل[12] بنا کر، برما کو پرادھین[13] رکھنے کا ''شڈ-ینتر''[14] کیا جا رہا ہے۔

یہ بات کانگریس نے برما کو نہیں سُجھائی پر اوسر چوکنے کے پہلے ہی برمی جاگ اٹھے۔ جاگ ہی نہیں اٹھے انھوں نے ایک سور[15] میں ادھیکانش[16] کی سنکھیا میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ بھارت سے الگ نہیں ہونا چاہتے۔ وہ بھارت کے ساتھ اپنا بھاگیہ سوتر[17] بھی باندھ دینا چاہتے ہیں۔ کونسل کا چناؤ ہوا۔ چناؤ میں جنتا نے ادھیکانش سنکھیا میں انھیں لوگوں کو پرتی ندھی بنا کا بھیجا جو پرتھکرن[18] کے وِرودھی تھے۔ کونسل میں پرتھکرن کے سامرتھن میں ایک پرستاوَ[19] پیش ہوا تھا۔ وہ پاس نہ ہو سکا۔ پر اتنے سے بھی

---

1 چیرمین 2 طے 3 یعنی 4 غیر جانبدار 5 مرضی 6 خاموش 7 اپنائیت 8 ڈھونگ 9 آسان 10 دشمن 11 اصلی 12 کمزور 13 تابع 14 سازش 15 آواز 16 زیادہ 17 قسمت کی لکیر 18 تفریق 19 قرارداد

برٹش سرکار کو یہ سنتوش[1] نہ ہوا کہ "برمی جنتا پرتھکرن نہیں چاہتی۔" سبھائیں ہوئیں، جلوس نکلے۔ ہر طرح سے برمی جنتا نے پرتھکرن کا ورودھ کیا، پھر بھی پردھان منتری تھا بھارت سچو[2] کی درشٹی[3] میں" یہ نرنے[4] نہیں ہوا کہ برما اصل میں کیا چاہتا ہے۔" اور اسی پرشن پر وچار[5] کرنے کے لیے برما کونسل کا ایک وشیش[6] ادھی ویشن[7] بلایا گیا، جس نے اوشیہ ہی بہومت[8] سے پرتھکرن کے ورودھ میں نشچے کر لیا ہوتا، پر سرکاری کوٹ نیتی تھا جن ہت کے شتروؤں کی دشٹ نیتی کارن ادھی ویشن کیول بھاشنوں میں سماپت کر دیا گیا۔ پرتھکرن ورودھی نیتا اپنا بھاشن یا پرستاؤ[9] جیب میں رکھ کر واپس چلے گئے۔ اور برٹش سرکار کی درشٹی میں "برما پرتھکرن یا اپرتھکرن کسی بھی بات کا نشچے نہیں کر سکا۔" بھارت سچو کر سیموئل ہور کا کتھن ہے، "جتنی ہی دیر برما اس وشے کے نپٹارے میں کر رہا ہے اتنی ہی دیر میں اس کا شاسن ودھان[10] نشچت ہوگا۔" اور بھارت کے پرایہ سبھی اینگلو انڈین پتر ایک سور میں لکھ رہے ہیں کہ "برما کی یہ کونسل اس وشے[11] میں کوئی نرنے نہیں کر سکتی کہ پرتھکرن ہو اتھوا[12] نہیں۔" اَت ایو[13] سرکار کو ترنت[14] ایک نئی کونسل بلانا چاہیے۔ یعنی نیا چناؤ کرانا چاہیے۔

پچھلے کونسل ادھی ویشن کے سمے سماچار پتروں میں تھا کونسل کے بھاشن تک میں بڑی سن سنی بھری باتیں پرکاشت[15] ہوئی تھیں۔ کہا گیا تھا کہ پرتھکرن کا سمرتھک دل گھوس[16] دے کر، پھسلا کر ڈرا کر لوگوں کو اپنے پکش میں کر رہا ہے۔ سمبھو ہے یہ پرستھتی اس چناؤ کے اوسر پر بھی ہو۔ یہ بھی سمبھو ہے کہ نئے چناؤ کی چال برما کے پرشن کو ٹالنے کی چال ہے۔ بھارت کا سنگھ نرمان روکنے کی چال ہے اور چال ہے کہ کسی طرح چار ورش پہلے والی ہوا پھر بہہ جاتی۔

برٹش راج نیتکیا[17] کی یہی "سچائی" ہے۔ وہ سیدھی سادی چال ہے۔ یہی نیائے ہے۔ ایک مہادیش[18] کے پراچین انگ کو کاٹ کر اسے گھایل کر دینے کی سچائی ہے اور اسی سچائی کے ساتھ ہمارے "سنگھ" نرمان کی چیشٹا کا شری گنیش ہوا ہے۔ اسی سے ہم کہتے ہیں کہ برٹش راجنیتی ایک دبڑ ہے۔ جو بڑی سرلتا سے گھٹایا بڑھایا جا سکتا ہے۔

برمی نیتا نئے چناؤ سے نہیں ڈرتے۔ وہ لوہا لینے کو تیار ہیں۔ برما کا لوک مت پرتھکرن کے ورودھ میں جاگرت ہوا تھا ہے۔ پھر بھی برٹین نے اپنی اصلی[19] اِچھا لوگوں کے سامنے پرکٹ کر دی ہے۔ کیا یہی سچی راجنیتی[20] ہے؟

22 مئی 1933

1 اطمینان 2 سکریٹری 3 نظر 4 فیصلہ 5 فیصلہ 6 مخصوص 7 اجلاس 8 اکثریت رائے 9 تجویز 10 دستورِ حکومت 11 بارے 12 یا 13 اس لیے 14 فوراً 15 شائع 16 رشوت 17 سیاست 18 عظیم دیش 19 رائے عامہ 20 سیاست

''ہوآ پیکو''

جاپان کی سامراجیہ پیاس سے اتنی ادھک تیورو[1] ہوا ٹھی ہے کہ تھوڑے میں اس کا پیٹ بھرنے ہی نہیں پاتا۔ اس نے پہلے اپنے پڑوسی چین کے انگ سے 'کوریا' کاٹ لیا۔ پھر منچوریا چھینا۔ اس کے بعد جیہول کا نمبر آیا اور چینی دیوال کے دکشن[2] میں، پیکنگ کے اتر میں، اپنے سنئے وجت[3] دیش کو ''ہوآ پیکو'' کا نام دے کر وہ ایک نیا راجیہ استھاپت کرنا چاہتا ہے۔ کوئی دیش کتنی وجر چیتا کر سکتا ہے، کوئی دیش اپنے پڑوسی کے ساتھ کیسی گھور دشٹتا[4] کا ویوہار[5] کر سکتا ہے کوئی دیش پرتیک سامراجیہ وادی دیش کا انت دیکھتے ہوئے بھی اتہاس سے کیسے آنکھیں موند سکتا ہے، اس کا اداہرن[6] ہے جاپان اور جاپان سے آج ہم اتنی ہی نفرت کرتے ہیں جتنے کا وہ پاتر[7] ہے۔ اور اسی لیے ہم بار بار کہتے ہیں کہ یہ کیسے سمبھو ہے کہ جاپان بھارت کی سہانبھوتی[8] کی آشا کرے۔ بھارت تھا چین کا ساتھ ہزاروں ورشوں کا ہے۔ چین کے پرتی بھارت کے ہردے میں جو آدر[9] جو شردھا[10] جو سد بھاؤ[11] تھا جو پریم ہے وہ بھارتیہ ہی جانتا ہے۔ جاپان ایک نئی شکتی ہے اور چین تھا بھارت نے جاپان کے ابھیدے[12] کو اپنے چھوٹے بھائی کی ترقی کی نگاہ سے، سہانبھوتی سے دیکھا تھا۔ اور وہی جاپان آج اپنے بڑے بھائی کا گلا کاٹنا چاہتا ہے۔ جاپان چاہتا ہے کہ چین کے سموچے مہادیش پر اپنا ادھیکار جما لے، اور بھارت کے سموچے مہادیش پر اپنا ویاپارک راج جما لے۔ بھارت چین کی طرح وربل[13] اور اشکت[14] نہیں ہے۔ یہ جاپان کا سوپن[15] ہے اور ہم جاپان کو سچیت[16] کر دینا چاہتے ہیں کہ بھارت میں جاپانی مال کی بکری کیول اسی لیے نہیں گھٹ رہی ہے کہ سرکار چنگی لگا رہی ہے۔ پر اس لیے بھی کم ہو رہی ہے کہ جنتا نے ایک آتتائی[17] دیش کا مال خریدنا پاپ سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ جاپان کا سارا دارومدار ویاپار پر نربھر کرتا ہے اور یدی ابھی تک وہ اندھا بنا ہوا ہے تو بھول کر رہا ہے۔

22 مئی 1933

---

1 بھڑک 2 جنوب 3 مفتوح 4 کمینہ پن 5 سلوک 6 مثال 7 اہل 8 ہمدردی 9 عزت 10 عقیدت 11 نیک نامی 12 عروج 13 کمزور 14 بے طاقت 15 خواب 16 خبردار 17 ظالم

بھاوی مہاسمر[1]

مسٹر لائیڈ جارج کے شبدوں میں دن پرتی دن[2]۔ مہاسمر کے وِرودھ میں جتنی باتیں کی جاتی ہیں اتنی ہی ادھک تیاری آگامی[3] مہاسمر کے لیے کی جا رہی ہے۔ یہ مہایدھ[4] کہاں سے شروع ہوگا یہ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ اس کا کارن پرتیک[5] دیش کا اپنا پڑوسی کے پرتی اتنا گھور اوشواس ہے کہ کسی کے اوشواس اتھوا وِرودھ کی تلنا[6] سمتا[7] نہیں کی جا سکتی۔ جاپان کا روس کے پرتی دربھاؤ[8] امریکہ سے بیر تھا چین کے پرتی ''گھرنا''[9] کا جتنا ہمیں گیان ہے، اتنا ہی ہم برٹش جاپانی پرتی دوندتا، برٹش امریکن نوسینک[10] تھا آرتھک ہوڑ اور جرمن فرینچ بیر، اٹالین آسٹرین ین وِرودھ یا مدھیہ یورپ کی چھوٹی تھا بڑی شکتیوں کا من مٹاؤ بھی جانتے ہیں۔ کس کا ورودھ کس سے کتنا تیور ہو جائے گا یہ نہیں کہا جا سکتا پر یہ نرووِاد[11] ہے کہ یورپ یا ایشیا جہاں بھی کہیں سمر کی آگ پھوٹے گی وہ اتنی بھینکر ہوگی کہ اپنی لپٹوں میں سب کو سمیٹ لے گی۔

لڑائی کے لیے ایندھن تیار ہے۔ پرتیک راشٹر کی پرجا گھور درویہ[12] تھا ہاہا کار کی لہروں میں بھوشیہ کی بنا کلپنا[13] کیے لکشیہ[14] کا بنا وچار کیے بہتی چلی جا رہی ہے۔ یدی[15] اس لہر میں سبھیتا[16] کے بھوتک[17] وکاس[18] کے بوجھ سے لدی کوئی نوکا بھی ہے تو سیم ڈوبتی جا رہی ہے۔ کوئی سہارا نہ دیکھ کر ہر ایک راجیہ جنگی کی دیوار سے، دوسرے کے اپہرن[19] سے اپنی رکشا کر، دوسرے کا سنہار[20] کرنا چاہتا ہے۔ سنہار نہ چاہتا ہوا بھی راجیہ، انایاس دوسرے کا سنہار کرتا ہی ہے۔ بنا پرائے کا ویاپار چوپٹ کیے اپنا ویاپار کیسے پنپے گا؟ بنا پرائے کا سونا چھینے اپنے یہاں سونے کا ڈھیر کیسے لگے گا؟ اس پرکار ایسی سبھیتا میں،

---

1 آئندہ جنگِ عظیم 2 روز بروز 3 آئندہ 4 جنگِ عظیم 5 ہر ایک 6 مقابلہ 7 برابری 8 بر اسلوک 9 نفرت 10 بحری فوجی 11 متنازعہ 12 سخت مفلسی 13 تصور 14 مقصد 15 اگر 16 تہذیب 17 مادی 18 ترقی 19 اغوا 20 خاتمہ

جس میں مائمک تھا اِچھا کو ڈھیل دیا گیا ہے۔ "کیا چاہیے" کہ بھاونا[1] شونیہ ہو کر "جو ملے وہی چاہیے" کا وچار[2] اتنا بندھن مکت[3] ہو گیا ہے کہ ہماری پر جاوِویک[4] بدھی پر کیول اِچھا کا ہی راجیہ ہے۔ ہم اِچھا کرتے ہیں کیول اِچھا کے لیے پریتن کرتے ہیں۔ کیول اِچھا کے لیے۔

اس لیے اِچھا پورک[5] سبھی استروں شستروں کا سنچے[6] ہو رہا ہے کیونکہ بھوتکی[7] اِچھا اتنی سیمت[8] وستو ہے کہ یدی سبھی اِچھا کریں گے تو سب کی اِچھا کی وستو ایک ہی ہو جائے گی اور پھلتا[9] اپنی اِچھا پوری کرنے کے لیے دوسرے کی اِچھا کچل دینی پڑے گی۔ اسی کچلنے کے لیے ہتھیاروں کی ضرورت ہے اور اپنی جان پیاری ہوتے ہوئے بھی اپنے وکاس کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان سادھنوں[10] کو اپنایا جائے، استو[11] سامراجیہ لِپسا اس سے ہماری اِچھا کا کیندر ہے۔ سامراجیہ وِرودھی روس بھی چاہتا ہے کہ زمانہ 'سویٹ' ہو جائے۔ اسے "وچار کا سامراجیہ" چاہیے۔ ات ایو اِچھا سنگھرش' دردرے تھا بھوتکتا کے کارن لڑائی کی سامگری[12] پرتھوی کی تھال پر پڑی ہوئی ہے۔

تب لڑائی کیوں نہیں ہوتی؟ اسی لیے کہ ہر ایک ایک دوسرے سے اتنے سشنکت[13] ہیں کہ اپنے متر پر بھی سنکٹ کے سمے بھروسہ نہیں کر سکتے۔ جاپان روس سے لڑنا چاہتا ہے پر اسے امریکہ کا بھے ہے، برٹین نہیں چاہتا کہ امریکہ جاپان کو دبا دے۔ ات ایو امریکہ چین کے معاملے میں ہستکشیپ[14] نہیں کر سکتا۔ فرانس جرمنی کو کچلنا چاہتا ہے پر اسے اب انگلینڈ کی مترتا کا بھروسہ نہیں اتیادی[15]۔ ایک دوسرے کے سوارتھ آپس میں ایسے سمبدھ ہیں ایک دوسرے کا ہت ایسا گتھا ہوا ہے کہ کوئی نہ تو کسی کو اپنا متر کہہ سکتا ہے نہ شترو[16] پھر بھی اوشواس[17] کے اس یگ میں پارسپرک[18] اوشواس ہی یدھ کو روک رہا ہے۔ ورنہ یدی دو راشٹر بھی اپنے ایکیہ[19] کو پوری طرح سمجھ لیں۔ تو آج وہ تال ٹھوک کر میدان میں کود پڑنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔

استو! لڑائی کی بھیشن[20] تیاری ہو رہی ہے۔ مسٹر سی۔ آئی۔ ایم جوڈ نے حال ہی میں اپنے ایک ویاکھیان[21] میں کہا تھا کہ پچھلے ورش، مہاسمر کی تیاری میں سمے 27 راشٹروں کا کل ملا کر اٹھانوے کروڑ پونڈ (ایک پونڈ 15 روپے کا ہی جوڑیے گا) خرچ ہوا، یعنی جب سے عیسائی سموت چلا ہے۔ (عیسا کی

---

1 جذبات سے عاری 2 خیال 3 بری 4 عقل فہم 5 خوشی 6 ذخیرہ 7 مادی 8 محدود 9 نتیجتاً 10 ذرائع 11 لہذا 12 ساز و سامان 13 مشکوک 14 دخل اندازی 15 وغیرہ 16 دشمن 17 ناقابل بھروسہ 18 آپسی 19 اتحاد 20 زبردست 21 تقریر

مرتیو کے بعد سے) پرتی منٹ پیچھے ایک سونے کا پونڈ سولہ روپے۔ آج کل تیرہ چھ آنے لڑائی کے سامان پر ایک ورش میں خرچ ہو گیا۔ یہ سنکھیا اس سے کی ہے جب دنیا کے بیکاروں کی سنکھیا جنیوا کے "مزدور دفتر" کے انوسار اٹھارہ کروڑ ہے۔

ایک اور یہ ویہ[1] ہے دوسری اور ہمارے راجنیتک جنیوا میں بیٹھ کر نی شستری کرن سمیلن کر رہے ہیں۔ کنتو[2] یدی[3] بھوتک بھیتا کی پرگتی یہی رہی تو سمر ہوگا۔ اوشئے ہوگا اور منووگیان[4] کے پرکانڈ پنڈت مسٹر ٹیسلے کے متانوسار "کچھ تھوڑے سے راجنیتک ایک میز کے چاروں اور بیٹھ کر ایک ایسی کریا شیل[5] یوجنا کبھی نہیں بنا سکتے، جو لڑائی کو سماپت کر، راشٹریہ پرتی اسپردھا[6] کو ٹھنڈا کر ایک واستوک[7] جنیو وشو یتر[8] کی رچنا کر دے گا۔" (نیو سائیکولوجی 243-21) مہا سمر کا ندان ہے۔ وشو پریم ایک بار وشو پریم کھو کر وشو بیر کی سمورن تا کے بعد ہی وہ وستو پنہ جنم لے گی۔

22 رمئی 1933

---

1 خرچ 2 لیکن 3 اگر 4 علم نفسیات 5 خیال مس 6 رقابت 7 حقیقی 8 دنیاوی تعویز

لندن کا آرتھک سمیلن [1]

لندن میں آرتھک سمیلن کی تیاریاں بڑی دھوم دھام سے ہورہی ہیں۔شاید اتنا بڑا سمیلن اس کے پہلے نہ ہوا ہو۔اس میں ساٹھ راشٹروں کے پچیس سو پرتی ندھی [2] ہوں گے۔سمیلن کیا ہوگا۔اچھا خاصہ میلا ہوگا۔مگر سمیلن کرے گا کیا؟ پرانا انبھوتو یہ بتلا رہا ہے کہ دس پانچ لاکھ روپے خرچ کرنے اور گپ شپ کرنے کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔اس طرح کے تین سمیلن بڑی لڑائی کے بعد سے ہو چکے ہیں۔یہی پرشن ان کے سامنے بھی تھے۔پر ان میں کچھ بھی طے نہ ہوسکا۔کیا اس بار جو پرتی ندھی آئیں گے،وہ زیادہ اونچے دل اور دماغ کے آدمی ہوں گے؟ جب پرتیک [3] راشٹر اپنے پڑوسی کا گھر لوٹ کر اپنا گھر بھرنا چاہتا ہے، جب دوسرے کا مال روکنے کے لیے طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کی جارہی ہیں، جب شاسن [4] اور سینا [5] کے ویے [6] میں کوئی راشٹر کفایت نہیں کرنا چاہتا، جب انگلینڈ نے اوٹا سمیلن میں سرکشن [7] کے سدھانت [8] پر عمل کرنا شروع کردیا ہے، جب سونے کے لیے چاروں اور لوٹ مچی ہوئی ہے،تو ہمیں تو آشا نہیں کہ اس سمیلن سے بھی دو چار اچھے اچھے پرستاؤ [9] کرنے کے سوا اور کچھ ہوسکے۔مسٹر لائیڈ جارج نے اس سمیلن کی چرچا کرتے ہوئے ایک جلسے میں کہا ہے۔سمیلن کے پرتی ندھی' ایک دوسرے کی اور دیکھ کر مسکرانے کے سوا اور کچھ نہ کریں گے۔'' اور یہی ہوتا ہے۔امریکہ انگلینڈ کی تعریف کرے گا۔انگلینڈ امریکہ کی،خوب دعوتیں اڑیں گی، جلسے ہوں گے، پرجا [10] کا دھن اڑایا جائے گا اور لوگ اپنے اپنے گھر کی راہ لیں گے۔

12/جون 1933

---

1 اقتصادی کانفرنس 2 نمائندے 3 ہر ایک 4 حکومت 5 فوج 6 اخراجات 7 تحفظ 8 اصولوں 9 تجاویز 10 رعایا

ایران سے برٹین کی سندھی

ایران پر بہت دنوں سے روس اور برٹین دونوں دانت لگائے ہوئے ہیں۔ رضا شاہ کے پہلے انگریزی پر بھاؤ[1] وہاں بہت بڑھ گیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنتا میں سن سنی پھیلی اور اس ایرانی سرکار کا انت[2] ہو گیا۔ اب خبر ہے کہ رضا شاہ پھر برٹین سے سندھی[3] کرنے جا رہے ہیں۔ جس کا اندیشہ[4] یہ ہے کہ ایران میں روس کا پر بھاؤ نہ بڑھنے پاوے۔ اس سندھی کی چند شرطیں ایسی ہیں کہ اگر واستو[5] میں ایرانی سرکار ان شرطوں کو سویکار[6] کر رہی ہے تو اس کی سوادھینتا[7] ہی ختم ہو جاوے گی۔ جیسے انگریزی رعایا کے ساتھ ہر ایک آرتھک[8] ویوستھا میں رعایت یا سینک[9] سنگٹھن میں انگریزوں کی مدد۔ ہمیں تو آشا نہیں کہ ہز میجسٹی رضا شاہ اس طرح کی اپمان[10] جنک صلح کریں گے۔ لیکن دھن[11] کی انھیں ضرورت ہے اور اس دباؤ میں بڑی شکتی[12] ہے۔

19/جون 1933

---

1 اثر 2 خاتمہ 3 معاہدہ 4 مقصد 5 حقیقت 6 قبول 7 آزادی 8 اقتصادی انتظام 9 فوجی تنظیم 10 قابل توہین 11 روپیوں 12 طاقت

نیک نیتی

لندن میں وشو[1] آرتھک سمیلن[2] ہو رہا ہے۔ سمیلن کا کام اب چھوٹی چھوٹی سمیتوں[3] میں بٹ گیا ہے اور ایک سمتی ارتھ درویہ مدرا اتھا دھاتو نیتی پر وچار کر رہی ہے دوسری سمیتی رن[4] و نیم آدی کی سمسیا کو سلجھانے کی چیشٹا کر رہی ہے۔

دھاتو کا پرشن بڑا ٹیڑھا ہے۔ کسی دیش میں چاندی کی مدرا ہے کسی میں سونے کی۔ کہیں یہ نوٹ کا چلن زیادہ ہے، کہیں پر بینک کی ہنڈیاں بینک کے نام ہنڈیاں چیک کا کام کرتی ہیں جب ہر ایک دیش میں آپس میں لین دین کا سوال آتا ہے تو بڑی گڑبڑ پیدا ہو جاتی ہے کسی دیش کے پاس نوٹ بہت ادھک ہیں پر اس کے پیچھے سنچت[5] کوش[6] بہت کم ہے تب کیا ہوگا؟ کسی دیش کے پاس چاندی کا روپیہ ہے پر کہیں پر بھارت کی طرح روپے میں گیارہ آنے چاندی ہے۔ کہیں ڈالر کی ادھک مولیہ[7] ہے۔ کہیں پر بینک کے نوٹوں کا چلن بہت ہے۔ پرانیک کارنوں[8] سے سرکار بینک کی ساکھ کی گارنٹی نہیں دے سکتی۔ کس حساب سے بھگتان کیا جائے۔ کس حساب سے نقد ویوپار کیا جائے۔ مان لیجیے کہ جرمنی نے امریکہ سے چار لاکھ مارک کا مال خریدہ۔ جرمنی کا مارک امریکہ میں نہیں چلتا۔ اس لیے جرمنی کو چار لاکھ مارک ایکسچینج بینک میں بھیج دینا ہوگا۔ بینک اپنا کمیشن کاٹ ڈالر کے روپ امریکہ کا مولیہ چکا دے گا۔ یدی امریکن ڈالر سستا پڑا تو مارک کی کم ماترا[9] ڈھونی پڑے گی۔ پھل یہ ہوگا کہ امریکہ کا مال جرمنی میں سستا پڑے گا۔ جرمنی ترنت[10] امریکن مال منگانے لگے گا۔ اب سیم جرمن ویوسائے[11] کو امریکہ کی پرتی اسپردھا سے ہانی اٹھانی پڑی۔ اس لیے وہ ترنت کڑی چنگی کی دیوال اٹھا کر امریکن مال مہنگا کر دے گا۔ جو کام مدرا نہ کر سکی وہ کام چنگی کی دیوال نے کیا۔ فرانس کی مدرا مہنگی ہے۔ مارک کے روپ میں مہنگی پڑتی ہے، اس لیے

---

1 عالمی 2 اقتصادی کانفرنس 3 تنظیموں 4 تبادلۂ ارض 5 جمع شدہ 6 خزانہ 7 قیمت 8 وجوہات 9 مقدار 10 فوراً 11 تجارت

فرانس کو امریکن ڈالر کے سستا ہونے سے بڑی ڈاہ ہوگی۔ وہ چیشٹا[1] کرے گا امریکہ کے ڈالر کا بھاؤ گر جائے۔ جو کام ارتھ شاستری[2] نہ کریں گے وہ کام استھانیہ[3] قانون کرے گا۔ ونے[4] کی در[5] بڑھا دی جائے گی۔

بھارت کا روزگار چوپٹ کیوں ہوا؟ پونڈ کو روپے کی پونچھ سے باندھ دیا گیا۔ ولایتی مال بھارتیوں کے لیے سستا پڑنے لگا۔ وشو سمیلن کی نوبت ہی کیوں آئی؟ امریکہ نے سورن مدرا[6] کا پری تیاگ[7] کر دیا۔ ڈالر کا دھاتو درویہ کم کر دیا۔ ڈالر سستا ہو گیا۔ امریکن مال کے یورپ میں اتر آنے کی آشنکا[8] ہوگئی۔ پونڈ اسٹرلنگ کا راجیہ لٹ گیا۔ سمیلن کا دچار پہلے سے تھا ہی، ترنت اس کی تیاری کی گئی۔ انگلینڈ تو کام سیدھی چال سے نہیں کر سکتا، وہ کام ٹیڑھی چال سے کرتا ہے۔ صدیوں سے برٹش راجنیتی امریکن راجنیتی کو پراجت[9] کرتی آرہی ہے۔

استو، اس لیے سنسار کے ویاپار[10] کی، ویوسائے[11] کی ساری گڑبڑی کا ایک کارن ہے۔ دھاتو کا اسنتلن[12]۔ درویہ[13] کا انیمت[14] ہونا، ایک انتر راشٹریہ مدرا کا ابھاؤ[15]۔ اسی سے چنگی کی دیوال اٹھتی ہے، اسی سے ویوسائے چوپٹ ہوتا ہے اسی سے رن کا بھگتان ٹھیک سے نہیں ہو پاتا، اسی سے آپسی لین دین میں گڑبڑی ہوتی ہے۔ اس لیے بھارت کے گاندھی آشرم نے یہاں تک صلاح دی ہے کہ پچھلے یگ کی ''چیزوں دوارا چیزوں کے پری ورتن'' کی پرنالی کو لوٹ چلیں۔ پر اس پرنالی پر لوٹ جانے کے لیے سبھیتا کی پرگتی کے کئی پنے پھاڑ کر پھینک دینے ہوں گے۔ ادیوگک[16] سنسار میں وستو دوارا وستو کا ونے سمبھو نہیں ہے۔ ونے یا پری ورتن اس چیز کا ہوتا ہے جو اپنے پاس نہ ہو۔ آج نیم تو یہ ہے کہ وستو کہیں بھی بنائی جاتی ہو وہ اپنے یہاں بنا لینا۔ ایسی دشا میں وہ نیم اب اسمایک[17] اور اسمبھو ہے۔

اوپر ہم نے یہ لکھ دیا کہ دھاتو[18] ہی سب سے مہتو پورن وستو ہے۔ دھاتو کا نرنے ہی وشو آرتھک سمیلن کی سب سے بڑی سمسیا، سب سے بڑی کٹھنائی، سب سے بڑی وپتی[19] ہے۔ یدی اس کا نرنے نہ ہو سکا تو انیے نرنے بیکار ہیں۔ اس لیے یہ کہا جاتا ہے کہ دھاتو سمتی[20] سب سے مہتو پورن سمتی ہے اور اسی کے نرنے پر سمیلن کی بہت بڑی سپھلتا نربھر کرتی ہے۔

---

1 کوشش 2 عام اقتصادیات 3 مقامی 4 تبادلے 5 شرح 6 طلائی سند 7 ترک 8 اندیشہ 9 مغلوب 10 تجارت 11 کاروبار 12 نا تناسب 13 مال و دولت 14 بے قاعدہ 15 کمی 16 صنعتی 17 خلاف قوانین 18 معدنی اشیاء 19 پریشانی 20 معدنی اشیاء

کنٹو کیا یہ سمبھو ہے کہ دھاتو سمتی یا مدرا سمتی کسی پرکار کا سرومانیہ[1] نرنے کر سکے۔ سنیکت راجیہ امریکہ اپنے گھریلو ویاپار نیتی کے لیے جو نئے نیم بنا رہا ہے، وہ بھی اس ڈھنگ کے ہیں، جن سے یہ اسپشٹ[2] ہو جاتا ہے کہ لندن کا نرنے جو کچھ بھی ہو، واشنگٹن کی نیتی جیوں کی تیوں، اپنی من مانی کرتی رہے گی۔ اس وشے[3] میں سماچار پتروں میں انیک شنکائیں[4] پرکٹ کی گئیں، انیک لیکھ لکھے گئے، اتہ امریکہ پرتی ندھی سینیٹر کورڈیل ہل نے ایک وکتویہ[5] پرکاشت کر اس پرکار کی شنکا کا سمادھان[6] کرنا چاہا ہے، کہ امریکہ کی راشٹریہ ارتھ[7] نیتی تتھا انتر راشٹریہ ارتھ نیتی میں کوئی سامنجسیہ[8] نہیں ہے پر آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ”میری سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ راشٹریہ ارتھ سنکٹ کو حل کرنے کے لیے جو نوین کاریہ کرم اپنایا جا رہا ہے، اس میں ان سبھی راشٹروں کا سہیوگ کیوں نہ پراپت ہوگا جو انتر راشٹریہ سدبھاؤ کو ہی ہر دے سے چاہتے ہیں۔ یہ راجنیتک بھاشا ہے اس کا شدھ ارتھ یہ ہے کہ امریکہ اپنی گرہ نیتی کو انتر راشٹریہ ادھار سے زیادہ مہتو دیتا ہے۔ مسٹر ہل کا یہ کہنا ہے، کہ ویاپارک بادھائیں دور کرنے کا نیم پرتی ندھی منڈل کے امریکہ کے روانہ ہونے سے پہلے بن چکا تھا۔ سنیکت راجیہ کا بھولا پن نہیں ثابت کرتا۔ اس سے تو یہی سدھ[9] ہوتا ہے کہ پرتی ندھی منڈل کے روانہ ہونے سے پہلے سے ہی وہ امریکہ نے اپنی من مانی کرنے کی سوچھتا دکھلا دی ہے۔

دوسری اور فرانس ہے۔ فرانس کی مہا سبھا میں ایک پرستاؤ پیش کیا گیا ہے، کہ وشوارتھ سمیلن کی بیٹھک تب تک استھگت کر دی جائے جب تک ”اسورن[10] مدراؤں کا مولیہ سنتل[11] نہ ہو جائے“۔ لندن کی یہ بھی رپورٹ ہے کہ فرنچ ارتھ منتری نے فرانس کی اور سے یہ اسپشٹ کر دیا ہے کہ سمیلن کی کوئی کارروائی کرنے سے پہلے ڈالر کا مولیہ نردھارت کر لینا چاہیے تب ہی کوئی دوسرا کام آگے بڑھ سکتا ہے رائٹر کا سمواد[12] ہے کہ۔ ” اس پرستاؤ کا یہ ارتھ نہیں ہے کہ فرانس اپنے کو سمیلن سے ہٹا رہا ہے۔ “ پر اچھا کریا کی جننی[13] ہوتی ہے۔ کلپنا کے بھیتر ایک تتھیہ[14] چھپا رہتا ہے۔ فرانس کے من میں ایک بات بیٹھ گئی ہے۔ وہ شروع سے ہی چھیڑ چھاڑ کر رہا ہے۔ سب قرضداروں نے امریکہ کو پرسن کرنے کے لیے جون کی قسط کا کچھ انش پٹا گیا ہے۔ فرانس نے پچھلے دسمبر، تتھا اس جون تک قسط کا ایک ٹکڑا بھی نہیں دیا ہے۔ فرانس جانتا ہے کہ امریکہ اپنا قرض وصول کرنے کے

---

1 سب کے قابل قبول 2 ظاہر 3 موضوع 4 اندیشے 5 اعلان 6 حل 7 اقتصادی اصول 8 مطابقت 9 ثابت 10 غیر طلائی 11 قیمت کا تناسب 12 رپورٹ 13 ماں 14 حقیقت

لیے بیتا نہیں بھیج سکتا۔ اس لیے جب شرارت اور چھیڑ چھاڑ سے لابھ ہوسکتا ہے۔ تو پھر وہی کیوں نہ کیا جاوے۔

برٹش سرکار سیم سمیلن بھنگ کرنے کی بدنامی نہیں لینا چاہتی ہے۔ لندن میں سمیلن بلاکر، لندن سرکار دوارا اس کا بھنگ ہو جانا اسے ابھیشٹ نہیں ہے۔ اسی لیے اس نے اپنے پٹھوؤں سے سمیلن کے مارگ میں روڑے اٹکانا پرارمبھ کر دیے ہیں۔ بھارت کی اور سے ''زبردستی پرتی ندھی'' بن جانے والوں نے ایک آویدن[1] پتر پرکاشت کیا ہے۔ اس میں انھوں نے اسپشٹ کر دیا ہے کہ۔ ''آشا ہے کہ سمیلن میں اس پرکار کا کوئی نرنئے نہ ہوگا جس سے دیش کو اپنی چنگی نیتی کو سوادھینتا پوروک برتنے کی آزادی میں بادھا[2] پرتیت[3] ہوگی۔'' بھارت کی چنگی نیتی کا پردھان اددیشیہ ہے۔ برٹش وستو سنرکشن[4]۔ بس اس گھوشنا کی آڑ میں جو اصلیت چھپی ہوئی ہے، وہ اس سے صاف معلوم ہو جاتی ہے۔ وگپتی نے چھپے شبدوں میں ''اوٹاوا[5] کے سمجھوتے کو اکالیہ رکھنے کی نیتی'' کی گھوشنا کر دی ہے۔

بس۔ ''سنرکشن'' ایک اور ہوگا۔ دوسری اور سمجھوتہ ہوگا۔ یہ دونوں باتیں اسمبھو ہیں۔ ایسے وشے پر بنا کھلے دل سے وچار کیے کسی نرنئے پر پہنچ جانا اسمبھو ہے اسمبھو ہے کوئی سرومانیہ[6] سمجھوتا ہونا۔ اسمبھو ہے کوئی لوک ہت کاری[7] سودھان[8] بنانا۔ وساد ھیہ ہے کوئی ایسا طریقہ چالو کرنا جس سے سب کو لابھ ہو سنسار کا کلیان تبھی ہوسکتا ہے جب سنکچت راشٹریتا کا بھاؤ چھوڑ کر دیا یک[9] انتر راشٹریہ بھاؤ سے وچار ہو۔ وشو سمیلن میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھ پڑتی۔ اوپر ہم نے کیول تین ہی اداہرن دیے ہیں ایکاگر[10] بھاؤ سے اور اداہرن دینا اسمبھو ہے۔ پھر بھی ان سے یہ پتا چل جاتا ہے کہ سمیلن کے پرتی ندھیوں کی نیت ہی صاف نہیں ہے، نرنئے کیا ہوگا؟

3/جولائی 1933

---

1 مرضی 2 مزاحمت 3 محسوس 4 تحفظ اشیاء 5 قطعی 6 مکمل قابل قبول 7 عوامی فائدہ مند 8 قانون 9 وسیع 10 محو خیال

آیرلینڈ کی استھتی

آیرلینڈ میں اس سے کافی اتھل پتھل مچی ہوئی ہے۔ برٹین سے سوتنتر ہونے اور پرجاتنتر کی گھوشنا کے لیے راستہ صاف کرنے کے اُدّیشیہ [1] سے نو دس اگست کو راشٹرپتی ڈی ویلرا آئرش پارلیمنٹ میں کچھ بل پیش کرنے والے تھے۔ ان بلوں کو دیکھ کر ڈی ویلرا کے وِرودھی کاسگریو دل والے سمجھ گئے کہ یدی یہ سوی کرت [2] ہو گئے، تو پھر آیرلینڈ کی ورتمان [3] سرکار کو پرجاتنتر کی گھوشنا کرنے میں دیر نہ لگے گی۔ اسی سے انھوں نے اپنے من میں یہ نشچے کرلیا کہ ہم۔ جہاں تک ہو ان بلوں کو ''ڈیل'' میں پیش ہی نہ ہونے دیں گے۔ 9/ اگست کی رات والی بیٹھک میں انھوں نے اتنا شورغل مچایا کہ ڈی ویلرا کو بادھیہ [4] ہو کر پارلیمنٹ کا ادھی ویشن [5] 27/ ستمبر کے لیے استھگت [6] کر دینا پڑا۔

ادھر کاسگریو دل کے اَتی رکت ایک دل اور ڈی ویلرا کا وِرودھی بن گیا ہے۔ یہ فارسسٹ سدھانتوں کے انویائی نیلے کرتے والوں کا دل ہے۔ اس دل نے ایکا یک اتنی شکتی کیسے پراپت کرلی یہ آشچریہ کی بات ہے۔ اس کے نیتا جنرل اَوڈفی نے حال ہی میں ایک گھوشنا نکالی تھی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ 31/ اگست کو ''بلوشرٹس نیشنل گارڈ'' (نیلے کرتے والی راشٹریہ سنرکشک سینا) پریڈ اودشیہ کرے گی۔ چاہے ڈی ویلرا کی سرکار اس میں بادھا ہی کیوں نہ ڈالے۔ ڈی ویلرا نے سارو جنک شانتی کے لحاظ سے پریڈ کی مناہی کر دی تھی، اتہ ایسا پرتیت ہو رہا تھا 13/ اگست کو بھی بھیشن ادستھا اتپن ہوئے بنا نہیں رہ سکتی۔ کنتو سرکاری سینا کا سدرڑھ پربندھ دیکھ کر جنرل اَوڈفی نے پریڈ کرنا استھگت کر دیا اور دیش کے سو بھاگیہ سے اشانتی کی آشنکا دور ہو گئی۔ اس سے تو سنکٹ ٹل گیا ہے کنتو سمبھو ہے کاسگریو دل کے ساتھ مل کر یہ لوگ پنہ کوئی اُپدرو کھڑا کریں۔ دیکھیں وہاں استھتی اب کیا رخ دھارن کرتی ہے۔

21/ اگست 1933

---

1 مقصد 2 منظور 3 موجودہ 4 مجبور 5 اجلاس 6 ملتوی

امریکہ میں کرشک وِدرُوہ

اس مندی میں سب سے زیادہ چوٹ کسانوں کو لگی ہے اور کرشی پردھان دیشوں میں کسانوں میں ایک پرکار کا وِدروہ پھیلا ہوا ہے۔ امریکہ کا سب سے بڑا ویوسائے کھیتی ہے۔ اور کرشک وِدروہ نے وہاں بھینکر روپ[1] دھارن[2] کر لیا ہے۔ پیداوار کا مولیہ کم ہو جانے کے کارن وہاں کے آدھے سے زیادہ کسان قرضدار ہو گئے ہیں اور ان کی جائدادیں نیلام ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ 1929 میں پینتالیس ہزار آراضیاں نیلام ہوئیں 30 میں چھ ن ہزار 31 میں ایک لاکھ اور 32 میں ڈیڑھ لاکھ آراضیاں زمینداروں کے پیٹ میں سا گئیں۔ امریکہ میں ساٹھ لاکھ کاشتیں ہیں۔ ان میں آدھی رہنداروں کے ادھیکار میں ہیں۔ آراضیوں پر کل رن نو ارب ڈالر ہے۔ 1920 میں ساڑھے تیرہ ارب کی آئے[3] ہوئی تھی۔ 1932 میں وہ کیول سوا پانچ ارب کی رہ گئی۔ ارتھات[4] روپیہ میں چھ آنے۔ قرض پر کسانوں کو پچاس کروڑ ڈالر سود دینا پڑتا ہے۔

برسوں تک بیچارے امریکن کسان گورنمنٹ سے سہائتا کی آشا کرتے رہے۔ گورنمنٹ نے کئی بار ان کے اُدّھار[5] کا پریتن[6] کیا، پر وہ بھی پریتن اَسپھل[7] ہو گئے۔ اب مجبور ہو کر انھوں نے اپنے اُپایوں[8] سے کام لینا شروع کیا اور یہ اپائے زیادہ سپھل ہو رہے ہیں۔ اپنے گٹ باندھ کر کئی شہروں کی سڑکوں کی ناکہ بندی کر دی اور دیہاتوں سے جو سامان نگر میں آتا تھا، اسے روک دیا۔ جہاں ضرورت پڑی وہاں پشتول سے بھی کام لیا۔ اس میں انھیں پوری سپھلتا تو نہیں ملی، پر وہ بالکل اسپھل بھی نہ رہے۔

پر دوسرا اپائے اس سے کہیں زیادہ سپھل ہوا۔ کرشی پردھان پرانتوں میں کسانوں نے نیلاموں

---

1 خطرناک شکل 2 اختیار 3 پیداوار 4 یعنی 5 رہائی 6 کوشش 7 ناکام 8 تدابیر

کو روکنے کے لیے ایک شگفت[1] آندولن جاری کیا۔ ایک بیا کمپنی نے ایک جائداد نیلام کرنی چاہی پر کسانوں کا ایک دل استھان پر جا پہنچا اور کرمچاریوں کو بھگا دیا۔ نیلام استھگت کر دینا پڑا۔ اس آندولن کا پھل یہ ہوا کہ 5391 کے لیے آئی اُودا پرانت کی ویوستھا پک[2] سبھا نے آراضیوں کا نیلام ہونا بند کر دیا ہے۔

کانساس پرانت میں جب عدالت نے آراضی نیلام کرنے کی تیاری کی تو کئی سو درشک[3] جمع ہو گئے۔ اور اسے پھانسی دے دینے کی دھمکی دی، بیچارہ قرق امین اپنی جان بچا کر بھاگا۔ نبر اُس کا اور اُودھیو پرانتوں میں ہر ایک گاؤں میں ورکشوں[4] سے پھندے لگے رہتے تھے کہ جیوں ہی رابن قرق امین کو لے کر آئے، اسے پھانسی پر لٹکا دو کہ وہ بولی نہ بول سکے۔

بہت سی ریاستوں نے ایک ایسا ودھان[5] سوچ نکالا ہے کہ نیلام ہو بھی جائے تو جائداد انھیں کے ہاتھ میں رہے۔ رابن کے مختار کو وہ بولی ہی نہیں بولنے دیتے۔ وہ اگر اس استھل[6] پر آ جائے تو اپنی جان سے ہاتھ دھوئے۔ کوئی باہری آدمی بولی بولنے والا نہیں رہ جاتا تو کسان آپس میں بول بول کر نام ماتر[7] مولیہ پر خرید لیتے ہیں۔ کئی پرانتوں میں کرشک رکشنی[8] سبھاؤں دوارا یہ کام کیا جاتا ہے۔ سبھا جائداد خرید کر اس کے مالک کو لوٹا دیتی ہے۔ رہندار کے روپے غائب ہو جاتے ہیں۔ کیول ایک اجرداری رہندار کی طرف سے ہوئی ہے کہ نیلام بے قاعدہ تھا۔ کیونکہ کچھ لوگوں نے گٹ بنا کر باہر کے آدمیوں کو بولی بولنے سے روک دیا۔ اس طرح کی سنستھائیں بڑھ رہی ہیں۔ آندولن اگنی جوالہ[9] کی طرح پھیلتا جا رہا ہے۔ کسان اس نوے ارب ڈالر کے رن کو مٹا کر رہیں گے۔

اگست 1933

---

1 منظم 2 منتظم 3 ناظرین 4 درختوں 5 آئین 6 مقام 7 برائے نام 8 تحفظی 9 آگ کی شعلہ

روس میں سماچار پتروں کی اُنّتی

روس کے سوا سمست[1] سنسار پر پونجی پتیوں[2] کا راجیہ ہے اور سماچار پتروں کو بھی پونجی پتیوں کا راگ الاپنا پڑتا ہے، نہیں ان کا دیوالا نکل جائے۔ ادھیکانش[3] پتر تو پونجی پتیوں کے ہی دھن سے چلتے ہیں۔ اس لیے روس کے سوویٹ شاسن کو کالے سے کالے رنگوں میں رنگنے کی چیشٹا کی جاتی ہے اور سدھ[4] کیا جاتا ہے کہ اب وہ بہت جلد رساتل[5] میں پہنچنا چاہتا ہے۔ پر روس اتنی ہوائی گتی[6] سے اُنّتی[7] کر رہا ہے کہ ان سماچار پتروں کو بھی کبھی کبھی اس انتی کو دبا رکھنا کٹھن[8] ہو جاتا ہے۔ شکشا[9] پرچار میں ان دس بارہ برسوں میں اس نے جو ترقی کی ہے اس پر سارا سنسار دانتوں تلے انگلی دبا رہا ہے۔ ابھی تک سمجھا جاتا تھا کہ سنیما کشیتر[10] میں امریکہ سب سے آگے ہے پر اب معلوم ہوا کہ سنسار کے کل ساٹھ ہزار سینما گھروں میں ستائیس ہزار کیول روس میں ہیں۔ امریکہ میں چوبیس ہزار ہیں شیش[11] نو ہزار میں سارا سنسار ہے۔ ایشیا میں ایک ہزار سے ادھک[12] نہیں۔ لوہے کی چیزوں میں، بجلی کے پرسار میں، کھیتی باڑی میں، وہ بڑے بڑے ویگ[13] سے قدم بڑھاتا جا رہا ہے۔ اب گیات[14] ہوا کہ اس نے سوویٹ کال میں سماچار پتروں میں اَشرت پورو اُنّتی کی ہے۔ مہایدھ[15] کے پہلے روس میں کل آٹھ سو چھپّن پتر تھے، جن کی گراہک سنکھیا ستائیس لاکھ تھی۔ آج وہاں چوّن سو پتر چھپتے ہیں۔ اور گراہک سنکھیا تیس کروڑ اسی لاکھ ہے۔ اگر کاغذ کا ابھاؤ[16] نہ ہوتا تو اس سے بھی ادھک پرچار ہوتا۔ کئی پتروں کا پرچار تو بیس لاکھ ہے۔ اور ان چالبازیوں کا نام بھی نہیں ہے، جو انیہ دیشوں کے پتر پرتی دوندتا کے کارن اپنی گراہک سنکھیا بڑھانے کے لیے کیا کرتے ہیں۔ سنسنی پھیلانے والی خبریں، چوری،

---

1 تمام 2 سرمایہ داروں 3 زیادہ تر 4 ثابت 5 تحت الثریٰ 6 رفتار 7 مشکل 8 مشکل 9 تعلیم 10 میدان
11 بقیہ 12 زیادہ 13 تیزی 14 معلوم 15 جنگِ عظیم 16 کمی

بلاتکار[1] آدمی کی گھٹنائیں[2]، تیزی، مندی اور مل کے حصوں کی نوٹسیں اور شبد جال اور پہیلیاں، فیشن اور سماج کے چٹکلے، ان پتروں میں نظر نہیں آتے۔ طلاق، زنا آدی کی خبریں چھپنے نہیں دی جاتیں۔ ہاں، انتر راشٹریہ سماچاروں پر کافی دھیان دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ودیشی بھاشاؤں کے پتروں کا پرچار بھی ایک کروڑ سے کم نہیں۔ ان پرمانوں کے سامنے کون کہہ سکتا کہ سوویٹ شاسن بودھک اور سانسکرتک[3] ترقی میں انت[4] سے انت راشٹر سے بھی پیچھے ہے۔

21/اگست 1933

---

1 زنا بالجبر 2 واردا تیں 3 تہذیبی 4 ترقی یافتہ

گیہوں سمّیلن

آج کل انگلینڈ میں گیہوں پیدا کرنے والے دیشوں کے پرتی ندھی بیٹھ کر اس سمسیا کو حل کرنے کی چیشٹا کر رہے ہیں کہ گیہوں کا دام کیسے چڑھ جائے۔ ایک وِدوان کا تو یہ کہنا ہے کہ آج کل سنسار میں جو مندی ویاپ[1] رہی ہے اس کا کارن گیہوں کی کثرت سے پیداوار ہے۔ ان کے کتھنا نوسار سن 27، 28، 29 میں اتنی افراط سے سنسار میں گیہوں پیدا ہوا کہ منشیہ جاتی کے کھائے نہ کھایا گیا۔ ایک سال کی پیداوار چکنے نہ پاتی تھی کہ دوسری فصل پہلے سے بھی زیادہ ٹھساٹھس پیدا ہو جاتی تھی۔ سنسار میں اتنا گیہوں جمع ہو گیا کہ 1930 آتے آتے اس کا دام اور گر گیا۔ اسی کے کارن سنسار ویاپک[2] مندی نے ڈیرہ جما لیا۔ اب گیہوں کی کھیتی میں کمی کر کے پیداوار کم کرنے کا پرستاؤ ہو رہا ہے۔ ہمیں یہ سب سن کر وسمے[3] ہوتا ہے۔ کھانے کی چیزیں بھی اتنی افراط سے ہو سکتی ہے کہ اس کی پیداوار کم کی جائے۔ ہمیں اس پروشواس[4] نہیں آتا۔ جس دیش کے اسی فی صدی نواسی[5] سال کے تین سو ساٹھ دنوں میں آدھے اور چوتھائی پیٹ کھا کر دن کاٹ دیتے ہوں اسے اس پر وشواس آ ہی کیسے سکتا ہے۔ اگر گیہوں ایسا ہی اجیرن ہو رہا ہے اور مارا مارا پھر رہا ہے، تو کروڑ دو کروڑ ٹن بھارت کیوں نہیں بھیج دیا جاتا؟ یہاں کے بھوکے کھا کر گیہوں ویاپاریوں کو کوٹی کوٹی دھنیہ واد دیں گے۔ پیداوار میں کمی کرنا تو ہمیں کسی سدھانت سے بھی مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ بس گیہوں کے وشیشگیوں[6] کو یہی نشچے کرنا چاہیے کہ سال کے انت میں جتنا غلہ بچ رہے وہ جہازوں پر لاد کر بھارت بھیج دیا جائے۔ پھر ایک مہینے میں تیزی نہ ہو جائے تو ہمارا ذمہ۔ گیہوں بیچارے پر اتنا بڑا لانچھن لگانا کہ اسی کے کارن سنسار کا ویاپار مٹی میں ملا جا رہا ہے، بڑا انیائے ہے۔ مگر نہیں، اسی گیہوں نے حضرت آدم کو جنت سے نکلوایا تھا۔ اس لیے اب ہم اسے دنیا سے نکال کر اس کی اس شرارت کا مزہ چکھا دیں گے۔ پچھم کے ارتھ شاستریوں[7] کی نرالی ارتھ نیتی کی بلہاری۔

28 اگست 1933

1 حاوی 2 وسیع 3 حیرت 4 یقین 5 باشندے 6 ماہرین 7 علمائے اقتصادیات

انتر راشٹریہ ویاپار بند کر دو

''فورٹ نائٹلی ریویو' ولایت کا پرتشٹھت[1] پاکشک پتر ہے۔ اس میں ایک انگریز ارتھ شاستری نے یہ وچار پرکٹ[2] کیا ہے کہ ورتمان مندی کا مکھیہ کارن انتر راشٹریہ ویاپار[3] ہے۔ اگر ہر ایک دیش اپنی ضرورت بھر کی چیزیں بنائے تو اسے کیوں اپنے فالتوں مال کی کھپت کے لیے انیہ دیشوں میں بازار ڈھونڈنا پڑے۔ کیوں ایکسچینج اور کرنسی کے جھگڑے کھڑے ہوں، کیوں آپس میں پرتی یوگتا[4] بڑھے، کیوں اتنے جہاز بڑھیں اور کیوں ان جہازوں کی رکشا کے لیے سینک[5] جہاز رکھنے پڑیں۔ کیوں آئے دن لڑائیاں کھڑی ہوں۔ اور کیوں آئے دن نرر تھک[6] میلوں پر پرجا کا دھن نشٹ[7] ہو۔ پرستاؤ تو لاکھ روپے کا ہے، پر کبیر کے اپاسک[8] اور سامراجیہ کے بھکت[9] یورپین ویاپاری بھلا کب ماننے لگے۔ انھیں تو دھن چاہیے۔ دھن کے لیے مال کی کھپت ہونی ضروری ہے اور مال کی کھپت کے لیے نربل دیشوں کا ہونا لازم ہے۔ مال کی کھپت تو پچھمی سنسکرتی کا مول تتو ہے۔ بھلا اسے وہ کیسے چھوڑ دے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایشور نے اب سنسار کی سمسیاؤں پر دھیان دینا شروع کر دیا ہے۔ انتر راشٹریہ ویاپار اب ایک بٹا تین ماتر رہ گیا ہے۔ اور یہ ماترا[10] بھی دن دن گھٹتی جاتی ہے۔ سبھی راشٹر انیہ راشٹروں کے ورودھ[11] اپنے اپنے دوار[12] بند کر رہے ہیں۔ دوسروں کے مال پر سو سو فی صدی چنگیاں لگائی جا رہی ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس لیکھک نے جو پرستاؤ کیا ہے وہ پرکرتی کو اچھی طرح دیکھ کر کیا ہے۔ کہیں ایسا ہو جائے، تو بھارت موسلوں ڈھول بجاوے۔ ہاں، انگلینڈ کے لیے وہ چین[13] کا دن ہی ہوگا۔

28 اگست 1933

---

1 مشہور 2 ظاہر 3 تجارت 4 مقابلہ 5 فوجی 6 بیکار 7 تباہ 8 پجاری 9 [illegible] 10 مقدار 11 خلاف 12 دروازے 13 فرصت

مسٹر ڈی ویلرا سے وِرودھ

راجنیتک پربھاؤ[1] کے بننے میں چاہے جتنی دیر لگے اس کے بگڑنے میں دیر نہیں لگتی۔ وہی مسٹر ڈی ویلرا جو آئرلینڈ کے بے تاج کے بادشاہ تھے، آج ان کے ورُدھ اتنے لوگ ہوگئے ہیں کہ وہ پلیٹ فارم سے بول نہیں سکتے۔ جب سے ڈی ویلرا نے انگلینڈ کو کر[2] دینا اَسویکار[3] کیا، اسی وقت سے انگلینڈ گھاٹے[4] میں لگا ہوا تھا۔ انگلینڈ کے بازار میں آئرش کسانوں کی چیزوں کی کھپت بند ہوتے ہی کسانوں میں اسنتوش ہونا اسوبھاوک تھا۔ ڈی ویلرا کے پرتی یوگی اسی اوسر کی پرتیکشا[5] میں تھے انھوں نے چٹ پٹ کسانوں کو ملا کر ڈی ویلرا کا وِرودھ کرنا شروع کر دیا۔ اور ایسا انومان[6] ہوتا ہے کہ شیگھر[7] ہی وہاں نیا چناؤ کرنا پڑے گا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس چناؤ میں ڈی ویلرا کی گورنمنٹ کا کیا انت ہوگا۔

18 ستمبر 1933

---

1 سیاسی اثرات 2 ٹیکس 3 نامنظور 4 ٹاک 5 انتظار 6 مطابق 7 جلد

ڈکٹیٹرشپ یا ڈِماکریسی

الہ آباد وشو دیالیہ کی یونین میں اس وشے[1] پر ایک بڑی منورجن بحث ہوئی کہ ڈماکریسی اسپھل ہوئی ہے، اور سنسار کا بھوشیہ[2] ڈکٹیٹرشپ کے ہاتھ ہے۔ ایک دل ڈیماکریسی کے پکش[3] میں تھا دوسرا ڈکٹیٹرشپ کے پکش میں۔ دونوں پکشوں نے اپنا اپنا سمرتھن کیا اور انت میں ڈکٹیٹرشپ کی پکش کی بہومت[4] سے جیت ہوئی۔ ڈیماکریسی صدیوں کے راجنیتک وکاس[5] کا پھل تھی۔ اور وچاروانوں[6] کی دھارنا[7] تھی کہ یہی راجنیتک اُنتی کا شِکھر[8] ہے۔ اس پد[9] کو پراپت[10] کرنے کے لیے کتنے وِپلو[11] ہوئے، کتنی لڑائیاں ہوئیں کتنا مانو[12] رکت[13] بہا۔ پر مانوی دربلتاؤں[14] نے اس سوپن[15] کو متھیا[16] کر دیا۔ ڈیماکریسی کیول ایک دل بندی[17] ہو کر رہ گئی۔ جن کے پاس دھن تھا جن کی زبان میں جادو تھا جو جنتا کو سبز باغ دکھا سکتے تھے، انھوں نے ڈیماکریسی کی آڑ میں ساری شکتی اپنے ہاتھ میں کر لی۔ ویوسائے واد[18] اور سامراجیہ واد اس[19] سامو ہک[20] سوارتھ پرتا[21] کے بھینکر روپ[22] تھے، جنھوں نے سنسار کو غلام بنا ڈالا۔ اور نربل راشٹروں کو لوٹ کر اپنا گھر بھرا۔ اور آج تک وہی نیتی چلی جا رہی ہے۔ ڈیماکریسی کی ان دو صدیوں میں سنسار میں جو جو انرتھ[23] ہوئے وہ ایکا دھپتیہ[24] کی اسنکھیہ[25] صدیوں میں ہوئے تھے۔ اپنے راشٹر کے لیے ڈیماکریسی چاہے کتنی منگل سے سدھ ہوئی ہو، پر سنسار کی درشٹی سے تو اس نے ایسا کوئی کاریہ نہیں کیا جس پر وہ گرو کر سکے۔ اب سنسار اس سے تنگ آ گیا اور اس کا انت کر کے ایسی ویوستھا کا آشرے لینا چاہتا ہے جس میں ایک ستاتمک راجیہ اور ڈیماکریسی دونوں گن تو ہوں پر اوگن نہ ہوں۔ مسولنی یا ہٹلر یا اسٹالن آج ایشور کے پرتی ندھی راجاؤں کی بھانتی پشو بل سے راجیہ کا

---

1 موضوع 2 مستقبل 3 حمایت 4 کثرت الرائے 5 سیاسی 6 مفکرین 7 خیال 8 بلندی 9 عہدے 10 حاصل 11 فساد 12 انسانی 13 خون 14 کمزوریوں 15 سنہری خواب 16 بے حقیقت 17 گروہ بند 18 معاشیت 19 شہنشاہیت 20 مجموعی 21 خود غرض 22 خوفناک شکل 23 برائیاں 24 مکمل غلبہ 25 لاتعداد

سنچالن نہیں کرر ہے ہیں۔ راشٹر ان کی سمپتی نہیں ہے۔ اور نہ راشٹر کا دھن ان کے بھوگ ولاس کے لیے ہے۔ وہ جن مت[1] کی اُپیکشا[2] نہیں کر سکتے اور نہ ان کی ادھیکار لالسا سوارتھ کے لیے ہے۔ وہ راشٹر کے سچے سیوک ہیں اور یہی ان کی سب سے بڑی شکتی ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ ڈکٹیٹر شپ چند روزہ ہے یا استھائی[3]، پر اس میں سندیہہ نہیں کہ اس وقت یہ ڈیما کریسی سے کہیں اُپیکو گی ہو رہا ہے یہاں تک کہ پریسیڈینٹ روز ویلٹ بھی ڈکٹیٹر بنے ہوئے ہیں۔

18 ستمبر 1933

---

1 رائے عامہ 2 بے اعتنائی 3 مستقل

زبردستی یا سمجھا بجھا کر

دنیا میں دو سو بھاؤ کے آدمی ہوتے ہیں ایک گرم اور دوسرے نرم۔ گرم سو بھاؤ کا آدمی جو چھ مہینے کی راہ ایک مہینے میں طے کرنا چاہتا ہے، نرم سو بھاؤ کا آدمی چاہے راستے میں کسی درخت کے نیچے رات کاٹ لے پر دوڑنا اسے نہیں بھاتا۔ نرم سو بھاؤ کا آدمی لبرل ہوتا ہے، گرم سو بھاؤ کا ریڈکل، یا اور زیادہ گرم ہوا تو کرانتی وادی[1]۔

کسی نیتی یا پالیسی یا مت کا پرچار[2] کرتا ہے۔ گرم سو بھاؤ کا آدمی جوش میں چاہتا ہے کہ آن کی آن میں اس کی نیتی سپھل[3] ہو جائے، کچھ پرواہ نہیں یدی اس کے لیے کٹھنایاں جھیلنی پڑیں اپنی نیتی میں اسے اتنا وشواس ہوتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے سپھل ہوتے ہی وہ سنسار میں ایک نئے یگ کا پرورتک[4] کہا جائے گا۔ ساری بادھائیں چھومنتر میں اڑ جائیں گی۔ نرم تو سو بھاؤ کا آدمی اتنا ہی یا اس سے ادھک اتساہ[5] رکھنے پر بھی اسی مارگ[6] پر قدم رکھتے ڈرتا ہے۔ جس کے ایک اور ہری بھری پہاڑیاں ہیں۔ دوسری اور گہری کھائی۔ اسے سمتل[7]، بھومی[8] چاہیے پھسلن اور ریٹن سے اس کے پران[9] کانپتے ہیں۔ اور اس کی اُروَر بدھی اپنے اسی میٹھے پن کے لیے کوئی اچھا بہانا کھوج نکالنا چاہتی ہے۔ جس سے وہ اپنے پرتی یوگی[10] کو لجت[11] کر سکے۔ اور وہ کہتا ہے تھوڑا تھوڑا کھاؤ، جس سے وہ دِہ میں لگے، جس سے تمہاری پاچن کریا[12] بھوجن سے رکت[13] بنا کر تمہارے شریر کو پشٹ[14] کرے۔ ایک بارگی پیٹ کو ٹھونس لینے سے بدہضمی ہو جائے گی۔ لابھ[15] کی جگہ کشتی[16] پہنچے گی۔

---

1 مزاج تشدد پسند 2 اشاعت 3 کامیاب 4 قائد 5 حوصلہ 6 راستہ 7 ہموار 8 زمین 9 روح 10 رقیب 11 شرمندہ 12 عمل انہضام 13 خون 14 مضبوط 15 فائدہ 16 نقصان

گرم دل کے آدمی کے پاس جوابوں کی کمی نہیں ہے وہ کہتا ہے جب تک پانی ابال کی بندو[1] تک نہ کھول جائے اس سے بھوجن نہیں پک سکتا۔ اس کی چوگنی آنچ بھی اگر ایک نشچت[2] سمیہ کے اندر نہ لگائی جائے تو پانی کبھی کھولے گا ہی نہیں۔ سوریہ[3] کی گرمی جب تک کسی ودھی[4] سے کیندرت[5] نہ کر دی جائے، وہ تاپ[6] کا اُکھنڈ[7] بھنڈار[8] ہونے پر بھی مٹھی بھر کوئلے کا بھی کام نہیں کر سکتی۔

اسی طرح دونوں اُور سے سوال جواب ہوتے رہتے ہیں۔ پر مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ مولک بھید نہیں ہے کیول[9] طبیعت یا سوبھاؤ کا بھید ہے دونوں کے اُدیشیہ[10] ایک ہیں۔ ودھی[11] بھی پرایہ[12] ایک ہے کیول گتی[13] کا انتر[14] ہے۔ گتی ہی سے ہوا آندھی بھی ہو سکتی ہے اور مند سمیرن[15] بھی۔ سورج اور ہوا میں ایک بار مزیدار ہوڑ لگی سورج کہتا تھا میں بڑا۔ ہوا کہتی تھی میں بڑی۔ اسی وقت ایک آدمی کمبل اوڑھے آنکلا فیصلہ اس بات پر ٹھہرا جو اس آدمی کا کمبل اتروا دے، وہ بڑا۔ ہوا کے نام سے ٹاس پڑا اس نے اپنی گتی تیز کرنی شروع کی۔ جھونکے آئے اور پھر آندھی آئی، پھر بونڈر اور طوفان۔ پر کمبل نہ اترا۔ ندیوں کا پانی چڑھ گیا درخت اکھڑ گئے مکان گر گئے پر کمبل نہ گرا۔ تب سورج کی باری آئی۔ کرنیں پرکھر[16] ہوئیں اور ایک شن[17] میں مسافر نے کمبل اتار پھینکا۔ ایک ہی نیتی سب جگہ کام نہیں دیتی۔ دیش اور کال اور پرستھتی کے انوسار[18] نیتی بھی بدلتی رہتی ہے۔

پر زور استھائی نہیں ہوتا۔ جو کام سمجھا بجھا کر کیا جاتا ہے وہ استھائی اور ٹکاؤ ہوتا ہے۔ زور کا قابو من پر نہیں چلتا اس کا قابو کیول دہ پر چلتا ہے۔ دہ کو پراست کر کے بھی آپ من کو اتنا ہی اجے[19] چھوڑ سکتے ہیں بلکہ ایسی اوستھا[20] آتی ہے جب دہ کے پرتیک[21] پراجے[22] کے ساتھ من دِرڑھ[23] اور دُرد منیہ[24] ہو جاتا ہے۔ پریرک[25] شکتی تو من کے پاس ہے۔ دہ تو کیول اس کا داس[26] ہے۔ جب تک آپ من کو نہیں جیت لیتے، من کو نہیں قائل کر دیتے، آپ بھوشیہ کے لیے وش[27] بو رہے ہیں۔ اگر ہم کسی نیتی کی سپھلتا کے اِچھک[28] ہیں تو ہمیں بڑی شانتی، پر بڑی لگن کے ساتھ اپنے ورودھیوں کا[29] مخالفین کا، ان لوگوں کا

---

1 نشان 2 مقررہ 3 سورج 4 طریقے 5 مرکوز 6 حرارت 7 وسیع 8 ذخیرہ 9 صرف 10 مقصد 11 طریقہ 12 تقریباً 13 تیزی 14 فرق 15 ہلکی ہو 16 تیز 17 لمحہ 18 مطابق 19 غیر مفتوح 20 حالت 21 ہر ایک 22 شکست 23 پختہ 24 سخت 25 محرک 26 غلام 27 زہر 28 خواہش مند 29 مخالفین

جنھیں اس نیتی کی سپھلتا سے ہانی[1] پہنچے گی، مت پری ورتن[2] کرنا پڑے گا۔ تبھی ہم۔ جھارتھ[3] میں وجئی[4] ہوں گے۔ یہ ستیہ[5] ہے کہ پرانی[6] اپنے سوارتھ[7] کو آسانی سے نہیں چھوڑتا۔ لیکن جن مت[8] میں وہ شکتی ہے جو اسمبھو[9] کو سمبھو کر دکھاتی ہے۔ جن مت دباؤ سے ہی لاکھوں آدمی ودیشی کپڑے کالابھ پرد[10] ویاپار چھوڑ کر دریدر[11] ہو گئے۔ جن مت کے پربھاؤ سے لاکھوں آدمی سوِ ئچھا[12] سے کمر کس کر رن[13] کشیتر میں جاتے ہیں اور پرانوں[14] کو اتسرگ[15] کر دیتے ہیں۔ زور اور سختی سے کام لینا مانو یہ سویکار کرنا ہے کہ ہماری نیتی میں ستیہ نہیں ہے کیونکہ ستیہ کو پانے کے لیے پشوبل[16] کی آدشیکتا[17] نہیں ہوتی۔ ستیہ میں ایسی آنترک شکتی[18] ہے جو کسی طرح دبائی نہیں جاسکتی۔ آج کسی کو جبراً مسلمان بنالو کل وہ اوسر[19] پاتے ہی اپنی شدھی[20] کرالے گا۔ لیکن جو ویکتی اسلام میں ستیہ پاکر مسلمان ہوتا ہے اسے کون اسلام سے پھینک سکتا ہے۔

بیشک سمجھانے بجھانے والی نیتی میں سمے لگتا ہے زور اور جبر سے وہی بات تھوڑے سے سمے میں ہو جاتی ہے۔ لیکن پہلی دشا[21] میں پھر اس برائی کے ابھر آنے کی شنکا[22] نہیں رہتی۔ دوسری دشا میں وہ شنکا اتنی پرچنڈ[23] ہو جاتی ہے کہ اس برائی کو دبائے رکھنے کے لیے اور بھی برائیاں کرنی پڑتی ہیں۔ اور اگر دور تک نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ زور یا Coercion سے جو کچھ ہوا وہی کچھ اور یہ دھیریہ سے Conversation سے ہو سکتا تھا اور بنا رکت پات[24] کے۔

آج بیسویں صدی کے وشیس ادھیکاروں اور سوتوں کے راگ الاپنے کا سمے نہیں رہا۔ آج یہ وشے[25] وِواد گرست[26] نہیں ہے، کہ مزدور او مالک میں زمیندار اور کسان میں جو انتر ہے وہ انیائے[27] اور زبردستی پر ٹکا ہوا ہے۔ راجیہ اب کیول ایک گٹ بنا کر غریبوں سے کر وصول کرنے اور عیش اڑانے۔ اَتھوا اس عیش میں بادھا[28] دینے والوں سے لڑنے کا نام نہیں رہا، جس کا پرجا کے پرتی ادھک سے ادھک یہی دھرم تھا کہ ان کے جان مال کی رکشا کرے۔ آج کا راجیہ ایسی وِشمتاؤں[29] کا سَمرتھک[30] نہیں۔ آج کا راجیہ وہ سنستھا ہے جسکا آدھار استمبھ ہے سمتا۔ اس کا دھرم پرجا ماتر کے لیے سمان اوسر، سمان سُودھا[31] اور سمان ستا[32] کی ویوستھا کرنا، اور جو راجیہ اس ستیہ کو سویکار نہیں کرتا، وہ بہت دن تک نہیں سکتا۔

25 ستمبر 1933

---

1 نقصان 2 تبدیلی 3 اصلیت 4 مفتوح 5 سچ 6 انسان 7 غرض 8 رائے عامہ 9 ناممکن 10 سفید 11 غریب 12 رضامندی 13 میدان جنگ 14 جانوں 15 قربان 16 حیوانی قوت 17 ضرورت 18 باطنی قوت 19 موقع 20 طہارت 21 حالت 22 اندیشہ 23 تیز 24 خون ریزی 25 موضوع 26 متنازعہ فیہ 27 ظلم 28 رکاوٹ 29 پریشانیوں 30 حامی 31 یکساں سہولیات 32 یکساں اختیارات

کھیتی کی پیداوار کم کرنے کا آیوجن

یورپ کے ارتھ شاستریوں نے بڑا ہی آسان نسخہ ڈھونڈ نکالا ہے۔ بس، جس چیز کا دام گر جائے اس چیز کی پیداوار کم کر دو۔ گیہوں کا دام گر گیا، چٹ پٹ گیہوں تمیلن ہو گیا۔ اور اس معاملے میں یہ طے کر دیا گیا کہ پندرہ فی صدی گیہوں کی کھیتی گھٹا دی جائے۔ ربر کا در[1] گرا، بس ربر کی کھیتی کم کر دو۔ اب چائے کا در گر رہا ہے چائے کے کارخانوں میں نفع نہیں ہو رہا ہے بس، چائے کے باغوں کے مالکوں نے طے کر لیا کہ چائے کم تیار کی جائے پونجی پتی[2] کو سستی کالے سانپ کی سی نظر آتی ہے، وہ تو مہنگی چاہتا ہے جس میں تھوڑی سی چیز دے کر وہ تھیلیاں بھر لے۔ کاشتکار چاہتا ہے اور ایشور سے مناتا ہے کہ کھیتوں میں اتنا اناج ہو جائے کہ وہ دونوں ہاتھوں لٹائے۔ مگر جس نے کھلیان کا سارا مال اپنے بکھاروں اور کھتیوں میں بھر رکھا ہے وہ پراتہ کال[3] پن سیریاں لڑکا تا ہے کہ بھاؤ تیز ہو۔ وہ سدیو[4] آکال کی کامنا[5] کیا کرتا ہے۔ آج اس سستی میں غریبوں کو بھوجن نہیں مل رہا ہے۔ سستی کا کارن یہ نہیں ہے کہ فصل اچھی ہو رہی ہے۔ بلکہ کسی کے پاس خریدنے کو پیسہ نہیں ہے اور لوگ بھوکوں مر رہے ہیں، کھانے پینے کی چیزوں کی اُتّج[6] گھٹا کر دیا پاریوں کو نفع تو خوب ہوگا، اس میں شک نہیں پر جب سستی میں ادھیکانش[7] آدمی بھوکوں مر رہے ہیں تو اس مہنگی میں ان کی کیا دشا ہو گی۔ یہ ہمارے ارتھ شاستری نہیں سوچتے مر جائیں گے؟ مر جائیں، اور پرتھوی کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ سنسار میں جو یہ تباہی آئی ہوئی ہے اس کا کارن یورپ کے پونجی پتی ہیں اور آج سمست[8] سنسار کو انھیں کے پاپوں کا پرایشچت[9] کرنا پڑ رہا ہے اگر پیداواروں کے گھٹانے کی یہی سنک کچھ دن اور رہی تو یہ لوگ سنسار کو نرجن[10] بنا کر چھوڑ دیں گے۔ یہ سامراجیہ واد کی وپتی[11] جس سے سنسار تراہی تراہی کر رہا ہے کس کی بلائی ہوئی ہے؟ انھیں کبیر کے غلاموں کی۔ یہ

---

1 نرخ 2 سرمایہ داری 3 صبح کے وقت 4 ہمیشہ 5 دعا 6 پیداوار 7 زیادہ تر 8 پورا 9 پچھتاوا 10 ویران 11 مصیبت

جو چنگیوں کی پرتیک دیش نے دیواریں کھڑی کرلیں ہیں، یہ کس کی کرپا[1] ہے؟ انھیں پونجی پتیوں کی، یہ جو بڑی بڑی لڑائیاں ہوتی ہیں جن میں خون کی ندیا بہہ جاتی ہیں ان کا ذمہ دار کون ہے؟ یہی لکشمی کے اپاسک[2] ہے۔ سنسار ان کے بھوگ[3] کا کشیتر[4] ہے۔ ساری راجیہ ویوستھا، یہ بڑی بڑی سینائیں، یہ جنگی بیڑے یہ ہوائی جہازوں کی پریں انھیں ویاپاریوں کے فائدے کے لیے تو ہیں۔ وہ سنسار کے سوامی ہیں پارلیمنٹ اور سینٹ سنڈی کیٹ تو ان کے کھلونے ہیں۔ بھارت بھی ان کے مایا جال میں پھنسا اپنی قسمت کو رو رہا ہے۔

9/اکتوبر 1933

نِش شستری کرن کا ڈراما

برسوں سے یہ ڈراما ہو رہا ہے کہ ایک پردہ گرتا ہے دوسرا اٹھتا ہے، وکتو[5] نکلتے ہیں، منتری گن[6] دورے کرتے ہیں کانفرنسیں ہوتی ہیں اور یہی سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ فرانس شیر ہے وہ جرمنی کو ابھرنے نہیں دینا چاہتا۔ اور جرمنی کہتا ہے اگر متر دل ورسیل کی سندھی[7] کو نہیں ماننا چاہتا، تو میں ہی کیوں مانوں۔ اب کے اٹلی، فرانس اور انگلینڈ تینوں نے مل کر جرمنی پر دباؤ ڈالنا چاہا تھا۔ پر جرمنی اپنی ٹیک پر اڑا ہوا ہے اور ادھر مل والڈون نے اپنے کتھن میں کہہ دیا کہ اب انگلینڈ بھی اپنے کو بھرپور سشستر[8] کرے گا۔ بہت ٹھیک۔ لیکن جرمنی خوب سمجھ رہا ہے مسٹر والڈون کا سنکیت[9] کس اور ہے اور اسی لیے یہ نِش شستر اوستھا میں بھی وہ ذرا بھی نہیں دبتا۔

16/اکتوبر 1933

---

1 مہربانی 2 پجاری 3 عیش وعشرت 4 علاقہ 5 بیان 6 وزرائے وفد 7 معاہدہ 8 مسلح 9 اشارہ

جرمنی میں اَناریوں کا بہشکار

اس گھور[1] بدھی واد[2] کے یگ میں جرمنی آریہ اناریہ[3] کا جھگڑا لے بیٹھا ہے۔ ایک اور تو سنسار میں بھن بھن[4] جاتیوں کا سَمّشرن[5] ہو رہا ہے، دوسری اور ودیگیا نک[6] جرمنی یہ نیم بنا رہا ہے کہ اس کے استری پرش اناریہ جاتیوں سے شادی وِواہ نہ کریں، جرمنی کسی اردوکوی کی اس اکتی[7] کو سارتھک[8] کرنا چاہتا ہے، جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی۔ ویکتو[9] وہ جادو ہے کہ بیسویں شتابدی[10] میں چاہے تو یورپ کو بھی سنیاس اور ویراگیہ[11] کا بھکت[12] بنا دے اور یتر یگ[13] کو بھی کرشی یگ[14] میں بدل دے۔ سنسکرتی کے چکر الٹ دینا اس کے لیے بچوں کا کھیل ہے۔ ہر ہٹلر ایک آدیش[15] نکال کر وگیان اور پریم اور نیتی کا روپ پلٹنے دیتا ہے۔ پھر اگر بھارت والوں نے کھان پان اور شادی وِواہ کے لیے بندھن لگا دیئے تھے، تو کیا برا کیا تھا۔ اب کوئی گوری یوتی[16] کسی حبشی کے ساتھ نرتیہ[17] کا آنند[18] نہیں اٹھا سکتی۔ کوئی جرمن یوک[19] کسی یہودی للنا کے پریم میں پھنس جائے تو پھڑ پھڑاتے ہی رہ جائے، اس للنا سے وِواہ نہیں کر سکتا۔ جرمنی سارے سنسار سے الگ رہنا چاہتا ہے۔

16/اکتوبر 1933

جرمنی کے کمیونسٹ

جب ہر ہٹلر کا نرواچن[1] ہوا تو جرمنی میں پچاس لاکھ کمیونسٹ تھے، ہٹلر نے ان کے پتر بند کر دیئے ان کے پرتی ندھیوں[2] کو جیل میں ڈال دیا اور اس دَل کو مٹا دینے میں کوئی بات اٹھا نہ رکھی۔ انومان[3] کیا جاتا ہے کہ وہ سارے کمیونسٹ ہٹلر دل میں مل گئے۔ پر ایک انگریزی پتر نے پتا لگایا ہے کہ کمیونسٹ پتر ابھی تک گپت[4] روپ سے چھاپے جاتے ہیں، یہاں تک کہ ایک پتر تو تین لاکھ چھپتا ہے اور ہاتھوں ہاتھ بک جاتا ہے۔ اس کے اتی رکت[5] ایک سو پچاس کمیونسٹ پتر اور بھی نکل رہے ہیں۔ پولس ان کا سراغ نہیں لگا سکتی۔ اس پتر کا کتھن ہے کہ کمیونسٹ لوگ نازی دل میں کیول اس لیے گھسے ہیں کہ اندر سے اس میں بارود بھریں۔ جو کچھ بھی ہو، اس وقت تو نازیوں کا راجیہ ہے۔

30/اکتوبر 1933

---

1 سخت 2 عقلیت پسندی 3 غیر آریے 4 مختلف 5 آمیزش 6 سائنس داں 7 قول 8 کامیاب 9 شخصیت 10 صدی 11 ترک کر دینا 12 معتقد 13 مشینی دور 14 زرعی دور 15 حکم نامہ 16 لڑکی 17 رقص 18 مزہ 19 لڑکا 20 انتخاب 21 نمائندوں 22 قیاس 23 خفیہ 24 علاوہ

اندھا پونجی واد

جدھر دیکھیے ادھر پونجی پتیوں[1] کی گھڑ دوڑ مچی ہوئی ہے۔ کسانوں کی کھیتی اجڑ جائے ان کی بلا سے۔ کہاوت ہے کہ اس مورکھ کی بھانتی[2] جو اسی ڈال کی جڑ کاٹ رہا تھا۔ جس پر وہ بیٹھا تھا۔ یہ سمودائے[3] بھی اسی کسان کی گردن کاٹ رہا ہے، جس کا پسینہ اس کی سیوا میں پانی کی طرح بہہ رہا ہے۔

پہلے جب کسان نپٹ مورکھ[4] تھا اس کے لیے گورے اور کالے پونجی پتی میں کوئی انتر نہ تھا۔ سانپ اور ناگ دونوں ہی اس کے لیے سمان تھے۔ مسٹر بل اور سیٹھ پُن پُن والا دونوں ہی کو دیکھ کر وہ کانپ اٹھتا تھا۔

تب دھیرے دھیرے اس نے کچھ راجنیتک گیان سیکھا۔ راشٹر اور جاتی جیسے شبدوں سے اس کا پریچے ہوا۔ اور بھولے بالکوں کی بھانتی جو ہر ایک وستو کو منھ میں ڈال لیتے ہیں اس سرل ویکتی[5] نے بھی سیٹھ پُن پُن والا کے ویشنو تلک اور ہندو دھرم کے پرتی ایم شردھا[6] اور ان کے نام کو اجاگر کرنے والے دھرم شالوں، مندروں اور پاٹھ شالوں[7] کو دیکھ کر، ان کو اپنا اُددھارک[8] سمجھا۔ یہی سیٹھ پُن پُن والا تو ہیں۔ جن کے نام اور یش[9] کی کتھائیں[10] موٹے موٹے اکشروں میں سماچار پتروں میں چھپتی ہیں۔ ایسے راشٹر پریمی[11] سیٹھ جی سے اس نے من من میں بڑی آشائیں باندھ لیں۔ یہ اپنے ہیں، اپنے دیش کے ہیں، کتنے ہی سوارتھی[12] کیوں نہ ہوں ودیشیوں سے تو اچھے ہی ہوں گے۔ اتنا پیسہ کمایا ہے تبھی کو لکشمی نے ان کے اوپر کرپا کی ہے۔ اپنے دکھی دیش واسیوں کے لیے ان کے من میں کہاں تک دیا نہ ہوگی۔

لیکن جب پُن پُن والا کے ملوں میں اس کی اوکھ کی خرید ہونے لگی جب ان کی آڑھتوں میں

---

1 سرمایہ داروں 2 طرح 3 فرقہ 4 بیوقوف 5 سیدھے آدمی 6 بے پناہ عقیدت 7 اسکولوں 8 نجات دلانے والا 9 نیک نامی 10 باتیں 11 محب وطن 12 خود غرض

اس کا اناج یا سن تولا جانے لگا، تب اسے انوبھو ہوا کہ سیٹھ جی باہر سے جتنے بڑے دھرماتما [1] اور دیش بھگت ہیں بھیتر سے اتنے ہی لٹیرے اور دروہی [2] بھی ہیں۔ اور دیش پریم کا یہ سارا آڈمبر [3] انھوں نے کیول اپنا سوارتھ سدھ [4] کرنے کے لیے رچ رکھا ہے۔ پہلے اسے سہسا [5] اپنی آنکھ پر وشواس نہ آیا۔ سیٹھ پُن پُن والا جن کے نام سے ایسی ایسی دھرم سنستھائیں [6] چلتی ہیں کبھی اتنے پاشان ہردے نہیں ہو سکتے۔ یہ ان کے مختاروں اور منیموں کا چکر ہے۔ اس نے سیٹھ جی سے اپنا دردِ دل کہنے کی انومتی [7] چاہی، لیکن بیکار، سیٹھ جی کے اسے درشن نہ ہوئے۔ ان کے دربانوں نے اسے دھکے دے کر نکال دیا۔ یہاں تک کہ جب اس نے رونا شروع کیا تو دھرماتما سیٹھ پن پن والا خود ہنٹر لے کے دوڑے۔ تب ابھاگا [8] کرشک سمجھ گیا کہ ان سیٹھ سے اس نے ویرتھ [9] ہی ایسی آشائیں [10] باندھی تھیں۔ وہیں اسے دوسرا انوبھو یہ ہوا اور جس سے اسے اور مرم ویدنا [11] ہوئی کہ مسٹر بل ان سیٹھ پن پن والا سے کہیں کھرے، سچے اور سجن ہیں۔ ان کے مل میں اس کی اوکھ چٹ پٹ تل جاتی ہے اور ترنت [12] دام مل جاتے ہیں۔ روکڑیوں [13] اور پیادوں کو کچھ نہ کچھ چٹانا ضرور پڑتا ہے اور اس میں اسے لیش ماتر [14] بھی آپتی [15] نہیں ہے۔ پر یدی اس کی شکایت کی جائے تو مسٹر بل اسے سننے اور دور کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ ان کی آڑھتی میں بھی زیادہ دھاندلی نہیں ہوتی۔

بالکل یہ درشیہ [16] آج کل ہمارے بہار میں دیکھنے میں آ رہا ہے۔ بہار میں شکر کے اتنے مل کھل گئے ہیں کہ وہ بھارت ورش کا کھنڈ سال ہو گیا ہے۔ وہیں کی بھومی میں اپجی ہوئی اوکھ سفید شکر بنانے کے لیے بہت اپیکت [17] ہے۔ بہار ہی کیوں سنیکت پرانت [18] کے اتر پورو بھاگ [19] میں بھی اسی طرح کی زمین ہے ان ملوں کے مالک یورپین بھی ہیں۔ مارواڑی بھی، پنجابی بھی، پر جہاں انگریزوں کے ملوں میں کسانوں کے ساتھ صفائی کا ویوہار کیا جاتا ہے وہاں بھارتیہ ملوں میں ان غریبوں کو طرح طرح سے ستایا جاتا ہے۔ کئی کئی دن ان کی اوکھ نہیں خریدی جاتی۔ یہاں تلک کہ جب اوکھ سوکھنے لگتی ہے اسے نام ماتر کا دام دے کر گروا لیا جاتا ہے۔ مل کے سامنے غریب کسانوں کو کئی کئی دن ورشا [20] اور ٹھنڈ میں پڑا رہنا پڑتا ہے۔ کلرکوں اور منشیوں کی خوشامدیں کرنی پڑتی ہیں۔ تب بھی کوئی اس کی نہیں سنتا۔ اس کے پرتی کول [21] انگریزی ملوں میں ان کے ٹھہرنے اور جانوروں کو باندھنے کے لیے ٹین کے چھپر ڈال دئے گئے ہیں۔

---

1 مذہبی 2 اپنوں کو دغا دینے والا 3 ڈھونگ 4 ثابت 5 اچانک 6 انجمنیں 7 اجازت 8 بدقسمت 9 بیکار 10 امیدیں 11 دلی تکلیف 12 فوراً 13 خزانچی 14 ذرہ برابر 15 پریشانی 16 منظر 17 کارآمد 18 متحدہ صوبہ 19 مشرق شمال 20 بارش 21 برعکس 22 روداد

منیجر اور ادھیکاری بھی زیادہ انسانت سے پیش آتے ہیں۔ ہم سے یہ ورتانت[1] بہار کے ایک جن[2] نے جنھیں اس ویوسائے کا پرتیکش[3] انوبھو[4] ہے بیان کیا ہے۔ اس لیے ستہ ہونے میں کوئی سندیہہ نہیں ہوسکتا۔ بھارتیہ پونجی پتیوں کی نرشنستا[5] اتنی بڑھ گئی ہے کہ بہار سرکار کو ہستکشیپ[6] کرنا پڑا ہے اور اس نے ایک سرکلر نکال کر مل کے پربندھکوں[7] کو چیتاونی[8] دے دی ہے کہ وہ اوکھ کی خرید کے در[9] لکھ کر نگر کے مکھیہ مکھیہ استھانوں[10] پر لگا دیں۔ جس میں کسانوں کو کوئی دھوکا نہ دے سکے۔ بہار سرکار نے شکر کے بازار در اور شکر کی تیاری کی لاگت آدی کا پرتا ملا کر یہ حساب لگایا ہے کہ تینتیس اور چونتیس میں اوکھ کی خرید سات آنے من کے حساب سے ہونی چاہیے۔ اگر کوئی مل اس طرح کی پتی[11] نہ نکالے گی یا اس در سے اوکھ نہ خریدے گی تو اس پر پانچ سو روپے جرمانہ ہوگا۔ ہم نجی[12] معاملوں میں سرکار کا پڑنا بہت اچھا نہیں سمجھتے۔ لیکن اس اوسر پر بہار سرکار کی کارروائی پر اسے دھنہ واد دینا اپنا کرتویہ[13] سمجھتے ہیں۔ ہمیں آشا ہے کہ ہمارے پرانت میں بھی کسانوں کو پونجی پتیوں کے پنجے سے بچانے کی کوشش کی جائے گی۔ اب کسان سبھاؤں[14] کے کاریہ کرتاؤں کا یہ کام ہے کہ وہ مل والوں پر کڑی نگاہ رکھیں اور کسی کو بے راہ چلتے دیکھیں تو سرکار کو سوچنا[15] دیں۔ یہ آشا کرنا کہ پونجی پتی کسانوں کی ہین[16] دشا سے لابھ اٹھانا چھوڑ دیں گے، کتے سے چمڑے کی رکھوالی کرنے کی آشا کرنا ہے۔ اس خونخوار جانور سے اپنی رکشا کرنے کے لیے ہمیں سسم سشستر[17] ہونا پڑے گا۔

6/نومبر 1933

نادر شاہ کی ہتیا

کابل کی راجنیتی دن دن جٹل[18] ہوتی جاتی ہے۔ ابھی سر راس مسعود، سید سلیمان ندوی آدی مہانوبھاؤ[19] کابل وشوودیالیہ کے وشے میں صلاح دینے کے لیے کابل نمنترت[20] ہوئے تھے۔ ان کے کتھن سے معلوم ہوا تھا کہ کابل کی گتی[21] ٹھیر گتی شیل[22] ہے اور وہ تھوڑے دنوں میں سبھیہ[23] راشٹروں کی پنکتی[24] میں بیٹھنے جا رہا ہے پر اس ہتیا سے یہ انومان[25] ہوتا ہے کہ کابل والے ایک قدم بھی آگے بڑھنا نہیں چاہتے یا کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ کمیونزم نے ادھر قدم بڑھایا ہو۔

31/نومبر 1933

1صاحب 2براہ راست 3 تجربہ 4 سنگدلی 5 دخل اندازی 6 منتظمین 7 خبردار 8 نرخ 9 مخصوص جگہوں 10 اشتہار 11 ذاتی 12 فرض 13 کسانی جماعتوں 15 اطلاع 16 بری حالت 17 مسلح 8 پیچیدہ 19 بڑے تجربکار 20 مدعو 21 رفتار 22 ترقی پذیر 23 مہذب 24 لائن 25 اندازہ

راشٹریتا اور انتر راشٹریتا

راشٹریتا ورتمان یگ[1] کا کوڑھ ہے اسی طرح جیسے مدھیہ کالین[2] یگ کا کوڑ سامپردائکتا[3] تھی۔ نتیجہ دونوں کا ایک ہے، سامپردائکتا اپنے گھیرے کے اندر پورن شانتی اور سکھ کا راجیہ استھاپت[4] کر دینا چاہتی تھی۔ مگر اس گھیرے کے باہر جو سنسار تھا اس کو نوچنے کھسوٹنے میں اسے ذرا بھی مانسک کلیش[5] نہ ہوتا تھا۔ راشٹریتا بھی اپنے پری مت[6] کشیتر[7] کے اندر رام راجیہ کا آیوجن[8] کرتی ہے۔ اُس کشیتر کے باہر کا سنسار اس کا شترو[9] ہے۔ سارا سنسار ایسے ہی راشٹروں یا گروہوں میں بٹا ہوا ہے اور سبھی ایک دوسرے کو ہنسا تمک[10] سندیہہ[11] کی درشٹی[12] سے دیکھتے ہیں اور جب تک اس کا انت نہ ہو گا سنسار میں شانتی کا ہونا اسمبھو[13] ہے۔ جاگروک[14] آتمائیں سنسار میں انتر راشٹریتا کا پرچار کرنا چاہتی ہیں اور کر رہی ہیں لیکن راشٹریتا کے بندھن میں جکڑا ہوا سنسار انھیں ڈریمر یا شیخ چلی سمجھ کر ان کی اُپیکشا کرتا ہے۔

اس میں تو سندیہہ نہیں کہ انتر راشٹریتا مانو سنسکرتی اور جیون کا بہت اونچا آدرش اور آدی سے سنسار کے وچارکوں[15] نے اسی آدرش کا پرتی پادن[16] کیا ہے۔ وَسُدیو کُٹمبکم، اسی آدرش[17] کا پری چایک[18] ہے۔ ویدانت[19] نے ایکاتمواد[20] کا پرچار[21] بھی تو کیا۔ آج بھی راشٹریتا کا روگ انھیں لوگوں کو لگا ہوا ہے جو شکشت ہیں اتیہاس کے جانکار ہیں۔ وہ سنسار کو راشٹروں ہی کے روپ میں دیکھ سکتے ہیں۔ سنسار کے سنگٹھن کی دوسری کلپنا[22] ان کے من میں آ ہی نہیں سکتی۔ جیسے شکشا سے اور کتنی ہی اَسوا

---

1 موجودہ زمانہ 2 عہد وسطی 3 فرقہ پرستی 4 قائم 5 ذہنی کلیس 6 مقررہ 7 علاقہ 8 انعقاد 9 دشمن 10 قاتلانہ 11 شک 12 نظر 13 ناممکن 14 بیدار 15 مفکرین 16 حمایت 17 نصب العین 18 مظہر 19 فلسفہ وحدانیت 20 یکجہتی 21 تبلیغ 22 تصور

بھاونائیں[1] ہم نے اپنے اندر بھر لی ہیں، اسی طرح سے اس روگ کو بھی پال لیا ہے۔ لیکن پرشن یہ ہے کہ اس سے مکتی[2] کیسے ہو؟ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ راشٹریتا ہی انتر راشٹریتا کی سیڑھی ہے۔ اسی کے سہارے ہم اس پد تک پہنچ سکتے ہیں، لیکن جیسا شری کرشن مورتی نے کاشی میں اپنے ایک بھاشن میں کہا ہے، یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ آروگیتا[3] پراپت کرنے کے لیے بیمار ہونا آوشیک ہے تو پھر یہ پرشن رہ جاتا ہے کہ ہماری انتر راشٹریہ بھاونا کیسے جاگے۔

سماج کا سنگٹھن آدی کال[4] سے آرتھک بھتی پر ہوتا آرہا ہے۔ جب منوشیہ گپھاؤں میں رہتا تھا، اس سے بھی اسے جیوکا کے لیے چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں بنانی پڑتی تھیں۔ ان میں آپس میں لڑائیاں بھی ہوتی رہتی تھیں۔ تب سے آج تک آرتھک نیتی[5] ہی سنسار کا سنچالن[6] کرتی چلی آرہی ہیں۔ اور اس پرشن کی اور سے آنکھیں بند کر کے سماج کا کوئی دوسرا سنگٹھن سپھل نہیں ہوسکتا۔ یہ جو پرانی پرانی میں بھید[7] ہے، پھوٹ ہے، ویمنسیہ[8] ہے، یہ جو راشٹروں میں پرسپر تناتنی ہو رہی ہے۔ اس کا کارن ارتھ کے سوا اور کیا ہے۔ ارتھ کے پرشن کو حل کر دینا ہی راشٹریتا کے قلعہ کو دھونس کر سکتا ہے۔

ویدانت[9] نے ایکاتمواد[10] کا پرچار کر کے ایک دوسرے ہی مارگ سے اس لکشیہ[11] پر پہنچنے کی چیشٹا کی۔ اس نے سمجھا سماج کے منو بھاو[12] کو بدل دینے سے یہ پرشن آپ ہی آپ حل ہو جائے گا۔ لیکن اس میں اسے سپھلتا نہیں ملی اس نے کارن کا نشچے کیے بنا ہی کاریہ کا نرنے کر لیا۔ جس کا پری نام اسپھلتا کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔ حضرت عیسیٰ مہاتما بدھ آدی سبھی دھرم پرورتکوں[13] نے مانسک[14] اور آدھیاتمک[15] سنسکار سے سماج کا سنگٹھن بدلنا چاہا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ان کا راستہ غلط تھا۔ نہیں شاید وہی راستہ ٹھیک تھا لیکن اس کی اسپھلتا کا مکھیہ کارن یہی تھا کہ اس نے ارتھ کو نگینہ سمجھا۔ انتر راشٹریتا یا ایکاتمواد یا سمتا[16] تینوں مولتہ ایک ہی ہیں ان کی پراپتی کے دو مارگ ہیں۔ ایک آدھیاتمک[17] دوسرا بھوتک[18]۔ آدھیاتمک مارگ کی پریکشا[19] ہم نے خوب کر لی کئی ہزار برسوں سے ہم یہی پریکشا کرتے چلے آرہے

1 غیر نظر میں 2 چھٹکارا 3 صحت یابی 4 عہد قدیم 5 اقتصادی تدابیر 6 قیادت 7 فرق 8 عناد 9 فلسفہ وحدانیت 10 مساوات پسندی 11 مقصد 12 سوچ 13 قائدوں 14 ذہنی 15 روحانی 16 مساوات 17 روحانی 18 مادی 19 جانچ

ہیں۔ وہ شریشٹھتم[1] مارگ تھا۔ اس نے سماج کے لیے اونچے سے اونچے آدرش[2] کی کلپنا[3] کی اور اسے پراپت کرنے کے لیے اونچے سے اونچے سدھانت[4] کی سرشٹی[5] کی تھی۔ اس نے منشیہ کی سوجھ بوجھ[6] پر وشواس[7] کیا لیکن پھل اس کے سوا اور کچھ نہ ہوا کہ دھرموپ جیویوں[8] کی ایک بہت بڑی سنکھیا[9] پرتھوی[10] کا بھار ہوگئی۔ سماج جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا نہیں اور پیچھے ہٹ گیا۔ سنسار میں انیک متوں[11] اور دھرموں اور کروڑوں دھرموپدیشکوں[12] کے رہتے ہوئے بھی جنتا ویمنسیہ[13] اور ہنسا[14] بھاؤ ہے۔ اتنا شاید پہلے کبھی نہ تھا۔ آج دو بھائی ساتھ نہیں رہ سکتے۔ یہاں تک کہ استری پرش میں سنگرام[15] چل رہا ہے۔ پرانے گیانیوں[16] نے سارے جھگڑوں کی ذمہ داری" زرزمین زن رکھی تھی آج اس کے لیے کیول ایک ہی شبد کافی ہے۔ سمپتی[17]۔

جب تک سمپتی مانو سماج کے سنگٹھن[18] کا آدھار[19] ہے۔ سنسار میں انتر راشٹریتا کا پرادر بھاؤ[20] نہیں ہوسکتا۔ راشٹروں کی، بھائی بھائی کی، استری پرش کی لڑائی کا کارن یہی سمپتی ہے۔ سنسار میں جتنا انیائے اور اناچار[21] ہے، جتنا دویش[22] اور مالنیہ[23] ہے، جتنی مورکھتا اور اگیانتا ہے، اس کا مول رہسیہ یہی وش کی گانٹھ ہے۔ جب تک سمپتی پرویکتی گت[24] ادھیکار[25] رہے گا۔ تب تک مانو[26] سماج کا ادھار[27] نہیں ہوسکتا۔ مزدوروں کے کام کا سے گھٹایئے بیکاروں کا گزارا دیجئے، زمینداروں اور پونجی پتیوں کے ادھیکاروں کو گھٹایئے۔ مزدوروں اور کسانوں کے سوتوں[28] کو بڑھایئے سکہ کا مولیہ گھٹایئے۔ اس طرح کے چاہے جتنے سدھار آپ کریں لیکن یہ جیرن دیوار اس ٹیپ ٹاپ سے نہیں کھڑی رہ سکتی اسے نئے سرے سے گرا کر اٹھانا ہوگا۔

سنسار آدی کال سے لکشمی[29] کی پوجا کرتا چلا آتا ہے جس پر وہ پرسن[30] ہو جائے اس کے بھاگیہ[31] کھل جاتے ہیں۔ اس کی ساری برائیاں معاف کر دی جاتی ہیں۔ لیکن سنسار کا جتنا

---

1 سب سے اچھا 2 معیار 3 تصور 4 اصول 5 تخلیق 6 رضامندی 7 یقین 8 مذہبی تعلقوں 9 تعداد 10 زمین 11 مختلف نظریوں 12 مذہبی واعظوں 13 تعصب 14 تشدد کا جذبہ 15 لڑائی 16 عالموں 17 جائداد 18 تنظیم 19 بنیاد 20 آغاز 21 بداعمالی 22 عداوت 23 گندگی 24 ذاتی 25 حق 26 رہائی 27 اختیارات 28 اختیارات 29 دولت کی دیوی 30 خوش 31 قسمت

اکلیان[1] لکشمی نے کیا ہے، اتنا شیطان نے نہیں کیا۔ یہ دیوی نہیں ڈائن ہے۔

سمپتی نے منشہ کو اپنا کریت داس[2] بنالیا ہے اس کی ساری مانسک[3]، آتمک[4] اور دیہک[5] شکتی کیول سمپتی کے سنچے[6] میں بیت جاتی ہے۔ مرتے دم بھی ہمیں حسرت رہتی ہے کہ ہائے اس سمپتی کا کیا حل ہوگا۔ ہم سمپتی کے لیے جیتے ہیں اور اسی کے لیے مرتے ہیں۔ ہم وِدوان[7] بنتے ہیں سمپتی کے لیے، گیروئے وستر دھارن[8] کرتے ہیں، سمپتی کے لیے گھی میں آلو ملا کر ہم کیوں بیچتے ہیں؟ دودھ میں پانی کیوں ملاتے ہیں۔ بھانتی بھانتی کے ویگیانک ہنسا ستر[9] کیوں بناتے ہیں۔ ویشیائیں کیوں بنتی ہیں اور ڈاکے کیوں پڑتے ہیں؟ اس کا ایک ماتر کارن سمپتی ہے۔ جب تک سمپتی ہین[10] سماج کا سنگھٹن نہ ہوگا جب تک سمپتی ویکتی واد[11] کا انت نہ ہوگا سنسار کو شانتی نہ ملے گی۔

کچھ لوگ سماج کے اس آدرش کو ورگ واد یا ''کلاس وار'' کہہ کر اس کا اپنے من میں بھیشن روپ[12] کھڑا کر لیا کرتے ہیں۔ جن کے پاس دھن ہے، جو لکشمی پتر ہیں، جو بڑی بڑی کمپنیوں کے مالک ہیں وہ اسے ہوا سمجھ کر آنکھیں بند کر کے گلا پھاڑ کر چلا پڑتے ہیں۔ لیکن شانت من سے دیکھا جائے تو اسمپتی واد[13] کے شرن[14] میں آ کر انھیں بھی وہ شانتی[15] اور وشرام[16] پراپت ہوگا جس کے لیے وہ سنتوں اور سنیاسیوں کی سیوا کیا کرتے ہیں۔ اور پھر بھی وہ ان کے ہاتھ نہیں آتی اگر وہ اپنے پچھلے کارناموں کو یاد کریں تو انھیں معلوم ہو کہ سمپتی جمع کرنے کے لیے انھوں نے اپنی آتما کا اپنے سمان[17] کا اپنے سدھانت[18] کا کتنا خون کیا۔ بیشک ان کے پاس کروڑوں کی دبھوتی[19] ہے، پر کیا انھیں شانتی مل رہی ہے؟ کیا وہ اپنے ہی بھائیوں سے اپنی ہی استری سے سنشنک[20] نہیں رہتے؟ کیا وہ اپنی ہی چھایا سے چونک نہیں پڑتے؟ وہ کروڑوں کا ڈھیر ان کے کس کام آتا ہے؟ وہ کمبھ کرن کا پیٹ لے کر بھی اسے اندر نہیں بھر سکتے۔ اَیندرک بھوگ کی بھی سیما[21] ہے اس کے سوا کہ ان کے اہنکار[22] کو یہ سنتوش[23] ہو کہ ان کے پاس ایک کروڑ جمع ہے۔ اور تو انھیں کوئی سکھ نہیں ہے کیا ایسے سماج میں رہنا ان کے لیے اسہیہ ہوگا جہاں ان کا کوئی شترو نہ ہوگا۔ جہاں انھیں کسی کے سامنے ناک رگڑنے کی ضرورت نہ ہوگی، جہاں انھیں

---

1 نقصان 2 خریدا ہوا غلام 3 عقلی 4 دنی 5 جسمانی 6 جمع 7 عالم 8 کپڑے پہننا 9 مہلک آلات 10 عدم دولتی 11 ذات پرستی 12 خوفناک شکل 13 عدم سرمایہ پرستی 14 پناہ 15 سکون 16 آرام 17 عزت 18 اصولوں 19 دولت 20 مشکوک 21 حد 22 انا 23 سکون

چھل کپٹ کے ویوہار[1] سے مکتی[2] ہو گی۔ جہاں ان کے کٹب والے ان کے مرنے کی راہ نہ دیکھتے ہوں گے، جہاں وہ وش کے بھے کے بغیر بھوجن کر سکیں؟ کیا یہ اوستھا[3] ان کے اسپہہ ہو گی؟ کیا وہ اس وشواس پریم اور سہیوگ کے سنسار سے اتنا گھبراتے ہیں، جہاں وہ نرِدوَند[4] اور نشچنت[5] ہو سمشٹی[6] میں مل کر جیون وتیت کریں گے؟ بیشک ان کے پاس بڑے بڑے محل اور نوکر چاکر اور ہاتھی گھوڑے نہ ہوں گے لیکن یہ چنتا[7] سندیہہ[8] اور سنگھرش[9] بھی تو نہ ہو گا۔

کچھ لوگوں کا سندیہہ ہوتا ہے کہ وہ ویکتی گت[10] سوارتھ[11] کے بنا منشیہ میں پریرک[12] شکتی کہاں سے آئے گی۔ پھر ودیا[13] کلا[14] اور وگیان کی اُنتی[15] کیسے ہو گی؟ کیا گوسائی تلسی داس نے رامائن اس لیے لکھا تھا کہ اس پر انھیں رائلٹی ملے گی۔ آج بھی ہم ہزاروں آدمیوں کو دیکھتے ہیں، جو اُپدیشک[16] ہیں، کوی ہیں، شکشک[17] کیول اس لیے کہ اس سے انھیں مانسک سنتوش[18] ملتا ہے۔ ابھی ہم ویکتی کی پرستھتی سے اپنے کو الگ نہیں کر سکتے، اس لیے ایسی شنکائیں[19] ہمارے من میں اٹھتی ہیں۔ سمشٹی کلپنا کے ادے ہوتے ہی یہ سوارتھ[20] چیتنا سیم سنس کرت[21] ہو جائے گی۔

کچھ لوگوں کو بھے ہوتا ہے کہ تب بہت پری شرم[22] کرنا پڑے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ آج ایسا کون سا راجہ یا دھنی ہے جو کہ آدمی رات تک بیٹھا سر نہیں کھپاتا۔ جہاں ان ولاسیوں کی بات نہیں ہے جو باپ دادوں کی کمائی اڑا رہے ہیں وہ تو پتن[23] کی اور جا رہے ہیں جو آدمی سپھل ہونا چاہتا ہے چاہے وہ کسی کام میں ہو اسے پری شرم کرنا پڑے گا۔ ابھی وہ اپنے اور اپنے کٹب کے لیے پری شرم کرتا ہے۔ کیا تب اسے سمشٹی[24] کے لیے پری شرم کرنے میں کشٹ[25] ہو گا؟

27/نومبر 1933

---

1 سلوک 2 نجات 3 حالت 4 بےمقابلہ 5 پرسکون 6 مجلس 7 فکر 8 اندیشہ 9 لڑائی 10 ذاتی 11 غرض 12 قوت محرکہ 13 علم 14 فن 15 ترقی 16 ناصح 17 معلم 18 [illegible] 19 شبہات 20 غرض شعور 21 پاک 22 محنت 23 پستی 24 کل 25 تکلیف

یورپ میں نِش شستری کرن کی پرگتی

برسوں سے سنتے آتے ہیں کہ یورپ میں لڑائی کے یتر گھٹائے جا رہے ہیں۔ لیگ میں بحثیں ہوئیں۔ جانے کتنے سمیلن ہوئے، نیتاؤں نے کتنی دوڑ دھوپ کی۔ مگر پری نام کیا ہوا؟ 1914 میں انگریزوں کے پاس ایک لاکھ پینتیس ہزار ٹن کی تارپیڈو نوکائیں تھیں۔ اب ایک لاکھ ستر ہزار ٹن کی ہیں۔ 1914 میں فرانس کے پاس پینتیس ہزار ٹن تھے۔ اب ایک لاکھ اٹھاونے ہزار ٹن ہیں۔ سنیکت راجیہ امریکہ کے پاس چالیس ہزار ٹن تھے، اب دو لاکھ انسٹھ ہزار ٹن ہیں۔ جاپان کے پاس چار ہزار چار سو ستر ٹن تھے، اب ایک لاکھ پچیس ہزار ٹن ہیں۔ اب سب میرینو کو لیجئے 1914 میں برٹین کے پاس سینتالیس ہزار ٹن تھے، اب اکسٹھ ہزار ٹن ہیں۔ فرانس کے پاس تینتیس ہزار ٹن تھے، اب ستانوے ہزار ٹن ہیں، سینکت راجہ امریکہ کے پاس سولہا ہزار ٹن تھے اب ستر ہزار ٹن ہیں۔

یہ ہے یورپ یہ نِش شستری کرن کی پرگتی۔ جب کمی کی یہ پرگتی[1] ہے تو وردھی[2] کی کیا پرگتی ہوگی۔ اس کا کون انومان[3] کرسکتا ہے۔

4/دسمبر 1933

---

1 رفتار 2 ترقی 3 اندازہ

سماج واد کا آتنک

یہ ڈکٹیٹر شپ کا یگ ہے جمہوریت واد کے دن لد گئے۔ روس، جرمنی، اٹلی، آسٹریا، اسپین غرض جہاں دیکھو ڈکٹیٹر شپ کا راج ہے۔ جہاں پرتیکش[1] روپ سے ڈکٹیٹر شپ نہیں ہے وہاں بھی ویوہارک روپ[2] سے اس نے دخل کر لیا ہے۔ جیسے امریکہ۔ اب انگلینڈ کو بھی کھٹکا ہونے لگا کہ کہیں کھچڑی شاسن کے بعد سماج وادی ڈکٹیٹر شپ نہ کھڑی ہو جائے۔ مگر انگلینڈ جیسے پونجی پردھان دیش میں شاید ہی ایسی استھتی پیدا ہو سکے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ فیسسٹ ڈکٹیٹر شپ کھڑی ہو جائے۔ کچھ بھی ہو وہاں ابھی سے اس سمبھاویہ استھتی کا سامنا کرنے کی تیاریاں ہونے لگی ہیں۔ انگلینڈ میں فیسزم کے آنے کی دیر ہے۔ پھر یورپ کا سارا نش شستری کرن[3] غائب ہو جائے گا۔ ہمیں خوش ہونا چاہیے کہ سفید کاغذ کا وائسرائے پکا ڈکٹیٹر ہو گا۔ بالکل اپ ٹو ڈیٹ۔

15 جنوری 1934

---

1 براہ راست 2 عملی شکل 3 اسلحے سے لیس

کاشغر اور مسلم وِپلو

چین کے انگ بھنگ کا ایک ساموہک[1] شڈینتر[2] چل رہا ہے اور کاشغر[3] کی جنگلی مسلم جاتیوں کا ولپو اور اس کے پرتی بھارت کے اردھ[4] سرکاری (اینگلو-انڈین) پتروں کی سہانبھوتی[5] ہمارے من میں ایک وچتر[6] شنکا[7] اتپن[8] کر دیتی ہے۔ "ڈیلی گزٹ" نے چینی ترکستان میں ایک نئی مسلم جاتی تھا راشٹر کی استھاپنا[9] پر ہرش[10] پرکٹ[11] کیا ہے۔ تھا اس پرکار بھارتیہ مسلمانوں کی سہانبھوتی تھا سہایتا[12] پراپت[13] کرنے یا "دلانے" کی چھپی چیشٹا[14] کی ہے۔ اس نیتی کی جتنی نندا[15] کی جائے تھوڑی ہے۔ ہمیں بھارت میں چینی راجدوت کے اس کتھن پر پورا وشواس ہے کہ اس وشے[16] میں پراپت سماچار ادھورے اور اوشوسنیہ[17] ہیں۔ تھا چین سرکار اپنے ادھیکار کو جمانے کی پوری چیشٹا کرے گی۔ چین سرکار کی سپھلتا کی ہر ایک سچا بھارتیہ کامنا[18] کرے گا۔ تھا یہ چاہے گا کہ کچھ جنگلی ہمارے پڑوسی کی ہانی نہ کرے۔ ساتھ ہی اس وشے میں روٹر کے تاروں پر ابھی وشواس نہ کرے گا۔

5/فروری 1934

---

1 مجموعی 2 سازش 3 چینی ترکستان 4 نیم 5 ہمدردی 6 عجیب و غریب 7 شبہات 8 پیدا 9 قائم کرنا 10 خوشی 11 ظاہر 12 مدد 13 حاصل 14 کوشش 15 مذمت 16 بارے 17 نا قابلِ یقین 18 آرزو

بھاوی مہاسمر تتھا جاپان

روس کے ادِھنا یک موشیے اسٹالن کی بھاوی مہاسمر کے سمبندھ[1] کی تازی وگیپتی[2] بڑی روچک[3] وچارپورن[4] تتھا سوچنا پورن[5] ہے۔ اس میں کوئی سندیہہ نہیں کہ سنسار کی اس سمے جیسی دشا[6] ہورہی ہے اسے دیکھتے ہوئے یہ وگیپتی ستیہ سے بہت نکٹ[7] پرتیت[8] ہوتی ہے۔ ورگ وادی دل[9] کانگریس کے سامنے انھوں نے جو رپورٹ پیش کی ہے اس میں وہ لکھتے ہیں "پونجی وادی[10] دیشوں پر مہاسمر تتھا بدلہ وِرت[11] کا بھوت چھایا ہوا ہے۔ چین جاپانی یدھ، منچوریا میں جاپان کی نیتی، اتری چین کی دشا میں جاپان کا بڑھتے جانا، جاپان تتھا سنیکت راجیہ امریکہ کا نوسینک[12] شستری کرن[13]، برٹین اور فرانس کی سینا میں بڑھتی، اس سے اوستھا[14] اور بھی خراب ہوگئی ہے اور پچھلی بات کا کارن پرشانت مہاساگر پر ادھیکار کرنے کے لیے اور پرلکھت چاروں شکتیوں کی پرتی اسپردھا[15] ہے۔

موشیے اسٹالن نے جتنی باتیں کہی ہیں وہ نئی نہیں ہیں۔ پر بھی معرکہ کی ہیں۔ سچ مچ بھاوی سمر کا بہت بڑا کارن جاپان کی ورتمان گرہ نیتی[16] ہے اور حال ہی میں جاپانی پارلیمنٹ کے سامنے جاپانی پرراشٹر سچو[17] نے جو ویاکھیان دیا ہے اس سے یہ اسپشٹ ہو جاتا ہے کہ جاپان اپنی شانتی پریتا کی جتنی ہی دہائی دیتا ہے وہ سب جھول ہے اور وہ اشانتی کی نیتی کا اتنا ہی پرتی پادن[18] کرتا ہے۔ چین کا انگ چھید کر، منچوریا کو سوتنتر[19] بنا کر، اس میں اپنا آرتھک تتھا راجنیتک ادھیکار جمالینا کہیں شانتی پریتا نہیں کہی جائے گی۔ چین سے انیائے پوروک جیہول چھین لینا شانتی پریتا نہیں کہی جائے گی۔ سوویٹ روس کی ریلوے لائن ہڑپ لینے کی چیشٹا کرنا شانتی پریتا نہیں کہی جائے گی اور سب سے بڑی بات یہ ہے اب بھی

---

1 تعلق 2 اعلان 3 دلچسپ 4 قابلِ مفکرانہ 5 اطلاعاتی 6 حالت 7 نزدیک 8 معلوم 9 فرقہ پرست جماعت 10 سرمایہ داری 11 گذشتہ 12 بحری افواج 13 اسلحہ سے لیس 14 حالت 15 مقابلہ 16 طرزِ عمل 17 وزیرِ خارجہ 18 حمایت 19 خودمختار

یہ کہنا کہ "چونکہ چین کا بھاؤ امیتری پورن[1] ہے۔ اتایو[2] جاپان لاچار ہے۔" گھورنادانی ہے اور یہ سدھ[3] کر دینا ہے کہ جلے پر نمک چھڑکنا بھی درد کو کم کرنا ہے۔ جاپان نے چین کا کیا نہیں بگاڑا؟ سوویٹ کی پرگتی روکنے کی وہ کیا چیشٹا نہیں کر رہا ہے؟ امریکہ اس کی اگرتا تتھا پرگتی کا کسی نیکتا[4] سے نہیں، دارشنکتا[5] یا دیالتا[6] سے نہیں، پرکورے دویش[7] کے کارن وِرُدھ[8] کرنا چاہتا ہے۔ پرشانت مہاساگر[9] امریکہ تتھا جاپان کے بیچ کا سمندر ہے۔ ایک میان میں دو تلوار، ایک ون میں دو سنہہ[10] نہیں رہ سکتے۔ اُدھر برٹین کے لیے بھارت تتھا آسٹریلیا تتھا انیہ اپنویشوں[11] کے کارن پرشانت مہاساگر بڑا مہتو پورن[12] ہے۔ وہ سنگاپور کا جہازی اڈہ اسی ہیتو سے بنا رہا ہے کہ وقت ضرورت کام آوے۔ اتایو برٹین کے ابھیودے سے بھیبھیت[13] فرانس کو بھی کچھ کرنا پڑے گا۔ ایسی دشا میں اتنے اُگر[14] سوارتھوں کا سنگھرش تو ہوگا ہی۔ امریکہ سے بیر لے کر، برٹین کو پرسن رکھ کر اپنا استتو[15] بنائے رکھنے کا جاپان کا پورا پریاس[16] سپھل نہیں ہو سکتا۔ ایک نہ ایک دن بھینکر کلہہ[17] کھڑا ہوگا اور موشیے اسٹالن کا یہ انومان ستیہ[18] ہے کہ ساری ذمہ داری جاپان کی ہوگی۔

5/فروری 1934

---

1 بے دوستانہ 2 اس لیے 3 ثابت 4 اخلاقیات 5 حقائق 6 مہربانی 7 تعصب 8 مخالف 9 بحرالکاہل 10 شیر 11 نو آبادیوں 12 اہم 13 خوف زدہ 14 تیز 15 وجود 16 کوشش 17 خصومت 18 صحیح

مجوردل کا ڈکٹیٹر شپ سے وِرُودھ

ڈکٹیٹر شپ کی کچھ چرچا انگلینڈ میں بھی ہونے لگی ہے، اور ایک دل ایسا اٹھ کھڑا ہوا ہے، جو انگلینڈ میں ڈکٹیٹر شپ کا سمرتھک[1] ہے، مگر مجور دل نے ایک سبھا کر کے ڈکٹیٹر شپ کا وِرُودھ کیا ہے اور جن تنتر[2] میں اپنے وشواس کی گھوشنا[3] کی ہے، ڈکٹیٹر شپ کوئی بہت اچھی چیز نہیں ہے۔ یہ سبھی جانتے ہیں، مگر جب جن تنتر کیول دھنوانوں اور پونجی پتیوں کے ہاتھ کا کھلونا ہو جائے۔ تو ایسی دشا میں سوبھاوتا[4] یہ خیال ہوتا ہے کہ اس ڈھونگ سے کیا فائدہ۔ روس، جرمنی، امریکہ، اسپین، آسٹریا، اٹلی، ترکی راشٹروں نے وِوَش[5] ہو کر ڈکٹیٹر شپ کی شرن[6] لی، مگر اس میں انیک دوش[7] ہیں۔ آج جو آدمی پر جاہت[8] کا پجاری ہے۔ سمبھو[9] ہے کہ کل وہ سوارتھ[10] کا پجاری ہو جائے، جس کی مثال نپولین ہے۔ پھر یہ کیا خبر ہے کہ ایک ڈکٹیٹر کے بعد دوسرا ڈکٹیٹر کس ڈھنگ کا آدمی ہو۔ ہمارا وچار ہے کہ دھیرے دھیرے دنیا پھر راجیہ پرتھا کی اُور آ رہی ہے۔ ہاں وہ اس سے کچھ اَنت اَوَشیہ[11] ہوگی۔

12 رفروری 1934

---

1 حامی 2 جمہوریت 3 اعلان 4 فطرتاً 5 مجبور 6 پناہ 7 برائیاں 8 عوام کی فلاح 9 ممکن 10 غرض 11 ضرور

روس اور جاپان میں تناؤ

روس اور جاپان میں منو ملنیہ[1] تو پہلے ہی سے تھا۔ اب ایسا جان پڑتا ہے بارود میں فلیتا لگنے کی دیر ہے۔ روس کا فوجی دیوتا لال لال آنکھوں سے گھور رہا ہے۔ جاپان کیول شبدوں میں اپنے پراکرم[2] کا پریچے[3] نہیں دینا چاہتا۔ وہ ابھی تک یہی کہے جاتا ہے کہ ہمیں تو دادا چپ چاپ پڑا رہنے دو، ہم کسی سے رار مول نہیں لینا چاہتے۔ مگر تیاریاں دونوں اور سے ہو رہی ہیں۔ جاپان سامراجیہ واد کی دھن میں مست ہے، سوویٹ شاسن کا پڑوس اسے کھٹک رہا ہے، چین میں کئی پرانتوں میں سوویٹ شاسن استھاپت[4] ہو گیا ہے اور جاپان میں بھی بھیتر ہی بھیتر آگ سلگ رہی ہے۔ جیسا ایم۔ ٹراسکی نے جاپانی پرستھتی کا دگدرشن[5] کرتے ہوئے لکھا تھا۔ جاپان جوالہ مکھی کے مکھ پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کا سامراجیہ سوویٹ شاسن کے بغل میں پھل پھول نہیں سکتا۔ جاپان اتنا تو جانتا ہے کہ آج کا روس زار کے زمانے کا روس نہیں ہے۔ اور ادھر اس نے چین پر آگھات[6] کر کے سنسار کی سہانبھوتی[7] بھی کھو دی ہے۔ پر روس کی گرج کا اس پر کچھ اثر ہوتا نہیں معلوم ہوتا۔ ادھر امریکہ بھی جاپان سے بگڑ بیٹھا ہے اور ادھر روس اور جاپان میں سنگھرش[8] ہوا تو امریکہ بھی روس کا ساتھ دے گا۔ جاپان بلوان سہی پر دو مہان شکتیوں[9] کے سامنے وہ ٹک سکے گا۔ اس میں سندیہہ ہے۔ کہیں اس کی بھی وہی دشا نہ ہو جو 1914 میں جرمنی کی ہوئی۔ سبھی بڑے راشٹر اس کے دشمن ہو گئے۔ جاپان بھی کچھ اسی نیتی[10] پر چل رہا ہے اور ہمیں آشچریہ[11] ہوگا اگر لڑائی کے اوسر[12] پر وہ روس کے ساتھ امریکہ اور دو ایک یورپیہ راشٹروں کو بھی اپنے سامنے کھڑا دیکھے۔ اور کیا اس وقت

1 رنجش 2 بہادری 3 تعارف 4 قائم 5 مطالعہ 6 حملہ 7 ہمدردی 8 تصادم 9 بڑی قوتوں 10 طرز 11 حیرت 12 موقع

چین اپنا پرانا بیر نہ چکا دے گا؟ پھر یوروپ میں جاپان ہی ایک ایسی شکتی ہے جو یورپ کی بڑی بڑی سلطنتوں

سے برابری کرسکتی ہے اور جس کی ویوسائک اُنتی [2] نے سارے سنسار کو چکت کردیا ہے۔ پچھم اس کے پربھُتو [3] کو مٹانے کے لیے اپنے بھیدوں [4] کو بھول جائے تو آنچریہ [5] نہیں۔ جاپان کے لیے کسی طرف سے بھی سہائتا [6] ملنے کی سمبھاؤنا نہیں ہے۔ اگر خدانہ خواستہ یہ لڑائی ہوئی تو جاپان کو ایسی کشتی [7] پہنچے گی کہ وہ برسوں تک نہ سنبھل سکے گا۔ فائدہ شاید یہ ہو کہ ایک سامراجیہ وادی شاسن نشٹ ہو کر اس کی جگہ سوویٹ شاسن استھاپت ہو جائے۔

19/فروری 1914

یورپ میں لڑائی کا بادل

جرمنی اس بات پر تلا ہے کہ وہ دوسرے راشٹروں کی بھانتی خوب استرشستر [8] بڑھائے گا۔ موشیو مسولنی اس کی پیٹھ ٹھوک رہے ہیں۔ فرانس اور برٹین کی سانس پھول رہی ہے۔ جرمنی یوں ماننے والا نہیں۔ راشٹر سنگھ کی اسے پرواہ نہیں ہے۔ تو کیا فرانس اور انگلینڈ یوں ہی چپ چاپ بیٹھے دیکھتے رہیں گے؟ ادھر بھی زوروں کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ بارُود تیار ہے۔ کیول چنگاری کی دیر ہے۔ پچھلے مہایدھ [9] میں نیائے [10] متر راشٹروں [11] کے ساتھ تھا۔ اب کی بار نیائے جرمنی کے ساتھ ہے۔

16/اپریل 1934

---

1 مشرق 2 تجارتی ترقی 3 عظمت 4 امتیازات 5 حیرت 6 مدد 7 نقصان 8 اسلحہ 9 جنگِ عظیم 10 انصاف 11 دوست ملکوں

انگریزی فاسسٹ دل کی نیتی

برٹین میں خدا کے فضل سے ایک فاسسٹ پارٹی قائم ہوگئی اور جہاں تک بھارت کا سمبندھ ہے وہ کنزرویٹوں، دل سے بھی آگے بڑھی ہوئی ہے۔ اس کے نیتا صاحب نے ایک بھاشن میں فرمایا ہے۔ کیسا سدھار اور کیسا سفید کاغذ اور کیسا ڈومنین اسٹیٹس اور کیسا سوراجیہ۔ یہ سب پاگلوں کی باتیں ہیں۔ انگلینڈ کا کام ہے تلوار کے زور سے بھارت پر قیامت کے دن تک راجیہ کرنا۔ وہاں خوب دھن جمع کرنا اور چین کی بنسی بجانا! بالکل ٹھیک: ۔ برٹین کا بھارت کے ساتھ واستو[1] میں یہی دھرم ہے۔ بھارت سنسار میں ہے اسی لیے کہ انگلینڈ اس پر سواری گانٹھے فیسزم کے آچاریہ ہرہٹلر بھی ایک بار بھارت کے وشے میں اپنی قیمتی رائے ظاہر کر چکے ہیں۔ کنزرویٹوں کو اب بھارت کی اُور سے نشچنت[2] ہو جانا چاہیے۔ انگریزی فاسسٹ پارٹی اس کا ہوش ٹھیک کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔ چرچل صاحب تو پھولے نہ سماتے ہوں گے۔ ہے یہ فیسسٹ پٹھا بڑے جیوٹ کا۔ ابھی گھٹنیوں کے بل گھسٹ رہا ہے، کھڑا ابھی نہیں ہونے پایا۔ مگر باتیں کرتا ہے ایسی بڑھ بڑھ کر۔ ہم اس کا یہ جیوٹ تو تب دیکھتے ہیں جب آئرلینڈ یا کناڈا یا آسٹریلیا کے وشے میں بھی وہ ایسی باتیں کرتا۔ مگر وہاں اس کی دال نہیں گلتی۔ ان کا نام بھی لے تو گوشمالی کر دی جائے۔ بھارت کو چار کھوٹی کھری سنا دینا تو انگریزی شِشٹتا[3] کا ایک انگ ہے۔ ہندستان میں کرنٹے لونڈے بھی ہندستانیوں کی اُور جب دیکھتے ہیں تو ترچھی آنکھوں سے ہی، لیکن انگریزی فیسزم کے سنستھاپک[4] سراوس والڈ کو شاید جلد معلوم ہو جائے گا کہ فیسزم استھائی وستو نہیں ہے۔ وہ کمیونزم کے سمیپ[5] آتے آتے ایک دن اسی میں ولین ہو جائے گا۔

16/اپریل 1934

---

1 حقیقت 2 مطمئن 3 تہذیب 4 قائد 5 قریب

روس میں پونجی واد

ابھی سماچار پتروں میں خبر چھپی ہے کہ روس کئی ارب روبل کے تمسک جاری کر رہا ہے۔ پونجی وادی جاتیوں میں آئے دن قرض لیے جاتے ہیں پونجی پتی روپے لگاتے ہیں، سود لیتے اور دھن بٹورتے ہیں، مگر ہمیں یہ دیکھ کر آشچر یہ[1] ہوا کہ روس میں بھی پھر وہی بیماری پھیل رہی ہے اگر پونجی پتی وہاں نہیں ہیں تو اس لون کے لیے روپیہ کون دے گا۔ ادھر قرض بھی چھوٹا موٹا نہیں ہے، اربوں کا ہے۔ اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اب بھی پونجی پتیوں کی سنکھیا کافی ہے۔ ودیشی جاتیاں تو شاید ہی روس میں روپے لگانے پر تیار ہوں اور اگر روس باہر کی پونجی اپنے راجیہ میں لانا چاہتا ہے تو وہ پونجی واد کی سہائتا کر رہا ہے اریہ اس پر پونجی واد کی وجیہ ہے۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ کم سے کم روس ایک ایسا دیش ہے جس نے پونجی واد پر وجے پائی ہے۔ اور اپنے دیش میں ایک نئی سماج ویوستھا قائم کر دی ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھرم[2] میں تھے اندور کی ماسک[3] پتریکا[4] ''وینا'' کے سمیلن انک میں مانیہ ور بابو بھگوان داس جی کا ایک لیکھ ہے جسے پڑھ کر یہ ماننا پڑتا ہے کہ سوویت روس ابھی تک بھید بھاؤ اور اونچ نیچ کے انتر کو مٹا نہیں پایا۔ وہاں افسروں کو بڑی بڑی رقمیں ملتی ہیں۔ ان کے رہنے کے لیے بڑے بڑے محل دیے جاتے ہیں اور وہ بھی جنتا پر اسی طرح رعب جماتے ہیں جیسے انیہ دیشوں میں۔ اس میں سندیہ نہیں کہ سوویت نے بھید بھاؤ کم کر دیا ہے اسے مٹا نہیں سکا۔

لیکن ہمارا انومان ہے کہ یہ خبر بھی پونجی وادی راشٹروں کا روس کے خلاف پروپگنڈہ ہے۔ روس بھی ایک نئی سبھیتا کی پرارمبھک اوستھا میں ہے۔ پرانے سنسکار کچھ نہ کچھ رہیں گے ہی۔ بیشک پرولتیریٹ کے ہاتھ میں بہت ادھیکار ہے۔ مزدوروں اور کسانوں کو وشیش ادھیکار ملے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ پرانی دشا

---

1 حیرت 2 جیت 3 دھوکے 4 ماہانہ

کی پر کریا[1] ہے، جب مجوروں اور کسانوں کا کوئی ادھیکاری نہ تھا جس طرح اس سے شکشت[2] اور دھنی سماج[3] مجوروں پر انیائے کرتا تھا اسی طرح مجوروں کے ہاتھ میں شکتی[4] آگئی ہے تو وہ شکشت سماج کے ساتھ بھید بھاؤ کر رہے ہیں۔ جیسے تب مدھیم ورگ[5] نے زمینداریاں، عہدے، تجارت اور کارخانے اپنے ہاتھ میں کر لیے تھے اور جیون کے ہر ایک انگ پر مدھیم ورگ کی پربھتا[6] کی چھاپ رہتی تھی۔ اس طرح اب روس کے انتظام، سماج، شکشا، ساہتیہ[7] ونود[8]، ارتھات[9] جیون کے ہر ایک انگ پر کمیونسٹ چھاپ ہے۔ مگر ہمارا خیال ہے یہ وہاں کی استھائی دشا نہیں ہے۔ سوویٹ کا آدرش[10] کمیونسٹ پارٹی یا ڈکٹیٹر شپ نہیں ہے۔ یہ تو اس اوستھا کے لیے استھائی طور پر بنا لیے گئے ہیں۔ اس کا آدرش ایک ایسا سامیہ واد[11] ہے، جس میں آدمی سوارتھ[12] سے نہیں کیول سماج کے ہت کے لیے بغیر کسی دباؤ کے جئے گا اور مرے گا۔ جب سبھی منشیہ ہوں گے، اونچ نیچ یا شاسک[13] اور شاست[14] کا بھید بھاؤ مٹ جائے گا۔

23/اپریل 1934

---

1 کارروائی 2 تعلیم یافتہ 3 دولت مند 4 طاقت 5 متوسط طبقہ 6 عظمت 7 ادب 8 تفریح 9 یعنی 10 نصب العین 11 کیونزم 12 مطلب 13 حاکم 14 محکوم

ہٹلر کی تاناشاہی

ابھی ابھی، گت[1] پکش میں، ہٹلر نے جرمنی میں جو بھیشن[2] تھیا کانڈ[3] کیا، اس سے وہاں ہاہا کار[4] مچ گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ لگ بھگ دو سو نازی نیتاؤں کو قتل کر دیا گیا۔ جب کچھ سے پورو[5] جرمنی کے پرچار منتری ہر گوبیلس نے ہر وان پاپین کا بھاشن[6] پر کاشت کرنے کی مناہی کر دی تھی، تبھی یہ خیال ہو گیا تھا کہ نازی پکش کے پردھان منڈل[7] میں بہت شیگھر[8] کلہ[9] اور وگرہ[10] اتپن[11] ہو جائے گا اور بہت کچھ ہو بھی گیا تھا۔ پر جرمنی کے سرو سے سروا ہر ہٹلر نے اپنے بدھی کوشل اور واک پٹوتا سے اس سمے اسے دور کر دیا۔ کنتو[12] اُپریکت[13] گھٹنا[14] سے یہ صاف سمجھ میں آ گیا تھا کہ نازی دل میں گھور مت بھید ہو گیا ہے اور وہ شیگھر ہی رنگ لائے گا۔ اور اصل میں ہوا بھی وہی۔ برلن اور میونک نے نازی طوفانی دل کے لگ بھگ دو سو نیتاؤں کو ہر ہٹلر نے ہوائی جہاز سے یاترا[15] کر کے سوتہ[16] گرفتار کیا۔ برلن کے چانسلر وان شلیپر نے اس گرفتاری پر آپتی[17] کی تو انھیں گولی کا نشانہ بنا دیا گیا۔ ان کی اِستری پتی کو بچانے کے لیے بیچ میں آئیں تو وہ بھی گولی کا شکار ہو گئیں۔ گرفتار کیے ہوئے نازی نیتاؤں کو اپنے وچار پر کٹ[18] کرنے کے لیے ایک گھنٹے کا سمے بھی نہیں دیا گیا ترنت تلاشی لی گئی، جانچ کی گئی اور ان کے پران انت کر دینے کا حکم ہو گیا۔ وائس چانسلر ہر وان پاپین کو نظر بند کر لیا گیا ان کے گھر کی تلاشی لی گئی۔ ان کے رہن سہن پر نظر رکھی گئی پر بھید کی کوئی بات نہ معلوم ہوئی اور ان پر سے پرتی بندھ[19] اٹھا لیا گیا۔

---

1 گذشتہ 2 خوفناک 3 قاتلانہ حادثہ 4 کہرام 5 مشرقی 6 تقریر 7 کابینہ اعلیٰ 8 جلد 9 نزاع 10 آرائش
11 پیدا 12 لیکن 13 مندرجہ بالا 14 واقعہ 15 سفر 16 خود بخود 17 اعتراض 18 ظاہر 19 پابندی

اس نرشنس ہتیا کانڈ[1] کے وشے میں یہ کہا گیا ہے، کہ مرت کھت اپرادھیوں[2] نے جرمنی کے ورتمان، شاسن کو الٹ دینے کے لیے ایک پرکانڈ شڈ یتر[3] رچا تھا اور اس کا پرکار من نہ کر دیا جاتا تو دیش پر گھور وپتی[4] آجاتی۔ پر اس کے وشے میں پرمان[5] تو کوئی نہیں دیا گیا۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ دو سپتاہ پورو ہی اس شڈ یتر کے سماچار مل گئے تھے تو یہ پرشن سامنے آجاتا ہے کہ ہتیا کانڈ والے دن تک بھی وہ سماچار پر کاشت کیوں نہیں کیا گیا؟ اور کیوں ایسا بھینکر، بربر[6] رومانچکاری[7] اور گھرناسپد[8] رکت پات[9] مچایا گیا؟ دیش کی رکشا کے نام پر بھی یہ نارکیہ کرتیہ ہر ہٹلر کے ماتھے پر اپنی جگھنیتا کا کلنک لگا دیتا ہے۔

اور یہ مان لیا جائے کہ مرت نازی نیتاؤں نے جرمنی کے ورتمان شاسن کے خلاف شڈ یتر کیا تھا تو اس سے یہی پرکٹ ہوتا ہے کہ جرمنی کی پرجا کا یا ان کے اپنے ساتھیوں کا یہ ایک بہت بڑا دل، ان کا شاسن ماننے کو تیار نہیں ہے۔ لگ بھگ پچیس لاکھ نازیوں میں سے ترتیالیس ان کے شاسن کے خلاف ہیں۔ اور وہ کمیونسٹ یا سامیہ وادی وچار رکھتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہر ہٹلر نے شاسن ادھیکار پراپت کرنے کے سمے پرجا اور ادھیکاری ورگ کے ہت سادھن کے لیے جو پرتگیا[10] کی تھی وہ پوری نہیں کی گئی اس سے بھی لوگوں میں اسنتوش[11] پھیل گیا ہے، آرمبھ[12] میں اسٹارم ٹروپس یا طوفانی دل کے نام سے جو نازی سینا کھڑی کی گئی تھی اور جس کی سنکھیا پچیس تیس لاکھ ہے، آرتھک مندی کے کارن اس کے خرچ کا نرواہ نہیں ہو رہا ہے اور اسی لیے ہٹلر اسے چپ چاپ توڑ دینا چاہتا ہے۔ اس کے کاریہ میں مرت نازی نیتا وگھن سوروپ تھے۔

لندن کے کچھ پرتشٹھت[13] اخباروں نے یہ بھی چھاپا ہے کہ ہٹلر بھوت پوروکیسر کو پُنا جرمنی میں لا کر راج تنتر[14] استھاپت[15] کرنا چاہتا ہے اور نازی دل اور اس کے مرت نیتا ہٹلر کے اس کاریہ کے ورودھی تھے۔ اسی لیے انھیں اپنے مارگ سے یوں کرورتا پوروک[16] ہٹا دیا گیا ابھی ابھی جو مسولنی سمیلن ہوا تھا، کہا جاتا ہے کہ اس میں مسولنی نے ہٹلر کو پنہ جرمنی میں راج تنتر استھاپت کرنے کی صلاح دی تھی۔ اگر مسولنی نے راج تنتر کے لیے صلاح دی ہے تو برا نہیں کیا وہ بھی تو اٹلی میں وہی راج تنتر استھاپت

---

1 بے رحم قاتلانہ حادثہ 2 مجرموں 3 سازش 4 سخت مصیبت 5 ثبوت 6 وحشیانہ 7 رونگٹے کھڑے کرنے والا 8 نفرت آمیز 9 خوں ریزی 10 حلف 11 غیر اطمینان 12 شروع 13 مشہور 14 شہنشاہیت 15 قائم 16 بے رحمی کے ساتھ

کر کے سروے سروا[1] پد کا سارا سکھ لوٹ رہے ہیں، پر راج نیتگیوں[2] کا یہ خیال ہے کہ ہٹلر نے اگر

بھوت پورو کسیر کو تخت پر بٹھایا، تو اسی کے نہیں، سارے سنسار کے سکھ سوبھاگیہ پر وجرا گھات 3 ہو جائے گا۔

ہٹلر نے جرمنی کے پونجی پتیوں کے ہاتھ کی کٹھ پتلی بن کر کچھ سے پورو یہودیوں پر جو اتیاچار 4 کیا تھا اسی سے اس کی کھیاتی 5 سنسار میں ہوگئی اور اب اس کروُر کرم 6 نے تو وِدُھت پرکاش 7 ڈال کر اس کے ہر دے کا رگ ریشہ تک صاف دکھلا دیا ہے۔

جولائی 1934

---

1 مختارکل 2 سیاست دانوں 3 بجلی کا حملہ 4 ظلم 5 شہرت 6 ظالمانہ عمل 7 برقی چمک

وان ہنڈن برگ کا سورگ واس

گت[1] مہایدھ کے تیسوی[2] دکشتر[3] تھا جرمنی کے پرتاپی[4] پریسیڈینٹ مارشل وان ہنڈن برگ اب اس سنسار میں نہیں ہیں۔ گت 2/ اگست کو جرمنی میں ان کا سورگ واس ہو گیا۔

وان ہنڈن برگ ایک کشل[5] سیناپتی[6] تو تھے ہی ساتھ ہی ساتھ گمبھیر[7] راجنیتک بھی تھے۔ جتنی کشلتا[8] کے ساتھ انھوں نے ایک سیوگیہ[9] سیناپتی کے روپ میں یدھ کا سنچالن[10] کیا تھا اتنی ہی گمبھیرتا اور اُتکرشٹتا[11] کے ساتھ اپنے پریسیڈینٹ کے پد کو بھی نبھایا تھا۔ یہی کارن ہے کہ گت مہاسمر[12] میں ہارے جانے پر بھی جرمنی وجیئی رہا۔ وان ہنڈن برگ نے دوردرشتا[13] سے کام لے کر یدھ بند کر دیا اور بریلز کی سندھی[14] پر ہستاکشر[15] کر کے متر راشٹروں کے پربل[16] سنگھرش سے پست ہو رہے سودیش کو نشٹ ہونے سے بچا لیا۔ گت مہایدھ کے درشک بھلی بھانتی[17] جانتے ہیں کہ اس سے اگر یدھ بند نہ ہو جاتا تو جرمنی میں آج اٹھنے کی شکتی نہ آتی۔ اس طرح جرمنی کی ورتمان جاگرتی[18] تھا اس کے شکتی شالی راشٹر ہونے کا شریے[19] ہنڈن برگ کو ہے۔ جب جرمنی فرانس یدھ کا سوترپات[20] ہو گیا تھا تب روس نے بھی جرمنی پر پوروییہ سیما[21] سے دھاوا بول دیا تھا۔ یہ جرمنی کے مہان سنکٹ[22] کا سمے تھا۔ ہنڈن برگ اس سمے اوسر پراپت پنشنر تھے کنتو پربل شترووں سے مورچہ لینا انھیں کا کام تھا کیونکہ سب سیناپتی

---

1 دوبارہ 2 جغرافیائی 3 مطالعہ 4 نتیجہ کے طور پر 5 خود سپرد 6 خادم 7 عزت 8 بعد 9 مدت ملازمت 10 ختم 11 ورنہ 12 کثرت رائے 13 حمایت 14 نشین 15 قبول 16 بھری 17 دوبارہ یکجا 18 تبدیل 19 نئی طاقت 20 شہر 21 باعزت 22 گزارہ 23 قابل

جواب دے چکے تھے۔ تداان 23 ہنڈن برگ کے پاس کیسر تھا انیہ دیش بھکتوں کے تار آنے لگے اور دیش کی پکار پر بوڑھے ہنڈن برگ سے نہ رہا گیا۔ وردھ شریر نے پنا[1] سینا پتی پد کو سنبھالا۔ ورّدھ ہنڈن برگ نے پورو پیہ سیما کا کافی اچھا بھوگولک [2] گیان دھین [3] کر رکھا تھا۔ اس کے پھل سوروپ [4] انھوں نے بڑی کشلتا کے ساتھ روسی سینا کو دلدل میں پھنسا کر پست کر دیا۔ چھ لاکھ روسی سینا کو آتم سمرپن [5] کرنا پڑا۔ اس وجہ نے بھی اپنے سچے سیوک [6] کا پورا پورا سمان [7] کیا اور 4 را پریل 1925 کو ہنڈن برگ جرمنی کے پریسیڈینٹ بنا دئے گئے۔ ساتھ ورش پریسیڈینٹ رہنے کے اُپرانت [8] ان کا کاریہ کال [9] سماپت [10] ہوا۔ کنتو ہنڈن برگ پُنا کھڑے ہوئے اور کہا اگر اس بار بھی میں چنا گیا تو دیش کی کافی سیوا کروں گا۔ ایتھا [11] جرمنی کو مجھ سے یہ کہنے کا حق نہ رہے گا کہ میں اس کی سیوا کے لیے تیار نہ تھا۔ اس چناؤ میں ہٹلر بھی کھڑے ہوئے تھے۔ کنتو جرمنی ہنڈن برگ کو پہچانتا تھا۔ ان کے سامنے کوئی ٹھہر نہ سکا۔ بہومت [12] انھی کے پکش [13] میں رہا اور وہ 1933 میں پُنا پریسیڈینٹ چن لیے گئے۔

پریسیڈینٹ پد پر آسیت [14] ہونے کے پشچات وان ہنڈن برگ نے جرمنی کی کیا کیا سیوائیں کیں یہ راجنیتی کے جانکاروں سے چھپا نہیں ہے برسیلز کی سندھی کو سویکار [15] کرنے کے پشچات پریسیڈینٹ ہونے پر ہنڈن برگ نے پردھان کاریہ یہ کیا کہ اپنے دیش کی است ویست [16] شکتی کا پنر گٹھن [17] کر ڈالا اور اسے شکتی شالی راشٹر میں پر نت [18] کر دیا۔ نوشکتی [19] پراپت جرمنی اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا اور ایمان سے بھری ہوئی برسیلز کی سندھی کو ٹھکرا دیا، حرجانہ کا روپیہ دینے سے انکار کر دیا۔ متر راشٹروں میں بٹے ہوئے اپنے انگ کو بھی مانگا اور وہ ایک سوتنتر سنہہ [20] کی دہاڑ ابھی یدی اسی سے کا جرمنی ورسیلز کی سندھی سے دبا ہوا جرمنی ہوتا تو متر راشٹر اسے دبوچ ڈالتے۔ کنتو اب تو یہ شکتی شالی جرمنی تھا۔ ہنڈن برگ نے اسے سمانت [21] جیون وتیت [22] کرنے کے یوگیہ [23] بنا دیا تھا۔ ایسی اوستھا میں وہ کیسے دبتا؟ کسی کی ہمت نہ تھی جو اس کو چھیڑ کرتا۔ جرمنی اب شکتی شالی راشٹر ہے اب اس میں بڑے سے بڑے شترو کو بھی دھول میں ملانے کی سامرتھیہ ہے۔ یہ سب ہٹلر کا کاریہ نہیں ہے۔ اسی وردھ ہنڈن برگ

---

1 پچھلے 2 پرجلال 3 سیارہ 4 بارعب 5 ماہر 6 سپہ سالار 7 سنجیدہ 8 ہنرمندی 9 لائق ترین 10 قیادت 11 برتری 12 جنگ عظیم 13 دور اندیشی 14 معاہدہ 15 دستخط 16 طاقتور 17 اچھی طرح 18 بیداری 19 شرف 20 آغاز 21 مشرقی حد 22 بڑی مصیبت 23 بالآخر

کا پرتاپ[1] ہے اسی کا سچا ہوا یہ پوداوشالتا[2] دھارن[3] کر اونچا سر کیے تنا ہوا ہے۔ اس پرکار جرمنی کا نو نرمان[4] کر کے ستاسی ورش کی اوستھا میں وہ بوڑھا راشٹر پتی سرودا[5] کے لیے ماتر بھومی[6] کی گود میں سو گیا۔ اور جرمنی کو شوک ساگر میں ڈال گیا۔ وہی ایک ایسا ویکتی تھا، جس نے ہٹلر کو بھی اپنے پنجے میں کر رکھا تھا۔ اور اس کے سامنے ہٹلر کو دبنا پڑتا تھا، کنتو اب اس کے ابھاؤ[7] میں ہٹلر کی سوتنتھا چارتا[8] کیا کرے گی۔ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ ہٹلر کے اب تک کے کاموں کو دیکھتے ہوئے تو یہی کہنا پڑتا ہے کہ جرمنی کا بھوشیہ اتنا سندر نہیں رہا۔ جتنا کہ ہنڈن برگ کے سمے تھا۔

ہنڈن برگ کے اوسان سے نہ کیول جرمنی کی ہی ہانی ہوئی ہے، بلکہ انتر راشٹریہ کشتی[9] بھی بھاری ہوئی ہے۔ ہنڈن برگ انتر راشٹریہ پرتھتیوں کے اچھے جانکار تھے۔ جس راشٹر کو ایسے مہاپرشوں کو جنم دینے کا سوبھاگیہ پراپت ہوتا ہے، واستو[10] میں وہ راشٹر دھنیہ ہے۔ یدیپی[11] ہنڈن برگ پنچ تتو کو پراپت ہو گئے ہیں۔ کنتو وہ امر ہو چکے ہیں۔ ان کا دیش بھکتی کا آدرش ان کی وجے پتاکا پھیراتا رہے گا۔

اگست 1934

امر کومی گیٹے کا اپمان

گیٹے جرمنی کا ہی امر کوی[12] نہیں سنسار کے یگ پرورتک[13] کویوں میں ہے، اور ابھی تک جرمنی نے اسے جنم دینے کا گرو کیا ہے، پر اب نا تسی نیتی میں گیٹے اس لیے سمان کے یوگیہ نہیں رہا کہ اس کے وچار انتر راشٹریہ تھے اور اب جرمنی کی سنکچت[14] سیماتیتا[15] میں ایسے مہان سرشٹاؤں[16] کے لیے بھی استھان نہیں ہے۔ جو جرمنی اپنی سنسکرتی اور اپنے اونچے دارشنک آدیشوں[17] کے لیے وکھیات[18] تھا، اس کا آج یہ پتن[19]۔

نومبر 1935

---

1 دبدبہ 2 وسعت 3 لے 4 نئی ترقی 5 ہمیشہ 6 مادر وطن 7 غیر موجودگی 8 خود مختاری 9 نقصان 10 حقیقت 11 اگرچہ 12 شاعر 13 عہد ساز 14 محدود 15 توسیع 16 خالقوں 17 فلسفیانہ ہدایات 18 مشہور 19 زوال

فرانس کی تیاری

کبھی نشستری کرن سمیلن کی بیٹھکیں ہوتی ہیں کبھی راشٹر سنگھ[1] کے ادھیویشن[2] ہوتے ہیں اور لچھے دار بھاشن میں شانتی کی یوجنائیں[3] تیار کی جاتی ہیں۔ کنٹو مکھ میں رام بغل میں چھری کی ورتی کے کارن سب ٹائیں ٹائیں فش ہو جاتی ہیں۔ جب تک راشٹروں کے ہردیوں میں میل رہے گا، کپٹ اور سوارتھ[4] کے لیے گنجائش رہے گی بچی سہا نبھوتی[5] سچے پریم کا ابھاو[6] رہے گا، متری ہو نہیں سکتی۔ ہردے، بھن اور سشنکت[7] رہیں گے۔ جب نیت ہی صاف نہیں، تب ہو ہی کیا سکتا ہے۔ راشٹر سنگھ اور نشتری کرن سملین کی بیٹھکیں کچھ نہیں کرسکتیں۔ چاہے ان میں کتنے ہی مہتو پورن پرستاؤ پاس ہو جائیں لیکن ان کا کوئی مولیہ[8] نہیں ہے۔ سب ویرتھ[9] ہے۔ یہی کارن ہے کہ سب راشٹر اپنی اپنی ڈفلی بجا رہے ہیں۔ من مانی تیاری کر رہے ہیں۔ فرانس کا سماچار ہے کہ فرانس آج کل ہوائی تیاریوں میں زوروں سے لگا ہوا ہے۔ وہ ایک چھ ہزار فٹ اونچی ٹاور بنوائے گا۔ جن کے تین پلیٹ فارم سے لڑاکو ہوائی جہاز بھیجے جائیں گے۔ اس ٹاور پر تین سو توپیں لگی رہیں گی۔ جو ہر دِشا[10] میں گولے پھینک سکیں گی۔ ایک طرف یہ ہو رہا ہے اور دوسری طرف شانتی کی دہائی دی جا رہی ہے۔ یہ نیت کے دیوالیہ پن کا پرمان[11] ہے اس میں سندیہ نہیں کہ یورپ شانتی کی اپیکشا[12] سروناش[13] کی تیاری زوروں سے کر رہا ہے۔

ستمبر 1934

---

1 اقوامِ متحدہ 2 اجلاس 3 منصوبے 4 مطلب 5 ہمدردی 6 کمی 7 مشکوک 8 قیمت 9 بیکار 10 سمت 11 ثبوت 12 بہ نسبت 13 مکمل تباہی

کربلا

مترور شری یکت رام چندر ٹنڈن نے میرے کربلا نامی ڈرامے کی آلوچنا[1] کرتے ہوئے یہ شنکا پرکٹ کی ہے کہ اس ناٹک میں ہندو پاتر کیوں لائے گئے۔ ان کا کتھن ہے۔ "ہندو پاتروں[2] کے ساویش سے نہ ہندوؤں کو پرسنتا ہوگی، نہ مسلمانوں کو تشٹی، اس لیے ہندو پاتر نہ لائے جاتے تو کوئی ہانی نہ ہوتی؛ یہ ڈراما اتہاسک ہے اور اتہاس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کربلا کے سنگرام میں کچھ ہندو یوڈھاؤں نے بھی حضرت حسین کا پکش لے کر پرانوتسرگ[3] کیے تھے۔ اتہ ان پاتروں کا بہشکار[4] کرنا کسی بھانتی یکتی سنگت[5] نہ ہوتا۔ رہی یہ بات کہ ان کے ساویش[6] سے ہندو اور مسلمان، دو میں سے ایک کو بھی پرسنتا نہ ہوگی، اس کے لیے لیکھک کیوں قصوروار ٹھہرایا جائے؟ آج ہندو اور مسلمان دونوں جاتیوں میں ویمنسیہ[7] ہے، اس لیے سمبھو ہے کہ ایسے مشرت درشیہ[8] رچی کر نہ ہوں، لیکن ذرا غور سے دیکھیے تو اس درشے میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر کسی ہندو یا مسلمان کو آپتی[9] ہو۔ ہندو جاتی یدی اپنے پرکھوں کو کسی دھرم سنگرام میں آتموتسرگ[10] کرتے ہوئے دیکھ کر پرسن نہ ہو تو سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ اس میں ویر پوجا کی بھاونا بھی نہیں رہی، جو کسی جاتی کے ادھہ پتن[11] کا انتم لکشن[12] ہے۔ جب تک ہم ارجن، پرتاپ، شواجی آدی ویروں کی پوجا اور ان کی کیرتی پر گرو کرتے ہیں تب تک ہمارے پنر دھار کی کچھ آشا ہوسکتی ہے۔ جس دن ہم اتنے جاتی گوروشونیہ ہو جائیں گے کہ اپنے پوروجوں کی امر کیرتی پر آپتی کرنے لگیں، اس دن ہمارے لیے کوئی آشا نہیں رہے گی۔ ہم تو اس چت

---

1 تنقید، نکتہ چینی 2 ہندو کردار 3 جان قربان 4 رد 5 لائق ترکیب 6 شمولیت 7 تعصب، عناد 8 مشترکہ نظارے 9 اعتراض 10 جاں بازی 11 زوال 12 آخری نشانی

ورتی کی کلپنا کرنے میں بھی اسمرتھ ہیں جو ہمارے اتیت گورو کی اُور اتنی اداسین [1] ہو۔ ہمارا تو انومان ہے کہ ہندو اچھا نہ رہنے پر بھی اس بات سے پرسن ہوں گے اور اس پر گرو کریں گے۔ ہاں مسلمانوں کی تشٹی کے وشے میں ہم نشچیاتمک روپ سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن چونکہ مسلمان لیکھکوں نے یہ انویشن کیا ہے اور ان ہی آدھار پر ہم نے ہندو پاتروں کا سماویش کیا ہے، اس لیے اس وشے میں شنکا کرنے کے لیے کوئی استھان نہیں رہ جاتا کہ مسلمان تشٹ ہوں گے۔ یدی مسلمانوں کو ایک مہان سنکٹ میں آریوں سے سہایتا پانے پر کھید ہوتا تو وہ اس کا اُلیکھ ہی کیوں کرتے۔ آج کل کی سمنت جاتیاں بھی سنکٹ کے اوسر پر دی گئی سہایتا کا احسان ماننے میں اپمان نہیں سمجھتیں۔ پھر کوئی کارن نہیں کہ مسلمان کیوں آریوں کی پران پن [2] سے دی گئی سہایتا کا انادر کریں۔ ہاں، یدی ہندو لوگ آج اس احسان کے بل پر مسلمانوں کے سامنے شیخی بگھارنے لگیں تو سمبھو ہے، مسلمانوں کے من میں کرتگیتا [3] کی جگہ دویش [4] کا بھاؤ اتپن ہو جائے اور وہ اس گھٹنا کو بھول جانے کی چیشٹا کرنے لگیں۔

سمالوچک مہودے کو دوسری شنکا یہ ہوئی ہے کہ یدی آریوں کا عرب میں جا کر بسنا مان لیا جائے تو یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ مہابھارت کال سے حسین کے سمے تک وہ لوک اپنے دھارمک آچار وچار کی رکشا کر سکے، کیسے مندر بنوا سکے، کیسے ریاست بنا سکے؟ اَت ایو [5] ان کی ویش بھوشا تھا بھاشا بھی عربوں ہی سے ملنی چاہیے تھی۔ عرب جیسی مورتی ودھونسک [6] جاتی کے بیچ میں رہ کر وے کیسے اپنی جاتیتا کا پالن کر سکے؟

ہمارے متر کو معلوم ہوگا کہ مہابھارت کال میں عرب یا ایران آریوں کے لیے کوئی اپرچت [7] استھان نہ تھے پر سپر گمنا گمن [8] ہوتا رہتا تھا۔ اس سے مسلمان دھرم کا جنم نہ ہوا تھا اور عرب جاتی مورتی پوجا میں رت تھی۔ ایک نہیں انیک دیوتا کی پوجا ہوتی تھی۔ بہت سمبھو ہے ان کی ویش بھوشا [9] بھی آریوں سے ملتی جلتی رہی ہو۔ سدین ہون، کشن آدی جاتیاں اتر پشچم سے آ کر آریوں میں سملت [10] ہو گئیں۔ اس سے پرکٹ ہوتا ہے کہ اس سے ان میں اور آریوں میں وشیش سادرشیہ تھا۔ کم سے کم یہ انومان کیا جا سکتا ہے کہ مہابھارت کال میں پرتما پوجا کا پرسار

---

1 بے جان 2 دل و جان 3 احسان مندی 4 دشمنی 5 لہذا 6 بت شکن 7 نا آشنا 8 رفت و آمد 9 لباس 10 شامل

نہ ہوا تھا اور اس کا کوئی پرمان نہیں کہ آریوں اور عربوں میں اتنی وبھنتا[1] نہ تھی جتنی اس سے ہے۔ حسین کے سمے تک مسلمان دھرم کا پرادربھاؤ[2] ہوئے پچاس ورش سے ادھک نہ ہوئے تھے۔ اس وقت تک ایران بھی پورن، ریتی سے مسلمان سیناؤں کے سامنے پراست نہ ہوا تھا۔ جب ہم جانتے ہیں کہ استوت تھا ما کے عرب نواسی ونشج مورتی پوجک[3] تھے۔ تو مسلمانوں کو ان سے خواہ مخواہ لڑنے کا کیا کارن ہوسکتا تھا؟ ایسی دشا میں یدی وے آریہ اپنے آچرن کا پالن کر سکے تو کوئی آشچرج یہ کی بات نہیں۔ ان کا نام کرن ہم نے نہیں کیا۔ ہم نے ان کے وہی نام لکھ دیے ہیں۔ جو ہمیں اتہاس میں ملے۔ یہ اس بات کی ایک اور دلیل ہے کہ اتنا زمانہ گذرنے پر بھی وے آریہ ویر اپنی ونش پرمپرا کو بھولے نہ تھے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ پارسی جاتی شتابدیوں سے بھارت ورش میں رہنے پر بھی اپنے دھرم اور آچرن کو نبھاتی چلی جاتی ہے تو آریوں کے وشے میں ایسی شنکا کرنا سروتھا نرمول[4] ہے۔

مادھری 1 / جنوری 1925

---

1 اختلاف 2 عروج 3 خاندانی بت پرست 4 ایک دم فضول

نو یگ [1]

ہندو اور مسلم ویمنسیہ کے پرکوپ [2] سے نو یگ کا آرمبھ ہو رہا ہے، اسی بھانتی جیسے نو ورش کا پرارمبھ ہولیکا کے پرچنڈ اگنی کانڈ سے ہوتا ہے۔ ایک طرف کانگریس کی ورکنگ کمیٹی پریاگ میں بیٹھی ہوئی گول میز کی پرشد کی شرطوں پر وچار کر رہی تھی، دوسری طرف کاشی میں وِدروہ [3] کی آگ دھدھک رہی تھی۔ اور ٹھیک اسی سمے جب کانگریس سمجھوتے کی سویکرتی پر فیصلہ سنانے جا رہی تھی، کانپور میں بھیشن ہتیا کانڈ آرمبھ ہو گیا۔ کاشی کی اپیکشا کانپور کا دنگا کہیں آدھک بھیشن اور پرلینکاری [4] تھا۔ ابھی نشچے روپ سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس ہتیا کانڈ سے راشٹر کو کتنی شتی پہنچی، پر اس میں سندیہہ نہیں کہ ہانی اتنی ادھک ہوئی ہے جو ورشوں میں پوری نہ ہوگی۔ ایک سپتاہ تک کانپور میں اراجکتا کا پورا آدھپتیہ رہا۔ سرکار اپنی سمپورن شکتی کے ساتھ اس کا دمن نہ کر سکی۔ بدھی یہ ماننے کو تیار نہیں ہوتی کہ جو سرکار راجنیتک آندولن کا دمن کرنے میں اتنی تتپرتا سے کام لے سکتی ہے، اتنی آسانی سے گولیاں چلوا سکتی ہے، وہ اس اوسر پر اتنی اشکت ہو گئی کہ ان کی اپستھتی میں رکت کی ندی بہہ گئی۔ اور وہ کچھ نہ کر سکی۔ کیا خفیہ پولس کیول راجنیتک پرگتی [5] کی جانچ کرنے کے لیے ہی ہے؟ اسے جنتا میں آندولت ہونے والی بھاوناؤں کا پہلے سے کیوں گیان نہیں ہوتا؟ کیوں اس کے کرمچاری بارود پر سوئے رہتے ہیں اور جب تک دھڑاکا نہیں ہو جاتا انھیں خبر نہیں ہوتی۔ سمبھو ہے سرکار کی اس دلیل میں کچھ ستیہ ہو کہ وہ دنگے کو دبانے کے لیے کافی شکتی نہ رکھتی تھی، پر سادھارن بدھی جس نتیجے پر پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ سرکاری کرمچاریوں نے جان بوجھ کر

---

1 عہد نو 2 دہشت 3 بغاوت 4 قیامت خیز 5 سیاسی ترقی

کیول یہ دکھانے کے لیے کہ بغیر سرکاری سہایتا کے تم لوگ کچھ نہیں کر سکتے، یہاں تک کہ شانتی پوروک[1] رہ بھی نہیں سکتے اور ہمیں ایک دوسرے کو پھاڑ کھانے سے بچانے کے لیے ایک تیسری بلوان شکتی کا رہنا انیوار یہ ہے، اس جتیا کانڈ کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔ ان کا یہ ابھپرائے[2] پورا ہوا یا نہیں، ہم یہ نہیں کہہ سکتے لیکن اتنا ہم کہہ سکتے ہیں کہ سرکار کا جو کچھ رہا سہا وشواس تھا وہ بھی جنتا کے دلوں سے اُٹھ گیا۔ جن سادھارن کو ایسے کارنوں سے روکنے کا ایک ہی اپائے سوجھتا ہے اور وہ اتر دائتو پورن ودھان ہے۔ یدی سرکار کو بھے ہوتا کہ ایسی درگھٹنا اسے جڑ سے اکھاڑ دے گی، اس کے ورودھ ایسا واتاورن پیدا کیا جائے گا جس میں اس کی ستا ہی بادھا میں پڑ جائے گی تو وہ تنستھ نہ رہتی۔ ایک ماس کے اندر کاشی، مرزاپور، آگرہ آدی استھانوں میں جاتی گت ویمنسیہ کا اتنا بھینکر روپ دھارن کر لینا اگر ہمیں کوئی شکشا دیتا ہے تو وہ یہ ہے کہ مسلم بھائیوں کو اپنے ساتھ نہ لے چلنے میں ہم نے بھول کی۔ یہ ستیہ ہے کہ ہم نے ان کی سہایتا کے لیے سدیو ہاتھ پھیلائے رکھا، سدیو ان کی سہانوبھوتی[3] کی یاچنا کرتے رہے، لیکن یہ بھی ماننا پڑے گا کہ بغیر آپس میں کوئی سمجھوتا کیے ہوئے ستیا گرہ آندولن کا سوتر پات[4] کر دینا ہمارے مسلم بھائیوں کو اپریہ[5] ہی نہیں لگا، اس میں کچھ سندیہہ بھی اتپن کیا۔ شاید آندولن کی سپھلتا نے انھیں اور بھی بھیت[6] کر دیا ہو۔ جس کام میں ہم شریک نہیں ہوتے، اس کی سپھلتا کی ہمیں کوئی آشا نہیں ہوتی، اسے پھل ہوتے دیکھ کر ہمیں سوابھاوک روپ سے کچھ چڑھ ہوتی ہے مسلم بھائیوں میں اسی منوورتی[7] نے اوشیہ اسنتوش پیدا کیا اور یہ انوبھو کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے ایک انش[8] کی سہایتا سے بڑا اڑا او مار لیا، مسلمانوں کو اپنی ہی درشٹی میں پرابھوت کر دیا۔ ادھر راشٹریہ آندولن[9] کی آشا تیت سپھلتا نے بہت سمبھو ہے، ہمیں انمر[10] بنا دیا ہو، ہم یہ سمجھنے لگے ہوں کہ مسلمانوں کی سہایتا کے بغیر بھی ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں جو کچھ بھی ہو یہ ماننا پڑے گا کہ ابھی پنتھ گت دویش[11] کی ہمارے سماج میں پردھانتا ہے۔ اور جب تک ہم اس دویش اور ورودھ کو مٹا نہ لیں گے، ہم راجنیتک کشیتر میں قدم نہیں بڑھا سکتے۔ ایسے ہی دنگے پہلے ستیا گرہ آندولن کے بعد ہوئے تھے۔ مگر دونوں میں تھوڑا انتر ہے۔ اس وقت کے سبھی دنگوں کا کارن دھارمک تھا، مسجد کے سامنے باجا بجانا یا قربانی۔ اس

---

1 صبر کے ساتھ 2 مقصد 3 ہمدردی 4 آغاز 5 ناگوار 6 خوف زدہ 7 قلبی رجحان 8 حصہ 9 ملکی تحریک 10 سخت 11 مذہبی حسد

سے جو دنگے ہو رہے ہیں ان کے کارن راجنیتک ہیں۔ کاشی میں ایک ودیشی کپڑے کے ویاپاری کی ہتیا نے بارود میں آگ لگائی۔ کانپور میں مسلمانوں کی دوکانیں بند کروانے کی چیشٹا نے پوال میں چنگاری کا کام کیا۔ پوال پہلے سے موجود تھا، کیول چنگاری کی کمی تھی۔ ہم خود کانگریس میں ہیں۔ آج سے نہیں، ہمیشہ سے۔ اسہوگ میں ہمارا وشواس ہے، مگر ہم کہنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ کانگریس نے مسلمانوں کو اپنا سہایک بنانے کی اور اتنی کوشش نہیں کی جتنی کرنی چاہیے تھی۔ وہ ہندو سہایتا پراپت کر کے ہی سنتشٹ رہ گئی۔ بھارت میں ہندو بائیس کروڑ ہیں۔ بائیس کروڑ اگر کوئی کام کرنے کا نشچے کرلیں تو انھیں کون روک سکتا ہے۔ ہندوؤں میں اسی منوورتی نے پردھانتا پراپت کرلی۔ مسلمانوں کا سہوگ پراپت کرنے کی چیشٹا کی گئی اوشیہ پر بے دلی کے ساتھ۔ کانگریس نے ایسی سمبھاوناؤں کی اور دھیان نہ دیا۔ یہ اسی اوورورشتا [1] کا پرینام [2] ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ پہلے ہی کانگریس کے ذمہ دار آدمیوں کو جیل میں ڈال دینے سے، جن میں ایسے مسلمان نیتاؤں کی سنکھیا کافی تھی، جو مسلمانوں پر اثر ڈال سکتے تھے، بہت کچھ ذمہ داری سر پر آپڑتی ہے۔ لیکن یہ مانتے ہوئے بھی ٹھنڈے دل سے وچار کرنے پر یہ سویکار کرنا پڑے گا کہ کانگریس پروگرام میں ویمنسیہ پیدا ہونے کی سمبھاؤنا پیدا ہوتے ہوئے بھی اس نے مسلم جنتا کا دل ہاتھ میں لینے کا کوئی الیکھنیہ [3] ادیوگ نہیں کیا اور اس طرح سے اس نے ویکتیوں کو اپنا انرتھ کاری پروپگینڈا کرنے کے لیے اپیکت کشیتر بنا دیا۔ اپنی بھولوں کو سویکار کر لینے میں ہمیں کسی پرکار کا سنکوچ نہ ہونا چاہیے کیونکہ اس سے بھوشیہ کے لیے ہم سچیت ہو جاتے ہیں۔ ہمیں یہ دیکھ کر سنتوش ہوتا ہے کہ ان ہتیاکانڈوں کے بعد اب آپس میں میل جول کی اور لوگوں کا دھیان ادھک ہو گیا ہے۔ یدی ہم پہلے سے ہی سچیت ہو جاتے تو کیوں یہ انرتھ ہوتا۔ جس طرح آج لوگ گلی گلی اور محلے محلے چکر لگا کر پریم کا سندیش سناتے پھرتے ہیں اسی بھانتی یدی پہلے بھی یہ پروپگینڈا کیا جاتا تو یہ نوبت کیوں آتی۔ ہم تو یہاں تک کہیں گے کہ کسی پر دوکان بند کرنے کے لیے دباؤ ڈالنا اور سماج کے ایک مکھیہ انگ کا سہوگ پراپت کیے بنا، پکیٹنگ کرنا بھی وانچھنیہ نہ تھا۔ گھر گھر گھوم کر وہی کام یدی اتنی سپھلتا سے نہیں تو اتنے خطرے کے بغیر کیا جا سکتا تھا۔ یہ کہنا کہ ہم نے سدیو

---

1 ثنگ نظری 2 نتیجہ 3 قابل ذکر

ونے [1] اور سوجنیہ [2] سے کام لیا ہے، ستیہ پر پردا ڈالنا ہے اور ضد سے ضد پیدا ہوتی ہے۔ یہ وہی سب مواد ہے جو اتنے دنوں بھیتر ہی بھیتر پک کر اب اس روپ میں پرکٹ ہوا ہے۔ اس ستیہ کو سویکار کر لینے میں ہی ہمارا ادھار ہے۔ ہمیں آشا ہے کہ اب ہم زیادہ سنیم [3]، زیادہ وچار، زیادہ نمرتا سے کام لیں گے اور ہندو مسلم میتری کو کیول راجنیتک آوشیکتا نہ سمجھیں گے، بلکہ اسے اپنے کرم کا ایک تتو [4] بنا لیں گے۔ یدی ایسا ہوا تو برائی سے بھلائی پیدا ہو جائے گی اور بھوشیہ میں آنے والی کٹھنائیوں پر ہم سدیو کے لیے وجئی [5] ہو جائیں گے۔

مارچ 1931

---

1 اتجا 2 تعاون 3 صبر 4 حصہ 5 کامیاب

پرتھک اور سنیکت نرواچن

مسلم جماعتوں میں سمجھوتے کی جو بات چیت دہلی اور بھوپال میں چلی تھی، اس کا جنازہ شملہ میں اٹھ گیا۔ شملہ کیا سمجھ کر اس بات چیت کے لیے چنا گیا تھا، ہم نہیں جانتے؛ اگر پچھلے انوبھو کچھ سکھا سکتے ہیں، تو شملے کی آب وہوا ایسے پریتنوں کے لیے انوکول نہیں کہی جاسکتی۔ نہ ڈاکٹر انصاری دبے نہ ڈاکٹر اقبال۔ بات چیت انشچت سے کے لیے بند ہوگئی۔ اب معاملہ بھارت سرکار اور گول میز کے ہاتھ میں ہے۔ اور اس کا جو کچھ پھل ہوگا اس کے وشے میں بھی سپھلتا کے ساتھ انومان کیا جاسکتا ہے۔ ہمارے وچار میں ایکادھ موقعے ایسے پیدا ہوئے جب نیشنلسٹ مسلمانوں کو دب جانا چاہیے تھا۔ مثلاً پانچ ورش پرتھک نرواچن کے بعد مسلم جنتا سے نرواچن ودھی کے وشے میں آدیش لینا کوئی ایسی بات نہ تھی، جس پر وچار نہ کیا جاسکتا، لیکن نیشنلسٹ اب اپنے کو اتنا الپ سنکھیک نہیں سمجھتے کہ وہ مسلم لیگ والوں سے دبیں۔ دونوں کو اپنی شکتی کا وشواس ہے کم سے کم اتنا تو سدھ ہی ہو چکا کہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت پرتھک نرواچن کو دیش کے ہت کے لیے ہی نہیں، مسلمانوں کے لیے بھی ہانی کر سمجھتی ہے۔ مولانا ظفر الملک نے حال میں اس سمسیا [1] کو حل کرنے کے لیے ایک سدھانت سوچ نکالا ہے۔ جہاں ہندوؤں کی سنکھیا بہت زیادہ ہے، وہاں مسلمانوں کو ان کی سنکھیا کے انوسار ووٹ دیے جائیں۔ اس کے اپرانت انھیں سنیکت نرواچن میں سملت [2] ہونے کا ادھکار بھی دیا جائے۔ مسلمانوں کا جن صوبوں میں بہومت ہو وہاں ہندوؤں کے ساتھ یہی برتاؤ کرنا چاہیے۔ جن صوبوں میں دونوں کی سنکھیاؤں میں تھوڑا ہی انتر ہو، وہاں بھی یہی سدھانت لاگو ہوسکتا ہے۔ ہمیں اس وچار میں کوئی اسنگتی نہیں دکھتی۔ ہندوؤں کو اس وشے میں کداچت کوئی آپتی نہ ہوگی لیکن پہلے ہمارے مسلم بھائی تو نشچے کرلیں۔

مارچ 1931

---

1 مسئلہ 2 شامل

مرزاپور کانفرنس میں ایک مہتوپورن پرستاو

مرزاپور نے سب سے مہتو کی جو بات کی، وہ تھی شری یوسف امام کے پرستاو کو سویکار کرنا۔ اس کا ابھپرائے[1] یہ تھا کہ کانگریس والوں کو کسی سامپردائک[2] کاریہ میں پرکھ بھاگ نہیں لینا چاہیے۔ اس کا یہ آشے[3] کدا پی نہیں کہ آریہ سماج یا برہم سماج یا انیہ ان گنت پنتھوں کے ماننے والے، کانگریس کے فارم پر ہستاکشر کرتے ہی اپنے اپنے دھرم کو تلانجلی[4] دے دیں۔ اس کا آشے یہ ہے کہ سامپردائکتا کے روپ میں جو راجنیتک پاکھنڈ پھیلایا جاتا ہے، اس سے کانگریس والے کوئی سروکار نہ رکھیں۔ اوداہرن کے طور پر دیکھیے۔ آریہ سماج یا برہم سماج یدی کانگریس کے منتویہ کے وردھ ہندو ہتوں کی رکشا کے لیے ایک ڈیپوٹیشن لے جائیں یا کوئی پرستاو[5] ہی سویکرت کریں، تو کانگریس والوں کو اس سے پرتھک ہونا پڑے گا۔ جہاں تک شدھ دھرم کا سمبندھ ہے، کانگریس والے بھی انیہ پرانیوں کی بھانتی سوادھین ہیں۔ لیکن جیوں ہی دھرم راج نیتی کے کشیتر میں قدم رکھے، کانگریس والوں کو اس سے ناتہ توڑ لینا چاہیے۔ کانگریس میں در بھاگیہ وش ہندو اور مسلم منوورتیوں کا ابھی تک کافی زور ہے۔ ہندو سبھا کے سیکڑوں ہی اپاسک اس آندولن کو اس سے کمزور دیکھ کر کانگریس میں آملے ہیں اور یہاں بھی وہی زہریلا اثر پھیلا رہے ہیں۔ اگر کانگریس میں اس منوورتی کو پروتساہن[6] نہ ملتا تو پنتھ گت دویش کبھی اتنا بھیشن روپ نہ دھارن کرتا۔ ہم سے ادھکانش لوگ اب بھی کہنے کو تو کانگریس میں ہیں۔ انقلاب کی چیخ مارتے ہیں، جھنڈے کا گیت گلا پھاڑ پھاڑ کر گاتے ہیں، لیکن اندر دیکھیے تو راشٹریتا چھو نہیں گئی۔

---

1 مقصد 2 فرقہ وارانہ 3 مطلب 4 خیرآباد 5 تجویز 6 حوصلہ افزائی

کانپور میں اگر ہندوؤں نے ادھک مسلمانوں کو مارا، یا مسلمانوں نے ہندوؤں کا ودھ کرنے میں بازی ماری، تو وے سنشٹ ہے۔ دھرم کے سنکیرن شیتر کے باہر ان کی نگاہ نہیں پہنچتی، وہ یا تو ہندو ہے، یا مسلمان، ہندستانی پن کا بھاؤ ان سے کوسوں دور ہے۔ وے لوگ موقع کی تاک میں ہیں، جیوں ہی جنتا کو دھرم کی اُور جھکتے دیکھیں گے ترنت کانگریس سے نکل بھاگیں گے: کیوں کہ انھیں تو لیڈری چاہیے۔ چاہے کانگریس سے ملے یا ہندو سبھا میں یا مسلم لیگ میں۔ ہندو سبھا کی لیڈری زیادہ مولیہ وان ہے، کیونکہ روچی [1] بھی تو ادھر ہی ہے۔ جب تک اس دشٹ منوورتی کا ہم انت نہ کردیں گے، جب تک اپنا ہندو یا مسلمان ہونا بھول نہ جائیں گے، تب تک ہم انیہ دھرماولمبیوں [2] کے ساتھ اتنا ہی پریم نہ کریں گے۔ جتنا نج دھرم والوں کے ساتھ کرتے ہیں، سارانش یہ ہے کہ جب تک ہم پنتھ جنت سنکیرنتا سے مکت نہ ہوجائیں گے، اس بیڑی کو توڑ کر نہ پھینک دیں گے، دیش کا ادھار ہونا اسمبھو ہے۔ کوئی نہیں کہتا کہ آپ نماز نہ پڑھیں۔ نہیں جو منشیہ دھرم بھاؤ سے بھی شونیہ ہے وہ راشٹریتا سے بھاؤ شونیہ رہے گا۔ پانچوں وقت نماز پڑھیے۔ تیسوں روزے رکھیے، دیوتاؤں کی جتنی چاہے پوجا کیجیے۔ جتنی چاہے سندھیا کیجیے ہون کی سگندھ سے دیش کو سگندھت کر دیجیے، مگر دھرم کو راجنیتی سے گڈبڈ نہ کیجیے کیونکہ دھرم ایشور اور منشیہ کے سمبندھ کی وستو ہے۔ ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر آپ کے دھرم میں کچھ ایسی باتیں ہیں، جو راشٹریتا کی پریکشا میں پوری نہیں اترتیں، سرودیشٹ ہتوں [3] میں بادھک ہوتی ہیں، تو انھیں تیاجیہ [4] سمجھیے۔ کافر اور ملیچھ کا ہمارے دھرم سے نام ونشان مٹ جانا چاہیے۔ دھرم اتنا ادار ہو جانا چاہیے کہ یدی ہمارا پتر یا استری کسی دوسرے دھرم کے انویایی [5] ہو جائیں۔ تو ہمیں ذرا بھی شوک یا تاپ نہ ہو۔ اس کی ایکتا میں ہمارے اودھار [6] کی شکتی ہے۔ ہم اس پرستاو کا ہردے سے سواگت کرتے ہیں اور آشا کرتے ہیں کہ کانگریس کے سامپردائک منوورتی والے لیڈروں کے دل پر اس کا اچھا اثر پڑے گا۔

شکشا پرنالی میں ایک آوشیک سدھار

سامپردائک منوورتی میں سدھار کیسے ہو؟ ہمارے وچار میں اس کا ایک سادھن ہمارے

---

1 شوق 2 مذہبی رہنما 3 ملکی مفاد 4 چھوڑنے کے لائق 5 پیروکار 6 بھلا

شکشا پاٹھیہ کرم میں تھوڑی سی تبدیلی ہے۔ ابھی تک ہندو مسلمان ایک دوسرے کے ریتی نیتی، وچار ویوہار، ساہتیہ اور درشن سے کورے رہتے ہیں اور گت کئی ورشوں سے یہ پرتھکتا اور بھی بڑھتی جاتی ہے۔ ابھی بہت دن نہیں گزرے کہ ہندو بڑے شوق سے اردو فارسی پڑھتے تھے۔ بڑے بڑے سنسکرت کے وِدوان براہمن بھی اپنے لڑکوں کو فارسی، اردو پڑھایا کرتے تھے۔ پر گت پچیس تیس ورشوں سے پرستھتی بہت کچھ بدل گئی ہے۔ اب ہندو فارسی کا نام نہیں لیتا اور مسلمانوں میں تو رحیم اور رسکھان اب کلپناتیت [1] ہو گئے۔ جیوں جیوں یہ پرتھکتا بڑھتی جاتی ہے، ہماری دھارمک کوپ منڈوکتا [2] بھی بڑھتی جاتی ہے۔ اس لیے یہ آوشیک ہے کہ ہم ایک دوسرے کا ساہتیہ پڑھیں، وچار سمجھیں، ان کے درشٹی کون کو جانیں۔ اس اُدیشیہ کو پورا کرنے کے لیے سب سے سگم اپائے [3] یہ ہے کہ ہندی اردو نیچے سے اونچے تک لازمی کردی جائے۔ تیسری ککشا سے بی۔ اے تک دونوں بھاشائیں پڑھائی جائیں۔ بھاشا کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کی سنسکرتی کا پریچے [4] بھی چھاتروں کو ہو جائے گا۔ اور راشٹریہ ایکتا کی جڑ مضبوط ہوگی۔ یہ شبد بھید کا جھگڑا بھی آسانی سے مٹ جائے گا۔ ہر ایک شکشت منشیہ ایک سی سرلتا سے ہندی اردو دونوں ہی لکھ پڑھ سکے گا۔ پھر آپ چاہے اپنی درخواست جس لپی میں لکھیں اسے کوئی آپتی نہ ہوگی۔ 'زبان' کی سمسیا کو حل کرنے کا اس کے سوا دوسرا اپائے نہیں ہے۔ ساہتیہ کا من پر کچھ نہ کچھ اثر ہوتا ہی ہے، اگر انگریزی ساہتیہ پڑھ کر ہم سوادھینتا [5] کی دہائی دیتے ہوئے بھی انگریزی کے غلام ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ اردو، ہندی ساہتیہ کا ہمارے دلوں پر کوئی اثر نہ پڑے۔ ہمیں وشواس ہے کہ اس اپائے سے دونوں جاتیاں نکٹ تر ہو جائیں گی۔ کچھ سمئے ہوا مولوی حامد اللہ افسر نے ''لیڈر'' میں یہ پرستاؤ اپستھت کیا تھا کہ اگر 'لیڈر' میں پرکاشت پتروں سے جنتا کی رُچی کا کچھ انومان کیا جاسکتا ہے، تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ شکشت سمودائے نے اس پرستاؤ کا سمرتھن بھی کیا تھا۔ ہم نہیں کہہ سکتے، اس کا شکشا کے ادھکاریوں پر کچھ اثر پڑا یا نہیں، پر ہم میں سے ہر ایک کا کرتویہ ہے کہ وہ اس پرستاؤ کا سمرتھن کرے اور یدی ابھی نہیں، تو سوراجیہ کال میں شکشا پدّتی [6] میں، سب سے پہلے یہی سدھار کیا جائے۔ کہا جاسکتا ہے کہ انگریزی ساہتیہ پڑھ کر تو ہماری انگریزوں سے مِتری نہیں

---

1 خواب وخیال 2 مذہبی تنگ نظری 3 آسان طریقہ 4 تعارف 5 خودمختاری 6 نظام تعلیم

ہوئی، پھر ہندی اردو پڑھ کر ہندو، مسلمان کیسے متر ہو جائیں گے۔ پنجاب میں ہندو وشیش روپ سے اردو پڑھتے لکھتے ہیں پھر بھی مسلمانوں سے ان کا میل نہیں، بلکہ وہاں یہ ویمنسیہ اور بھی اگر روپ دھارن کیے ہوئے ہے۔ اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ پنجاب میں بھی ویمنسیہ اسی وقت سے بڑھا ہوا ہے۔ جب سے بھاشا کا بھید بڑھا۔ جس دن لپی کی سمسیا حل ہو جائے گی اسی دن ویمنسیہ کی جڑ کٹ جائے گی۔ پھر ابھی تک ایک طرفی معاملہ ہے۔ ہندو تو اردو پڑھتے ہیں پر مسلمان ہندی نہیں پڑھتے۔ کیا تلسی اور سور کی منوہروانی کا کچھ بھی اثر نہ ہوگا؟ ہندو آدرشوں کا کچھ بھی آکرشن نہ ہوگا؟ ایک دوسرے کی سنسکرتی کے گن کیا اپنا جادو نہ ڈالیں گے؟ ہندو تیاگ اور بلدان، مسلم بھاتر بھاؤ اور سمتا ولوں میں کچھ بھی جاگرتی [1] نہ اتپن کرے گی؟ یوں تو لڑائی بھائی بھائی اور باپ بیٹے میں بھی ہوتی ہے، پر کبھی باپ ایک اور اور کبھی بیٹے دوسری اور کھڑے ہو کر لٹھم لٹھ نہیں کرتے۔ ایسے ویکتی گت جھگڑے سامہک [2] روپ نہیں دھارن کرتے۔ بھارت ورش میں جو جاتی گت دویش ہے، وہ ہماری راجنیتک پرادھینتا کے کارن ہے۔ اس کا پورا پورا دمن تو سوراجیہ سے ہی ہوگا، لیکن جس بیماری نے ورشوں تک سماج کو کھوکھلا کیا ہے، کیا اسے آپ ایک دو خوراکوں میں دور کر سکتے ہیں۔ سامپردائک ودیالیہ جس یگ کے اسمارک ہیں کیا وہ یگ سماپت ہو گیا ہے؟ جس طرح ودیا مورکھتا سے شریشٹھ ہے، چاہے دونوں میں ایک ایک شبد پر لٹھے ہی کیوں نہ چل جائے اسی بھانتی دو جاتیوں میں پرسپر پریم پیدا کرنے کا ایک سادھن ایک دوسرے کے ساہتیہ کو پڑھنا ہے۔ چاہے اس کا اپواد ہی کیوں نہ نظر آوے۔

ہمارے نیتاؤں کی باتیں

کبھی کبھی ہمارے وچارشیل نیتا بھی کوئی مولک اُکتی نکالنے کی دھن میں اوٹ پٹانگ بکنے لگتے ہیں۔ مولانا شوکت علی نے تو دیوانے ملا کا روپ دھر لیا ہے۔ آپ نے اپنے ایک ویاکھیان میں کہا۔ ''میں ایک لاکھ گاندھیوں سے اکیلا لڑنے کو تیار ہوں۔'' ایک دوسرے اوسر پر آپ نے لاکھ کی سنکھیا کو کروڑ تک پہنچا دیا۔ ہم نہیں سمجھتے اس طرح انمت پرلاپ [3] سے مولانا کا منشا کیا ہے۔ یدی وہ اپنے الوکک باہوبل کا پردرشن کرنا چاہتے ہیں تو ایسے واکیوں سے ان کی

---

1 بیداری 2 اجتماعی 3 بیہودہ گفتگو

دربلتا اور بھی پرکٹ ہوتی ہے۔ مہاتما گاندھی کی شکتی ان کے باہو بل میں نہیں، ان کے آتم بل میں ہے، جس نے بھارتیہ سرکار تک کو ہلا دیا ہے اور جونکٹ بھوشیہ میں مسلم لیڈری بھی ان کے ہاتھوں سے چھین لے گی۔ زمانے کا رخ کہے دیتا ہے جولوگ راشٹریتا سے دروہ [1] کریں گے انھیں منہ کی کھانی پڑے گی۔ وہ دن اب لدا جارہا ہے، جب پرتھکتا اور مسلم ہتوں کا سبز باغ دکھا کر مسلم جنتا کو ٹھگا گیا تھا۔ اب جنتا سمجھنے لگی ہے کہ بھارت میں ہندو اور مسلمان دونوں ایک ہی ناو پر سوار ہیں۔ ڈوبیں گے تو دونوں ساتھ ڈوبیں گے، پار لگیں گے تو دونوں ساتھ پار لگیں گے۔ کانپور کا دنگا، ہمیں وشواس ہے، ہندو مسلم ویمنسیہ کا انتم اچھواس تھا۔ آج نیشنلسٹ مسلمان سمست بھارت ورش میں سنگھٹت ہورہے ہیں اور شیگھر ہی دنیا دیکھے گی کہ پرتھکتا کے اپاسکوں میں سرکار کے پٹھوؤں کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

اگر مولانا شوکت علی نے اس پرلاپ سے اپنے کو ہاسیاسپد [2] بنالیا ہے تو سردار پٹیل نے بھی گجرات میں ایک دوسرے طرح کے پرلاپ سے اپنی انمرتا پرکٹ کی ہے۔ آپ نے ایک دیاکھیان [3] میں فرمایا۔ بھارت میں گھور سنگرام چھڑنے والا ہے اور جنھیں اپنی جان پیاری ہو، انھیں بھارت سے پرستھان کر جانا چاہیے۔ سردار پٹیل کو چاہے جان پیاری نہ ہو اور تو سبھی منشیوں کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے اور جس کو جان جتنی ہی پیاری ہوتی ہے، وہ اس دیوستھا کو لانے میں اتنے ہی اتساہ اور تیاگ سے یوگ دیتا ہے، جس میں جیون ادھک سکھی ہو۔ سوراجیہ کے لیے ہم اسی لیے لڑرہے ہیں کہ ہمیں اپنی جان پیاری ہے اور ہم اسے ایسی پرستھتی [4] میں دیکھنا چاہتے ہیں جہاں یہ سوچھند [5] روپ سے انتی کر سکے۔ جو مرجانا ہی اپنے لیے شبھ سمجھتا ہے وہ سوراجیہ میں کدا پی یوگ نہیں دے سکتا۔ پھر سردار صاحب کو جان پیاری نہیں ہے، یہ کون کہہ سکتا ہے۔ ابھی دو سال پہلے وہ وکالت کرتے تھے، ولایت قانون پڑھنے گئے تھے، اس لیے کہ جان پیاری تھی۔ اگر دو سال سے انھیں وشیش جاگرتی ہوگئی ہے تو کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ جن پر آج وہ لانچھن لگا رہے ہیں کل انھیں بھی یہی جاگرتی پراپت ہو جائے۔ جن پرستھتیوں میں آپ کا ادھکانش جیون بیتا ہے۔ انھیں ستھتیون میں اور بہت سے لوگ آج اپنا جیون کاٹ رہے ہیں۔ اگر آپ ان سے پہلے چونک پڑیں، تو آپ کو ان پر کٹاکش کرنے کا ادھیکار نہیں ہے۔ آپ کو چاہیے انھیں اپنے پرروشارتھ [6] اور تپ سے

---

1 مخالفت 2 مضحکہ خیز 3 لیکچر 4 حالت 5 آزاد 6 آدمیت

تیپیت کریں، ان پر فقرے چست کر کے آپ ان کا دل دکھانے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے۔ پھر آپ یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ سوراجیہ کا ٹھیکہ آپ نے ہی لیا ہے۔ جس طرح آپ سوراجیہ کے اچھک ہیں اسی طرح اور لوگ بھی ہیں۔ شاید ہی کوئی ایسا اَدھم پرانی ہو، جو سوراجیہ کا پریمی نہ ہو۔ آپ میں زیادہ شکتی اور ساہس [1] ہے، آپ شستر [2] لیکر میدان میں آجاتے ہیں۔ لیکن کیا جو آدمی آناج اور گولی بارود اور وردی کپڑے سے آپ کی سہایتا کر رہا ہے۔ وہ کسی گنتی میں نہیں؟ کانگریس نے اس سنگرام [3] میں کروڑوں خرچ کیا ہوگا۔ یہ روپے سردار پٹیل کے گھر سے نہیں نکلے، یہ پبلک نے پردان کیے تھے۔ اس دھن کے سوا سوراجیہ کا آندولن ایک دن بھی نہ چل سکتا۔ نمرتا یودھاؤں کا شرنگار ہے۔ ڈینگیں مارنا اور دوسروں پر آوازیں کسنا، ان کی شان کے خلاف ہے۔

اپریل 1931

1 طاقت اور حوصلہ 2 ہتھیار 3 جنگ

راج کرمچاریوں کا پکشپات پورن ویوہار

انوچت پکشپات [1] تو سبھی کے لیے نندیہ [2] ہے لیکن راج کرمچاریوں کے لیے تو یہ سروتھا اکشمیہ [3] ہے۔ اگر کوئی ہندو افسر ہندوؤں کا پکشپات کر کے مسلمانوں کا اَہت [4] کرتا ہے، تو وہ ہندوؤں کے ساتھ گھور اتیاچار کرتا ہے۔ اسی طرح کوئی مسلمان افسر پکشپات کی دھن میں ہندوؤں کا گلا گھونٹے، تو وہ اسلام کو بدنام کرتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ایسے افسروں کو ان کے متوالے پوجنے لگتے ہیں، انھیں اپنی جاتی کا ادھارک [5] سمجھتے ہیں، مگر کرمچاریوں کو سدیومت، متانتر سے اونچا رہنا چاہیے۔ انوچت پکشپات کر کے وہ یہ سدھ کر رہے ہیں کہ ابھی ان میں سوراجیہ کی یوگیتا نہیں آئی۔ ہمارے وچار میں تو جب کبھی کسی افسر کو پکشپات کرتے دیکھا جائے، تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ بھید نیتی [6] کا پالن کر رہا ہے اور ان کے جال سے ہمیں بچنا چاہیے۔

اپریل 1931

1 نامناسب جانب داری 2 قابلِ مذمت 3 ناقابلِ معافی 4 نقصان 5 بھلا کرنے والا 6 خفیہ چال

سوارتھاندھتا کی پراکاشٹھا

دھرم نشٹھا کو کس بھانتی دوَیش کے روپ میں بدلا جاتا ہے، اس کی ایک مثال اسی پرانت کے ایک نگر میں ملی ہے۔ ایک مسلمان غنڈا قرآن شریف سے ایک ورق پھاڑ اور اس میں وشٹھا بھر کر ایک مسجد میں پھینک رہا تھا۔ سو بھاگیہ سے رنگے ہاتھوں ہی پکڑ لیا گیا اور جنتا نے اس کی مرمت بھی خوب کی، مگر یہ سنیوگ کی بات ہے کہ اس کا ادّیشیہ پورا نہ ہوا۔ اگر وہ اپنا کام کر جاتا، تو نس سندیہہ ہندوؤں پر اس کا الزام آتا اور سمبھو تھا، آپس میں دنگا بھی ہو جاتا۔ مسلمان غنڈے نے کیوں یہ چیشٹا کی، اس کا رن سہج ہی انومان کیا جاسکتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ دھارمک آگھات پہنچا کر کس بھانتی ہندو مسلم ورودھ کی آگ بھڑکائی جاتی ہے۔ یہ تو کلپنا ہی نہ کی جاسکتی تھی کہ کسی مسلمان نے یہ حرکت کی ہوگی۔ ہندوؤں ہی پر شبہہ ہوتا اور ہندوؤں سے بدلا لینے کی چیشٹا کی جاتی۔ ہم سوارتھاندھ ہو کر اتنے نیچے گر سکتے ہیں۔

اپریل 1931

گول میز پرشد میں گول مال

ہمارے مسلمان بھائیوں نے آخر وہ کر ہی ڈالا، جس کی ہمیں شنکا تھی؛ پر یہ سمجھ کر کہ شاید یورپ کے نئے واتاورن میں وہ کچھ ادار ہو جائیں، ہم اس شنکا کو بہلاتے رہے تھے۔ مہاتما گاندھی جی بھی یہی سمجھ کر گول میز میں سملت ہوئے تھے۔ اگر انھیں یہ معلوم ہوتا، کہ مسلمان ممبر وہاں یہ اڑنگا لگائیں گے تو وہ جاتے ہی کیوں۔ حالانکہ ابھی تک مہاتما جی نراش نہیں ہوئے ہیں۔ اور ہماری ایشور سے پرارتھنا ہے کہ ان کی آشاوادتا پروچنا نہ نکلے پر ہمیں سندیہہ آدشیہ ہے۔ مسلمانوں نے بہت دن اس دیش پر راجیہ کیا ہے اور اب بھی وہ کئی دیشوں میں سوراجیہ کر رہے ہیں، اس لیے ان کی راجنیتک بدھی پر کم سے کم اتنا وشواس اوشیہ تھا کہ اس اوسر پر وہ ملک کا ساتھ دیں گے۔ مصر، ترکی، آدی دیشوں کے نیتاؤں نے مسلم نیتاؤں سے جو اپلیں کی تھیں، اس نے ہمارے وشواس [1] کو درڑھ [2] کر دیا تھا پر اب معلوم ہوا کہ ہمارا وشواس متھیا تھا۔ ہندو بہومت میں ہیں۔ کسی حکمت سے بھی ان کی سنکھیا گھٹائی نہیں جا سکتی۔ ادھر مسلمان کوئی ایسی ویوستھا نہ منظور کریں گے، جس میں بہومت سے کسی ہانی کی سمبھاونا ہو۔ اس لیے بھارت کو جنم جنمانتر [3] تک اسی پراودھینتا کی دشا میں رہنا ہوگا۔ ان کی رکشا کے لیے بھارت پر انگریزوں کا شاسن انواریہ ہے۔ نہیں ہندو مسلمانوں سے پرانی عداوتیں نکالیں گے، اور بھارت میں ان کا رہنا مشکل کر دیں گے۔ تو کیا ہندو اس وقت تک چپ چاپ بیٹھے رہیں، جب تک ان کا بہومت گھٹتے گھٹتے الپ مت نہ ہو جائے؟ اس کے سوائے اور کوئی اپائے نہیں سوجھتا۔

گول میز کے مسلم پرتی ندھیوں کو ہندوؤں پر وشواس نہیں ہے، انگریزوں پر وشواس

---

1 بھروسہ 2 مضبوط 3 ہمیشہ

ہے۔ جن سے ان کا چولی دامن کا ساتھ ہے، جن کے ساتھ ان کا بھائی چارا ہے ان پر انھیں وشواس نہیں ہے۔ انگریزوں پر انھیں وشواس ہے، جو ان پر شاسن کرتے ہیں۔

یہ ہم کیسے کہیں کہ وے مسلمان پرتی ندھی سوادھینتا کے اتنے ہی اچھک نہیں ہیں جتنے ہندو ہیں۔ یا وہ دیش کا یا اپنی جاتی کا نفع نقصان نہیں سمجھتے، ان میں بھی شکشت ہیں، وچارشیل ہیں۔ دیش کے دربھاگیہ کے سوا ہم اِسے کیا کہیں۔ شاید ایشور کو یہ منظور نہیں ہے کہ ابھی بھارت سوادھین ہو، شاید ابھی بھارت نے آزادی کا وہ مولیہ نہیں دیا، جو دینا چاہیے اور ابھی اسے اور بلدان کی ضرورت ہے۔

انگلینڈ میں آج کل نیا نرواچن ہو رہا ہے۔ اس نرواچن میں کنزرویٹو دل کے بہومت پانے کی ہی سمبھاونا ہے۔ مسٹر ریمزے میکڈونیلڈ کے پرتھک ہو جانے سے مزدور دل کی شکتی بہت کچھ شین [1] ہوگئی ہے۔ آپس میں بکھرا ہوا مزدور دل کنزرویٹو دل کو پراست کر سکے گا، اس میں سندیہہ ہے۔ ریمزے میکڈونیلڈ کا بھاگیہ بھی اب ان ہی لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، جو اب تک ان کے وپکشی [2] تھے اور جن کے راجنیتک وچار میکڈونیلڈ کے وچاروں سے اتنے ہی بھن ہیں، جتنا پرکاش اندھکار سے۔ میکڈونیلڈ صاحب نے ابھی جو کلانٹ ماری ہے، اس سے سدھ کر دیا ہے کہ وہ سدھانت کے اتنے پریمی نہیں، جتنے سے پرواہ کے۔ وہ سمے کی گتی دیکھ کر اپنے وچاروں میں الٹ پھیر کر سکتے ہیں، تو کیا اب وہ کنزرویٹو دل والوں کو اپرسن کرنے کا تنک سا ہس دکھا سکیں گے؟ نہیں اس میں سندیہہ ہے۔ انھوں نے مہاتما گاندھی کو یہ کہنے پر کہ پرتی ندھیوں کا چناؤ ہی اس ڈھنگ پر ہوا ہے کہ آپس میں کسی سمجھوتے کا ہونا سندگدھ [3] تھا، جو پھٹکار بتائی اس سے ان کے مانسک پریورتن کا کچھ پتہ چلتا ہے۔ مہاتما جی نے ایک ستیہ بات کہی تھی۔ ہاں، وہ کڑوا ستیہ تھا۔ یہ کون سا نیائے ہے کہ جن مسلم نیتاؤں نے راشٹریہ سنگرام [4] میں کوئی بھاگ نہیں لیا۔ جو برابر سرکار کے بھگت بنے رہے، جن کے وشے میں یہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں تھی کہ وہ ہندوؤں سے وِرودھ رکھتے ہیں، وہ تو ورجنوں کی سنکھیا میں بھیج دیے گئے، اور وہ مسلم دل، جس نے سوادھینتا کے لیے بلدان کیے جو ہندوؤں پر وشواس رکھتا ہے، جس کی سنکھیا، جتنی مسلم لیگ کے

1 کمزور 2 مخالف 3 مشکوک 4 ملکی جنگ

نام لیوؤں کی ہے، جس کی شاکھائیں بھارت کے پرتی ایک بھاگ میں ہیں۔ اس دل کا ایک آدمی بھی نہ بھیجا گیا؟ ایک آدمی چھوت چھڑانے کو بھیج بھی دیا گیا، تو اسے بولنے کا اوسر نہ دیا گیا۔ کیا یہ سمجھنے کے لیے کسی سوکشم بدھی کی ضرورت ہے کہ نوکرشاہی نے یہ چناو اسی ارادے سے کیا تھا کہ گول میز میں وگھن پڑے اور کوئی بات طے نہ ہو سکے۔ پر مہاتما جی نے یہ کہہ دیا، تو سبھی بھنّا اٹھے۔ سرشفیع گرج اٹھے، میکڈ ینلڈ صاحب تڑپ اٹھے، یہاں تک کہ اچھوتوں کے پرتی ندھی کہلانے والے ڈاکٹر امبیڈکر بھی چیخ پڑے۔ ایک امریکن پتر کے سمواد داتا نے تو یہاں تک لکھا، کہ مسلم اور انیہ الپ متوں [1] کے نیتا مہاتما گاندھی سے ورودھ بھی کرتے ہیں، تو سمان کے ساتھ، پر ڈاکٹر امبیڈکر اشِشٹتا کر بیٹھتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ ہندوؤں سے بدلا لینے کا اس سے اچھا کون سا اوسر آوے گا۔ انگریز جاتی ان کا اددھار کرنے پر آمادہ ہوگئی ہے۔ ہندوؤں سے ساری پرانی کسر آج ہی نکال لو۔ ڈاکٹر صاحب تو ودوان آدمی ہیں کیا وہ یہ نہیں جانتے کہ وجیتاؤں نے ہمیشہ کمزوروں کو دبایا ہے۔ یہاں تک کہ وہی انگریز جاتی جنھیں وہ اپنا اددھارک سمجھ رہے ہیں، اپنی پرادھین جاتیوں پر کار کس پرشاسن کر رہی ہے؟ افریقہ والوں سے انگریزوں کی نیائے پرتا کی کتھا پوچھیے، ریڈ انڈین سے پوچھیے، آسٹریلیا کے ماوریوں سے پوچھیے، بھارت والوں سے پوچھیے۔ اور یہ کوئی دو چار ہزار سال پرانی بات نہیں ہے، آج بھی ہم زبردست کا ٹھینگا اپنے سر پر دیکھ رہے ہیں۔ پرانے زمانے میں ہندوؤں نے بھی وہی کیا، تو انھوں نے وہی کیا جو پرمپرا [2] سے ہوتا چلا آتا ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ہندو نیتا آج اپنے اچھوت بھائیوں کے ساتھ بھی وہی پرانا دیوہار کر رہے ہیں، یا ان میں کچھ پریورتن ہوا ہے۔ کانگریس نے راشٹر کے سوتّوں [3] کی جو گھوشنا کی ہے، اس میں ہر ایک بھارتیہ کے سمان ادھکار رکھے ہیں۔ کسی دل، مت یا جاتی کو ایوگیہ [4] نہیں ٹھہرایا۔ کسی کو وشیش ادھکار نہیں دیا۔ ووٹ کا حق ہر ایک کو دیا گیا ہے۔ راج پد پر بھی سب کا سمان ادھکار مانا گیا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اچھوت بھائی ابھی اونچی جاتیوں سے برابری نہیں کر سکتے، کیوں کہ وہ شکشا اور سبھیتا [5] میں بہت پچھڑے ہوئے ہیں پر کیا یہ بات سوراجیہ ہو جانے پر نہیں کہی جا سکتی۔ اس وقت اگر یہاں کی سوراجیہ سرکار ان کے ساتھ انیائے کرتی ہے تو انھیں شکایت

1 اقلیتی فرقوں 2 روایت 3 تبدیلی 4 نا قابل 5 تعلیم و تہذیب

کرنے کا، آندولن کرنے کا موقع تھا۔ اس وقت تو وہ پرتھکتا کا راگ الاپ کر ہمارے شتروؤں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ہندو اب اتنے نادان نہیں ہیں۔ کہ وہ اپنی ہی دیہہ[1] کے ایک انگ[2] کو اپنگ[3] کرکے سنسار میں اپنا استتو[4] بنائے رکھنے کا سوپن دیکھ سکیں۔ ہزاروں سال کی غلامی نے اب انھیں سمجھا دیا ہے، کہ اپنے کچھ بھائیوں کو نیچ بنا کر انھوں نے اپنا ہی جیون سنکٹ میں ڈال دیا ہے، اوران کا ادھار اب اسی میں ہے، کہ ان بھائیوں کو برابر کے ادھکار دیں اور انھیں واستو میں اپنا بھائی سمجھیں۔ لیکن اگر اس وقت ڈاکٹر صاحب نے مسلمانوں، عیسائیوں، اینگلو انڈین کے ساتھ وشیش ادھکار پر زور دیا، تو یہ راشٹر کیا ہوگا، ٹکھیتوں کا اکھاڑا ہوگا۔ بھارت کا ادھار اب اسی میں ہے کہ ہم راشٹر دھرم کے اپاسک بنیں، وشیش ادھکاروں کے لیے نہ لڑکر، سمان ادھکاروں کے لیے لڑیں ہندو یا مسلمان، اچھوت یا عیسائی بن کر نہیں، بھارتیہ بن کر سنیکت[5] انتی کی اُور اگرسر ہوں، انیتھا[6] ہندو مسلمان، اچھوت اور سکھ سب رساتل کو چلے جائیں گے۔

اگر سمپر دائے۔ وادیوں نے اور ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرنے والے سامراجیہ وادی انگریزوں نے سمجھا ہے، کہ راشٹریہ بھارت گول میز کے گول مال سے ہتاش ہو جائے گا، تو وہ غلطی پر ہے۔ اس پرادھینتا نے بھارت کی آتما کو جگا دیا ہے، اور وہ اب کسی شکتی کے روکے نہیں رکتی۔ دھرم کا سمبندھ منشیہ سے اور ایشور سے ہے۔ اس کے بیچ میں دیش، جاتی اور راشٹر کسی کو بھی دخل دینے کا ادھکار نہیں۔ ہم اس وشے میں سوادھین ہیں۔ ہم مسجد میں جائیں یا مندر میں۔ ہندی پڑھیں یا اردو۔ دھوتی باندھیں یا پاجامہ پہنیں، ہم سوادھین ہیں، لیکن دھرم کے نام پر راشٹر کو بھن بھن دلوں میں وبھکت کرنا، ایشور اور منشیہ کے سمبندھوں کو راشٹریہ معاملوں میں گھسیٹ لانا، راشٹریہ بھارت کبھی گوارا نہیں کرے گا۔ بھارت نے بہت کچھ تو سمجھ لیا ہے اور جو کسر ہے وہ بھی اب سمجھتا ہے، کہ سمپورن بھارت کا ہت ایک ہے اس میں کوئی بھی وبھنتا نہیں ہے سرکاری نوکریوں کے لیے ابھی تک شکشت سماج کے من میں موہ ہے۔ وہی موہ، وہی لوبھ، اس وبھنتا کا کارن ہے۔ لیکن اگر ابھی وہ سمے نہیں آیا تو اب اس کے آنے میں دیر نہیں ہے، جب واستوک راشٹر شکشت سماج کی سنکیرن سوارتھپرتا کے وِرودھ میں وِدروہ کرے گا۔ مٹھی بھر پڑھے لکھے

---

1 جسم 2 عضو 3 اپاہج 4 وجود 5 مشترکہ 6 ورنہ

آدمیوں کو کوئی ادھکار نہیں، کہ وہ اپنے طلوے مانڈے کے لیے سمپورن راشٹر کا جیون سنکٹ مے بنا دیں۔ وہ زمانہ آرہا ہے، جب بھارت کے کسان، بھارت کے دوکان دار، بھارت کے مجور، خود اپنا نفع نقصان سمجھیں گے اور اپنے ہتوں کا شکشت سمودائے کے پیروں تلے کچلے جانا گوارا نہ کریں گے۔ شکشتوں نے جیون کے پشچمی، نقلی، آڈمبرے آدرشوں کی غلامی کر کے بھارت کو سروناش کے گرت میں ڈھکیل دیا ہے۔ بھارت کا ایک شکشت ویکتی آج ضرورتوں کا ایسا غلام ہو گیا ہے، کہ اسے جیوت رکھنے کے لیے کم سے کم پچاس مزدوروں اور کسانوں کو مرنا چاہیے۔ اسی آڈمبرے جیون کے نرواہ کے لیے طرح طرح کے ڈھونگ رچے جاتے ہیں، دھرم کی آڑلی جاتی ہے، سنسکرتی کا رونا رویا جاتا ہے، وشیش ادھکار کا بھوت کھڑا کیا جاتا ہے، بھاشا اور لپی انیک کلپت وبھنتاؤں کی دہائی دی جاتی ہے، کیول اس لیے کی شکشتوں کا کھٹملی جیون آنند سے ویتیت ہو۔ وہ بنگلوں میں رہیں، موٹروں پر سیر کریں، انگریزوں سے ہاتھ ملادیں، اور یورپ کی سیر کریں۔ ہاں، وہ سے اب دور نہیں ہے، جب بھارت اس نقلی آدرش سے ودروہ کرے گا اور پرتھکتا کے مکڑی کے سے جال کو چھن بھن کر دے گا۔

اکتوبر 1931

ہندو مسلم ایکتا

دلوں میں غبار بھرا ہوا ہے' پھر میل کیسے ہو۔ میلی چیزوں پر کوئی رنگ نہیں چڑھ سکتا' یہاں تک کہ جب تک دیوار صاف نہ ہو' اس پر سیمنٹ کا پلاسٹر کبھی نہیں ٹھہرتا۔ ہم غلط اتہاس پڑھ پڑھ کر ایک دوسرے کے پرتی طرح طرح کی غلط فہمیاں دل میں بھرے ہوئے ہیں۔ اور انھیں کسی طرح دل سے نہیں نکالنا چاہتے مانوں انھیں پر ہمارے جیون کا آدھار ہو۔ مسلمانوں کو اگر یہ شکایت ہے کہ ہندو ہم سے پرہیز کرتے ہیں' ہمیں اچھوت سمجھتے ہیں' ہمارے ہاتھ کا پانی تک پینا نہیں چاہتے' تو ہندوؤں کو یہ شکایت ہے کہ مسلمانوں نے ہمارے مندر توڑے' ہمارے تیرتھ استھانوں کو لوٹا' ہمارے راجاؤں کی لڑکیاں اپنے محل میں ڈالیں اور جانے کیا کیا اپدرو[1] کیے۔ ہندو' مسلمانوں کے آچار اور دھرم کی ہنسی اڑاتے ہیں' مسلمان ہندوؤں کے آچار اور دھرم کی۔ وجئی[2] جاتی پراجتوں[3] پر جو سب سے کٹھور آگھات[4] کرتی ہے، وہ ہے، ان کے اتہاس کو وشیلا بنا دینا۔ پراچین، ہمارے بھوشیہ کا پتھ پردرشک ہوا کرتا ہے۔ پراچین[5] کو دوشت[6] کر کے، اس میں دویش اور بھید اور کینا بھر کر، بھوشیہ کو بھلایا جا سکتا ہے۔ وہی بھارت میں ہو رہا ہے۔ یہ بات ہمارے اندر ٹھونس دی گئی ہے کہ ہندو اور مسلمان ہمیشہ سے دو وروودھی دلوں میں وبھاجت رہے ہیں' حالانکہ ایسا کہنا ستیہ کا گلا گھونٹنا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کہ اسلام تلوار کے بل سے پھیلا۔ تلوار کے بل سے کوئی دھرم نہیں پھیلتا اور کچھ دنوں کے لیے پھیل بھی جائے تو چر جیوی

---

1 ہنگامہ آرائی 2 فاتح 3 مفتوح 4 کاری ضرب 5 قدیم 6 مسخ کر کے

نہیں ہوسکتا۔ بھارت میں اسلام کے پھیلنے کا کارن، اونچی جاتی والے ہندوؤں کا نیچی جاتیوں پر اتیاچار تھا۔ بودھوں نے اونچ نیچ کا بھید مٹا کر نیچوں کے اددھار کا پریاس کیا اور اس میں انھیں اچھی سپھلتا ملی، لیکن جب ہندو دھرم نے پھر زور پکڑا تو نیچی جاتیوں پر پھر وہی پرانا اتیاچار شروع ہوا، بلکہ اور زوروں کے ساتھ۔ اونچوں نے نیچوں سے ان کے وردروہ کا بدلہ لینے کی ٹھانی۔ نیچوں نے بودھ۔ کلا میں اپنا آتم ستمان [1] پالیا تھا۔ وہ اچ ورگیہ [2] ہندوؤں سے برابری کا دعوٰی کرنے لگے تھے۔ اس برابری کا مزا چکھنے کے بعد اب انھیں اپنے کو نیچ سمجھنا دوسرے [3] ہو گیا یہ کھینچ تان ہو ہی رہی تھی کہ اسلام نے۔ نئے سدھانتوں کے ساتھ پدار پن [4] کیا۔ وہاں اونچ نیچ کا بھید نہ تھا۔ چھوٹے بڑے، اونچ نیچ کی قید نہ تھی۔ اسلام کی دیکشا لیتے ہی منشیہ کی ساری اشدھیاں [5] ساری ایوگیتائیں مانوں دھل جاتی تھیں۔ وہ مسجد میں امام کے پیچھے کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا تھا۔ بڑے سے بڑے سیدزادے کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر بھوجن کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ اچ ورگیہ ہندوؤں کی درشٹی میں بھی اس کا سمان بڑھ سکتا تھا۔ ہندو اچھوت سے ہاتھ نہیں ملا سکتا، پر مسلمانوں کے ساتھ ملنے جلنے میں اسے کوئی بادھا نہیں ہوتی۔ وہاں کوئی نہیں پوچھتا، کہ امک پرش کیسا، کس جاتی کا مسلمان ہے۔ وہاں تو سبھی مسلمان ہیں۔ اس لیے نیچوں نے اس نئے دھرم کا بڑے ہرش [6] سے سواگت کیا اور گاؤں کے گاؤں مسلمان ہو گئے۔ جہاں ورگیہ [7] ہندوؤں کا اتیاچار جتنا ہی زیادہ تھا، وہاں یہ ورودھاگنی [8] بھی اتنی ہی پرچنڈ تھی اور وہیں اسلام کی تبلیغ بھی خوب ہوئی۔ کشمیر، آسام، پوروی بنگال آدی اس کے اداہرن [9] ہیں۔ آج بھی نیچی جاتیوں میں غازی میاں اور تازیوں کی پوجا بڑی شردھا کے ساتھ کی جاتی ہے۔ ان کی درشٹی میں اسلام وجی شتر و نہیں اددھارک [10] تھا۔ یہ ہے اسلام کے پھیلنے کا اتہاس اور آج بھی ورگیہ ہندو اپنے پرانے سنسکاروں [11] کو نہیں بدل سکے ہیں۔ آج بھی چھوت چھات اور بھید بھاؤ کو مانتے آتے ہیں۔ آج بھی مندروں میں کنوؤں پر سنستھاؤں میں بڑی روک ٹوک ہے۔ مہاتما گاندھی نے اپنے جیون میں سب سے بڑا جو کام کیا ہے وہ اس بھید بھاؤ پر کٹھارا گھات [12] ہے۔ ورگیہ ہندوؤں میں جو ایک سوکشم [13] سی اوپری جاگرتی [14] نظر آتی ہے، اس کا شریہ مہاتما جی کو ہے۔

---

1 عزت و وقار 2 اعلیٰ ذات 3 ناقابل برداشت 4 ظہور 5 پلیدیاں 6 جوش و خروش 7 اعلیٰ ذات 8 آتش مخالفت 9 مثال 10 بھلا چاہنے والا 11 اقدار 12 کاری ضرب 13 باریک 14 بیداری

تو اسلام تلوار کے بل سے نہیں بلکہ اپنے دھرم تتوں[1] کی ویاپکتا[2] کے بل سے پھیلا۔ اس لیے پھیلا کہ اُس کے یہاں منشیہ ماتر کے ادھکار سمان ہیں۔ اب رہی سنسکرتی[3]۔ ہمیں تو ہندو اور مسلم سنسکرتی میں کوئی ایسا مولک بھید[4] نہیں نظر آتا۔ اگر مسلمان پاجامہ پہنتا ہے تو پنجاب اور سیما پرانت[5] کے سارے ہندو استری پرش[6] پاجامہ پہنتے ہیں۔ اچکن میں بھی مسلمانی نہیں رہی۔ رہا چوکا چولہا۔ پنجاب میں چوکے چولہے کا جھگڑا ہندوؤں میں بھی نہیں ہے اور شکشت سماج تو کہیں بھی چوکے چولہے کا قائل نہیں۔ مدھیہ پرانت کے مسلمان بھی ہندوؤں کی ہی بھانتی چوکے چولہے کی نیتی کا دیوہار کرتے ہیں۔ ہندو مسلم بھید کے لیے یہاں بھی کوئی ٹکاؤ نہیں ملتا۔ ہمارے دیوتا الگ ہیں، ان کے دیوتا الگ۔ پرانوں میں دیوتا کو چاہے کچھ کہا جائے، ہم تو پرتما[7] کو ہی دیوتا مانتے ہیں۔ شو اور رام اور کرشن اور وشنو جیسے ہمارے دیوتا ہیں۔ ویسے ہی محمدؐ، علیؓ، اور حسینؓ آدی مسلمانوں کے دیوتا یا پوجیہ پرش ہیں۔ ہمارے دیوتا جیسے تیاگ[8] آتم گیان[9] ویرتا اور سنیم[10] کے لیے اُدرنیہ[11] ہیں، اسی بھانتی مسلم دیوتا بھی ہیں۔ اگر ہم شری رام چندر کو اسرنیہ[12] سمجھ سکتے ہیں تو کوئی کارن نہیں کہ حسین کو اتنا ہی آدرنیہ نہ سمجھیں۔ ہم مندروں میں پوجا کرنے جاتے ہیں مسلمان مسجدوں میں عیسائی گرجا گھروں میں۔ مگر کوئی جینی یا آریہ سماجی مندر میں پوجا کرنے نہیں جاتا۔ کیا اس لیے ہم جینیوں یا آریہ سماجیوں کو اپنے سے پرتھک[13] سمجھتے ہیں؟ سکھ بھی ہمارے مندروں میں نہیں جاتے۔ ان کے گردوارے الگ ہیں پر اس لیے ہم سکھوں سے لڑنے نہیں جاتے۔ یوں تو ہندو ہندو میں جاتی جاتی میں ورگ ورگ میں بھید ہے اور ان بھیدوں پر ہم لڑنے لگ جائیں' تو جیون نرک تلیہ[14] ہو جائے۔ تو جب ہم ان بھیدوں کو بھول جاتے ہیں' تو مسجد میں نماز پڑھنا کیوں آپتی[15] کی بات سمجھی جائے۔ مہاتما گاندھی تو گرجا میں بھی پرارتھنا کر لیتے ہیں۔ یہاں بھی انھیں ہندو مسلم بھید کے لیے کوئی آدھار نہیں ملتا۔ تو کیا وہ گئو ہتیا[16] میں ہے؟ یا شکھا میں؟ یا جنیو میں؟ جنیو تو آج کم سے کم اسی فی صدی ہندو نہیں پہنتے

---

1 مذہبی خصوصیات 2 وسعت 3 تہذیب 4 بنیادی فرق 5 سرحدی علاقہ 6 عورت مرد 7 مورتی 8 دنیاوی آسائشوں کو ترک کرنا 9 روحانی علم 10 صبر 11 محترم 12 یاد رکھنے کے لائق 13 الگ 14 دوزخ کے مانند 15 پریشانی 16 گئوکشی

اور شکھا[1] بھی اب ان کی ویاپک[2] موستو نہیں ہے۔ ہم کسی ہندو کو اس لیے اہندو نہیں کہہ سکتے کہ وہ شکھا دھاری نہیں ہے۔ بنگال میں شکھا کا پرچار نہیں۔ رہی گئو ہتیا۔ یہ تو معلوم ہی ہے کہ عرب میں گائیں نہیں ہوتیں۔ وہاں تو اونٹ اور گھوڑے ہی پائے جاتے ہیں۔ بھارت کھیتی کا دیش ہے اور یہاں گائے کو جتنا مہتو[3] دیا جائے کم ہے۔ لیکن آج تول قسم لیا جائے تو شاید ایسے بہت کم راجے مہراجے یا ودیش میں شکشا پراپت کرنے والے ہندو نکلیں گے جو گو مانس نہ کھا چکے ہوں۔ اور ان میں سے کتنے ہی آج ہمارے نیتا ہیں۔ اور ہم ان کے ناموں پر جے گھوش[4] کرتے ہیں۔ اچھوت جاتیاں بھی گو مانس کھاتی ہیں اور آج ہم ان کے اتھان[5] کے لیے پریتن[6] کر رہے ہیں۔ ہم نے ان کے مندروں میں پرویش کے نمت[7] کوئی شرط نہیں لگائی اور نہ لگانی چاہیے۔ ہمیں اختیار ہے کہ ہم گئو کی پوجا کریں' لیکن ہمیں یہ اختیار نہیں ہے کہ ہم دوسروں کو گئو پوجا کے لیے بادھیہ[8] کر سکیں۔ ہم زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہیں کہ گو مانس بھکشیوں[9] کی نیائے بدھی[10] کو اسپرش کریں۔ پھر مسلمانوں میں ادھکتر گو مانس وہی لوگ کھاتے ہیں جو غریب ہوتے ہیں اور غریب ادھکتر وہی لوگ ہیں جو کسی زمانے میں ہندوؤں سے تنگ آ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ وے ہندو سماج سے جلے ہوئے تھے اور اسے جلانا اور چڑھانا چاہتے تھے۔ وہی پرورتی[11] ان میں اب تک چلی آتی ہے۔ جو مسلمان ہندوؤں کے پڑوس میں دیہاتوں میں رہتے ہیں وہ پرایہ گو مانس سے اتنی ہی گھرنا[12] کرتے ہیں جتنی سادھارن ہندو۔ اس لیے یدی ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی گو بھکت ہوں تو اس کا اپائے یہی ہے کہ ہمارے اور ان کے بیچ میں گھنشٹھتا[13] ہو پرسپر ایکیہ[14] ہو۔ تبھی وے ہمارے دھارمک منو بھاؤں کا آدر کریں گے۔ بہر حال اس جاتی دویش[15] کا کارن گو ہتیا نہیں ہے۔ اور اردو ہندی کا جھگڑا تو تھوڑے سے شکشتوں تک ہی محدود ہے۔ انیہ پرانتوں کے مسلمان اردو کے بھکت نہیں اور نہ ہندی کے ورودھی ہیں۔ وے جس پرانت میں رہتے ہیں اسی کی بھاشا کا ویوہار کرتے ہیں۔ سارانش یہ کہ ہندو مسلم ویمنسیہ کا کوئی۔تھارتھ[16] کارن نہیں نظر آتا۔ پھر بھی ویمنسیہ ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں تک کہ ہم میں بہت کم ایسے مہانو بھاو[17] ہیں جو اس ویمنسیہ کے اوپر اٹھ

---

1 چوٹی 2 وسیع تر 3 اہمیت 4 نعرہ بلند کرنا 5 عروج 6 کوشش 7 بابت 8 مجبور 9 گوشت خوروں 10 عقلِ سلیم 11 عادت 12 نفرت 13 ربط و ضبط 14 آپسی اتفاق 15 نسلی دشمنی 16 واقعی وجہ 17 تجربہ کار لوگ

سکیں۔ کھید تو یہ ہے کہ ہمارے راشٹریہ نیتا بھی اس پرورتی [1] سے خالی نہیں ہیں۔ اور یہی کارن ہے کہ ہم ایکتا ایکتا چلانے پر بھی اس ایکتا سے اتنے ہی دور ہیں۔ ضرورت یہ ہے کہ جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ ہم غلط اتیہاس کو دل سے نکال ڈالیں اور دیش کال کو بھلی بھانتی وچار کر کے اپنی دھارنائیں [2] استھر کریں۔ تب ہم دیکھیں گے کہ جنھیں ہم اپنا شترو سمجھتے تھے انھوں نے واستو [3] میں دلتوں [4] کا ادّھار [5] کیا ہے۔ ہمارے جات پات کے کٹھور بندھنوں کو سرل کیا ہے اور ہماری سبھیتا [6] کے وکاس [7] میں سہایک ہوئے ہیں۔ یہ کوئی چھوٹی اور مہتو ہین [8] بات نہیں ہے کہ 1857 کے وِدروہ [9] میں ہندو، مسلمان دونوں ہی نے جسے اپنا نیتا بنایا وہ دلی کا شکتی ہین بادشاہ تھا۔ ہندو مسلمان نرپتیوں میں پہلے بھی لڑائیاں ہوئی ہیں پر وہ لڑائیاں دھارمک ودیش [10] کے کارن نہیں، اسپردھا کے کارن تھیں، اسی طرح جیسے ہندو راجے آپس میں لڑا کرتے ہیں۔ ان ہندو مسلم لڑائیوں میں ہندو سپاہی مسلمان کی اُور ہوتے ہیں اور مسلمان سپاہی ہندوؤں کی اُور۔

پروفیسر محمد حبیب آکسن نے اپنے ''مدھیہ کال میں ہندو مسلم سمبندھ'' نام سے اس وشے پر ایک مہتو پورن لیکھ لکھا ہے جس کا ایک انش ہم نقل کرتے ہیں۔

''کہا جاتا ہے کہ ہندوؤں کو گھوڑے پر سوار ہونے، تیر چلانے اور جلوس نکالنے تھا اسنان اور پوجا پاٹھ کا نشیدھ [11] تھا پر یہ کمودنتیاں [12] مولک پرمانوں [13] کے غلط ادھیین سے پیدا ہوئی ہیں۔ اس زمانے کا ہندو مذہب سنگھٹت اور شکتی شالی تھا۔ اس کے ساتھ مسلمان بادشاہ اس لیے رواداری برتتے تھے کہ اس کے سوا دوسری راہ نہ تھی...... ان کے لیے سامپردائک سنگھرش کا پھل تباہی کے سوا اور کچھ نہ ہوتا۔ یہ وچتر بات ہے کہ مدھیہ کالین اتہاس کے راجنیتک یا اتہاسک ساہتیہ میں ہندو مسلم دوندو کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا پرمان نہیں ملتا۔ لیکن اس کا کارن یہ نہیں ہے کہ ہندو اس کے لیے تیار نہ تھے۔ نہیں۔ وہ تو اپنی رن پریتا [14] کے لیے بدنام تھے۔ لیکن اس کال کی کسی لڑائی میں بھی ہم سیناؤں کو سامپردائک آدھار پر لڑتے نہیں پاتے۔ افغانی سپاہیوں کا ایک دستہ ترائن کی لڑائی میں رائے پتھورا کے نیچے لڑا تھا۔ مسلمانوں کی ایک پیدل سینا نے پانی پت کی لڑائی میں مراٹھوں کی مدد کی تھی۔ اصل ہندو مسلم لڑائی تو واستو میں کبھی ہوئی ہی نہیں۔''

نومبر 1931

---

1 عادت 2 تصورات 3 درحقیقت 4 دبے کچلے لوگ 5 بھلا 6 تہذیب 7 فروغ 8 غیر اہم 9 بغاوت 10 مذہبی کٹرتا 11 ممنوع 12 غلط خیالات 13 بنیادی ثبوت 14 جنگ سے دلچسپی رکھنا

سامپردائک متادھِکار کی گھوشنا

کنجرویٹو گورنمنٹ کی سامپردائک متادھکار [1] وشیک وگپتی [2] نے ہندوؤں کو بہت اسنشٹ کر دیا ہے۔ اور پنجاب کے سکھ لوگ تو ستیاگرہ [3] کرنے کا وچار کر رہے ہیں۔ ایسا کوئی وَھیات [4] ہندو یا سکھ نیتا نہیں ہے جس نے اپنا روش [5] نہ پرکٹ [6] کیا ہو۔ اس کا کارن یہی ہے کہ ان مہانوبھاوں نے اپنے اپنے حصے کے وشے میں جو آشائیں باندھ رکھی تھیں وہ وپھل [7] ہو گئیں۔ وپھل آشائیں ہی اسنتوش [8] اتپن کیا کرتی ہیں۔ واستو میں وہی ہوا جس کا ایک طرح سے ہمیں وشواس تھا۔ گورنمنٹ کے لیے اس کے سوا اور کیا سادھن [9] تھا کہ وہ اپنا استتو [10] بنائے رکھنے کے لیے کسی ایک پرمکھ دل کی شرن لے۔ سکھ اتنے شکتی شالی نہیں ہیں، ہندو اتنے لچیلے نہیں ہیں۔ ایسی دشا میں مسلمانوں کے سوا اور کس پر گورنمنٹ کی نگاہ پڑتی۔

سرکار کی دشا اس ہارے ہوئے یودھا [11] کی سی ہے جو ایک کھائی سے دوسری کھائی میں پیچھے ہٹتا ہوا انت کو انتم کھائی میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کھائی کے بعد سپاٹ میدان ہے۔ یا تو وہ شترو کو اس کھائی میں گرا دے یا سیم اپنے پران [12] کھو دے۔ اس اوستھا [13] میں وہ وِوش ہو کر اپنے ٹوٹے پھوٹے شستروں [14] کا پربار کرتا ہے، گورنمنٹ کسی نیتی سے ہمیں ہمارے ادھکاروں سے ونچت نہیں رکھ سکتی تھی، اتئو اس نے اپنا وہی ٹوٹا پھوٹا شستر نکال لیا ہے، جس کا نام ہے۔ ڈِوائڈ اینڈ رول۔

پروجئی شترو پر شستر کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ مدراس، بمبئی، سنیکت پرانت، سی۔ پی۔ اور

---

1 فرقہ وارانہ حق رائے دہی 2 اشتہار 3 احتجاج 4 مشہور 5 غصہ 6 ظاہر 7 ناکام 8 بے چینی 9 طریقہ کار 10 وجود 11 جنگجو 12 جان 13 حالت 14 ہتھیار

آسام میں مسلمانوں کو زیادہ متادھکار [1] مل جانے سے پرستھتی میں کوئی انتر نہیں پڑا۔ مسلمانوں کا الپ مت بہومت نہ بن سکا، لیکن نیائے ورشٹی سے دیکھیے‘ تو ان دونوں پرانتوں میں بہومت مسلمانوں کو ہی ملنا چاہیے۔ مسلمان کافی سنگھٹت ہیں۔ یدی انھیں بہومت نہ دیا جاتا تب بھی اپنی سنکھیا کے کارن انھیں بہومت مل جاتا۔ پنجاب میں سکھوں اور ہندوؤں کو ملا کر بھی مسلمانوں کی سنکھیا ادھک ہے۔ اگر مسلمانوں میں اتنی کمزوری ہے کہ وے جنرل نرواچن سے ڈرتے ہیں، تو وے دیا کے پاتر ہیں۔ ہمارا ان پر روش کرنا ویرتھ کے لیے منو مالنیہ بڑھانا ہے۔ انیہ پرانتوں میں مسلمانوں کو جو ویٹج [2] دیا گیا ہے اس سے بہومت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ پنجاب میں ہندوؤں اور سکھوں کو ویٹج دینے سے مسلمانوں کی پردھانتا غائب ہو جاتی ہے۔ ایسی دشا میں ہم ان کے سر کوئی الزام نہیں رکھ سکتے۔

پھر یہ کیوں سمجھ لیا جائے کہ مسلمانوں میں بہومت سے ہندو یا سکھوں کے ہتوں کی ہانی ہوگی۔ مسلمانوں کا بھارت پر کئی صدیوں تک راج رہا ہے۔ اگر مسلمان اس زمانے میں ہندوؤں کو نہ کچل سکے تو اب اس کی کوئی سمبھاونا نہیں رہی۔ مسلم کال میں اس کی کافی مثالیں ملتی ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ ہندوؤں نے سہیوگ کیا ہے۔ آج بھی ہندو ریاستوں میں مسلمان بڑے بڑے پدوں پر ہیں۔ یہ متھیا بھرم [3] ہے اور اسے من سے نکال ڈالنے ہی میں دیش کا کلیان [4] ہے۔

اس وقت ہمارا کرتویہ ہے کہ مسلمانوں کی سپھلتا [5] پر انھیں بدھائی دیں۔ منو مالنیہ [6] اور دویش بڑھانے سے کسی کی بھی بھلائی نہیں ہو سکتی۔ پرتیوگتا میں ایک کھلاڑی کے جیتنے پر شیش کھلاڑیوں کا کرتویہ یہی ہوتا ہے کہ وہ خود ہارتے ہوئے بھی جیتنے والے کو مبارک باد دیں اور پھر اس سے دوسرے مقابلے میں جیتنے کا ادیوگ کرتے ہیں۔ جیتنے والا اس لیے کیوں برا سمجھا جائے کہ وہ جیت گیا۔ اس منوورتی میں سکھ یا ہندو بھی ویٹج پا کر مسلمانوں میں وہی بھے پیدا کریں گے جو اس سمے بھیم ان کے اندر ہے۔ اوشواس سے وشواس نہیں پیدا ہو سکتا۔ ہماری لڑائی مسلمان بھائیوں سے نہیں ہے، گورنمنٹ سے ہے۔ آپس میں لڑنے سے گورنمنٹ کی جیت ہوگی۔ اس کی

---

1 حق رائے دہی 2 اترکت ادھکار 3 غیر حقیقی شک 4 بھلا 5 کامیابی 6 قلبی نفرت

ہاراسی میں ہے کہ ہم ڈوائڈ اینڈ رؤل والی نیتی کو کامیاب نہ ہونے دیں۔

سامپردائک[1] بھید کی نیتی ہی آپتی جنک ہے۔ گورنمنٹ بھارت کو راشٹر نہیں سمجھتی۔ ہم اپنے دیوہار سے اسے ایسا سمجھنے کا اوسر بھی نہیں دیتے۔ وہ بھارت کو سمپردایوں کی درشٹی سے دیکھتی ہے۔ اتیو سامپردائک متادھکار کے لیے ہم اتنے اتسک ہوں یہ تو گورنمنٹ کی ہی درشٹی کا سمرتھن ہے۔ ہمیں یہ دکھانا ہے۔ کہ تم چاہے ہمیں کتنے ہی ٹکڑوں میں بانٹو ہم پرواہ نہیں کرتے۔ ہم ایک راشٹر ہیں۔ اس بھید نیتی سے ہماری راشٹریتا کو کچلنا سمبھو[2] نہیں ہے۔

22 اگست 1932

1 فرقہ ورانہ اختلاف 2 ممکن

اب ہمیں کیا کرنا ہے

متادھکار [1] سمبندھی سرکاری گھوشنا نکل گئی۔ سرکار نے یہ بھی اسپشٹ [2] کہہ دیا کہ اب وہ اس میں کسی پرکار کا پری ورتن [3] کرنے کو تیار نہیں۔ ہاں یدی بھارت والے آپس میں کوئی سمجھوتا کر کے اس گھوشنا کے وردھ کوئی بات طے کر لیں گے تو سرکار کو اس کے ماننے میں آپتی نہ ہوگی لیکن اس گھوشنا سے راشٹر کے بھنّ بھنّ دلوں اور سمپر دایوں میں جو پرسپر وِرودھی بھاونائیں [4] پیدا ہو رہی ہیں، ان سے ہمیں بھے [5] ہو رہا ہے کہ کہیں اتہاس اپنے کو پھر نہ دوہراوے اور وہی 1926-27 والی پرستھتی [6] نہ اتپن ہو جاوے۔ یدی ایسا ہوا تو راشٹر کے لیے ابھوت پورو [7] سنکٹ [8] کا سامنا ہوگا۔ ہم منہ سے چاہے کتنا ہی کہے جائیں کہ ہمیں مسلمانوں اور اپنے دلت بھائیوں سے کوئی شکایت نہیں ہے لیکن جب ہندو اور سکھ دونوں ہی اپنی پوری شکتی سے اس گھوشنا کی نندا [9] اور وِرودھ کریں گے تو سوابھاوتہ [10] مسلمانوں اور انیہ دلوں کو جن کے ساتھ کچھ رعایت کی گئی ہے، برا لگے گا اور وے بھی اپنے نو پراپت ادھکاروں [11] کو سورکشت [12] رکھنے کے لیے جی جان سے ادیوگ [13] کریں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ دیش دو بھاگوں میں وبھکت [14] ہو جائے گا۔ ایک اُور سرکار اور مسلمانوں تتھا اچھوتوں کا بڑا حصہ ہوگا دوسری اور ہندو اور سکھوں کا سمپورن بھاگ [15]۔ اِس نئے سنگھرش [16] کا انت کیا ہوگا، یہ تو کوئی جیوتشی ہی جانے، پر دیش میں جو بھیشن [17] پرستھتی اتپن ہوگی، اس کا انومان کرنے کے لیے وشیش کلپنا [18] کی ضرورت نہیں۔ کانپور اور بمبئی میں ہم اس کا نمونہ دیکھ چکے ہیں۔

---

1 حق رائے دہی 2 واضح 3 تبدیلی 4 آپسی اختلافی جذبات 5 خوف 6 حالت 7 عظیم 8 پریشانی 9 مذمت 10 خود بخود 11 نئے حاصل کردہ حقوق 12 محفوظ 13 کارہائے نمایاں 14 منقسم 15 مکمل حصہ 16 جد و جہد 17 بدترین حالت 18 خاص تصور

اس لیے اس سے ہمیں بڑی دوردرشتا[1] اور بدھی متا[2] سے کام لینا پڑے گا۔ دنیا کی نگاہیں ہماری طرف لگی ہوئی ہیں۔ یدی ہم نے متادھکاروں کے لیے آپس میں لڑائی ٹھان لی' تو مانوں ہم پرتیکش[3] روپ سے سرکار کی اس دلیل کا سمرتھن کریں گے کہ بھارت میں راشٹریتا کا بھاؤ نہیں ہے۔ جہاں ایک سمپردائے دوسرے سمپردائے سے اتنا سشنک[4] ہے، وہاں راشٹریتا کہاں۔ سرکار ہمیں بھنّ سمپردایوں کے روپ میں دیکھتی ہے۔ ہم کیوں اپنے کو اس روپ میں دیکھیں۔ سوراجیہ سے ہمارا ادیشیہ یہی تو ہے کہ بھارت کا شاسن بھارت واسیوں کے ہت کی درشٹی سے کیا جائے۔ جب مسلمانوں کو کچھ ادھکار ادھک مل جاتے ہیں تو ہمیں کیوں ترنت یہ وچار ہوتا ہے کہ ہمارے ساتھ انیائے ہوا۔ کارن یہی ہے، کہ ہم منہ سے چاہے راشٹریتا کی دہائی دیں، دل میں ہم سبھی سمپردائے وادی ہیں اور ہر ایک بات کو سمپردائے کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، کیا یہ ستیہ نہیں ہے کہ جب کوئی سامپردائک دنگا[5] ہو جاتا ہے' تو ہم ترنت[6] یہ جاننے کے لیے اتسک[7] ہو جاتے ہیں کہ اس دنگے میں کتنے ہندو ہتاہت[8] ہوئے اور کتنے مسلمان۔ اگر ہندوؤں کی سنکھیا[9] اُدھک ہوتی ہے تو ہم کتنے اُتیجت[10] ہو جاتے ہیں۔ اس کے وپریت[11] اگر مسلمانوں کی سنکھیا اُدھک ہوتی، تو ہم آرام کی سانس لیتے ہیں۔ یہ منوورتی[12] راشٹریتا کا گلا گھونٹنے والی ہے۔ ہمیں اس منوورتی کا مولوچھید[13] کرنا پڑے گا، انیتھا ہمارا راشٹر مدھر سوپن[14] ہی رہے گا۔ جب ہم سامپردائک بھاؤں پر وجے نہیں پا سکے' تو ہم مسلمانوں سے کیوں آشا رکھتے ہیں، کہ وہ زیادہ ادار ہو جائیں۔ یہ وہی سامپردائک منوورتی ہے، جو اس سے دیش کے اس سرے سے اس سرے تک ننگا ناچ کر رہی ہے اور دو دیش میں ہمیں ہاسیاسپد[15] بنا رہی ہے اور مزا یہی ہے، کہ ابھی کسی کے فرشتوں کو خبر نہیں ہے کہ کونسلوں کو ادھکار ملیں گے۔ ابھی تو کیول جگہوں کی سنکھیا کا معاملہ ہے۔

ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ دیوہارک شاسن[16] میں سامپردائک پرشن[17] بہت کم آتے ہیں۔ قربانی اور باجے کے جھگڑے، اتھوا ہندی، اردو کا معاملہ ہی شاسن کے ملکیہ اَنگ

---

1 وسعت نظری 2 ذہانت 3 بظاہر 4 مشکوک 5 فرقہ وارانہ فساد 6 فوراً 7 بے چین 8 نذر فساد 9 تعداد 10 جوشیلے 11 برخلاف 12 ذہنی رویہ 13 بیخ کنی 14 حسین خواب 15 مضحکہ 16 دنیوی تعلقات 17 فرقہ وارانہ سوالات

نہیں ہیں۔ شاسن کے اسّی فی صدی کام ایسے ہیں، جن میں ہندو، مسلم سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ وہ ادھکانش ساماجک اور آرتھک[1] ہوتے ہیں۔ پھر یہ تو منوویگیانک[2] سچ ہے کہ ذمہ داری نہ رہنے کی دشا میں ہم جن باتوں کا وِرودھ کرتے ہیں انھی باتوں کا ذمہ داری آ جانے پر سمرتھن کرنے لگتے ہیں۔ ہمیں آشا رکھنی چاہیے کہ مسلم دل نے جن سامپردائک مانگوں کے لیے اب تک زور دیا ہے، ان کے لیے اب وے آگرہ[3] نہ کریں گے۔

یہ ہم نہیں کہتے، سرکار کی گھوشنا نردوش[4] ہے۔ اس کا سامپردائک اُدھار[5] ہی اَپتی جنک[6] ہے اس میں کتر بیونت کر کے ہم اس کا روپ نہیں بدل سکتے۔ ہندوؤں اور سکھوں کو دس پانچ جگہ اور مل جانے سے وہ کم اَپتی جنک نہ رہے گا، لیکن اس کا سمپردائتو کیسے مٹے گا؟ کیا ہندو اتھوا سکھ آندولن سے؟ اس سے تو پرسپر دویش[7] کی آگ اور بھی بھڑکے گی اور راشٹر گھاتک[8] بھاونائیں اور بھی پربل[9] ہوں گی۔ اس کا کیول ایک ہی اُپائے ہے۔ سامپردائک منورتی کا شمن[10] جس دن ہم اس منورتی کو تیاگ دیں گے، اسی دن مسلمانوں میں بھی اس کا ہراس[11] ہو جائے گا۔ اب آنے والے برسوں میں اسی سامپردائکتا سے سنگرام کرنا ہے۔ سہشنوتا، وشواس،[12] دھیریہ[13] اور سیوا[14] کے شستروں[15] سے۔ اسی میں راشٹر کا کلیان ہے۔

29 اگست 1932

---

1 سماجی 2 نفسیاتی حقیقت 3 اصرار 4 بے قصور 5 فرقہ پرست بنیاد 6 قابلِ اعتراض 7 آپسی دشمنی 8 ملک کے لیے مضر 9 طاقت ور 10 خاتمہ 11 کمی 12 بھروسہ 13 صبر 14 خدمت 15 ہتھیار

ہندو سبھا کی نشکر یتا [1]

ہندو سبھا کا ادھویشن [2] دلی میں ہوا او شیہ پر اس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر۔ ادھویشن کیا ہوا کیول رسم نبھائی گئی۔ کار یہ کرتاؤں ہی میں اتساہ [3] نہ تھا، تو جنتا میں کہاں سے ہوتا۔ کچھ اس طرح کا تماشہ سا ہوا جیسے کوئی دیہاتوں کے سامنے انگریزی میں بات کرے۔ جنتا ہندو سبھا کو کیول نام سے جانتی ہے۔ اس کا کوئی کام اس نے نہیں دیکھا۔ دو ایک بار سبھا نے کچھ کر دکھانے کا ارادہ بھی کیا، پر سامنے خطرہ دیکھ کر بیٹھ رہی۔ ایسی سنستھا کے لیے جو کیول کاونسلوں میں جگہوں کے لیے جھگڑتی رہے، جنتا کے ہردے میں کوئی استھان نہیں۔ اب وہ کسی سنستھا کی درڑھتا [4] اور ستیتا [5] کی پریکشا [6] اس کے نیتاوں کے تیاگ [7] سے کرتی ہے۔ جہاں تیاگ نہیں، وہاں کچھ نہیں۔ ایسی نرجیو [8] سنستھاؤں سے وہ کوئی آشا [9] نہیں رکھتی اور نہ اس میں تمملت [10] ہوتی ہے۔ ہاں تھوڑا بہت چندہ بھلے ہی دے دے گی۔ دیش کے سامنے اس سمے سب سے بڑا پرشن سماج سے اونچ نیچ، چھوت اچھوت کے بھید کو مٹانا ہے۔ آج اویش [11] میں کچھ مندر کھول دیے گئے ہیں اور دو ایک جگہ بھید رہت بھوج [12] کر دیے گئے۔ اس سے یہ کداپی نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ بھاؤ ہندو سماج سے نکل گیا۔ ابھی تو کیول بیج پڑا ہے۔ پھل پھول لگنے تک بڑے بڑے سادھن کرنے پڑیں گے، گوڑنا، سینچنا، جانوروں سے بچانا یہ سبھی کریائیں [13] پڑی ہوئی ہیں۔ ذرا بھی بے پروائی یا اساودھانی ہوئی اور پودھا سوکھا۔ ہندو سبھا نے اس مہتو پورن وشے کو اسپرش تک نہ کیا۔ پرستاؤوں [14] سے کام چلتا تو اب تک بھارت ورش سورگ بن چکا ہوتا۔ پرستاؤں کا مولیہ تب

---

1 بے عملی 2 اجلاس 3 جوش 4 مضبوطی 5 سچائی 6 امتحان 7 قربانی 8 بے جان 9 امید 10 شامل 11 جوش 12 طعام 13 مہربانیاں 14 تجاویز

ہے، جب اس کے پیچھے کریاشکتی [1] ہو۔ ہندو سبھا نے اس شکتی کا کوئی پریچے نہیں دیا۔ ہندو جاتی کے سامنے اس نے کوئی آدیش، کوئی پروگرام اصلی صورت میں نہیں رکھا۔ سمبھو ہے کہ اس کے نیتاؤں کے من میں کچھ اور ہو پر وہاں تو ''چپ چپ'' کی پالسی کی دہائی پھر رہی تھی۔ وہ زمانہ گیا جب ''چپ چپ'' کی نیتی سے جنتا سنتشٹ ہو جاتی تھی۔ اب تو وہی سنستھا جیوت رہ سکتی ہے، جو تیاگ اور بلدان کی بھاونا لیے کشیتر میں آئے۔ جن میں یہ بھاونا نہیں، انھیں خواہ مخواہ سبھائیں کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ''شعر گفتن چہ ضرور؟''

5/اکتوبر 1932

---

1 عمل کی طاقت

مولانا شوکت علی کی گہری سوُجھ

مولانا شوکت علی نے حال میں ایک بڑے معرکے کی بات کہی ہے، جیسا وہ اکثر کہا کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ یدی ہندو جاتی سے جات پات کا بھید بھاو[1] مٹ جائے اور نو ارب کا راشٹر رن[2] چکا دیا جائے، تو یہ پرتھک نرواچن[3] سے دستبردار ہو جائیں گے۔ ان دونوں باتوں کا پرتھک نرواچن سے کیا سمبندھ ہے یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ یدی ہندو مورتی پوجا چھوڑ دیں اور رسول پر ایمان لا دیں، تو یہ پرتھک نرواچن چھوڑ دیں گے۔ جات پانت کا بھید، تو خیر ایک ایسا پرشن ہے، جسے ہندو جاتی خود طے کر سکتی ہے۔ لیکن یہ نو ارب کا رن کون چکاوے۔ کیا وہ بھی ہندوؤں کو ہی چکانا چاہیے؟ رن سرکار نے لیا تھا، سرکار نے خرچ کیا۔ سرکار اسے ادا کرے گی۔ اس کا ابھی فیصلہ ہونا باقی تھا کہ اس کا کون سا بھاگ بھارت کی بھاوی سرکار کو سویکار کرنا پڑے گا اور کون سا بھاگ برٹش سرکار کو۔ لیکن مولانا صاحب کا فرمان ہے کہ ہندو یہ قرضہ چکا دیں۔ ان داموں تو سمملت نرواچن لینا شاید ہی ہندو جاتی کو منظور ہو۔ پرتھک نرواچن کو مسلم بھائی چاہے ابھی کئی سال اپنے لیے اکسیر سمجھتے رہیں، لیکن ایک دن آوے گا جب وہ دیکھیں گے کہ اس پرتھکتا[4] سے انھیں لابھ نہیں، بہت ہانی ہو رہی ہے۔ الپ مت والا سموادئے بہومت میں سمملت رہ کر سارے بہومت کو اپنی مٹھی میں کر سکتا ہے۔ وہ اپنا سنگھٹت[5] دباؤ ڈال کر بہومت کو جس طرف چاہے گھما سکتا ہے، نچا سکتا ہے، پرتھک ہو جانے سے اس کے پربھاو کا کشیتر بہت تنگ ہو جاتا ہے۔ ہندوؤں میں جیسی پھوٹ اور پرتی دوندوتا[6] ہے، اس سے مسلم جاتی بہت بڑا فائدہ اٹھا سکتی تھی۔ ہندو کبھی اتنے سنگھٹت[7] ہو سکیں گے کہ ایک مت ہو کر

---

1 اختلاف 2 ملکی قرضہ 3 علیحدہ انتخاب 4 علیحدگی 5 اجتماعی 6 حریفانہ پن 7 مجتمع

مسلمانوں کا بہشکار [1] کردیں یہ اسمبھو ہے۔ بھن بھن راجنیتک دل رہیں گے ہی۔ مسلمان ان کے اندر رہ کر جو کچھ چاہتے لیتے، جو کچھ چاہتے کرا سکتے۔ الگ جا کر انھوں نے یہ سنہرا اوسر کھو دیا ہے اور اس کے لیے انھیں پچھتانا پڑے گا۔ اگر یہ سمجھا جاتا ہو کہ ہندو اپنے سوارتھ سے پرتھک نروا چن کو ہٹانا چاہتے ہیں' تو ان پر انیائے ہے۔ ہندو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں سے ملنے میں ان کی سراسر ہانی ہے۔ پھر بھی وہ ملنا چاہتے ہیں۔ کس لیے؟ کیول اس لیے کہ وہ بھارت کو سنیکت راشٹر بنانا چاہتے ہیں اور اس ایکتا کے لیے اپنے کو مٹا دینے پر بھی تیار ہیں۔

5/اکتوبر 1932

---

1 بائیکاٹ

مسلم سرودل سمّیلن

جس وقت یہ پنکتیاں لکھی جا رہی ہیں، لکھنؤ میں وہ مہتو پورن مسلم سرودل سمیلن ہو رہا ہے' جس کی سپھلتا بھارت کے راشٹریہ جیون میں پریم کی اکھورتی [1] ڈال دے گی۔ راشٹر وچھید [2] کی جو کریا گول میز سبھا میں شروع ہوئی تھی اور جسے پردھان منتری مسٹر ریمزے میکڈ ونلڈ کے بٹوارے نے پورا کر دیا تھا، وہ بھارت پران گاندھی کے تپ کے وردان سے اس طرح چھن بھن ہوگئی' جیسے ردی جیوتی سے کہرے کے بادل پھٹ جاتے ہیں۔ اسی پاون تپ کا یہ وردان ہے کہ ہندو سماج کی نسوں میں سمایا ہوا بھید بھاو اور اس کے پرانوں میں گھسی ہوئی اَاِسپرشیتا [3] اب اندھ وشواس اور مورکھتا کا آشرے [4] کھوجتی پھرتی ہے۔ یہ ستیہ ہے کہ جنم جنمانتروں کا کوڑ ایک بار کے گنگا اسنان سے نہیں مٹ سکتا لیکن جس ویگ سے پرشکار کی دھارا اچل رہی ہے، وہ بہت ہی آشا جنک ہے۔ آج ہم ہندو دھرم آچاریوں کو راشٹر پیتا کے اس ادمیہ [5] پرواہ [6] میں بہتے دیکھ رہے ہیں، وہ اپنے سامنے ساری وگھن بادھاؤں [7] کو بہائے لیے جاتا ہے۔ یہ اس تپ کا پہلا وردان تھا۔ اس کا دوسرا وردان جو پہلے سے کہیں ویاپک اور ایکانترا تپن کرنے والا ہے، یہی مسلم سمیلن ہے۔ وہ مولانا شوکت علی جو گت پانچ چھ سال سے ہندو جاتی کے سامنے آستینیں چڑھائے کھڑے تھے، آج اس وردان کے پرتاپ سے راشٹر پیتا کے اپاسک بنے نظر آتے ہیں۔ وہ بھی بھارت کا سرودل سمیلن ہی تھا، جس سے اسنتشٹ ہوکر مولانا وِرودھیوں [8] کے کیمپ

---

1 جان 2 ملک تقسیم 3 چھوا چھوت 4 سہارا 5 بے بہا 6 بہاو 7 رکاوٹوں 8 مخالفین

میں چلے گئے تھے۔ وہ سمیلن بھی لکھنؤ میں ہی ہوا تھا۔ اتنے دنوں تک پرتی کول واتاورن کے انوبھو کے بعد ہمارا وہ مسلم نیتا پھر ہماری اور پریم سے ہاتھ بڑھا رہا ہے۔ کئی سال پہلے کا وہ منگل مے درشیہ [1] ہمارے سامنے آرہا ہے' جب مہاتما گاندھی اور دونوں علی بھائی ایک ہی پلیٹ فارم پر کھڑے نظر آتے تھے۔ آج سورگیہ مولانا محمد علی کی آتما سورگ میں بیٹھی ہوئی بچھڑے بھائیوں کے اس ملن پر خوش ہو رہی ہوگی۔ وہ امر شبد کیسے بھول سکتے ہیں' جو گول میز سبھا کے اوسر پر ان کے مکھ سے نکلے تھے۔

''یا تو میں سوراجیہ لے کر جاؤں گا' یا یہیں میری قبر بنے گی''

ان شبدوں میں سودیش پریم [2] کا کتنا اونچا آدرش تھا اور وہ پرتگیا کتنی سچی نکلی۔ ایسی ویر آتماؤں کے لیے ادھکار لولپ مسلم سمپردائے وادیوں میں کیا آکرشن ہو سکتا تھا۔ آشچریہ یہی ہے کہ اتنے دنوں مولانا کیسے ان کے بیچ میں رہے۔ یہاں ہمیں بھیشم پتامہ کا وہ کتھن یاد آتا ہے، جو انھوں نے دریودھن کے پکش میں لڑتے سے اپنی صفائی دیتے ہوئے کہا تھا۔ ویر آتمائیں چاہے کچھ دنوں کے لیے وچلت ہو جائیں' لیکن ان کی انتہ پریرنا [3] ایک نہ ایک دن اوشیہ ان پر قابو پا لیتی ہے اور انھیں پرانے کاریہ کشیتر کی اور گھسیٹ لاتی ہے۔ جماعت العلماء اور مسلم راشٹریہ دل تو پہلے ہی ایکتا کا حامی تھا' اب مولانا شوکت علی کے سہیوگ [4] سے خلافت پارٹی کا سہیوگ بھی مل گیا جو ان دونوں دلوں سے زیادہ پربھاوشالی ہے۔ اب کیول مسلم کانفرنس دل اس سمیلن سے الگ ہیں جن کے نیتا ڈاکٹر سر اقبال، ڈاکٹر شرافت احمد خاں آدی ہیں۔ اس دل نے سمیلن میں شریک ہونے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہندوؤں کی اور سے شروعات ہونا چاہیے۔ اس سے ان کا کیا آشے [5] ہے یہ تو وہی جانیں۔ ہندوؤں نے تو کیول وچنوں [6] سے ہی نہیں کرم سے سدھ [7] کر دیا کہ وہ راشٹریتا کے ہتارتھ [8] ہر ایک سمجھوتے کے لیے تیار ہیں۔ کیا وشو کوی ڈاکٹر پنڈت مدن موہن مالویہ ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو آدی نے بنا کسی آدھار کے ہی بات چیت شروع کی تھی؟ مگر اس دل کے انکار کا رہسیہ [9] وائس رائے کے اس تار میں ہے، جو انھوں نے مولانا شوکت علی کے تار کے جواب میں دیا تھا۔ یا اس پیغام میں جو سر آغا خاں نے مسلم کانفرنس کے نیتاؤں کے نام فرانس سے بھیجا تھا۔ اس دل کا وشواس سامپردائک نیتی ہے۔ راشٹریتا کو وہ ابھی تک سترک آنکھوں سے دیکھتا ہے اور ایکتا کے ہر ایک آیوجن [10] کی

---

1 مبارک منظر 2 حب الوطنی 3 اندرونی تحریک 4 تعاون 5 مطلب 6 وعدوں 7 ثابت 8 مفاد کے لیے 9 راز 10 اہتمام

اپیکشا [1] کرتا ہے۔ مولانا شوکت علی نے لکھنؤ پہنچنے پر اس دل کے نیتاؤں کو کھری کھری باتیں سنائی ہیں وہ ان کے سوبھاو انوسار [2] ہی ہیں۔ وہ اپنے منوبھاو [3] وکیلوں [4] کی بھاشا میں نہیں ویکت [5] کرتے۔ ان کی بھاشا اور بھاؤ دونوں ہی ان کے ڈیل ڈول کی طرح تیج اور للکار سے بھرے ہوتے ہیں۔

''مسلم جنتا شانتی چاہتی ہے۔ وہ سمجھوتا کرنے کی اچھک [6] ہے۔ وہ کچھ کر دکھانا چاہتی ہے۔ اس سے مسلمانوں میں تین دل ہیں۔ ایک وہ جو کانگریس اور ہندوؤں کا منہ دیکھتا ہے، دوسرا وہ جو شملہ کے اشارے پر ناچتا ہے۔ ان دونوں کے بیچ میں مسلمانوں کی بہت بڑی سنکھیا ان کی ہے جو سمان کے ساتھ سمجھوتا چاہتے ہیں۔ ان کے لیے ایکتا بڑے مہتو کی چیز ہے اور اس سمیلن کا یہ ادیشہ [7] ہے۔ میں نہ کانگریسی ہوں، نہ مسلم راشٹریہ دل کا ممبر ہوں۔ میں تو کیول سیوک [8] ہوں۔ وے سجن بھی، جن کا مجھ سے مت بھید ہے یہ سویکار کریں گے کہ میں نے اور میرے سہکاریوں نے مسلم ہتوں کے لیے مسلم کانفرنس سے کہیں ادھک سیوائیں کی ہیں۔ مسلم لیگ کا تو کہنا ہی کیا جو مر چکی ہے اور سر محمد یعقوب چاہے کتنے ہی شبد ے کریں، اس میں جان نہیں ڈال سکتے۔ میں مسلمانوں کو کانگریس یا شملہ کا منہ تاکتے نہیں دیکھ سکتا۔ ہم مسلمانوں میں سچا ناگرک جیون چاہتے ہیں اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہم گورنمنٹ اور ہندو جاتی، دونوں کے ساتھ نیائے اور آدر کا ویوہار کریں۔''

لیکن وائس رائے نے کہہ دیا ہے کہ جب تک مسلمان ایک مت ہو کر آپس میں کچھ نشچے [9] نہ کریں گے، وہ پردھان منتری کے نرنے [10] میں کوئی پرورتن نہیں کر سکتے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ دس پانچ ویکتیوں کے نہ آنے سے ہی کانفرنس کا مہتو کم ہو جاتا ہے یا اس میں ہر ایک پرانت اور دل کے مسلم پرتی ندھی [11] اتنی کثرت سے آتے ہیں کہ تھوڑے سے ویکتیوں کے نہ آنے سے اس کے مہتو میں کوئی کمی نہیں آتی۔ شیعہ پارٹی سنیکت نرواچن [12] کے پکش [13] میں اپنا مت [14] دے چکی ہے۔ راشٹر وادی مسلمان، جمیعت العلما، خلافت پارٹی، یدی یہ سبھی پارٹیاں ایک بات نشچت [15] کر دیں، تو اوشیہ ہی جن مت [16] کا دباؤ اتنا ادھک ہو جائے گا کہ تھوڑے سے ویکتیوں کی اپیکشا کی جا سکے گی۔ پھر جس مسلم کانفرنس دل کے پردھان

---

1 ہتک 2 مزاج کے مطابق 3 دلی جذبات 4 قانون دانوں 5 پیش 6 خواہش مند 7 مقصد 8 خادم 9 ارادہ 10 فیصلہ 11 چنندگان 12 مشترکہ انتخاب 13 موافقت 14 رائے 15 طے 16 عوامی رائے

ڈاکٹر سر اقبال ہیں، اسی کے اُپ پردھان مولانا شوکت علی اور راجہ صاحب سلیم پور ہیں، جو اس سمیلن کے پکش میں ہیں۔ بات یہ ہے کہ مسلم کانفرنس دل میں پنجابی مسلمانوں کا بہومت ہے اور پنجابی مسلمانوں کو اس بٹوارے میں جو بہومت پراپت ہو گیا ہے اسے وہ لوگ چھوڑنا نہیں چاہتے۔

سمجھوتے کے لیے اب تک کئی ودھان اپستھت کیے گئے ہیں، پر ہماری سمجھ میں استھائی ودھان [1]وہی ہے، جس کا آدھار [2]پرتیک پرانت کی سنکھیا [3]پر ہو۔ وشیش ارتھات سنکھیا سے ادھک ووٹ کا ملنا بالکل بند کر دیا جائے اور ووٹ کا ادھکار ہر ایک بالغ مرد عورت کو دے دیا جائے۔ اس طرح ہر ایک پرانت میں سمپرادایوں کی ووٹ سنکھیا اس کی آبادی کے انوسار [4]ہی ہوگی۔ اس طرح پنجاب کے چھپن فی صدی مسلمانوں کو چھپن فی صدی ممبریاں مل جائیں گی اور چونکہ کسی پرانت میں وشیش کا نیم نہ رہے گا، پنجاب میں ہندو یا سکھ، مسلم بہومت کو سویکار کریں گے۔ بنگال اور پنجاب میں مسلمانوں کی دو تہائی سنکھیا رہتی ہے۔ انیہ پرانتوں میں کیول ایک تہائی۔ جب وشیش کے پری تیاگ [5]سے دو تہائی مسلمانوں کو ہت [6]ہو سکتا ہے تو کیول ایک تہائی کے ہت کے لیے دو تہائی کے سر وشیش کیوں لاد دیا جائے؟ ہمیں آشا [7]ہے، ان پرشنوں پر یہ سمیلن صاف صاف نرنے کر سکے گا۔ تبھی وہ کوئی اسکیم سروسمتی سے ہندوؤں کے سامنے رکھ سکے گا۔ جب تک مسلمان خود کسی ایک بات پر ایک مت نہیں ہیں ہندوؤں کے سامنے کوئی پرستاؤ رکھنا سمئے کا اپ ویے [8]ہی ہے۔

نوٹ۔ یہ لکھا جا چکا تھا کہ خبر آئی، لکھنؤ میں سمیلن نہ ہوگا کیونکہ اپستھت نیتاؤں نے سنیکت نرواچن سویکار کر لیا اور ہندوؤں سے بات چیت کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی ہے۔ سمیلن نے مسٹر جناح کی شیش تیرہ شرطیں بہومت سے سویکار کیں۔ سمپادک

19/اکتوبر 1932

---

1 مستقل چارہ کار 2 بنیاد 3 تعداد 4 مطابق 5 چھوڑ دینا 6 فائدہ 7 امید 8 فضول خرچ

راشٹریتا کی وجے

لکھنؤ کے مسلم سمیلن نے ایک مت [1] سے سنیکت نرواچن [2] سویکار کرلیا۔ بہومت سے نہیں، ایک مت سے۔ ایکتا کی اچھا [3] سبھی اپستھت نیتاؤں میں اتنی پربل [4] تھی کہ اس کا نرنے [5] کرنے کے لیے سمیلن کا باقاعدہ جلسہ کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ گاندھی کے تپ میں کتنی مہان شکتی ہے۔ پردھان منتری کے بنوارے نے سمست راشٹر میں نراشا [6] پھیلادی تھی۔ ایسا معلوم ہونے لگا تھا کہ اب دس بارہ برس سامپردائکتا کا راج رہے گا۔ سامپردائکتا اپنے مورچے سے پیچھے ہٹنا تو درکنار اور آگے قدم بڑھاتی چلی آتی تھی اور انت میں اس نے ہندوستان کے اس قلعے پر چھاپا مارا، جو آج ہزاروں سال سے آندھی اور طوفان کا سامنا کرتا چلا آتا ہے۔ ایسا جان پڑتا تھا کہ پرانی فصلیں اس نئے یگ کے ششتروں کے سامنے کھڑی نہ رہ سکیں گی۔ جب ایک جگہ دیوار ٹوٹ گئی تو پھر شتروؤں [7] کے گھس آنے میں کیا دیر لگتی ہے۔ شترو نے لکشیہ [8] بھی اسی استھان پر کیا تھا جو سب سے کم زور ہے لیکن گاندھی کی تپسیا نے پانسہ پلٹ دیا اور نہ جانے کتنی دیوی شکتی لیکر سامنے آ کھڑی ہوئی۔ دیکھتے دیکھتے ہوا بدل گئی اور آج شتروؤں سے گھری ہوئی راشٹریتا [9] اپنے مورچہ سے نکل کر سامپردائکتا کا سنہار [10] کر رہی ہے۔ پونا میں اس نے پہلی وجے پائی مگر لکھنؤ میں اس نے جو وجے پراپت کی ہے اس میں تو سامپردائکتا کے نیچے جیسے سرنگ لگا کر اسے اڑا ہی دیا۔ ہندوؤں کی اور سے مسلمانوں کی جو شنکا تھی اسے پونا کے سمجھوتے نے نرمول [11] سدھ [12] کر دیا۔ مسلمانوں نے دیکھا ہندو ایکتا کے لیے کہاں تک اتسرگ [13] کرنے پر تیار ہیں۔ انھوں نے دیکھا کہ ہندو جاتی راشٹریتا کی آڑ میں اپنا ادھکار

---

1 رائے 2 مشترکہ انتخاب 3 خواہش 4 قوی 5 فیصلہ 6 ناامیدی 7 دشمنوں 8 ہدف 9 وطنیت 10 خاتمہ 11 بے بنیاد 12 ثابت 13 میل جول

اور پربھتو[1] بڑھانے کی اچھک نہیں ہیں بلکہ سچی لگن اور پوتر سنکلپ[2] سے اس کا آواہن کر رہی ہے۔ پونا کا سمجھوتا ان کی نیک نیتی اور نیائے پرتا کا جولنت پرمان[3] تھا جس کے سدرڑھ[4] آدھار[5] پر ہی راشٹریتا نرمان[6] کی جا سکتی ہے۔ اس پرمان نے اوشواس[7] اور سندیہہ[8] کو دور کر دیا وشواس اتپن ہوا اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ مولانا شوکت علی' ڈاکٹر ضیا الدین حافظ ہدایت حسین راجہ سلیم پور آدی نیتا جو بھید بھاو کے استمبھ سمجھے جاتے تھے آج راشٹریتا کا سواگت کرنے کے لیے کھڑے ہیں۔ اب ہمیں گیات[9] ہوا کہ مسلم نیتا کیول ہلکے سوارتھ وش[10] یا ویکتی گت[11] ور بھاؤ کے کارن ہم سے پرتھک نہ تھے، بلکہ ان میں بھی راشٹریتا کی اتنی ہی سچی لگن تھی ان کی نیت بھی اتنی صاف تھی' کیول انھیں ہماری نیک نیتی پر وشواس نہ تھا' کیول وے راشٹریتا کو ہندوؤں کے ادھکار پریم کا پردا سمجھتے تھے۔ اب یہ پردا ہٹ گیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ بھارت ایک راشٹر ہے انیہ راشٹروں کی ہی بھانتی انیک بھیدوں کے ہوتے ہوئے بھی ایک راشٹر ہے۔ دھرم اور سنسکرتی[12] کے الگ ہونے پر بھی ایک راشٹر ہے۔ مولانا شوکت علی نے وجے کے الاس میں ایک وکتویہ[13] میں کہا ہے۔ '' ہم پندرہ دنوں میں بھارت کو سنیکت راشٹر دیکھیں گے۔ اور ہمیں وشواس ہے' ان کی یہ پیش گوئی سچی نکلے گی۔''

اب تک سامپردائک مسلم پارٹی کا یہ دعویٰ تھا کہ راشٹروادی مسلمان سنکھیا میں بہت تھوڑے ہیں' عام مسلمان ان کے ساتھ نہیں ہیں۔ لکھنؤ سمیلن نے اس دعوے کو باطل سدھ کر دیا۔ ایسی کوئی مسلم سنستھا[14] نہیں ہے جس کے پرتی ندھی[15] اس سمیلن میں نہ شریک ہوئے ہوں، یہاں تک کہ جس مسلم کانفرنس کو مسلمانوں کا سولہ آنے پرتی ندھی کہا جاتا ہے، اس کے تین پچھلے سبھاپتی ورتمان[16] اُپ سبھاپتی اور منتری تک آئے تھے۔ جمیعت العلماء، راشٹریہ مسلم دل اور احرار دل کا تو کہنا ہی کیا۔ یہ تو پہلے ہی سے سنیکت نرواچن کے سمرتھک[17] ہیں۔ اس لیے اب یہ کہنا کہ مسلم بہومت پرتھک نرواچن کے پکش[18] میں ہے، ستیہ کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے۔ پھر بھی شملہ پارٹی یا اقبال پارٹی کے گنے گنائے نیتا اپنی کھسیاہٹ کو مٹانے کے لیے اس سمیلن کے

---

1 رسوخ 2 پاک ارادہ 3 آتشیں ثبوت 4 مضبوط 5 بنیاد 6 خلق 7 لا اعتباری 8 شک 9 معلوم 10 خودغرضی کے لیے 11 جذبہ 12 مذہب اور تہذیب 13 تقریر 14 جماعت 15 چنندگان 16 موجودہ 17 حامی 18 موافقت

پرتی ندھتو کو سویکار نہیں کرتے۔ اقبال پارٹی کے ایک پرکھ نیتا ڈاکٹر شفاعت احمد خاں نے فرمایا ہے۔ اس سمیلن میں ادھکانش مسلم سنستھاؤں کے پرتی ندھی نہیں شریک تھے۔ ڈاکٹر نے ان سنستھاؤں کے نام بتانے کی کرپا نہیں کی، جن کے پرتی ندھی اس سمیلن میں نہ آئے ہوں، واستو میں ایسی سنستھاؤں کا استتو [1] ان کے کلپنا جگت [2] سے باہر اور کہیں نہیں ہے، ہاں یہ بہت سمبھو ہے، اپنی لاج رکھنے کے لیے اس اوسر پر سنستھائیں کھڑی کر دی جائیں۔ ایسا پہلے بھی کیا گیا ہے اور اب بھی کیا جائے گا' لیکن ان چالوں سے بھارت کے راشٹریہ پرواہ کو نہیں روکا جا سکتا۔ اقبال پارٹی کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ اب اس کی پشت پر کوئی شکتی نہیں ہے۔ اس کی قلعی کھلتے ہی سرکار بھی اس سے منہ پھیر لے گی، یہ نشچت ہے۔ اس پارٹی کو اس دن کے لیے تیار رہنا چاہئے۔ مسلم جنتا کو انھوں نے بہت سبز باغ دکھائے ہیں، پر وہ جنتا اب ان کے چکمے میں نہ آئے گی۔

سمیلن نے سورگیہ مولانا محمد علی کے سدھانت [3] کو ہندوؤں سے سمجھوتے کا آدھار مانا ہے۔ اس سدھانت کا تتو یہ ہے کہ سنیکت نرواچن میں مسلمانوں کی جگہیں سورکشت [4] کر دی جائیں اور ہر ایک ہندو یا مسلمان امیدوار کے لیے دوسرے سمپردائے کے کچھ ووٹ انواریہ [5] کر دیے جائیں۔ ایسی وشا میں وہی ہندو ممبر پرتی ندھی چنا جا سکے گا، جس پر مسلمانوں کو بھی وشواس ہو۔ اسی طرح وہی مسلمان امیدوار چنا جائے گا، جو ہندوؤں کا وشواس پاتر [6] ہوگا۔ ہندو در وہی مسلمان یا مسلمان در وہی ہندوؤں کے لیے تب ویوستھاپک [7] سبھاؤں میں، ایک دوسرے کے وردھ زہر اگلنے کا کوئی پرلوبھن [8] نہ رہ جائے گا اور سچے راشٹروادی ہندو اور مسلمان ممبر ہی راشٹر کے پرتی ندھی ہو سکیں گے۔ ہمیں آشا ہے، آنے والے ہندو مسلم سمیلن میں اس سدھانت [9] کو ایک مت [10] سے سویکار کر لیا جائے گا۔ آپس کے اوشواس کو مٹانے کے لیے اس سے اُتم [11] دوسرا اپائے نہیں ہے۔ اسی ویوستھا [12] کی سپھلتا [13] پر اودیدھ سنیکت نرواچن کا دارومدار ہے، جو راشٹریتا کا دھیے ہے۔

---

1 وجود 2 خیالی دنیا 3 اصول 4 محفوظ 5 لازمی 6 بھروسہ مند 7 انتظامی 8 لالچ 9 اصول 10 ایک رائے 11 بہتر 12 نظام 13 کامیابی

سمیلن نے مسٹر جناح کی چودہ شرطوں میں پرتھک نرواچن کے سوا اور تیرہ شرطوں کو بھی ہندو مسلم سمجھوتے کا آدھار مانا ہے۔ مسٹر جناح کی وہ شرطیں کیول آپس کے اوشواس کے کارن پیش کی گئی تھیں۔ جیوں ہی یہ اوشواس [1]دور ہو گیا، ان کی کوئی ضرورت نہ رہ جائے گی۔ سندھ کو پرتھک صوبہ بنانے کی مانگ کا کارن کیول اوشواس ہے۔ لیکن جب سندھ کی آمدنی ہی اتنی نہیں ہے کہ وہ اپنا خرچ سنبھال سکے، تو ہمارے وچار میں اس کو پرتھک ہونے کا کوئی حق نہیں ہے۔ دوسرے پرانتوں کی سہایتا کے بھروسے الگ ہونا تو ویسا ہی ہے جیسے ایک بھائی اپنے دوسرے بھائیوں سے الگ تو ہو جائے، پر کھانا کھاتے سے انھیں کے ساتھ جا بیٹھے۔ نوکریوں کے لیے بھی جاتی یا سمپردائے کی قید نیتی کے ورُدھ ہے۔ یہاں تو یوگیتا کو ہی پردھانتا ملنی چاہئے۔ سرحدی صوبے میں مسلم بہومت نے ابھی حال میں یوگیتا کی شرط کو سویکار کر کے اپنی دوردرشتا کا پریچے دیا ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ سمپورن راشٹر میں یہی نیتی کیوں نہ سویکار کر لی جائے۔ پھر اس وقت جو سرکاری نوکریوں پر لوگ اتنا ٹوٹ رہے ہیں، اس کا ایک ماتر کارن ہے کہ سرکاری پدوں کا ویتن بہت بڑھ گیا ہے۔ اسی لیاقت کا آدمی کوئی دوسرا کام کر کے اتنے پیسے نہیں کما سکتا۔ جب دیش میں ذمہ دار حکومت ہوگی، تو یہ لوٹ نہ رہے گی، اور لوگ دوسرے کام کر کے اتنا ہی دھن کما سکیں گے، جتنا سرکاری نوکری میں۔ تب پدوں کے لیے اتنی چھینا جھپٹی نہ ہوگی۔ ہمیں آشا ہے کہ آنے والے ہندو مسلم سمیلن میں دونوں طرف سے سدبھاو اور شبھ کامنا کی اسپرٹ دکھائی جائے گی اور کسی بات پر اتنا نہ اڑا جائے گا کہ آپس میں رنجش ہو جائے۔

ایشور سے ہماری یہی کامنا ہے کہ ہندو مسلم سمجھوتا سپھل ہو اور بھارت ایک راشٹر اور ایکاتما ہو کر اپنے ابھیودے[2] کے پتھ[3] پر اگرسر ہو۔

26/اکتوبر 1932

---

1 وشواس 2 ترقی 3 راہ

سورگیہ مولانا محمد علی کا فارمولہ

لکھنؤ کی کانفرنس تھا ورتمان ہندو مسلم سندھی چرچا [1] میں سورگیہ مولانا محمد علی کے پرستاو تھا مسلم کانفرنس کی تیرہ شرطوں کا ذکر بار بار ہوا ہے۔ مولانا محمد علی کے پرستاوؤں کے انوسار کونسلوں یا اسمبلی کے کسی بھی امیدوار کے لیے دو اوشیک شرطیں ہوں گی۔

1. وہ دوسرے سمپردائے مسلمان کے لیے ہندو جاتی کے کم سے کم دس فی صدی مت پراپت کرے۔

2 اپنے سمپردائے کے کم سے کم چالیس فی صدی مت پراپت کرے۔

3. یدی کوئی امیدوار سجاتیہ نرواچکوں کا چالیس فی صدی مت پراپت نہ کر سکے، تو نرنے بہومت کے انوسار ہو۔

مسٹر جناح کی پرستاوت [2] مسلمانوں کی تیرہ مانگیں نمن لکھت [3] ہیں۔

1. سرکار کا بھاوی شاسن فیڈرل ہونا چاہیے۔
2. اوششٹھ ادھکار [4] پرانتوں کو ملنا چاہیے
3. بلوچستان میں سدھاروں کو چالو کیا جائے
4. سندھی [5] کا وچھید [6]
5. سیما پرانت کو سمان ادھکار
6. پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کا استھر بہومت
7. فیڈرل اسمبلی میں مسلمانوں کا ایک تہائی پرتی ندھتو
8. مسلم الپ سنکھیکوں کا آبادی کے انوپات سے ادھک پرتی ندھتو

---

1 بحث مصالحت 2 تجویز کردہ 3 مندرجہ ذیل 4 خاص حقوق 5 مصالحت 6 خاتمہ

9. دیوستھاپکا سبھاؤں میں کوئی ایک سمپردائے سے سمبندھ رکھنے والا ایسا بل پیش نہ ہو اور پرستاو پاس نہ کیا جائے' جس کے وِرودھ میں اس سموادائے کے تین چوتھائی سدسیہ[1] ہوں۔

10. دھارمک اور سنسکرتی سمبندھی سوتنترتا کی رکشا۔

11. پرامیہ[2] کیا سنگھ سرکار کے منتری منڈل میں دو تہائی منتری مسلمان ہوں۔

12. سرکاری نوکریوں میں یوگیتا کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کو نوکریوں کا کم سے کم انوپات نیت کر دیا جائے۔

13.. شاسن ودھان میں کوئی بھی پریورتن تب تک نہ کیا جائے، جب تک فیڈریشن کو بنانے والے سب دلوں کی سہمتی نہ ہو۔

انھیں شرطوں کو جنوری 1929 میں آغا خاں کی ادھیکشتا میں آل انڈیا مسلم کانفرنس نے پاس کیا تھا۔ انھیں شرطوں کو لکھنؤ کانفرنس نے سویکرت[3] کیا ہے۔

26/اکتوبر 1932

---

1 ممبر 2 صوبائی 3 منظور

ایکتا سمّیلن

پریاگ میں ایکتا سمیلن کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ مولانا شوکت علی پریاگ آ کر مہامنا مالوی جی سے کچھ آوشیک بات چیت کر کے بمبئی گئے ہیں اور وہاں سے سمیلن میں شریک ہونے کے لیے جلد لوٹیں گے۔ نیتاؤں کے پاس بلاوے بھیجے جا چکے ہیں۔ کئی نیتا دور پرانتوں سے سمیلن کے لیے روانہ بھی ہو چکے ہیں۔ ایسے اوسر پر مہاتما جی کا پریاگ میں ہونا لازمی تھا۔ ایکتا کے سب سے بڑے بستر مہاتما جی ہیں۔ مہاتما جی ہی وہ ویکتی ہیں' جن پر ہندو مسلمان، سکھ، سبھی جاتی والوں کا وشواس ہے۔ اس سمیلن میں مہاتما جی کا ہونا مہتو کی بات ہی نہیں، انواریہ[1] ہے۔ یدی یہ سمیلن مہاتما جی کے سبھاپتتو میں ہوتا' تو اس کی سپھلتا کی سمبھاونائیں[2] بہت بڑھ جاتیں۔ یہی سوچ کر مولانا شوکت علی نے وائسرائے سے مہاتما جی کو چھوڑ دینے کی پراتھنا کی تھی، لیکن وائسرائے نے انھیں بھی وہی جواب دیا، جو پہلے سر شِو سوامی ائیر کو دے چکے ہیں۔ وہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے' کہ جب تک مہاتما گاندھی آندولن[3] نہ بند کر دیں گے۔ تب تک انھیں نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ات ایو ہمیں مہاتما جی کی انوپستھتی[4] میں سمیلن کے اسپھل ہونے کا سندیہہ ہو رہا ہے اور ایسے سمے پر جبکہ دیش ایکتا کے لیے زور مار رہا ہے، وائسرائے کا یہ جواب بہت ہی نراشاجنک[5] ہے۔ جس سے لارڈ ولنگڈن کیناڈا کے گورنر جنرل تھے، انھوں نے کینیڈین کلب میں ایک اسپیچ دیتے ہوئے کہا تھا۔

"یدی ہم بھارت کو اپنے معاملوں کو طے کرنے کا ادھکار پراپت کرنے اور بھارت واسیوں کو اپنے گھر کا سوامی ہونے میں سہایتا دینے کی تیّی اچھا پرکٹ[6] کریں، تو بھارت بہت برسوں تک

---

1 لازمی 2 امکانات 3 تحریک 4 غیر حاضری 5 مایوس کن 6 ظاہر

یہ اچھا کرے گا، کہ ہم وہاں رہیں لیکن یاد رکھنا چاہیے، کہ یورو بڑے ویگ سے بدل رہا ہے اور بھارت نے برابری کا درجہ حاصل کرنے کا نشچے کر لیا ہے۔''

جب ہم لارڈ ولنگڈن کے شری مکھ سے نکلے ہوئے ان شبدوں پر وچار کرتے ہیں' تو ان کے اس انکار پر دکھ ہوتا ہے۔

لیکن ایک اُور تو ایکتا کے سپھل ہونے میں یہ بادھائیں کھڑی ہیں' اُدھر سامپردائکتا کے پکشپاتی[1] پتروں کا پیٹ پھول رہا ہے کہ کہیں سچ دونوں جاتیوں میں میل نہ ہو جائے۔ دونوں سمپر دایوں کے لڑتے رہنے میں ہی ان کا مان اور پربھاو ہے۔ سمبھو[2] ہے وے سچے دل سے ایکتا میں ہانیاں[3] ہی ہانیاں دیکھ رہے ہوں۔ یہ بھی سمبھو ہے کہ ان کی شنکائیں[4] ٹھیک ہوں، لیکن یہ تو سبھی کو ماننا پڑے گا، کہ میل پھوٹ سے کہیں منگل کاری ہے اور اس اوسر پر جب میل کے آیوجن کیے جا رہے ہیں، کسی کی زبان یا قلم سے ایسی کوئی بات نہ نکلنی چاہیے، جو ست بھاو[5] کی جگہ دویش[6] اور اَوشواس[7] اتپن کرے۔ یہاں ہم سہیوگی اردو'' کرم ویر'' کے ایک سمپادکیہ[8] لیکھ کا یہ انش نقل کر کے دکھائیں گے کہ سامپردائکتا منوورتی کو کس طرح اتیجت[9] کیا جا رہا ہے۔

'' یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہماری آنکھیں بیکاری کے زمانے میں کیا دیکھ رہی ہیں۔ کیا پرانا اتہاس اپنے آپ کو دوہرا تو نہیں رہا ہے؟ کیا پہلے لکھنؤ پیکٹ نے ہندوستان کی مٹی پلید نہیں کر رکھی، جو اب اس اتہاس کو دوبارہ دوہرانے کی ضرورت ہے۔ کہتے ہیں مولانا شوکت نے ہندو لیڈروں سے کہا کہ لڑ بھڑ کر بھی دیکھ لیا' کچھ بنتا نظر نہیں آتا، اس لیے ہندو مسلم ایکتا ہی کرنی چاہیے۔ زمانے کا کرشمہ دیکھو، جو چند ماہ پہلے بمبئی جیسے خوبصورت نگر کو اپنے سودیش واسیوں[10] کے رکت سے رنجت[11] ہوتے دیکھنا چاہتے تھے اور لجت[12] نہ تھے، اب اتنا اچھل رہے ہیں۔''

سہیوگی یہ دکھانے کی اسپھل چیشٹا کر رہا ہے کہ مالویہ جی، سرتیج بہادر سپرو، مہاتما گاندھی آدی پتھ بھرشٹ[13] ہو گئے ہیں اور کیول وہی بھارت کو سچے راستے پر لے جا رہا ہے۔ دو بھائی

1 جانب دارانہ 2 ممکن 3 نقصان 4 شکوک 5 جذبہ 6 دشمنی 7 بے یقینی 8 اداریہ 9 مشتعل 10 ملکی باشندوں 11 رنگا ہوا 12 شرمندہ 13 گمراہ

یدی آپس میں لڑنے بھڑنے اور مقدمہ بازی کرنے کے بعد چیت[1] جائیں اور آپس میں سمجھوتا کرنے کا ارادہ کرلیں، تو کیا گڑے مردے اکھاڑ کران میں میل نہ ہونے دینا کسی اونچی منو ورتی کا پتہ دیتا ہے؟ سمجھوتا کرتے سمے ہمیں پچھلی باتوں کو بھلا دینا پڑتا ہے' غصہ میں ہمارے منہ سے کیا کیا اناپ۔شناپ باتیں نکل گئیں، ہم نے کس طرح ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی چیشٹا کی، یہ ساری کنتائیں[2] وسمرت[3] کردینی پڑتی ہیں۔ ہم سدچھا[4] کے ساتھ ایشور پر بھروسہ کرکے پریم کا ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ سمجھوتے کی یہی ایک صورت ہے۔ یدی ہم اوشواس کرتے رہیں گے تو دوسرا پکش بھی ہمارے اوپر اوشواس کرتا رہے گا۔ ایسی دشا میں میل کہاں سے آئے گا۔

سہیوگی آگے لکھتا ہے۔

''ہمارے لیے تو پہلے ہی سمپر دائے وادی اور راشٹر وادی مسلمانوں میں کوئی انتر نہ تھا۔ کیول آنکھوں کا دھوکہ تھا۔ اب یہ دھوکہ کھل کر سامنے آ گیا...... لکھنؤ سمیلن اسی معنی میں تو کامیاب کہا جا سکتا ہے۔ کہ راشٹریتا[5] کا دم بھرنے والے مسلمان بھی سامپر دائکتا کی گندی نالیوں میں بہہ گئے، لیکن ہندستانی درشٹی کون سے لکھنؤ سمیلن اسپھل ہی نہیں رہا بلکہ اس نے سامپر دائکتا کی جڑوں کو اور مضبوط کر دیا ہے۔ نسندیہ[6] یہ سمیلن راشٹر وادی مسلم دل کی موت تھی۔ اسے لکھنؤ ہی میں دفن کر دیا جائے تو اچھا ہے۔''

جب کچھ ہندو سماچار پتر اس طرح زہر اگل رہے ہیں تو ایکتا سمیلن کی سپھلتا کے وشے میں ہمیں سندیہہ ہے۔

31/اکتوبر 1932

---

1 بیدار 2 تلخیاں 3 فراموش کرنا 4 نیک خواہش 5 حب الوطنی 6 بے شک

آشا کا کیندر

پریاگ کا ایکتا سمیلن اس سے ہماری راشٹریہ آشا کا کیندر بنا ہوا ہے۔ سمپورن بھارت ہی نہیں، سمپورن سنسار اس کی طرف آشا تتھا بھے کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ اس کے سامنے بڑے مہتو کے پرشن ہیں۔ ایسے پرشن، جنھیں مہاتما گاندھی بھی نہیں سلجھا سکے، جنھوں نے کتنے دنوں سے بھارت کے بھاگیہ کو سنکٹ میں ڈال رکھا ہے۔ بھارت کا بھوشیہ انھیں پرشنوں کے سماہس پورن ہَرنے پر منحصر ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ ہمارے نیتا راجنیتک بدھی متا سے کام لے کر اسے سلجھانے میں سپھل ہوتے ہیں یا سنکیرنتا[1] اور اوشواس کے اندھکار میں پڑکر پتھ۔ بھرشٹ[2] ہو جاتے ہیں۔ جس اڈیشیہ کے سامنے مہاتما جی کو بھی ہار ماننی پڑی، اس کو پراپت کرنا آسان نہیں ہے۔ بھارت اس پریکشا گنی[3] سے نکل کر ہی اپنے لکشیہ[4] کو پراپت کر سکتا ہے۔ اتنی بڑی ذمہ داری کی کلپنا ہی دل کو کمزور کر دیتی ہے۔ آپس میں ابھی تک ایک کو دوسرے پر اوشواس ہے، ابھی تک دلوں میں جو سوارتھ گھسا ہوا ہے، ابھی تک جو ابھیمان[5] سمایا ہوا ہے، اسے دیکھ کر ہم کبھی کبھی نراش ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ سوچ کر کہ راشٹر کے پرتی جس ذمہ داری کو ہم جیسے اناڑی بھی محسوس کرتے ہیں، کیا اسے ہمارے نیتا اس سے کہیں زیادہ گہرائی کے ساتھ نہ محسوس کرتے ہوں گے، ہماری ہمت بندھ جاتی ہے۔

واستو[6] میں جو کچھ مت بھید[7] ہے وہ کیول شکشت سمودائے[8] کے ادھکار اور سوارتھ کا ہے۔ راشٹر کے سامنے جو سمسیا ہے، اس کا سمبندھ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی سبھی سے ہے۔ بے کاری سے سبھی دکھی ہیں۔ دردرتا[9] سبھی کا گلا دبائے ہوئے ہے۔ نت نئی نئی بیماریاں پیدا ہوتی جا

---

1 تنگ نظری 2 گمراہ 3 امتحان سخت 4 مقصد 5 غرور 6 درحقیقت 7 اختلاف رائے 8 پڑھا لکھا طبقہ 9 مفلسی

رہی ہیں۔ اس کا وار سبھی سمپردایوں پر سمان روپ سے ہوتا ہے۔ قرض کی علت میں سبھی گرفتار ہیں۔ ایسی کوئی سماجک آرتھک یا راجنیتک درو ستھا[1] نہیں ہے، جس سے راشٹر کے سبھی انگ پیڑت نہ ہوں۔ دردرتا، بیماری، اشکشا، بے کاری، ہندو اور مسلمان کا وچار نہیں کرتی۔ ہمارے کسانوں کے سامنے جو بادھائیں ہیں۔ ان سے ہندو اور مسلمان دونوں ہی پیڑت ہیں۔ راشٹر کا ادّھاران سمسیاؤں کے حل کرنے سے ہوگا۔ کتنے ممبر ہندو ہیں، کتنے مسلمان، کتنے سکھ۔ کس پد پر مسلمان پہنچ گیا ہے، کس پر ہندو، کس پر سکھ، یہ تو بالکل گون[2] باتیں ہیں، لیکن انھیں گون باتوں کو پردھان سمجھا جارہا ہے اور تھوڑے سے ویکتیوں کے ہت[3] پر راشٹر کا بلیدان[4] کیا جارہا ہے۔ ہمیں ادھکار کی اس لیے ضرورت نہیں ہے کہ تھوڑے سے شکشت آدمیوں کو موٹی موٹی آسامیاں[5] ملیں اور وہ شان سے جیون ویتیت[6] کریں، بلکہ اس لیے اور کیول اس لیے کہ ہم راشٹر کو سکھی اور سمنت کرسکیں، شکشا کا پرچار کرسکیں، کرشکوں[7] کی حالت سدھار سکیں، بے کاری کی بلا دور کر سکیں۔ دیش میں ایسا واتاورن، پیدا کرسکیں کہ چھوٹے سے چھوٹے آدمی کو بھی رہنے کو جھونپڑے اور بھوجن کے لیے روٹی کی کمی نہ رہے، بڑے سے بڑے آدمی چھوٹے سے چھوٹے آدمی پر بھی اتیاچار[8] کرکے بے داغ نہ بچ سکیں، سود کے نام سے غریبوں کو لوٹا نہ جاسکے، عدالتوں میں نیائے ادھک مہنگا اور سندگدھ[9] نہ ہو، پونجی پتی مزدوروں کا رکت[10] چوس کر موٹے نہ ہو سکیں، زمین دار اپنے اَسامیوں[11] پر منمانی نہ کرسکیں، راج کرمچاری رشوت کا بازار نہ گرم کر سکیں، طرح طرح کے نئے ویوسائے[12] کھولے جائیں۔ ہم ادھکار چاہتے ہیں۔ راشٹر سیوا[13] کے لیے۔ اگر ہمارے سامنے یہ آدرش ہیں، تو آپس میں سمجھوتا ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوسکتی۔ ادھکار جہاں سیوا کی جگہ حکومت اور بھوگ[14] کا روپ دھارن کرلیتا ہے وہیں اوشواس اور بھرم[15] پیدا ہوتا ہے۔

ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ یہ بیسویں صدی ہے۔ سامپردائکتا بہت تھوڑے دنوں کی مہمان ہے۔ بھارت کے سوا کداچت سنسار میں اسے اور کہیں شرن نہیں مل سکتی، اسی لیے وہ نراشا جنت

---

1 بد انتظامی 2 عام 3 فائدہ 4 قربان 5 نوکریاں 6 زندگی بسر 7 کسانوں 8 ظلم 9 مشکوک 10 خون 11 کسانوں، نوکروں 12 سامان روزگار 13 ملک کی خدمت 14 عیش 15 شک

شکتی [1] کے ساتھ اس آدھار کو پکڑے ہوئے ہے۔ آنے والا یگ آرتھک سنگرام [2] کا یگ ہوگا۔ ہندو کون ہے، مسلمان کون ہے، اسے کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔ پوچھ [3] انھیں کی ہوگی، جن میں چرتر [4] ہے، ساہس [5] ہے، سیوا بھاو [6] ہے، ادھیوسائے ہے۔ اس دھنستی ہوئی جیرن [7] دیوار کو ہم تھونیوں سے نہیں بچا سکتے۔ اس کے دن پورے ہو چکے۔ سامپردائک منوورتی کو ہمیں اتھاہ کے تل سے دبانا پڑے گا۔ دھنیہ ہیں وہ آتمائیں [8] جو سمے کے انوکول چلتی ہیں۔ پنڈت مدن موہن مالویہ کے نام سے مسلمان کا بچہ بچہ جلتا تھا۔ محمد شوکت علی ہندو ماتر کے جانی دشمن سمجھے جاتے تھے، لیکن آج مالوی بھی ہندو مسلم ایکتا کے اپاسک ہیں اور مولانا صاحب اتحاد کے علمبردار۔ کیا ہم ہوا کا رخ بھی نہیں دیکھ سکتے؟ سورگیہ سر علی امام لیگ کے جنم داتاؤں میں تھے، جس نے پہلے پہل پرتھکتا کا بیج بویا۔ انھیں سر علی امام نے راشٹریہ مسلم سمیلن کی صدارت کی اور سنیکت نرواچن کا سمرتھن [9] کیا۔ مالوی جی ہندو سبھا کے جنم داتا ہیں۔ یہی وہ سنستھا ہے، جس سے مسلمان آتنکت [10] ہیں۔ پر آج وہی مالوی جی اس ایکتا سمیلن کی آتما ہیں۔ کیول اسی لیے کہ ان مہانو بھاؤں نے سمے کی گتی کو پہچانا اور رانت میں اپنی سامپردائک منوورتی پر دجے پائی۔

ہمارا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے، کہ ایکتا کے وشے میں پہلے ہندوؤں کو ہاتھ بڑھانا ہوگا۔ وہ سنکھیا میں، دھن میں، شکشا میں مسلمانوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ مسلمان الپ سنکھیک ہیں۔ انھیں ہندوؤں سے آشنکت ہونے کے لیے آدھار ہو سکتے ہیں۔ انھیں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ہندو سنگھٹت ہو کر انھیں ہانی پہنچا سکتے ہیں۔ ہندوؤں کے لیے ایسی شنکا کرنے کا کوئی کارن نہیں ہے۔ یدی اس دشا میں بھی انھیں مسلمانوں سے دبائے جانے کی شنکا ہے، تو یہ ان کی بہت بڑی دربلتا [11] ہے۔ اس بھئے کو دل سے نکال ڈالنا ہوگا۔ یہ سمجھنا انیائے ہے، کہ کرتویہ نیتی اور وچار پر ہندوؤں ہی کا ٹھیکا ہے اور جن پرانتوں [12] میں ہندو کم ہیں، وہاں مسلمان ان پر ظلم کریں گے۔ سیما پرانت میں مسلمانوں نے جس راشٹریہ آدرش کا پرچے دیا ہے، وہ ایسی شنکاؤں کو شانت کرنے کے لیے کافی ہے۔ ابھی حال میں سیما پرانت کی ویوستھاپک سبھا نے، جس میں ادھکانش

---

1 مایوس کن طاقت 2 معاشی جنگ 3 اہمیت 4 کردار 5 حوصلہ 6 خدمت کا جذبہ 7 ناتواں 8 گزشتہ افراد، روحیں 9 حمایت 10 خوف زدہ 11 کمزوری 12 صوبوں

سامپردائک منوورتی کے مسلمان ہی ہیں' یہ نشچے کیا ہے' کہ راج پد کے لیے یوگیتا[1] ہی ایک شرط ہے' ہندو اور مسلمان کی کوئی قید نہیں۔

مسلمان بھائیوں سے ہمارا یہی نویدن[2] ہے، کہ آپ تیرہ چودہ شرطوں کے غلام نہ بنیے۔ سندھ پرانت کو الگ کرنے کی مانگ نہ تو دوُر درشتا[3] ہے، نہ نیتی کشلتا[4]۔ بے شک الگ ہو جانے پر وہاں آپ کا بہومت ہو جائے گا، لیکن اس کے لیے آپ کو کتنا بھاری مولیہ دینا پڑے گا۔ کیول سمپردائک بھاوکتا[5] کو پرسن کرنے کے لیے آپ پرانت پر ڈیڑھ کروڑ کا بوجھ لاد رہے ہیں۔ آپ اس پرانت میں سے اتنا دھن کیول ٹیکس لگا کر ہی نکال سکتے ہیں اور ٹیکس کا بھار ادھکتر مسلمانوں پر ہی پڑے گا، کیونکہ مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے۔ پھر نئے پرانت میں آپ کو وہ ادھکار بھی نہ مل سکیں گے جنھیں بمبئی پرانت کے ساتھ رہ کر آپ بھوگ رہے ہیں۔ دھنا بھاو[6] کے کارن شاسن کا خرچ بھی پورا نہ کر سکیں گے' تو ان وبھاگوں کے لیے دھن کہاں سے آئے گا جن پر جنتا کی شانتی کا دارومدار ہے۔ شکشا، سواستھیہ، سہیوگتا، کرشی سدھار آدی وبھاگ مر مٹیں گے۔

پنجاب اور بنگال کی سمسیا کو حل کرنے کا ایک ماتر یہی اپائے ہے، کہ انیہ پرانتوں میں آپ (weightage) سے دستبردار ہو جائیں۔ یدی آپ ان پرانتوں میں جہاں آپ کی سنکھیا کم ہے (weightage) لیں گے، تو آپ کو اسی نیتی سے پنجاب اور بنگال میں الپ سنکھیک جاتیوں[7] کو زائد نرواچنادھیکار دینے پڑیں گے۔ آپ اس سے کسی دلیل سے نہیں بچ سکتے۔ ویٹیج کو چھوڑنے سے آپ کی کسی پرکار کی ہانی نہیں ہو سکتی۔ الپ مت تھوڑی سنکھیا سے ہو' یا کچھ بڑی سنکھیا سے ہو، الپ مت ہی رہتا ہے۔ ہاں' اس سے پنجاب اور بنگال کی سمسیا حل ہو جائے گی۔ وہاں کی الپ سنکھیک جاتیاں پھر زائد نرواچن مانگنے کا ساہس نہ کر سکیں گی۔

ہماری ایشور سے یہی پرارتھنا ہے کہ وہ ہمیں ست مارگ[8] دکھائے اور ہم سمپر دائکتا سے اوپر اٹھ کر راشٹریتا کی اور اگرسر ہو سکیں۔

7ر نومبر 1932

1 قابلیت 2 گزارش 3 دوربینی 4 اصولی مہارت 5 جذباتیت 6 دولت کی کمی 7 اقلیتی فرقوں 8 صحیح راہ

ایکتا سمّیلن

یدْپی 1مولانا شوکت علی اور کئی اپنے نیتا پریاگ سے چلے گئے ہیں، پر ایکتا سمّیلن برابر جاری ہے۔ بنگال، پنجاب اور سندھ یہ تین سمسیائیں 2لوہے کے چنے تھیں۔ بنگال کی سمسیا تو قریب قریب حل ہو چکی ہے، کیول پنجاب اور سندھ کی سمسیاؤں کا حل ہونا باقی ہے۔ ایک دن پہلے ایسا بھے ہوتا تھا کہ سندھ کی چٹان پر سمّیلن کی ناؤ ٹکرا کر ٹوٹ جائے گی، پر سندھ کے ہندوؤں نے اس اَوسَر 3پر جس دوردرشتا 4اور راشٹر پریم 5کا پریچے دیا ہے وہ پرشنسا نیت 6ہے۔ ہندو نیتاؤں نے سندھ کا الگ ہونا سویکار 7کر لیا ہے، اگر سمّلت نرواچن مسلمانوں دوارا سویکرت ہو جائے اور ہندوؤں کے لیے وہی رعایتیں دے دی جائیں جو مسلمانوں کو ہندو پردھان صوبوں میں پراپت ہے۔ سندھ اپنا خرچ آپ نہیں نکال سکتا۔ اس کا حل یوں کیا گیا ہے، کہ سرکار سے سہایتا لے کر اس کمی کو پورا کیا جائے۔ سالانہ کمی اسی لاکھ کی ہوگی۔ جب سرکار پچاس کروڑ کے لگ بھگ سینا پر خرچ کرتی ہے تو اسے سندھ کے لیے اسی لاکھ کی سہایتا دینے میں ایسی کوئی بڑی اڑچن نہ پڑے گی۔ اب کیول پنجاب کا معاملہ شیش 8ہے۔ ہم آشا کرتے ہیں، اس وشے میں بھی دوردرشتا سے کام لیا جائے گا۔

14 / نومبر 1932

---

1 حالانکہ 2 مسائل 3 موقع 4 دوربینی 5 حب الوطنی 6 قابلِ تعریف 7 قبول 8 باقی

کراچی مہیلا سمیلن: لیڈی عبدالقادر کا بھاشن[6]

یہ دیکھ کر چت پرسن ہو جاتا ہے، کہ سمپر دائکتا کی ہوا نے ہماری مہیلاؤں پر بہت کم اثر کیا ہے۔ پر یاگستھ ایکتا سمیلن کے نیتاؤں کو کئی مہیلا سنستھاؤں نے سمپر دائکتا کو مٹا دینے کا آدیش دیا تھا۔ اسی طرح کے بھاؤ کراچی مہیلا سمیلن میں لیڈی عبدالقادر نے پرکٹ کیے ہیں۔ آپ بڈھوں سے تو اتنی ادارتا کی آشا نہیں رکھتیں، ان کے لیے اب کسی نئی بات کو سیکھنا اتنا ہی کٹھن ہے، جتنا کسی پرانی بات کو بھلانا، لیکن آنے والی سنتان کو اس چھوت سے بچانا ہوگا، اتا یو آپ نے اپنی بہنوں کو صلاح دی ہے، کہ اپنے بچوں میں راشٹریہ بھاوناؤں ہی کا سنچار کریں اور کسی طرح کے بھید بھاؤ ان میں نہ پیدا ہونے دیں۔ ہمیں آشا ہے، ہماری مائیں اور بہنیں اس آدیش کو اس کے سچے ارتھ میں گرہن کریں گے اور ان کے دوارا سچے بھارتیہ راشٹر کا جنم ہوگا۔

14 نومبر 1932

سِندھ کا سمجھوتہ

پریاگ کے ایکتا سمیلن کے وشے میں آشا اور نراشا بندھی تھا نشٹ ہوتی رہتی ہے۔ ایک اور سمیلن ہو رہا ہے، مہاتما پنڈت مدن موہن مالویہ، مولانا ابوالکلام آزاد، شیخ عبدالمجید تھا شری دیجے راگھواچاریہ روز پندرہ بیس گھنٹے تک لگاتار پری شرم کر سمجھوتے کا مسودا تیار کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری اور کلکتہ میں مسٹر چٹرجی تھا دلّی میں اسمبلی کے سدسیہ مسٹر دی داس سمیلن سمبندھی اپنی اسامیک 1 گھوشناؤں 2 سے تھا مرمحمد اقبال اور مسٹر غزنوی ایسے "ساپردائکتا کی دیوار پر چڑھ کر اونچے اٹھنے والے" رجنیتکیوں 3 کی پرارتھناؤں سے اس کی وپھلتا 4 کی بھی گنجائش دکھتی ہے۔ کنتو بھارت کی راجنیتک پرستھتی 5 اس سے اتنی ڈانواڈول ہے، تھا اس کے سامنے سمسیاؤں کی اتنی بھرمار ہے کہ یدی وہ اسی پرکار سمیلن کرتا اور اسپھل ہوتا جاوے گا، تو اس کا سروناش 6 وشیش دور نہیں ہے۔ اسمبلی میں مسٹر داس کی سیواؤں 7 کی سراہنا 8 کرتے ہوئے بھی' ہم اپنے سامنے کے سب سے تازے پتروں 9 میں، سمیلن کے پرتی ان کی نندا تمک 10 تھا الٰہ آباد کے بعد پونے دلّی میں ایکتا سمیلن کرنے کی صلاح کی بھرتسنا 11 کیے بنا نہیں رہ سکتے۔ یہ تو کسی بات کو نہ ہونے دینے کا اپائے ہے۔ سمیلوں میں پرتی ایک دل اپنے سوارتھ کو اُگرتم روپ سے پیش کرتا ہے، جتنی مانگیں پیش کی جاتی ہیں، ان کا ارتھانش بھی تو نہیں ملتا۔ پھر مانگ پیش کرتے ہی نومید ہو جانا' نری جلد بازی ہے۔ ایکتا سمیلن کی جو تھوڑی بہت رپورٹیں پرکاشت 12 ہوئی ہیں تھا ہمیں نیم اس وشے میں جو بھی باتیں گیات ہیں، ان سے یہ اسپشٹ ہے، کہ ہندوؤں نے اپنی اور سے' اور مسلمانوں نے بھی اپنی اور سے آدھک سے آدھک کھینچا تانی کرنے میں کوئی کور کسر

---

1 بے وقتی 2 اعلانوں 3 سیاست دانوں 4 ناکامی 5 سیاسی حالت 6 بربادی 7 خدمات 8 خدمات 9 اخبارات 10 برائی سے مملو 11 مذمت 12 شائع

باقی نہ رکھی، کنتو اس کے لیے کسی کی تند اکرنا تب سمجھو تھا' جب کسی کی ضد سے سمجھوتے کی دیوال چکنا چور ہو جاتی' پر ابھی تک کے سماچاروں سے یہ پرکٹ ہے، کہ ابھئے پکش نے آدھک سے آدھک سہولیت سے کام لیا ہے اور اسی پرکار کی پرورتی [1] کے پریناِم سوروپ انت میں سندھ کے پرشن پر کام چلاؤ سمجھوتا ہو ہی گیا، اس لیے سوچار راشٹران نسپرہ تتھا ایم سا بس سے پرامرش کرنے والے سمیلن سدسیوں کے پرتی کرتگیتا [2] سے وِنیاونت ہے، بدھائی دیتا ہے۔

سندھ کا سمجھوتا کام چلاو ہے، یہ لکھتے بھی ہم کو سنکوچ نہیں ہوتا۔ سمجھوتا کرنے والوں ہی نے اسے دس ورش کے لیے پریوگاتمک بنایا ہے، تتھا آرتھک کمی کو پورا کرنے کے لیے، نرواچن آدی کے وشئے میں وچار کرنے کے لیے، اس ماہ کے انت میں سندھ میں ہی سمیلن کر، نرنے کرنے کا نشچے کیا گیا ہے، کنتو اس دوتیہ سمیلن میں کوئی ایسا پرشن وچارارتھ [3] نہیں رکھا گیا ہے، جس سے سمجھوتے کی مول باتوں پر آگھات ہو سکے، کس پرکار سے خرچ کی کمی پوری کی جائے، یہ کاریہ کرم [4] تتھا یوجنا بنانے کی بات ہے، پر یہ طے کر لینا کہ نرواچن سنیکت ہوگا، نرواچکوں [5] کی یوگیتا [6] دونوں دھرم والوں کے لیے سمان ہوگی، منتری منڈل میں کم سے کم ایک ہندو رہے گا، دھرم تتھا سماج کی ایکتا تتھا سمانتا پہلے ہی سویکار کر لی جاوے گی، کونسل میں تینتیس پرتی شت ہندو ممبر ہوں گے ایک تہائی سرکاری نوکریاں ہندوؤں کے لیے سرکشت [7] رہیں گی، تتھا ساٹھ پرتی شت نوکریوں پر نیکتی [8] پرتی اسپردھا [9] کی پریکشاؤں دوارا ہوگی، بہت بڑی بات ہے۔ یہاں سوچی یوجنا دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اتنی ہی باتیں بتلا دینے سے پاٹھکوں کو یہ اسپشٹیا [10] معلوم ہو جائے گا کہ ہندو ہتوں کی رکشا کے لیے اتنی گنجائشیں کافی ہیں۔ بہت سی باتیں کیول کورے کاغذ سے ہی سمجھوتہ کرنے سے طے نہیں ہو سکتیں۔ یدی اوشواس کا بھوت ہی منڈراتا رہا، تو ہر ایک کو ایک دوسرے کے کام میں خرابی اور نیت میں شبہہ معلوم ہوگا، پر جب دو سمودائے ایک ساتھ ہی ایک دیش

---

1 عادت 2 احسان مندی 3 قابل غور 4 پروگرام 5 امیدواروں 6 قابلیت 7 محفوظ 8 اپائنمنٹ 9 مقابلی 10 واضح طور سے

کے شکھ دکھ کے ذمہ دار ہوں گے، جب دونوں کا ہت[1] اس پرانت کی سمردھی[2] تتھا پرگتی[3] کے ساتھ جڑا رہے گا، تب پارسپرک[4] ورودھ[5] اتنا بھی نہیں رہ سکتا اور اس سے سندھ کے سمجھوتے میں جو ادھوراپن معلوم ہوتا ہے، وہ کریاتمک[6] روپ میں شاسن ودھان کو کام میں لانے سے دور ہو جاوے گا۔

یہ اچھا ہوتا۔ شاید سرل[7] ہوتا۔ یدی ہمارے پارسپرک سمجھوتے کو پرشست[8] بنانے کے لیے سرکار یہ اعلان کر دیتی کہ وہ کیندریہ[9] شاسن[10] میں ذمہ داری دے گی یا کہاں تک دے گی، ہمیں ادھکار کہاں تک یا کس سیما[11] تک ملے گا۔ یہ نہ معلوم رہنے کے کارن ہی آج اتنی گڑبڑی ہوئی ہے۔ ایک پرکار سے ہم اندھکار میں ہی پینترے بدل رہے ہیں۔ اسی لیے دوتیہ گول میز کے اوسر پر مہاتما جی نے صاف کہا تھا کہ یدی سرکار ہمارا ہت چاہتی ہے، تو پہلے بتلا دے کہ وہ کہاں تک ہمیں ادھکار دے گی، پر سرکار کی اور سے کیول بھول بھلیاں جاری ہے۔ سندھ کا مسئلہ ابھی تک ایکتا سمیلن میں اسی لیے نہیں طے ہو رہا تھا کہ سندھی ہندو چاہتے تھے۔ ہمیں تبھی بمبئی سے پرتھک[12] کیا جائے جب کیندریہ سرکار میں ذمہ دار شاسن مل جاوے۔ مسلمان کسی پرکار کی شرط نہیں چاہتے تھے۔

کنتو ایشور کی کرپا سے یہ بادھا دور ہو گئی اور سمجھوتہ ہو گیا۔ اب آشا ہے کہ پنجاب تتھا بنگال کا بھی پرشن حل ہو جاوے گا۔ اسی کے ساتھ ہی 'کیا سمیلن اڑیسا کی سمسیا کو بھی نپٹا دے گا؟ یہ پرایہ: پورنت: نیائے سنگت ہے کہ جب بمبئی سے سندھ کو الگ کیا جا رہا ہے' تو بہار سے اڑیسا کو بھی پرتھک کر ایک پرانت بنا دیا جاوے تتھا اس کو بھی الگ کونسل پراپت ہو جاوے۔ سندھ کے شاسن میں خرچ کی جتنی کمی ہے، اتنی اڑیسا کے لیے نہیں۔ اڑیسا کی جنسنکھیا بہت سے سے اپنے پرتھکتو[13] کی چیشٹا[14] کر رہی ہے۔ تتھا ابھی تک بہار کے ساتھ رہنے سے اس کی اُنتی میں جو بادھا پہنچی ہے وہ اسی پرکار دور ہو سکتی ہے۔

آشا ہے، ہمارا اگلا انک[15] پرکاشت ہونے تک ایکتا سمیلن پورنت سپھل ہوگا۔

21 نومبر 1932

---

1 فائدہ 2 بحالی، دولت مندی 3 ترقی 4 آپسی 5 اختلاف 6 عملی شکل میں 7 آسان 8 صاف ستھرا 9 مرکزی 10 حکومت 11 حد 12 علیحدہ 13 علیحدگی 14 کوشش 15 شمارہ

ایکتا کے وِرُدھ سمپر دائے وادیوں کا شور وغل

یہ تو معلوم ہی تھا کہ ایکتا سمیلن کے نرنے کو، بھید بھاؤ کے آشرے 1 میں پلنے والے لوگ پسند نہ کریں گے۔ اُدھر تو ایکتا سمیلن ہو رہا تھا' اِدھر ٹوڈیوں میں دھوڑ دھوپ مچی ہوئی تھی کہ کس طرح جلد سے جلد اس کا وِرودھ کر کے خوشنودی کا سہرا سر پر باندھ لیا جائے۔ لیکن اس سب سے زیادہ کھید جنک 2 پرتھکتا وادی 3 مسلمانوں کا وہ شڈیتر 4 ہے، جسے ہمارے راشٹریہ مسلم سہیوگی "حقیقت" نے کھولا ہے۔ سہیوگی لکھتا ہے۔

"معلوم ہوا ہے کہ پریاگ ایکتا سمیلن کے بعد سے دل بند مسلمانوں میں گہری سازش ہو رہی ہے کہ سمیلن کے فیصلوں کے وِرودھ مسلمانوں میں آندولن 5 شروع کیا جائے۔ انھیں مہانو بھاؤں 6 کی دوڑ دھوپ اور پریاس 7 سے مولانا شوکت علی کو مہاتما جی سے یَرودا جیل میں ملنے کی انومتی 8 نہیں دی گئی تھی۔ اس کام کے لیے تین چار مسلم سما چار پتروں کو ملا لیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو اِس سازش سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ یہ لوگ نہ ملک کے دوست ہیں، نہ اپنی قوم کے۔ کیول سوارتھ 9 کے بندے ہیں، چاہے راشٹر سمان 10 کو کتنا ہی بڑا آگھات 11 پہنچ جائے۔"

اس کے بعد کی خبر ہے کہ مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس تتھا جمعیت العلماء کانپور کے پچاس سبھاسدوں نے دلی میں جمع ہو کر پریاگ کے نرنے کا وِرودھ کیا اور شیخ عبدالمجید تھانوی راشٹریہ مسلمانوں نے اس سبھا میں سمّلت ہونا اُچت 12 نہ سمجھا کیونکہ یہاں کے لوگ پہلے سے پریاگ کا وِرودھ کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ پریاگ میں ہندوؤں کی یہ شکایت ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ طرف داری کی گئی' اور وہاں مسلمانوں کا دوسرا دل کہہ رہا ہے کہ ان کی مانگیں پوری ہی نہیں ہوئیں۔ دیکھیں لکھنؤ کے مسلم سَروَدل سمّلن میں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ ایکتا کے شترو تلے بیٹھے ہیں کہ ایکتا کا انت کر دیا جائے۔ دیکھنا یہ ہے کہ مسلم جنتا کیا کہتی ہے۔ کھید یہی ہے کہ ایسے نازک موقع پر مولانا شوکت علی نہیں ہیں۔

28 نومبر 1932

---

1 سہارے 2 افسوس ناک 3 علٰحدگی پسند 4 سازش 5 تحریک 6 عظیم شخصیات 7 کوشش 8 اجازت 9 خود غرضی 10 ملک کی عصمت 11 نقصان 12 مناسب

ایکتا

ایکتا[1] بڑا مدھر شبد[2] ہے اس کے پرتییک اکشر[3] میں وہ جادو ہے جو کوی کی کلپنا[4] اتھوا انویشک[5] کی بدھی[6] سے پرے ہے۔ ایکتا اتھوا ایک روپتا میں کوئی انتر نہیں ہے۔ یہ سموچی سرشٹی[7] اس پرماتما کی اِچھا[8] کے پری نام سوروپ[9] اتپن ہوئی ہے۔ اس نے کلپنا کی کہ وہ انیک ہو جاوے اور اسی کلپنا کے وکار سے یہ مایا جال بنا پر سرشٹی کی پرتییک رچنا[10] میں، پرماتما کے ساتھ سامیہ تتھا سدروپتا کا انتر نہت[11] آبھاس[12] بنا رہتا ہے۔ پرانی[13] ودیک[14] کی شرن[15] لے کر اوویک سے نرنتر[16] یدھ کرتا رہتا ہے۔ سب کے ساتھ اپنی ستا کو ملانے کی چیشٹا اسی ایک وشواتما میں سملت کر لیے جانے کا پریاس ہے' جس سے ولگ ہو جانے سے یہ بھید بھاؤ پراپت ہوا تھا۔

پرتھوی کی دھول سے اتپن گرد ہوا سے اوپر اڑ جاتی ہے، پر وہ چیشٹا نیچے ہی گرنے کی کرتی ہے۔ بیج سے اتپن پھل پُن: پرتھوی پر گر کر بیج روپ ہو جانا چاہتا ہے۔ سمندر سے پراپت ورشا جل سے پرواہت سرتا پنہ[17] سمندر کے ساتھ ساکار ہونا چاہتی ہے۔ بنگھ تتھا سنکھی کی سنتان بھی، کچھ سے تک اپنے بھوجیہ جیووں کے ساتھ کھیل کر ان کے ساتھ اپنے سامیہ[18] کا سکھ لوٹ کر انھیں کھا جاتے ہیں۔ پیٹ تو بھرنا ہی ہوگا' چاہے وہ اپنے سمبندھی کو ہی کھا کر کیوں نہ بھریں۔

تب منشیہ[19] کی ایکتا کے پرتی انورکتی کے لیے کیا کہا جاوے۔ آج جو لڑ رہا ہے، جو

---

1 اتحاد 2 لفظ تاثیر پذیر 3 حرف 4 تصور 5 تحقیق 6 عقل 7 عالم 8 خواہش 9 نتیجے کے طور پر 10 تخلیق 11 دوران 12 احساس 13 جامد 14 عقل سلیم 15 سہارا 16 مسلسل 17 ہم آہنگی 18 ساتھی 19 انسان

جھگڑ رہا ہے، جو آپس میں ایک ٹکڑے کے لیے کپٹ جال کر دوسرے کے ستیاناش [1] پر تلا ہوا ہے، وہ بھی اپنی اس ترپتی [2] سے سکھی نہیں ہے۔ لڑنا کس سے اور کیوں؟ جھگڑا کس سے اور کیوں؟ جب سب ایک ہیں جب سب ایک دوسرے کے سکھ دکھ کے ذمہ دار ہیں، جب ایک کے پیر میں کانٹا چبھنے سے دوسرے کے جی میں کسک پیدا ہو جاتی ہے' جب ایک کی ویدنا [3] دوسرے کے سکھ کے سور کو بھنگ کر سکتی ہے، تب در ودھ کس کا؟ جو بال بچے والا ہے، وہ دوسرے کے بچے کے دکھ کو کیسے نہیں سمجھے گا؟ جس کے گھر دوار ہے وہ دوسرے کے گھر کو پھونک کر کب تک سکھی ہو سکے گا؟ اصل میں جو دکھ ہے وہ ہماری نیت میں نہیں ہمارے اوویک [4] میں ہے۔ ہم کو کسی نے بہکا رکھا ہے کہ دوسرے کا اپ ہرن [5] تمھارا سکھ ہے دوسرے کا ابھاو تمھاری وجے۔ پر اس پرکار منگ کے داس ہو جانے سے، کتنے دن، کس پرکار ہم اپنا کلیان [6] کر سکتے ہیں؟ اصل میں ہم شانتی چاہتے ہیں، سکھ چاہتے ہیں، پریم چاہتے ہیں، پر جب ہمارے سوارتھ کو ذرا بھی ٹھیس لگتی ہے' جب ہمارے ہت کو ذرا بھی آنچ لگتی ہے ہم ویاکل [7] ہو اٹھتے ہیں اور لڑنے لگتے ہیں۔ پر یہ یک اس پرکار لڑنے سے ہمیں سرو سکھی [8] نہیں کر سکتا۔ یورپ تھا امریکہ والوں کے پاس اپنا جھگڑا اتنا نہیں ہے۔ اس پرکار سے وہ پرم سکھی ہیں؛ پر بھرے پیٹ کی شرارت سوجھتی ہے اور اب وے پرائے کے جھگڑے کو اپنا بنا کر رات دن کا کلیہ [9] پیدا کر لیتے ہیں، اس لیے ایکتا کا پرشن ایک دیوی پرشن ہے اور جسے سکھ کی چاہ ہو، یدی وہ سَرو سو پراپت کر کے ایکتا پراپت کرنے کی لالسا [10] کرے گا، تو وہ اسے کبھی پراپت نہ ہوگی۔ دیوی وستوؤں [11] میں دیوی ورتی [12] چاہیے۔ یدی ہندو مسلمان سے ایکتا پراپت کرنا چاہتا ہے' تو اسے یہ اسرن [13] رکھنا چاہیے کہ نہ تو وہ مسلمان سے جو چاہتا ہے وہ پورا پا سکتا ہے اور نہ مسلمان جتنے کی آشا کرتا تھا' وہ کبھی پوری ہوگی۔

یدی ہم بھارتیہ واستو میں ایکتا کے پریمی ہیں، تو ہم کو اس مہان ستیہ کو دھیان میں رکھنا ہوگا۔ پریاگ میں ایکتا سمیلن ہو گیا۔ مالویہ جی نے اپنے جیون کی بازی لگا کر اسے مکمل بنا دیا۔ جس پرکار نہرو رپورٹ پنڈت موتی لال نہرو کے جیون کا سب سے بڑا کار یہ تھا، اسی پرکار

---

1 بربادی 2 آسودگی 3 درد 4 کم عقلی 5 اغوا 6 بھلا 7 بے چین 8 مکمل خوش 9 نا اتفاقی 10 تمنا 11 روحانی اشیا 12 روحانی عادات 13

پریاگ کا ایکتا سمیلن مالویہ جی کے جیون کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ اس سمیلن میں کیا باتیں طے ہوگئیں، انھیں دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو ہوا، سو ہوا، جہاں تک ہوگیا، اس سے کی اوستھا کو دیکھتے ہوئے کافی اور اچھا ہے۔ شکایت کی گنجائشیں ہیں اور دونوں طرف سے ہیں، پر یدی ایکتا کرنی ہے، تو وہ دے لے کر ہی ہوسکتی ہے۔ وہ بڑی مہنگی چیز ہے، تپسیا سے پراپت ہوتی ہے۔ تپسیا کے لیے تیاگ چاہیے۔ اسی لیے پریاگ کی اس سپھلتا کو تیاگ [1] کی ہی سپھلتا [2] سمجھنی چاہیے۔ ایسے اوسر پر ہندو تتھا مسلمانوں کی اور سے، ہم ڈاکٹر مُنجے ایسے بڑے نیتاؤں دوارا ابھی' پریاگ کے نرنے کے وردھ پر چار دیکھ کر ہمیں بڑا کھید اور آشچریہ ہوتا ہے۔ یدی انھیں ایکتا کرنی نہیں ہے، تو اور ہی بات ہے۔ یدی کرنی ہے' تو اس کا کیا تاتپریہ [3] ہے کہ ایک مہان کاریہ کے مہان پرساد کو چورن وچورن کیا جاوے۔

ابھی گول میز کا تازہ سماچار ہے کہ مسلم پرتی ندھیوں [4] نے یہ نشچے [5] کیا ہے کہ وے ہز ہائی نیس سر آغا خاں کی اَدھیکتا میں مل کر، ایک ساتھ اور ایک سمتی [6] سے کاریہ کریں گے۔ تیسری گول میز میں سرکار نے چن چن کر ایکتا وردھی مسلم پرتی ندھی بلائے ہیں۔ بھارت سے روانہ ہونے کے پہلے یہ پرتی ندھی کھلے شبدوں میں پریاگ سمیلن کی دِللگی اڑا کر گئے ہیں۔ اب جب وہ یہ دیکھیں گے کہ یہاں ایکتا نچ ہوگئی تو ان کی آتما کو کتنی ٹھیس لگے گی، پر جب وہ یہ دیکھیں گے کہ اس ایکتا کے سرتھک [7] کیول وہی ہیں، جو پریاگ میں اس سے موجود تھے' تو ان کو کتنا آنند پراپت ہوگا ہندو مہا سبھا کی بیٹھک کے سے ہم نے دیکھا تھا کہ اس کے سبھاپتی شری کیلکر کیول ڈاکٹر مُنجے کے راگ میں راگ ملا کر اپنے ویکتتو کو کچھ بھی کشٹ نہ دیتے تھے۔ وہی مسٹر کیلکر اس سے لندن میں گول میزیوں میں ہے۔ یدی ڈاکٹر مُنجے کی آواز ان کے کانوں تک پہنچ گئی اور انھوں نے اپنا مت پریاگ کے نرنے کے وردھ دے دیا تب ایک اور ہوں گے ان کے خلاف شری کیلکر دوسری اور ہوں گے سر محمد اقبال۔ تب تو خوب پریاگ کا نرنے کاریانوت ہوگا۔

یدی سرکار واستو میں بھارت کا ہت چاہتی ہے، تو اسے ترنت پریاگ کے نرنے کو

---

1 قربانی 2 کامیابی 3 مطلب 4 چندگان 5 ارادہ 6 رائے 7 حامی

سویکار کر لینا چاہئے جس سرکار اس نے پونا پیکٹ کو مان لیا تھا۔ اس سے پونا پیکٹ کے ورودھی بھی تھے اور اس نے ان کی پرواہ نہ کی تھی۔ اسی پرکار اس سے بھی ان کی نیک نیتی کی پریکشا ہے، یدی وہ پریکشا میں پاس ہو گئی تو اس نے آگامی پچاس ورشوں کے لیے بھارتیہ ودیھو[1] پر پن: ادھکار درڑھ کرنے کا راستہ پار کر لیا۔

ہمیں تو سب سے پہلے اپنے بھائیوں سے ونے[2] کرنا ہے۔ اس سے پریاگ میں جو ہو گیا، وہی غنیمت ہے۔ ایکتا کے منورم سوروپ[3] کو دیکھنے کے لیے آیئے۔ ہم لوگ پریاگ سے پراپت دیوی ''ایکتا'' کے چرنوں[4] میں سر جھکائیں۔

28/نومبر 1932

---

1 ہندوستانی شان 2 التجا 3 دلکش شکل و صورت 4 قدموں

سمجھوتا یا ہار

پریاگ کے ایکتا سمیلن میں جو کچھ طے ہوا ہے اس پر ہم میں سے بہتوں میں مت بھید[1] ہے۔ مسلمانوں میں کچھ سنستھائیں[2] اسے مسلمانوں کی ہار بتلاتی ہیں۔ اسی طرح ہندوؤں میں جو لوگ سامپردائک[3] منوورتی[4] کے منشیہ ہیں وہ اسے ہندوؤں کی شکست کہتے ہیں۔ اور دونوں ہی اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ سمجھوتا واستو میں ہار ہے، مگر وہ ہار جس میں دونوں طرف کی ہار ہوتی ہے۔ اور دونوں طرف کی ہار کو ہم دونوں طرف کی جیت کہیں تو کسی کا کوئی نقصان نہیں۔ ہار سامحاشک ہے۔ جہاں جیت کا آنند نہیں وہاں ہار کا دکھ کہاں؟

ایکتا سمیلن کے پرتی ندھی خوب سمجھتے تھے کہ دیش میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے' جنھیں ان کا کاریہ کرم سنتشٹ[5] نہ کر سکے گا۔ یہ جانتے ہوئے انھوں نے اس سمیلن کا آیوجن[6] کیا تھا' لیکن سامپردائکتا پر وجے پانے کا ان کے پاس سمجھوتے کے سوا اور کیا سادھن تھا؟ جو لوگ اس سمجھوتے سے اسنتشٹ ہیں وے بھی تو اس گتھی کے سلجھنے کی دوسری ودھی نہیں بتا سکتے۔ سمیلن میں ایسے ایسے لوگ شامل تھے جنھوں نے راشٹریتا کے نام پر بڑے بڑے بلدان کیے ہیں' بڑے بڑے کشٹ جھیلے ہیں، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اپنے آپ کو مٹا دیا ہے۔ ان پر آپ چاہے جو الزام لگائیں، سامپردائکتا یا بھید بھاؤ کا الزام نہیں لگا سکتے۔ ایسے لوگ جب سمیلن میں ایک نشچے کر چکے تو آرام کرسی والے راج نیتکیوں کا ان پر آکشیپ[7] کرنا جلے پر نمک چھڑکنا ہے۔

بھید بھاؤ راشٹر کے لیے اَہت کر[8] ہے۔ یہ ہم بھی اتنا ہی سمجھتے ہیں جتنا یہ آلوچک۔ اگر

---

1 اختلاف رائے 2 جماعتیں 3 فرقہ پرست 4 ذہنی رویہ 5 مطمئن 6 انعقاد 7 چھیناکشی 8 نقصان دہ

ہم اس بھید بھاؤ کو جڑ سے مٹا سکتے تو کہنا ہی کیا تھا۔ لیکن جب اپنی پوری شکتی لگا کر دیکھ لیا کہ اس دشمن کو ہم اکھاڑ نہیں سکتے تو ہمارے پاس اس کے سوا اور کیا سادھن تھا کہ اس سے سمجھوتہ کیا جائے۔

بہت دنوں کا جیرن [1] روگی بستر پر پڑا کراہ رہا ہے۔ اگر وہ آشا کرے کہ کوئی دھنونتری [2] آکر جھوٗمنتر [3] سے اسے ایک چھن [4] یا ایک دن میں چنگا کر دے گا اور وہ پوری طرح سوستھ [5] ہو جائے گا تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس روگی کے جیون کی گھڑیاں گنی ہوئی ہیں۔ اگر اسے سواستھیہ لابھ کرنا ہے تو اسے ایک ایک خوراک دوا کھانی پڑے گی، پورے پتھیہ [6] سے رہنا پڑے گا۔ تب کہیں مہینوں میں جا کر وہ اس قابل ہوگا کہ چل پھر سکے۔ ایکتا سمیلن کا سمجھوتہ وہی دوا ہے۔ وہی آپد دھرم ہے۔ اسے کسی اور روپ میں دیکھنا ہمارا بھرم ہے۔

چکتسا [7] کے دو بھید ہیں، ایک علاج بالمثل دوسرا علاج بالضد۔ گرمی کو گرم دواؤں سے جیتنا پہلی ریتی ہے۔ گرمی کو ٹھنڈی دواؤں سے جیتنا دوسری ریتی ہے۔ ایکتا سمیلن کا سمجھوتا وہی علاج بالمثل ہے۔ پرچنڈ [8] سامپردائکتا کو اس نے ہلکی سامپردائکتا سے جیتنے کی چیشٹا کی ہے۔ اب تک ہم نے علاج بالضد کا ویوہار کیا تھا اس میں ہمیں سپھلتا نہیں ہوئی۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ اس اپچار سے لابھ ہی ہوگا۔ کوئی دھنونتری نشچے کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ امک دوا سے ضرور فائدہ ہوگا۔ ہمیں اس اوشدھی [9] پتھیا پتھیہ [10] کا وچار کر کے سیون کرنا چاہیے۔ اگر اس سے فائدہ ہوا تو واہ واہ نہیں تو دس یا پانچ سال کے بعد ہمیں پورا ادھکار ہوگا کہ کسی دوسری چکتسا کی پریکشا کریں۔

سمِلت نرواچن سیم ایک چیز ہے جس سے بہت کچھ منومالنیہ [11] اور غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ اس نرواچن میں وہی سجن [12] اتیرن ہوں گے جو ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں ہی کے وشواسپاتر [13] ہوں گے۔ ہندو کسی ایسے مسلمان کو ووٹ نہ دے گا جس پر اسے وشواس نہ ہو۔ اسی طرح سنیکت راشٹر کا نرمان ہوگا۔ جب دونوں سمپردایوں کے آدمی ایک دوسرے پر وشواس کرنا سیکھ جائیں گے تو سنیکت نرواچن کا ویوہار ہونے لگے گا۔

---

1 ناتواں 2 معالج 3 جادو 4 لمحہ 5 صحت یاب 6 پرہیز 7 علاج 8 عظیم 9 دوا 10 پرہیز 11 کشف قلبی 12 اشخاص 13 بھروسہ مند

ہم مانتے ہیں سندھ اور سرحد کے ہندو الپ مت میں ہیں۔ تو کیا مدراس اور سی۔ پی۔ اور سنیکت پردیش کے مسلمان الپ سنکھیا[1] میں نہیں ہیں؟ آپ مسلمانوں کو جو سنرکشن ہندو پردھان پرانتوں میں دے رہے ہیں، یدی وہی سنرکشن آپ کو مسلم پردھان پرانتوں میں مل رہا ہے تو ہم نہیں سمجھتے اس میں ہائے ہائے کرنے کی کیا بات ہے۔

پھر کیا سامپردائکتا اسی کو کہتے ہیں جو دھرم[2] اور آچار[3] پر آدھارت[4] ہو۔ وہ بھی تو سامپردائکتا ہی ہے جو راجنیتک سدھانتوں[5] پر آدھارت ہوتی ہے۔ اگر ہندو مسلمان ایک دوسرے سے لڑتے ہیں تو کیا سوشلسٹ اور ڈیماکریٹ ایک دوسرے کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کی آپس کی لڑائیاں بھی اُتنی بھیانک، اتنی رکت مے[6] ہوتی ہیں۔ بلکہ اس سے کچھ زیادہ۔ یہ دُھندا تو کسی نہ کسی روپ میں اس سے تک رہے گی جب تک ایک نئے یگ[7] کا ادے[8] نہ ہوگا۔ جب سب ایک دوسرے کو بھائی سمجھیں گے، سوارتھ اور بھید کا انت ہو جائے گا۔ وہ سے نکٹ بھوشیہ میں آتا نظر نہیں آتا۔ تبھی تو آپ کے سامنے کڑھاو سے نکل کر چولہے میں گرنے کی سمبھاونا[9] ہے۔ ورتمان سامپردائکتا کے بعد اس سامپردائکتا کا یگ آنے والا ہے جو راجنیتی پردھان ہوگی، جب شرم[10] اور پوجا کا بھیشن سنگرام[11] چھڑے گا۔ اس سامپردائکتا میں تو کچھ سہشنتا[12] ہے۔ وہ سامپردائکتا تو سماویک[13] سوارتھ کی اُنچ ہوگی اور یہ ماننا پڑے گا کہ سوارتھ دھرم سے کم گھاتک نہیں ہے۔

یہ ساری لڑائی مٹھی بھر شکشت آدمیوں کی ہے جو عہدے اور ممبریوں کے لیے ایک دوسرے کو نوچ رہے ہیں۔ اس سمودائے سے الگ جو راشٹر ہے وہاں نہ کوئی ہندو ہے نہ مسلمان۔ وہاں سب کسان ہیں یا مزدور جو ایک سے دریدر[14]، ایک سے پسے ہوئے، ایک سے ذلت ہیں۔ آرتی اور نماز، ہندی اور اردو کی سمسیائیں وہاں ہیں ہی نہیں۔ اگر دو چار ہندو یا مسلمان عہدے دار کم یا زیادہ ہو گئے تو اس سے راشٹر پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کوئی راج پدھتی سامپردائک ہتوں کے سامنے جھک کر اس بیسویں صدی میں سپھل نہیں ہو سکتی۔ یہ شنکا کرنا حماقت ہے کہ جن پرانتوں

---

1 کم تعداد 2 مذہب 3 اخلاق 4 مٹی 5 سیاسی اصول 6 خون ریز 7 عہد نو 8 آغاز 9 امکان 10 محنت 11 زبردست جنگ
12 صبر 13 اعلیٰ 14 مفلوک الحال

میں مسلم بہومت ہوگا وہاں بڑے زور شور سے گئو بتیا ہونے لگے گی، یا مندر توڑ دیے جائیں گے یا ہندوؤں کی چوٹی رکھنے کی ممانعت کردی جائے گی یا ان کے جنیئو توڑ ڈالے جائیں گے۔ یا ہندو کسانوں سے زیادہ لگان لیا جائے گا۔ مسلم کسانوں سے کم یا ہندو مزدوروں کو کم مزدوری دی جائے گی، مسلم مزدوروں کو زیادہ یا ہندوؤں کے لیے شکشا کا دوار بند کر دیا جائے گا۔ نہ یہی ہوگا کہ مسلمانوں کو اسپتال میں دوا ملے اور ہندوؤں کو دھتکار دیا جائے۔ آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوؤں کے نوکر مسلمان ہیں اور مسلمانوں کے نوکر ہندو ہیں۔ سکھو کے راج میں بھی بڑے بڑے عہدوں پر مسلمان تھے۔ مسلمانوں کے راج میں بڑے بڑے عہدوں پر اکثر ہندو۔ اس لیے جو سجن ایکتا سمیلن کو ہندوؤں کی پوری ہار کہتے ہیں، اسے Abrect Surrender کہہ کر نندنیہ[1] بتاتے ہیں، ان سے ہمارا یہی نویدن[2] ہے کہ اگر آپ کے پاس ایکتا کا سمیلن میں سویکرت پرستاوؤں سے کوئی بہتر پرستاؤ ہو تو اسے پیش کیجیے۔ اور اگر نہیں ہے تو چپکے سے بیٹھیے۔ جو کام آپ سے نہیں ہو سکتا اسے جب دوسرے اپنے ڈھنگ سے کرتے ہیں تو انھیں بدنام نہ کیجیے، ویرتھ کی فلاسفی نہ بگھاریے۔ اسے سب سویکار کرتے ہیں کہ ساپرادائکتا کو مٹانا ہے اس کی یکتی سوچیے۔ اب تک راشٹر کے سامنے ایکتا کے جتنے پرستاؤ آئے، ان میں سب سے زیادہ جن مت اسی سمجھوتے کو ملا ہے اور ہم اپنی پوری شکتی سے اس کی رکشا کریں گے۔

5/دسمبر 1932

---

1 قابل مذمت 2 گزارش

پریاگ سمّیلن

پریاگ کے ایکتا سمّیلن میں بنگال کے پرشن نے بڑی رُکاوٹ ڈال دی ہے۔ سندھ، پنجاب اور سنیکت نرواچن[1] آدی جٹل پرشن[2] تو کسی طرح طے ہوئے' لیکن بنگال کے ہندو اب زیادہ دبنا نہیں چاہتے۔ بنگال میں مسلمانوں کا بہومت ہے۔ مسلمان اپنی اکیاون فی صدی جگہیں سُرکشت[3] رکھنا چاہتے ہیں۔ بنگال میں انگریزوں اور اَردھ گوروں کو ان کی جن سنکھیا سے کہیں زیادہ ووٹ دے دیے گئے ہیں۔ ہندو مسلم سمجھوتے میں انگریزوں کی جگہیں گھٹا کر مسلمانوں تتھا ہندوؤں کی جگہیں بڑھادی تھیں' پر اب ایسا معلوم ہوا ہے کہ انگریز اپنی ایک بھی جگہ نہیں چھوڑنا چاہتے۔ اس لیے مسلمانوں کی اکیاون فی صدی پوری کرنے کی لیے بنگال کے ہندوؤں کو اپنے حصّے سے دو جگہیں دینے کا پرشن اٹھا ہے۔ بنگالی ہندو بھی اڑے ہوئے ہیں، پر ہمیں آشا ہے کہ وہ ایک ذرا سی بات کے لیے ایکتا سمّیلن کا جیون سنکٹ میں نہ ڈالیں گے اور سمّیلن کے شتروؤں کو بغلیں بجانے کا اوسر نہ دیں گے۔ الپ مت والوں کے لیے چاہے وے ہندو ہوں یا مسلمان، بہومت پر وشواس رکھنے اور ان سے سہوگ کرنے کے سوا اور کوئی اُپائے نہیں ہے۔ اس سہوگ کی نیتی سے، وہ بہومت پر اس سے کہیں زیادہ پربھاؤ ڈال سکتے ہیں، جتنا وہ اپنی سنکھیا میں دو ایک جگہیں بڑھا کر کر سکتے ہیں۔

دسمبر 1932

---

1 مشترکہ انتخاب 2 الجھے سوالات 3 محفوظ

مسلم جنتا میں ایکتا سمّیلن کا سمرتھن

مسلم سمردائے وادیوں کو ایکتا سے وررودھ ہونا چاہیے تھا اور ہو رہا ہے پر اب مسلم جنتا ان کے پیچھے چلنا نہیں چاہتی۔ دلی کے کچھ سرکاری وزیروں اور خان بہادری کے امیدواروں نے آپس میں مل کر چپکے سے اس آشے کا پرستاو پاس کر دیا تھا کہ انھیں ایکتا سمّیلن کے فیصلے اسویکار ہیں پر اسے دلی کے اتساہی مسلم یووکوں نے اس جلسے کی کاریہ واہی پر یہ پرستاو سویکار کیا ہے۔

''پریاگ ایکتا سمّیلن کا فیصلہ مسلمانوں کے لیے پردھان منتری کے نادرشاہی فیصلے سے کہیں بڑھ کر ہے۔ نام نہاد مسلم کانفرنس، مردہ لیگ نے جس کے ساتھ کانپوری جمعیت کا دم چھلا لگا ہوا ہے، مسلمانوں کے نام پر ایکتا کا جو وررودھ کیا ہے اور اپنے ایک جلسے میں جو پرستاو سویکار کیا ہے، وہ کسی طرح بھی مسلمانوں کے لیے مانیہ[1] نہیں ہے۔ ان تھوڑے سے سوارتھ سیویوں کی یہ نیتی مسلم یُوَکوں کی درشٹی میں دیش وررودھ[2] ہے۔''

راشٹر کی بھاوی آشا ہمارے یُوَک ہی ہیں اور ہمارے لیے پرم سنتوش[3] کی بات ہے، کہ پرایہ ہر ایک اَوسر پر مسلم یووکوں نے سامپردائکتا کی اپیکشا کر کے راشٹریتا کا پر یچے دیا ہے۔ اس سد بھاونا کی جتنی پرشنسا کی جائے کم ہے۔

پٹنہ میں بھی مولانا شفیع داؤدی نے ایک جلسے میں ایکتا سمّیلن کے وررودھ میں مسلم جنتا کو سنگٹھت[4] کرنے کی چیشٹا کی، پر وہاں بھی انھیں منہ کی کھانی پڑی اور جلسے میں بہومت سے سمّیلن کے سمرتھن کا پرستاو منظور ہو گیا۔ ہمیں آشا ہے، اب ایکتا کے وررودھیوں[5] کو معلوم ہو گیا ہوگا، کہ مسلم جنتا ان کے ساتھ نہیں ہے۔ مولانا شوکت علی ہی کو وہ اپنا نیتا سمجھتی ہے اور اب اسے اس راستے سے نہیں ہٹایا جا سکتا۔ انھیں اب اپنی تقدیر ٹھونک لینی چاہئے اور جس لیڈری کا اب تک وے سُوپن[1] دیکھ رہے ہیں، اس کے نام کو رو لینا اب مناسب ہے۔

12 دسمبر 1932

---

1 قبول 2 ملکی بغاوت 3 بڑی خوشی 4 متحد 5 مخالفین

مرزاپور کا دنگا

آج سے دو ورش پہلے، مرزاپور ضلعے کے رئیا تا مک گاؤں میں ہندو مسلم دنگا ہونے کے سماچار ملے تھے۔ کہا گیا تھا کہ مسلمان زمین دار کے ایک بچھوا مار دینے کے کارن بات بڑھی تھی اور دنگا ہو گیا تھا۔ جو ہو، پولیس نے لگ بھگ ایک سو آدمیوں کی چالان کر دی تھی اور دو ورش تک بنارس ضلع جیل میں وے سڑتے رہے۔ دوراج مسٹر میڈلے کی اجلاس میں مقدمہ ہوتا رہا اور ایک اپرادھی جیل کے بھیتر ہی مر گیا۔ بہت سے چھوڑ دیے گئے اور سات کو پھانسی تھا تیس کو کالے پانی کی سزا دی گئی۔ ان ابھاگوں نے الٰہ آباد ہائی کورٹ کے سامنے جو اپیل کی تھی، اس کا فیصلہ 23 جنوری کو سنا دیا گیا۔ یہ فیصلہ کئی درشٹیوں سے اتنا مہتو پورن ہے کہ نسنکوچ [1] یہ کہنا پڑتا ہے کہ الٰہ آباد ہائی کورٹ کے اتہاس کے بہت ہی مہتو پورن فیصلوں میں اس کی گنتا [2] ہو گی۔ وِدوان [3] تھا آدرنیہ [4] نیائے دھیشوں نے سبھی ابھیکتوں [5] کو نرپرادھ [6] کہہ کر چھوڑ دیا اور نیائے کی ذرا سی بھول سے جو ویکتی [7] مرتیو کے دوار پر پہنچ چکے تھے، وے بچ گئے۔ ہائی کورٹ کے اس فیصلے سے ہم کو اس کی نشپکشتا کے پرتی شردھا ہو گئی ہے۔

فیصلے میں کئی باتیں وچارنیہ [8] ہیں۔ آدرنیہ نیائے دھیشوں نے اس وشے میں تین مکھیہ باتوں کا پتہ لگایا ہے۔ (1) سرکاری گواہوں نے شپتھ لے کر جھوٹی گواہی دی ہے اتہ وہ دروغ حلفی کے اپرادھی ہیں۔ (2) پُلیس نے مقدمہ بنانے کی ہی چیشٹا کی، ستیہ کی تہ میں بیٹھنے' تتھیا تتھیہ کے جانچ کی نہیں۔ (3) جس نیائے دھیش نے سزا دی اس کو ادارتا پورک [9] معاملے کی جانچ کرنی چاہیے تھی، کیونکہ دنگوں کے معاملے میں بہت سے

---

1 بلا جھجک 2 شمار 3 عالم 4 محترم 5 ملزمین 6 بے قصور 7 افراد 8 قابل غور 9 ہمدردی سے

نر پر ادھ 1 تھا نر دوش بھی اکثر پھنس جایا کرتے ہیں۔ ان باتوں کے اتی رکت مقدمہ میں کئی روچک 2 باتوں کی وچتر تا کی اور آدرنیہ نیائے دھیشوں نے دھیان آکرشت کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ پولیس نے جن لوگوں کی چالان کی تھا جن کے پاس لاٹھیاں ہتھیار پائے گئے، ان کے مالکوں کا، ہتھیار کے اصلی مالکوں کا پتہ نہیں لگایا۔ گھٹنا کے پرتکش درشیوں نے جتنے لوگوں کی شناخت کی تھا ان کو دنگے میں بھاگ لیتے دیکھا تھا، ان کی سنکھیا نے تک ہے ایک آدمی کا نبے آدمیوں کو پہچاننا بلوے کے سے اسمبھو 3 ہے۔ اس کے علاوہ یہ فہرست گھٹنا کے دو دن بعد گواہ نے دی تھی۔

تیسری بات یہ کہ بلوے کا جو نیتا بتلایا جاتا ہے وہ ''شکل'' ابھا گا ستر ورش کا ایک ایسا بوڑھا ہے جس کے وشے میں سِول سرجن کی رپورٹ بڑی کرون 4 ہے۔ استو اس وشے میں ہم اپنی کوئی سمتی نہ دے کر نیائے دھیش مہودیوں دوارا بتلائی گئی ان تین باتوں کی اور پاٹھکوں کا دھیان آکرشت 5 کرنا چاہتے ہیں' جن کو یدی ہم کبھی اپنے آپ کہتے تو قانونی اڑچن میں پڑ جاتے' پر اب ان کا مہتو بہت ادھک ہو گیا ہے اور ہمارا پرانتیہ سرکار سے تھا وائس رائے مہودے سے اور ان کی سرکار سے انورودھ ہے کہ اس پر وشیش 6 دھیان دیا جاوے تھا شگھر ہی اسی کے آدھار پر کام ہو۔ نیایا دھیش مہودیوں کی صلاح ہے۔۔۔

(1) پولیس والوں کو چاہیے کہ صرف اپنا مقدمہ بنانے کے لیے ہی پرمان (ثبوت) اکٹھا نہ کیا کریں، بلکہ ستیاستیہ کی پوری چھان بین کیا کریں۔

(2) سرکاری وکیل کو چاہیے کہ ان کے پاس جتنے پرمان ہوں، چاہے وے کھت اپرادھی کے ہت کے ہی کیوں نہ ہوں، عدالت کے سامنے رکھیں، چاہے ان کے رکھنے سے اپرادھی چھوٹ بھی جاوے۔

(3) مقدمہ کرنے والے مجسٹریٹ کو اپرادھیوں کے لیے بھی چِنتا شیل 7 ہونا چاہیے اتیادی۔

آشا ہے جن کے لیے یہ صلاح دی گئی ہے وے اس کا آدر کریں گے اور اس بات کو نہ بھولیں گے کہ پولیس کا کام کسی پکش کو لے کر لڑنا نہیں ہے۔ پر اسے نشپکش 8 ہو کر تھیا تھیہ کا نرنے

---

1 بےقصور 2 دلچسپ 3 ناممکن 4 پردرد 5 مبذول 6 مخصوص 7 فکرمند 8 غیر جانب دار

کرنا چاہیے۔ سرکاری وکیل بھی شاید اپنے کو ایک پکش کا آدمی سمجھتے ہیں اور ان کو چنتا ہوتی ہے کہ یدی اپرادھی چھوٹ جاوے گا تو ان کی بدنامی ہوگی' نوکری پر آ بنے گی۔ مقدمہ کرنے والے مجسٹریٹ کے لیے ہم کچھ نہیں لکھنا چاہتے۔ پر یہ اوشیہ ہے کہ ہائی کورٹ کے نیایادھیش سے اپنا کرتویہ[1] جان کر، وہ اور بھی درڑھتا[2] کے ساتھ اپنے کرتویہ کا پالن[3] کریں گے۔

اَور نیہ نیایادھیشوں نے ایک اور وشیش بات بتلائی ہے۔ ان کا کہنا ہے' کہ بھارتیوں کی ''شپتھ'' کے پرتی شردھا[4] گھٹتی جا رہی ہے اور وے عدالت میں جھوٹی شپتھ لیتے ہیں اور یہاں تک تو کہہ ہی دیتے ہیں، کہ ''ارے سچ بولو' کیا عدالت میں ہو۔'' عدالت اس وشے میں اتیادھک کاریہ کے کارن دروغ حلفی کے بہ یا بہت مقدمے بھی نہیں چلا پاتی اس سمسیا کا نیایادھیش مہودے کوئی ٹھیک ندان[5] نہیں بتلا سکتے ہیں، پر ہم یہ جاننا چاہتے ہیں، کہ اس پرکار شپتھ[6] کو بھرشٹ[7] کرنے کا دوش[8] کیا کسی تیسرے کو نہیں ہے؟ یدی دنگے کے معاملے میں بہت سے سرکاری گواہ اس کے اپرادھی تھے تو پولس کی اس میں کچھ ذمہ داری ہے یا نہیں؟ عدالت کو چھوڑ یدی اس محکمے کے اِدھکاری اس اور دھیان دیں تو کچھ وشیش لابھ ہو۔

30/جنوری 1933

---

1 فرض 2 مضبوطی 3 نباہ 4 احترام 5 حل 6 حلف 7 جھوٹا 8 قصور

پنجاب کے ہندو مسلمانوں میں سمجھوتا

ہمیں سماچاروں میں یہ خبر پڑھ کر بڑا ہرش[1] ہوا کہ پنجاب کے ہندو مسلمانوں میں اب سمجھوتے کی صورتیں پیدا ہوگئی ہیں اور سنیکت نرواچن کے آدھار پر سمجھوتے کی شرطیں طے ہوگئی ہیں۔ ہاں، ابھی ہر ایک جاتی کی جگہیں اس کی جنسنکھیا کے انوسار، سُرکشت رہیں گی۔ ہم تو جگہوں کا دھارمک آدھار[2] پر سُورَکشِت کیا جانا ٹھیک نہیں سمجھتے۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ انیہ راشٹروں میں دھرم کا ورودھ نہ ہونے پر بھی راجنیتک دلبندیوں میں کسی طرح کی کمی نہیں ہوئی اور آپس میں دنگے ہوتے رہتے ہیں، تو ہم سمجھتے ہیں دھرم کے آدھار پر جگہوں کا سُورَکشِت ہو جانا بھی کیوں نہ سویکار کر لیا جائے۔ سنتوش کی بات ہے کہ اس سمجھوتے میں سر فضلِ حسین کا مکھیہ[3] ہاتھ ہے، اس لیے اسے مسلمان بڑی خوشی سے منظور کر لیں گے۔ ہم تو سنیکت نرواچن کا منظور ہو جانا ہی شُبھ سمجھتے ہیں۔

8 مئی 1933

---

1 مسرت 2 مذہبی بنیاد 3 خاص

کانپور دنگا۔ رپورٹ

ڈاکٹر بھگوان داس آجکل وان پرستھ۔ جیون (آخری ایام میں دنیا داری چھوڑ کر جنگلوں میں زندگی گزارنا) بتا رہے ہیں۔ انھوں نے اپنا سوچا جیون پراچین[1] بھارتیہ سنسکرتی کے ادھیین[2] واستوک بھارتیتا کے وکاس تھا پراچین بھارتیہ پانڈتیہ کا گیان کرانے میں بتایا ہے۔ وے بڑے نرم وچار کے سادھو ہیں، کنتو بھارتیہ نوکر شاہی کی اچھنکلتا کے کارن وے کانگریس میں شامل ہو گئے اور یکت پرانتیہ کانگریس کمیٹی کے سبھاپتی بھی رہ چکے ہیں۔ انھوں نے جیل یاترا بھی کی ہے۔ اسی پرکار پنڈت سندر لال ان برہماچاری تھا درڑ ورتی پرشوں میں سے ہیں، جو کیول ادھیین کو اپنا سَروَسو[3] مانتے ہیں، جو ادھیین کرنا ہی اپنے جیون کا ادیشیہ سمجھتے ہیں' کنتو جنھوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ داستا کی دشا میں ادھیین بھی سوتنتر تا پورو ک نہیں ہو سکتا۔ اتایو وہ کانگریس کے جھنڈے کے نیچے کیول داستا[4] سے بچنے کے لیے چلے آئے۔

ڈاکٹر بھگوان داس کانپور دنگا سمتی کے سبھاپتی تھا پنڈت سندر لال منتری تھے۔ اس سمتی کے دشے میں سماچار پتروں میں کافی لکھا جا چکا ہے۔ اس کا ادیشیہ بھی ہمیں معلوم ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس کی چھ سو پنے کی موٹی رپورٹ کو یکت پرانتیہ سرکار نے اُندھی کار پورن سماچار پتر کہہ کر ضبط کر لیا ہے۔ رپورٹ میں وَاستو میں کیا خرافات ہے، یہ ہم نہیں کہہ سکتے۔ ہم نے رپورٹ کا کچھ انش کانپور کے 'پرتاپ' تھا 'ورتمان' میں چھپا دیکھا تھا۔ جس سمتی کے ادھیکش تھا منتری اُپریکت وِیکتی ہوں، اس سمتی کی رپورٹ واستو میں بہت ہی سوچتا پورن اور ٹھنڈے مستشک کی اُپج ہوگی، اس میں ہمیں سندیہ نہیں تھا، پر رپورٹ کا پرکاشت انش دیکھ کر ہمارا یہ درڑھ وشواس ہو گیا ہے کہ وَاستو میں یہ بڑی سندر چیز ہے، سَرَس ہے، سوچتا پورن ہے، اپدیش

---

1 قدیم 2 مطالعہ 3 سب کچھ 4 غلامی

پرد[1] ہے۔

پر ایسی اچھی وستو کو ہم دیکھ بھی نہ سکے اور سرکار نے ایک عجیب قانون کا پھندا[2] لگا کر رپورٹ دبا دی۔ اس وشے میں ڈاکٹر بھگوان داس کی جو اپیل ہمارے پرانت کے بھارتیہ گورنر تھا ہوم ممبر کے نام پرکاشت ہوئی ہے، اس میں ہم بھی اپنے کو شامل کرتے ہیں اور برٹش راجیہ، بھارت اور ہندو مسلم ہت کے ناتے ہی ان سے پرارتھنا[3] کرتے ہیں کہ ترنت رپورٹ پر سے بندھن[4] ہٹا لیں، انیتھا نوکر شاہی کی جڑتا اور بھی پرکٹ ہو جائے گی تتھا یہ بھی پرکٹ ہو جائے گا کہ سرکار کیا چاہتی ہے

14 مئی 1933

1 نصیحت آمیز 2 ذم پھندا 3 گزارش 4 پابندی

پاکستان کی نئی امنگ

ڈاکٹر سر محمد اقبال ؒ بھی مسلم راجیہ کا سوپن دیکھ رہے ہیں۔ اب ان کے بھی ایک استاد نکل آئے ہیں۔ وہ پاکستان کے نام سے ایک مسلم سامراجیہ کا سوپن دیکھ رہے ہیں۔ اس پاکستان میں کشمیر، پنجاب، بلوچستان، سیما پرانت اور افغانستان آدی سممِلت ہوں گے اور وہ بھارت ورش سے بالکل پرتھک ہوگا۔ آوشکارک[1] مہودے کا کتھن ہے کہ ان پرانتوں میں تین کروڑ مسلمان آباد ہیں، جو ہالینڈ، اسپین، بلجیم آدی دیشوں سے آدھک ہے۔ ادھر ایران، ترکستان، شام، عراق، مصر، ترکی مسلم ریاستیں پہلے ہی سے ہیں۔ یہ پاکستان صوبہ ان کے ساتھ مل گیا تو ایک مہان مسلم سامراجیہ کا ادے ہو جائے گا اور اسلام کے اتہاس میں جو بات پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی، وہ ہو جائے گی۔ بات تو بہت اچھی ہے، پر کچھ کارن ہی تو ہے کہ ابھی تک ترکی اور ایران میں میل نہیں ہو سکا۔ میل کا ذکر ہی کیا، ابھی تھوڑے دن پہلے ویمنسیہ ہو گیا تھا۔ پھر افغانستان کیوں نہیں ترکی سے جا ملتا۔ اور ترکستان کو افغانستان سے ملنے میں کون بادھک ہو رہا ہے۔ اگر دھرم ہی راشٹروں کو ملا دیا کرتا تو جرمنی اور فرانس اور اٹلی آدی راشٹر کب کے مل چکے ہوتے۔ بھارت کے پتروں میں اس بات پر بڑی ہلچل مچ گئی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جب تک پاکستان کا جنم ہوگا، دنیا کا رخ اور ہو چکا ہوگا۔

14 مئی 1932

---

1 موجد

تپسوی اور مہاتما

ہم بھارتیو کی پراچین[1] پرمپرا[2] کے انوسار تپ کے بنا کوئی مہاتما نہیں ہوتا اور مہاتما ہوئے بنا کوئی تپسوی نہیں ہوتا۔ ایک پرکار سے یہ دونوں شبد پریائے واچی ہیں۔ اسی لیے جب مہاتما گاندھی کو بھارتیوں نے مہاتما کی اپادھی دی تھی' اسی سے تینتیس کروڑ بھارتیوں نے ان کی مہتا کا انومان لگا لیا تھا۔ ات ایو گاندھی جی کا اَدبھت ساہس[3] کے ساتھ اتنا بڑا اُپواس نبھا لے جانا کوئی آشچریہ کی بات نہیں ہے۔ ان پنکتیوں کے چھپنے تک ان اُپواس کے گیارہ دن سکشل[4] پورے ہو جائیں گے۔ ایشور کی کرپا سے شیش دن سکشل بیت جاویں گے۔ اور اور تب نوین بھارت کی نو آشا گاندھی کے سمکھ دیش کی سب سے پہلی سمسیا ہوگی۔ دیش کی راجنیتک[5] پرتشٹھا[6] تتھا کانگریس کی مہتا[7] کو پرتپادت کرنا۔ ایشور کرے گاندھی جی اس دشا میں اپنے اُپواس کی طرح ہی سپھل ہوویں۔

اسی اَوسر پر ہم مولانا شوکت علی کو ان کے ایکیہ استھاپنا[8] کے پریاس تتھا مالویہ جی اتیادی کانگریسی نیتاؤں سے پرامرش[9] کر سرکار سے صلح کرنے کے پریاس کے لیے بدھائی[10] دیتے ہیں اور آشا کرتے ہیں کہ مولانا سپھل ہوں گے اور ایک دن ایسا بھی آوے گا جب وہ بڑی سپھلتا پوروک یہ کہہ سکیں گے کہ "یدی میں نے گھور[11] سامپردائک بن کر جنتا کا آدر کھو دیا تھا، تو اسے پھر سے پراپت[12] بھی کر لیا تھا۔"

22 مئی 1932

---

1 قدیم 2 روایت 3 حیرت انگیز حوصلہ 4 خیریت کے ساتھ 5 سیاسی 6 وقار 7 اہمیت 8 اتفاق قائم کرنا 9 مشورہ 10 مبارک باد 11 سخت 12 حاصل

حضرت محمدؐ کی پُنیہ اِسمرتی [1]

گت شکروار تاریخ 7 جولائی کو کاشی کے ٹاؤن ہال میں اسلام دھرم کے پرورتک حضرت محمدؐ صاحب کے جنموتسو کے اپلکش [2] میں جو جلسہ ہوا، وہ ایک یادگار جلسہ تھا۔ کاش ایسے اوسر اور سُلبھ [3] ہوتے۔ اپستھت جنتا میں ہندو اور مسلمان دونوں ہی تھے۔ سبھاپتی کا آسن شری ڈاکٹر عبدالکریم نے لیا تھا۔ بولنے والوں میں مولانا آزاد سبحانی، پنڈت سندر لال جی اور کاشی کے مولانا عبدالخیر صاحب تھے، پر مکھیہ وکتر تا [4] پنڈت سندر لال جی کی تھی۔ آپ کے دیاکھیان [5] میں ودوتا [6] کے ساتھ اتنی شِشٹتا [7] اتنی شردھا [8] اور اتنی سچائی بھری ہوئی تھی کہ مسلمانوں کا تو کہنا ہی کیا ہندو جنتا بھی مگدھ [9] ہو گئی۔ اتنی صدیوں تک ایک ساتھ، پڑوس میں رہنے پر بھی، ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے دھارمک سِدّھانتوں اور سچائی سے اتنے اپرچت [10] ہیں کہ سندر لال جی کے کتھن نے بہتیرے ہندوؤں کو چکِت کر دیا ہوگا۔ جس طرح اب تک مسلمانوں نے ہندوؤں کو کافر سمجھ کر ان کے وشے میں اب اور زیادہ جاننے کی ضرورت نہ سمجھی، اسی بھانتی ہندوؤں نے بھی اسلام کے وشے میں کچھ غلط دھارنائیں [11] بنا لی ہیں، اور ''رنگیلا رسول'' کے ڈھنگ کی پستکیں پڑھنے سے یہ غلط دھارنائیں اور بھی پتھر کی لکیر ہو گئی ہیں۔ ان سبھی متھیا دھارناؤں کا پنڈت جی نے اتنے پربھاؤتپادک [12] شبدوں میں نراکرن [13] کیا ہے کہ بہتوں کے ہردے سے وے دھارنائیں نکل گئی ہوں گی۔ یہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اسلام دھرم تلوار کے زور سے پھیلا اور یہ کہ حضرت محمدؐ نے اپنے سمپردائے کو آگیا دی ہے کہ کافروں کو قتل کرنا ہی

---

1 یوم پیدائش 2 موقع 3 حاصل 4 صدارتی خطبہ 5 تقریر 6 علمیت 7 تہذیب 8 احترام 9 شیدا 10 ناشناسا 11 تصورات 12 متاثر کن 13 تردید

سورگ کی کنجی ہے، پر پنڈت جی نے بتایا کہ یہ باتیں کتنی غلط اور دویش پیدا کرنے والی ہیں۔ حضرت محمدؐ نے کبھی کسی پر حملہ نہیں کیا۔ ان کے جیون میں ایسی ایک بھی مثال نہیں ملتی کہ انھوں نے پرچار کے لیے یا وجے کے لیے کسی پر فوج کشی کی ہو۔ جب بھی کبھی انھوں نے تلوار اٹھائی تو شترووں سے اپنی رکشا کے لیے اور وہ بھی اس حالت میں جب اور کسی طرح شترو اپنے انیائے سے باز نہیں آیا۔ قتل کرنے کی جگہ انھوں نے سدبوشا[1] کی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شما ان کے جیون کا مکھیہ تتو تھا۔ مکّے والوں کے ظلم سے تنگ آکر وہ مدینہ چلے گئے تھے۔ جب تیرہ ورش بعد انھوں نے مکّہ پر پھر وجے پائی تو سارا مکّہ بھے سے کانپ رہا تھا کہ نہ جانے کتنی بڑی آفت آنے والی ہے پر حضرت نے سب کو شما کر دیا حالانکہ وے چاہتے تو مکّہ میں قتلِ عام کرا سکتے تھے۔ یہودیوں، عیسائیوں سبھی کے ساتھ ان کا یہی ویوہار رہا۔ وے برابر یہی کہا کرتے تھے کہ میں خدا کی طرف سے اس کی دیا اور پریم کا پیغام لے کر آیا ہوں، قتل کرنے نہیں، یہی شبد حضرت عیسیٰ نے بھی کہے تھے۔ مگر ایسے دیا اور شما کی مورتی پر لوگوں نے کس بری طرح کالما[2] پوتنے کی چیشٹا کی ہے۔ دویش پھیلانے والے یہاں تک کہتے ہیں کہ حضرت محمدؐ بڑے ولاسی[3] تھے، حالانکہ ستیہ یہ ہے کہ ان کا جیون بچی سادھنا اور تپ کا جیون تھا۔ ان کے جیون کال میں ہی اسلام نے ویبھو[4] پراپت کر لیا تھا اور حضرت جتنا بھوگ ولاس چاہتے کر سکتے تھے، پر انھوں نے پرجا کے دھن کو ہمیشہ اپنے پریوار کے لیے تیاجیہ سمجھا۔ وہ اپنے ہاتھوں اپنے کپڑے سیتے تھے، اپنے جوتے گانٹھتے تھے اور کبھی کبھی ابھاو کے کارن یہاں تک نوبت آجاتی تھی کہ آپ کو پیٹ سے پتھر باندھ لینا پڑتا تھا، جس سے کُھدھا[5] کے کارن پیٹ میں درد نہ ہونے لگے۔ اس سمبندھ میں حضرت محمدؐ کی گیارہ استریوں کا ذکر کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت کتنے ولاسی تھے۔ اور بھولے بھالے ہندو اگیان کے کارن ان لوگوں کے بھلاوے میں آکر جن کی روٹیاں سامپردائک ویمنسیہ پر چلتی ہیں، اسی مہان انرتھ کو ستیہ مان لیتے ہیں۔ پچیس ورش کی اوستھا تک حضرت اوواہت رہے، حالانکہ اس سے آپ ویاپار میں کشل[6] ہو چکے تھے اور کسی سندری کے ساتھ وواہ کر سکتے تھے۔ پچیس ورش کی اوستھا میں آپ نے خدیجہ سے وواہ کیا جن کے وہ سیوک[7] تھے۔ حضرت

---

1 درگزر 2 سیاہی 3 عیش پرست 4 شان وعروج 5 بھوک 6 ماہر 7 خادم

خدیجہ کی عمر اس وقت پینتالیس ورش کی تھی اور وہ ودھوا تھیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت نے خدیجہ سے کیول دھن کے لوبھ [1] سے وواہ کیا، تو یہ سراسر انیائے ہے۔ دھن کا لوبھ کیول دھن کے لیے نہیں، اس سے بھوگ کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ یدی حضرت خدیجہ کے دھن سے حضرت محمدؐ کو بھوگ کی اچھا ہوتی، تو وہ سال دو سال بعد ہی نئی نئی شادیاں کرنے لگتے مگر حضرت نے پچیس ورش تک خدیجہ کے ساتھ پتنی ورت کا پورن روپ سے پالن کیا۔ پچاس ورش کی اوستھا کے بعد ہی ان کی دوسری شادیاں ہوئیں۔ ایسے مہاتیاگی کے وشے میں جس نے پچیس ورش کی اوستھا میں پینتالیس ورش کی ادھیڑ استری سے وواہ کیا اور پچیس ورش تک اس کے ساتھ سچے پتنی ورت [2] کا پالن کیا، انیائے اور دھارمک دویش [3] کی پراکاشٹھا ہے۔ پچاس ورش کی اوستھا کے بعد اودشیہ حضرت نے کئی شادیاں کیں، پر ہر ایک شادی کسی نہ کسی دھارمک یا سماجک یا راجنیتک کرتویہ [4] کے ادھین [5] ہوئی۔ اس سے جب دو قبیلوں میں جھگڑا ہو جاتا تھا، تو سندھی کے سے جیتے ہوئے دل کو ہارے ہوئے دل کی کنیا سے وواہ کر کے سندھی [6] کی مضبوطی کا وشواس دلانا پڑتا تھا۔ جیتا ہوا ویکتی یدی وواہ سے انکار کرے، تو ہارنے والے کو اس کی نیت کی صفائی پر وشواس ہی نہیں آتا تھا۔ ایک مہلا کے وشے میں یہی بات ہوئی۔ جب ہارے ہوئے دل نے اپنی کنیا سے وواہ کا پرستاو رکھا، تو حضرت نے اپنے صحابہ میں ہر ایک سے اس کنیا کے ساتھ وواہ کرنے کا آگرہ کیا، پر جب کنیا کے کروپ [7] ہونے کے کارن کوئی راضی نہ ہوا، تو مجبور ہو کر حضرت نے اس کنیا کو خود اپنا محل بنالیا۔ کیا یہ بھوگ لپسا [8] ہے؟ یہ اس زمانے کی ایک پرتھا [9] کا پالن ہے اور کچھ نہیں۔

ذرا ان کٹھنائیوں کا انومان کیجیے، جن کے اندر حضرت کو اپنے جیون کا مہان اودیشیہ پورا کرنا پڑا۔ قریش عربوں کا ایک شکتی شالی قبیلہ تھا، پر عرب میں جو سماجک برائیاں موجود تھیں وہ سب اس قبیلے میں بھی تھیں جہاں بات بات پر خون کی ندی بہہ جاتی تھی، جہاں لڑکیاں جنم کے سے ہی مار ڈالی جاتی تھیں، جہاں مورتیوں کے سامنے منشیہ تک کا بلیدان [10] ہوتا تھا، جہاں شراب پانی کی طرح پی جاتی تھی، جہاں ہر گھر کا الگ دیوتا تھا اور جب دو خاندانوں میں لڑائی

---

1 لالچ 2 ازدواجی زندگی 3 مذہب دشمنی 4 فرض 5 زیر نظر 6 مصالحت 7 بدصورت 8 عیاشی 9 چلن 10 قربانی

ہوتی تھی، تو جیتنے والا دل ہارنے والے کے دیوتاؤں کو بھی اٹھا لے جاتا تھا اور اسے توڑ پھوڑ ڈالتا تھا، ہارنے والے دل کے لوگ غلام بنا کر بیچ دیے جاتے تھے اور ان کی استریاں جیتنے والوں کے لوٹ کا مال سمجھی جاتی تھیں' ایسی سماجک پرستھتیوں[1] میں حضرت کا جنم ہوا۔ راجنیتک دَشا یہ تھی کہ عرب کے ایک طرف ایران کا ادھکار تھا، دوسری طرف روُس کے عیسائی بادشاہ کا اور تیسری طرف حبش کے عیسائی بادشاہ کا، کیول بیچ کا بھاگ سوادھین[2] تھا۔ اور اس سوادھین بھاگ کی وہ دشا تھی، جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ ایسی پرتی کول پرستھتیوں میں ستیہ کا پرچار کرنا اور انت کو اسی جھکڑ جاتی سے ایک بلشالی دھرم سنگھیا اور سامراجیہ کا نرمان کرنا کیا کوئی سادھارن کام تھا؟ اور کیا یہ کام کسی ولاسی، اَرتھ لولپ[3] منشیہ دوارا ہو سکتا تھا؟ مہان کام مہان پروشوں دوارا ہی ہوتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے ویکتی تو چھوٹے چھوٹے کام ہی کر سکتے ہیں۔

یہ بھی دھیان رکھنے کی بات ہے کہ حضرت محمدؐ نے کہیں بھی نئے دھرم کے پریورتن[4] کا دعوٰی نہیں کیا۔ انھوں نے بار بار کہا ہے کہ میں پراچین نبیوں کے دھرم کو ہی پُنر جیوت کرنے آیا ہوں۔ انھوں نے بار بار کہا ہے کہ ہر ایک دھرم کا سمّان کرو، کیونکہ سب دھرموں کی تہہ میں کیول ایک سچائی ہے۔ کسی دھرم کی انھوں نے نندا[5] نہیں کی۔ جب حضرت ایک راجیہ کے ادھکاری ہو گئے اور وہ تلوار کے زور سے جنتا کو مسلمان بنا سکتے تھے، تب بھی انھوں نے ہر ایک دھرم کو اپنے متانوسار[6] اپاسنا[7] کرنے کی سوادھینتا دے دی تھی۔ یہاں تک کہ مورتی پوجکوں پر بھی کوئی بندھن نہ تھا اور ہر ایک دھرم کے پوتر استھانوں کی رکشا کرنا مسلم سرکار اپنا کرتویہ سمجھتی تھی۔

یہ ہے اس رشی کی جیون کتھا، جس کے نام پر آج آدھی دنیا سر جھکاتی ہے اس کے تیاگ کی کتھا ادبھت ہے، جو ایک راجیہ کا سوامی تھا' وہ کھجور کی چٹائی پر سوتا تھا۔ ایک بار ان کی پیٹھ پر بورئے کا نشان دیکھ کر کسی نے آگیا مانگی کہ وہاں ایک گدّا بچھا دیا جائے۔ حضرت نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں آرام کرنے کے لیے پیدا نہیں ہوا ہوں۔ سنچے[8] کا یہ حال تھا انتم سنسکار[9] کے سے حضرت کی زرہ پونے دو من جَو پر گروی رکھی گئی تھی۔ جس پرش کا سارا جیون اس طرح کی تپسیا میں گزرا ہو اور جس نے سامرتھیہ ہونے پر بھی اس تپسیا میں انتر نہ پڑنے دیا ہو، اس کے پرتی

---

1 حالات 2 خود اختیار 3 دولت کا خواہاں 4 ایجاد 5 مذمت 6 اعتقاد کے مطابق 7 عبادت 8 دولت جمع کرنا 9 کفن دفن

ہمیں شردھا [1] اور پریم [2] ہونا چاہیے۔ کتنے کھید کی بات ہے کہ ایسے مہاپرش پر جھوٹے آکشیپ [3] لگا کر ہم دویش [4] بڑھاتے ہیں

یہ ہے اس ویاکھیان [5] کا سارانش جو پنڈت سندر لال جی نے اس دن اس اسلامی پلیٹ فارم سے دیا۔ ہمارا خیال ہے کہ ایسے سمیلنوں اور جلسوں سے، جس میں ہمارے پوجیوں [6] کے وشے میں آدر اور پریم کے بھاو پردرشت کیے جائیں، اس سے دونوں جاتیوں میں پریم اور سہشوتا [7] کی اسپرٹ پیدا ہوسکتی ہے اور اس کا یہی ایک مارگ ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے اسی دھرم کے دویش کو مٹانا سب سے بڑا کام ہے۔

17/ جولائی 1932

---

1 احترام 2 محبت 3 الزامات 4 نفرت 5 تقریر 6 قابل پرستش لوگ 7 آپسی محبت

اسلام کا وِش ورِکش [1]

ابھی حال میں اس نام کی ایک پستک ساہتیہ منڈل دہلی نے پرکاشت [2] کی ہے۔ اس کے لیکھک ہیں شری چتر سین شاستری۔ شاستری جی یشسوی لیکھک [3] ہیں، ان کی شیلی [4] میں اوج ہے، آکرشن [5] ہے، تیج ہے پر کبھی کبھی دربھاگیہ وش [6] وہ ان گنوں [7] کا درپیوگ [8] کیا کرتے ہیں۔ تھوڑے سے دھن اور تھوڑے سے یش [9] کے لوبھ سے ایسی رچنائیں [10] کر ڈالتے ہیں جن سے سنسنی کے ساتھ دیش میں سامپردائک دویش کو اتیجت کرنے کی منوورتی صاف جھلکتی ہے۔ ایسی زہریلی پستکیں [11] بکتی زیادہ ہیں، اس میں کوئی سندیہہ نہیں۔ مسلمانوں نے ہندوؤں پر جو اتیاچار کیے، اس کا وشد [12] اور ایکانگی [13] وستار دکھا کر سامپردائک منورتی والی ہندو جنتا میں مسلمانوں کے پرتی دویش بڑھایا جا سکتا ہے۔ یہ ایسا مشکل کام نہیں، لیکن کیا اس دویش کو بھڑکانا ایک یشسوی [14] اور ذمہ دار لیکھک کی مریادا کے انوکول ہے؟ دوش سبھی دھرموں میں نکالے جا سکتے ہیں۔ کیا ہندو دھرم دوشوں سے خالی ہے؟ اپنے اپنے سمے میں پربھتا [15] پا کر اتیاچار بھی سبھی جاتیوں نے کیے ہیں' لیکن ان گئی بیتی باتوں کو کینے کی طرح پالنا اور ان کا پرچار کر کے جنتا میں دویش پھیلانا' راشٹر کو سرووناش [16] کی اور لے جانا ہے۔ ''رنگیلا رسول'' کے ڈھنگ کی پستکوں سے دیش کا کیا کلیان ہو سکتا ہے؟ ''اسلام کا وش ورکش'' کے پرشٹھ تینتالیس پر قرآن میں لکھی ہوئی باتوں کے وشے میں کہا گیا ہے کہ قرآن کے انوسار۔

(1) خدا آدمی کو بہکاتا ہے۔

---

1 زہریلا درخت 2 شائع 3 نامور ادیب 4 اسلوب 5 کشش 6 بدقسمتی سے 7 خصوصیات 8 ناجائز استعمال 9 شہرت 10 تخلیقات 11 کتابیں 12 خالص 13 یک جہتی 14 مشہور 15 اقتدار 16 تباہی و بربادی

(2) خدا سب سے بڑا کپٹی ہے۔

(3) خدا نے پرتییک شہر میں پاپیوں[1] کے سردار چھوڑ رکھے ہیں تا کہ وہ لوگوں کو بہکاتے اور دھوکا دیتے ہیں۔

(4) خدا گھات میں لگا رہتا ہے۔

(5) بہشت میں شراب پینے کو مانس کھانے کو تھا ستھر حوریں اور لونڈے موج کرنے کو ملیں گے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ اس طرح کی لچر، بے بنیاد دھوکے میں ڈالنے والی باتوں کے پرچار کا اس کے سوا اور کیا اُدّیشیہ ہے کہ ہندوؤں میں اسلام اور مسلمانوں کے پرتی گھرنا[2] اور دویش پیدا کیا جائے۔ ایسی منوورتی والوں سے ایشور اس دیش کی رکشا کرے۔

اس کے آگے چل کر شاستری جی نے اردن ایلفنسٹن آدی یورپین لیکھکوں کی رچناؤں کے ادھرن[3] دے کر اس مت کا سرتھن[4] کرنے کی چیشٹا کی ہے کہ محمدؐ منشیہ جاتی کا بھیانک شترو تھا اور یہ کہ قرآن میں مورکھتا کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ یورپ کے اتہاس کاروں نے اسلام کو اس لیے کلنکت[5] کیا کہ وے یونان اور بلقان آدی دیشوں سے ترکوں کو نکالنا چاہتے تھے۔ اسلام کا پربھتو[6] اُن کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا۔ ان کے کتھن کو پرمان[7] مان کر یہاں نقل کرنا کسی طرح بھی استیہ نہیں کہا جا سکتا۔ ہم سوَیم سمپردایوں کے وکیل نہیں ہیں۔ دھارمک کٹّرتا سے بھومنڈل کو جتنی یاتنائیں[8] بھوگنی پڑی ہیں ان سے اتہاس کے پوتھے بھرے پڑے ہیں۔ اس لحاظ سے کیا عیسائی کیا بودھ کیا ہندو سبھی سمان ریتی سے اپرادھی[9] ہیں۔ ان میں سے کسی ایک دھرم کو چھانٹ لینا اور ساری برائیاں اسی میں دکھانا، اسوستھ[10] اور پکشپات پورن من کا پریچے دیتا ہے۔ یہ پستک اسلام کا اتہاس ہے۔ کسی جاتی یا دھرم کا اتہاس لکھنا برا نہیں، یدی نشپکش ہو کر پورے ادھیین اور کھوج سے ستیا ستیہ[11] پر پورا وچار کرنے اور ان کے ساتھ سوجنیہ کا پالن کرتے ہوئے لکھا جائے۔ اس پستک کا نام ہی بتلا رہا ہے کہ اس کی رچنا کس بھاو کی پریرنا سے ہوئی ہے اور پستک کے کوَر پر جو رنگین چتر دیا ہے، وہ

---

1 گنہ گاروں 2 نفرت 3 مثالیں 4 حمایت 5 داغدار 6 عظمت 7 ثبوت 8 اذیتیں 9 مجرم 10 غیر صحت مند 11 حقائق

تو لیکھک کے وشیلے منو بھاو 1 کی نگی تصویر ہے۔ یہ اسلام کا وِش وَرکش روپی من ہے۔ اس پستک میں اودھکانش انھیں انگریزی اتہاسوں سے نقل کیا گیا ہے، جن میں مسلمانوں کے پرتی کافی دویش اور ایرشیا کا بھاو بھرا ہوا ہے، جیسے ''برنیر'' اور منوچی آدی۔ وہی بادشاہوں کے محل کے اندر کی باتیں، مینا بازار کے کپول کلپت 2 قصے، اس پستک کے آدھار ہیں۔ نہ جانے کس پرمان سے پرشٹھ ایک سو تین پر لکھا گیا ہے کہ مغل بادشاہ سانپ پالتے تھے اور جس سردار سے انھیں شنکا ہوتی تھی، اسے سانپ سے ڈسوا دیتے تھے یا زہریلے کپڑے پہنا کر اس کی جیون لیلا سماپت کر دیتے تھے۔ ہم کہتے ہیں مان لو یہ ٹھیک بھی ہے' تو اس سے کیا؟ اس مدھیہ کال کی دھارمک کٹرتا یا ایکادھی پتیہ میں کیا نہیں ہوتا تھا؟ ہندو راجا بھی تو وش کنیائیں رکھتے تھے اور ان کے دوارا اپنے شتروؤں کو یمراج کے گھر بھیج دیتے تھے۔ آج ان باتوں پر آکشیپ 3 کرنے کا کیا ارتھ ہے؟

شری چترسین ہمارے متر ہیں۔ وہ ودوان 4 ہیں، منسوی 5 ہیں، ادار ہیں، ہم ان سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ ایسی جٹیل 6 اور دروہ 7 بھری رچنائیں 8 لکھ کر اپنی پرتبھا 9 کو اور ہندی بھاشا کو کلنکت 10 نہ کریں اور راشٹر میں جو دروہ اور دویش پہلے سے ہی پھیلا ہوا ہے' اس بارود میں آگ نہ لگا دیں۔

24/جولائی 1932

---

1 زہریلی نفسیات 2 خیالی 3 چھینٹاکشی 4 عالم 5 دلیر 6 پیچیدہ 7 بغاوت 8 تخلیقات 9 شہرت 10 داغدار

سنیکت پارلامینٹری کمیٹی کے سامنے بھائی پرمانند کا بیان

بھائی پرمانند نے جائنٹ پارلامینٹری کمیٹی کے سامنے جوزوردار بیان دیا اور سرکار کی سامپردائک نیتی کا جتنے اسپشٹھ[1] شبدوں میں پرتی واد[2] کیا' اس سے کسی بھی ہندو یا مسلمان راشٹر بھکت کو اسنتشٹھ[3] نہ ہونا چاہیے۔ جہاں دو ہی ملکھیہ جاتیاں ہیں، وہاں ایک کے ساتھ اگر ذرا بھی پکشپات کیا جاتا ہے، تو دوسری جاتی کو اس کی کسر پوری کرنی پڑتی ہے۔ سرجان سائمن اور فرنچائز کمیٹی اور مسٹر رامجے میکڈونالڈ بھی نے کھلے شبدوں میں سامپردائکتا کی نندا کی' پر یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ساری ویوستھا[4] سامپردائکتا کے آدھار پر کر ڈالی گئی۔ جو لوگ اپنے لیے پرتھک نرواچن نہ چاہتے تھے' انھیں بھی پرتھک نرواچن کا ادھکار دے دیا گیا۔ اس وقت تو سرکار جیسے سامپردائکتا کو کھوج کھوج کر پرسکرت[5] کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوؤں کا پچھتر فی صدی بہومت[6] بیالیس فی صدی کا الپ مت بنا ڈالا گیا۔ یہ راجنیتی کا سرومانیہ[7] سدھانت[8] ہے کہ کسی راشٹر کی ویوستھا ایسی نہ ہونی چاہیے کہ اس کا بہومت[9] الپ مت[10] کی اوستھا کو پہنچ جائے۔ اسی سدھانت پر پنجاب اور بنگال میں ہندوؤں کو الپ سنکھیا میں ہونے پر بھی وہ رعایت نہیں دی گئی، جو انیہ پرانتوں میں الپ سنکھیک مسلمانوں کو دی گئی، اس لیے کہ ان دونوں پرنتوں میں ہندوؤں کے ساتھ تھوڑی سی رعایت بھی مسلمانوں کو الپ مت کر دیتی تھی، پر ہندو پردھان پرانتوں میں مسلمانوں کو کچھ ادھک متادھکار دینے پر بھی ہندو بہومت میں بادھا

---

1 واضح الفاظ 2 ردعمل 3 ناراض 4 انتظام 5 انعامات سے نوازنا 6 اکثریت 7 مقبول عام 8 اصول 9 اکثریت 10 اقلیت

نہیں پڑتی تھی، لیکن فیڈرل اسمبلی میں اس سدھانت کا ذرا بھی سمان نہ کیا گیا اور ہندومت اتنے الپ مت میں کر دیا گیا کہ وہ بالکل پنگو [1] ہو گیا ہے۔ مسلمانوں کی جن سنکھیا کا بھارتیہ اوسط 1/5 سے کچھ ہی ادھک ہے۔ پر کانگریس نے انھیں تیس فی صدی جگہیں دینا سویکار کر لیا، حالانکہ وہ پرتھک نرواچن کو سویکار نہ کرتی تھی اور آج تک وہ سملت نرواچن کے سدھانت پر جمی ہوئی ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ بڑی بھاری وجہ تھی اور جب سرکار نے دیکھا کہ کانگریس مسلمانوں کو تیس فی صدی متادھکار دے کر ان کا سہیوگ [2] پراپت کر لینا چاہتی ہے، تو اس نے تیس کو بڑھا کر تینتیس فی صدی کر دیا۔ اس طرح اس نیلامی کی بولی میں مسلمانوں کا مولیہ [3] بڑھتا گیا۔ ہندوؤں نے راشٹریتا کے اونچے آدرش پر، ایک سملت اور سنگٹھت [4] بھارت دیکھنے کی اتکٹ ابھلاشا نے اس فیصلے کا بالکل وِرودھ نہ کیا۔ یہاں تک کہ پنڈت جواہر لال نہرو اور مہاتما گاندھی نے تو مسلمانوں کو سادا چیک دے دینے کی بات کہی تھی، لیکن اس وقت بھی ہندو یہ نہ سمجھتے تھے کہ وہ اتنے الپ مت میں رکھ دیے جائیں گے۔ شاید کچھ آشا بھی بنی ہوئی تھی کہ سرکار کانگریس سے کچھ سمجھوتہ کر لے گی اور سملت نرواچن کا سدھانت سویکار کر لیا جائے گا یا وِدھان میں کچھ ایسی شرطیں رکھ دی جائیں گی کہ دس یا بیس ورش بعد سوایت [5] ریتی سے پرتھک نرواچن کی جگہ سملت نرواچن کا برتاؤ ہونے لگے گا۔

لیکن اسی بیچ میں راجنیتی نے پلٹا کھایا اور اسہیوگ آندولن پھر جاری ہو گیا۔ سفید کاغذ نے پرتھک نرواچن کو استھائی مان کر ہندوؤں کو پچھتر فی صدی سے گراتے گراتے بیالیس فی صدی تک پہنچا دیا۔ اور اس انوپات کا ویوہار ڈھیرے ڈھیرے راجپدوں [6] میں پرویش [7] کرتا ہوا میونسپلٹیوں اور ضلع بورڈوں میں بھی اپنا آسن جما لینا چاہتا ہے۔ شاید کوئی مسلمان یہ برداشت نہ کرے گا کہ کھلے مقابلے کے امتحانوں میں پرتھم شرینی [8] کے مسلمانوں کو پیچھے ڈال کر دوسرے اور تیسرے درجے کے ہندوؤں کو جگہیں دی جائیں۔ لیکن واستو میں یہی ہو رہا ہے اور آئے دن ہندو امیدواروں کو اپنے ہندو ہونے کا تاوان [9] دینا پڑ رہا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ ہندوؤں کے پرتی سرکار کی جو وکر درشٹی ہے اس سے فائدہ اٹھا کر ویمنسیہ کو اور مضبوط کیا جا رہا

---

1 اپاہج 2 تعاون 3 قیمت 4 ترقی یافتہ 5 آزادانہ 6 شاہی منصوبوں 7 داخل 8 اوّل درجہ 9 ہرجانہ

ہے۔ اور ہمیں آشا ہے، مسلم نیتا اس نیتی کو ہندوؤں کو ان کے جائز حق سے ونچت 1 کرنے کے لیے کام میں نہ لائیں گے۔

ہم سمپرادایکتا کے سمرتھک نہیں ہیں ہمارا درڑھ وشواس 2 ہے کہ جیوں جیوں ہمارا راجنیتک وکاس ہوگا، سامپردایکتا مٹتی جائے گی اور آرتھک سمسیائیں اس کا استھان لیتی جائیں گی۔ تب دیش کا سنگٹھن راجنیتک اور ناگرک آدھاروں 3 پر ہونا نشچت 4 ہے۔ لیکن اس بیسویں صدی میں بھی ونش اور جاتی بھید مٹا نہیں ہے اور کسی دن بھی برسات میں سوکھی زمین سے نکل آنے والے مینڈکوں کی بھانتی گتی اور دھونی پراپت کر سکتا ہے۔ اتایو اس سامپردایک نیتی کو چھیچھڑے کھلا کھلا کر موٹا کرنے میں ہم منگل مئے 5 بھوشیہ 6 کا نرمان 7 نہیں کر رہے ہیں۔ اگر ہندو۔ مسلمانوں کو اسنتشٹ رکھ کر شاسن کو نہیں چلا سکتے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مسلمان بھی ہندوؤں کو اپرسن رکھ کر اور ان کے آتما بھمان کو دلت کر کے شاسن 8 نہیں چلا سکتے۔ دس پانچ اچھی اچھی جگہیں پا جانے سے کسی جاتی کا ادھار 9 نہیں ہو جاتا، لیکن جب یہ جگہ ایک انگ سے چھین کر دوسرے انگ کو دے دی جاتی ہے تو اس سے سمپورن جاتی میں اسنتوش اور ودروہ 10 اور ایرشیا پھیلتی ہے وہ بڑی بھیانک ہوتی ہے۔ دربھاگیہ سے جیسے مسلمانوں کی بڑی سنکھیا اپنا مسلمان ہونا نہیں بھول سکتی' اسی بھانتی ہندوؤں میں بھی ایسے آدمیوں کی کمی نہیں ہے جنھیں اپنا ہندو پن اتنا ہی پیارا ہے۔ ہندوؤں نے ابھی تک کانگریس کے پربھاو سے سامپردایک نیتاؤں کی باتیں نہیں سنی ہیں' لیکن جب یہ سامپردایک نیتا اکاٹیہ دلیلوں سے اور پرمانوں 11 سے ہندو جنتا کو یہ دکھاتا ہے کہ تمھارے سوارتھوں کا خون کیا جا رہا ہے' تو راشٹریہ وچار والے بھی ان کی باتیں سننے اور ان پر وچار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ہم بھائی جی کے ان شبدوں کو دوہرانا چاہتے ہیں کہ "سرکار نے بھارت میں سامپردایکتا کا بیج بو دیا ہے اور کسی دن اس ورکش کا پھل بھارت اور بھارتیہ سرکار دونوں ہی کے لیے گھاتک 12 ہوگا۔"

4 ستمبر 1933

---

1 محروم 2 مضبوط اعتقاد 3 عوامی بنیادوں 4 طے 5 خوشحال 6 مستقبل 7 تعمیر 8 حکومت 9 بھلا 10 بغاوت 11 ثبوت 12 نقصان دہ

قرآن میں دھارمک ایکیہ کا تتّو

ان سامپردائک انماد[1] کے دنوں میں دھارمک لڑائیاں کیول دھرم گرنتھوں کا ٹھیک ٹھیک ارتھ نہ سمجھنے کے کارن بُھدا[2] ہو جایا کرتی ہیں۔ اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے ہی دھرم گرنتھوں[3] کے ارتھ کا انرتھ کر ڈالتے ہیں۔ گیتا پر پچاسوں ہی ٹیکائیں[4] چھپی ہیں۔ سکھوں میں کچھ نہ کچھ مت بھید[5] ہے۔ اسی طرح قرآن کی بھی کتنی ہی تفسیریں موجود ہیں۔ سرسید احمد نے جب قرآن کی تفسیر کی تب مولویوں کے کٹر سمودائے میں بڑی ہل چل مچی اور سرسیّد کو کافر کہا گیا۔ مولوی اور پنڈت سامپردائک واتاورن میں رہنے کے کارن کچھ تنگ خیال ہو جاتے ہیں اور دھرم کے واہیہ لکشنوں[6] اور گون باتوں کو تاتوک پرشنوں سے بڑھا دیتے ہیں۔ ایک کٹر پنڈت کی درشٹی میں ٹھاکر جی کو پراتہ کال جل چڑھانا یا گنگا اسنان کرنا کسی بیمار کو اسپتال پہنچا دینے سے کہیں ادھک مہتو کی بات ہے۔ اسی طرح مولویوں کی نگاہ میں بھی روزہ اور نماز آدمیوں کی خدمت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج سمپردایوں میں آپس میں گھور سنگرام[7] چھڑا ہوا ہے جو اکثر دنگوں[8] کے روپ میں پرکٹ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وَاستو میں دھارمک تتو سبھی دھرموں میں ایک ہے۔ قرآن پر طرح طرح کے اکشیپ[9] کیے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے، اس میں غیر مسلموں کو قتل کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس کے پرمان میں آیتیں پیش کی جاتی ہیں۔ مگر جب کوئی ودوان[10] شدھ بھاو[11] سے سامپردائکتا سے اونچا اٹھ کر انھیں آیتوں کا ودیچن[12] کرتا ہے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم کتنی غلطی پر تھے۔ اسی طرح کی ایک تفسیر مولانا ابوالکلام آزاد نے کی تھی۔ مولانا آزاد کس کوٹی کے ودوان ہیں، یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ سمست سنسار کے مسلمان

---

1 فرقہ پرستانہ نشہ 2 زیادہ تر 3 مذہبی صحیفوں 4 تفسیریں 5 اختلاف رائے 6 بیرونی خصوصیات 7 جنگِ عظیم 8 فساد 9 الزامات 10 عالم 11 پاک جذبہ 12 مطلب بیان کرنا

ان کی وِدوتا [1] کے قائل ہیں اور لاکھوں ہی انھیں اپنا پیر مانتے ہیں۔ اسی تفسیر کے ایک انش کا انوواد [2] ہندی میں ہوا ہے، جسے مہامنا بابو راجیندر پرساد جی نے اپنی نگرانی میں پرکاشت کرایا ہے۔ اس انوواد کو پڑھ کر ہمارا جو سَرو دھرموں کی ایکتا کا پرانا وشواس تھا وہ پکا ہو گیا۔ اس پرچھید [3] کا ایک انش ہم یہاں نقل کرتے ہیں جس سے پرکٹ ہو جائے گا کہ قرآن پر کیے اُکشیپ کتنے بھرم پورن ہیں۔

''یہ مہان تتو قرآن کے سندیش کی سب سے پہلی بنیاد ہے۔ قرآن جو کچھ بتلانا اور سکھلانا چاہتا ہے۔ سب اسی پر اولمبت [4] ہے۔ اگر اس تتو سے نظر پھیر لی جائے تو قرآن کے سندیش کا سارا ڈھانچہ چھن بھن ہو جاتا ہے، پرنتو سنسار کے اتہاس کی آشچریہ جنک پرگتی میں یہ بھی ایک وچتر گھٹنا [5] ہے کہ قرآن نے تتو پر جتنا ادھک زور دیا تھا' اتنی ہی سنسار [6] کی درشٹی اس سے پھری رہی۔ یہاں تک کہ آج قران کی کوئی بھی بات سنسار کی درشٹی سے اس درجے چھپی ہوئی نہیں ہے جتنا یہ مہان تتو۔ یدی کوئی ویکتی ہر پرکار کے باہری پربھاو سے الگ ہو کر قرآن کو پڑھے اور اس کے پرشٹھوں [7] میں استھان استھان پر اس مہان تتو کے اکاٹیہ اور اسپشٹھ اعلان دیکھے اور پھر سنسار کی اُور درشٹی ڈالے، جس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ قرآن بھی انیہ دھارمک سمپردایوں کی طرح ایک سمپردائے ماتر ہے تو وہ اُوشیہ حیران ہو کر پکار اٹھے گا کہ یا تو میری نگاہ مجھے دھوکھا دے رہی ہے یا سنسار سدا بنا آنکھیں کھولے ہی اپنے فیصلے دے دیا کرتا ہے۔''

اس بھومکا کے بعد قرآن کی وہیں آیتیں اور انوواد دیے گئے ہیں جن سے اس کَتھن [8] کی پُشٹی [9] ہوتی ہے۔ پوجیہ بابو بھگوان داس جی نے بھی سب دھرموں کی ایکتا سِدھ کر دی ہے، پر اگیان [10] کا ایسا آتنک [11] چھایا ہوا ہے کہ سمپردائے بھکت جن ان گرنتھوں کو پڑھنے کا کشٹ [12] نہیں اٹھاتے اور سوادھیائے [13] تتھا وچار۔ وِنے [14] سے جو مانسک وکاس [15] ہوتا ہے اس سے ونچت رہتے ہیں۔

نیچے ہم کیول ایک آیت کا ترجمہ دیتے ہیں جس سے اس شنکا [16] کا پورن روپ سے

---

1 علمیت 2 ترجمہ 3 حصے 4 مبنی 5 حیرت ناک حادثہ 6 دنیا 7 صفحات 8 قول 9 توثیق 10 جہالت 11 خوف 12 تکلیف 13 مطالعہ 14 غور و فکر 15 ذہنی ترقی 16 شک

سمادھان[1] ہو جاتا ہے کہ اسلام انیہ مت والوں کے قتل کی تعلیم دیتا ہے۔

''پھر اگر یہ لوگ تم سے اس بارے میں جھگڑا کریں تو اے پیغمبر تم ان سے کہو کہ میری اور میرے انیائیوں[2] کی راہ تو ایشور کے آگے بندگی میں سر جھکا دینا ہے اور ہم نے سر جھکا دیا ہے۔ پھر دھرم گرنتھ والوں سے اور اشکشت لوگوں سے پوچھو کہ تم بھی پرماتما کے آگے جھکتے ہو کہ نہیں۔ اگر وے جھک گئے تو (سارا جھگڑا ختم ہو گیا اور) انھوں نے راہ پالی۔ اگر وے مُنہ موڑیں تو پھر جن لوگوں کو ایشور بھکتی کی ایسی اسپشٹ باتوں سے بھی انکار ہے' ان کے ساتھ واد وِواد[3] اور کَلَہہ[4] کرنے سے کیا لابھ؟ تمھارے ذمہ جو کچھ ہے وہ یہی ہے کہ ستیہ کا سندیش[5] پہنچا دو۔ باقی سب کچھ پرماتما پر چھوڑ دو۔ پرماتما سے بندوں کا حال چھپا نہیں ہے۔''

11/ستمبر 1933

(۱) حل 2 معتقد دین 3 بحث و مباحثہ 4 دل برائی 5 پیغام

بھائی پرمانند جی کا بھاشن

بھائی پرمانند جی نے ہند: سبھا کے ادھویشن میں اپنے صدارتی بھاشن میں جہاں اور بہت سی باتیں کہیں وہیں جنتا سے اپیل کی کہ وہ راشٹر وادی پتروں کا بہشکار[1] کرے تاکہ ان سر پھروں کو ہوش آ جائے۔ بڑی اچھی اور کارگر صلاح ہے اور بھائی جی ہی کے دماغ سے ایسی صلاح نکل سکتی تھی۔ سرکار بھی تو یہی کرتی ہے۔ وہ اخبار والوں پر کوئی مقدمہ چلانے کا سر درد نہیں لینا چاہتی۔ بس سیدھا سا نسخہ ہے ضمانت۔ جس پتر سے ایک بار ضمانت مانگی گئی، اس کے ہوش حواس ٹھکانے آ جاتے ہیں اور راشٹریتا کی جو تھوڑی سی گرمی دماغ پر چڑھی ہوتی ہے، وہ ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ بھائی جی کی صلاح کے انوسار[2] اگر گاہک ایسے راشٹر وادی پتروں کا پڑھنا ہی بند کر دیں گے، تو ان کا جیوں ہی سماپت ہو جائے گا۔ پھر دیش میں جتنے پتر رہ جائیں گے وہ بھائی جی کے اشاروں پر چلیں گے۔ تب دیکھیے کیسی بہار ہوتی ہے۔ اور اخباروں میں کیسی کیسی سنسنی دار خبریں چھپتی ہیں۔ کچھ ایسا کرم[3] ہو گیا ہے کہ جب راشٹر واد دبتا ہے تو بھید بھاو اٹھتا ہے اور باری باری سے دونوں اوستھائیں اپنا بھوگ بھوگتی ہیں۔ 1925 سے 1927 تک بھید بھاو کا پردھانیہ رہا اور بھارت میں شاید ہی کوئی ایسا نگر یا قصبہ بچا ہوگا، جہاں ہندو مسلم دنگے نہ ہوئے ہوں۔ کانگریس کے کتنے ہی نیتا اور سیم سیوک ہندو سبھا میں داخل ہو گئے۔ 1929 میں راشٹر واد پھر اٹھا۔ بھید بھاو اتنے دنوں کونے میں دبکا پڑا رہا۔ اب راشٹر واد کا زور کم ہو چلا ہے، تو بھید بھاو کا اٹھنا لازم ہی تھا۔ ہم بھائی جی کو الزام نہیں دیتے۔ نہ ہم شفاعت احمد خاں اور مولانا شفیع داؤدی کو ہی الزام دیتے ہیں۔ راشٹر واد کو تو ان دونوں دلوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانا ہے۔ دیکھیے وہ سے کب آتا ہے؟ اگر وہ آدرش ہی رہ جائے تو بھی ایک اونچا آدرش ہے، جس کے لیے

---

1 بائیکاٹ 2 مطابق 3 سلسلہ

جیا اور مرا جا سکتا ہے۔ راشٹر واد کا بھاوی پروگرام اسی بھید بھاو کو مٹانا ہے۔ جب تک یہ بھاو نہیں مٹا نہ سوراجیہ ہوگا اور نہ ڈومینین اسٹیٹس اور نہ کچھ۔ بھائی پرمانند جی کی یہ نیتی کہ ہندوؤں کو انگریزوں سے میل کرکے مسلمانوں کو پراست 1 کرنا چاہیے' بچوں کی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ جاگا ہوا راشٹر کبھی اپنے کو غلامی کی دشا میں رکھنا برداشت نہیں کرسکتا۔ ہندوؤں کو یہ بجا شکایت ہے کہ ووٹوں کے بٹوارے میں ان کے بہومت کو اَلپ مت بنا دیا گیا۔ لیکن اس کا الزام راشٹر وادیوں پر نہیں انھیں بھید وادیوں 2 پر ہے، جو اپنے سودیشی بندھوؤں پر وشواس نہیں کرسکتے۔ جب تک ہم میں یہ ہندو پن اور مسلم پن رہے گا' تیسری شکتی کو اپنا پربھتو 3 جمائے رکھنے کے لیے کسی بات کی ضرورت نہیں' اس کے سوا کہ کبھی ہمیں خوش کردے اور کبھی اُسے۔ جس دن یہ منووِرتی مٹ جائے گی' اسی دن سوراجیہ آجائے گا۔ راشٹر واد چاہے اور کوئی اُپکار 4 نہ کر سکے، دیش میں خون کچر تو نہیں کراتا۔ کچھ ایسے لوگوں کو اکھتر 5 تو کرتا ہے جو راشٹر کو سمپردائے کے اوپر سمجھتے ہیں۔ وہی بنیاد ہے جس پر راشٹر کا بھون 6 کھڑا ہوگا۔ جب تک راشٹر کے بھن بھن انگ ایک دوسرے کے اَہت پر اپنا ہت نرمان کرتے رہیں گے راشٹر کا پتن ہوتا چلا جائے گا۔ بھائی جی کا یہ خیال کہ سوراجیہ کے لیے مسلمانوں کے سہوگ 7 کی ضرورت نہیں اور ہندو اسے کیول اپنے بل سے پراپت کرسکتے ہیں۔ گورو پورن 8 ہونے پر بھی یتھارتھ 9 کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتا۔ بے شک ہندوؤں نے مسلمانوں کی بادشاہی مٹا دی تھی؟ تو کیا مسلمانوں نے ہندوؤں کا راجیہ نہیں مٹا دیا تھا۔ پرانی عداوتوں کو پالتے رہنا سوستھ منووِرتی نہیں ہے اور اس کا پری نام 10 وہی ہوگا جو پھوٹ کا ہوتا ہے۔

30/ اکتوبر 1933

---

1 ہرانا 2 تفرقہ ڈالنے والے 3 اقتدار 4 احسان 5 بیخ 6 عمارت 7 معاونت 8 فخر 9 حقیقت 10 نتیجہ

ہندو سبھا کی ناراضگی

پنڈت جواہر لال نہرو نے کاشی میں ہندو سبھا پر جو آکشیپ [1] کیے تھے، اس نے سبھا میں بڑی ہلچل پیدا کر دی ہے۔ بھائی پرمانند جی سے لیکر ڈاکٹر گورانی تک ہر ایک اپنے بیان پرکاشت کرا کے اس آکشیپ کا پرتیواد کیا ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں۔ سمبھو [2] ہے پنڈت جی نے غلطی کی ہو اور ہندو سبھا سچائی پر ہو پر بھائی جی نے پنڈت جی کے ہندو نہ ہونے کا جو فتویٰ دیا ہے اس کے خلاف آواز اٹھانا ضروری ہے، کیونکہ وہ فتویٰ پنڈت جی کو ہی نہیں اس طرح کے وچار رکھنے والے سبھی سجنوں [3] کو ہندو دائرے کے باہر کر دیتا ہے۔ کیا ہندو آدرش یہی ہے کہ انیائی ہندو راجاؤں کی پرشنسا [4] کی جائے اور انھیں اپنی مسلم پرجا کو کچلنے میں سہایتا دی جائے؟ ہری جنوں کو جو دھکار دئے گئے ہیں، ان کا ورودھ کیا جائے؟ جو سرکار ہندوؤں کے ساتھ انیائے کر رہی ہے، اس کے تلوے سہلائے جائیں؟ مسلمانوں کی گھر بنت [5] سامپردائکتا کی آنکھیں بند کر کے نقل کی جائے؟ سود خوری سے کسانوں کی رکشا [6] کے لیے جو سرکاری نیم [7] بنائے جائیں، ان کا ورودھ [8] کیا جائے؟ اگر ہندو ہونے کا یہی ارتھ ہے، تو پنڈت جی ہی نہیں، ان کے ساتھ بہت سے لوگ ہندو دائرے سے باہر ہو جانے میں اپنا کلیان [9] سمجھیں گے۔

27 / نومبر 1933

---

1 الزامات عائد 2 ممکن 3 اشراف 4 تعریف 5 قابل نفرت 6 حفاظت 7 قوانین 8 مخالفت 9 بھلا

مسلم لیگ کا ادھیویشن [1]

ابھی بھائی پرمانند نے اجمیر میں ہندو سبھا کی اور سے جو کچھ کہا' وہی مسلم درشٹی کون [2] سے مسلم لیگ کے سبھاپتی [3] شری حافظ ہدایت حسین نے دلی میں فرمایا۔ دونوں مہانو بھاو راشٹریتا کے پکّے سر تھک ہیں، دونوں ہی برٹش سرکار کے قدموں سے چپٹے رہنا چاہتے ہیں' دونوں اپنے سوارتھوں [4] کی رکشا کے لیے سرکار کا منھ تاکتے ہیں۔ دونوں نوکریوں اور ممبریوں کی ویدی [5] پر راشٹریتا کو بلی دینا چاہتے ہیں۔ مگر فرق یہی ہے کہ جہاں مسلم لیگ اپنے ادویشیوں میں سپھل ہوتی چلی جا رہی ہے، ہندو سبھا کے لیے اندھکار ہی اندھکار ہے، کیونکہ مسلم لیگ کی نیتی [6] راجنیتک سدھانتوں [7] کے انکول [8] ہے، ہندو سبھا کی نیتی اس کے پرتکول [9] راجنیتا الپ سنکھیک [10] سمدائے کو پروتساہن [11] دے کر بہو سنکھیک [12] سمدائے کو دبائے رکھ سکتی ہے۔ اگر وہی پروتساہن وہ بہمت [13] کو بھی دینے لگے' تو بہمت اتنا شکتی شالی ہو جائے گا کہ وہ الپ مت [14] کے لیے ہی نہیں' راجنیتا کے لیے بھی بھاری ہو جائے گا۔ بہمت کو سہارا دے کر کوئی بھی سرکار سمان پرستھتیوں میں اپنی جڑ کھودنا سویکار نہ کرے گی۔ راجنیتا کا استتو [15] ہی بہمت کو دبائے رکھنے میں ہے۔ اسے کسی طرح بھی شکتی سنچے [16] نہیں کرنے دے سکتی۔ مسلمان اگر شکتی شالی ہو کر سر اٹھانا بھی چاہیں تو سرکار ہندوؤں کی سہایتا سے انھیں بہت جلد قابو میں لا سکتی ہے۔ ہندو بہمت اگر شکتی شالی ہو جائے' تو مسلمانوں کی سہایتا سے بھی نہیں دبایا جا سکتا۔ آشچریہ [17] ہے کہ ہندو سبھا کے نیتا

---

1 اجلاس 2 نظریہ 3 میر مجلس 4 مفادات 5 سولی 6 طریقہ کار 7 سیاسی اصول 8 مطابق 9 مخالف 10 اقلیتی 11 حوصلہ افزائی 12 اکثریتی 13 کمزور افراد 14 قلیل الرائے 15 وجود 16 طاقت جمع 17 حیرت

اتنی موٹی سی راجنیتک نیتی نہیں سمجھتے۔ مسلمانوں کو تھوڑے سے ادھکار یا ووٹ زیادہ دے دینا ہندوؤں کو اسنتشٹ 1 کر کے ہی رہ جائے گا۔ ہندو بہُمت کے لیے تو سوراجیہ 2 ہو جائے گا اور پورن سوراجیہ۔ اس لیے ہندو سبھا کی چیخ پکار سے راجستا 3 اپنے زردشٹ مارگ 4 سے ہٹ جائے گی، یہ سمجھنا ہی راجنیتک گیان۔ شونیتا 5 کا پرچے دیتا ہے۔ اس کا اگر کوئی اُپائے ہے تو یہی کہ دیش کی راشٹریہ منوورتی کو پشٹ 6 کیا جائے اور ساپردائکتا اور اس کی پوشک شکتیوں کا سنگیت ہندو مسلم راشٹریتا سے سامنا کیا جائے۔ یہ وشواس کرنا کہ مسلمانوں میں راشٹروادیوں 7 کا بالکل اُبھاؤ 8 ہے، ستیہ سے منہ پھیرنا ہے۔ ہاں ایسے لوگ ان میں کم ہیں پر یہ کمی ہمیشہ نہ رہے گی۔ سرکار کے پاس مسلمانوں کو سنتشٹ 9 کرنے کے لیے جتنے سادھن ہیں، وہ تھوڑے دنوں میں سماپت ہو جائیں گے۔ وہی شکتیاں جو ہندو یودکوں میں کام کر رہی ہیں' مسلمانوں میں بھی زور پکڑیں گی۔ کوئی جاتی سدیو آشرت 10 بن کر نہیں رہ سکتی۔ شکشا کے ساتھ ان کا سوابھمان 11 بھی جاگرت 12 ہوگا اور وہ راشٹریتا کا مہتو سمجھے گی۔ اسی شکتی کے سنگٹھت ہو جانے پر ہمارے بھوشیہ کا دارومدار ہے۔ لیکن اگر ساپردائک شکتیاں یوں ہی زور پکڑتے رہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ بھارت انت کال 13 تک سوراجیہ 14 کا سوپن ہی دیکھتا رہے گا۔ یہ خیال کہ ہندو جاتی اپنے ہی بل سے سوراجیہ پراپت کر سکتی ہے، شیخ چلی کی سی بات ہے۔ شواجی اور رنجیت کا سمے اب نہیں ہے۔ آٹھ کروڑ مسلمان جن کی سنسار کی سب سے بڑی شکتی مدد کر رہی ہو' گیدڑ بھبکیوں سے نہیں پراست کیے جا سکتے۔ ہندو سبھا کی ورتمان نیتی دن دن مسلمانوں میں سندیہ اور روش بڑھاتی جائے گی۔ ان کی ساپردائک بھاوناؤں 15 کو درڑھ 16 کرتی جائے گی' جس کا ارتھ ہے کہ سرکار کی شکتی دن دن بڑھتی جائے گی اور بھارت ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے گا۔ اگر اس نیتی سے ہندو سبھا کو وہ سپھلتا ملنے کی کوئی سمبھاونا 17 ہوتی تو ایک بات تھی۔ مگر سرکار کے چرنوں پر سر جھکا کر وہ کچھ نہیں پا سکتی۔ ایک کی پیٹھ ٹھونک کر چار کے مقابلے میں کھڑا کیا جا سکتا ہے۔ چار کی پیٹھ ٹھونکنا تو ایک کا کچومر ہی نکال دے گا۔ اور تب کیا چاروں اس پیٹھ ٹھونکنے والے ہی پر نہ ٹوٹ پڑیں گے۔

---

1 ناخوش 2 خود اختیار ملک 3 ملکی نظام 4 معینہ راہ 5 جہالت 6 مضبوط 7 حب الوطنوں 8 کمی 9 خوش 10 منحصر
11 خودداری 12 بیدار 13 قیامت تک 14 خود مختار حکومت 15 فرقہ پرستانہ جذبات 16 مضبوط 17 امکان

حافظ جی نے اپنے بھاشن میں وہی پرانی باتیں دوہرادی ہیں۔ جو ہم لیگ کے پلیٹ فارم سے برابر سنتے آئے ہیں۔ وہی مانگیں ہیں، وہی وشیش ویوہار [1] کا سوال ہے، وہی ہندوؤں کے انیائے کا رونا ہے۔ مسلم جاتی کے لیے آپ ایسے پرتی بندھوں [2] کا ہونا لازمی سمجھتے ہیں' جن سے یہ اپنے ''پورو اتہاس' اپنی مریادا اور اپنی سنسکرتی'' کی رکشا کرسکیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ نے مسلمانوں کو یہ بھی سمجھایا کہ ''پرتی بندھ چاہے کتنے ہی درڑھ کیوں نہ ہوں، ان سے سہایتا نہیں مل سکتی' جب تک مسلمان سنگھٹت ہوکر اپنے پیروں کھڑا ہونا نہ سیکھیں گے۔'' مگر حافظ جی بھی رزرو ڈیبنک اور اٹھارہ پنیس کے انپات کے پرشن پر راشٹریہ دچار پرکٹ کرنے سے اپنے کو نہ روک سکے۔ یہاں سامپردائکتا کے لیے گنجائش ہی نہ تھی۔ سمھو [3] ہے بھوشیہ میں ایسی اور بھی باتیں نکل آئیں۔

ادھر ''پان اسلامزم'' کی کافی چرچا ہوئی تھی۔ خبر اڑی تھی کہ پاکستان کا نیا صوبہ یا نیا راج بنانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں، جس میں کشمیر، سندھ، پنجاب، سرحد اور افغانستان ملا لیے جائیں گے۔ اس چرچا کا اُدگم کہاں تھا' یہ کوئی نہ کہہ سکتا۔ شاید انگلینڈ میں اس طرح کا ہوا کھڑا کیا گیا، جو ہندو مسلم وررودھ [4] کو اور سجگ [5] کردے اور وہ اپنے ادیشیہ میں سپھل بھی ہوا۔ جوائنٹ کمیٹی میں بھی اس پر کافی چہل پہل رہی۔ حافظ جی نے اس وشے میں جو کچھ کہا ہے، اس سے آشا ہے بھے بھیت [6] ہونے والوں کو سنتوش [7] ہو جائے گا۔

''میں جانتا ہوں کہ پنجاب میں مسلم سوتوؤں کے وِرُدھ ''پان اسلامزم'' اور افغان حملے کا ہوا کھڑا کیا گیا ہے...... پر یہ میری سمجھ میں، وہم ہے۔ راجنیتک پان اسلامزم' جس کا ارتھ ہے کہ مسلمانوں کا ایک سنیکت راجیہ استھاپت کیا جائے، کبھی اتپن ہی نہیں ہوا۔ اس کا آدرش [8] یہی ہے کہ اسلام ابھی جاتیوں اور ورگوں کے سنیوگ کا آدھار ہے، جو بھوگولک بادھاؤں کو سویکار نہیں کرتا۔ اس کا آشے یہ کبھی نہیں رہا کہ مسلمان سدا مکہ کی اور منہ اور بھارت

---

1 مخصوص برتاؤ 2 بندشیں 3 ممکن 4 اختلاف 5 بیدار 6 خوفزدہ 7 اطمینان 8 معیاری تصور خیال

کی اور پیٹھ کیے رہتا ہے۔ یہ اسپشٹھ 1 سمجھ لینا چاہیے کہ بھارت کے مسلمانوں کا سوارتھ 2 بھارت کی ہی سمسیایوں 3 پر کیندرت 4 ہے، بھارت کے باہر کے پرشنوں پر نہیں۔ اور مسلمان بھی اسی طرح بھارتیہ راشٹر کا ایک انگ ہے جیسے کوئی انیہ جاتی۔ یہ بھوت کیول مسلمانوں کے پرتی یورپ اور امریکہ والوں میں بھے 5 اور دویش 6 اتپن کرنے کے لیے رچا گیا ہے۔''

بات یہ ہے کہ ہندو سبھا اور مسلم لیگ دونوں میں ایسے لوگ بھرے ہوئے ہیں، جو یا تو سرکاری نوکر یا پینشنر ہیں۔ ان کا مستشک 7 نوکریوں اور جگہوں کے سوا کچھ سوچ ہی نہیں سکتا۔ کسان اور مزدور کے لیے ان کے پاس کچھ نہیں ہے، کوئی نرمان کارک 8 اسکیم نہیں ہے، کوئی کریاتمک 9 ادھار کی نیتی نہیں ہے۔ انھیں نوکری چاہیے، جس کا مطلب یہی ہے کہ ودیشی راجیہ کے ساتھ مل کر غریبوں پر شاسن کرنا، ان کا سب سے بڑا آدرش ہے۔ ان جگہوں کی سنکھیا بھی برابر بڑھتی رہنی چاہیے ویتن 10 اور ترقیاں بھی برابر بڑھتی جائیں، چاہے ٹیکس اور لگان دینے والے خرچ کے بوجھ سے پس ہی کیوں نہ جائیں۔ حافظ جی نے بھی مسلمانوں کی سب سے بڑی مانگ یہی نوکری بتلائی۔ آپ فرماتے ہیں۔

''نوکری کیول روٹی کا پرشن نہیں ہے، یدیپی 11 یہ پرشن بھی اپیکشنیہ 12 نہیں ہے، بلکہ دیش اور جاتی کی سیوا اور پربھاو کا پرشن ہے۔ مسلمانوں میں بے کاری بڑھ رہی ہے اور میں فوج اور پولیس میں وشیشکر 13 ان کی سنکھیا 14 بڑھانے پر زور دیتا ہوں، جس کی مسلمانوں میں وشیش پرورتی 15 ہے۔''

فوج میں کیا اس لیے کہ ترقیاں جلد ملتی ہیں اور پولیس میں شاید اس لیے کہ وہاں آمدنی خوب ہوتی ہے۔ آگے چل کر حافظ جی فرماتے ہیں۔

''وہ اس لیے یہ پرم آوشیک 16 ہے کہ بھارتیہ، پرانتیہ اور سہایتا پراپت سبھی وبھاگوں کے ادھین جگہوں پر مسلمانوں کو وہاں کی ویوستھاپک 17 سبھاؤں میں مسلم ممبروں کی سنکھیا کے انوپات 18 سے جگہیں دی جائیں اور یہ انوپات رواج پر نہ چھوڑا جائے، بلکہ ویوستھا کا انگ بنا

---

1 واضح طور سے 2 غرض 3 مسائل 4 مرکوز 5 خوف 6 حسد 7 ذہن، دماغ 8 تعمیری 9 عملی 10 تنخواہ 11 حالانکہ 12 قابل اعتراض 13 خاص طور پر 14 تعداد 15 خاص رجحان 16 بے حد ضروری 17 انتظامی 18 ریشیو

دیا جائے۔ فوج اور پولیس میں ان کی سنکھیا اُدھک رہنی چاہیے۔ اسی انوپات سے مسلمان منسٹروں کی گنتی بھی قانون میں آجانی چاہیے۔''

اگر ہندو سبھا حافظ جی کے سامنے یہ پرستاو رکھے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں سے جتنا کر' لگان اور ٹیکس وصول ہو' اسی انوپات سے ہندو اور مسلم آدمی نوکر رکھے جائیں تو حافظ جی کیا جواب دیں گے؟

4/دسمبر 1933

ڈاکٹر اقبال کا جواب پنڈت جواہر لال کو

ڈاکٹر اقبال نے پنڈت جواہر لال نہرو کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ سر آغا خاں نے مہاتما گاندھی کو ہندو مسلم سمجھوتے کی جو شرط پیش کی تھی، ان پر میل کرنے کو مسلم جاتی آج بھی تیار ہے۔ اگر 1931 میں وہ شرطیں بھارت کی راشٹریتا کے انوکول[1] نہ سمجھی گئیں تو آج وہ کیونکر انوکول ہو سکتی ہیں۔ ہماری سامپردائک سنستھائیں[2] ہمیشہ تھوڑے سے پڑھے لکھے سماج کے ہت[3] کو ہی پردھان سمجھ کر چلتی ہیں۔ کسی بھی پرشن پر راشٹریہ درشٹی کون سے وچار کرنا، ان کے لیے اسہیہ[4] ہوتا ہے۔ سادھارن[5] ہندو یا مسلم جنتا کی اور ان میں سے کسی کا دھیان نہیں جاتا' جو آرتھک اور بھوتک بادھاؤں کا سمان روپ سے شکار ہو رہی ہے۔ جب تک نوکریوں اور ممبریوں کا یہ موہ بنا رہے گا' جب تک ویکتی گت سوارتھ[6] ہمارا پتھ پردرشک[7] بنا رہے گا اور اس کو ہم سامپردائکتا کی آڑ میں چھپائے رہیں گے، تب تک میل ہونا مشکل ہے۔ جب تک ہم اپنے اتہاس اور سنسکرتی اور ایسے ہی دوسرے ڈھکوسلوں[8] پر راشٹر کے واستوک[9] سدھانتوں[10] کو ہوم کرتے رہیں گے' اس وقت تک یوں ہی سنگھرش ہوتا رہے گا۔ اس کا اصلی فیصلہ تبھی ہوگا، جب جنتا خود اپنا بھلا برا سوچنے کے لائق ہوگی اور تھوڑے سے سوارتھ بھکت نیتاوں کے پیچھے آنکھیں بند کر کے چلنا چھوڑ دے گی۔ جب تک آرتی اور نماز اور گورکشا اور قربانی اور باجے کے مسئلوں پر جنتا میں اتیجنا پھیلانا اسمبھو نہ ہو جائے گا، اس وقت تک یہ میل جول کا مسئلہ حل نہ ہوگا۔ اور جب تک ایک تیسری پارٹی دونوں طرف کے پہلوانوں کو پچکارا دیتی رہے گی، تب تک سامپردائکتا اپنا کام کرتی جائے گی۔ ابھی بہت دن نہیں گزرے کہ افریقہ

---

1 مطابق حال 2 فرقہ پرست تنظیمیں 3 مفاد 4 ناقابل برداشت 5 عام 6 خود غرضی 7 رہنما 8 دکھاووں 9 حقیقی 10 اصولوں

میں انگریزوں اور بوأروں میں اتنا دویش تھا کہ دونوں میں خون کی ندی بہہ گئی، پر سوارجیہ ملتے ہی دونوں ایک ہو گئے۔ اسی طرح کناڈا میں بھی انگریز اور فرینچ جاتیوں میں خوب لڑائیاں ہوتی رہیں' لیکن اب سوراجیہ پا جانے پر ان میں کوئی مت بھید [1] نہیں نظر آتا۔ راشٹر پریمیوں [2] کے سامنے اس وقت سب سے ضروری کام یہی ہے کہ جنتا کے دل سے پاکھنڈ ،اندھوشواس اور نمائشی دھارمکتا کے بھاؤوں کو دور کیا جائے اور وہ اپنے سچے اور نقلی ہتیشیوں [3] کو پہچاننا سیکھیں۔

11/ دسمبر 1933

بھائی پرمانند کی سندیہہ درشٹی

بھائی پرمانند کو مسلمانوں میں کٹرتا اور دیش دروہ کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ جو کھلم کھلا پر تھکتا پریمی ہیں، ان کا تو آپ کو بھے نہیں، آپ کو راشٹر پریمی مسلمانوں اور جمیعت العلما سے وشیش بھے ہے، کیونکہ یہ لوگ دوست بن کر دغا دے رہے ہیں۔ آپ کے خیال میں سبھی مسلمانوں میں ملی بھگت ہے۔ دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں، کیول ہندوؤں کی آنکھ میں دھول جھونکنے کے لیے الگ الگ دل بن گئے ہیں۔ اس کا جواب اس کے سوا اور کیا ہے کہ جیسے آپ دوسروں کو دیکھتے ہیں، ویسے دوسرے بھی آپ کو دیکھتے ہیں اور ایسے مسلمان کم نہیں ہیں، جو کانگریس کو بھی ہندو سبھا کا ایک شگوفہ سمجھتے ہیں۔

1/ جنوری 1934

---

1 اختلاف الرائے 2 وطن پرستوں 3 محسنوں

سامپر دائک سمسّیا کا راشٹریہ سمنوے

پچھلے انک میں ہم نے ڈاکٹر سر محمد اقبال کے اس بیان کی چرچا کی تھی جس میں انھوں نے کہا تھا کہ مسلمان آج بھی ہندوؤں سے سمجھوتہ کرنے کو تیار ہیں اگر ہندو ان کی ساری شرطیں مان لیں اور ان کے ساتھ ہی آپ نے مہاتما گاندھی کی اس صلاح کو امانوشیہ[1] کہا تھا، جو انھوں نے ہریجنوں کو ہندو سماج سے پرتھک نہ کرنے کے وشے میں دی تھی اور ہندو مسلم سمجھوتہ نہ ہونے کا سارا الزام مہاتما گاندھی پر رکھ دیا تھا۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے اس بیان کے جواب میں اپنا بیان پرکاشت کرایا ہے جس میں آپ نے سامپر دائک سمسیا کے ہر ایک پہلو پر وچار کرنے کی چیشٹا کی ہے اور یہ سدھ کر دیا ہے کہ وہ وکھیات[2] چودہ پرشن جن کے آدھار پر ہی مسلمان ہندوؤں سے سمجھوتہ کرنے کو تیار ہیں اور تھے، کیول مٹھی بھر شکشت مسلمانوں سے ہی سمبندھ رکھتے ہیں۔ سادھارن مسلم جنتا کو ان سے کوئی لابھ نہیں۔ اور شکشت مسلمانوں میں بھی ایسے ویکتیوں کی کافی سنکھیا ہے جو ان چودہ پرشنوں کا سمرتھن نہیں کرتے، ارتھات سمّلت نرواچن کے سمرتھک ہیں۔ ایسی دشا میں کسی مسلم پارٹی کو مسلم جاتی کی اور سے بولنے کا ادھکار نہیں ہے۔ آج بھی مسلمانوں میں کئی سنستھائیں ہیں جو مسلم پرتی ندھی بننے کا دعویٰ کرتی ہیں اور ان کے دعوے کیول زبانی ہیں، ان میں سے کسی نے بھی مسلم جنتا کی طرف سے بولنے کا ادھکار نہیں پراپت کیا ہے۔ مسلم جنتا کیا چاہتی ہے، اس کے جاننے کا ایک ماتر یہی اپائے ہے کہ ویاپک سے ویاپک نرواچن دوارا مسلم مانگیں نردھارت[3] کی جائیں اور تب ہندو جاتی کو وہ نرنے[4] سویکار کرنا پڑے گا۔ اس کی کسی سدھانت سے بھی وہ اپیکشا نہیں کر سکتی۔ سمبھو ہے مسلم

---

1 غیر انسانی 2 مشہور 3 متعین 4 فیصلہ

جنتا ان چودہ باتوں ہی کو سویکار کر لے، کیونکہ جن مت کی باگ ڈور شکشت سموداۓ کے ہاتھوں میں رہتی ہیں، پر جب کبھی دلوں اور وچاروں کے نیتا مسلم جنتا کے سامنے آ آ کر اپنے درشٹی کون رکھیں گے، اس وقت جنتا خود اپنے لیے کوئی نہ کوئی مارگ چن لے گی۔ تب وہ سنیکت مسلم جاتی کی مانگ ہوگی اور ایسی کوئی شکتی نہیں ہے، جو اس کا انادر[1] کر سکے، لیکن ایسا پرستاو کسی مسلم سنستھا کی اور سے نہیں کیا گیا۔

بات یہ ہے کہ ابھی تک کانگریس کے سوا اور کسی راجنیتک سنستھا[2] نے جنتا کا سہیوگ پراپت کرنے کی چیشٹا نہیں کی۔ وے ادھیکار چاہتی ہیں، نوکریاں چاہتی ہیں اور ایسے سادھن چاہتی ہیں، جن سے وے جنتا کو اپنے سوارتھ کا یتر بنا سکیں۔ جن سادھارن کے ہت کا انھیں کبھی وچار ہی نہیں آتا۔

وے جانتی ہیں کہ جنتا کے سامنے جا کر انھیں جنتا کے ہت کے پرستاو کرنے پڑیں گے اور جن ہت[3] کا سمرتھن[4] کرنے میں بہت سمھو ہے کہ وے سرکار کے کرپا پاتر[5] نہ بنے رہ سکیں۔ یہی کارن ہے وے جنتا کے سامنے جاتے ڈرتی ہیں۔ اگر آج مسلم لیگ یا مسلم کانفرنس اپنے چودہ پرشنوں کو لے کر جنتا کے سامنے جائے تو کداچت[6] وہ انھیں ٹھکرا دے۔ گجرات یا تمل کی مسلم جنتا کو اردو لپی سے کیا پریم ہو سکتا ہے، سندھ بمبئی میں رہے یا پنجاب میں، سادھارن جنتا کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ اسے تو انھیں پرشنوں میں روچی[7] ہوگی، جو اس کی آرتھک سمسیاؤں کو حل کر سکیں، جن سے وہ جیون سنگرام میں سپھل ہو سکے۔

جو لوگ اپنی سنسکرتی[8] یا سبھیتا کی رکشا[9] کی دہائی دیا کرتے ہیں، انھیں پنڈت جواہر لال نے بڑے سارگربھت[10] شبدوں میں اتر دیا ہے، جو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

'' لیکن سنسکرتی کے اس بھید کا سامپردائک سمسیا سے کیا سمبندھ ہے؟ بھارت میں سانسکرتک[11] یا ونش گت[12] بھید موجود ہیں، لیکن ان بھیدوں کا سمپردایوں سے کوئی سمبندھ نہیں ہے۔ اگر کوئی آدمی کسی دوسرے مت میں چلا جائے، تو اس سے ونش گت یا جیو گت سنسکار نہیں بدل جاتے، نہ اس کا سانسکرتک آدھار ہی بدل جاتا ہے۔ سنسکرتی

---

1 بے عزتی 2 سیاسی تنظیم 3 انسانی مفاد 4 حمایت 5 وفادار 6 یقیناً 7 دلچسپی 8 تہذیب و تمدن 9 حفاظت 10 پرمعانی 11 ثقافتی 12 خاندانی

راشٹریہ وستو ہے، دھارمک نہیں۔ اورنی پرستھتیاں[1] انتر راشٹریہ[2] جاتی و بھاگ کا ہی وکاس کر رہی ہیں۔ پوروکال میں بھی بھن بھن سنسکرتیوں کا ایک دوسرے پر اثر پڑتا تھا' لیکن راشٹریہ پرنالی ہی پردھان رہتی تھی۔ بھارت' ایران' چین آدی پراچین دیشوں میں ایسا ہی ہوا ہے۔

''مسلم سنسکرتی کیا ہے؟ یہ سیمیٹک عربی سنسکرتی ہے یا آریہ۔ ایرانی سنسکرتی' یا دونوں کا سمشرن[3] ہے؟ عرب سنسکرتی کچھ دنوں کے اتھان کے بعد پیچھے پڑ گئی' لیکن اس کے اتھان کال میں بھی' ایرانی سنسکرتی کی اس پر چھاپ پڑ گئی تھی۔ بھارت پر اس کا بالکل پربھاو[4] نہ پڑا۔ ایرانی سنسکرتی اسلام کے پہلے کی ہے اور یہ اتہاس کا ایک وچارنیہ پرشن ہے کہ یہ ایرانی سنسکرتی ہزاروں ورشوں سے اپنا استتو[5] بنائے ہوئے ہے۔ آج بھی ایران اپنی سانسکرتک جاگرتی کے لیے پورو اسلام کال کی اُور آنکھیں اٹھا رہا ہے۔ نسندیہہ[6] اس ایرانی سنسکرتی کی بھارت پر چھاپ پڑی اور بھارت نے بھی اس پر اپنا رنگ جمایا، لیکن پھر بھی بھارت کی پراچین[7] سنسکرتی[8] بھارت میں پردھان[9] رہی اور باہر والوں پر اس کی چھاپ پڑ گئی۔

''آج بھارت میں مسلم اور ہندو جنتا میں کوئی ونشگت[10] یا سنسکرتک[11] بھید[12] نام کو بھی نہیں ہے۔ اونچے درجے کے مٹھی بھر مسلمان بھی جو اپنے کو دیش سے بالکل الگ سمجھتے ہیں' بھارت کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور کیول اوپر ہی اوپر ان پر ایران کا اثر پڑا ہے۔ کیا ان میں سے کوئی بھی ایران یا ترکی یا مصر یا عرب میں جا کر وہاں کی پرستھتیوں میں ادھک پرسن ہوگا؟''

یہاں پر پرشن ہو سکتا ہے کہ ''سنسکرتی'' کیا ہے؟ ہمارے اس خیال میں سنسکرتی کے دو روپ ہیں، ایک باہری جگت سے سمبندھ رکھنے والی، دوسری انتر جگت[13] سے۔ باہری سنسکرتی[14] کا سمبندھ بھاشا، پہناوا، شِشٹاچار، شادی ویوہار آدی سے ہے، آنترک سمبندھ[15] دھارمک اور آدھیاتمک وچاروں سے۔ اس کسوٹی پر مسلم سنسکرتی کو کسئے تو معلوم ہوگا کہ پرتیک پرانت میں ہندو اور مسلم جنتا کی بھاشا ایک ہے، پہناوا ایک

---

1 حالات 2 بین الاقوامی 3 امتزاج 4 اثر 5 وجود 6 بے شک 7 قدیم 8 تہذیب وثقافت 9 اوّل 10 خاندانی 11 تہذیبی 12 اختلاف 13 اندرونی دنیا 14 خارجی تہذیب 15 اندرونی تعلق

ہے، شادی بیاہ کی پڑی پاٹی [1] بھی ایک ہے۔ اودھ یا بندیل کھنڈ کے کسی مسلم یا ہندو کسان میں ایسا کوئی انتر نہ ملے گا، جو ایک کو دوسرے سے الگ کر سکے۔ اور آنترک وبھنتا تو اس سے بھی کم ہے۔ جیون کے وشے میں دونوں کا درشٹی کون ایک ہے، دونوں دھارمک ہیں، دونوں ہی بھاگیہ وادی [2] ہیں، دونوں ہی شانتی پر یہ [3] ہیں، دونوں ہی سنتوشی ہیں۔ دیہاتوں کے مسلمان بھی جات پات کے بندھنوں میں اسی طرح بندھے ہوئے ہیں جیسے ہندو۔ اچھائیاں اور برائیاں دونوں ہی میں سمان ہیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا، وہ کون سی مسلم سنسکرتی ہے، جس کو اتنا مہتو دیا جاتا ہے۔ دیہاتوں میں تو تیوہار اور ریتی رواج بھی ایک سے ہو گئے ہیں۔ مسلمان ہولی کھیلتے ہیں اور رام لیلا دیکھتے ہیں اور ہندو محرم میں تازیے رکھتے ہیں اور منوتیاں کرتے ہیں۔ ہاں ادھر کچھ دنوں سے دونوں اور سے مولوی اور پنڈت سامپردائک منوورتیوں [4] کو جگانے کی چیشٹا کر رہے ہیں۔ انت میں جواہر لال جی نے اپنے بیان میں کہا ہے۔

'' بہر حال ڈاکٹر سر محمد اقبال کو یہ معلوم ہو جانا چاہیے کہ اگر دونوں جاتیوں میں سے کوئی بھی چاہے وہ بڑی ہو یا چھوٹی سامراجیہ واد سے میل کرنا چاہتی ہے تو بھارت کی راشٹریتا اس کا نرنتر وِرودھ کرتی رہے گی۔''

18، دسمبر 1933

---

1 رسم 2 قسمت پر بھروسہ رکھنے والے 3 امن پسند 4 قلبی رجحان

مسلم چھاتروں سے

بمبئی مسلم اسٹوڈنٹ یونین میں بمبئی سرکار کے ارتھ منتری سر غلام حسین ہدایت اللہ نے جو بھاشن دیا اسے پڑھ کر ایسا کون سا راشٹر پریمی ہے جس کا دل آنند سے کھل نہ اٹھے گا۔ اس سمپر دائک ہو بلّے کے یگ میں وہ بھاشن دیا پک اندھکار میں ایک دیپک کے سمان ہے۔ مسلم نیتاؤں میں ایسے تھن انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، جو دیش کی سمسیاؤں پر راشٹر کی درشٹی سے دیکھتے ہوں۔ اپنے چھاتروں کو اُتم نربھرتا[1] کا مہتو درشاتے ہوئے یہ بہت ستیہ کہا کہ ''بات بات میں اپنے سموادائے کے لیے وشیش رعایتوں کی ہانک لگانا اپمان جنک ہے۔ ہمیں اپنے پیروں پر کھڑا ہونا سیکھنا چاہیے۔ ہمیں کیول اپنی یوگیتا[2] کے بل پر آگے بڑھنا چاہیے اور اسی طرح ہم اپنے سامپردائک کلنک کو دھو سکیں گے۔''

آگے چل کر آپ نے کہا۔

''ہمارا دھرم ہمیں ایکیہ[3] کی شکشا دیتا ہے، اپنے سمپردائے میں ہی نہیں، دوسروں کے ساتھ بھی۔ سچ تو یہ ہے کہ انھیں سامپردائک بھیدوں سے ہمارا پتن ہوا ہے۔ ہم سب برابر بانی اٹھا رہے ہیں۔ ہمیں اپنے ہی ہتوں کے وچار سے مل جانا چاہیے۔ ان بھیدوں کا کارن ہے اوشواس اور سندیہہ۔ ہم دوسروں کے درشٹی کون سے نہیں دیکھتے۔''

اس کے بعد آپ نے اپنے سہ دھرمیوں کی اس شنکا کا سامادھان کیا کہ ہندوان پر ادھکار جمانا چاہتے ہیں۔ آپ نے زور دے کر کہا کہ یہ شنکا نِستار[4] ہے' کیونکہ سنکھیا کے ہاتھوں میں شکتی نہیں ہوتی، بلکہ مستشک[5] کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔''

کاش مسلمانوں میں ایسے سم درشی سجنوں[6] کی سنکھیا اتنی کم نہ ہوتی۔

22 رجنوری 1934

---

1 خود کفالت 2 قابلیت 3 اتفاق 4 بے بنیاد 5 ذہانت 6 غیر جانب لوگ

کاشمیر میں پھر دنگا ہوا

پہلے دنگے کے بعد کاشمیر میں نیا ودھان[1] ہوا اور ہمارا خیال تھا کہ نئی ویوستھا[2] جنتا کی شکایتوں کو دور کرے گی اور وہاں سکھ اور شانتی کا راجیہ ہو جائے گا، لیکن ادھر جو سماچار آ رہے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جنتا اس ویوستھا سے بھی سنتشٹ[3] نہیں ہے۔ جب گھروں سے استریوں اور بالکوں کے جتھے نکلتے ہیں' تو یہ ماننا پڑے گا کہ جنتا کو وشیش کشٹ ہے، نہیں تو عورتیں میدان میں نہ آتیں۔ واستوک دشا کیا ہے اور کیوں جنتا نے یہ آندولن اٹھایا ہے اس پر ان سماچاروں سے کوئی پرکاش نہیں پڑتا۔ بس اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ جنتا نے پولس پر حملہ کیا اور پولس نے ان پر گولیاں چلائیں۔ گولیاں چلانا تو بہت آسان ہے، لیکن یہ سُشاسن نہیں ہے۔ سشاسن تو وہ ہے کہ جنتا سکھی اور سنتشٹ ہو۔ وہ سمے اب نہیں رہا کہ کیول کاغذی سدھاروں سے جنتا کو سنتشٹ کر دیا جائے۔ جنتا اختیار چاہتی ہے جس سے وہ اپنی تکلیفوں کو دور کر سکے۔

12 رفروری 1934

---

1 قانون 2 انتظام 3 مطمئن

سَر ودل سمّیلن کا وِرودھ

سَر ودل سمّیلن کو ہم نے پہلے بھی بے وقت کی شہنائی سمجھا تھا اور اب بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ سفید کاغذ کا سب سے آپتی جنک[1] بھاگ اس کی سامپر دائکتا ہے۔ اس پر سرودل سمّیلن کے سنچالک زبان نہیں کھولنا چاہتے۔ تو اب ایسی کون سی بات رہ گئی ہے جس پر بھارت کی سبھی پرمکھ راجنیتک سنستھاؤں نے اپنا مت نہ پرکٹ کردیا ہو۔ سرکار جو ویوستھا کر رہی ہے وہ یہ جان کر کر رہی ہے کہ اس سے بھارت والوں کو سنتوش نہ ہوگا۔ اسے مسلمانوں، زمین داروں اور سرکاری نوکروں کے سہیوگ سے بھارت کی راجنیتک پرگتی[2] کو روکنا ہے اور وہ ایسی کوئی ویوستھا سویکار نہیں کرسکتی جس سے اس کی شکتی رتی بھر بھی کم ہو۔ اس نے تو اس ویوستھا سے اپنے کو اور مضبوط بنانے کا پریتن[3] کرلیا ہے۔ راجنیتی کے اُچاریوں نے ایک سُور سے کہہ دیا ہے کہ یہ ویوستھا ورتمان ویوستھا[4] سے بھی گئی گزری ہے۔ ایسی دَشا میں سرودل سمّیلن کے پرستاو سرکار پر کیا پربھاو ڈال سکتے ہیں۔ سرکار پر دباو ڈالنے کا اس کے پاس کیا سادھن ہے۔ اس زمانے میں انھیں پرستاووں کی سنوائی ہوتی ہے، جن کی پشت پر شکتی ہو۔ خالی پرستاووں سے کچھ نہیں ہوتا۔

12 رفروری 1934

---

1 قابلِ اعتراض 2 سیاسی ترقی 3 کوشش 4 حالیہ نظام

سامپردائکتا اور سوارتھ

اس سنگھرش[1] کے یگ[2] میں ہر کسی کو گروہ بندی کی سوجھتی ہے۔ جو گروہ بنا سکتا ہے، وہ جیون کے ہر ایک و بھاگ میں سپھل ہے، جو نہیں بنا سکتا' اس کی کہیں پوچھ نہیں۔ کہیں مان[3] نہیں۔ ہم اپنے سوارتھ کے لیے اپنی ذات اور اپنے پرانت کی دہائی دیتے ہیں۔ اگر ہم بنگالی ہیں اور ہم نے دواؤں کی دوکان کھولی ہے، تو ہم ایک بنگالی سے آشا رکھتے ہیں کہ وہ ہمارا گراہک ہو جائے، ہم بنگالیوں کو دیکھ کر ان سے اپناپن کا ناتا جوڑتے ہیں اور اپنے سوارتھ کے لیے پرانتیہ بھاونا کی شرن لیتے ہیں۔ اگر ہم ہندو ہیں اور ہم نے سودیشی[4] کپڑوں کی دوکان کھولی ہے' تو ہم اپنے ہندوتو کا شور مچاتے ہیں اور ہندوؤں کی سامپردائکتا کو جگا کر اپنا سوارتھ سِدھ کرتے ہیں۔ اگر اس میں سپھلتا نہ ملی تو اپنی جاتی وشیش کی ہانک لگاتے ہیں۔ اس طرح پرانتیتا[5] اور سامپردائکتا کی جڑ بھی کتنی ہی انیہ برائیوں کی بھانتی ہماری آرتھک پرستھتی سے پوشک رس کھینچ کر پھلتی پھولتی رہتی ہے۔ ہم اپنے گراہکوں کو وشیش سُودھا دے کر اپنا گراہک نہیں بناتے' سمبھو ہے اس میں ہماری ہانی ہو۔ اس لیے جاتیہ بھید[6] کی پونچھ پکڑ کر بے ترنی کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔

19/فروری 1934

---

1 جدوجہد 2 زمانہ 3 عزت 4 ملکی 5 صوبائیت 6 نسلی یا قومی اختلاف

سامپردایکتا کا زہر مہیلاؤں میں

دلی کے رسالہ ''عصمت'' میں ایک مسلم مہیلا لکھتی ہیں۔ گت ورش[1] کی مردم شماری بتلا رہی ہے کہ سات کروڑ مسلمانوں میں مشکل سے ساڑھے چار لاکھ شکشت ہیں، جن میں انگریزی جاننے والے قریب دو لاکھ ہیں اور فارسی، اردو آدی جاننے والے ڈھائی لاکھ۔ مسلمانوں کے اسکول اور کالج آپ انگلیوں پر گن سکیں گے، لیکن ہندوؤں کی اسنکھیہ[2] یونیورسٹیاں قائم ہیں۔ لگ بھگ سبھی سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں ہندو پروفیسر ہیں۔ ان کی شکشا اچھی ہے، اس لیے سبھی سرکاری عہدوں پر ہندو بھرے ہوئے ہیں۔ جج، پولس کمشنر، ڈپٹی کلکٹر، ڈاکٹر، انجینیر، بیرسٹر، کوئی ایسا اعلیٰ پیشہ نہ ہوگا، جس میں ہندو کثرت سے موجود نہ ہوں۔''

دیوی جی کو یہ بھرم کداچت سامپردائک پتروں کے پڑھنے سے ہوگیا ہے۔ مسلمان ہندوؤں سے زیادہ شکشت[3] ہیں۔ سرکاری عہدوں پر بھی مسلمان کثرت سے ہیں، ہندوؤں سے کہیں زیادہ۔ پولس اور مال میں تو ایک طرح سے انھیں کا سامراجیہ ہے۔ آمدنی کے سارے وبھاگوں پر انھیں کا قبضہ ہے۔ ہاں ڈاکخانہ یا کلرکی جیسے روکھے سوکھے وبھاگوں میں ہندو زیادہ ہیں، اس لیے کہ مسلمانوں نے ادھر دھیان ہی نہ دیا، کیونکہ یہاں سوکھا ویتن تھا اور کام آنکھ پھوڑ اور گردن توڑ۔ مگر اب ان وبھاگوں میں بھی یہ کمی پورن ہوتی جا رہی ہے۔

26 / مارچ 1934

---

1 گزشتہ سال 2 لاتعداد 3 تعلیم یافتہ

سامپر دائک بٹوارا

ساмپر دائک بٹوارے کا پرشن بڑا جٹل ہے، اور بار بار چیشٹا کرنے پر بھی اسے حل نہیں کیا جا سکا۔ مسلمانوں کو جو کچھ مل گیا ہے، اس سے وہ رتی بھر بھی کم نہیں کرنا چاہتے۔ اب کانگریس کیا کرے؟ اگر وہ اس بٹوارے میں ہاتھ لگاتی ہے، تو ہندو سبھا اس پرشن کو لے کر میدان میں آ جاتی ہے اور ہندوؤں کی ساмپر دائک چیتنا کو بھڑکا کر سوراجسٹوں یا کانگریسی امیدواروں کی سپھلتا میں بادھک ہو جاتی ہے۔ اس وقت وہ چیتنا[1] لچا ہے بلوتی نہ ہو، لیکن چناو کے سمے وہ اپنے پنجے اور جبڑے نکال کر بھیانک ہو جائے گی۔ لیکن کانگریس کی وجے اپنے آدرش پر جمے رہنے میں ہے چاہے اس کی بار ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اس کے لیے ہر ایک بھارتیہ بھارتیہ ہے، وہ داڑھی والا ہے یا چوٹی والا، پران والا ہے یا قرآن والا اس سے اسے کوئی پریوجن نہیں۔ اگر وہ ایک بار اس سدھانت[2] کو سویکار کرے گی، تو جات پات کے اس دلدل میں اس کے لیے پاؤں رکھنے کا ٹھکانہ نہ ملے گا۔ براہمن اپنی جن سنکھیا کے انوپات سے اپنا حصہ مانگیں گے، کشتریہ اپنا، ویشیہ اپنا شودر اپنا۔ وہ کس کس ورگ کو سنتشٹ کر سکے گی؟ اس کے لیے سبھی بھارت واسی برابر ہیں، چاہے وہ کسی سمپر دائے کے ہوں۔ اگر ہندو سبھا ساмپر دائکتا کے بل پر اس کو پراست[3] کر سکتی ہے، تو کوئی مضائقہ نہیں، اس کی جیت اسی ہار میں ہے۔

21 مئی 1934

---

1 آگہی 2 اصول 3 شکست

سرکاری نوکریاں اور سامپردائکتا

بھارت سرکار کے گرہ وبھاگ نے سرکاری نوکریوں کے بٹوارے کے سمبندھ میں، ابھی ابھی جو وگیپتی [1] پرکاشت کی ہے، اس سے اس کی نیت کا ٹھیک ٹھیک پتہ لگ جاتا ہے۔ سامپردائکتا کے نام پر، مسلمانوں کے لیے پچیس پرتشت استھان سرکشت [2] کر دیے گئے ہیں۔ ہماری سمجھ میں تو اس کا ارتھ یہی ہے کہ سرکار ہماری راشٹریہ پرگتی کو کچلنے کا پریتن کر رہی ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ ہم میں جیون آ جائے۔ اس پرکار سامپردائکتا کا پوشن کر کے وہ ہماری راشٹریتا کو ہوا میں اڑا دینا چاہتی ہے۔ سرکار کا یہ رخ بڑا بھیاوہ [3] ہے۔ راشٹر کے لیے وہ کتنا خطرناک سدھ ہوگا، اس کی کلپنا کرتے ہی مہان کھید ہوتا ہے، لیکن سرکار کو اس کی کیا پرواہ ہے۔ اسے تو راشٹریتا چھنن بھنن کرنی ہے۔ پرتیک سمجھدار ویکتی نے اسپشٹ شبدوں میں نوکریوں کے سامپردائک وبھاجن کا ورودھ کیا ہے۔ کنتو سرکار تو اپنی ہی من مانی کرتی ہے۔ ہم اس کے اس رخ کو گھاتک سمجھتے ہیں۔ اس کا یہ ارتھ نہیں ہے کہ ہم مسلمانوں کی انتی [4] کے ورودھی ہیں۔ ہمیں ان کے لیے پچیس پرتشت استھانوں کے سرکشت ہونے پر بھی کھید نہیں ہے، کھید ہے اس سامپردائک منورتی پر، جس سے راشٹریتا کا گلا گھٹ رہا ہے۔ نوکریوں کے اس پرکار وبھاجن سے کیا ہوگا؟ سامپردائک دویش کی منورتی پنپے گی۔ دھرماندھتا بڑھے گی، ہردے ایرشیالو ہوں گے، یوگیتا کا مولیہ گر جائے گا۔ مولیہ رہے گا سامپردائکتا کا۔ اسی کا بھیانک تانڈو درشٹی گوچر ہوگا، اور یہ راشٹر کے لیے کتنا گھاتک [5] ہو سکتا ہے، یہ کسی بھی سمجھدار ویکتی کی سمجھ سے باہر کی بات نہیں ہے۔ پرتیک سمجھدار ویکتی اس درشٹی کون کا ورودھ کرے گا اور چاہے گا کہ نوکریاں سمپردائے

---

1 اشتہار 2 محفوظ 3 خوفناک 4 ترقی 5 نقصان دہ

کے نام پر نہیں یوگیتا [1] کے نام پر دی جائیں۔ پھر چاہے اس میں مسلمانوں کے ہاتھ پچیس کے بجائے پچاس پرتشت ہی کیوں نہ لگ جائیں، کسی سمجھدار کو اس سے دکھ نہ ہوگا۔ لیکن اس پرکار سامپردائک آدھار پر نوکریوں کا وبھاجن کیا جانا خطرناک ہے۔ اس پرکار کی نیکتیوں سے نہ تو ہندوؤں ہی کو لابھ ہو سکتا ہے، نہ مسلمانوں کو، بلکہ اس سے دونوں کے بیچ استھائی مت بھید اور ورودھ کی نیو پڑے گی۔ ہم تو یہی کہیں گے کہ بھارت سرکار کا یہ پریوگ، کیول راشٹریہ ہت کو خطرے میں ڈالنے کے لیے ہی ہوا ہے۔ ہندو اور مسلمانوں کا ایک ہونا وہ پسند نہیں کرتی اور اسی کامنا سے اس نے راشٹریہ جیون میں اس سامپردائک وِش [2] کا انجیکشن کیا ہے

جولائی 1934

1 قابلیت 2 فرقہ پرستی کے زہر

مہان تپ

کل یرودا جیل میں وہ مہان تپ[1] آرمبھ ہوگا، جس کی کلپنا[2] سے ہی رومانچ ہو جاتا ہے۔ بھارت کی تپو بھومی میں اس سے پہلے بھی بڑی بڑی کٹھن تپسیائیں کی گئی ہیں، لیکن یہ تپسیا[3] ابھوت پورو ہے۔ بھارت کے اتہاس میں ہی نہیں، سنسار کے اتہاس میں بھی اس کی نظیر نہ مل سکے گی۔ گیان[4] کے لیے، موکش[5] کے لیے، پربھتا کے لیے، اوروں نے بھی تپ کیے ہیں، پر راشٹر کے لیے پرانوں[6] کی آہوتی دینے کا سنکلپ[7] مہاتما گاندھی ہی کی کیرتی ہے۔ وہ سیوا ایکیہ جو آج سے چالیس ورش پہلے دکشن افریقہ میں ہوا تھا، اس کی یہ پورناہتی[8] ہے۔ دھنیہ[9] ہو مہاتما۔ راشٹر کی سیوا میں تم پہلے ہی اپنا سروسو[10] ارپن[11] کر چکے تھے۔ ایک پران[12] رہ گیا تھا۔ اسے بھی راشٹر ہی کی بھینٹ[13] کرنے جا رہے ہو۔ ایک سے دَدھیچی نے بھی راشٹر کی رکشا کے لیے پرانوں کا بلیدان کیا تھا۔ ہم اشر دھا[14] کے کارن اسے پورانک کتھا سمجھے بیٹھے تھے، پر آج تم نے اس پراچین مریادا[15] کو، اس پراچین آدرش کو، اس پراچین آتموتسرگ کو پنرجیوت[16] کر دیا۔ اس چھل پرپنچ[17] کے یگ میں تم نے ست یگ کی پرتشٹھا کر دی اور دکھا دیا کہ ست یگ[18] اور کل جگ[19] کیول ہمارے چت کی ورتیاں ہیں۔ شری رنگا ائیر نے کیندر یہ دیو ستھا پک سبھا میں اس سنکلپ کی آلوچنا کرتے ہوئے ستیہ ہی کہا ہے کہ کرشن بھگوان نے بھارت کا ادھار کرنے کے لیے تمھارا روپ دھارن کیا ہے۔ راشٹر پر اس سے جو سنکٹ پڑا ہوا ہے اس کا موچن تمھارے

---

1 عظیم ریاض 2 تصور 3 ریاض 4 علم 5 بار بار جنم لینے سے چھٹکارا 6 قربانی 7 ارادہ 8 مکمل قربانی 9 مبارک 10 سب کچھ 11 نچھاور 12 جان 13 نذر 14 بدتہذیبی 15 قدیم شائستگی 16 دوبارہ پیدا 17 پرفریب 18 سچے لوگوں کا عہد 19 دھوکے اور فریب کا زمانہ

سوا اور کون کر سکتا تھا۔ راشٹر کی نوکا سامپردائک بھنور میں چکر کھا رہی تھی۔ سمست دیش ان پرستھتیوں کو دیکھ دیکھ کر نراش[1] اور ہتاش[2] ہو رہا تھا۔ کہیں کہیں سامپردائک دوند چھڑ گیا تھا۔ راشٹر کے مول تتو[3] کو ہم بھول سے گئے تھے۔ گول میز پھر کیسے ہو، اس میں کون جائے، آدمی کون باتوں میں پڑے ہوئے تھے۔ جس سے یرودا جیل کی اونچی چار دیواری کو بھیدتی، سرکاری گوپن نیتی کو چیرتی ہوئی تمھاری اس بھیشن پرتگیا[4] کی آواز، آکاش وانی سی، ہمارے کانوں میں آتی ہے، اور سارا دیش سچیت[5] ہو جاتا ہے، ہماری مرجھائی ہوئی آشا پھر لہلہا جاتی ہے، ہماری نرجیو دیہہ[6] میں جان پڑ جاتی ہے۔ ہماری آنکھیں کھل جاتی ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ جب راشٹر ہی نہ رہا تو سوراجیہ کہاں، جب سنسکرتی ہی نہ رہی تو ہمارا استو ہی کہاں۔ بھارتیہ راشٹر کا آدرش مانوشریر ہے جس کے منہ، ہاتھ، اُدر اور پانو یہ چار انگ ہیں۔ ان میں سے کسی ایک انگ کے وچھید[7] ہو جانے سے دیہہ اپنگ یا نرجیو ہو جائے گی۔ ہمارے شودر بھائی اس دیہہ روپی راشٹر کے پاتوں ہیں۔ پاؤں ہی کٹ جائیں تو دیہہ کی کیا گتی[8] ہو گی؟ اس انگ وچھید[9] کی تھوڑی بہت پیڑا[10] پر تنیک دیکتی کو ہوئی۔ لیکن وہ ہردے، جو ہمارے بھارت کی چیتنا[11] کا کیندر[12] ہے، اس پیڑا سے وکل[13] ہو اٹھا۔ اس سے مرمانتک ویدنا ہوئی اور اس کا چیتکار[14] سنیم[15] اور اہنسا کے بندھنوں کو توڑتا ہوا نکل آیا۔ آج وہ چیتکار سمست بھارت کے وایومنڈل[16] میں پرتی دھونت[17] ہو رہا ہے۔ وہ نشتر کی بھانتی ہمارے دلوں میں چبھا جا رہا ہے۔ ہم سر تھام کر اس ویتھا[18] کا انوبھو کرتے ہیں اور اپنی پروشتا[19] پر رو اٹھتے ہیں۔ آج ہم اتنے بے کس اور بے بس ہیں کہ اس ویدنا کا انوبھو کر کے بھی، ہردے سے نکلنے والی آہ سن کر بھی، چھری کو پاؤں سے الگ نہیں کر سکتے۔

ہم سویکار کرتے ہیں، شودروں کے ساتھ ہم نے انیائے کیا ہے۔ ہم نے انھیں جی بھر کر روندا، کچلا، دلا۔ اس انیائے نے جس ہردے کو سب سے زیادہ دکھی کیا ہے وہ اسی تپسوی کا ہردے ہے، جس نے اپنا جیون دلت بھائیوں کی سیوا میں ہی ویتیت کیا ہے۔ آج وہ دیکھتا ہے کہ اس کے جیون کی ساری تپسیا، ساری سادھنا دھول میں ملی جا رہی ہے۔ اس

1 مایوس 2 بے بس 3 بنیادی اصول 4 عہد 5 خبردار 6 بے جان جسم 7 ضائع ہونا 8 حالت 9 عضو کا کٹنا 10 درد 11 شعور 12 مرکز 13 بے چین 14 کراہٹ 15 صبر 16 فضا 17 گونجنا 18 برائی 19 مردانگی

نے جس راشٹریہ ایکتا کا نِرمان[1] کرنے کے لیے ایک ایک تنکو جمع کیا تھا، وہ ساری سامگری اس کی آنکھوں کے سامنے بکھری جا رہی ہے۔ مانوں اس کا جیون ہی نررتھک[2] ہوا جا رہا ہے۔ کیا ہماری برٹش سرکار اس ویدنا کا انوبھو کر سکتی ہے۔ اس انیائے کو پرایشچت سوروپ وہ کیا کچھ نہ کرتا، وہ یہاں تک راضی ہے کہ دلتوں کے لیے شکشا اور جائداد کی کوئی شرط نہ رکھو۔ ان کے ہر ایک بالغ استری پُرش کو نِرواچن کا ادھکار دے دو، شیش ہندو سماج کے لیے نرواچن کی جتنی کڑی شرطیں چاہے لگا دو، پر اچھوتوں کو ہندوؤں سے الگ نہ کرو، کیونکہ اس سے کیول ہندو سماج کی ہی شَتی[3] نہ ہوگی، اچھوتوں کا استتو ہی نہ رہے گا۔ ہم کلپنا نہیں کر سکتے کہ اس سے زیادہ نیائے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ ایسا وچار اسی آتما سے نکل سکتا ہے، جو اچھوتوں کی سیوا چِنتن[4] کرتے کرتے سُیَم اچھوت بھاونا سے اوت پروت ہو گیا ہے۔ ہم کسی ایسے دوسرے ویکتی کا نام نہیں جانتے، جس نے اس ایکاگرتا[5] اس پریم اور اس اتساہ سے دلت سماج کی سیوا کی ہو۔ مہاتما ان ویکتیوں میں ہیں جو دلتوں کے ادھار میں ہی ہندو جاتی کے اتھان[6] اور اتکرش کا رہسیہ[7] چھپا ہوا دیکھتے ہیں، جو ہندو جاتی کے مکھ سے انیائے کے اس کلنک کو مٹا دینے کے لیے اپنے پرانوں کو بھی ارپن کر دینے کو تیار ہیں۔ جس پودے کو انھوں نے تیس سال تک اپنے رکت سے سینچا، اس پر کٹھار گھات ہوتے دیکھ کر وہ کیسے شانت بیٹھے رہتے۔ یدی انھیں انو بھر بھی یہ وشواس ہوتا کہ اس دِچھید سے اچھوتوں کی اپکار کے سمبھاونا ہے، تو سب سے پہلے وہ اس کا سواگت کرتے۔ سارا ہندو سماج ایک طرف ہوتا، پر وہ اکیلے، نیائے کے بل پر، اس نرنئے کو سویکار کرتے۔ راجنیتک سوارتھ کا مارگ یدی نیائے مارگ سے پرتھک ہو، تو مہاتما جی وہ اتم ویکتی ہیں، جو اس مارگ پر اگرسر ہوں گے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ دلت سماج کا جیون ہندو جاتی پر اتنا اولمبت ہے کہ سرکار چاہے کبیر کا کوش لے کر بھی آئے تو ان کی رکشا نہیں کر سکتی۔

دلتوں کے ادھار کا سب سے اُتم سادھن ہے۔ سملت نرواچن۔ یہی ان کے اتھان کا مول منتر ہے۔ ان میں شکشا پرچار ہوتے ابھی بہت دن لگیں گے۔ ان میں کال گتی[8] سے جو سنسکار[9] آ گئے ہیں ان کا پرشودھ بھی سے لے گا۔ ہندو جاتی میں نیائے بھاونا

1 عمارت 2 بے معنی 3 نقصان 4 فکر 5 محویت 6 عروج 7 راز 8 زمانے کی رفتار 9 بداخلاق

کو دیا پک روپ سے جگانے میں بھی بہت دن لگیں گے۔ شکشت سماج میں تو اونچ نیچ کا بھاو بہت دور ہو چکا ہے۔ ہاں ابھی اس نے کریاتمک روپ [1] نہیں دھارن کیا، لیکن انوداروں کی سنکھیا ابھی بہت زیادہ ہے۔ گراموں میں ابھی اس ادارتا کا، اس جاگرتی کا، پرکاش نہیں پھیلنے پایا۔ یہ سبھی سادھن چھ ماس والے راستے ہیں۔ نکٹتم مارگ سنیکت نرواچن ہی ہے، جس کے سمکھ یہ بھید بھاؤ، یہ بھنتا، یہ گزو [2] ٹھہر نہیں سکتا۔ اس نرواچن میں ایسے اندار ویکتیوں کے لیے استھان ہی نہیں ہے، جن پر دلت سماج کو وشواس نہ ہو، جن سے اسے بھلائی کی آشا نہ ہو، جنھیں وہ اپنا سچا ہتو نہ سمجھتا ہو۔ ہمیں وشواس ہے کہ اگر آج کسی گاؤں کے چمار یا پاسی یا مسہر سے جگیا سا کی جائے تو وہ ہندو جاتی سے الگ ہونا کداپی سویکار نہ کرے گا۔ وہ ہندو سماج میں رہ کر اپنا ادھار چاہتا ہے، ہندو سماج سے نکل کر نہیں۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے کتنی ہی جاتیاں، جو پہلے نیچ اور دلت تھیں آج اپنے سنسکاروں [3] کو بدل کر جنیو، پہن رہی ہیں، اپنے آچرن سدھار رہی ہیں، آکھادیہ پدارتھوں [4] کا پری تیاگ کر رہی ہیں۔ انھیں گیات ہوا کہ ان کا یہ پتن اگیان [5] اور آچرن ہینتا [6] ہی کے ہاتھوں ہوا۔ یہ کریا [7] بڑے زوروں کے ساتھ جاری ہے۔ وے اب سندھیا کرتے ہیں، شرادھ کرتے ہیں، دھرم گرنتھوں کا ادھین کرتے ہیں۔ وے اب اپنی سیوا کا گورو سمجھنے لگے ہیں۔ ان کے دیوتا وہی ہیں جو سب ہندوؤں کے ہیں۔ آدرش وہی ہیں، وشواس وہی ہیں، درشٹی کون وہی ہیں۔ ہندو تو ان کے اڑو اڑو [8] میں بھرا ہے۔ اسے آپ ان کے اندر سے نکال نہیں سکتے۔ ایک سمے تھا، جب کلپتا کے متوالے ہندوؤں کو دلتوں کی بالکل پرواہ نہ تھی۔ وے عیسائی ہو جائیں، مسلمان ہو جائیں، ہندوؤں کے کان پر جوں نہیں رینگتی تھی پر اب ہندو سماج اتنا چیتنا شونیہ [9] نہیں ہے۔ دلتوں کے لیے اب مندر کھلتے جا رہے ہیں، کنوؤں پر بھی وہ روک ٹوک نہیں رہی۔ کنتو بڑا کشٹ سادھیہ روگ ہے، لیکن لکشن کہہ رہے ہیں کہ اس کا آسن اکھڑ گیا ہے۔ پرتھک نرواچن [10] سے اس سوابھاوک کریا [11] کے مارگ میں ایسی بادھا آ کھڑی ہوئی ہے جو روگ اور روگی دونوں ہی کا انت کر دے گی۔ اس بادھا کو ہرنے [12] کے لیے مہاتما جی اپنے پرانوں کو بھینٹ چڑھانے جا رہے ہیں۔

---

1 عملی شکل 2 فخر 3 اخلاقی قدر 4 ناخوردنی اشیاء 5 جہالت 6 خراب برتاؤ 7 عمل 8 ذرہ ذرہ میں 9 بے شعور 10 علیحدہ انتخابات 11 فطری عمل 12 زیر کرنا

اب ہمارا کیا کرتویہ[1] ہے؟ یوں ہی بھاگیہ کو روکر، اپنے کدن[2] کو کوس کر بیٹھے رہیں گے؟ کداپی نہیں۔ مہاتما جی کے اس وجر زگھوش نے سارے دیش میں تہلکہ ڈال دیا ہے۔ گھر گھر میں یہی چرچا ہے۔ سمست دیش ایک سُور میں کہہ رہا ہے۔ ہم راشٹر کی اس آشا کو اپنے جنم جنمانتروں کے تپ کے اس وردان کو، اپنے پرانوں کے پران گاندھی کو، یوں بلی ویدی پر نہ چڑھنے دیں گے۔ ہم اپنے ان اچھوت بھائیوں کو جو ہم سے روٹھ گئے ہیں، منائیں گے۔ ہمیں وشواس ہے ڈاکٹر امبیڈکر اور مسٹر شری نواس بھی راشٹر کی اس یاچنا کو اسویکار نہ کریں گے۔ ہماری نوکا کو بھنور سے نکال کر پار لے جانے والا اکیلا گاندھی ہے۔ اس میں وہ سامرتھیہ[3] ہے، وہ دیوتو[4] ہے، وہ ایشوریہ ہے۔ ہمیں وشواس ہے وہ ایشور کے دربار سے ہمارے ادھار کا بیڑا لے کر آیا ہے، ہم اس دن کا انتظار کر رہے ہیں، جب وہ سوادھینتا[5] کا وردان لاکر جیرن[6] اور نراش ماتا کی بھینٹ کرے گا۔ کیا سامرتھیہ[7] وان گاندھی بھی ودھی[8] کی اس گتی کو ٹال سکتا ہے؟ نہیں، نہیں، نہیں !!!

19 / دسمبر 1932

---

1 فرض 2 برے دن 3 قوت، صلاحیت 4 روحانی 5 آزادی 6 کمزور 7 باصلاحیت 8 قدرت

ہمارا کرتویہ

سمجھوتا ہو گیا۔ چھوت اچھوت سبھی نیتاؤں نے مل کر بمبئی کے گورنر کے پاس اپنا لکھت سمجھوتا پیش کر دیا تھا اور برٹش اور بھارت سرکار کے پاس بھی سوچنا کر دی گئی تھی، آج تاریخ 32۔9۔26 کا تار ہے کہ بھارت منتری نے اسے منظور کر لیا ہے۔

اس مہمان آتما کے ان شن ورت [1] نے، اس کی تپسیا نے، کیول سات دنوں میں یہ دکھلا دیا کہ واستو میں تپسیا کتنی بلوتی ہوتی ہے۔ اس مہمان آتما کی تپسیا نے، برٹین کے مہان راجنیتگیوں کے دوارا تیار کی ہوئی اس سدرڑھ دیوار کو، جو ہندو اچھوتوں کو الگ کرنے کے لیے بڑے گہن کوٹلیہ کے سیمنٹ سے تیار کی گئی تھی، دھوست [2] کر دیا۔ چھوت اچھوت کا وہ مسئلہ جو آگامی گرہ یدھ کا سنکیت کر رہا تھا، اور اسی کے لیے برٹش راجنیتگیوں نے جس کی نیو کو درڑھ کیا تھا، حل ہو گیا۔

مہاتما جی کی سمسیا نے ہمارے ایک مہان سنکٹ [3] کو اوشیہ ہی ٹال دیا ہے کنتو ہم نے ابھی کرتویہ کا پورا نرواہ [4] نہیں کیا۔ ابھی ہمارے سامنے بہت بڑا کرتویہ کھڑا ہوا ہے۔ ہمارا کرتویہ تبھی پورا ہوگا، جب ہم دیش کے ورتمان اچھوت بن کر جڑ مول سے نشٹ کر دیں گے۔ یدی ہم اس پوتر آتما سے، مہان آتما سے سچی شردھا [5] رکھتے ہیں، بھکتی رکھتے ہیں، اسنیہہ [6] کرتے ہیں تو ہمارا پردھان کرتویہ ہے کہ ہم اس کے ہردے کی مانگوں کو پورا کریں۔ ان سات دنوں کے سمے میں جو کچھ ہوا وہ ابھوت پورو ہے۔ سارے سنسار میں یہ سات دن بھلائے نہیں جا سکتے۔ اتہاسک ہو گئے۔ وشو کا کوئی بھاگ ایسا نہیں، جہاں ان سات دنوں کے پرتی پل میں، پرتکشن میں آتما کی سچی شردھا، سچی سہانوبھوتی مہاتما جی کو نہ ارپت کی گئی ہو۔

---

1 بھوک ہڑتال 2 مسمار 3 بڑی آفت 4 انجام دینا 5 عقیدت 6 محبت

پر، ابھی کچھ ایسے پرانی بھی اس سنسار میں ہیں جنھیں، اپنے سوارتھ کے آگے کچھ نہیں سوجھتا۔ کہا تماجی کے پران بھلے ہی چلے جائیں، انھیں پرواہ نہیں۔ وے اپنا ڈھکوسلا نہیں چھوڑیں گے، وے اپنا دھرم ضرور بچائیں گے اور مندروں میں اچھوتوں کو نہیں پرویش کرنے دیں گے۔

پر دھرم وستت[1] بدھی گراہیہ[2] نہیں، ہردے گراہی[3] ہے۔ ہم سے الگ وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ ایک ایسی چیز ہے کہ جو اپنے ہردے میں سے ہی وکست[4] ہوتی ہے۔ وہ سدا ہمارے انتر میں ہی ہے۔

یہ یگ پرکاش[5] کا یگ ہے۔ اس میں اب اندھکار نہیں رہ سکتا۔ وہ دن اب نہیں رہے، جب دھرم کے نام پر لوگ کاشی کا ورت لیا کرتے تھے۔ اب وِوش ہو کر یگ دھرم کے انوسار ہی چلنا پڑے گا۔ اچھوت اسی لیے تو اچھوت ہیں کہ وے جن سماج کے سواستھیہ کے لیے ان کے گھروں کی صفائی کرتے ہیں۔ ان کی سیوا کرتے ہیں۔ ان میں اور اچھوتوں میں کیا انتر ہے؟ جیسے وہ منشیہ ہیں، اچھوت بھی ہیں۔ یدی اچھوت ان کے گھر کا مل موتر صاف کرتے ہیں، تو وے بھی اس کاریہ سے ونچت نہیں ہیں۔ وے بھی تو روز صبح سب سے پہلے یہی کام کرتے ہیں۔ بال بچوں کے گھر میں پرایہ سبھی ورن کی استریوں کو یہی کام کرنا پڑتا ہے۔ روگ کال میں بھی مل موتر[6] اٹھانے کا کام پرایہ گھر کے ہی لوگ کرتے ہیں۔ اس سے کوئی مہتر گھر میں سے میلا اٹھانے نہیں آتا! پھر کیوں اس درو چار کا پوشن کیا جاتا ہے، کیوں اپنے ہی ہاتھوں اپنے پیروں کو کاٹنے کی کوشش کی جاتی ہے؟ کیا کوئی بھی ورنا شرم اپنے ہردے پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتا ہے کہ واستو میں یہ چھوا چھوت انھیں دھرم کی درشٹی سے اچت پرتیت[7] ہوتی ہے؟ نہیں کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا۔ ایک سوارتھ ہی اس کا کارن ہے۔ پر یاد رہے یہ اس سے کا سوارتھ، ورش دو ورش چاہے ان کی چھاتی کو ٹھنڈا بھلے ہی کر دے، پر آگے وہ ان کی پرانی سے پرانی درڑھ سے درڑھ بنیاد کو بھی اکھاڑ پھینکے گا۔ وے سوارتھ کے جس سندر کھلونے سے بچوں کی طرح کھلواڑ کر

1 درحقیقت 2 دماغ میں آنے والا 3 دل میں گھر کرنے والی چیز 4 پنپنا 5 روشنی 6 پیشاب پاخانہ 7 مناسب نظر

رہے ہیں، وہ اصل میں ڈائنامائٹ ہے جو ان کی سات پشتوں کو دھوست (برباد) کر ڈالے گا۔ اسے دور پھینک دینا چاہیے، ورنہ پھر پشچاتاپ[1] کا بھی سے نہ ملے گا۔ سوارتھ تیاگ[2] کو ہندو دھرم میں ایک یگیہ کہا گیا ہے۔

ایسے سمے میں دیش کے ادار چیتا[3]، بدھی مان لوک سماج کو اودھیر[4] نہیں ہو جانا چاہیے۔ کرودھ میں نہیں بھر جانا چاہیے۔ ایسے سمے مہاتما جی کا ستیا گرہ[5] منتر ہی ایک اپائے ہے۔ کرودھ میں تو ہنسا اور اس کا پرنام سروداہانی[6] کر[7] ہے۔ ایسے سمے دیش کے پرتی ایک سمجھدار دیکتی کا کرتو یہ ہے کہ وہ پہلے اپنے آپ کے ہردے سے اونچ نیچ اور چھوا چھوت کے بھاوؤں کو نشٹ کر دے۔

ایک ایک ویکتی یدی سچ مچ اپنے ہردے سے اچھوت پن کی تھوتھی بھاونا نکال دے گا تو وہ سب کے ہردے سے دھیرے دھیرے دور ہو جائے گی۔ اس میں سندیہہ[8] نہیں۔

پرتییک لوک کو مہاتما جی کا یہ وچن یاد رکھنا چاہیے جو ایک بار انھوں نے کہا تھا کہ:

''اسپرشیتا یا چھوا چھوت اگر ہندو دھرم میں ہو تو مجھے کہنا پڑے گا کہ اس میں شیطانیت بھری ہوئی ہے، دھرم نہیں۔ پر میرا درڑھ وشواس ہے کہ ہندو دھرم میں یہ سب کچھ نہیں ہے۔ جب تک پرتییک ہندو اپنے چمار بھنگی آدی بھائیوں کو بھی اپنے سگے بھائی کی طرح ہندو نہ سمجھیں گے، تب تک میں انھیں ہندو ہی نہ سمجھوں گا۔ منشیہ ترسکار[9] اور دیا ان دو چیزوں کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔''

دیش کے پرتییک سمجھدار دیکتی کا کرتویہ اس سمے یہی ہے کہ مہاتما جی کے ان وچنوں پر دھیان دے، وچار کرے اور انھیں آچرن[10] میں لا کر دیش کے اور دھرم کے کلنک[11] کو دور کرے۔

انھیں مہاتما جی کی یہ بات بھی دھیان میں رکھنا چاہیے کہ جب تک ہندو دھرم پر سے یہ کلنک دور نہ کر کے اسی سے چپٹے رہیں گے، تب تک وے کبھی سوتنتر نہیں ہو سکتے۔

اس سمے دیش کے پرتییک سچے ہندو کا دھیان کیول اس اور ہونا چاہیے کہ وہ جی جان سے مہاتما جی کی منوکامنا کی پورتی میں اپنی شکتی لگا دیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کی اداسینتا[12] سے مہاتما جی کو پھر اپنے پرنکٹ اپسھت کرنا پڑے!

26 ستمبر، 1932

---

1 ندامت 2 ترک خودغرضی 3 فیاض لوگ 4 بےصبر 5 سچائی پر قائم رہنا 6 مکمل طور سے 7 نقصان دہ 8 شک 9 توہین 10 برتاؤ 11 الزام 12 بےپروائی

کاشی کا کلنک

مہاتما جی کے ان شن ورت[1] سے دیش بھر میں اَسپر شیہ دھار[2] کا جو دیا پک آندولن[3] چل رہا ہے اس میں دیش کے سبھی سناتن دھرمی شامل ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس نوین جاگرت[4] آندولن میں جو شریک ہو رہے ہیں یا ہوئے ہیں، وے سناتن دھرمی نہیں ہیں۔ تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ سناتن دھرمی جنتا اس دیش میں ہے ہی نہیں، اتھوا یدی ہے بھی، تو انگلیوں پر گن لینے یوگیہ، کیونکہ گاؤں گاؤں اور نگر نگر میں جو سبھائیں ہو رہی ہیں، ان میں سمست استھانیہ جنتا[5] نے ایک سور سے اچھوتوں کو ہردے سے اپنانے کی گھوشنا کی ہے۔ یدی ایسا کرنے والے سب کے سب آریہ سماجی یا کانگریس دھرمی ہیں، تو نشچے ہی یہ ماننا پڑے گا کہ دیش میں اب سناتن دھرمی کا حمایتی ایک ویکتی بھی نہیں ہے، کنتو واستو میں بات ایسی نہیں ہے، سناتن دھرم آج بھی جیوت[6] ہے اور آگے بھی اننت کال تک رہے گا۔ کسی کے نشٹ کرنے سے نہ تو وہ نشٹ ہوگا، اور نہ کسی کے رکشا کرنے سے وہ سرکشت رہے گا۔ ایشور ہی اس کی رکشا کرتا ہے، کرے گا اور کر سکتا ہے۔ پھر بھی کاشی میں کچھ مٹھی بھر پنڈت یہ چاہتے ہیں کہ سناتن دھرم کی رکشا کا کام ایشور سے زبردستی چھین لیا جائے۔ باہر کی جنتا سمجھتی ہے کہ کاشی میں کچھ بڑے دھرم نشٹ اور شاستر پارنگت تتھا پنیا تما[7] پنڈت موجود ہیں، جو ہندو دھرم کے تتو اور رہسیہ[8] کو سوکشم ریتی سے سمجھتے ہیں، تتھا سنکٹ کے سمے اس کی رکشا کا اپائے کرتے ہیں کنتو کاشی کی جنتا خوب جانتی ہے کہ سناتن دھرمی اور ورنا شرنا دھرم کے نام پر ہو ہلّا مچا کر دیش کی سماجک جاگرتی[9] اور

---

1 بھوک ہڑتال 2 چھوا چھوت سے نجات 3 وسیع تحریک 4 تحریک نو بیداری 5 مقامی عوام 6 زندہ 7 فیاض 8 اصول اور سرمایہ 9 سماجی بیداری

راجنیتی کی پرگتی میں بادھا پہنچانے اور روڑے اٹکانے والے کاشیستھ پنڈت کتنے پانی میں ہیں۔ کاشی کی جنتا یہ بھی دیکھتی ہے کہ وے لوگ شاستروں کے بل پر کہاں تک ہندو جاتی کی رکشا کر رہے ہیں۔ ودھرمیوں [1] کے آکرمنوں [2] سے کہاں تک ہندوؤں کو بچا رہے ہیں اور راجنیتک سنگرام میں ہندوؤں کے ادھیکاروں کا کس پرکار سنرکشن [3] کر رہے ہیں۔ ہندو مہاسبھا کے وِرودھ میں جو براہمن سمیلن کاشی میں کیا گیا تھا، اور جو ابھی تک ہندو مہاسبھا تتھا کانگریس کی جڑ میں کلہاڑی مارنے میں ہی تتپر [4] ہو رہا ہے، وہ بھی کاشی کے ایک پنڈت کے دماغ کی ہی اپج ہے اور سارے بھارت کے ہندو آنکھیں پھاڑ کر یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہندو مہاسبھا دوارا ہندوؤں کا آدھک ہت ہو رہا ہے، یا براہمن مہاسمیلن دوارا۔ پرستت آندولن دوارا ہی یہ سدھ ہو گیا ہے کہ ہندو جاتی کی رکشا کرنے میں کون ادھک سمرتھ [5] ہے۔ کانگریس دل یا شاستر دیوسائی دل؟ سرکاری سامپردائک نرنے دوارا کروڑوں اچھوت بھائی ہندو سماج سے الگ ہوئے جا رہے تھے۔ انھیں ورنا شرم سوراجیہ سنگھ نے کیوں نہیں بچا لیا؟ اور جب مہاتماجی اپنے پرانوں کا بلیدان کر کے انھیں بچانے لگے، تو ورنا شرم اور سناتنی کہے جانے والے کاشی کے کچھ شاستروپ جیوی پنڈتوں نے مہاتماجی کو سارو جنک سبھا [6] میں اپ شبد [7] تک کہہ ڈالے، کنتو سوریہ پر تھوکنے والے کی دردشا [8] سب کو معلوم ہے۔ جس کاشی میں دھرم کی دھوجا گاڑ کر شاستر کی ویدی پر پنڈت لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اسی کاشی میں ان کی بات سننے والا کوئی نہیں ہے۔ ان کے ساتھ کتنی جنتا ہے اور مہاتماجی کے آندولن میں کتنی جنتا ہے، یہ بالکل اسپشٹ ہے۔ پھر بھی نہ جانے دو چار پنڈتوں کو کیسے سنک سوار ہے کہ آندھی میں گڈی اڑانے کا ایہا ساپد [9] وساہس کر بیٹھتے ہیں۔ سنیکت پرانت کا دورا کرتے سے مہاتما گاندھی وگت ورش کاشی میں آئے، تو کیول شاسترا بھمانی پنڈتوں نے ہی کالے جھنڈے دکھا کر ان کا سواگت کیا تھا۔ اس سے مہاتما گاندھی کے سواگت اور ویاکھیان [10] میں کتنے کاشی نواسی اکٹھا تھے، تتھا کالے جھنڈوں کے ساتھ کتنے تھے، یہ دیکھتے ہی سے اسپشٹ ہو گیا کہ کاشی میں ہی ان دھرم پران [11] پنڈتوں کے سچے ساتھی کتنے ہیں۔ مہاتماجی سمست بھارت میں گھوم آئے تھے، پر کہیں بھی کسی سناتنی نے ان کا اپمان نہیں کیا تھا، کنتو کاشی نے اپنے

---

1 جس کا کوئی مذہب نہ ہو 2 حملوں 3 تحفظ 4 آمادہ 5 لائق 6 عوامی مجلس 7 بےہودہ الفاظ 8 حالت بد 9 قابل مذمت 10 تقریر 11 پکے مذہبی

سر کلنک لے ہی لیا۔ اس سے بھی سدھ[1] ہوا کہ بھارت میں اور کہیں کوئی سناتنی ہے ہی نہیں، کیول کاشی میں ہی مٹھی بھر بچ گئے ہیں۔ اگر کاشی کے سوا انعز[2] بھی کہیں سناتنیوں کا نام ونشان ہوتا، تو انیہ استھانوں میں بھی مہاتما جی کو کالے جھنڈے دکھائے جاتے، یا اپ شبد[3] کہے جاتے، کنتو دکھ ہے کہ سناتن دھرم کے ساتھ ساتھ کاشی کو بھی کلنکت[4] کرنے والے تھوڑے سے ہٹھ دھرمی بنارس میں بچ گئے ہیں۔ جو ویرتھ ہی دوسرے کا شگن بگاڑنے کے لیے اپنی ناک کٹا رہے ہیں۔ وے لوگ ''دولہا کی چاچی'' اور ''اپنے منھ میاں مٹھو بننا چاہتے ہیں۔ پر نہیں بن پاتے، اور کبھی بن بھی نہیں سکتے۔ اس سے جبکہ سارے دیش میں اچھوتوں کو اپنانے اور گلے لگانے کی دھوم مچ رہی ہے، تب وے لوگ مشکل سے صرف کاشی میں ہی کل سو کے قریب ہیں۔ نقار خانے میں طوطی کی آواز سنانے کا حوصلہ باندھے ہوئے ہیں۔ وے اچھوتوں کو ہندو مانتے ہیں۔ بندھو اور واتسلیا سپد[5] کہتے ہیں، مگر کوئی سا جک ادھیکار نہیں دینا چاہتے۔ سدا انھیں دلت[6] اور پتت[7] ہی بنائے رکھنا چاہتے ہیں۔ تو اب اپائے یہ ہے کہ جو ہندو مہاتما گاندھی کو ہندو جاتی کا سچا رکشک[8] سمجھتا ہے وہ اس بات کی پرتگیا[9] کرے کہ مہاتما جی کے پران پیارے اچھوت جس مندر میں نہ جانے پاویں گے، اس میں ہم بھی نہیں جائیں گے اور جو شاستر ابھاگی پنڈت یا پجاری یا پنڈا مہاتما جی کو دھرم دروہی اور اہندو کہے گا، اس کو کسی پرکار کا دان یا پوجا چڑھاوا نہیں دیں گے۔ جو لوگ اچھوتوں کو ہندو بنائے رکھتے ہیں اور اس میں ہندو جاتی کا سچا کلیان[10] سمجھتے ہیں، وے پرتگیا پوروک اچھوتوں کے لیے الگ مندر بنا دیں اور دھرم پران پنڈے پجاریوں کو پیسے اور دکشنا[11] دے کر ایمان خریدنے سے بچے رہیں۔ یدی وشوناتھ جی کا مندر اچھوتوں کے لیے نہیں کھلے گا، تو اچھوت بھائیوں کے ساتھ مل کر کروڑوں ہندو اسی کاشی میں دوسرے مندر کا نرمان کر کے اس میں وشوناتھ کا آواہن پوجن کریں گے، کیونکہ وشوناتھ کسی ایک جاتی یا سمپردائے کے دیوتا نہیں ہیں، وہ تو پرانی ماتر[12] کے پتا اور ناتھ ہیں، ان پر سب کا دخل۔ قبضہ برابر برابر ہے۔ اب ایسے ہی آندولن کی ضرورت ہے اور یہ شیگھر ہی اٹھنے والا بھی ہے۔

5/اکتوبر 1932

---

1 ثابت 2 اور کوئی 3 بے ہودہ الفاظ 4 داغدار 5 لائق محبت 6 پامال 7 ذلیل 8 محافظ 9 اقرار 10 بھلائی 11 نذر 12 تمام جاندار

ہریجنوں کے مندر پرویش کا پرشن

ایک بار پھر سرکار نے اپنے دیوہار سے بھارت کو احسان کے نیچے دبا دیا ہے۔ پونا کے سمجھوتے کو تتکال سویکار کر کے اس نے سہردیتا[1] کا پریچے دیا تھا اور ٹھیک اس وقت، جب اس نے مولانا شوکت علی کو مہاتما گاندھی سے پرودا میں ملنے کا اوسر نہ دے کر سمست بھارت میں اسنتوش[2] اور نراشا کا واتاورن[3] اتپن کر دیا تھا، ہریجنوں کے ادھار کے وشے میں مہاتما جی کو لکھا پڑھی کرنے اور ملنے ملانے کو انومتی دے کر پھر دیش کو انوگرہیت[4] کیا ہے۔ اتنے مہان اور ویاپک کرانتی کاری[5] آندولن کو جیل کے اندر سے سنچالت[6] کرنا کٹھن ہے، یہ بھی سمجھ سکتے ہیں۔ اور یدی سرکار نے اس اوسر پر مہاتما جی کو مکت کر دیا ہوتا، تو کہنا ہی کیا تھا، لیکن سرکار نے جو کچھ بھی کیا ہے، اس کے لیے ہم اس کے کرتگیہ[7] ہیں۔

مہاتما جی نے سب سے پہلے ہریجنوں کے مندر پرویش کا پرشن لیا ہے۔ بھارت دھرم پردھان راشٹر ہے اور آج بھی دھرم ہمارے جیون کا سب سے مہتوپورن بھاگ ہے۔ پڑھے لکھے سماج میں چاہے دھرم کیول ڈھونگ رہ گیا ہو اور مندر پرویش کو چاہے وے ایک ویرتھ سی بات سمجھتے ہوں، اور واستو میں سمجھتے بھی ہیں، لیکن جنتا ابھی تک اپنے دھرم کو اور اپنے دیوتاؤں کو پرانوں سے چپٹائے ہوئے ہے۔ اتر بھارت میں تو کچھ دیوتا ایسے بھی ہیں، جن کے پروہت ہمارے ہریجن بھائی ہی ہیں۔ جس گاؤں میں چلے جایئے چماروں یا بھروں کے پروے میں آپ کو کسی نیم کے ورکش کے نیچے دس بیس مٹی کے بڑے بڑے ہاتھی، لال رنگے ہوئے ایک جگہ رکھے ہوئے ملیں گے۔ وہیں ایک ترشول بھی گڑا ہوگا۔ ایک لال پتا کا بھی پیڑ سے بندھی ہوگی۔ یہ دیوی کا استھان ہے، اس چبوترے کا پجاری کوئی چمار، پاسی یا بھر ہوگا۔ ورن والے ہندو استری پرش بڑی شردھا[1] سے دیوی

1 دلداری 2 بے اطمینانی 3 ماحول 4 احسان مند 5 انقلابی 6 انتظام 7 احسان مند

کے چبوترے پر جاتے ہیں، وہاں بتاسے، دھوپ دیپ، پھول مالا چڑھاتے ہیں۔ جب ورن والے ہندوؤں کو ہریجنوں کے ان دیوتاؤں کی اپاسنا کرنے اور ہریجنوں کو اپنا پروہت بنانے میں شرم نہیں آتی۔ گھرنا کا بھاو تو وہاں کسی طرح آ ہی نہیں سکتا۔ تو ہم نہیں سمجھتے کہ ہریجنوں کے ہندو مندروں میں آجانے سے کون سا ادھرم ہو جائے گا۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے مہاتما جی سے اس وشے میں مت بھید[2] پرکٹ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اچھوتوں کو مندر پرویش کی اتنی ضرورت نہیں ہے، جتنی اس بات کی کہ سادھارن ہندو ان سے سجنتا[3] کا ویوہار کریں، اور انھیں اپنے برابر سمجھیں، لیکن اس کا پرمان کیا ہوگا کہ ہندو کسی اچھوت سے سجنتا کا ویوہار کر رہا ہے۔ کھانے پینے کی سملت پرتھا ابھی تک ہندوؤں میں ہی نہیں ہے، اچھوتوں کے ساتھ کیسے ہو سکتی ہے۔ شہروں کے دو چار سو آدمیوں کے اچھوتوں کے ساتھ بھوجن کر لینے سے یہ سمسیا حل نہیں ہو سکتی۔ شادی بیاہ اس سے بھی کٹھن پرشن ہے۔ جب ایک ہی جاتی کی بھنّ بھنّ شاکھاؤں[4] میں پرسپر شادی نہیں ہوتی، تو اچھوتوں کے ساتھ یہ سمبندھ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں ہی پرشن ابھی بہت دنوں میں حل ہوں گے، ارتھات[5] اس سے جب ہندو جاتی بھید بھاؤ کو مٹا دے گی۔ اس طرح کی قیدیں عیسائیوں اور مسلمانوں میں بھی ہیں۔ خاندانی مسلمان کبھی اپنی لڑکی کا دواہ[6] کسی نیچ مسلمان دھنے، جلاہے، مہتر سے کرنا پسند نہ کرے گا چاہے وہ کتنا ہی شکشت اور دھنی کیوں نہ ہو۔ عیسائیوں میں بھی کچھ اس طرح کی پابندیاں ہیں۔ ہاں، ان دونوں متوں کے انیائی[7]، چاہے کسی شرینی[8] یا پیشے کے ہوں۔ بنا کسی روک ٹوک کے مسجدوں اور گرجا گھروں میں جا سکتے ہیں۔ بھائی چارے یا برابری کا یہی ایک ویوہار ہے، جو انیہ دھرموں میں پرچلت ہے اور اسی ایک ویوہار کے ہندو دھرم میں نہ ہونے سے اس دھرم کے ماتھے پر اتنا بڑا کلنک لگا ہوا ہے۔

ہندو سماج میں اس وشمتا کے سب سے بڑے سمرتھک ہمارے شاستر وِجنیوی لوگ ہیں۔ وے ابھی تک یہی پرانی لکیر پیٹتے جاتے ہیں کہ اسمرتیوں میں کہیں اس طرح کی سامنتا کا پرمان نہیں ملتا۔ لیکن جب ویدانت کہتا ہے کہ سمپورن برہمانڈ میں کیول ایک آتما ویاپت ہے، تو اس میں اس طرح کا بھید کہاں سے آ سکتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہریجنوں میں ابھی

---

1 عزت 2 اختلاف الرائے 3 انسانیت 4 شاخوں 5 لہذا 6 عقد 7 بدکار 8 درجہ

بہت سی گندی عادتیں ہیں۔ وے شراب پیتے ہیں، گندا کام کرتے ہیں اور مردار کھاتے ہیں، لیکن ہندو سماج جیوں ہی انھیں اپنے اندر استھان دے گا، یہ ساری برائیاں آپ ہی آپ مٹ جائیں گی ابھی تو ہریجن سمجھتا ہے کہ وہ ہندوؤں سے پرتھک ہے۔ وہ جو چاہے کرے، جو چاہے کھاوے، اس کا اس کے اوپر کوئی اثر نہیں پڑتا، لیکن جب وہ ہندوؤں میں آدر کا استھان پا جائے گا، تو سوبھاوتہ ہا اس کی رکشا کرے گا۔

ات ایومندر پرویش کا پرشن اس سمے سب سے مہتو پورن پرشن ہے اور اس کا حل جلد نہ کیا گیا، تو بھے ہے کہ مہاتما جی پھر نہ ان شن شروع کر دیں، کیونکہ مہاتما جی کے لیے اس وشواس کو دل سے نکال ڈالنا اسمبھو ہے کہ ہندو شاستروں نے اسپرشیتا کا آروپن کیا ہے۔ اگر یہی ہندو دھرم ہے جس کا اب انھیں پرچے مل رہا ہے، تو جیسا نیم کہا ہے، ان کے لیے جیون میں کوئی آنند نہ رہ جائے گا۔ دیکھیں، ہندو سماج اس کا کیا جواب دیتا ہے۔

14 رنومبر 1932

اچھوتوں کو مندروں میں جانے دینا پاپ ہے

'وائسرائے کی سیوا میں ڈیپوٹیشن جا رہا ہے'، ورنا شرم سوراجیہ سنگھ کا آندولن

منگل کے دن سندھیا سمے[1] کاشی کی گرد بھری سڑکوں پر وہ درشیہ[2] دیکھنے میں آیا، جو ہندو جاتی کے لیے لجا جنک[3] ہی نہیں، ہاسیاسپد[4] بھی تھا۔ دو ڈھائی سو سنسکرت پاٹھ شالاؤں کے چھاتر ہاتھوں میں لال جھنڈے لیے ایک جلوس کے روپ میں یہ ہانک لگاتے چلے آ رہے تھے۔

''اچھوتوں کو مندروں میں جانے دینا، پاپ ہے۔''

ہانک کا پہلا انش ایک آدمی کے منہ سے نکلتا تھا اور دوسرا انش سیکڑوں کنٹھوں[5] سے کورس کے روپ میں نکل رہا تھا، لیکن ان آوازوں میں اتساہ[6] نہ تھا، بھکتی نہ تھی، انراگ نہ تھا۔ ایسا جان پڑتا تھا جیسے کوئی جیرن روگی[7] مرتیو شیا[8] پر پڑا ہوا کراہ رہا ہے۔ جلوس کے پیچھے ایک جوڑی تھی، جس پر کوئی واچسپتی اور مارتنڈ پھولوں کے ہاروں سے لدے، ودیا کے نرجیو بھار سے دبے، گرووںت[9] بھاو سے بیٹھے ہوئے تھے۔ ودھیا کا ابھمان[10] انھیں دھرتی پر پانو نہ رکھنے دیتا تھا، جیسے کوئی سیناپتی اپنے سینکوں کو پہلی پنکتی میں کھڑا کر کے آپ سب کے پیچھے نشچنت[11] بیٹھا ہوا ہو۔ یا یوں کہیے یہ مہانو بھاو اس برات کے دولہے تھے، جسے اپنے پد کی گرما[12] زمین پر پانو نہ رکھنے دیتی تھی۔ اس نازک موقعے پر بھی

---

1 شام کے وقت 2 نظارہ 3 قابل شرم 4 ہنسنے کے لائق 5 گلوں 6 جوش 7 بیمار مریض 8 بستر مرگ 9 رشک آمیز 10 غرور 11 بے فکر 12 وقار

جب ان کے وچار میں ہندو دھرم پر چاروں اور سے آکرمن[1] ہو رہے ہیں، وے اپنی مہانتا[2] کو نہیں بھول سکتے۔ ادھر مہاتما گاندھی کو دیکھیے۔ سابرمتی سے ڈانڈی کی طرف پرستھان[3] کر رہے ہیں۔ آگے آپ ہیں، پیچھے ان کے سپاہی ہیں۔ اپنے اتسرگ سے اپنے سینکوں میں اتسرگ کی شکتی کا سنچار کرتے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ ان فیشن آرو ہی مارتنڈوں میں ایک پڑی کے شری 108 شنکراچاریہ بھی تھے۔ اس نرورتی کی اس پرورتی سے تلنا کیجیے۔ وہ سنسار کی سب سے مہان شکتی کے سامنے، نیائے کے بل اور آتما کے وشواس کے ساتھ، ایک جاتی کے ادھار[4] کے لیے اگر سر ہو رہی ہے، اور یہ نیائے کے پیروں سے کچلتی، آتما کی آنکھوں پر پردا ڈالے ہوئے جاتی کے دلت اور پیڑت انگ کو ٹھوکریں مار رہی ہے۔ پھر کیوں نہ دھرم کا سنسار میں ہراس ہو، کیوں نہ روس والے دھرم کو افیم کا نشہ سمجھیں، کیوں نہ گرجے ڈھائے جائیں اور دھرم کو کلنکت کرنے والے ان استمبھوں کا سماج سے بہشکار[5] کر دیا جائے۔ ودیا اگر آدمی کو ادار بناتی ہے، اس میں ستیہ اور نیائے کے گیان کو جگاتی ہے، اس میں انسانیت کو پیدا کرتی ہے، تو وہ ودیا ہے۔ اگر وہ ابھیمان بڑھاتی ہے، سوارتھپرتا[6] کی وردھی کرتی ہے تو وہ اودیا سے بھی بدتر ہے ایسی ودیا سے مورکھتا[7] ہزار گنا بہتر ہے۔ دھرم کا مول تتو[8] آتما کی ایکتا ہے۔ جو آدمی اس تتو کو نہیں سمجھتا وہ ویدوں اور شاستروں کا پنڈت ہونے پر بھی مورکھ ہے، جو دکھیوں کے دکھ سے دکھی نہیں ہوتا، جو انیائے دیکھ کر اتیجت[9] نہیں ہوتا، جو سماج میں اونچ نیچ پوتر اپوتر[10] کے بھید کو بڑھاتا ہے، وہ پنڈت ہو کر بھی مورکھ ہے۔

ہمارے پاس انگریزی میں چھپا ہوا، وائسرائے کے نام ایک میموریل، ورنا شرم سنگھ کا، آیا ہے۔ اس پر بڑے بڑے ترک چوڑامڑیوں اور ودیا واچسپتیوں[11] کے ہستاکشر ہیں۔ وائسرائے سے فریاد کی گئی ہے کہ وہ ہندو مندروں کی اچھوتوں سے رکشا کریں۔ واہ رے مارتنڈو! کیوں نہ ہو، کتنی دور کی سوجھی ہے۔ اب بھی اگر وائسرائے کی خوشنودی کا پروانہ نہ ملے، تو یہ آپ لوگوں کا دربھاگیہ ہے۔ آپ کی سیوا میں دوسرے دیوستھا لینے آیا کرتے تھے۔ آپ کا فتوا بڑے بڑے مسئلوں کو حل کر دیا کرتا تھا اور آج

---

1 حملہ 2 عظمت 3 روانگی 4 نجات 5 بائیکاٹ 6 خودغرضی 7 حماقت 8 بنیادی عنصر 9 مشتعل 10 پاک و پلید 11 تعلیم یافتہ لوگ

آپ ایک دھرم کے وشے کو لیے وائسرائے کے پاس کتوں کی طرح دم ہلاتے ہوئے دوڑتے ہوئے چلے جا رہے ہیں، وہ آپ کی ودیا کہاں گئی؟ آپ ہندو سماج کو اپنے ترکوں سے، پرمانوں سے، اپنے دھرم گیان سے کیوں نہیں اس راستے پر لانے میں سپھل ہو رہے ہیں، جسے آپ سیدھا راستہ سمجھتے ہیں۔ کیوں آپ کو اس کا وشواس نہیں ہے کہ ہندو جنتا آپ کا سمرتھن کرے گی؟ اس لیے کہ آپ میں آتم وشواس[1] نہیں ہے، سوارتھ لپسا[2] اور ابھیمان[3] نے آپ کی آتما کو دربل بنا دیا ہے۔ یہ وہی ہندو جاتی ہے، جو آپ کے چرنوں کی رج[4] ماتھے پر لگا کر اپنے کو دھنیہ[5] مانتی ہے، جو آپ کی باتوں کو برہم واکیہ سمجھتی ہے، مگر آج آپ کی، اس کی نظروں میں انو ماتر[6] بھی پرتشٹھا نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی نظروں میں آپ کی کوئی پرتشٹھا نہیں ہے، ہوسکتا ہے، تھوڑے سے اردھ شکشت دھنوان مارواڑیوں کے دل میں آج بھی آپ کے پرتی شردھا[7] ہو، پر جسے شکشت سماج کہتے ہیں اس کی نظروں میں آپ کی کوئی پرتشٹھا نہیں ہے اور کوئی سمپردائے شکشتوں کی اوہیلنا[8] کر کے جیوت نہیں رہ سکتا۔ ہندو سماج کی اور راشٹر کی جو ورتمان ادھوگتی ہو رہی ہے، جس کے ذمہ دار آپ ہی جیسے لوگ ہیں، اور ہندو جاتی اب آپ کے پیچھے آنکھیں بند کر کے چلنے کو تیار نہیں۔ آپ نے آٹھ کروڑ ہندوؤں کو مسلمان بنا دیا۔ یہ چھ کروڑ اچھوت بھی آپ ہی کے ودیا دان[9] کے بیدھے ہوئے ہیں، کیا ہندو دھرم کو سنسار سے مٹا کر ہی دم لیں گے۔ آپ کو اپنا ہت بھی نہیں نظر آتا؟

کیا مندروں کے پجاریوں اور مٹھو کے مہنتوں سے ہندو جاتی بنی ہوئی ہے؟ پوجا کرنے والے بھی رہیں گے، یا پوجا کرانے والے ہی مندروں کو استھائی رکھیں گے؟

ایک وہ جاتیاں ہیں، جو دوسروں کو اپنے میں ملا کر پھولی نہیں سماتیں۔ آج ایک چمار مسلمان ہو جائے، سارا مسلم سماج اس کا سواگت کرے گا، لیکن یہ میموریل باز لوگ، جو ہندو جاتی کے رکشک ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ بھی نہیں سہہ سکتے کہ کوئی باہر کا آدمی ان کے دیوتاؤں کے درشن کر سکے۔ اچھوت کے پیسے تو آپ بے دھڑک لیتے ہیں، اچھوت کوئی مندر بنا دے، آپ دل بل کے ساتھ جائیں گے، مندر میں دیوتا کی استھاپنا[10] کریں گے، تر مال کھائیں گے، ہاں اچھوت نے اسے چھوا نہ ہو۔ دکشنا لیں گے، اس میں

---

1 خوداعتمادی 2 خواہش خودغرضی 3 غرور 4 دھول 5 مبارک 6 ذرہ برابر بھی 7 عزت 8 نفی 9 تعلیم کا تیر 10 قائم

کوئی پاپ نہیں، نہ ہونا چاہیے، لیکن اچھوت مندر میں نہیں جا سکتا، اس سے دیوتا اپوتر[1] ہو جائیں گے۔ اگر آپ کے دیوتا ایسے نربل[2] ہیں کہ دوسروں کے اسپرش[3] سے ہی اپوتر ہو جاتے ہیں، تو انھیں دیوتا کہنا ہی متھیا ہے۔ دیوتا وہ ہے، جس کے سمکھ جاتے ہی چانڈال بھی پوتر ہو جائے۔ ہندو اسی کو اپنا دیوتا سمجھ سکتا ہے۔ پتتوں[4] کا ادھار[5] کرنے والے ٹھاکر ہی ہمارے ٹھاکر ہیں، جو پتتوں کے درشن ماتر سے پتت ہو جائیں، ایسے ٹھاکر کو ہمارا دور ہی سے نمسکار ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اچھوتوں کی عادتیں گندی ہیں، وے روز اسنان نہیں کرتے، نشدھ کرم[6] کرتے ہیں، آدی۔ کیا جتنے سچھوت ہیں، وے روز اسنان کرتے ہیں کیا کشمیر اور الموڑا کے براہمن روز نہاتے ہیں؟ ہم نے اسی کاشی میں ایسے براہمنوں کو دیکھا ہے، جو جاڑوں میں مہینے میں ایک بار اسنان کرتے ہیں۔ پھر بھی وہ پوتر ہیں۔ یہ اسی انیائے کا پرائشچت[7] ہے کہ سنسار کے انیہ دیشوں میں ہندو ماتر کو اچھوت سمجھا جاتا ہے پھر شراب کیا براہمن نہیں پیتے۔ اسی کاشی میں ہزاروں میں مدسیوی[8] براہمن اور وہ بھی تلک دھاری نکل آئیں گے، پھر بھی وے براہمن ہیں۔ براہمنوں کے گھروں میں چماریاں ہیں، پھر بھی ان کے براہمنتو میں بادھا نہیں آتی، کنتو اچھوت نتہ اسنان کرتا ہو، کتنا ہی آچاروان[9] ہو، وہ مندروں میں نہیں جا سکتا۔ کیا اسی نیتی پر ہندو دھرم استھر رہ سکتا ہے؟ اس نیتی کے پھل[10] ہم دیکھ چکے ہیں اب ساودھان ہو جانا چاہیے۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہم کس منہ سے یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم پوتر اور اُمک اُپوتر ہے۔ کسی براہمن مہاجن کے پاس اسی کا بھائی براہمن آسامی قرض مانگنے جاتا ہے، براہمن مہاجن ایک پائی بھی نہیں دیتا، اس پر اس کا وشواس نہیں ہے۔ وہ جانتا ہے اسے روپے دے کر اس سے وصول کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اسی براہمن مہاجن کے پاس ایک اچھوت آسامی جاتا ہے اور بنا کسی لکھا پڑھی کے روپے لے آتا ہے۔ براہمن کو اس پر وشواس ہے۔ وہ جانتا ہے، یہ بے ایمانی نہیں کرے گا۔ ایسے ستیہ وادی، سرل ہردے، بھگتی پرائن لوگوں کو ہم اچھوت کے نام سے پکارتے ہیں، ان سے گھرنا کرتے ہیں، مگر ہمارا وشواس ہے، ہندو سماج کی دھارمک چیتنا جاگرت ہو گئی ہے اب وہ ایسے انیایوں کو سہن نہ کرے گا۔ راشٹروں کے جیون کا رہسیہ[11] اس کی سمجھ میں آ گیا ہے، وہ ایسی نیتی کا ساتھ نہ دے گا، جو اس کے جیون کی جڑ کاٹ رہی ہے۔

21 رنومبر 1932

---

1 ناپاک 2 کمزور 3 لمس 4 ذلیل لوگ 5 نجات 6 کارِ ممنوع 7 کفارہ 8 شرابی 9 باکردار 10 نتائج بد 11 -راز

مہاتماجی کا اُپواس[1]

گرووایور کی ایک سارو جنک[2] سبھا میں بھاشن دیتے ہوئے شری کیلپّن نے یہ سوچت کیا تھا، کہ مہاتما جی کا ایک پتر ان کے نام آیا ہے، جس میں انھوں نے لکھا ہے، کہ آپ دو جنوری سے اپواس کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ شری کیلپّن نے جس ساہس[3] سے گرووایور کے مندر کو اچھوتوں کے لیے کھلوا دینے کے لیے اپواس کرنے کا نشچے[4] کیا تھا، جس ساہس سے وے کئی دن تک لگاتار اپواس کرتے رہے، اس کی جتنی پرشنسا[5] کی جاوے تھوڑی ہے۔ اس سمے زمورن نے ضد کر مندر نہ کھولنے میں جو اہمنیتا تھا جڑتا دکھائی تھی اس کی جتنی نندا کی جاوے تھوڑی ہے۔ اس سمے، مہاتما جی کے منع کرنے سے شری کیلپّن نے ان شن توڑ دیا تھا۔ مہاتما جی نے اتنے سمے تک اس بات کی پرتیکشا کی تھی، کہ کسی پرکار زمورن کو عقل آجاوے گی مہامنا مالوی جی، شری راج گوپالاچاری اور راجندر پرساد تتھا شرمتی گاندھی نے بھی اس دشا میں بھرسک[6] کوشش کی تھی، کہ زمورن اپنی ضد توڑ دیں لیکن زمورن نے کچھ بھی نہ کیا۔ جہاں تک ہم قانون جانتے ہیں کسی دیوالیہ پر کسی کا بھی حق نہیں ہے۔ آخر گرووایور مندر کے زمورن ہوتے ہی کون ہیں۔ پھر بھی، ایک بار جب مہاتما جی نے کیلپّن کو اسی کام کے لیے منع کیا تھا تو یہ ان کے لیے فرض ہو جاتا ہے، کہ وہ پنہ اپواس کرنے کے سمے شری کیلپّن کا ساتھ دیں۔ مہاتما جی کی اس دار شنکتا کو ذرا ہم کٹھنائی سے سمجھ سکتے ہیں، پر اس اور دھیان دینا ضروری ہے۔ اب، کیا ہم بھارتیہ اتنا گر گئے ہیں کہ وشو کی ایک وبھوتی[7] زمورن کی ضد کے کارن بلیدان ہو جاوے۔ ایشور ہمارے اہنساتمک آگرہ میں بل دیں۔

5 دسمبر 1932

---

1 فاقہ 2 جلسۂ عام 3 حوصلہ 4 ارادہ 5 تعریف 6 بھرپور 7 ظہور

ہریجن بالکوں کے لیے چھاترالے[1]

ناگپور میں ہریجن بالکوں کے لیے الگ ایک چھاترالیے بنایا گیا ہے۔ اس سے تو اچھوت پن مٹے گا نہیں، اور درڑھ ہوگا۔ انھیں تو سادھارن چھاترالیوں میں بنا کسی وچار کے استھان ملنا چاہیے۔

5/دسمبر1932

دلّی کے میونسپل چناؤ میں اچھوت ممبر

دلی میونسپیلٹی میں دو ممبروں کا استھان خالی ہو گیا تھا۔ اس کے لیے امیدوار کھڑے ہوئے تھے۔ نیشنلسٹ دل نے دونوں جگہوں کے لیے دو اچھوت بھائیوں کو کھڑا کر دیا۔ جن مت کا ایسا دباؤ پڑا کہ سبھی ہندو امیدوار بیٹھ گئے اور دونوں اچھوت امیدوار مقابلے کے لیے چن لیے گئے۔ اگر اب بھی کسی کو سندیہہ ہو کہ ہندو اپنے دلت بھائیوں کے ساتھ نیائے کرنا نہیں چاہتے، تو یہ اس کا انیائے ہے۔ مہاتما گاندھی کے ان شن نے جو جاگرتی پیدا کی ہے، اس نے ہندو سماج میں کرانتی[2] پیدا کر دی ہے اور ہمیں وشواس ہے کہ وہ سمست ہندو جاتی کا ایکی کرن[3] کر کے ہی شانت ہوگی۔

19/اکتوبر1932

---

1 طلبا کے رہنے کی جگہ 2 انقلاب 3 اتحاد

کانپور میونسپل چناؤ

کانپور کے میونسپل چناؤ پر جہاں ہم ناگرکوں کو اس لیے بدھائید یتے ہیں، کہ انھوں نے دونوں مہیلاؤں کو بہومت سے اپنا پرتی ندھی[1] چنا۔ وہاں ہمیں ان سے یہ شکایت بھی ہے، کہ انھوں نے دونوں ہریجن بھائیوں کے ساتھ انیائے کیا۔ ہریجن امیدواروں کے مقابلے میں جو مہاشے کھڑے ہوئے تھے، انھیں دیش کی پرستھتی[2] کا دچار کر کے خود بیٹھ جانا چاہیے تھا۔ یدی وے اتنا تیاگ نہیں کر سکتے تھے، تو ووٹروں کو ہریجنوں کے پکش میں ووٹ دینا چاہیے تھا، پر کانپور والوں نے اپنی انودارتا کا پرمان دینا ہی شرے کی بات سمجھا۔ راشٹر کو ان کے اس ویوہار سے کتنا بڑا دھکا پہنچا ہے، کداچت[3] اس کا وے انومان نہیں کر سکتے۔ ابھی پونا کا سمجھوتا ہوئے بہت دن نہیں بیتے۔ جب ابھی سے ہریجنوں کی اپیکشا کی جانے لگی، تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا، کہ وہ استھانیہ بورڈوں میں بھی اپنا بٹوارا کرانے کے لیے زور دیں گے اور کون کہہ سکتا ہے، ان کی وہ مانگ نیائے سنگت نہ ہوگی۔

12/دسمبر 1932

ہمارے یُوکوں کا کرتویہ[5]

مہاتما گاندھی نے کاشی وشوودیالیہ کے ادھیاپک شری سی۔ این۔ مینن کے ایک پتر کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔

"پرنتو، میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر چھاتروں کی اور سے زمورن کے نام ایک پتر بھیجا جائے، جس پر ان سبھی چھاتروں کے ہستاکشر ہوں جن کا ہریجنوں کے ادھار[6] میں وشواس ہے، تو یہ اس بات کا اٹول پرمان[7] ہوگا کہ بھاوی راشٹر اس کالے داغ کو مٹانے کے لیے کتنا تلا ہوا ہے۔ کیا ہی اچھی بات ہو کہ ہندو وشوودھیالیہ کی طرح سبھی ودھیالیوں کے چھاتر ایسا ہی کریں۔"

ہمیں پورن وشواس ہے، کہ ہمارے چھاتر اس آدیش[8] کو شرودھاریہ کریں گے۔ ہمیں یہ بھی وشواس ہے کہ ادھشٹھاتاؤں کی اور سے اگر اس شبھ کاریہ میں پروتساہن نہ ملے گا تو کم سے کم کوئی بادھا نہ کھڑی کی جائے گی۔

12/دسمبر 1932

---

1 نمائندہ 2 حالت 3 شاید 4 اندازہ 5 فرض 6 نجات 7 صاف 8 حکم

پاون تتھی

18 دسمبر بھارت کے اتہاس میں بہت دنوں تک یاد رکھا جائے گا۔ یہ اس پاون پرو[1] کا دن تھا جب ہندو سماج نے ویاوہارک روپ سے اس تتو کو سویکار کرلیا، جو سبھی دھرموں کا مول تتو ہے، اور وہ ہے منشیہ ماتر کی سمتا۔ بودھ اور عیسائی، اسلام اور سکھ، سبھی مذہبوں میں، جہاں تک ان کا سماج سے سمبندھ ہے (Universal Brother Hood) کو ہی آدھار مانا گیا ہے۔ بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ دھرموں کی سرشٹی[2] کا یہی اڈیشیہ تھا۔ اسی ایک ویوستھا میں سارے آدھیاتمک[3] اور نیتک[4]، دیہک[5] اور مانسک سدھانت[6] سماوشٹ[7] ہو جاتے ہیں۔ جب مانو سماج میں چھوٹے بڑے، اونچ نیچ، کا بھید بڑھا، ایک نئے دھرم کا ادے[8] ہوا۔ سنسار میں جتنے دھرم ہیں، ان میں یہی ایک تتو ہے، جو سب میں پایا جاتا ہے۔ ان میں طرح طرح کے بھید ہیں، بھانتی بھانتی کی ویوستھائیں ہیں۔ کہیں ماس ورجت[9] ہے، کہیں مدرا ورجت[10] ہے، کہیں ان میں سے ایک بھی ورجت نہیں، کہیں ایک ہی بیاہ کی ویوستھا ہے، کہیں چار کی، کہیں انیک کی، لیکن اس بھائی چارے کے وشئے میں سبھی ایک مت ہیں۔ اس کا کارن یہی ہے کہ اس تتو کی اپیکشا[11] کر کے، سماج میں شانتی نہیں رہ سکتی۔ یا تو کسی نئے دھرم کی سرشٹی ہوگی، یا کوئی بھینکر وپلو[12] ہو جائے گا۔ فرینچ کرانتی اسی وشمتا[13] کی فریاد تھی، روس کی کرانتی بھی اسی بھید بھاؤ کا رؤدن تھا۔ منشیہ ماتر میں جو ایک آتما ویاپت ہے، وہ اس وشمتا کو سہن نہیں کرسکتی۔

---

1 مبارک تہوار 2 تخلیق 3 روحانی 4 اخلاقی 5 جسمانی 6 ذہنی اصول 7 شامل 8 ظہور 9 ممنوع 10 شراب 11 نظرانداز 12 خطرناک ہلچل 13 نابرابری

دیوی سمپد

ہمارے جتنے پرو ہیں، وہ سبھی کسی آدھیاتمک[1] وجے کی یادگار ہیں۔ 18 / دسمبر کو بھارت کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک جو پاون پرو[2] منایا گیا، وہ ہندو جاتی کے پنرتھان کا ٹیکہ تھا۔ ایک سے آئے گا، جب ہولی اور دیپاولی، وجیادشمی اور رکشا بندھن کی بھانتی سارے بھارت ورش میں گھر گھر یہ اُتسو منایا جائے گا۔ رکشا بندھن براہمنوں کا پرو ہے۔ وجیادشمی شتریوں کا، دیپاولی دیشیوں کا، ہولی شودروں کا، لیکن یہ ''ہریجن دوس'' سمست ہندو جاتی کا پرو ہوگا۔ یہ ورن بھید کو مٹا کر ایکتا[3] کے بھاووں[4] کو جگانے اور پالنے والا ہوگا۔ کیا آدھیاتمک اور کیا ساماجک درشٹی سے کوئی بھی پرو اس کی برابری کرسکتا ہے؟ یہ چرکال[5] تک اس وجے کی یاد دلاتا رہے گا، جو دیوی شکتیوں نے آسری منوورتیوں پر پائی۔ پرتھکتا اور وچھید آسری منورتی ہے۔ ایکتا اور پریم دیوی سمپد ہیں۔ اونچے کل کے ودوان، پرتشٹھت، پربھاؤ شالی سجنوں کو جھاڑو اور ٹوکری لے کر ہریجنوں کے گھر اور محلوں کی صفائی کرتے دیکھ کر راشٹر کی آتما پھولی نہ سمائی ہوگی۔ ہریجن بالکوں کے ساتھ وسجاتیہ بالکوں کو مل مل کر کھیلتے دیکھ کر ایشوروں نے بھی آشیرواد دیا ہوگا۔ بدھ اور شنکر، رامانج اور چیتنیہ، دیانند اور گوبند سنگھ کی آتماؤں نے سورگ دھام[6] سے جو شبھ کامنائیں[7] کی ہوں گی، جن آدرشوں[8] کے لیے انھوں نے اپنے جیون کا اتسرگ کر دیا، انھیں پھلتے پھولتے دیکھ کر انھیں جو آنند ہوا ہوگا اس کی کلپنا سے ہمارے راشٹر جیون میں کتنی شکتی اور اسپھورتی کا سنچار ہوگا، اسے کون کہہ سکتا ہے۔ ہندو جاتی نے اس چرکالین کلنک کو دھو ڈالنے کے لیے جتنے اتساہ اور وچار سے کام لیا ہے، وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کی جیون دھارا چاہے اورودھ ہوگئی ہو پر سوکھی نہیں ہے۔ لیکن ہریجنوں کو ہم نے سدا اسپرشیہ سمجھا، جس کے ساتھ ہم نے سدا امانوشیہ ویوہار[9] کیا، یدی ان کے پرتی اتنے پردرشن ماتر سے ہم سنتشٹ ہو جائیں تو اس سے ان میں وہ آتمک جاگرتی[10] کداپی نہ اتپن ہوگی جو ان کے ادھ پتن کی پرگتی کو روک سکے۔ ہم کو دل سے یہ بھاؤ سمپورنتہ نکال ڈالنا ہوگا کہ ہم ان سے اونچے ہیں۔ ہم نے کیول پشو بل سے ان کے ادھکاروں کا اپہرن کر لیا ہے۔ ہم

---

1 روحانی 2 مقدس تہوار 3 اتحاد 4 جذبات 5 ہمیشہ 6 بہشت 7 مبارک خواہشات 8 نصب العین 9 غیر انسانی سلوک 10 روحانی بیداری

ان سے بلوان ہو سکتے ہیں پر اونچے کداپی نہیں۔ بل عیک درشٹی سے اہنسا کا بودھک نہیں۔ اہنسا، پروپکار، سیوا نیت کی صفائی اور تیاگ میں ہے۔ اس کسوٹی پر کسا جائے تو ہندو جاتی کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کا بڑپن کا دعوا کتنا بھرم مولک ہے۔ وہ سے آ رہا ہے جب ہم سمجھیں گے کہ سنسار کا بھوگنا ہی بڑپن کی دلیل نہیں ہے، بلکہ سیوا ہی واستوک بڑپن ہے۔

دھرم بھید نہیں سکھاتا

سمست دیش زمورن سے گرو دیور کا مندر کھولنے کی پرارتھنا کر رہا ہے، پرستاو پر پرستاو پاس ہو رہے ہیں، ڈیپوٹیشن پر ڈیپوٹیشن اور تار پر تار بھیجے جا رہے ہیں، پر زمورن پر ابھی تک کوئی اثر ہوتا نظر نہیں آتا۔ ابھی تک وہاں جتنی سمتیوں[1] کی گننا[2] کی گئی ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہومت ہریجنوں کے پردیشا دھار کے پکش میں ہے۔ کسی کسی فرقے میں تو توے فی صد پکش میں ہے۔ وپکش[3] میں سب سے بڑی سنکھیا چھبیس فی صدی ہے۔ پھر بھی زمورن اڑے ہوئے ہیں۔ مہاتما گاندھی اور شری کیلپن کے اپواس[4] کی سمبھاونا دن دن بڑھتی جاتی ہے، پر زمورن ٹس سے مس نہیں ہو رہے ہیں۔ ادھر ورنا شرم سنگھ بھی زور باندھے ہوئے ہے اور وائسرائے سے فریاد کر رہا ہے کہ ودھرمیوں سے ہندو دھرم کی رکشا کیجیے، کنتو ہندو جاتی کا روخ کدھر ہے یہ کھلی ہوئی بات ہے۔ تھوڑے سے شاستر وبجیوی لوگوں کو چھوڑ کر سارا ہندو سماج ہریجنوں کے مندر پرویش کے پکش میں ہے۔ اس وشے میں ہندو سماج سے اتنی اودارتا[5] کی آشا نہ کی جاتی تھی، لیکن یہ تو ہماری سمجھ میں آتا ہے کہ ہریجنوں میں ادھیکانش اکھادیہ[6] وستوؤں کا ویوہار کرتے ہیں، گندے رہتے ہیں اور ہم اپنے سنسکاروں کے کارن اچھار تے ہوئے بھی ان سے مل نہیں سکتے۔ مگر جب اس بھید بھاو کو دھرم شاستروں سے سدھ کیا جاتا ہے، تب ہم ادھیر ہو جاتے ہیں اور دھرم شاستر سے ہماری شردھا اٹھ جاتی ہے۔ مہاتما گاندھی کہتے ہیں۔

''اسپرشیتا کو بدھی گرہن نہیں کر سکتی۔ وہ ستیہ کا، اہنسا کا وِرودھی دھرم ہے، اس لیے دھرم ہی نہیں۔ ہم اونچ اور دوسرے نیچ ہیں، یہ وچار ہی نیچ ہے۔ جس براہمن میں شودر کا سیوا کا گن نہیں، وہ براہمن نہیں۔ براہمن تو وہی ہے، جس میں کشتریہ کے، ویشیہ

---

1 آراء 2 گنتی 3 مخالفت 4 بھوک ہڑتال 5 فیض، بھلائی 6 ناخوردنی

کے اور شودر کے سب گن ہوں اور ان کے اتر کت گیان ہو۔ شودر گیان سے سروتھا [1] رہت اتھوا وکھ نہیں ہوتے۔ ان میں سیوا پردھان ہے۔ ورنا شرم میں تو بھنگی، چانڈال آدمی تر گئے ہیں جو دھرم سنسار ماتر کو وشنو سمان جانتا ہے، وہ انیچ کو وشنو رہت کب مان سکتا ہے۔''

جو دھرم شاستر، اہنکار [2]، دمبھ [3] اور اونچ نیچ کا بھید سکھاتے ہیں، وہ مانیہ نہیں ہو سکتے۔ یہ بھید ہی ایشور دوکھ ہے۔ اور ہمیں وشواس نہیں آتا کہ دھرم شاستر کوئی ایسی ویوستھا کر سکتے ہیں، جو سروتھا انیائے سنگت اور سرواتما کی دیا پکتا کا ورودھی ہو۔ اوشیہ ہی ایسی باتیں ہندو دھرم دروہیوں نے پیچھے سے بڑھا دی ہیں۔ یا تو وہ کشیپک ہیں، اتھوا ان کا ارتھ ٹھیک نہیں کیا جا رہا ہے۔ پھر مہاتما جی ہی کے شبدوں میں۔

'' جیسے جیسے سے گزرتا جاتا ہے، اسپرشیتا کا بھی ناش ہوتا جاتا ہے۔ ریلوں، سرکاری اسکولوں، تیرتھ استھانوں اور عدالتوں میں اس کے لیے استھان نہیں ہے، اور ملوں تتھا دوسرے بڑے کارخانوں میں انتیجوں [4] سے کوئی پرہیز نہیں رکھا جاتا۔ گیتا میں بھی یہی کہا گیا ہے۔ سم درشی کے لیے براہمن، شوان، انیچ سب ایک سے ہیں۔''

اب وہ سے نہیں رہا کہ شاستروں میں جو کچھ ملے، اسے برہم واکیہ سمجھ لیں۔ سمبھو ہے، جس سے ان اسمرتیوں کی رچنا ہوئی ہو اس سے ایسے وچاروں [5] کی ضرورت رہی ہو، لیکن شاستر بھی اسی دشا میں مانیہ ہے، جب وہ ستیہ کی کسوٹی پر پورے اتریں۔ کوئی سمے تھا جب ہندو دھرم میں گومیدھ [6] ہی نہیں، نرمیدھ [7] بھی جائز تھا، پر آج ہم دھرم کے نام پر بھی نرمیدھ کرنا گھرنت [8] سمجھتے ہیں۔ ہم یہ مانتے ہیں۔ جہاں بدھی کا پرویش نہیں، وہاں وشواس ہی ہمارا آشرے [9] ہے، لیکن جن باتوں کے ستیاسیتہ کو ہم بدھی سے پہچان سکتے ہیں جو مانوتا [10]، نیائے، اہنسا اور ستیہ کے پرتکول ہیں، انھیں ہم شاستر وکت مان کر ویوہار میں نہیں لانا چاہتے۔ اپنے کو اونچا اور کسی دوسرے کو نیچا سمجھنا، ایسی نکرشٹ [11] سوارتھپرتا [12] ہے، جس کی ضرورت پڑنے پر چاہے ہم ویوہار کریں، پر اسے شاستر وکت کہہ کر اس کا سمرتھن نہیں کر سکتے۔ یوں تو ضرورت پڑنے پر ہم چوری بھی کرتے ہیں، جھوٹ بھی بولتے

---

1 مکمل طور پر 2 غرور 3 لالچ 4 اچھوتوں 5 تفکرات 6 گوکشی 7 انسان کشی 8 قابل نفرت 9 سہارا 10 انسانیت 11 ذلیل 12 خودغرضی

ہیں۔ آپد کال[1] میں چوری کرنا یا جھوٹھ بولنا بھی ادھرم نہیں مانا جاتا، لیکن ہم چوری یا جھوٹ کی پرشنسا نہیں کر سکتے۔ بھدرتا[2] کا ملکھیہ لکشن ہے ونمرتا[3]۔ ہم کسی سبھا میں جاتے ہیں، تو ادھکاری ہونے پر بھی سب سے اونچا آسن نہیں گرہن کرتے، گھر کے سوامی ہونے پر بھی سب سے پہلے اور سب سے سوادشٹھ بھوجن نہیں کرتے۔ پرانی اسمرتیوں میں براہمن کو پران دنڈ دینا شاستر وردھ تھا۔ عیسائیوں میں جب پوپ کی پردھانتا تھی، تو پادریوں کو پران دنڈ نہیں دیا جاتا تھا۔ پادریوں کے مقدمے ان کی اپنی عدالت میں فیصل ہوتے تھے، لیکن اس دھرماندھتا کے دن ودا ہو گئے۔ اب تو دھرم، انیائے اور نیتی کی کسوٹی پر کسا جاتا ہے۔ اگر وہ بدھی سنگت ہے تو مانیہ ہے، انیتھا ہم اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ اسی بدھی سنگتتا کو سنشٹ کرنے کے لیے ہمارے دھرماچاریوں نے کتنی ہی دھرم ویوستھاؤں کو، دھرم کتھاؤں اور دھرپرتھاؤں کے نئے ارتھ نکالے ہیں اور نکال رہے ہیں۔

مندر پرویش ہی اس سمسیا کو حل کرے گا

ہریجنوں کی سمسیا کیول مندر پرویش سے حل ہونے والی نہیں ہے۔ اس سمسیا کی آرتھک بادھائیں[4] دھارمک بادھاؤں سے کہیں کٹھور[5] ہیں۔ آج شکشت ہندو سماج میں زیادہ سے زیادہ پانچ فی صدی روزانہ مندر میں پوجا کرنے جاتے ہوں گے۔ پانچ فی صدی نہ کہہ کر اگر پانچ فی ہزار کہا جائے تو اُچت ہوگا۔ شکشت ہریجن بھی مندر پرویش کو کوئی مہتو نہیں دیتے۔ ہریجنوں کے اپنے دیوتا الگ ہیں۔ مندر پرویش کا ادھیکار[6] پاتے ہی وے اپنے دیوتاؤں کو اٹھا کر دریا میں نہ پھینک دیں گے۔ ہندو جاتی انھیں یہ ادھکار دے کر کیول اپنا کلنک دور کرے گی، اسی طرح جیسے مرتک شرادھ[7] کر کے ہم کیول اپنی آتما کو شانت کرتے ہیں۔ مرت آتما کو اس سے لابھ ہوتا ہے۔ اس کے نشچے کرنے کا ہمارے پاس نہ کوئی سادھن ہے نہ اچھا اصل سمسیا تو آرتھک ہے۔ یدی ہم اپنے ہریجن بھائیوں کو اٹھانا چاہتے ہیں تو ہمیں ایسے سادھن پیدا کرنے ہوں گے جو انھیں اٹھنے میں مدد دیں۔ ودیالوں میں ان کے لیے وظیفے کرنے چاہئیں، نوکریاں دینے میں ان کے

---

1 مصیبت کے وقت 2 شرافت 3 عاجزی 4 معاشی مشکلات 5 سخت 6 حق 7 مرے ہوئے کو ثواب پہنچانے کی رسم

ساتھ تھوڑی سی رعایت کرنی چاہیے۔ ہمارے زمین داروں کے ہاتھ میں ان کی دشا سدھارنے کے بڑے بڑے اپادان[1] ہیں۔ انھیں گھر بنانے کے لیے کافی زمین دے کر، ان سے بے گار لینا بند کر کے، ان سے سجنتا اور بھل مانسی کا برتاؤ کر کے وے ہریجنوں کی بہت کچھ کٹھنائیاں دور کر سکتے ہیں۔ سے تو اس سمسیا کا آپ ہی حل کرے گا۔ پر ہندو جاتی اپنے کرتویہ سے منہ نہیں موڑ سکتی۔

26/دسمبر1932

1 حصول مقصد

سناتن دھرم کا پرچار

شدھ سناتن دھرم کیا ہے، یہ وشے وواد سپد[1] ہے۔ جو اپنے کو سناتن دھرم کا پران بھی کہتے ہیں، وے سُیم اس وشے میں چنتت[2] ہیں کہ وید اور شاستر دوارا سوتہ دھرم کی ویاکھیا[3] انیکا نیک پرکارسے کی گئی ہے۔ اور اسی کارن ودر نے مہابھارت میں صاف لکھا دیا ہے کہ:

''دھرمسیہ تونہت گہایاں، مہاجنوں یین گتہ سپنتھا۔''

جب مہاجنوں دوارا پردرشت ہتھ ہی مانیہ ہے تو ''مہاجن'' کون ہے، کسے سمجھنا چاہیے، یہ شنکا ہوتی ہے۔ کیول پوتھی پترے کے پنڈت کو ہی مہاجن نہیں کہا جا سکتا۔ اسمرتی واکیہ تو اس وشے میں اسپشٹ ہی ہے کہ:

اگر-بھیہ: گرانتھن: شریشٹھا:، گرنتھبھیو دھارنو ورا:

دھربھیو گیانن: شریشٹھا: گیانبھیو ویوساین:

ارتھات سب سے شریشٹھ ''ویوسائی'' ہے، اپنے گیان[4] کو ویوسائے[5] روپ میں کاریاونت[6] کرنے والا ہی واستوک پنڈت ہے، مہاجن ہے، گیاتا ہے، آچاریہ ہے۔ یدی پنڈت سموادائے یہ کہتے ہیں کہ، بردشا میں براہمنوں کو ہی شریشٹھ مانا گیا ہے، براہمن ہی شریشٹھ سمجھے گئے، تتھادے منواسمرتی کا یہ شلوک رٹ ڈالتے ہیں کہ:

''بھوتاناں پرانن: شریشٹھا، پرانی نام بدھی، جیون'!

بدھی متسونرا: شریشٹھا، نریشو براہمنا اسرتا: !! منو 1 ۔ 97-1

تو انھیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اسی کے آگے منو بھگوان نے لکھا ہے۔

---

1 متنازعہ فیہ 2 فکرمند 3 تشریح 4 علم 5 پیشہ ورانہ شغل 6 کام میں لانا

برا ہمنیشو چ ودوانسو، وودتسو کرت بدھیہ

کرت بدھیشو کرتانت: کتر کرتر یو برہموادنہ

برہموادی [1] سب سے شریشٹھ [2] ہیں۔ بھلتہ جو دیوسائی ہے، اور برہموادی ہے۔ وہی سب سے شریشٹھ ہیں، کیول تری پنڈ پھنکارے، دوسرے کا دیا ہوا کھا کر پیٹ پھلائے، اشسٹ، وید کا پنڈت نہیں۔ ان کسوٹیوں میں کسنے پر تو بھارت میں ایک بھی ایسا پنڈت نہیں دکھ پڑتا جو مہاتما گاندھی کی طرح ''مہاجن'' ہو، مانیہ ہو۔ ہماری سمتی [3] میں مہاتما جی جس پرکار دیش بھر کے لیے سب سے بڑے مہاجن ہیں، اس پرکار کاشی کے لیے سب سے بڑے مہاجن ڈاکٹر بھگوان داس ہیں، اور سناتن دھرم کے انوسار یہی سرو تھا [4] اچت ہے، کہ کاشی واسی پوپ ڈم کے پجاری، پاکھنڈ کے سرتھکوں کی کچت بھی پرواہ نہ کر، انھیں کے بتلائے پتھ پر چلیں اور کیول مندر اتیادی ہی ہریجنوں کے لیے نہ کھول دیں، کنتو اپنے ہردے کا مندر بھی ہریجنوں کے لیے کھول دیں۔

ہمیں ہرش ہے کہ یہ بات ہمیں کاشی کی جنتا کو بتلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آٹھ تاریخ کو وائسرائے سے یہ پرارتھنا کرنے کے لیے کہ وے ہریجنوں کے مندر پرویش کے ادھکار سمبندھی بل کو اسمبلی تتھا کونسل میں پیش کرنے دیں۔ کاشی ٹاؤن ہال میں ڈاکٹر بھگوان داس کے سبھاپتتو [5] میں جو بہتی سبھا ہوئی تھی، اس میں جنتا کا، پندرہ ہزار کی بھیڑ کا، ہریجنوں کے پرتی انراگ استتیہ تتھا سراہنیہ [6] تھا۔ اس سبھا میں کاشی کے کشیتروں میں مفت بھوجن کر، کتپئے [7] اچھر نکمل [8] سنسکرت کے ودیارتھیوں [9] نے گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ ''ویدکی ہنسا ہنسا نہ بھوتی'' کو ماننے والے ان اشٹلوں [10] نے پہلا وردودھ ڈھیلا برسا کر کیا۔ بھلتہ [11] دو چار کے مستک سے خون بہہ نکلا۔ جب جنتا اتیجت [12] ہو کر انھیں بھرتا کر ڈالنا چاہتی تھی، ان کی بات سنتا تو دور رہا، ڈاکٹر بھگوان داس نے جنتا کو شانت کر، تین اسپرشیتا نوارن کے وروذھیوں کا دیاکھیان [13] کرایا۔ یہ دیاکھیا تا سُم اپنے سرتھکوں کے اجڈپن سے گھبرا رہے تھے۔ جنتا نے بار بار بجز کاٹے جانے پر بھی سبھاپتی کی آگیا کا پالن کیا۔ انت میں جب پرستاو گھور ''ہرش دھونی'' [1] کے ساتھ پاس ہوا تو

---

1 وحدۃ الوجود کا قائل 2 اوّل 3 رائے 4 حتی الامکان مناسب 5 صدارت 6 قابل تعریف 7 اکثر 8 سرکش 9 طلبا 10 بدتہذیب 11 نتیجتاً 12 مشتعل 13 تقریر

واستوک ودھرمیوں نے پنہ کولاہل[2] مچایا۔

استو، چاہیے تو یہ تھا کہ ''ادھیکانش کی مورکھتا'' پر دکھ پرکٹ کرکے، سناتنی سے کی پرتیکشا کرتے، جب وے اپنی بات کا پربھاؤ پیدا کرسکیں، کنتو ڈھیلے یا ڈنڈے کا پرشرے ادھر دھرم کے پرچار کے لیے وے لے رہے ہیں، یہ کہاں کی دھارمکتا ہے، کسی شاستر کا وچن ہے؟ کاشی کے ادھیکانش سنسکرت چھاتر'' پر دروے شولوشلوت'' سمجھ کر مفت کا بھوجن آرام تو کیا کرتے ہی ہیں۔ کیا وے پرائے پران کو ''لوشلوت'' سمجھتے ہیں؟ سہشنوتا[3] تھا گمبھیرتا[4] کیا شاستر سے اٹھ گئی؟ یہی نہیں، وے ویرتھ کے جھوٹے اکشیپوں[5] کو چلاکر، جھوٹھی نوٹیس بانٹ کر کیا ہمیں یہ بھی راستہ بتلا رہے ہیں، کہ کل یگ[6] میں سناتن دھرم کا پرچار جھوٹھ بول کر کرنا چاہیے؟ کیا وے ویدتتھا دھرم کو ساکشی دے کر کہہ سکتے ہیں کہ وے اپنی پراجے کا جو کارن بتلاتے ہیں، ستیہ ہے؟ جنھیں اس بات کا سچ مچ یقین ہو، کہ اسپرشیتا ہمارے سماج کا ایک گن ہے، وے ''یتنے کرتے یدی نہ سدھتی کوتر دوشہ'' یتن کریں۔ ویرتھ جھوٹھ یا دغابازی کی باتیں کیوں کرتے ہیں۔ کم سے کم، یہ تو ہم جانتے ہیں، کہ اس اپیوگی[7] پرستاو[8] کے پتے پرتشت ورودھی اتنے ابودھ[9] ہیں، کہ وہ جانتے ہی نہیں اسپرشیتا کی سمسیا کیا ہے۔

23/جنوری1933

---

1 صدائے مسرت 2 شوروغل 3 تحمل 4 سنجیدگی 5 الزامات 6 عہد گناہ 7 کارآمد 8 تجویز 9 ناواقف

اسپرشیوں[1] کی مہتواکانکشا[2]

ہمارے پاس کلنت آشرم جعفر آباد کے ہریجن سیوک شری ہریجن داس کلنت کا ایک پتر آیا ہے جس میں وے یہ لکھتے ہیں کہ '' آج میں ورشوں سے ہریجنوں کی سیوا میں ہی اپنا پران لگا رہا ہوں۔ میرا یہ انبھو[3] ہے کہ ہریجن مندر پرویش کے لیے اتنے اتسک[4] نہیں ہیں جتنا اپنی آرتھک[5] دشا کو سدھارنے کے لیے۔ وے چاہتے ہیں کہ اپنے گرہ ادھیوگ دوارا وے سوتنتر[6] ہو جاویں۔ ان کی مالی حالت سدھرے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ مشینری کی اپچتی پر کر لگا دیا جائے۔ گرہ ادیوگ[7] تبھی پنپے گا اور ہم تبھی سکھی ہو سکیں گے۔

آج میں پرکاشت شری پری پورنا نند کے وہ ہریجنوں کی سیوا، کے کاریہ کرم کا سمرتھن کرتے ہوئے بھی وے لکھتے ہیں کہ ہریجن یہی سب سے بڑی سیوا سمجھتے ہیں۔ کلنت جی نے ہمارے پاس مہاتما جی کے نام ایک اپیل بھی بھیجی ہے۔ یہ اپیل ہریجنوں کی اور سے ہی ہے۔ اس میں لکھا گیا ہے کہ جون پور (پریاگ) میں گت روی وار کو ہریجنوں نے اپنی مہتی سبھا میں شری بھگوان سوریہ کے سبھاپتو[8] میں یہ نشچے[9] کیا کہ وے اچ ورنوں[10] کے مندروں میں نہیں جانا چاہتے۔ اس سے وروودھ بڑھتا ہے اور وروودھ ہی مانوی[11] آزادی کو نشٹ کرتا ہے۔ ہم اس سے سب سے بڑی بات جو چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ (مہاتما جی) ہماری ذرا بھی چنتا[12] نہ کر اپنا سواستھیہ[13] ٹھیک رکھیں بھگوان سوریہ ہمارے داتا ہیں۔ اس اپیل میں بھی گرہ۔ ادیوگ کو مہتا پردان کی گئی ہے۔

ہریجنوں کے ان ادار[14] وچاروں کے لیے ہم انھیں بدھائی دیتے ہیں۔ پھر بھی، وے چاہیں یا نہ چاہیں۔ ہم انھیں مندر پرویش کے ادھکار دینا ہی چاہتے ہیں۔ رہ گئی گرہ ادیوگ کی بات۔ اس وشے میں ان کے وچاروں کا ہم سمرتھن[15] کرتے ہیں۔ جب ان کے پاس پیسہ ہوگا تو بھوجن۔ یہ برا ہمن اور بھکشو پر بھی ان کو اُنت[16] ماننے لگیں گے۔

23 رجنوری 1933

---

1 اچھوتوں 2 خواہشات 3 تجربہ 4 بے چین 5 معاشی حالت 6 آزاد 7 گھریلو پیشہ یا کاروبار 8 صدر مجلس 9 ارادہ 10 اعلیٰ طبقہ 11 انسانی 12 فکر 13 تندرستی 14 نئی 15 تائید 16 ترقی یافتہ

مندر پرویش اور سرکار

ہمیں تو یہ سماچار[1] پڑھ کر وشواس ہی نہیں ہوا کہ وائسرائے مہودے نے مدراس کونسل میں شری یت سبراین کو ''مندر پرویشا دھکار''[2] سمبندھی بل پیش کرنے کا ادھکار نہیں دیا۔ شری یت سبراین نے کونسل میں اس آشے[3] کا پرستاو بھیجا تھا کہ جتنے سار وجنک[4] مندر ہیں۔ سب میں سبھی جاتی کے ہندوؤں کے پرویش کا ادھکار دیا جاوے۔ بھارت سرکار کے اِستی (1) دھارا کے انوسار مدراس سرکار نے وائسرائے کے پاس اس بات کی سویکرتی[5] کے لیے کہ یہ قانون پیش کرنے کی اجازت دی جاوے یا نہیں، اسے بھیجا تھا اور 23 رجنوری کا سمواد[6] ہے کہ وائسرائے نے سویکرتی نہیں دی۔ شری یت رنگا ایر نے ایک پرستاو اسمبلی میں پیش کرنے کے لیے بھیجا تھا، جس کے انوسار ''بھارت سے جاتی پانتی کی بادھائیں[7] ایک دم اٹھا دی جانی چاہیے۔'' اس پرستاؤ کو پیش کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ تھا ایک مہینے کی نوٹس کی بادھا کے انوسار 23 فروری تک یہ پرستاؤ اسمبلی میں وچارارتھ[8] پیش ہو جاوے گا۔ مسٹر ایر کے پرستاؤ کے سانتر کئی پرستاؤ مسٹر ایس۔ سی۔ مترا شری گیا پرساد سنگھ، شری داس آدی کے نام سے بھی بڑی کونسل میں پیش ہونے والے ہیں۔

وائسرائے نے مدراس کونسل میں جس پرستاؤ کو پیش نہ ہونے کی آگیا دی ہے اس کا کارن یہ ہے کہ یہ وشے پرانتیہ[9] ورشٹی سے وچار کرنے یوگیہ نہیں ہے۔ مدراس میں بہت سے ایسے مندر ہیں، جہاں باہر سے یاتری[10] ورشن کرنے جاتے ہیں۔ اتہ[11] ان مندروں کے ساتھ بھارت بھر کا سمبندھ[12] ہے۔ اس کے اترکت[13] بھی اس وشے میں

---

1 خبر 2 مندر میں داخل ہونے کا حق 3 مقصد 4 عوامی 5 اجازت 6 گفتگو 7 مشکلات 8 غور کرنے کے لیے 9 صوبائی 10 مسافر 11 لہذا 12 رشتہ 13 زیادہ

جن مت[1] بنا جانے سرکار کچھ نہیں کرنا چاہتی۔ بڑی کونسل میں جس بل کا پیش ہونے کی اجازت دی گئی ہے وہ ادھک ویاپک[2] ہے تتھا اس میں پراتیہ سنکیچتا[3] نہیں ہے۔ اس کے اترکت بڑی کونسل میں بھی، سرکار اس بات کی پوری چیشٹا[4] کرے گی، کہ کافی سے تک اس پر وچار کرنے کے بعد ہندو مت سنگٹھت ہو سکے۔ اس کے علاوہ وائسرائے کی یہ بھی گھوشنا ہے کہ ایک پرستاؤ پیش ہونے دینے کی اجازت دے کر اور ایک کو نہ دے کر سرکار اپنے کو کسی پکش[5] یا وپکش[6] کا نہیں ویکت کرنا چاہتی۔ وہی کیا جا رہا ہے جو اُچت تھا۔

اس وشئے میں، پرنتھم اس کے کہ ہم اپنی رائے ظاہر کریں، ''لیڈر'' پتر کے دلی استھتی وشیش سنوادداتا کا اس ''وائسرائی فرمان'' پر وچار دے دینا اچت ہوگا۔ اس نربھیک[7] سنوادداتا کے متانوسار سرکار اسپرشیتا نوارن[8] آندولن کو کانگریس کی ایک راجنیتک چالبازی سمجھتی ہے۔ تتھا اس کے وچار میں اسپرشیتا نوران کا شور مچا کر کانگریس اچھوتوں کو اپنے پنجے میں کر، کونسلوں میں ان کو اپنے ساتھ رکھنے کی چال کھیل رہی ہے۔ وائسرائے کے مندر پرویش بل کی نامنظوری کا بھی رہسیہ[9] ہے۔ رنگا ایّر کے بل کو ادھک نردوش سمجھا گیا ہے کیونکہ اس میں کیول ''جاتی پرتھا'' کے ورودھ ہی نیم بنایا گیا ہے۔ وائسرائے جانتے ہیں کہ یدی وے مدراس کے بل کو نامنظور کریں گے تو ان کو دنیا بھر برا کہے گا، یدی سویکار کر لیں گے تو کانگریس کی چال سپھل ہو جاوے گی، اس لیے رنگا ایّر کے نردوش بل کو اجازت دی گئی ہے کہ بدنامی بچی رہے، پر سرکار جانتی ہے کہ بڑی کونسل میں ان کی جتنی شکتی ہے، اس سے وے کمیٹی آدی میں بل کو بھیج کر ایک ورش و چھ مہینے تک ڈالے رہیں گے۔ اس کا پھل یہ ہوگا کہ اتنا سے بیت جانے پر کانگریس کی راجنیتک چال اسپھل ہو جاوے گی۔ آگے جو اچت سمجھا جاوے گا، کیا جاوے گا۔

اس بھیتری بات کے اوگھاٹن[10] کے بعد ہم اپنی اُور سے اور کیا ملا دیں۔ اس آرڈیننس کے یگ میں، اسپشٹ وکتا ہونا بھی پاپ ہے۔ پر ہم اتنا تو کہہ ہی سکتے ہیں کہ یدی لیڈر کے سنوادداتا کا انمان ستیہ ہے تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی کلپنا کی جا سکتی ہے کہ سرکار یہ دیکھ رہی ہے کہ مندر پرویش کے سمبندھ میں موڑھ سناتنیوں کا ایک بھاگ گاندھی جی کے تتھا کانگریس کے ورودھ ہو کر سوریہ پر تھوکنے کا پریاس کر رہا ہے۔ کانگریس

---

1 رائے عامہ 2 زیادہ وسیع 3 تنگی 4 کوشش 5 حمایت 6 مخالفت 7 بے خوف نامہ نگار 8 نجات 9 اسرار 10 افتتاح

ہندوؤں کی ہی سنستھا سی رہ گئی ہے۔ اتایو[1] سرکار سوچتی ہے کہ مندر پرویش کی سمیا میں جڑوادیوں کا ساتھ دینے سے وہ موڑھ سناتنیوں کا سہیوگ[2] پراپت کر لے گی تتھا اس پرکار کانگریس میں بھی گہری پھوٹ پیدا ہو جاوے گی۔ کنتو، یہ سرکار کا بھرم ہے۔ ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ دو ایک ایسے نگروں کو چھوڑ کر یہاں مفت میں بھوجن ملتا ہے اور کہیں ایسے سناتنی نہیں ہیں جو ہرجنوں کو مندر پرویش نہ کرنے دینا چاہتے ہوں یا گاندھی کے وردھ ہوں۔ وائسرائے کے اسویکرتی[3] سے جنتا کو ہی نہیں، سنسار کو یہ پرکٹ ہو گیا کہ کانگریس ہو یا جنتا ہو، وہ ہریجنوں کی ادھک ہت چنتک[4] ہے، سرکار ہی پرگتی میں بادھا ڈال رہی ہے۔ وائسرائے کے پاس جہاں کروڑوں ہندوؤں کی یہ پرارتھنا بھیجی جا چکی ہے کہ مندر پرویش سمبندھی قانون وچارارتھ پیش ہونے دیں، وہیں کچھ مٹھی بھر سناتنیوں کی وِرودھی آواز کو یہ مہتو دے کر، یہ کہنا کہ ابھی لوک مت نہیں معلوم ہوا ہے، سرکار پہلے پوری جانچ کرنا چاہتی ہے، اپنے کو تتھا اپنی آتما کو دھوکا دینا ہے تتھا وائسرائے ایسے اچ پدادھیکاریوں[5] کو شوبھا نہیں دیتا۔

وائسرائے جس بات کو ''نہیں'' کہتے ہیں اسے وے ''ہاں'' نہیں کہتے۔ اَتہ[6] مدراس کا بل پاس تو ہو گیا۔ اب دیکھنا ہے کہ بڑی کونسل میں کیا بادھا[7] پیش کی جاتی ہے۔ اس غلط نیتی سے سرکار کے پرتی بہومت کا اسنتوش تو بڑھے گا ہی، اس کے ساتھ ہی، موڑھ سناتنیوں کے ہرش سے جنتا اور بھی چھبدھ[8] ہو اٹھے گی۔ پرنتو یہ جیوی چاہے جتنا بھی دھرم دھوجی، سناتن دھرم کی جان بنیں، جنتا ان کے رہسیہ کو جانتی ہے، اور بل ہو یا نہ ہو، وہ مہاتما جی کے کتھنانوسار ہرجنوں کی سیوا کا پورا کاریہ کرے گی، اور سرکار بھی سہیوگ نہ دے تو کیا، سدھارک تو اپنا کام پورا کریں گے ہی۔

30/جنوری 1933

---

1 چنانچہ 2 تعاون 3 نامنظوری 4 فائدہ سوچنے والی 5 اعلیٰ منصب پر فائز 6 لہذا 7 مشکل 8 بے قرار

شری دیوداس گاندھی کا اپدیش[1]

تروندرم میں ہریجن سیوا کا اپدیش دیتے ہوئے شری دیوداس گاندھی نے ودیارتھیوں کو یہ چیتاونی[2] دی تھی کہ ایک اوسر[3] ویسا بھی آسکتا ہے جب مہاتما گاندھی ان سے یہ کہیں کہ پڑھائی چھوڑ کر اسکول اور کالج سے نکل جاؤ اور ہریجنوں کی سیوا کرو۔ ابھی حال ہی میں ''لیڈر'' میں ایشورشرن کا ایک پتر چھپا تھا۔ جس میں انھوں نے ودیارتھیوں سے اپیل کی تھی کہ وہ اپنے واد ووواد[4] میں ہریجنوں کی سمسیا کو وچارارتھ[5] رکھا کریں تھا وچار ونے کر اس وشے میں لوک رُچی[6] تھا لوک اگیان[7] کرمشہ بڑھاویں اور گھٹا دیں۔ ودیارتھیوں سے ہریجنوں کی سیوا کا کاریہ بڑی تیترتا[8] سے ہوسکتا ہے۔ اس میں کوئی سندیہہ نہیں ہے۔ پر ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ وے اس کے لیے پڑھائی چھوڑ دیں۔ اپنے اوکاش کے سمے ہی، آنے والی گرمیوں کی چھٹیوں میں ہی، یدی انھوں نے اس کاریہ کو کیا تو اس میں کوئی سندیہہ[9] نہیں کہ مہاتماجی کا کام پورا ہو جاوے گا۔ وائسرائے کے بل کی اسویکرتی کے کارن اب ہر ایک ہرجن ہتیشی کو بڑی تیترتا سے بنا قانون کی سہایتا کے، ہریجنوں کی سموچی بادھائیں ہٹوا دینی ہوں گی اور ودھیارتھیوں کی سہایتا کی بڑی ضرورت ہے۔

30 جنوری 1933

---

1 نصیحت 2 تنبیہ 3 موقع 4 بحث ومباحثہ 5 زیر غور 6 عوامی دلچسپی 7 عام جہالت 8 انہماک 9 شک

شری دیوڑ کھکر کی ہار

شری دیو رکھکر ہریجن ہیں اور ہریجنوں کی اور سے بمبئی کارپوریشن کے چناؤ کے لیے کھڑے ہوئے تھے، لیکن ان کا مقابلہ ایک ہندوتجن سے ہوگیا اور وہ اس بری طرح ہارے کہ ان کی ضمانت کے روپے بھی ضبط ہو گئے۔ بمبئی میں اس ہار سے ہرجن سماج میں بڑی ہلچل مچی ہوئی ہے۔ مہاتما گاندھی سے پرارتھنا کی گئی ہے کہ وہ اس پرشن کو اپنے ہاتھ میں سے اور جیتے ہوئے ہندوتجن کو استعفی دینے کے لیے مجبور کریں۔ ایسی گھٹنائیں اور بھی کئی جگہ ہو چکی ہیں۔ دہلی اور کانپور میں بھی ہریجن ممبروں کی ہندوؤں کے مقابلے میں ہار ہوئی تھی۔ لیکن بعد کو جن مت کے دباؤ سے ہندوممبروں کو استعفی دینا پڑا۔ ویسا ہی دباؤ اس اوسر پر بھی پڑ سکتا ہے۔ لیکن اس طرح جب ایک آدمی چناؤ کی ساری پریشانی اور زیرباری جھیل کر جیتے تو اسے الگ کردینا انیائے ہے۔ کیا ایسا نہیں کیا جا سکتا کہ پہلے سے کچھ نشچے کرلیا جائے کہ پیچھے سے ہٹنے ہٹانے کا جھنجھٹ ہی مٹ جائے۔ ابھی بورڈ یا میونسپلٹی میں ہرجنوں کی سنکھیا نہیں کے برابر ہے۔ کوئی ہندو ان کے مقابلے میں کھڑا ہی کیوں ہو۔ ان کی نشچت سنکھیا آچکنے کے بعد تب مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر سجاتیہ ہندو اس طرح ہرجن امیدواروں کو ہتوتساہ[1] کرتے رہیں گے تو آپس میں ویمنسیہ اور اسنتوش بڑھے گا اور پونا کے سمجھوتے کا جو اددیشیہ تھا وہ غائب ہو جائے گا۔

10/اپریل 1933

---

1 مایوس

مہاتماجی کا ورت[1]

مہاتما گاندھی نے آٹھ مئی سے اکیس دن کا ورت رکھنے کا نشچے[2] کیا ہے اور ان کے نشچے اتنے اٹل ہوتے ہیں، یہ ہم سبھی جانتے ہیں۔ ہرجنوں کے ادھکار[3] کے وشے میں جب انھوں نے انشن[4] کیا تھا، اس سے انھوں نے کہا تھا۔ یدی آوشیکتا[5] ہوئی تو، وہ پھر ورت رکھیں گے۔ پر وہ آوشیکتا اتنی جلد آجائے گی، یہ ہمارا انومان[6] نہ تھا۔ اس کے پہلے دونوں ورتوں کا وشیش اڈیشہ[7] تھا۔ اس اڈیشیہ کے پورے ہوتے ہی ان ورتوں کا انت[8] ہوگیا۔ ان اوسروں[9] پر جنتا کو ادھک کاریہ شیل[10] ہونے کی اتیجنا ملی تھی۔ وہ جانتی تھی، اسے کیا کرنا ہے۔ اگر ہندو مسلم ایکتا[11] کی سمسیا تھی، تو اس سمسیا کو حل کرنے میں اپنی تتپرتا[12] دکھا کر، یدی ہریجنوں کے متادھکار کا پرشن تھا تو وہ ادھکار سویکار کرکے، وہ ورت کا انت کرسکتی تھی۔ اسے اپنا لکشیہ[13] سامنے نظر آتا تھا، پر یہ ورت اس کے قابو سے باہر ہے۔ یہ اپنی پوری اودھی[14] بھر چلے گا، تتپرتا یا سنگٹھن یا سچائی کا پرمان اسے نہیں تڑوا سکتا۔

جہاں تک ہمیں گیان ہے، اس بیچ میں درشیہ روپ[15] سے ایسی کوئی بات نہیں، جو اس ورت کا کارن کہی جاسکے۔ ہرجنوں کے اڈھار کا کام سمست دیش میں ہو رہا ہے۔ انھیں گندے مکانوں سے نکال کر سوچھ مکانوں میں رکھنے کی، ان سے میل جول بڑھانے کی کوشش برابر ہو رہی ہے۔ شکشت سماج اپنی پرانی غلطیوں کو سدھارنے میں لگا ہوا ہے۔ اچ کل[16] کے ویکتی پنجے اور جھاڑو لیے گلیوں اور پاخانوں کی صفائی کر رہے ہیں،

---

1 روزہ، اصول 2 ارادہ 3 نجات 4 بھوک ہڑتال 5 ضرورت 6 اندازہ 7 خاص مقصد 8 خاتمہ 9 موقعوں 10 کام کی صلاحیت 11 اتحاد 12 جوش 13 منزل 14 زمانہ 15 ظاہری شکل 16 اعلیٰ خاندان

کانگریس کا پروگرام ایک پرکار سے اسھگت[1] ہو گیا ہے اور اس کی ادھکانش شکتی[2] اچھوتو دھار کے کام میں رت ہے۔ یدیپی یہ تتھارتھ ہے کہ ابھی جو کچھ ہو رہا ہے، اس میں دکھانے کا بھاو ہی پردھان ہے، اور دلوں کی صفائی کا مہاتما جی کے شبدوں میں آتم شدھی[3]، ابھی بہت دور کی بات ہے پر اس میں سندیہہ نہیں ہے کہ مکان کی نیو پڑ گئی ہے اور اس پرشن نے جن مت کو اپنی اور کھینچ لیا ہے۔ سناتن دھرم کے انویائیوں میں بھی ایسے بہت تھوڑے سجن[4] رہ گئے ہیں، جو ہرجنوں کے اتھان کا مہتو نہ سمجھتے ہوں، راجنیتک مہتو نہیں، دھارمک[5] اور آدھیاتمک[6] مہتو نگروں میں سناتنی بھائیوں کے جلوس نکلتے ہیں، پر جنتا ان کی اپیکشا[7] کرتی ہے، ان پر تالیاں بجاتی ہے۔ ہندتو اب کہیں نظر آتا ہے، تو غنڈوں میں، جو کبھی کبھی ہرجن سماج میں وگھن ڈالنے کی چیشٹا کرتے ہیں، پر منہ کی کھاتے ہیں۔ پھر ہم جیسے سانسارک بدھی کے پرانی اس ورت کا مرم[8] کیا سمجھ سکتے ہیں۔ ہاں مہاتما جی کے ان شبدوں سے، جو انھوں نے ایک پریس پرتی ندھی[9] کے ایک پرشن کے جواب میں کہے، ہم اس وشے میں کچھ قیاس اَوشیہ دوڑا سکتے ہیں۔

'میرے اس نشچے کا داتیو[10] کسی ایک وکتی پر نہیں، پرنسندیہہ[11] یہ بہت دنوں سے ہونے والی گھٹناؤں[12] کا پرنام[13] ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ میں پہلے اندھا تھا۔ وے موک[14] اور اگیات[15] بھاو سے میرے من کو پربھاوت کرتی چلی جاتی تھیں۔

تو کیا اس ورت کا کارن بنگال کے ہندوؤں کا پونے کے سمجھوتے سے وِرودھ ہے؟ یا یہ ان پتروں[16] کا اثر ہے جو مہاتما جی کے پاس پہنچتے رہے ہیں اور جن میں وہ آکشیپ[17] کیا جاتا رہا ہے کہ یہ مہاتما جی کی راجنیتک چال ہے۔ مہاتما جی کہتے ہیں۔

''جب راشٹر میں سدھار کا کوئی ورہد آندولن[18] ہونے لگتا ہے، تو اسے ادھک گتی وان[19] اور پوتر بنانے کے وچار سے لوگ اپواس[20] کرتے ہیں۔''

آگے آپ نے یہ بھی کہا ہے۔

''کسی دھارمک آندولن کی سپھلتا اس کے انویائیوں[21] کی بودھک شمتا[22] پر

---

1 ملتوی 2 بیشتر طاقت 3 صفائی روح 4 اشراف 5 مذہبی 6 روحانی 7 برائی 8 راز 9 نمائندہ 10 ذمہ داری 11 بلا شبہ 12 حادثات 13 نتیجہ 14 خاموش 15 ناواقف جذبہ 16 اخبارات 17 الزام طرازی 18 تحریک 19 رواں دواں 20 روزہ رکھنا 21 مقلدین 22 علمی لیاقت

نہیں، ورن[1] پورن روپ سے آدھیاتمک سادھنوں[2] پر اولمبت[3] ہوتی ہے۔ ورت ان سادھنوں کا سب سے بڑا سہایک ہے۔''

ان وائیوں کی گمبھیرتا[4] سرومانیہ[5] ہے۔ مہاتماجی نے ہمیشہ اپنی بھولیں سویکار کی ہیں۔ ان کا بڑپن بہت کچھ ان کے اس ستیہ پریم ہی کے کارن ہے۔ وہ اب بھی اپنی بھول سویکار کرنے کو تیار ہیں، یدی کوئی انھیں یہ وشواس دلا دے کہ وے بھول کر رہے ہیں۔ پر ہمیں تو ایسا آدمی نظر نہیں آتا، جو مہاتماجی کو ان کی بھول کا وشواس کرائے۔ ہمیں تو اپنے کرتویہ[6] پر درڑھ[7] رہنا چاہیے۔ مہاتماجی کو اس کٹھن پریکشا میں ہم جو سہایتا دے سکتے ہیں، وہ یہی ہے کہ سیم آتم شدھی[8] کا یتن کریں۔ مہاتماجی کے شبدوں میں کہیں یا نہ کہیں پر یہ اسپشٹھ ہی ہے کہ وہ ادھارکی ورتمان[9] پرگتی[10] سے اسنتشٹ[11] ہیں اور اسے ادھک سجیو بنانے کا سادھن ان کے پاس کیول یہی ہے کہ راشٹر کی آتما میں شدھی کا سنچار کریں، اور اس کا سادھن اپنی آتم شدھی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ مہاتماجی ان لوگوں میں نہیں ہیں، جو دوسروں پر ذمہ داری رکھ کر آپ سنتشٹ ہو جائیں۔ وہ آتما کی ویاپکتا[12] کا انوبھو[13] کر چکے ہیں اور اسی شکتی سے ہم نرجیو اکرمنیتا[14] پر وجے پا سکتے ہیں۔ ہماری ایشور سے یہی پرارتھنا ہے کہ سدبدھی[15] اور پرکاش دیں۔

8 مئی 1933

---

1 بلکہ 2 روحانی وسائل 3 منحصر 4 سنجیدگی 5 مقبول عام 6 فرض 7 مضبوط 8 صفائی روح 9 موجودہ 10 ترقی 11 ناخوش 12 وسعت 13 تجربہ 14 کاہلی 15 عقل سلیم

مہان تپ[1]

تپسوی گاندھی نے سوموار آٹھ مئی سے اپنا مہان ورت آرمبھ کر دیا۔ ہمارے یہ اکیس دن اکیس یگ کی بھانتی کٹیں گے۔ سمست بھارت کی آنکھیں اسی اور لگی رہیں گی۔ سوتے جاگتے، ہمیں وہی دھیان رہے گا۔ پراتہ کال[2] ہم بڑے اتاولے پن کے ساتھ سماچار پتر کھولیں گے اور دھڑکتے ہوئے ہردے سے مہاتما جی کے تپ کے سماچار دیکھیں گے اور انت میں جب اکیسویں دن کا پربھات آئے گا، اس دن راشٹر کا ہردے کتنی تیزی سے دھڑکے گا اور ورت کو سکشل[3] سماپت ہونے پر کتنے ویگ[4] سے اچھلے گا، کتنے انماد[5] سے ناچے گا، یہ وہ ورت ہے جو تیاگ مورتی پنڈت جواہر لال جی کے شبدوں میں، وپھل ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ وہ سنگرام[6] ہے کہ ادھر تلوار ہاتھ میں لی اور وجے[7] ہاتھ باندھے آکر سامنے کھڑی ہو۔ مہاتما عیسی نے صلیب پر چڑھ کر سنسار کو وجے کیا، سقراط نے زہر کا پیالہ پی کر ہی متھیا پر[8] وجے پائی۔ دس قدم آگے بڑھنے کو وجے اور دس قدم پیچھے ہٹنے کی پراجے کہنا بھوتک[9] جگت کی بات ہے۔ اب ادھیاتم جگت[10] میں سادھنا[11] ہی وجے ہے۔ سادھنا سے رکت کی ندی نہیں بہتی، جیون کا اسروت[12] نکلتا ہے اور سمپورن جگت کو اسکھورتی[13] سے بھر دیتا ہے۔

یہ ورت ہمیں مہاتما عیسی کے اس چالیس دن کے ورت کی یاد دلاتا ہے، جو انھوں نے آتم شدھی کے لیے اپنے دھرم کا پرچار کرنے کے پہلے کیا تھا۔ چالیسویں دن جب ورت سماپت ہوا، ان کی آتما ایشورتا کو پراپت ہو چکی تھی۔ شیطان آکر اسے طرح طرح

---

1 عظیم ریاضت 2 وقتِ صبح 3 خیریت کے ساتھ 4 رفتار 5 سرور 6 لڑائی 7 فتح 8 جھوٹ 9 عالم ظاہری 10 عالم روحانی 11 ریاضت 12 سوتا 13 تازگی

کے پرلوبھن[1] دیتا ہے، طرح طرح سے پریکشا میں ڈالتا ہے، پر وہ آتما اوچلت ہے، اس پر نہ لوبھ کا جادو چلتا ہے، نہ دھمکیوں کا۔ وہ آتم شدھی کی وہ شکتی تھی جس نے اسنکھیہ[2] نراشوں کو آشا اور پیڑتو کو اوشدھی پردان کی، جس نے کئی صدیوں تک اونچ، نیچ، چھوٹے بڑے کا بھید[3] مٹا دیا، جس نے پتتوں[4] کا اُدھار کیا۔ یہ تپسیا بھی اتنی ہی مہتو پورن ہے۔

کیا اب بھی ہم اپنے بڑپن[5] کا اپنی کلینتا[6] کا ڈھنڈھورا پیٹتے پھریں گے۔ یہ اونچ نیچ چھوٹے بڑے کا بھید ہندو جیون کے روم روم میں ویاپت ہو گیا ہے۔ ہم یہ کسی طرح نہیں بھول سکتے، کہ ہم شرما ہیں، یا ورما، سنہا ہیں یا چودھری، ڈبے ہیں یا تواری، چوبے ہیں یا پانڈے، دیکشت ہے یا اپادھیائے۔ ہم آدمی پیچھے ہیں، چوبے یا تواری پہلے۔ اور یہ پرتھا کچھ اتنی بھرشٹ ہو گئی ہے کہ آج جو نرکشر[7] بھٹا چار یہ ہیں، وہ بھی اپنے کو چترویدی یا ترویدی لکھنے میں ذرا سنکوچ نہیں کرتا۔ وہ اپنے پروشاوں کی سادھنا کے بل پر آج بھی چترویدی بنا ہوا ہے، پر جس نے ویدوں کا ادھین کیا ہے اسے یہ ادھکار نہیں کہ وہ اپنے کو چترویدی کہہ سکے۔ کوئی آدمی قرآن کنٹھ[8] کر کے حافظ ہو سکتا ہے، لیکن یہاں جو ویدوں کے گیاتا ہیں، وے چترویدی نہیں کہے جا سکتے۔ چترویدی تو وہ ہیں جنھوں نے ویدوں کے درشن[9] بھی نہیں کیے۔ یہ اور کچھ نہیں، اپنی کلینتا[10] کا ڈھنڈورا پیٹنا ہے، اپنے اہنکار[11] کا بگل بجانا ہے۔ ہم اپنے کو ترویدی لکھ کر مانو گلا پھاڑ کر چلاتے ہیں، کہ ہم اور سب پرانیوں[12] سے اونچے ہیں، ہمیں ڈنڈوت[13] کرو، ہمارا چرن رج[14] ماتھے پر لگاؤ، ہم اتنے لجا[15] شونیہ ہو گئے ہیں۔

ہونا تو یہ چاہیے کہ یدی ہم میں بڑپن کی کوئی بات ہو تو بھی، اسے چھپا دیں۔ بڑپن تبھی بڑپن ہے جب اس میں نمرتا[16] ہو۔ جس بڑپن میں اہنکار[17] بھرا ہو وہ بڑپن نہیں کچھ اور ہے، ترویدی جی نے ویدوں کے درشن بھی نہیں کیے لیکن غلطی سے آپ انھیں ترویدی نہ کہیں تو پھر دیکھیے آپ کی کیا گتی[18] ہوتی ہے۔ ترویدی جی ہاتھ پاؤں کے

---

1 لالچ 2 ان گنت 3 فرق 4 ذلیلوں 5 عظمت 6 اعلیٰ خاندانیت 7 ناخواندہ 8 حفظ 9 نظارہ کرنا 10 خاندانیت 11 غرور 12 جانداروں 13 سجدہ 14 پیروں کی دھول 15 بے حیا 16 انکساری 17 غرور 18 حالت 19 غضب ناک

مضبوط ہیں، تو آپ کو شنکر ہی اپنی غلطی کا ہزال جائے گا، نہیں تو ان کا کوپ [9] کہیں نہیں گیا ہے۔ کلیتا کے اس اہنکار کو ہمیں اپنے اندر سے نکال ڈالنا ہوگا۔ تبھی ہم سم بھاو سے ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے۔ ایسے اُلوؤں سے ہمارے بھید بھاؤ کو اتیجنا ملتی ہے۔ ترویدی ترویدی ایک ہو جاتے ہیں، چوبے چوبے ایک، کپور کپور ایک، کانستھ کانستھ ایک۔ اس بھید بھاؤ سے اونچ نیچ کی شرینیاں [1] بنی ہوئی ہیں۔ کوئی پہلے ڈنڈے پر، کوئی سب سے اوپر، پر ہیں سب اسی ایک اہنکار سوتر میں بندھے ہوئے۔ سماج سنگٹھن ہی اس بھید رچنا سے ہوا ہے۔ ہم نہیں سمجھتے اپنے نام کے ساتھ کلیتا کی پدویاں نہ لگانے سے سماج کی کیا ہانی ہوگی۔ ہم برہمناتھ ہیں۔ اس سے کیا کہ ہم ترویدی ہیں یا کپور یا ماتھر، یا چندیل۔ اگر کسی کو گھمنڈ ہے کہ ہم چندیل ونش کے ہیں، ہمارے باپ دادا بڑے ویر تھے تو پھر دوسروں کو یہ گھمنڈ کیوں نہ ہو کہ ہم ترویدی ہیں اور ہمارے لکڑ دادا نے وید پڑھے ہیں۔ لکڑ دادوں کا کمایا ہوا یش بہت دن بھوگ چکے، اب اس کا تیاگ کرنا پڑے گا۔ جب ہم اپنے کو مشر یا کپور، یا ٹنڈن، یا ماتھر کہتے ہیں، تو مانوں ہم اپنے کو سماج سے الگ کر لیتے ہیں۔ یہ سارے الّ اس پرتھکتا کا پالن کرتے ہیں اگر ہم بھول جائیں کہ ہم پانڈے یا تواری ہیں تو ہم سمبھوت [2] دوسروں کے سامنے نمر [3] ہو جائیں گے۔ تواری کا کوچ [4] پہن کر تو مانو ہم سمپورن سماج سے لڑنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

ہمارے اِبھِوادن کی پرتھا بھی اسی بھید بھاؤ سے جکڑی ہوئی ہے۔ تواری جی کی ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن کی پیدائش ہے۔ دودھ کے دانت بھی نہیں ٹوٹے، لیکن وہ کسی کے سامنے سر نہیں جھکا سکتے۔ ابراہمن چاہے اسّی سال کا بوڑھا کیوں نہ ہو، اس کا دھرم ہے کہ تواری جی کو ڈنڈوت کرے، ان کے چرن چھوئے، نہیں تو تواری جی اپنا اپمان سمجھیں گے۔ یہ ڈنڈوت سمسیا بھی آیو کے آدھار پر یا انیہ کسی آدھار پر حل کرنی ہوگی۔ اس کا سامپرادیک آدھار نشٹ کرنا ہوگا۔ جب پوجیہ گاندھی جی اس بھید بھاؤ کو مٹانے کے لیے اپنے پرانوں کا بلیدان کر رہے ہیں۔ تو کیا ہمارا دھرم نہیں ہے کہ ہم بھی اس اہنکار [5] سے منوروتی کا پرتیاگ [6] کریں؟ اگر کوئی بوڑھا ہریجن ہے، تو اسے ہمارے سمان کا پاتر ہونا چاہیے۔ ابے تبے [7] کر کے کسی کو پکارنا اس کا اپمان کرنا ہے۔ مورکھوں سے تو نہیں، پر

---

1 درجات 2 ممکن طور پر 3 منکسر 4 خول 5 مغرورانہ عادت 6 چھوڑنا 7 تحقیر آمیز تخاطب

جو پڑھے لکھے ہیں ان سے یہ آشا کی جاتی ہے کہ ہرجنوں کے ساتھ وے شِشٹتا[1] کا ویوہار کریں۔ بڑپّن دوسروں کو نیچ سمجھنے میں نہیں، سجنتا[2] اور شِشٹتا میں ہے۔ ہمیں ان چھوٹے چھوٹے بھید پوشک سادھنوں کا سنسکار کرنا ہوگا، انھیں اس اگنی کنڈ میں ڈالنا ہوگا، جو مہاتما گاندھی نے اپنے تیج[3] سے پرجولت[4] کیا ہے۔ ایک دن جھاڑ ہاتھ میں لے کر سڑکوں پر تماشہ کر دینے سے یہ اہنکار نہ مٹے گا، جو ہرجنوں کے اچھوت پن کا مکھیہ کارن[5] ہے۔ اس کی گہری جڑوں کو کھود کر سماج سے نکالنا ہوگا۔ ہماری ایشور سے یہی دین پرارتھنا[6] ہے کہ بھارت کے پران گاندھی کے اس تپ کو سپھل کیجیے اور ہمیں سامرتھیہ[7] دیجیے کہ ہم سچے من سے ان کے اس تپ کو سپھل بنانے اور ان کے دوارا اپنے کو اہنکار کی بیڑیوں سے مکت[8] کرنے میں کرتکاریہ[9] ہوں۔

15 / مئی 1933

---

1 خوش اخلاقیات 2 انسانیت 3 رعب 4 بارونق 5 وجہ خاص 6 عاجزانہ گزارش 7 طاقت 8 آزاد 9 سرگرم عمل

مندر پرویش اور ہریجن

مہاتما جی کے ورت[1] تپھا چپ[2] کا ایک بہت بڑا کارن یہ بھی ہے، کہ ہریجنوں کو مندر پرویش کا ادھیکار ایک پرکار سے شونیہ کے برابر ملا ہے۔ لاکھوں مندر والے اس مہا دیش میں، کچھ مٹھی بھر اور گیول سادھارن مندر ہی ایسے ہیں جہاں وے درشنارتھ جا سکتے ہیں۔ ہم نسیم کسی بھی ترک دوارا یہ بات سمجھ نہیں سکتے کہ ہاڑ مانس[3] کی دیہہ والا، ہندو دھرم پر ابھمان کرنے والا کوئی ہریجن کاشی وشوناتھ یا کسی ویسے ہی پوتر مندر میں کیوں نہیں پرویش پا سکتا، جب کہ استھان استھان[4] پر مل۔ موتر[5] وسرجن کرنے والا سانڈ مندر میں درشنارتھیوں[6] پر سینگ چلاتا ہوا سوچھندتا[7] پوروک گھوم سکتا ہے۔ اس پرکار کی ہٹھ دھرمی کا اب یگ نہیں ہے اور اچ ورن والوں کو ایشور کو بھی اپنی استری سمان اپنی ہی وستو' سمجھنے کی مورکھتا کا پری تیاگ کرنا چاہیے۔

پر، اس کے ساتھ ہی، کسی بھی ترک دوارا ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ اسپرشیتا کے نوارن[8] آندولن میں مندر پرویش کو ایک انورار یہ استھان کیوں دیا جا رہا ہے۔ سے کی جیسی پرگتی ہے، ان مندروں کی اس سے جیسی دشا ہے، اسے دیکھ کر تو یہی کہنا پڑے گا کہ ہمارے ہندو مندر بھوگ اور پرساد، پروہت اور پنڈے[9]، ایشور کے نام پر ویابھچار[10] تتھا ڈرا چار[11] کرنے والے سوارتھی اور لولپ درشن کرنے جانے والوں سے یہ پہلا پرشن کرنے والے کہ پیسہ چڑھاؤ یا مردوں کے اڈے ماتر ہیں۔ من بھر درشن نہیں کرنے پایئے گا کہ چار پانچ آدمی زبردستی آپ کے سر میں چندن سندور رولی رگڑنے لگیں گے

---

1 روزہ 2 ریاضت برائے زیارت 3 ہڈی اور گوشت کے جسم والا 4 جگہ جگہ پر 5 پیشاب پاخانہ کرنا 6 زیارت کرنے والے لوگ 7 آزادانہ طور پر 8 خاتمہ 9 پنڈت 10 بدچلنی 11 بداخلاقی

اور پیسہ مانگتے مانگتے تینت بھی ٹٹولنا شروع کر دیں گے۔ ہم نے بھگوان کو منوتی سے گھوس سے، پیسے سے، دکشنا[1] سے پرسن[2] ہونے والا سوارتھی بنا رکھا ہے۔ پگ پگ[3] پر ہم پیسہ دے کر مکتی، نجات تتھا سوادھینتا خریدنا چاہتے ہیں۔ یہ ہمارا دھرم ہے، بھکتی ہے۔ انراگ[4] ہے۔ ایسی دشا میں مندروں کی اتنی مہتا[5] وریتھ کی ہے۔ ہم مورتی پوجا کے ورودھی[6] نہیں، نکا پوجا کے شترو ہیں۔

ہریجنوں کے مندر پرویش کے شترو ادھیکانشہ[7] وے لوگ ہیں جو ان کی دردرتا[8] کو اپہاس کی، مذاق کی وستو سمجھتے ہیں، جو یہ جانتے ہیں کہ ان دردروں کے مندر جانے نہ جانے سے وشیش لابھ یا ہانی نہیں ہوتی ہے۔ مہاتما جی کے اپواس سے دیش میں ہریجن آندولن کی باڑھ سی آگئی ہے پر ہریجن سیوا کا کاریہ اوشیہ بڑھ گیا ہے۔ کاریہ کرتا وہی پرانے ہیں اور، ہمیں کھید کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ مہاتما جی کے ورت کے دنوں میں بھی ہریجنوں کے لیے مندروں کا دوار کھلنے کی سنکھیا نگنیہ[9] سی ہے۔

ایک اُور وشو کی وبھوتی اپنے پرانوں کی بازی لگا کر سماج کے ایک پرئی تیکت انگ کی رکشا کرنے کی تپسیا کر رہی ہے۔ اور دوسری اور ہمارے دھرم تتھا دیوتاؤں کے ٹھیکہ دار اپنی جڑتا، اہمنیتا[10] تتھا اکڑ پر دڑھ ہیں۔ ایسی دشا میں جو ہوتا تھا، اس کے للشن[11] دیکھ رہے ہیں۔ گاندھی جی نے سیم صلاح دی تھی کہ یدی ہریجنوں کے لیے مندروں کے دوار انیہ کسی پرکار سے نہ کھولے جا سکیں گے تو ستیاگرہ[12] کی شرن لینی پڑے گی۔ گاندھی جی کے لیے ستیاگرہ ہی پوتر تتھا اتم استر ہے، جس سے انیائے کا پرتی کار کیا جا سکتا ہے۔ پر سادھارن ویوہار میں اس استر سے بڑی کٹنا اتپن ہونے کی سمبھاونا ہے اور سامپردایک یدھ، تتھا ورگ یدھ[13]، کی بھینکر آندھی میں دیش کے جرجر[14] ہو جانے کی آشنکا ہے۔ پر اس سے کٹر پنتھیوں کی جڑتا دیکھ کر، ایسا للشن پرکٹ ہو رہا ہے کہ سدھارک مندروں کے بہشکار تک[15] کا آندولن کرنے کا وچار کر رہے ہیں۔ بمبئی کے فری پریس جرنل، میں اس وشے میں ایک چھوٹا سا، وچارنیہ[16] لیکھ پرکاشت ہوا ہے۔ لیکھک کے شبدوں میں:

---

1 نذر 2 خوش 3 قدم بہ قدم پر 4 محبت 5 اہمیت 6 مخالف 7 بیشتر 8 غریبی 9 ان گنت 10 مغرور پن 11 نشانات 12 سچائی پر ڈٹے رہنا 13 طبقاتی جنگ 14 ختم 15 بائیکاٹ 16 قابل غور

''مندروں کے دوار کھولنے کے وشے میں جنتا کی اور سے تیزتا کے ابھاؤ کا جو بھی کچھ کارن ہو، جو لوگ یہ ایک پرکار کے چھوا چھوت کو دور کرنا چاہتے ہیں، ان کو کسی پربھاوشالی روپ میں یہ دکھانا پڑے گا کہ ان کا ان مندروں کے ساتھ کوئی سمپرک[1] نہیں ہے، جو اپنا دوار ہریجنوں کے لیے بند رکھتے ہیں۔ مہاتما جی نے سیم اس وچار پر زور دیا ہے۔ مہاتما جی نے ہریجن سیوک سمتی کے اس وچار کو سویکار کیا ہے کہ وے اس بات کو بھی اپنے چھوا چھوت نوارک[2] کاریہ کرم کا ایک انگ بنالیں۔ یہ اوشیہ ہے کہ اس پرکار کا کوئی کاریہ کرنے کے پہلے پوری طرح سے نچیت کر دینا چاہیے۔ ایسے کاریہ کا ارتھ ہوگا مندر کا بہشکار، پر اس بہشکار سے لوکچھا کے پرواہ کا پتہ چلے گا۔ وشیش کر اس استھان کے لوگوں کی اچھا کا پتہ چلے گا۔ جہاں ادھکانش مندر جانے والے یہ انوبھو[3] کرتے ہیں کہ ایسے مندر میں درشنارتھ جانا ادھارمک ہے جو اسی موتی کے پجاری ہرجنوں کو درشنارتھ[4] نہیں جانے دیتے۔''

لیکھک چاہتا ہے کہ اپواس کے دنوں میں ہی ایسا ستیا گرہ شروع ہو جاتا، پر ہرش کا وشے ہے کہ اس دشا میں اتنی جلدی نہیں کی گئی۔ یہ ایک گمبھیر سمسیا[5] ہے اور اسے انتم[6] استر بنانا چاہیے۔ کنتو دھرم کے ٹھیکے دار، ھلشا ورتی[7] سے جینے والے، شیتر میں بھوجن کر، مفت کا مال مار کر دراچار تھا اناچار سے پیٹ کی روٹی چلا کر، اڈمبر[8]، پاکھنڈ[9]، سوارتھ، تھا پیسے کی پوجا کرنے والے کیا اب بھی نچیت[10] نہ ہوں گے؟ بہشکار بڑی بھینکر، بڑی کٹھور، بڑی بھیاوہ[11] وستو ہے۔ اس کا سامنا کرنا سادھارن بات نہیں ہے۔ کچھ کر سدھارک سموداے اب بہشکار کی بات سوچ رہا ہے۔ اَت ہم مندروں کے سنچالکوں[12] سے، یدی ان میں اصلی دھارمکتا اوشٹ ہے، اس دھارمکتا سے، نیک نیتی تھا سچائی کے ناطے یہ انرودھ[13] کرتے ہیں کہ اب دمبھ[14] چھوڑ دیں اور سمے کے ساتھ چلنا سیکھیں۔ دیش کو بھاوی دھارمک اتکرانتی[15] سے بچالیں انیتھا انرتھ ہو جانے کی سمبھاونا ہے۔

ہمارے اس انک[16] کے پرکاشت ہونے تک پرن کٹی کے تپسوی کا ورت بھی سَلشل سماپت ہو جاوے گا۔ یہ راشٹر کے لیے ایک آنند کا، پرویکار، تیوہار کا دن ہوگا اور اسی دن یہ سدھ ہو جائے گا کہ مفت کا مال پوا کھا کر پیٹ بھرنے والے پروہت ہمارا اصلی

---

1 رابطہ 2 خاتمہ 3 تجربہ 4 برائے زیارت 5 پیچیدہ مسئلہ 6 آخری ہتھیار 7 گداگری 8 دکھاوا 9 دھوکا 10 ہوشیار 11 ہیبت ناک 12 نگراں یا ناظم 13 التجا 14 طمع 15 پھیلاؤ 16 شمارہ

دھارمک نیتا نہیں ہے، پر اپنا ہاڑ چام نچوڑنے والا گاندھی ہی بھارت کا اصلی دھارمک نیتا ہے۔ وہ ہمارا دھارمک نیتا ہے۔ اور اس کے اپواس کے پورا ہونے کے دن ہمارے جڑ سناتنی اپنے دمبھ کو پھینک دینے کا مہان کاریہ خوبصورتی تتھا صفائی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔

دھارمک وچار جو کچھ بھی ہو، سے ایک بلوان وستو ہوتی ہے۔ اور ہماری تو یہی صلاح ہے کہ سے کی مہتا کو سویکار کرنا ہی سب سے بڑی بات ہے۔

29/مئی 1933

کانپور کو بدھائی

کانپور میونسپلٹی نے ہریجنوں کے مکانوں کے لیے جتنی ادارتا سے لگ بھگ ڈیڑھ لاکھ روپیے کی ویوستھا[1] کر دی ہے، اس پر ہم اس کے چیئرمین مسٹر برجیندر سوروپ کو بدھائی دیتے ہیں۔ ہریجنوں کے اودھار[2] کا کام روپیے میں پندرہ آنے ہماری میونسپلٹیوں پر نربھر[3] ہے۔ اگر یہ سنستھائیں[4] اپنے مہتروں اور ڈوموں کے لیے ایسی سودھائیں[5] پیدا کر دیں، جن سے وے آسانی سے صفائی کا کام کر سکیں، اچھے اور صاف مکانوں میں رہ سکیں، اچھا بھوجن[6] اور وستر[7] پا سکیں اور اپنے بچوں کو مدرسوں میں بھیج سکیں، تو ہریجن سمسیا بہت کچھ حل ہو جاتی ہے۔ اب تک تو ان سنستھاؤں کا ہریجنوں کی اور دھیان ہی نہ تھا، بیچارے پاخانے کے پاس، درگندھ[8]مے مکانوں میں پڑے رہتے تھے۔ اگر نگروں میں زیادہ اچھے ڈھنگ کے شوچ گرہ بنوائے جائیں تو ان کی صفائی بھی آسانی سے ہو جائے اور یہ کام اتنا گھرنا اسپد[9] بھی نہ رہے۔

19/جون 1933

---

1 انتظام 2 نجات 3 منحصر 4 تنظیمیں 5 آسانیاں 6 کھانا 7 کپڑا 8 بدبودار 9 قابل نفرت

مہاتما گاندھی پھر انشن کر رہے ہیں

مہاتما گاندھی نے سرکار سے پرارتھنا[1] کی تھی کہ جیل میں انھیں پوروت ہریجنوں[2] کے ادھار کا کام کرنے کی سوادھینتا دی جائے۔ سرکار نے کچھ شرطوں کے ساتھ مہاتما جی کی پرارتھنا سویکار کر لی ہے۔ ہمیں آشا ہے کہ سرکار نے ایسی شرطیں نہ لگائی ہوں گی، جو مکھیہ کام میں بادھک ہونے کے کارن مہاتما جی کو سنتشٹ نہ کر سکیں۔ اگر اب کے مہاتما جی نے پھر انشن کیا تو ان کا جیون سنکٹ میں پڑ جائے گا، اور ہمیں وشواس ہے، سرکار سب کچھ ہونے پر بھی اتنا بڑا کلنک[3] لینا پسند نہ کرے گی۔ راشٹر کی درشٹی میں مہاتما جی کی یہ پرارتھنا سروتھا نیایانکول[4] ہے۔ یہ ایسا کام ہے جسے ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ اور سرکار اس شبھ کاریہ[5] میں انھیں سہیوگ دے کر سمپورن راشٹر کی کرتگیتا[6] پراپت کر لے گی۔ اگر اس نے ضابطے اور دفتری الجھنوں کے کارن ان کی پرارتھنا اسویکار کر دی تو جنتا میں وہ اسنتوش ہوگا، جو ایک ہزار آرڈی ننسوں سے بھی نہ ہوگا۔

21 / اگست 1933

بریلی میں ہریجن سبھا

بریلی میں ہریجنوں کی سرکاری سبھا بڑی دھوم دھام سے ہوگئی ہے۔ پرتی ندھیوں کے لیے آنے جانے کا کرایہ ملا اور سنا جاتا ہے، وہاں ان کی دعوت کا بھی اچھا پربندھ تھا۔ اس سے آشا ہے، ڈیلیگیٹوں کی سنکھیا بھی کافی ہوگی۔ راشٹر کی جاگرتی نے پرانتیہ سرکار کو بھی سچیت کر دیا، یہ اس آندولن کی چھوٹی فتح نہیں ہے۔ جس سرکار نے ہریجنوں کو کچلنے میں ہندو سماج سے چار قدم آگے ہی پانو رکھا ہے وہ آج ان کی شُبھ چنتنا میں اتنی مستعد ہے، یہ بہت بڑی بات ہے۔ ہمیں آشا ہے ہمارے حکام اب دورے پر جائیں گے تو چماروں اور مہتروں سے ذرا بھلمنسی کا ویوہار کریں گے۔ یہ تو کوئی اچھا درشے نہ ہوگا کہ لڑکا تو پڑوس کے مڈل اسکول میں تین روپے مہینہ وظیفہ پائے اور ماں باپ صاحب بہادر کو وقت پر گھاس یا ایندھن نہ دینے کے اپرادھ میں پٹوائے جائیں۔ ان چھوٹی چھوٹی خاطرداریوں سے سرل ہردے ہریجنوں کو بڑی آسانی سے اپنا غلام بنایا جا سکتا ہے۔ پینتالیس ہزار روپے ہی تو وظیفوں میں خرچ ہوں گے۔ کام کتنا بڑا ہوا جاتا ہے۔ آنے والی ویوستھا میں سرکاری ممبر تو ہوں گے نہیں، پھر آخر گورنمنٹ کس کے بل پر چلے گی؟ سرکار ابھی سے اپنی تیاریوں میں لگی ہوئی ہے۔ سماج کی اُور سے ہریجنوں کے لیے جو ادھیوگ کیے جاتے ہیں، ان کی مدد کرنا اس کی نیتی کے ورودھ ہوگا۔ اس دشا میں تو لیش سماج کے سیوکوں کو ملے گا۔ سرکار اتنا بڑا تیاگ نہیں کر سکتی۔ وہ ہریجنوں کے لیے جو کچھ بھی کرنا چاہتی ہے، اپروکش روپ سے کرے گی۔ منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ مخلص تعلیمی کوشش ہے۔ ہم بھی چاہتے ہیں کہ ایسا ہی ہو اور پرسن ہیں کہ گورنمنٹ کی دھرم چیتنا واستوک روپ سے جاگ اٹھی ہے اور وہ سچے ہردے سے ہریجنوں کی ترقی چاہتی ہے۔

18 ستمبر 1933

1 گزارش 2 پہلے جیسا 3 الزام 4 قانون کے مطابق 5 کارِ مبارک 6 احسان مندی

کیا ہریجن آندولن راجنیتک ہے؟

ہریجن آندولن کو سامپردائک مسلمانوں نے آدی سے ہی سندیہہ کی درشٹی سے دیکھا ہے اور اب بھی ان کو اس آندولن سے سہانبھوتی نہیں ہے۔ انھیں اس میں راجنیتی کا گندھ آتا ہے۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے اپنے وکتویہ میں اس اور سنکیت بھی کیا تھا۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے اس آکشیپ کے جواب میں مہاتما جی نے اپنا ایک الگ وکتویہ نکالا ہے، آپ لکھتے ہیں:

''ہریجنوں کے پرتی ندھیوں کی اور سے جو مانگ رکھی گئی تھی، وہ راشٹریتا کے وِرودھ تھی۔ یدی وہ راشٹر کے یا ہریجنوں کے لابھکر ہوتی، تب البتہ ڈاکٹر سر محمد کا یہ کہنا ٹھیک ہوتا کہ اس کا وِرودھ کرنا میرے لیے امانشک کاریہ تھا۔ میری یہ دھارنا ہے کہ میرا وہ کاریہ نہ کیول امانشک نہیں تھا، بلکہ ہریجنوں کے انکول بھی تھا۔ سر محمد اقبال کو معلوم ہونا چاہیے کہ اچھوت پن کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا میرے جیون کا اُدیشہ ہے اور پچاس ورشوں سے لگاتار میں اسی اُدیشہ کو پورا کرنے میں لگا ہوں....

''ہریجنودّھار کے سمبندھ میں میں جو کچھ بھی کرتا ہوں، وہ شُدھ دھارمک ہے۔ اس میں کوئی بھی راجنیتک رہسیہ نہیں ہے۔''

18 دسمبر 1933

کیا ہم واستو میں راشٹروادی ہیں؟

تلکے پنتھی پجاری، پروہت اور پنڈے ہندو جاتی کے کلنک ہیں۔

یہ تو ہم پہلے بھی جانتے تھے اور اب بھی جانتے ہیں کہ سادھارن بھارت واسی راشٹر پیتا[1] کا ارتھ نہیں سمجھتا، اور یہ بھاونا جس جاگرتی اور مانسک اوارتا سے اتپن ہوتی ہے، وہ ابھی ہم میں سے بہت تھوڑے آدمیوں میں آئی ہے۔ لیکن اتنا ضرور سمجھتے تھے کہ جو پتروں کے سمپادک ہیں، راشٹر پیتا پر لمبے لمبے لیکھ لکھتے ہیں اور راشٹر پیتا کی بیدی[2] پر بلدان ہونے والوں کی تعریفوں کے پل باندھتے ہیں، ان میں ضرور یہ جاگرتی آگئی ہے اور وہ جات پانت کی بیڑیوں سے مکت ہو چکے ہیں لیکن ابھی حال میں ''بھارت'' ایک لیکھ دیکھ کر ہماری آنکھیں کھل گئیں اور یہ اپریے[3] انوبھو ہوا کہ ہم ابھی تک کیول منہ سے راشٹر راشٹر کا غل مچاتے ہیں، ہمارے دلوں میں ابھی وہی جاتی بھید کا اندھکار چھایا ہوا ہے۔ اور یہ کون نہیں جانتا کہ جاتی بھید اور راشٹر پیتا دونوں میں امرت اور وش کا انتر ہے۔ یہ لیکھ کنہیں ''نرمل'' مہاشے کا ہے، اور یدی یہ وہی ''نرمل'' ہیں، جنھیں شری یت جیوتی پرساد جی نرمل کے نام سے ہم جانتے ہیں تو شاید وہ براہمن ہیں۔ ہم اب تک انھیں راشٹروادی سمجھتے تھے، پر ''بھارت'' میں ان کا یہ لیکھ دیکھ کر ہمارا وچار بدل گیا ہے، جس کا ہمیں دکھ ہے۔ ہمیں گیات ہوا کہ وہ اب بھی ان پجاریوں کا، پروہتوں کا اور جنیو دھاری لٹیروں کا ہندو سماج پر پربھتو بنائے رکھنا چاہتے ہیں جنھیں وہ براہمن کہتے ہیں پر ہم انھیں براہمنوں کو کالے رنگوں میں چترت کر کے اپنی سنکیرتا[4] کا پرچے دیا ہے۔ جو ہماری رچناؤں پر امٹ کلنک[5] ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم میں اتنی شکتی ہوتی، تو ہم اپنا سارا جیون ہندو جاتی کو پروہتوں، پجاریوں، پنڈوں اور دھرموپجیوی کیٹانوں[1] سے

مکت کرانے میں ارپن[2] کر دیتے۔ ہندو جاتی کا سب سے گھرنت[3] کون، سب سے بڑا جنک کلنک یہی ٹکے پنتھی دل ہے جو ایک وشال جونک کی بھانتی اس کا خون چوس رہا ہے، اور ہماری راشٹریتا کے مارگ میں یہی سب سے بڑی بادھا[4] ہے۔ راشٹریتا کی پہلی شرط ہے، سماج میں سامیہ بھاؤ[5] کا درڑھ ہونا۔ اس کے بنا راشٹریتا[6] کی کلپنا[7] ہی نہیں کی جاسکتی۔ جب تک یہاں ایک دل، سماج کی بھکتی، شردھا[8]، اگیان[9] اور اندھ وشواس[10] سے اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے بنا رہے گا، تب تک ہندو سماج کبھی سچیت[11] نہ ہوگا۔ اور یہ دل دس۔ پانچ لاکھ ویکتیوں کا نہیں ہے، اسنکھیہ ہے۔ اس کا اودھم[12] یہی ہے کہ وہ ہندو جاتی کو اگیان کی بیڑیوں میں جکڑے رکھے، جس میں وہ ذرا بھی چوں نہ کر سکے۔ مانوں آسری شکتیوں[13] نے اندھکار[14] اور اگیان کا پرچار کرنے کے لیے نیم سیوکوں کی یہ ان گنت سینا نیت کر رکھی ہے۔ اگر ہندو سماج کو پرتھوی سے مٹ نہیں جانا ہے، تو اس اندھکار شاسن[15] کو مٹانا ہوگا۔ ہم نہیں سمجھتے، آج کوئی بھی وچاروان[16] ہندو ایسا ہے جو اس ٹکے پنتھی دل کو چرایو[17] دیکھنا چاہتا ہو، سوائے ان لوگوں کے جو نیم اس دل میں ہیں اور چکھوتیاں کر رہے ہیں۔ نرمل، خود شاید اسے ٹکے پنتھی سماج کے چودھری ہیں، ورنہ انھیں ٹکے پنتھیوں کے پرتی وکالت کرنے کی ضرورت کیوں نہیں؟ وہ اور ان کے سمان وچار والے ان کے انیہ بھائی شاید آج بھی ہندو سماج کو اندھ وشواس سے نکلنے نہیں دینا چاہتے، وہ راشٹریتا کی ہانک لگا کر بھی بھاوی ہندو سماج کو پروہتوں اور پجاریوں ہی کا شکار بنائے رکھنا چاہتے ہیں۔ مگر ہم انھیں وشواس دلاتے ہیں کہ ہندو سماج ان کے پرتیوں[18] اور سر توڑ کوششوں کے باوجود اب آنکھیں کھولنے لگا ہے اور اس کا پرتیکش[19] پرمان یہ ہے کہ جن کہانیوں کو ''نرمل'' جی براہمن۔ دروہی بتاتے ہیں، وہ سب انھیں چتر کاؤں میں چھپی ہوئی تھیں، جن کے سمپادک سویم براہمن تھے۔ معلوم نہیں ''نرمل'' جی ''ورتمان'' کے سمپادک شری راماشنکر اوستھی ''سرسوتی'' کے سمپادک[20] شری دیوی دت شکل ''مادھری'' کے سمپادک پنڈت روپ نارائن پانڈے ''وشال'' بھارت کے سمپادک شری بنارسی داس چترویدی آدی سجنوں کو براہمن سمجھتے ہیں یا نہیں، پر ان سجنوں نے ان کہانیوں کو چھاپتے سے ذرا بھی آپتی[1] نہ کی تھی۔ وے ان کہانیوں کو آپتی جنک[2]

---

1 قوم پرستی 2 قربان گاہ 3 ناپسند 4 تنگ نظری 5 نہ مٹنے والا راز

سمجھتے، تو کداپی نہ چھاپتے۔ ہم ان کا گلا تو نہ دبا سکتے تھے۔ مروّت میں پڑ کر بھی آدمی اپنے دھارمک وشواس کو تو نہیں تیاگ سکتا۔ یہ کہانیاں ان مہانو بھاؤں نے اس لیے چھاپیں کہ وہ ہندو سماج کو نکمے پنتھیوں کے حال سے نکالنا چاہتے ہیں۔ وے براہمن ہوتے ہوئے بھی اس براہمن جاتی کو بدنام کرنے والے جیؤوں کا سماج پر پربھتو نہیں دیکھنا چاہتے۔ ہمارا خیال ہے کہ نکمے پنتھیوں سے جتنی لجا انھیں آتی ہوگی، اتنی دوسرے سمپر دایوں کو نہیں آسکتی، کیونکہ یہ دھرموپ جیوی دل اپنے کو براہمن کہتا ہے۔ ہم کانستھ کل میں اتپن ہوئے ہیں اور ابھی تک اس سنسکار کو نہ مٹا سکنے کے کارن کسی کانستھ کو چوری کرتے یا رشوت لیتے دیکھ کر لجت[3] ہوتے ہیں۔ براہمن کیا اسے پسند کر سکتا ہے، کہ اسی سموداے[4] کے اسنکھیہ پرانی بھیکھ مانگ کر، بھولے بھالے ہندوؤں کو ٹھگ کر، بات بات میں پیسے وصول کر کے نرلجتا کے ساتھ اپنے دھرماتما پن کا ڈھونگ کرتے پھریں۔ یہ جیون ویوسائے[5] انھیں کو پسند آسکتا ہے، جو خود اس میں لپت ہیں اور وہ بھی اسی وقت تک، جب تک کہ ان کی اندھ سوارتھ بھاؤنا پرچنڈ ہے۔ اور بھیتر کی آنکھیں بند ہیں۔ آنکھیں کھلتے ہی وہ اس ویوسائے اور اس جیون[6] سے گھرنا[7] کرنے لگیں گے۔ ہم ایسے سجنوں کو جانتے ہیں جو پروہت کل میں پیدا ہوئے، پرشکشا پراپت[8] کر لینے کے بعد انھیں وہ نکا پنتھ پن اتنا جگھنیہ[9] جان پڑا کہ انھوں نے لاکھوں روپے سال کی آمدنی پر لات مار کر اسکول میں ادھیاپک ہونا سویکار کر لیا۔ آج بھی کلین[10] براہمن پروہت پن اور پجاری پن کو تیاجیہ[11] سمجھتا ہے اور کسی دشا میں بھی یہ نکرشٹ[12] جیون انگیکار[13] نہ کرے گا۔ براہمن وہ ہے جو نسپرہ ہو، تیاگی[14] ہو اور ستیہ[15] وادی ہو۔ سچے براہمن مہاتما گاندھی ہیں۔ ایم مالویہ جی ہیں، نہرو ہیں، پٹیل ہیں، سوامی شردھانند ہیں۔ وہ نہیں جو پراتکال[16] آپ کے دوار آکر کرتال بجاتے ہوئے۔ ''نرمل پتر دیہی بھگوان'' کی ہانک لگاتے ہیں، یا گنیش پوجا اور گوری پوجا اور الم غلم پوجا پر یجمانوں[1] سے پیسے رکھاتے ہیں، یا گنگا میں اسنان کرنے والوں سے دکشنا[2] وصول کرتے ہیں، یا دوھوان ہو کر ٹھا کر

---

1 جرائم 2 قربان 3 قابلِ نفرت 4 رکاوٹ 5 یکسانیت کا جذبہ 6 قوم پرستی 7 تصور 8 عزت واحترام 9 جہالت 10 ضعیف الاعتقادی 11 ہوشیار 12 مزدوری 13 شیطانی طاقتیں 14 تاریکی 15 طوائف الملوکی 16 منکر 17 ہمیشہ طویل عمر کا 18 کوششوں 19 ظاہری ثبوت 20 مدیر

جی اور ٹھکرائن جی کے شرنگار میں اپنا کوشل[3] دکھاتے ہیں، یا مندروں میں مخملی گاؤ تکیے لگائے ویشیاؤں کا ناچ دیکھ کر بھگوان سے لو لگاتے ہیں۔ ہندو بالک جب سے دھرتی پر آتا ہے اور جب تک وہ دھرتی سے پرستھان[4] نہیں کر جاتا، اسی اندھوشواس اور اگیان کے چکر میں سموہت پڑا رہتا ہے۔ اور نانا پرکار کے درشٹانتوں[5] سے من گھڑت[6] قصے کہانیوں سے، پنیہ اور دھرم کے گورکھ دھندوں سے، سورگ[7] اور نرک[8] کی متھیا[9] کلپناؤں سے، وہ اپجیوی دل ان کی سموہنا وستھا[10] کو بنائے رکھتا ہے۔ اور ان کی وکالت کرتے ہیں ہمارے کشل پترکار ''نرمل'' جی، کو راشٹر وادی ہیں۔ راشٹر وادا ایسے اپجیوی سماج کو گھاتک[11] سمجھتا ہے، اور سماج واد میں تو اس کے لیے استھان ہی نہیں۔ اور ہم جس راشٹر ییتا کا سوپن دیکھ رہے ہیں اس میں تو جنم گت ورنوں کی گندھ تک نہ ہوگی وہ ہمارے شرمکوں[12] اور کسانوں کا سامراجیہ[13] ہوگا، جس میں نہ کوئی براہمن ہوگا نہ ہرجن، نہ کانستھ، نہ کشتریہ۔ اس میں سبھی بھارت واسی ہوں گے سبھی براہمن ہوں گے، یا سبھی ہریجن ہوں گے۔

کچھ متروں کی یہ رائے ہو سکتی ہے کہ مانا ٹکے پنتھی سماج نکرشٹ[14] ہے، تیاجیہ ہے، پاکھنڈی ہے، لیکن تم اس کی نندا کیوں کرتے ہو، اس کے پرتی گھرنا کیوں پھیلاتے ہو، اس کے پرتی پریم اور سہانو بھوتی[15] کیوں نہیں دکھلاتے، گھرنا تو اسے اور بھی دراگرہی بنا دیتی ہے اور پھر اس کے سدھار کی سنبھاؤنا[16] بھی نہیں رہتی۔ اس کے اتر میں ہمارا یہی نمر نویدن[17] ہے کہ ہمیں کسی ویکتی یا سماج سے کوئی دویش[18] نہیں، ہم اگر ٹکے پنتھی پن کا اپہاس[19] کرتے ہیں، تو جہاں ہمارا ایک اُددیشیہ یہ ہوتا ہے کہ سماج سے اونچ نیچ، پوتر اَپوتر کا ڈھونگ مٹا دیں، وہاں دوسرا اُددیشیہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ٹکے پنتھیوں کے سامنے ان کا واستوک اور کچھ اتیرنجت چتر رکھیں، جس میں انھیں اپنے ویوسائے، اپنی دھورتتا[20]، اپنے پاکھنڈ سے گھرنا اور لجا اتپن ہو، اور وے ان کا پری تیاگ کر ایمانداری اور صفائی کی زندگی بسر کریں اور اندھکار کی جگہ پرکاش کے سُیم سیوک بن جائیں۔ ''برہمبھوج'' اور ''ستیاگرہ'' نامک کہانیوں ہی کو دیکھیے، جن پر ''نرمل'' جی کو آپتی ہے۔ انھیں پڑھ کر کیا یہ

---

1 اعتراض 2 قابل اعتراض 3 نادم 4 فرقہ 5 پیشہ 6 زندگی 7 نفرت 8 حصول تعلیم 9 قابل نفرت 10 خاندانی چندت 11 چھوڑنے کے لائق 12 خوار ماندگی 13 قبول 14 صوفی 15 صادق 16 صبح صادق

اچھا ہوتی ہے کہ چوبے جی یا پنڈت جی کا اہت [1] کیا جائے؟ ہم نے چیشٹا کی ہے کہ پاٹھک کے من میں ان کے پرتی دویش نہ اتپن ہو، ہاں پری ہاس [2] دوارا ان کی منوورتی [3] دکھائی ہے۔ ایسے چوبوں کو دیکھنا ہو تو کاشی یا ورندابن میں دیکھیے اور ایسے پنڈتوں کو دیکھنا ہو تو ورنا شرم سوراجیہ سنگھ میں چلے جائیے، اور یدی نرمل جی پہلے ہی اس دھرما تما دل میں نہیں جا ملے ہیں، تو اب نہیں چٹ پٹ اس دل میں جا ملنا چاہیے، کیونکہ وہاں انھیں کی منوورتی کے مہانو بھاو ملیں گے۔ اور وہاں انھیں موٹے رام جی کے بہت سے بھائی بند مل جائیں گے، جو ان سے کہیں بڑے ستیاگرہی ہوں گے۔ ہم نے کبھی اس سموادائے کی پول کھولنے کی چیشٹا نہیں کی، کیول میٹھی چٹکیوں سے اور پھسپھسے پری ہاس سے کام لیا، حالانکہ ضرورت تھی برنارڈ شا جیسے پرتبھا شالی [4] ویکتی کی جو گھن کی سی چوٹ لگاتا ہے۔

نرمل جی کو اس بات کی بڑی فکر ہے کہ آج کے پچاس سال کے بعد کے لوگ جو ہماری رچنائیں [5] پڑھیں گے ان کے سامنے براہمن سماج کا کیسا چتر ہوگا اور وے ہندو سماج سے کتنے ورکت ہو جائیں گے۔ ہم پوچھتے ہیں مہاتما گاندھی کے ہریجن آندولن کو لوگ آج کے ایک ہزار سال کے بعد کیا سمجھیں گے؟ یہی کہ ہریجنوں کو اونچی جاتی کے ہندوؤں نے کچل رکھا تھا۔ ہمارے لیکھوں سے بھی آج کے پچاس سال بعد لوگ یہی سمجھیں گے کہ اس سے ہندو سماج میں اس طرح کے پجاریوں، پروہتوں، پنڈوں، پاکھنڈیوں اور نکلے پنتھیوں کا راج تھا اور کچھ لوگ ان کے اس راج کو اکھاڑ پھینکنے کا پریتن کر رہے تھے۔ نرمل جی اس سموادائے کو براہمن کہیں، ہم نہیں کہہ سکتے۔ ہم تو اسے پاکھنڈی [6] سماج کہتے ہیں، جو اب نرلجتا [7] کی پراکاشٹھا [8] تک پہنچ چکا ہے۔ اتہاسک ستیہ [9] چپ چپ کرنے سے نہیں دب سکتا۔ ساہتہ اپنے سمے کا اتہاس ہوتا ہے، اتہاس سے کہیں آدھک ستیہ۔ اس میں شرمانے کی بات اوشیہ ہے کہ ہمارا ہندو سماج کیوں ایسا گرا ہوا ہے اور کیوں آنکھیں بند کر کے دھورتوں [10] کو اپنا پیشوا مان رہا ہے اور کیوں ہماری جاتی کا ایک انگ پاکھنڈ کو اپنی جیو کا سادھن بنائے ہوئے ہے، لیکن کیول شرمانے سے تو کام نہیں چلتا۔ اس

---

1 میزبان 2 خیرات 3 مہارت 4 جدا ہونا 5 مظاہرہ 6 دل سے بنائی ہوئی 7 بہشت 8 جہنم 9 جھوٹے تصورات 10 حالت کشش 11 نقصان دہ 12 مزدوروں 13 مملکت 14 ذلیل 15 ہمدردی 16 امکان 17 گزارش 18 دشمنی 19 مذاق اڑانا 20 فریب

ادھوگتی کی دشا سدھار کرتا ہے۔ اس کے پرتی گھرنا پھیلائیے، پریم پھیلائیے، اپہاس کیجیے یا نندا کیجیے سب جائز ہے اور کیول ہندو سماج کے درشٹی کون سے ہی نہیں جائز ہے، اس سموادائے کے درشٹی کون سے بھی جائز ہے، جو مفت خوری، پاکھنڈ اور اندھوشواس میں اپنی آتما[1] کا پتن[2] کر رہا ہے اور اپنے ساتھ ہندو جاتی کو ڈبائے ڈالتا ہے۔ ہم نے اپنے گلپوں میں اس پاکھنڈی سموادائے کا یتھارتھ روپ نہیں دکھایا ہے، وہ اس سے کہیں پتت[3] ہے، اس کی سچی دشا ہم لکھیں، تو شاید نرمل جی کو تو نہ آشچریہ ہوگا، کیونکہ وہ اس سموادائے کے ایک دیکتی ہیں، لیکن ہندو سماج کی ضرور آنکھیں کھل جائیں گی، مگر یہ ہماری کمزوری ہے کہ ہم بہت سی باتیں جانتے ہوئے بھی ان کے لکھنے کا ساہس نہیں رکھتے اور پرانوں کا بھے بھی ہے، کیونکہ یہ سموادائے کچھ بھی کر سکتا ہے، شاید اس سامپرادئک پرسنگ کو اسی لیے اٹھایا بھی جا رہا ہے کہ پنڈوں اور پروہتوں کو ہمارے وردھ اتیجت کیا جائے۔

نرمل جی نے ہمیں ''آدرش واد'' اور کلا کے وشئے میں بھی کچھ اپدیش دینے کی کرپا کی ہے، پر ہم یہ اپدیش ایسوں سے لے چکے ہیں، جو ان سے کہیں اونچے ہیں۔ آدرش واد[4] اسے انھیں کہتے ہیں کہ اپنے سماج میں جو برائیاں ہوں، ان کے سدھار کے بدلے ان پر پردا ڈالنے کی چیشٹا[5] کی جائے، یا سماج کو ایک لٹیرے سموادائے کے ہاتھوں لٹتے دیکھ کر زبان بند کر لی جائے۔ آدرش واد کا جیتا جاگتا اداہرن ہریجن آندولن ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ نرمل جی زبان میں تو اس آندولن کے وردھ کچھ کہنے کا ساہس نہیں رکھتے، لیکن ان کے دل میں گھس کر دیکھا جائے، اور مندروں کا کھلنا اور مندروں کے ٹھیکے داروں کے پربھتو[6] کا مٹنا، انھیں زہر ہی لگ رہا ہوگا، مگر بے چارے مجبور ہیں، کیا کریں؟

نرمل جی ہمیں براہمن دویشی بتا کر سنتشٹ نہیں ہوئے۔ انھوں نے ہمیں ہندو دروہی[7] بھی سدھ کیا ہے، کیونکہ ہم نے اپنی رچناؤں میں مسلمانوں کو اچھے روپ میں دکھایا ہے۔ تو کیا آپ چاہتے ہیں، ہم مسلمانوں کو بھی اسی طرح چترت کریں، جس طرح پروہتوں اور پاکھنڈیوں کو کرتے ہیں؟ ہماری سمجھ میں مسلمانوں سے ہندو جاتی کو اس کی شت آنش[1] ہانی نہیں پہنچی ہے جتنی ان پاکھنڈیوں کے ہاتھوں پہنچی اور پہنچ رہی ہے۔

1 نقصان 2 طنز 3 دل کی ترقی 4 ذہین 5 تحلیلات 6 فرجی 7 بےحیائی 8 انتہا 9 تاریخی حقیقت 10 مکار لوگوں

مسلمان ہندو کو اپنا شکار نہیں سمجھتا، اس کی جیب سے دھوکا دے کر اور اشردھا کا جادو پھیلا کر کچھ اینٹھنے کی فکر نہیں کرتا۔ پھر بھی مسلمانوں کو مجھ سے شکایت ہے کہ میں نے ان کا وکرت روپ کھینچا ہے۔ ہم ایسے مسلمان متروں کے خط دکھا سکتے ہیں، جنھوں نے ہماری کہانیوں میں مسلمانوں کے پرتی انیائے دکھایا ہے۔ ہمارا آدرش سدیو[2] سے یہ رہا ہے کہ جہاں دھورتا اور پاکھنڈ اور سبلوں[3] دوارا نربلوں[4] پر اتیا چار[5] دیکھو، اس کو سماج کے سامنے رکھو، چاہے ہندو ہو، پنڈت ہو، بابو ہو، مسلمان ہو یا کوئی ہو۔ اس لیے ہماری کہانیوں میں آپ کو پدادھکاری، مہاجن، وکیل اور پجاری غریبوں کا خون چوستے ہوئے ملیں گے، اور غریب کسان، مزدور، اچھوت اور دردر[6] ان کے آگھات[7] سہہ کر بھی اپنے دھرم اور منشیتا کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے، کیونکہ ہم نے انھیں میں سب سے زیادہ سچائی اور سیوا بھاو پایا ہے۔ اور ہمارا درڑھ[8] وشواس ہے کہ جب تک یہ سامودائکتا اور سامپردائکتا اور یہ اندھوشواس ہم سے دور نہ ہوگا، جب تک سماج کو پاکھنڈ سے مکت نہ کر لیں گے۔ تب تک ہمارا ادھار نہ ہوگا۔ ہمارا سوراجیہ کیول ودیشی جوئے سے اپنے کو مکت کرنا نہیں ہے بلکہ ہم سماجک جوئے سے بھی، اس پاکھنڈی جوئے سے بھی، جو ودیشی شاسن سے کہیں گھاتک ہے، اور ہمیں آشچریہ یہ ہوتا ہے کہ نرمل جی اور ان کی منوورتی کے انیہ جن کیسے اس پروہتی شاسن کا سمرتھن کر سکتے ہیں۔ انھیں خود اس پروہت پن کو مٹانا چاہیے، کیونکہ وہ راشٹروادی ہیں، اگر کوئی براہمن، کائستھوں کے قرار دار کی، ان کے مدراسیوں کی، یا ان کی انیہ برائیوں کی نندا کرے تو مجھے ذرا بھی برا نہ لگے گا۔ میں نے خود ان برائیوں کی اُور سماج کو مخاطب کیا ہے، کوئی ہماری برائی دکھائے اور ہمدردی سے دکھائے تو ہمیں برا لگنے یا دانت کٹکٹانے کا کوئی کارن نہیں ہوسکتا۔ مس میو نے جو برائیاں دکھائی تھیں ان میں اس کا دوشت[9] منو بھاو تھا۔ وہ بھارتیوں کو سوراجیہ کے ایوگیہ[10] سدھ کرنے کے لیے پرمان کھوج رہی تھی۔ کیا نرمل جی مجھے بھی براہمن دروہی، ہندو دروہی کی طرح سوراجیہ۔ دروہی بھی سمجھتے ہیں؟

انت میں میں اپنے متر نرمل جی سے بڑی نمرتا[1] کے ساتھ نویدن کروں گا، کہ پروہتوں کے پربھتو[2] کے دن اب بہت تھوڑے رہ گئے ہیں اور سماج اور راشٹر کی بھلائی

---

1 روح 2 زوال 3 ذلیل 4 مثالیت پسندی 5 کوشش 6 رسوخ 7 باقی

اس میں ہے کہ جاتی سے یہ بھید بھاؤ یہ ایکا نگی پر بھتو یہ خون چوسنے کی پرورتی[3] ستائی جائے۔ کیونکہ جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں، راشٹر پیتا[4] کی پہلی شرط ورن ویوستھا، اونچ نیچ کے بھید اور دھارمک پاکھنڈ کی جڑ کھودنا ہے۔ اس طرح کے لیکھوں سے آپ کو آپ کے پروہت بھائی چاہے اپنا ہیرو سمجھیں اور مندروں کے مہنتوں اور پجاریوں کی آپ پر کرپا ہو جائے، لیکن راشٹر پیتا کو ہانی پہنچتی ہے اور آپ راشٹر پریمیوں کی درشٹی میں گر جاتے ہیں۔ آپ یہ براہمن سمودائے کی سیوا[5] نہیں، اس کا اپمان[6] کر رہے ہیں۔

8 رجنوری 1934

بہار مندر سمیلن

بہار میں ہندو مسلم دھرم کے ٹھیکہ داروں نے اپنے سمیلن[7] میں ہریجنوں کے مندر پرویش کا خوب زوروں کے ساتھ وروودھ[8] کیا اور سورگیہ مہارانی وکٹوریہ کے دھارمک نشپکشتا[9] کی گھوشنا کی دہائی دی۔ ہندو دھرم تو یہ کہتا ہے کہ پرانی ماتر میں پرماتما کا واس ہے۔ سرواتمواد کا اتنا اونچا آدرش اور کسی دھرم نے بھی اپستھت نہیں کیا، مگر مسلمانوں میں تو مہتر بھی مسجد میں جا کر نماز پڑھ سکتا ہے، اور یہاں سماج کا ایک بڑا بھاگ مندروں سے بہشکرت کیا جاتا ہے۔ سماج کا جو انگ بڑی سے بڑی سیوا کرتا ہے، وہ تو اچھوت ہے، اور جو تلک لگا کر مفت کا مال اڑاتے ہیں وہ سماج کے شریشٹھ[10] انگ ہیں۔ یہ ویوستھا[11] ہندو دھرم کو کلنکت[12] کرنے والی ہے اور ہندو سماج اس انیتی[13] کو اب سہن[14] نہیں کر سکتا۔

29 رجنوری 1934

---

1 سوال حصہ 2 ہمیشہ 3 طاقت وروں 4 کمزوروں 5 ظلم 6 مفلس 7 ضرب چوٹ 8 پکا اعتقاد 9 خراب جذبہ 10
ناقابل

کاشی میں مندر پرویش بل کا سمرتھن

ورناشرم سوراجیہ سنگھ کو یہ سن کر آشچریہ ہوگا کہ کاشی جیسے سناتنی کیندر میں بھی ہریجنوں کے مندر پرویش بل کی وجے ہوئی۔ اس دن دیوانی بار ایسوسیئیشن میں اس پرشن پر دو گھنٹے تک وچار ہوا۔ اور یدیپی[1] ایسوسیئیشن میں ورودھیوں [2] کی سنکھیا[3] کافی تھی، لیکن کئی براہمن سجنوں نے بل کے پکش [4] میں رائے دے کر ورودھیوں کو پست [5] کیا۔ کیوں بائیس رائیں ورودھ میں آئیں اور پکش میں سینتیس رائیں۔ کاشی کا یہ نرنے [6] صاف بتلا رہا ہے کہ شکشت ورگ [7] اس بل کا سمرتھک [8] ہے۔ ورودھیوں میں تھوڑے سے کٹر پنتھی پوپ رہ گئے ہیں، یہ بھیکھ مانگنے والے پنڈت یا کیول وہ لوگ جو اس ورودھ سے بھی کچھ دقیانوسی دھرما بھمانی سیٹھ ساہوکاروں کو الو بنا سکتے ہیں۔

19 مارچ 1933

اس حماقت کی بھی کوئی حد ہے

چھوت چھات اور جات پات کا بھید ہندو سماج میں اتنا بدھ مول [9] ہو گیا ہے کہ شاید اس کا سرو ناش [10] کر کے ہی چھوڑے۔ خبر ہے کہ کسی استھان میں ایک کلین [11] ہندو استری کنویں پر پانی بھرنے گئی۔ سنیوگ وش [12] کنویں میں گر پڑی۔ بہت سے لوگ ترنت [13] کنویں پر جمع ہو گئے اور اس عورت کو باہر نکالنے کا اپائے [14] سوچنے لگے، مگر کسی میں اتنا ساہس [15] نہ تھا کہ کنویں میں اتر جاتا۔ وہاں کئی ہریجن بھی جمع ہو گئے تھے۔ وے کنویں میں جا کر اس استری کو نکال لانے کو تیار ہوئے، لیکن ہریجن کنویں میں کیسے جا سکتا تھا۔ پانی اپوتر ہو جاتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابھاگنی[16] استری کنویں میں مر گئی۔

کیا چھوت کا بھوت کبھی ہمارے سر سے نہ اترے گا؟

14 مئی 1934

---

1 عاجزی 2 اثر و رسوخ 3 عادت 4 قومیت پرستی 5 خدمت 6 بے عزتی 7 جلسہ 8 مخالفت 9 مذہبی غیر جانب داری 10 اہم حصہ 11 نظام 12 داغدار 13 بے اصول 14 برداشت

نئی پرستھی میں زمین داروں کا کرتویہ[1]

حال میں ہز ایکسیلینسی گورنر نے بہرائچ کا دورا کیا تھا۔ وہاں تعلقے دار ایسوسیئشن نے شری سیوا میں ایک ایڈریس پیش کیا۔ اس ایڈریس میں کہا گیا تھا کہ پرانت میں کاؤنسل آف اسٹیٹ کی طرح ایک دوسرا چیمبر بنایا جائے اور زمین داروں کی رکشا کے لیے انھیں الگ کافی متادھکار[2] دیا جائے۔ گورنر صاحب نے اس ایڈریس کا جواب دیتے ہوئے تعلقے داروں کو اپدیش[3] دیا۔ آشا[4] ہے، اس پر ان سجنوں نے ٹھنڈے دل سے وچار کیا ہوگا اور بھوشیہ میں وے اس کا ویوہار کریں گے۔ گورنر صاحب نے بہت ٹھیک کہا کہ کسانوں پر زمین داروں کا جتنا پربھاؤ[5] ہے، اتنا اور کسی کا نہیں ہو سکتا۔ انھیں سورکشت جگہوں پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے، کیونکہ سادھارن قانون سبھا میں سورکشت[6] جگہوں پر برابر حملے ہوتے رہیں گے اور بہت دن تک ان حملوں کو روکنا کٹھن ہو جائے گا، مگر اڑچن تو یہی ہے کہ ہمارے زمین داروں اور تعلقے داروں نے اپنی سوارتھاندھتا اور ولاستا[7] تتھا ابھمان[8] میں پڑ کر اس پربھاؤ کو کھو دیا ہے اور اب ان کا منہ نہیں ہے کہ سادھارن سبھا میں پرویش پانے کے لیے، وہ اپنے آسامیوں پر بھروسہ کر سکیں۔ اگر ہمارے زمین دار وچارشیل[9] ہوتے اور سمجھتے کہ وہ جو چین کر رہے ہیں آسامیوں کی بدولت، اور ان آسامیوں کے پرتی ان کا کچھ کرتویہ بھی ہے، تو آسامی ان سے دور دوہ کیوں کرتے۔ اگر زمین داروں کا بس چلتا، تو آسامیوں کی دشا اس سے بھی گئی بیتی ہوتی۔ یہ تو کونسلوں کے ادیوگ کا نتیجہ ہے، کہ زمین داروں کے ہاتھ ایک حد تک باندھ دیے گئے ہیں اور

---

1 فرض 2 حق رائے دہی 3 نصیحت 4 امید 5 اثر 6 محفوظ 7 عیش وعشرت 8 غرور 9 غور وفکر کرنے والا

کرشکوں [1] کو بھی کچھ ادھکار مل گئے ہیں۔ اگر بھوپتیوں کا آگے بھی وہی ویوہار رہا، تو واستو میں بھوشیہ ان کے لیے اندھکار میے ہے۔ جیسا گورنر مہودے نے فرمایا ہے۔ زمین داروں کو اپنے ہی سد ویوہار پر بھروسہ کرنا چاہیے، کیونکہ کرترم [2] سادھنوں سے چاہے تھوڑے دنوں ان کی رکشا کی جا سکے، استھائی روپ سے نہیں کی جا سکتی اسی طرح جیسے پتھک [3] کو لاٹھی سے کچھ سہارا چاہے مل جائے، پر منزل پر اس کے پانوں ہی پہنچا سکیں گے۔

29/اگست 1932

1 کسان 2 بناوٹی 3 مسافر

زمین داروں کی جائداد کی رکشا

کرشکوں کی طرح کتنے ہی زمین دار بھی قرض دار ہیں۔ چھوٹے چھوٹے زمین داروں کا تو کہنا ہی کیا، اکثر بڑے بڑے زمیں دار بھی، جو لاکھوں روپے مال گزاری ادا کرتے ہیں، قرض کے بوجھ سے دبے ہوئے ہیں۔ زمین داروں اور کاشت کاروں میں انتر[1] یہی ہے کہ کاشت کار محنت کر کے بھی قرض دار ہے، اور زمیں دار کیول اپنی فضول خرچی اور ولاستا[2] کے کارن قرض دار ہے۔ بڑے زمیں دار کا تو کہنا ہی کیا، پائیوں کے زمیں دار بھی زمیں داری کی شان میں اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا پسند نہیں کرتے۔ ان کی گزر چھین جھپٹ سے ہوتی ہے۔ اب سرکار بندیل کھنڈ اور پنجاب کی طرح اس پرانت میں بھی زمیں داروں کی جائداد کی رکشا کے لیے قانون بنانے کا وچار کر رہی ہے۔ پرانے خاندانی زمیں داروں کے وشے میں سرکار کا خیال ہے کہ انھیں اپنے اسامیوں[3] سے اسنیہہ ہوتا ہے اور وہ زمیں داری کے کام میں نپن[4] ہوتے ہیں۔ پر انھیں زمیں داروں میں بہت ایسے ہیں، جن کا ادھکانش جیون نگروں کی ولاستا میں ویتیت[5] ہوتا ہے۔ انھیں اپنی پرجا سے کیول اتنا سمبندھ ہے کہ پرجا ان کی سیدھی، بے زبان، دُدھار گائے ہے۔ ان کا کام کیول گائے کا دودھ دوہ لینا ہے۔ گائے کو بھوسا کھلی بھی ملتا ہے یا نہیں، اس کی انھیں بالکل چنتا نہیں ہوتی۔ کتنے ہی تو اپنے علاقے کا درشن تک نہیں کرتے۔ مختار انھیں روپے دیتا جائے، بس اور ان سے پرجا کے سکھ دکھ سے پریوجن[6] نہیں۔ ایسے زمیں داروں کی رکشا کر کے سرکار ان کی ولاسی منوورتی کو اور بھی پروتساہت کرے گی۔ ابھی جو تھوڑی بہت فکر انھیں ہے، وہ بھی جاتی رہے گی۔ سرکاری نوکریاں کیا انھیں لوگوں

---

1 فرق 2 عیش وعشرت 3 کسانوں 4 ماہر 5 گزر 6 سروکار

کو دی جاتی ہیں، جو پشت در پشت سے سرکاری نوکری کرتے چلے آئے ہیں، جن کا یہی خاندانی پیشہ ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے، تو سرکار کو اب کسی وشیش سمپر دائے کی رکشا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جو سے کی پرگتی کے انسار نہیں چل سکتے، سے ان کی رکشا نہیں کر سکتا۔ پھر یہ قانون بنا کر یہاں کی آبادی کو ''کرشک'' اور ''اکرشک'' دو بھاگوں میں بانٹنا پڑے گا۔ مگر یہاں گھور انیائے ہو جانے کا بھے ہے۔ کیونکہ ساہوکار یا دوسرے دھنوانوں کی کوئی وشیش جاتی نہیں ہوتی۔ کرمی، کاچھی، براہمن، کشتری، سبھی لین دین کرتے ہیں۔ کہیں براہمن مہاجن ہیں، کہیں آسامی، مسلمانوں میں ذاتیں نہیں ہیں، اس لیے سبھی مسلمانوں کو کرشک جاتی میں رکھنا پڑے گا۔ اور اس طرح وہ بات دور نہ ہوگی، جو سرکار کی اچھا ہے۔ پرانا زمیں دار پرجا پر دھاک جما لینے کے کارن ان سے کہیں زیادہ سختی کرتا ہے۔ جتنی وہ نیا زمیں دار کرے گا، جسے پرجا سے میل جول بڑھانا ہے۔ اتایو ہم ایسے قانون کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

12/اکتوبر 1932

کسانوں کی قرضہ کمیٹی کے پرستاو

کون نہیں جانتا کہ بھارت کے کسان بری طرح قرض کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔ ان کا پرایہ[1] سبھی کام قرض سے ہی چلتا ہے۔ بیج وہ سود پر لیتے ہیں اور ایک کا ڈیڑھ ادا کرتے ہیں۔ کپڑا ایا تو وہ بزاز سے ادھار لیتے ہیں یا پٹھانوں سے۔ بیل بھی وہ پرایہ پھیری کرنے والے ویاپاریوں سے ادھار ہی لیا کرتے ہیں۔ شادی، غمی تیرتھ، ورت میں تو اپنی سمان رکشا کے لیے انھیں قرض لینا ہی پڑتا ہے اور اس قرض کا سود کم سے کم پچیس روپے سالانہ ہے، زیادہ کی کوئی سیما نہیں، چالیس پچاس روپے فی صدی تک ہو جاتا ہے اور غریب کسان ایک بار قرض لے کر پھر اُرِن[2] نہیں ہوسکتا۔ سود بھی نہیں ادا کرپاتا، مول[3] کا تو کہنا ہی کیا۔ اور یہی قرض وہ وراثت میں اپنے پتروں پر چھوڑ جاتا ہے۔ کتنے زمیں دار اور ساہوکار کسانوں یا کسان مزدور کو سو پچاس روپے ادھار دے کر ان سے یاوجیون[4] مزدوری کراتے رہتے ہیں۔ کیول انھیں زندہ رہنے کے لیے کچھ اناج روز دے دیا کرتے ہیں۔ ویتن سود میں کٹتا رہتا ہے۔ اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ کسان کی پیداوار کھلیان میں ہی صاف ہو جاتی ہے۔ زمیں دار نے اپنا لگان وصول کرلیا، ساہوکاروں نے اپنی باقی، کسان ہاتھ جھاڑ کر اپنی تقدیر کو روتا ہوا گھر جاتا ہے اور پہلے ہی دن سے پھر قرض لینا شروع کرتا ہے۔ یہ حال تو اس وقت تھا، جب جنس[5] تیز تھی اور کسانوں کے ہاتھ میں تھوڑے بہت روپے آجاتے تھے۔ آج کل تو غریب کو روپے کے درشن ہی نہیں ہوتے۔ زمیں دار اور سرکار کا بھی دوش نہیں۔ زمیں دار اسامیوں سے لگان نہ وصول کرے، تو کیا خود کھائے اور کیا سرکار کو دے۔ ساہوکار اپنا باقی نہ وصول کرے، تو تباہ ہی ہو جائے۔ اب ادھر کچھ دن ہوئے سرکار نے اس سمسیا پر وچار کرنے کے

---

1 اکثر 2 قرض ادائیگی 3 اصل رقم 4 تاعمر 5 اشیا

لیے سرکاری اور غیر سرکاری سدسیوں کی ایک کمیٹی نیکت کی تھی، جس کی ناماولی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سبھی وچاروں کے مہانو بھاو تھے۔ زمیں دار، ارتھ وشیشگیہ، راج کرم چاری، کاونسل کے ممبر۔ کمیٹی نے کئی مہینے کے وچار کے بعد اپنی رپورٹ پر کاشت کی ہے، جس میں کرشکوں کو ساہوکاروں سے بچانے کے لیے سفارشی پرستاو دیے گئے ہیں۔ ان میں سے مکھیہ یہ ہیں۔

1۔ پنچایتی بورڈ قائم کیے جائیں۔ اسامی اور ساہوکار دونوں مل کر تین یا پانچ یا سات پنچوں کی ایک پنچایت چن لیں۔ پانچ سو روپے تک کے لین دین کے معاملے اسی پنچایت دوارا طے کر دیے جایا کریں۔ کوئی عدالت اتنی رقم تک کے معاملے کو سنوائی نہ کرے، جب تک پنچایت یہ نہ کہہ دے کہ وہ اس معاملے کا نپٹارا نہیں کر سکتی۔ اگر دونوں فریق چاہیں تو ایک ہی پنچ دوارا معاملے کو طے کر سکتے ہیں۔

2۔ سود کی حد باندھ دی جائے۔ ایک ایسا ایکٹ پاس کر لیا جائے کہ کرشک[1] آسامی عدالت سے اپنے حساب کی نقل کی درخواست کر سکے۔ عدالت یہ حساب تیار کرتے سے سود کی ادھک[2] دیکھے، تو شروع سے اس کی ترمیم کر دے۔ ضمانتی قرض پر نو فی صدی اور غیر ضمانتی قرض پر پندرہ فی صدی سود لگا دے۔ پرستھتی پر وچار کر کے سود کی در بارہ اور اٹھارہ فی صدی تک بڑھائی جا سکتی ہے۔ میعاد پر قسط نہ وصول ہونے پر عدالت سب روپے کو ایک بارگی چکائے جانے کا حکم دے سکتی ہے۔

3۔ ہر ایک مہاجن کو ٹھیک ٹھیک حساب رکھنے کے لیے مجبور کیا جائے اور اس حساب کی نقل آسامی کو ہر چھٹے مہینے دے دی جائے۔ اگر مہاجن اس شرط کو پورا نہ کرے، تو اس کا پورا سود یا اس کا کوئی بھاگ[3] ناجائز قرار دیا جائے۔ مہاجن ہر ایک وصولی کی لکھی ہوئی رسید دے ورنہ اسے سزا دی جائے۔ اصل اتنا ہی درج کیا جائے، جتنا واستو میں دیا گیا ہو۔ نذرانہ، یا خرچہ، یا جرمانے کے نام سے اصل میں بیشی کرنا جرم قرار دیا جائے۔

4۔ کھیتی کی پیداوار یا کاشت کی زمین پر، اگر اس کا لگان پانچ سو روپے سے ادھک نہ ہو، ڈگریوں کی تعمیل عدالتوں دوارا نہ ہو کر کلکٹر دوارا کرائی جائے۔ کوئی ڈگری چار فصلوں سے زیادہ پر نہ کرائی جائے، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ چاروں فصلیں لگاتار ہوں۔

---

1 کسان 2 زیادہ 3 حصہ

5۔کوئی کرشک آسامی قرض کی ڈگری کے لیے گرفتار نہ کیا جائے، اس ایکٹ کے پاس ہو جانے کے بعد کسی رن[1] کا مول جو ایک مہاجن کسی آسامی سے اس کی جائداد یا فصل کرک کر کے وصول کر سکتا ہے، اس طرح ہوگا۔

زمیں دار سے	مالگزاری کا دس گنا
شرح معین یا دخیل کار سے	لگان کا دس گنا
غیر دخیل کار سے	لگان کا پانچ گنا
سکمی سے	لگان کا تین گنا

6۔کسی آسامی پر روپے دلوانے کا دعوا اسی ضلع میں ہوگا، جس میں وہ رہتا ہے، یا جہاں اسے روپیہ دیا گیا۔

بینک بیس مہینے کے بھیتر جب اسامی چاہے سود کے ساتھ ادا کر سکتا ہے۔

7۔غیر دخیل کار کاشت کاروں کو اپنی زمین رہن رکھنے کا حق دے دیا جائے۔

8۔چھوٹی ملکیتوں کا آکارنیکت[2] کر دیا جائے اور ان پر لگان یا مال گزاری نہ بڑھائی جائے۔

9۔پھیری کرنے والے مہاجنوں کو کسی خاص پرگنا یا میونسپلٹی میں لین دین کرنے یا کپڑا بیچنے کے لیے لائسنس دیا جائے، جو پہلے پچاس روپے فی آدمی ہوگا اور دس روپے فیس دے کر ہر سال بدلا جا سکے گا۔

13/اکتوبر 1933

---

1 قرض 2 مقرر

آراضی کی چکبندی

ہمارے کسانوں کو جہاں اور کتنی ہی کٹھنائیوں [1] کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہاں ان کے کھیتوں کا دور دور اور گاؤں کی بھن بھن [2] دشاؤں میں ہونا بھی ایک بہت بڑی بادھا ہے۔ ادھک تر کسانوں کے پاس دوڈھائی بیگھے سے زیادہ نہیں ہوتا اور اس میں بھی پانچ بسوے گاؤں کے پورو ہیں، تو دس بسوے گاؤں کے پشچم، دس بسوے اتر، تو پانچ بسوے دکھن۔ پانچ بسوے کو جوت کر اسے حل بیل لیے میل بھر چلنا پڑتا ہے، تب کہیں دوسرا کھیت ملتا ہے۔ سینچائی، نرائی بوائی سبھی کریاؤں [3] میں یہی حال ہوتا ہے۔ اس طرح اس کا بہت سا سمے نشٹ [4] ہو جاتا ہے۔ نہ وہ کنوے بنوا سکتا ہے، نہ باڑے کھینچ سکتا ہے، نہ فصل کی رکھوالی کر سکتا ہے، اس ستی کے سے اس بادھا کو دور کرنا انوار یہ ہو گیا ہے۔ پنجاب میں تو وہاں کے پرانتیہ سرکار نے اس وشے میں بہت کچھ کام کیا ہے، لیکن ہمارا پرانت ابھی میٹھی نیند سو رہا ہے۔ مسٹر مہتا نے دو ضلعوں میں چکبندی کا آیوجن [5] کیا تھا، پر اوپر سے کوئی تاکید نہ ہونے کے کارن اس میں کچھ زیادہ سپھلتا نہ ہوئی اور ان دو ایک ضلعوں کو چھوڑ کر اور کہیں اس کی چرچا تک نہ ہوئی۔ ہرش کی بات ہے کہ رائے صاحب بابو آنند سَوروپ ایم۔ ایل۔ سی نے لیڈر میں ایک پتر لکھ کر جنتا اور سرکار کا دھیان اس اُور کھینچنے کی چیشٹا کی ہے۔ کرشی وشے کے انیہ سدھاروں کے لیے روپیے اور سے اور شکشا کی ضرورت ہے، لیکن اس سدھار کے لیے تو سرکار کو ایک پیسہ بھی نہ خرچ کرنا پڑے گا۔ تھوڑی سی توجہ سے کسانوں کو بہت بڑا فائدہ ہو جائے گا اور ہمیں وشواس ہے کہ پیداوار بھی بڑھ جائے گی۔ جیسا اکت رائے صاحب نے کہا ہے، گاؤں کی زمین کو مٹی کے حساب سے دو تین ٹکڑوں

---

1 مشکلات 2 مختلف سمتوں میں 3 کاموں میں 4 برباد 5 انعقاد

میں باٹنا پڑے گا، بلوا، کالی مٹی، کنکریلی آدی۔ اس کے بعد گوئنٹر (آبادی کے نکٹ) اور پاہی (آبادی سے دور) کا وچار کر کے ہر ایک کسان کو زمین بانٹ دی جائے گی۔ زمیں کی پیداوار کا بھی لحاظ رکھنا پڑے گا۔ سولہ آنے پیداوار کی زمین کے ایک بیگھے کے بدلے میں آٹھ آنے پیداوار کے دو بیگھے مل جائیں گے۔ پیداوار کا تخمینہ کرتے سمے، تالاب، سڑک آدی کے سمیپیہ[1] پر بھی دھیان رکھنا پڑے گا، جس میں کسی کسان کی حق تلفی نہ ہو۔ گاؤں والوں کی پنچایت کی صلاح سے تخمینے کا افسر بٹوارا کر دے گا۔ کسانوں کو تو لابھ ہوگا ہی، سرکار کو بھی لابھ[2] ہوگا۔ پٹواریوں کا کام بہت ہلکا ہو جائے گا اور وہ زمین، جو میٹروں سے گھری ہوئی ہے اور جس کے بارے میں ہمیشہ کسانوں کے جھگڑے ہوتے رہتے ہیں، کھیت میں مل جائے گی۔ ہم نے اس وشے میں کرشکوں[3] سے جو بات کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وے اس سدھار کا سواگت کرنے کو تیار ہیں، یدی اس سے ان کا نقصان نہ ہو۔ جب تک چکبندی نہ کی جائے گی، کرشی میں کوئی سدھار نہ ہوگا، نہ نئی جنسیں پیدا کی جا سکیں گی۔ کرشی کی اُنتی کی یہ پہلی سیڑھی ہے اور ہمیں آشا ہے، سرکار اسے ہاتھ میں لینے میں دیر نہ کرے گی۔

19/اکتوبر 1932

---

1 قریب 2 فائدہ 3 کاشت کاروں

ہت بھاگے کسان

بھارت کے اسّی فیصدی آدمی کھیتی کرتے ہیں۔ کئی فیصدی وہ ہیں جو اپنی جیوکا[1] کے لیے کسانوں کے محتاج ہیں، جیسے گاؤں کے لہار، بڑھئی آدمی۔ راشٹر کے ہاتھ میں جو کچھ وبھوتی ہے، وہ انھیں کسانوں اور مزدوروں کی محنت کا صدقہ ہے۔ ہمارے اسکول اور ودیالیہ، ہماری فوج اور پولس، ہماری عدالتیں اور کچہریاں، سب انھیں کی کمائی کے بل پر چلتی ہیں، لیکن وہی جو راشٹر کے ان[2] اور وستر داتا ہیں، بھر پیٹ ان کو ترستے ہیں، جاڑے پالے میں ٹھٹھرتے ہیں اور مکھیوں کی طرح مرتے ہیں۔ کوئی زمانہ تھا جب گاؤں کے لوگ اپنے ڈیل ڈول، بل پوروش کے لیے مشہور تھے۔ جب گاؤں میں دودھ گھی کی افراط تھی۔ جب گاؤں کے لوگ دیرجیوی[3] ہوتے تھے۔ جب دیہات کی جلوایو[4] سواستھیہ کر[5] اور پوشک تھی، لیکن آج آپ کسی گاؤں میں نکل جایئے آپ کو کھوجنے سے بھی ہرشٹ پشٹ[6] آدمی نہ ملے گا، نہ کسی کی دیہہ پر مانس ہے نہ کپڑا۔ مانوں چلتے پھرتے کنکال[7] ہوں۔ اور تو اور، انھیں رہنے کو استھان نہیں ہے ان کے دواروں[8] پر کھڑے ہونے تک کی جگہ نہیں، نیچی دیواروں پر رکھی ہوئی پھوس کی چھپریوں کے اندر وہ، اس کا پریوار، بھوسا، لکڑی، گائے بیل سب کے سب پڑے ہوئے جیون کے دن کاٹ رہے ہیں۔ کوئی سے تھا جب بھارت کے دھن[9] کا سنسار میں شہرا تھا یہاں کے سونے اور جواہرات کی چمک سے دور دور کے کویوں[10] کی آنکھوں میں چکا چوندھ ہو جاتی تھی، وجیتاؤں[11] کے منہ میں پانی بھر آتا تھا، مگر آج وہ کیول کتھا ماتر ہیں۔ آج بھارت دردرتا[12] اور اگیان[13] کے ایسے گہرے گڈھے میں گر پڑا ہے کہ جس کی تھاہ بھی نہیں

---

1 روزی 2 رزق 3 لمبی عمر والے 4 آب وہوا 5 صحت مند 6 تندرست 7 ہڈیوں کا ڈھانچہ 8 دروازں 9 دولت 10 شعراء 11 فاتحین 12 مفلسی 13 جہالت

ملتی۔ لارڈ کرجن نے 1901 میں یہاں کی ویکتی گت آئے کا اَنُمان[1] تیس ر
کیا تھا۔ 1915 میں ایک دوسرے حساب دان نے اس انمان کو پچاس روپے
پہنچایا، اور 1915 میں وہ سے تھا جب یورپیہ مہا بھارت نے چیزوں کا مولیہ[2] بہت بڑھا
دیا تھا۔ 1930 میں وہی حالت پھر ہوگئی جو 1901 میں تھی اور حساب لگایا جائے تو آج
ہماری ویکتی گت آئے شاید تیس روپیے سے ادھک نہ ہو، پر آج تک کسی نے کسانوں کی
دشا کی اور دھیان نہیں دیا اور ان کی دشا آج بھی ویسی ہے جو پہلے تھی۔ ان کے کھیتی کے
اوزار، سادھن، کرشی ودھی، قرض، دردرتا، سب کچھ پورووَت[3] ہے۔

نہیں یہ کہنا غلطی ہوگی کہ ان کی دشا کی طرف کسی نے دھیان نہیں دیا۔ سرکار نے
سمے سمے پر ان کی رکشا کرنے کے لیے قانون بنائے ہیں، اور شاید اسی طرح کے قانون
اب تک اور زیادہ بن گیے ہوتے یدی زمین داروں کی اور سے ان کا ورودھ نہ ہوا
ہوتا۔ اب کی بار ہی چھوٹ کے وشئے میں زمین داروں نے کم رکاوٹیں نہیں ڈالیں، لیکن
انوبھو[4] سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس نیتی[5] سے کسانوں کا وشیش اپکار[6] نہیں ہوا۔ ان
قانونوں کے بغیر سمبھو تھا[7]، ان کی حالت اس سے بھی خراب ہوتی اس سے اتنا فائدہ تو
ضرور ہوا کہ ان کی پتنونمکھی[8] پرگتی رک گئی لیکن اُنّتی[9] کے لیے دشائیں اَنکول نہ ہوسکیں۔
ہمیں تو اُنّتی کے لیے ایسے ودھان کی ضرورت ہے جو سماج میں وپلو کیے بنا ہی کام میں
لائے جاسکیں۔ ہم شرینیوں[10] میں سنگرام[11] نہیں چاہتے۔ ہاں اتنا اوشیہ چاہتے ہیں کہ
سرکار اور زمین دار دونوں ہی اس بات کو نہ بھول جائیں کہ کسان بھی منشیہ ہے، اسے بھی
روٹی اور کپڑا چاہیے، رہنے کو گھر چاہیے، اس کے گھر میں شادی غمی کے اوسر آتے ہیں،
اسے بھی اپنی برادری اپنے کل مریادا[12] کی رکشا کرنی پڑتی ہے۔ بیماری آرامی اوروں
کی طرح اس پر بھی وپت[13] ہوتی ہے۔ اس لیے لگان باندھتے سمے اس بات کا خیال
رکھیں کہ کسان کو کم سے کم کھیتی میں اتنی مزدوری تو مل جائے کہ وہ اپنے بال بچوں کا پالن کر
سکیں۔ ہمارے پرانت میں ادھک تر کسان ایسے ہیں جن کے پاس تین چار ایکڑ سے
زیادہ بھومی[14] نہیں ہے۔ بہت بڑا حصّہ تو ایسوں کا ہے جن کے پاس اس کی آدھی زمین

---

1 اندازہ 2 قیمت 3 پہلے جیسی 4 تجربے 5 تدبیر 6 خاص فائدہ 7 ممکن 8 زوال آمادہ 9 ترقی 10 درجات 11 تصادم 12 خاندان عزت 13 مشکل پیرا 14 زمین

بھی نہیں ہے۔ اور جمع بندیاں جتنی ہی چھوٹی ہوتی ہیں، ان پر کھیتی کا خرچ اتنا زیادہ بیٹھتا ہے۔ اس لیے زمین کے لگان کے در میں نئے سرے سے ترمیم ہونی آوشیک ہے۔ بیشک اس سے زمین داروں کی آمدنی کم ہو جائے گی اور سرکار کو اپنے بجٹ بنانے میں بڑی کٹھنائی پڑے گی، لیکن کسان کے جیون کا انیہ سبھی ہتوں[1] سے کہیں زیادہ مولیہ[2] ہے۔

کنتو پرستھتیوں[3] کو دیکھتے لگان میں تنک بھوشیہ[4] میں وشیش کمی نہیں کی جا سکتی۔ واستو میں حالت تو یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے کسانوں کا کھیتی پر جو خرچ پڑ رہا ہے وہ بھی وصول نہیں ہوتا۔ لگان تو دور کی بات ہے۔ اور مان لیا کسی طرح ایک یا دو سال ڈنڈے کے زور سے لگان وصول کر لیا گیا بھی تو کیا۔ جب کسان بھوکوں مر رہا ہے تو وہ دربل[5] اور رگن[6] ہوگا۔ کھیتی میں زیادہ محنت نہ کر سکے گا اور اس لیے اس کی پیداوار بھی اچھی نہ ہوگی۔ ہمیں تو پرستھی میں کچھ اور ایسا پروَرتن کرنے کی ضرورت ہے کہ کسان سکھی اور سوستھ رہے۔ زمین دار، مہاجن اور سرکار سب آرتھک سمرِدھی[7] کسان کی آرتھک دشا[8] کے ادھین[9] ہے۔ اگر اس کی آرتھک دشا ہین ہوئی تو دوسروں کی بھی اچھی نہیں ہوسکتی۔ کسی دیش کے سُشاسن[10] کی پہچان سادھارن جنتا کی دشا ہے۔ تھوڑے سے زمین دار اور مہاجن یا راج پدادھکاریوں[11] کی سُدشا سے راشٹر کی سدشا نہیں سمجھی جاسکتی۔

کسانوں کے لیے دوسری ضرورت ایسے گھریلو دھندھوں کی ہے جس سے وہ اپنی فرصت کے وقت کچھ کما سکیں۔ یہ کام اسنگھٹت[12] روپ سے سپھل نہیں ہوسکتا۔ اسے یا تو سہکاری[13] سوسائٹیوں کے ہاتھ میں دیا جانا چاہیے یا سرکار کو خود اپنے ہاتھ میں رکھ کر ویاپار[14] اور ادھیوگ[15] وبھاگ کے دوارا اس کا سنچالن[16] کرانا چاہیے۔ ایک پرانت میں بعض ایسی چیزیں ہیں جن کی کھپت[17] نہیں ہے، مگر دوسرے پرانتوں میں ان کی اچھی کھپت[18] ہے۔ ایسے ادیوگوں کا پرچار کیا جانا چاہیے۔

کھیتی کی پیداوار بڑھانے کی اُور بھی ابھی تک کافی دھیان نہیں دیا گیا۔ سرکار نے ابھی تک کیول پردرشن اور پرچار کی سیما کے اندر رہنا ہی اپیکت[19] سمجھا ہے۔ اچھے اوزاروں، اچھے بیجوں، اچھی کھادوں کا کیول دکھا دینا ہی کافی نہیں ہے۔ سو میں دو کسان

---

1 مفاد 2 قیمت 3 حالات 4 مستقبل قریب 5 کمزور 6 بیمار 7 معاشی خوشحالی 8 معاشی حالت 9 تابع 10 اعلیٰ حکومت 11 سرکاری عہدے دار 12 عمدہ حالت 13 غیر منظم 14 باہمی معاون تنظیم 15 تجارت 16 محکمۂ صنعت 17 اہتمام 18 خرچ 19 مناسب

اس پر درشن [1] سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جن کو بھوجن کا ٹھکانہ نہیں ہے۔ جو ناک تک رن [2] کے نیچے دبا ہوا ہے۔ اس سے یہ آشا نہیں کی جا سکتی کہ وہ نئی طرح کے بیج یا اوزار یا کھاد خریدے گا۔ اسے تو پرانی لیک سے جو بھر ہٹنا بھی دستا ہس [3] معلوم ہوتا ہے۔ اس میں کوئی پریکشا [4] کرنے کی، کسی نئی پریکشا کا جوکھم اٹھانے کی سامرتھیہ [5] نہیں ہے۔ اسے تو لاگت کے داموں یہ چیزیں قسط وار ادائیگی کی شرط پر دی جانی چاہئیں۔ سرکار کے پاس ان کاموں کے لیے ہمیشہ دھن کا ابھاو رہتا ہے۔ ہمارے وچار میں اس سے زیادہ ضروری سرکار کے لیے کوئی کام ہی نہیں ہے۔

دوسری ضرورت زمین کی چکبندی ہے۔ زمین کا بٹوارا اتنی کثرت سے ہوا ہے اور ہو رہا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ دکشن میں سن 1771 سے اوسط جمع بندی چالیس ایکڑ کی تھی۔ 1915 میں وہ کیول سات ایکڑ رہ گئی۔ بنگال میں تین ایکڑ ہے اور سنیکت پرانت میں کیول ڈیڑھ ایکڑ۔ یہ ڈیڑھ ایکڑ بھی گاؤں کی چاروں دشاؤں میں استھتی ہوتا ہے، اس لیے اس میں بہت پرشرم و پرتھ ہو جاتا ہے۔ چکبندی ہو جانے سے اتنا فائدہ ہوگا کہ کسان اپنے چک کو باڑوں سے گھیر سکے گا اس میں کنویں بنوا سکے گا، کھیتی کی نگرانی کر سکے گا۔ اس سے اس کی اپج میں کچھ بڑھتی ہونے کی آشا ہو سکتی ہے۔

کیڑوں سے بھی فصل کا اکثر بہت نقصان ہوتا ہے۔ پچھلے سال چوہوں نے کتنے کھیتوں کا صفایا کر دیا۔ کبھی لاہی آتی ہے، کبھی ماہی، کبھی گیروئی، کبھی پتنگے کبھی دیمکوں کا زور ہوتا ہے، کبھی کیڑوں کا۔ کسانوں کے پاس ان بھوتک بادھاؤں کی کوئی دوا نہیں ہے۔ کرشی وبھاگ نے اس وشے میں بہت کچھ کھوج کیا ہے اور ضرورت ہے کہ اس کی پریکشت انوبھوتیاں کسانوں کے کانوں تک پہنچائی جائیں۔ کیول اتنا ہی نہیں، ان کے دواروں تک پہنچائی جائیں، پر یہاں جو کچھ ہوتا ہے دفتری ڈھنگ سے، جو اتنا پیچیدہ اور ولمبکاری [6] ہے کہ اس سے کسانوں کو فائدہ نہیں ہوتا۔ یہاں دفتری ڈھنگ کی نہیں، مشنری ادیوگ کی ضرورت ہے۔ اب تک سرکار نے کسانوں کے ساتھ سوتیلے لڑکے کا سا دیوہار کیا ہے۔ اب اسے کسانوں کو اپنا جیٹھا پتر [7] سمجھ کر ~~اس کے انسار~~ اپنی نیتی کا نرمان کرنا پڑے گا۔

19 دسمبر 1932

---

1 نمائش 2 قرض 3 براحوصلہ 4 امتحان 5 طاقت 6 دیر سے ہونے والا 7 بڑا بیٹا

ہڑتال

کانگریس کا کریاشیل [1] تھا ویوہارک آندولن ٹھنڈا سا پڑ گیا ہے۔ اسے چاہے پھوس کے گٹھر کے نیچے چنگاری سلگتا سمجھیے یا سرکار کی جیت سمجھیے۔ پر ہمیں کیول ایک بات کی اور کانگریس کے جو بھی پدادھکاری [2] ہوں، ان کا دھیان دلاتا ہے۔ کانگریس کے پاس وشیش سادھن نہ ہونے کے کارن وہ سرکار کا کریاتمک ورودھ [3] نہیں کر سکتی۔ اتہ وہ نشیدھاتمک ورودھ [4] کر رہی ہے۔ پھلتہ اسے ہڑتال ایسی چیزوں کا بار بار آواہن کرنا پڑتا ہے۔ لاچار اتھوا دربل کے لیے ہڑتال کرنے سے اس کا مہتو [5] جاتا رہتا ہے۔ اور ایک دن کو ہڑتال کا پربھاو غریبوں پر بہت ہی برا پڑتا ہے۔ روز کنواں کھودنے اور روز پانی پینے والوں کی تو مرن ہو جاتی ہے۔ ات ایو کیا اس پرکار کے کاریوں کی مناہی کر دی جاوے گی؟ اب ان کا وشیش مہتو بھی نہیں ہے۔ ہڑتال کے دن شوک منانے یا پرارتھنا کرنے کے استھان پر لوگ موج کرتے ہیں، تماشے دیکھتے ہیں، اور کوئی وشیش لابھ نہیں ہوتا۔

30 / جنوری 1933

---

1 عملی 2 عہدے دار 3 مخالفت برائے عمل 4 اڑچن ڈالنے والی طاقت 5 اہمیت

زبردستی

بھارتی کسانوں کی اس سے جیسی دینی[1] دشا ہے، اسے کوئی شبدوں میں انکت[2] نہیں کرسکتا۔ ان کی دُردشا[3] کو وے سُیم جانتے ہیں۔ یا ان کا بھگوان جانتا ہے۔ زمیں دار کو سے پر مالگزاری چاہیے، سرکار کو سے پر لگان چاہیے، کھانے کے لیے دو مٹھی ان چاہیے، پہننے کے لیے ایک چیتھڑا چاہیے، چاہیے سب کچھ، پر ایک اُور تشار[4] تھا اتی ورشٹی[5] فصل کو چوپٹ کر رہی ہے، ایک اور آندھی ان کے رہے سہے کھیتوں کو بھرشٹ کر رہی ہے۔ دوسری اور روگ، پلیگ، ہیضہ، شیتلا ان کے نوجوانوں کو ہری بھری تھالہلہاتی جوانی میں اس طرح دنیا سے اٹھائے لیے چلی جا رہی ہے، جس طرح لہلہاتا کھیت ابھی چھ دن پورو کے پتھر پالے سے جل گیا۔ غلّہ پیدا ہو رہا ہے، پر بھاو اتنا مندا ہے کہ کوئی دو وقت بھوجن بھی نہیں کرسکتا۔ استری کے تن پر دو چار گہنے تھے، وے ساہوکار کے پیٹ سے بچ کر سرکاری مالگزاری کے پیٹ میں چلے گئے۔ ننھے بچے جو چیتھڑا اوڑھ کر جاڑا کاٹتے تھے، وہی اب ان کا پتا پہن کر اپنے تن کی لاج ڈھک رہا ہے۔ ماتا[6] کے پاس کیول اتنا ہی وستر[7] ہے، جتنے سے وے گھونگھٹ کاڑھ سکے۔ دھوتی چاہے ٹھیہو نے تک ہی کیوں نہ کھسک آئے۔

ایک اُور یہ دُردشا ہے، دوسری اور ہمارے شاسک شملہ، نینی تال اور اس سے بھی کام نہ چلا تو لندن کی ہوا کھا رہے ہیں۔ ہمارے پرتی ندھی اور ممبر جب تک بڑی یا چھوٹی کونسل کی ممبری نہیں کرتے، کڑکڑاتی دھوپ میں بھی پیدل سڑکوں پر بھٹکتے ہیں۔ پر کونسل کے ممبر ہوتے ہی ترنت پہاڑ پر چل دیتے ہیں اور وہاں پر دس روپے روز کا بھتا پیٹ لیتے ہیں۔ آپ چل کر کسانوں سے پوچھیے تو سہی، کتنے کسانوں نے ادھر اکتھا وس

---

1 قابلِ رحم 2 بیان 3 حالت بد 4 پالا برف 5 زیادہ برسات 6 ماں 7 کپڑا

روپے بھی دیکھا ہے؟ پر نہیں۔ یہ کل یگ ہے۔ کرم یگ ہے۔ بھاگیہ کا کھیل ہے۔ کسان آیا ہے، دنیا کی مصیبتوں میں سڑ کر مر جانے کے لیے۔

ایک اور بڑے بڑے زمیں دار اپنے ہت کی رکشا کی سوچ رہے ہیں، ایک اور سرکار شویت پتر پر شویت کھڑیا سے کچھ لکھ رہی ہے، دوسری اور کسانوں کو کیول اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی وپتی[1] بڑھتی جا رہی ہے۔ سرکار اس کے لیے بہت کچھ کرنے کا دم بھرتی ہے۔ پر اس نے ابھی تک کیا کیا۔ بینک جانچ سمتی نے کسانوں کو ہی دردشا سے بچانے کے لیے یہ صلاح دی تھی کہ ترنت ''لینڈ مارگیج، بینک'' کھل جاویں، جس سے کسانوں کو ساہوکار سے بچ کر اپنی کرشی کی انتی کے لیے، آسانی سے روپے مل سکے اور اس کا ہاتھ پیر پھیلے۔ سرکار نے ایک نیا قانون بنایا ہے جس کا اڈیشیہ بہت ادھک سود لینے والوں سے غریبوں کو بچانا ہے۔ ایک نشچت[2] رقم سے ادھک سود لینے والا اپنے آسامی کو گرفتار نہیں کرا سکے گا۔ وہ عدالت میں دعویٰ دائر کر سکتا ہے۔ اس سے بھی کسان کا کچھ لابھ ہوگا، پر کچھ سے کام نہیں چل سکتا۔ اس سے تو چاروں اور ہاہاکار ہی مچ رہا ہے۔ یدی کسانوں کی رکشا نہ کی گئی تو بڑا بھینکر انرتھ[3] ہو سکتا ہے۔

راو کرشن پال سنگھ یکت پرانتیہ کونسل کے ممبر ہیں۔ در بھاگیہ وش، تعلقے داروں تھا جاگیرداروں کے کارن یہ کونسل جڑ تھا نستار[4] لوگوں کی سنستھا ہو رہی ہے، جس میں کسانوں کا ہت اتنا ہی کم سوچا جاتا ہے جتنا دیش ہت۔ اس کونسل میں کچھ دلت جاتی کے بھی سدسیہ بھیجے گئے ہیں۔ ان کے ایک نیتا بھی بتلائے جاتے ہیں۔ پر، ہم نے سُم کھول بھی دیکھا ہے کہ یہ سدسیہ سدیو سرکار کا سرکاری پرستاو[5] کا ساتھ دیتے ہیں۔ اس پر کار کونسل میں کسان ابھاگا کسی کے دھیان میں بھی نہیں آتا۔ یدی کچھ تھوڑے سے سدسیہ ہردے سے تھا من سے کسانوں کی سیوا کرنا چاہے، تو ان کی سنکھیا بہت کم ہے۔ سی وائی چنتامنی، کنور جگ بھان سنگھ، منشی گدادھر پرشاد انھیں اِنے گنے لوگوں میں سے ہیں۔ اور ان سے بھی اوپر یدی کسی کا نام لیا جا سکتا ہے، تو وہ ہیں اوگڑھ۔ نریش کے بھائی راو کرشن پال سنگھ۔

راو صاحب نے ''لیڈر'' میں حال ہی میں کسانوں کی دردشا پر ایک بڑا مرم

---

1 آفت 2 معین 3 بڑا نقصان 4 بے بنیاد 5 تجویز

اسپرشی[1] لیکھ پر کاشت کرایا ہے۔ لیکھ کی پرتییک[2] پنکتی میں جیون ہے آپ لکھتے ہیں کہ یکت پرانتیہ[3] سرکار کی کسان سمبندھی نیتی کیول، ''زبردستی کی ارتھ نیتی'' ہے۔ چاہے جیسے ہو، مار پیٹ کر لگان وصول کرلو۔ بس، یہی ایک ماتر دھییے[4] ہے۔ آپ کے شبدوں میں۔

''بھارتیہ کسان پر جو بوجھ لدا ہوا ہے، اس کا یدی ٹھیک نہیں، تو آنشک[5] انمان لگایا جا سکتا ہے۔ بھومی کر کی اتیادھکتا، زمین دار کی مال گزاری (خود کاشت آدمی کی) سا ہوکار دوارا شوشن[6] اور افسروں دوارا زبردستی کی وصولی، کسان کو گھور دردرتا میں چھوڑ دیتی ہے اور یہی دردرتا[7] ہی اس کا بھاگیہ ہے..... اسی لیے اس کا نپٹارا سوجھ نہیں پڑتا۔ چاہے کرانتی کاری[8] راجنیتگیہ[9] ہو یا وکاس وادی، اسے چاہیے کہ پہلے وہ نیو استھاپت[10] کرنے کے لیے گھور پرشرم کرلے، تب ارتھ شاستری اس پر کوئی نئی عمارت کھڑی کر سکتا ہے۔''

اب راج نیتگیہ کیا کرے۔ اس وشے میں راؤ صاحب کی صلاح بہت ہی اُپیکت[11] ہے اور اسی کی اور اپنے دیش کے نیتاؤں کا دھیان کھینچنا ہمارا اُدیشیہ ہے۔ اس چھوٹی سی ٹپنی[12] میں اس وِھکٹ تھا کشٹ دایک[13] سمسیا پر وشیش پرکاش نہیں ڈالا جا سکتا۔ ہم سیم یہ سوچ کر کہ آخر کیا اپائے ہے چپ رہ جاتے ہیں۔ اپائے جو کچھ ہے، وہ سرکار کے ساتھ ہے، یا پرانتیہ کونسل سرکار سے بہت کچھ کرا سکتی ہے۔ پر، پرانتیہ کونسل کے دھنی مانی. دل بندی والے سدسیہ کوئی اپائے بتلانے پر بھی، اس کا اُنگرن[14] کریں گے، اس میں ہمیں سندیہہ ہے۔ اور اسی لیے سندگدھ[15] ہوتے ہوئے بھی ان سے راؤ صاحب کی پانچ باتوں کی اُور دھیان دینے کی پرارتھنا کرتے ہیں۔

1. اُچت ماترا[16] میں لگان گھٹا دیا جائے۔ لگان معافی یا کشت بندی کا طریقہ چلایا جاوے۔ بھومی کر زمین دار کی واستوک وصولی کے حساب سے لگایا جاوے نہ کہ اس کی وصولی کی سمبھاوناپر۔

2. نہر کا ریٹ اتنا گھٹا دیا جاوے کہ سب کے لیے آب پاشی سستی پڑے۔ آج کل کی طرح کیول امیروں کے کام لائق ہی نہ ہو۔

---

1 دل کو چھو لینے والا 2 ہر لائن 3 صوبائی 4 مقصد 5 ادھورا اندازہ 6 استحصال 7 غریبی 8 انقلابی 9 سیاست داں 10 قائم 11 مناسب 12 شرح 13 تکلیف دہ 14 نقل 15 مشکوک 16 مناسب تعداد

3. زمیں داروں کو ان کی ذمہ داری سکھلانی چاہیے تھا جائز وصولی سے ادھک وصولی کرنے کی آ گیا انھیں نہیں دینی چاہیے۔

4. کسانوں کا موجود اقرضہ جہاں تک ہو کاٹ دیا جاوے اور قانون بنا کر سود کی در طے کر دی جاوے، ساہوکاروں کو بہی کھاتا رکھنے کے لیے بادھیہ[1] کیا جاوے، تھا انھیں کیول کسان کو خرید لینے کے لیے ''روپیے'' دینے سے روکا جاوے۔

5. سرکاری افسروں کو کسانوں سے ناجائز وصولی سے روکا جائے۔ بڑے سرکاری کرم چاریوں کے ویتن میں کمی کی جاوے، اور اس سے روپیے بچا کر بہت ہی کم ویتن پانے والے سرکاری کرم چاریوں کا ویتن بڑھا دیا جاوے۔

نینی تال کے کونسل کے ادھیویشن[2] میں یہ پرشن وچاردارتھ[3] پیش ہوگا، اتھوانہیں اس میں سندیہہ ہے۔ کسانوں کی سدھی[4] لینے کی کسے فرصت ہے۔ کسے اوکاش ہے۔ پھر بھی، اتنا ہم کہہ دینا چاہتے ہیں کہ یدی راؤ صاحب کی یوجنا کو سرکار نے نہیں سویکار کیا، تو سدھ ہو جائے گا کہ وہ کسانوں کے ہت کا دشیش دھیان نہیں رکھتی۔

8 رمئی 1933

---

1 مجبور 2 اجلاس 3 برائے غور وفکر 4 خبریت

مہاجن اور کسان

پرانتیہ ویوستھاپک[1] سبھا میں اس وقت کسانوں کے رن[2] کا سود گھٹانے اور انیہ پرکار سے انھیں مہاجنوں کے چنگل سے بچانے کے لیے جو تین بل پیش ہیں، ان پر خوب آلوچنائیں[3] ہو رہی ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمارے ساماجک جیون میں مہاجن کا کوئی استھان نہیں ہے اور نہ یہ کہ اس سے جنتا کا کوئی اپکار نہیں ہوتا مگر ابھی مہاجنوں کو اپنے اسامیوں[4] پر اتیاچار کرنے کی جو قانونی سودھائیں پراپت ہیں ان میں کچھ کمی ہونے کی پرم آوشیکتا ہے۔ سود کی کوئی سیما[5] ہونی چاہیے اور اس کا کچھ در بھی نشچت[6] ہونا چاہیے۔ ابھی تو یہ حال ہے کہ کسانوں سے مول کا کئی گنا بیاض میں وصول کر لیا جاتا ہے۔ پھر بھی مول[7] جیوں کا تیوں بنا رہتا ہے۔ ایسے اداہرن گھر گھر ملیں گے کہ مہاجن نے پچاس روپے دے کر اسامی پر دو سو روپے کی ڈگری کرائی اور اس کے پاس جو کچھ تھا وہ سب نیلام کرا لیا۔ جب کبھی جگہ سود کا در گر گیا ہے تو کسان سے کیوں وہی پرانا سود لیا جائے؟ اس پرانت میں ہنڈی کا ویوہار بہت کیا جاتا ہے۔ اس میں سود کا در تیس پرتی سیکڑے سے بھی ادھک پڑتا ہے۔ یہ لوٹ بند ہونا چاہیے۔ اوشیہ مہاجنوں کو ٹوٹا[8] ہوگا۔ لیکن چوہے بھوکوں مر جائیں گے اس بھے سے تو بکھاریں نہیں کھول دی جاتیں۔ مہاجن کو جھک مار کر تھوڑے سود پر سنتشٹ[9] ہونا پڑے گا۔ وہ اب تھوڑے سے روپے ادھار دے کر کسان کو پشت ہا پشت کے لیے اپنا غلام نہ بنا سکے گا۔

3/جولائی 1933

---

1 منتظم 2 قرض 3 نکتہ چینی 4 نوکروں کسانوں وغیرہ 5 حد 6 معین 7 اصل رقم 8 نقصان 9 مطمئن

کسانوں کا قرضہ

بھارت سرکار سیم اتنا ادھک رِن لے رہی ہے۔ اور رن لے کر ہی اپنا کام چلا رہی ہے کہ یہ کہنا اَنُچت [1] نہ ہوگا کہ رنی [2] لوگوں کے پرتی اس کی سہانو بھوتی سوابھاوک ہے۔ اسی لیے پتھر پر دوب نکل رہی ہے، یعنی جو سرکار بھارتیہ کسانوں کے ہتوں کے پرتی اتینت [3] اداسین رہا کرتی تھی، جو سرکار سدیو اپنی ''لگان'' کی اور ہی نظر اٹھائے رہتی تھی، وہ کسانوں کے ہت میں ایک اُدار قانون بنانے کا وچار کر رہی ہے۔ اس ادار قانون کو جنم دینے کا یش یکت پرانت کو پراپت ہوگا اور سمبھو ہے کہ انیہ پرانت شیگھر ہی اس پرانت کا انوکرن کریں۔

آج بھارت کے کسان اتنے تباہ کیوں ہیں؟ اس لیے کہ جب سے انگریزی شاسن شروع ہوا، یعنی آج کے ڈیڑھ سو ورش پہلے سے ودیشی حکومت نے سدیو کسانوں کے ہتوں [4] کی اپیکشا [5] کی اور زمیں داروں کے ہتوں کا سرتھن کیا۔ انیہ پرانتوں کی بات جانے دیجیے۔ یکت پرانت کی ہی دشا لیجیے۔ شاید ہی کسی پرانت کے کسان اتنے پریشان اور دکھی ہوں۔ شاید ہی کسی پرانت کے کسانوں کو اتنا کشٹ ہو۔ شاید ہی کسی پرانت میں زمیں دار تعلقہ دار اتنی من مانی کر سکتے ہوں۔ اور کسانوں کی کشٹ کہانی اس ڈیڑھ سو ورش کے انگریزی شاسن میں جیوں کی تیوں بنی ہوئی ہے۔ ان ابھاگوں پر پولس کا، زمیں دار تعلقہ دار کا، سیٹھ ساہوکار کا، سنکشیپ میں ہر ایک ادھکاری کا ظلم جیوں کا تیوں جاری ہے۔ یکت پرانتیہ کونسل نے یدی کبھی ان ابھاگوں [6] کی سہایتا کرنی چاہی تو پرانت کی ''تعلقہ داروں کی کونسل'' نے جن مت کو سدیو کچل دیا۔ ہمارے پرانت کا یہ

---

1 نامناسب 2 قرض دار 3 بے حد لاپرواہ 4 مفاد 5 چشم پوشی 6 بدنصیبوں

وشواس سا ہو رہا تھا کہ یہاں تعلقہ داروں، زمیں داروں کے لیے شاسن ہوتا ہے۔ اب بھی اس پرانت میں ایک ''راج پریشد'' کی ودیوستھا کر سرکار نے اس شنکا کو اور بھی مضبوط کر دیا ہے۔

پھر بھی، جہاں سرکار پرجاہت کا کام کرتی ہے، وہاں ہم سدیوا سے دھنیہ واد اور بدھائی[1] دینے کے لیے تیار ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ سرکار کو اس پرکار کی چیشٹاؤں میں جنتا کی اور سے کافی سہایتا دی جاوے، ہم یہ چاہتے ہیں کہ یدی پرانتیہ کونسل میں سرکار کسانوں کے ہت کے لیے کوئی قانون بنا چاہتی ہے، تو جنتا کے پرتندھیوں[2] کو چاہیے کہ وہ سرکار کا سمرتھن کریں۔ پرانتیہ سرکار نے آگے کسانوں کے قرض کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے جو نیا مسودا، قانون بنانے کے لیے 4 رجولائی کو کونسل کے نینی تال ادھویشن کے سامنے پیش کیا تھا، وہ ہر ایک درشٹی سے سراہنیہ[3] ہے۔ اور کونسل سدسیوں نے سرکار کو یہ پرستاؤ پیش کرنے کے لیے بدھائی دینے کی جو بدھی[4]متا کی ہے، اس کے لیے ہم انھیں بدھائی دیتے ہیں۔ لگان میں -تھا شکیہ، یدی آوشیکتا تھا حیثیت سے کہیں کم چھوٹ کرنے کے بعد، پرانتیہ سرکار کا وہ دوسرا پریتن ہے، جس کے دوارا وہ جنتا کا واستوک ہت کرنا چاہتی ہے۔ سرکار اس قانون کا مسود 13 رمئی کو ہی پرکاشت کر چکی تھی، پر مسودا اور اس پر وچار کرنے کے لیے بیس سدسیوں کی خاص کمیٹی بنا دینے کا پرستاو 4 رجولائی کو کیا گیا۔ اس وشے میں ہم کئی کونسل ممبروں کی اس رائے سے سہمت ہیں کہ مسودا اپیوگی[5] ہوتے ہوئے بھی سرکار اس معاملے میں جلد بازی نہیں کر رہی ہے۔ تعلقے داروں کو لاڈلی سرکار اس بل پر اتنا بھی وچار کرنے کا اوسر دے رہی ہے اور سمرتھن کر رہی ہے، یہی ہمارے آشچریہ کی بات ہے کہ ہم ''اس سُستی'' کو کچھ سمے کے لیے بھلا دینا چاہتے ہیں۔ آشا ہے کہ مسودے پر بحث کے بعد وہ پاس ہو جائے گا۔ خاص کمیٹی شیگھر[6] وچار کر اسے پاس کر دے گی اور کونسل اسے قانون بنا دے گی۔

کنتو مسودے کا سادھارن ڈھانچہ بھی پاٹھکوں کو بتلا دینا ضروری ہے۔ اس سمبندھ میں تین بل ہوں گے۔ ایک کا اڈیشیہ ہے کسانوں کو قرض سے پار کرانا، دوسرا سود کی در گھٹائے گا، تیسرا زیادہ سود لینا روکے گا۔ پہلا صرف انھیں کسانوں کے کھیتی کے لیے ہے جو دو سو روپیے سالانا سے زیادہ مالگزاری یا لگان نہیں دیتے۔ جو آمے کر دیتا ہے وہ کسان

1 مبارک بادی 2 نمائندوں 3 قابل نفرت 4 عقل مندی 5 کارآمد 6 جلدی

نہیں سمجھا جائے گا۔ کسی میونسپل بورڈ، نوٹفائڈ ایریا یا ٹاؤن کمیٹی کی سیما میں رہنے والے تھا گرام میں رہ کر پرشرم[1] دوارا، گائے بھینس آدی کے ویوسائے سے جیو کا چلانے والے لوگ بھی بل کے لابھ کے ادھیکاری ہوں گے۔ کسان تو چیزوں کا دام مندا ہو جانے سے تباہ اور رن کے بھار سے دبا جا رہا ہے ان پڑھ ہونے کے کارن وہ مہاجنوں سے اپنے رن کا حساب نہیں طلب کر سکتا یا سمجھ سکتا۔ وہ تین کا تیرہ دے کر بھی نجات نہیں پاتا۔ مقدمہ بازی اسے تباہ کر ڈالتی ہے۔ اس لیے مسودے کے انسار وہ دیوانی عدالت سے درخواست کرا اپنے قرض کا نپٹارا اور اس کے بھگتان کی قسط بندی کرا سکتا ہے۔ قرض کی ادائیگی کے لیے عدالت میں کچھ رقم جمع کرنے کی اجازت مل جائے گی۔ ڈگری کے روپے کے اندر، مہاجن چار ہی سال تک کھیت میں پیدا ہوا اناج بھیج سکتا ہے۔ وہ بھوگ بندھک زمین پر بیس سال سے زیادہ دنوں تک ادھکار نہیں رکھ سکتا۔ دخل کار کسان اپنی بھومی رہن رکھ کر کوآپریٹو سوسائٹی سے لمبی میعاد کے لیے رن لے سکتا ہے۔ کچھ شرطوں پر رہن کی میعاد کے بھیتر ہی وہ اپنی زمین لوٹا سکتا ہے۔ قرضدار جب چاہے، اپنا قرض چکا سکتا ہے۔ مہاجن کو مجبوراً قرض کا حساب رکھنا ہوگا اور قرضدار کو حساب بھیجنا ہوگا۔ اگر وہ اپنے کھاتے میں قرض کی رقم بڑھا کر لکھ لے گا تو اس کو سزا ہو جائے گی۔

استو دوسرے بل کے انسار پانچ ہزار روپے تک سالانا مالگزاری یا لگان دینے والوں کی رکشا[2] کے لیے وہ بل تیار کیا گیا ہے۔ کھیتی یا لگان کی آمدنی سے گزر کرنے والوں کی رکشا کی وشیش آوشیکتا[3] ہے۔ مندی کے کارن بے چارے تباہ ہو گئے۔ مہنگی کے زمانے میں جو قرض لیا گیا تھا، وہ سستی کے زمانے میں نہیں پٹایا جا سکتا، اس لیے ضروری ہے کہ قرض کے سود کی در گھٹا دی جائے۔ سن 1917 میں مہنگی کا زمانہ تھا۔ 1930 کے بعد سے سستی کا زمانہ آیا، اس لیے اس بیچ میں لیے گئے قرض کا سود گھٹا دیا جائے گا۔

تیسرے مسودے کے انسار بے حد سود خوری روکی جائے اور سود کی سیما[4] طے کر دی جائے گی۔ اس پرکار پاٹھک دیکھیں گے کہ واستو میں قرض دار کسانوں کی رکشا کے لیے آوشیک انیک باتوں کا ان مسودوں میں بھی کافی دھیان دیا گیا ہے۔ پر، اتنا ہی کافی نہیں ہے۔ کسان کی وپتی[5] اتنے سے ہی نہیں چھوٹ جاتی اس پر کئی مصیبتیں ہیں۔ پٹواری

---

1 محنت 2 حفاظت 3 خاص ضرورت 4 حد 5 مصیبت

بھی اس کو قرض میں گھسیٹنے میں بڑا بھاگ لیتا ہے۔ سرکاری لگان یدی جیوں کا تیوں رہا تو کسان قرض کے بوجھ سے دبے گا ہی۔ ساہوکار قرض دے کر کسان کا خون ضرور چوس لیتا ہے، پر وہ گاڑھے سے اس کے کام بھی آتا ہے۔ اتنی بادھائیں دیکھ کر وہ رن نہ دے گا۔ ادھر کسان پر لگان وغیرہ کا بوجھ جیوں کا تیوں رہے گا۔ اسے اپنا کام چلانے کے لیے درویہ[1] نہ ملے گا۔ پھل یہ ہوگا کہ بے دخلی کافی ہوگی۔ اس لیے سرکار کو اس پر بھی کافی غور کر لینا چاہیے۔ خاص کمیٹی کو کیول ساہکار پر ہی نہیں، سرکار پر بھی کڑا بندھن ڈالنا چاہیے۔ جس سے وہ اُکت سیما تک مندی ہونے تک اُکت ماترا میں لگان لے۔

دوسری آوشیک بات یہ ہے کہ بل کے قانون بننے کی آشنکا سے ادھر لگاتار نئے دعوے مقدمے ہوں گے۔ ساہوکار اپنا لینا۔ پاونا ترنت برابر کر لینا چاہیے گا۔ خاص کمیٹی سے معاملہ نکلنے میں چھ مہینے تک لگ جائے گا۔ تب تک کے لیے کوئی چالو نیم '' آرڈی نینس دوارا چالو کر دینا چاہیے۔

10 / جولائی 1933

---

1 دولت

شکرّ سمّیلن

شملے میں شکر کانفرنس ہو رہی ہے۔ کس طرح کسانوں کو، جو اوکھ پیدا کرتے ہیں، مل والوں سے بچایا جائے اور ودیشی شکر پر جو کر لگایا گیا ہے، اس کا لابھ کسان، مل مالک اور جنتا سبھی کو سمان روپ سے ملے، یہی اس سمیلن کا اڈیشیہ ہے۔ ایک صاحب نے پرستاو کیا کہ اوکھ کا مولیہ سرکار دوارا نشچت کر دیا جائے، دوسرے صاحب نے کہا نہیں اس سے کسانوں کو گھاٹا ہوگا ایک پرستاو تھا کہ ایک ایک مل کے لیے ایک ایک علاقہ الگ کر دیا جائے۔ اس علاقے کی اوکھ علاقے کے باہر نہ جاسکے۔ دوسرے صاحب نے اس پرستاو کا ورودھ کیا۔ اس طرح سملین سماپت ہو جائے گا اور کسان جہاں ہے وہیں رہے گا، سمیا حل نہ ہوگی۔ دیکھنا یہ ہے کہ سادھارن [1] دشا میں کسان کو ایک بیگھے میں کتنا پراپت ہوتا تھا، اتنا اسے ملنا چاہیے۔ مثلاً اس نے ایک بیگھا اوکھ بوئی، اس میں اس نے بیس من گُو پیدا کیا جس کا دام ایک سو روپیہ ہوا۔ یہ رقم اس کی کھڑی اوکھ بک جانے کی دشا میں اسے مل جانا چاہیے، یا اس سے بھی اچھا طریقہ یہ ہے کہ مل کو مزدوری اور تھوڑا سا نفع دے کر جو دس فی صدی سے کسی طرح بھی زیادہ نہ ہو۔ جو کچھ بچے وہ اوکھ پیدا کرنے والوں کو پرتے سے دیا جائے اور اس کی نگرانی سرکار خود کرے۔

جب تک دیش کے شدن نہیں آتے اور سبھی ویوسایوں کا راشٹریکرن نہیں ہو جاتا، پونجی [2] پتیوں کے ہاتھ میں کسانوں اور مزدوروں کی قسمت رہے گی اور سرکار اوپری من سے نیئترن [3] کرنے کا سوانگ بھر کر کوئی اپکار نہیں کر سکتی۔ ہم تو کسانوں کو یہی صلاح دیں گے کہ وہ خود اپنا سنگٹھن [4] کریں اور اپنی شکر اپنی کھنڈسالوں میں بنا کر اس

---

1 عام حالت میں 2 سرمایہ داری 3 قابو 4 تنظیم

ڈیوٹی کا پورا فائدہ اٹھا دیں، مگر کسانوں کا سنگھٹن کریں۔ ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ راشٹر کے وے نیتا، جن سے اس کی آشا کی جا سکتی تھی، شکر کمپنیوں کے حصے دار یا سنستھا پک[1] بنے ہوئے ہیں اور پونجی پتی کی حیثیت سے یہ سوابھاوک ہے کہ وے زیادہ سے زیادہ نفع اپنی گوٹ میں رکھنے کی چیشٹا کریں۔ یورپ سے ''انڈسٹریلائزیشن'' کا دش پرینام[2] دیکھ کر بھی ہم نہیں چیت رہے ہیں اور چھوٹے چھوٹے ویوسایوں[3] کو کچل کر مہان ویوسایوں کی سرشٹی[4] اور چھوٹے چھوٹے سوامی ویوسائیوں کو کچل کر ایک بڑی مشین کے پرزے بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کا نتیجہ بے کاری کی وردھی[5] کے سوا اور کیا ہوگا؟ کسان سال کے چار پانچ مہینے اوکھ پیرنے، گڑ یا شکر بنانے میں کاٹ دیتا تھا۔ اب یہ کام اس کے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ جو کام پچاس آدمی مل کر کرتے تھے۔ اسے ایک آدمی مشین کے زور سے پورا کر لے گا۔ بے کاری بڑھانے کا اس کے سوا اور کیا علاج ہے؟ ملوں میں دو چار سو مزدور کام کریں گے، پر دس پانچ ہزار کسانوں کو تباہ کر کے۔ اس ویوسائے یگ[6] کی یہی مہما[7] ہے۔ یہاں ویکتی کا کوئی مولیہ نہیں ہے۔ یہاں جو کچھ ہے، دھن ہے اور مشین ہے۔ وہی دیہاتوں کی تباہی، وہی گھریلو ویوسایوں کا سروناش[8]۔

17/جولائی 1933

---

1 بانی 2 برا نتیجہ 3 بڑے کاروبار 4 تخلیق 5 اضافہ 6 صنعتی عہد 7 اہمیت 8 بربادی

اوکھ کے کسانوں کا سنگھ

ہمیں یہ جان کر بڑا سنتوش[1] ہوا کہ گورکھپور اور بستی میں اوکھ کے کسانوں کا ایک سنگھ بن گیا ہے، جو ان کے ہتوں[2] کی مل والوں سے رکشا کرے گا۔ بے چارے کسان گاڑیوں پر لاد کر اوکھ لاتے ہیں اور ایک ایک سپتاہ تک کرمچاریوں کی خوشامد کرتے رہتے ہیں، تب جا کر کہیں ان کا مال تولا جاتا ہے۔ ان کے ٹھہرنے کا کوئی استھان نہیں۔ دھوپ ورشا سب کچھ جھیلتے ہوئے اپنے کام کا بڑا نقصان کر کے بے چاروں کو کسی طرح گزر کرنا پڑتا ہے۔ اتنے دنوں میں اوکھ بھی سوکھ جاتی ہے اور اس سے دام کم ملتے ہیں۔ انھیں کٹھنائیوں کو دور کرنے کے لیے یہ سنگھ بنایا گیا ہے۔ گورکھپور اور بستی میں جتنے شکر کے مل ہیں، اتنے پرانت بھر میں نہیں ہیں۔ شکر کے دیوسائے کا وہ علاقہ اسی طرح کیندر ہو گیا ہے۔ جیسے احمد آباد کپڑے گا۔ ہمیں آشا ہے، سنگھ کے اُدیوگ[3] سے غریب کاشت کاروں کا یتھیشٹ[3] اپکار ہوگا۔ سنگھ اگر کسانوں کو اس بات پر سنگھٹ[4] کر سکے کہ وے اپنی اوکھ مل میں نہ لایا کریں، جس میں مل والوں کو خود دیہاتوں میں جا کر اپنی گاڑی بھاڑے سے اوکھ خریدنا پڑے، تو وہ بڑا اپکار[5] کرے۔ کسانوں کو اوکھ بیچنے کی جتنی ضرورت ہوتی ہے، اس سے کہیں زیادہ ضرورت مل والوں کو اوکھ خریدنے کی ہوتی ہے، پر کسان غریب ہے، روپے کی ضرورت انھیں اوکھ لاد کر لانے پر مجبور کرتی ہے۔ اگر وے ذرا دھیریہ[6] سے کام لیں، تو مل والوں کو خود اوکھ لینے جانا پڑے۔ اوکھ اگر دس پانچ دن کھیتوں میں کھڑی رہے تو کوئی نقصان نہ ہوگا، مل تو ایک گھنٹہ بھی بند نہیں رہ سکتی۔

7/اگست 1933

---

1 اطمینان 2 مفاد 3 صنعت 4 حسب خواہش 5 منظم 6 احسان 7 صبر

کرشی سہایک بینکوں کی ضرورت

کرشی بھارت کا مکھیہ ویوسائے ہے، پر اسے نوچنے والے تو سب ہیں، اس کو پروتساہن[1] دینے والا کوئی نہیں۔ اسے بھوکھوں مرکر، پیسے پیسے کے لیے مہاجن کا منہ دیکھ کر اپنا جیون کاٹنا پڑتا ہے۔ اب پبلک کا دھیان ادھر ہوا ہے اور ویوستھاپک[2] سبھا کے سامنے دو تین ایسے پرستاو پیش ہیں، جن سے کسانوں کو بڑا لابھ ہوگا، پر سود کی در گھٹا دینے سے ہی کام نہیں چل سکتا۔ ایسے سادھن بھی ہونے چاہیے، جن سے کسانوں کو تھوڑے سود پر روپے مل سکیں۔ اس کے لیے کرشی سہایک بینک کھولے جانے چاہیے۔ اس وشے پر لیڈر میں گجادھر پرساد ایم۔ ایل۔ سی کا ایک اپیوگی پتر چھپا ہے۔ ہمیں آشا ہے گورنمنٹ اس پرستاو پر وچار کرے گی۔ کسانوں کے ادھار کا سب سے اوشیک انگ انھیں مہاجن کے پنجے سے نکالنا اور اس کے ساتھ ہی انھیں ہلکے سود پر روپے دلانے کی ویوستھا کرنا ہے۔ یہ اڈیشیہ[3] بینکوں سے ہی پورا ہوسکتا ہے۔

7/اگست 1933

---

1 ہمت افزائی 2 قانون ساز جماعت 3 مقصد

کاشی میں زمیں داروں کی سبھا

کاشی زمیں داری ایسوسیئیشن کے سالانہ جلسے میں سبھا پتی کے پد سے شری یت پنّا لال جی کمشنر بنارس نے زمیں داروں کو جو سدپرامرش[1] دیا، قریب قریب اسی طرح کے اپدیش زمیں داروں کو پہلے بھی مل چکے ہیں۔ خود زمیں داروں نے ہی زمیں داروں کو جو صلاحیں دی ہیں، وہ بھی کچھ اسی ڈھنگ کی ہیں۔ ان سبھی اوسروں پر زمیں داروں کو یہ چیتاونی[2] دی گئی ہے اور شری پنّا لال جی نے بھی اپنے شبدوں میں اسی کو دہرایا ہے کہ زمیں داروں کا بھوشیہ[3] اب اپنے اسامیوں[4] کے سہوگ اور سدبھا پر نربھر ہے۔ اگر زمیں دار آسامیوں کا سچا شبھ چنتک[5] ہے تو اسے کسی طرح کا بھے[6] نہیں، لیکن یدی وہ اسامیوں کو کیول بھوگولاس[7] کے لیے دھن سنگرہ کرنے والی مشین سمجھتا ہے، تو اس کا بھوشیہ سنکٹ مے ہے۔ پنّا لال جی نے فرمایا کہ زمیں داروں کو یاد رکھنا چاہیے کہ آنے والا ودھان[8] بالکل جن مت[9] کے آدھار پر ہوگا، جس میں جنتا کا کافی حصہ ہوگا اور ان کا نرواچن[10] شکشا کے پرچار کے ساتھ بڑھتا جائے گا۔ اور زمین داروں کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ جنتا پر وشواس کریں۔ ہمیں آشا ہے کہ ہمارے بھوپتی[11] سمے کے لکشنوں کو پہچانیں گے اور وشیش رعایتوں کی آڑ میں چھپنے کی کوشش نہ کریں گے۔

25 ستمبر 1933

---

1 بہترین مشورہ 2 تنبیہ 3 مستقبل 4 کسان 5 خیر خواہ 6 خوف 7 عیش و عشرت 8 آئین 9 عوامی رائے 10 انتخاب 11 زمین دار

چھوٹے زمیں دار یا بڑے

بہار کی ایک زمیں داروں کو سبھا میں بھاشن دیتے ہوئے جسٹس اسٹوارٹ میکرفرسن نے یہ سمتی دی ہے کہ پرجا کو بڑے زمیں داروں کی عملداری میں اس سے کہیں کم کشٹ ہوتا ہے، جتنا چھوٹے زمیں داروں کی عمل داری میں رہنے سے۔ ممکن ہے اس سبھا میں بڑے بڑے زمیں داروں اور راجاؤں کی کثرت ہورہی ہو اور ان سے ملاحظہ سے صاحب بہادر نے یہ سمتی[1] دی ہو، پر ہمارا انوبھو[2] تو ہے کہ چھوٹے شیطان سے بڑا شیطان ہمیشہ ادھک گھاتک[3] ہوا کرتا ہے۔ چھوٹا شیطان ایک آدھ بکرا، کچھ مالا پھول بتاسے پا کر سنتشٹ ہو جاتا ہے، پر بڑا شیطان بنا پران لیے نہیں چھوڑتا۔ چھوٹا زمیں دار اپنے اسامیوں پر زیادہ سختی کرتے ہوئے ڈرتا ہے۔ اس کا پولس پر، عدالت کے کرمچاریوں پر اور ادھکاریوں پر اتنا پربھاؤ نہیں ہوتا کہ وہ قانون اپنے ہاتھ میں لے سکے اور اسے جس طرح چاہے توڑ مروڑ سکے۔ پیادوں اور لٹھیتوں کی فوج رکھنے کا بھی اس کے پاس سادھن نہیں ہوتا۔ پھر بہدھا[4] وہ اپنے اسامیوں ہی کے گاؤں میں رہتا ہے اور ان کی یتھارتھ استھتی[5] سے واقف ہونے کے کارن بیجا سختی نہیں کرتا، کچھ ملاحظہ مروت بھی ہوتی ہے۔ اس کے وپریت بڑا زمیں دار تو اپنے علاقے کا بادشاہ ہوتا ہے۔ اسامیوں سے اس کو کوئی نجو نہیں ہوتا۔ وے تو اس کے لیے کیول بھوگ کی وستو ہیں۔ آسامیوں کی کرون کرندن[6] کی آواز بھی ان کے کانوں تک نہیں پہنچتی۔ اور ان کے کارندے اور پیادے بھلا کیوں اسامیوں پر دیا کرنے لگے؟ انھیں اسامیوں کے بننے بگڑنے کی کیا پرواہ۔

6/نومبر 1933

---

1 رائے 2 تجربہ 3 قاتل 4 اکثر 5 حقیقی حالت 6 آہ وزاری

بستی میں ایکھ سنگھ سمیلن

کاشی ودھیا پیٹھ کے دو شاستریوں نے اپنی ادبھت کاریہ[1] کشمتا[2] تتھا وچار شکتی سے کام لے کر یکت پرانت کی ایک بہت بڑی آوشیکتا پوری کر دی ہے۔ بنگال کے لیے جوٹ تتھا بمبئی کے لیے روئی اور اس کی میلیں جس پرکار سمسیا ہو رہی ہے، اس پرکار سنیکت پرانت کے لیے ایکھ اور گنے کے کرشکوں کا پرشن لگاتار پچیسوں مل کے کھل جانے سے جٹل ہو گیا ہے۔ استھانانتر[3] میں ان کی کچھ سمسیاؤں پر وچار پرکٹ کیا گیا ہے تتھا ان کو دور کرنے کے لیے وشے میں، آوشیک پرستاو پرکاشت کیے گئے ہیں۔ ان کے کسانوں کے کشٹوں کی اور پہلے پہلے اُپرلکھت دو شاستریوں، شری رام کمار شاستری تتھا شیام چرن شاستری کا دھیان گیا اور انھوں نے ایکھ سنگھ کی پانچ ماس پوروکی سرشٹی کی، جس کے تین سمیلن خلیل آباد، بستی، تتھا بھنان ضلع گونڈا میں کرمشہ[4] شری بابا راگھوداس، شری پرکاش جی تتھا پنڈت کرشنا کانت مالویہ کی ادھیکشتا[5] میں ہوئے۔ بھیڑ بھی اپار تھی۔ اتساہ[6] بھی اپار تھا[7]۔ شری کرپاشنکر تتھا رام شنکر مختار بستی میں سراہنیہ[8] کاریہ کر رہے ہیں۔ سمیلن کی سپھلتا تتھا اس کے اُدیشیہ کی پورتا پر ہم بدھائی دیتے ہیں اور سپھلتا چاہتے ہیں۔

13 / نومبر 1933

کسان سہایک قانونوں کی پرگتی

پاٹھکوں کو معلوم ہوگا کہ کئی مہینے ہوئے سرکار نے کسانوں کو مہاجنوں کے پنجے سے بچانے کے لیے ویوستھاپک سبھا میں تین بل پیش کیے تھے، جن کے انسار سود کا در گھٹا دیا جائے گا، دستاویزوں کی نقل اسامیوں کے پاس بھی رہے گی، مہاجنوں کو حساب دکھانا پڑے گا۔ یہ بل کمیٹیوں میں وچار کے لیے دیے گئے تھے۔ کمیٹیوں نے ان پر وچار کر لیا ہے اور اپنی رپورٹ تیار کر لی ہے اور اب وے بل سنشودھت ہو کر کاؤنسل میں پیش کیے جائیں گے۔

4 / دسمبر 1933

1 حیرت انگیز 2 کام کی صلاحیت 3 تبدیلی جگہ 4 بالترتیب 5 صدارت 6 جوش 7 حد درجہ 8 قابلِ تعریف

زمیں داروں کی دُردَشا[1]

بیچارے زمیں داروں کی دشا اس رکھیل استری کی سی ہو رہی ہے، جس کے یوون[2] کی بہار اب چل چلاو پر ہو۔ ایک سمے تھا، جب اس کا عاشق اس پر پران نیوچھاور[3] کرتا تھا، اس کی ایک ایک ادا پر جان قربان کرتا تھا۔ ایک ایک نخرے پر لوٹ پوٹ ہو جاتا تھا، ایک ایک چتون[4] پر کلیجہ تھام لیتا تھا، لیکن یوون کے اتار کے ساتھ وہ دن اور راتیں سپنا ہو گئیں۔ اب بیچاری طرح طرح کے رنگ بھرتی ہے، آٹھوں پہر مستی سرے کے پیچھے پڑی رہتی ہے، بسی کرن* کے جنتر منتر کرتی رہتی ہے، لیکن بھنورا پریمی اب بھاگا بھاگا پھرتا ہے۔ نہ وہ پراگ رہ گیا، نہ وہ رس، پھر نیرس پھول اس کے کس کام کا۔ اب تو یہ جیون ہے، اور پٹی پر سر رکھ کر روتا ہے۔ پریمی کے پیروں پر لاکھ سر پٹکے، لاکھ اس کے تلوے سہلائے، لاکھ جادو ٹونا کرے، کچھ ہونے کا نہیں۔ اب تو وہ بھی کرشن کی بھانتی ان گوپیوں کو ویراگیہ[5] کا اپدیش[6] کرتا ہے۔

یہ بیچاریاں ان پرانے دنوں کی یاد دلاتی ہیں، اپنی وفاداری اور نشٹھا[7] اور انراگ کی کتھائیں کہتی ہیں۔ لیکن وہ پٹھا ایک ہی جواب دیتا ہے۔ ویراگیہ دھارن کرو۔ اور یہ ولاس[8] کی اپاسکائیں روش اور شوک میں سر دھنتی ہیں، چھاتی پیٹتی ہیں، مگر وہ کٹھ کلیجا، وہ پاشان ہردے[9]، نہیں پسیجتا، دھرم کا یا پریم کا بندھن ہوتا، تو پرانی گانٹھ کی بھانتی دن دن ابھید یہ ہوتا جاتا، روپ اور یوون کے پتھریلے استروں کو توڑ کر اس کی جڑیں کومل بھومی کی گہرائیوں میں پہنچ جاتیں، اور اس رس سے ورکش[10] دن دن اور پشپت اور

---

1 حالت بد 2 شباب 3 قربان 4 آنکھ کا اشارہ 5 ترک دنیا 6 نصیحت 7 حالت یقین 8 عیش 9 سنگ دل 10 درخت

پلوت[1] ہوتا۔ لیکن یہاں تو سب کچھ روپ[2] اور یوون[3] کا کھیل تھا۔ پتھر پر کی دوب کے دن نکلتی۔ مگر انھیں رمڑیوں[4] کی بھانتی ہمارے زمیں داران بھی برابر سے کی گتی کو پھیرنے اور بیتے ہوئے دنوں کو بلانے کی نکھل[5] کامنا[6] کرتے چلے جاتے ہیں۔ جبھی موقع ملا چٹ پٹ ایک سنگھ[7]، سبھا[8]، ایسوسی ایشن بنالیا جاتا ہے اور لوگ بڑی بڑی پگڑیاں باندھ اور نیچی اچکنیں پہن اور کمر میں وفاداری کا پٹکا کس اور گردنوں میں سوامی بھکتی کے طوق ڈال کر گورنروں کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں، اور اپنی لائلٹی اور بھکتی کے پچڑے شروع کر دیتے ہیں۔ مگر یہاں وہی روکھا جواب ملتا ہے۔ جوگ دھارن کرو، اپنے پیروں پر کھڑے ہو، اپنی سیوا[9] اور سہانو بھوتی[10] سے سماج میں استھان سورکشت[11] کرو۔ لیکن، یہ مہاشے کچھ ایسے چکنے گھڑے ہیں کہ ان پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا، اسی گت یَودنا رمنی[12] کی بھانتی شاید یہ سجن اب بھی اسی بھرم میں پڑے رہتے ہیں کہ سرکار پوروت[13] ان کی پیٹھ ٹھوکے گی۔ انھیں شاباشی دے گی اور کہے گی، تم ہمارے داہنے ہاتھ ہو، اور ہم سدیو تمھاری مدد کریں گے اور تمھاری ڈگمگاتی ہوئی ناؤ کو پار لگا دیں گے۔ ان عقل کے پتلوں کو اب بھی نہیں سوجھتا کہ راجنیتی کی دنیا میں کل کا شترو[14] آج کا متر[15] ہو جاتا ہے اور کل کا متر دودھ کی مکھی کی بھانتی[16] نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔ سرکار زمین داروں کی پیٹھ تب ٹھونکتی تھی، جب وہ سمجھتی تھی کہ یہ پرجا کے سوابھاوک نیتا ہیں، پرجا پران کی دھاک ہے، یہ اسنتشٹ[17] ہو کر آگ لگا سکتے ہیں، اور ہماری کھیتی کو جلا سکتے ہیں۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ یہ حضرات بھوگ ولاس[18] میں پڑ کر سارا پُروشارتھ[19] کھو چکے ہیں، قرض کے بوجھ کے نیچے دب چکے ہیں اور ان کا اَستِتو[20] اب غریبوں پر انیتی[21] اور اتیاچار[22] اور سبلوں[23] کی چاپلوسی اور جی حضوری پر رہ گیا ہے اور یہ اب اس کے لیے شکتی کے یَنتر[24] نہ رہ کر اس کی گتی میں اور بادھک ہو رہے ہیں، تو اس نے ان کی تنبیہ شروع کی، کہ یوں کام نہ چلے گا، تم اپنے کو سنگٹھت کرو، خرگوش کی نیند سے چونکو، اپنے ست کاریوں[25] سے پرجا کے دل میں گھر کرو، کسانوں کو دکھا دو کہ تم ان کے لیے کتنے

---

1 پھول دار 2 حسن 3 جوانی 4 حسینائیں 5 ناکامیاب 6 امید 7 ایک ذات 8 جماعت 9 خدمت 10 ہمدردی 11 محفوظ 12 خوبصورت عورت 13 پہلے جیسا 14 دشمن 15 دوست 16 مانند 17 ناراض 18 عیش و عشرت 19 شخصیت 20 وجود 21 بے اصولی 22 ظلم 23 طاقت ور لوگ 24 آلہ 25 اچھے اعمال

ضروری ہو، دیش میں ایسا واتاورن[1] پیدا کرو، جو تمھارے لیے انکول ہو، تو یہ سجن بغلیں جھانکتے ہیں، اور اسی گت یووناناٹکا کی بھانتی اس کی نشٹھرتا پر آنسو بہاتے ہیں اور اپنی تقدیر کو کوستے ہیں کہ کس نردئی[2] کے پالے پڑی کہ اس نے مفت میں یوون لوٹ لیا، اور اب بات بھی نہیں پوچھتا۔

مگر وہ پرانا عاشق اب بھی پریتی[3] کی ریتی[4] نبھائے جاتا ہے۔ اب اس سے یہ آشا تو نہیں کی جا سکتی، کہ وہ کھچڑی کیشوں کو ناگن سمجھے اور جھروکھے دار بتیسیوں کی چمک سے چوندھیا جائے اور جھکی ہوئی کمر پر فدا ہو جائے۔ نہیں، یہ وبھتس[5] لیلا اب وہ نہیں کر سکتا، ہاں اوپری دل سے چکنی میٹھی باتیں کر سکتا ہے، اپنے سگندھ بھرے رومال سے اس کے آنسو پونچھ سکتا ہے اور اس کے نان نفقے (جیون نرواہ) کا پربندھ کر سکتا ہے۔ مخملی گدّے نہ سہی، پھر بھی آگرے کی دری دینے کو تیار ہے، لیکن وہ اگیات گت یووناابھی تک وہی ہٹھ کیے جاتی ہے، میں تو جڑاؤ گہنے لوں گی اور پان دان کا خرچ لوں گی، اور لونڈیاں لوں گی۔ مل چکیں۔ یہ ٹھسے یوون کے ساتھ چلے گئے۔ اب تو اسی روئی کپڑے پر دن کاٹنے پڑیں گے، ہنس ہنس کر کاٹو یا رو رو کر۔ غنیمت سمجھو کہ وہ پریتی کا اتنا نباہ بھی کر رہا ہے۔ سوکھا ہی جواب دیتا تو تم کیا کر لیتیں۔ دھرم یا پریم کا بندھن تو تھا نہیں، راجنیتی ہی کا پھسپھسا اور استھر[6] بندھن تو تھا۔ سرکار نے کئی پرانتوں میں زمیں داروں ہی کی رکشا کے لیے رئیس سبھا(Second Chamber) کا نرمان کرنا سویکار کر لیا، انھیں کو مہاجنوں سے بچانے کے لیے ایک دو قانون بنائے اور اب ایسا قانون بنا رہی ہے جس سے ان کی جائداد اکھنڈ اور امر رہے۔ سرکار سے اب اور وے کیا چاہتے ہیں جو سبھی اوسروں پر دھج بنا کر جا پہنچتے ہیں۔ کیا وے چاہتے ہیں کہ سرکار ان کی پرانی وفاداری کے اپلکش[7] میں انھیں اس بات کی کھلی سمتی[8] دے دے، کہ وے پرجا سے من مانا لگان وصول کریں، من مانے نذرانے لیں، من مانی بیگار کرائیں، من مانے اضافے اور بے دخلیاں کریں، من مانے بھاو پر ان کی جنسیں خریدیں انھیں روپے ادھار دے کر من مانا سود وصول کریں۔ انھیں جب چاہیں اور جتنا چاہیں پٹوائیں، اس کی کہیں فریاد نہ ہو سکے۔ اگر وے یہ نہیں چاہتے۔ تو اور کس لیے گورنروں کی دم کے پیچھے پونچھ ہلاتے پھرتے ہیں۔

---

1 ماحول 2 بے رحم 3 محبت 4 رسم 5 قابل نفرت 6 عارضی 7 موقع 8 اجازت

سر مالکم ہیلی پچاسوں بار اس گروہ کو پھٹکار چکے ہیں، دتکار چکے ہیں، ابھی اس دن بنگال کے گورنر کو ڈانٹا تھا، کبھی پرانت کے گورنر باری باری سے ان مہانو بھاوں کو ٹھکرا چکے ہیں، پھر بھی یہ دم ہلانا نہیں چھوڑتے، چنانچہ ابھی اس دن سر مالکم ہیلی کاشی آئے تو یہ گول اپنی غلامی اور وفاداری اور پاتی ورت کا کھرّا لیے ان کی ڈیوڑھی پر حاضر ہو گیا۔ سر مالکم نے جیسا کہ ان کا دھرم تھا، اور جیسا کہ راجنیتک ششٹا چار[1] کا تقاضہ تھا۔ ان کو بہت بہت دھنہ واد[2] دیا۔ ان کی پرشنسا[3] کی ان کے سوامی ستکار کا یشوگان کیا، اور یہ سب کچھ کر چکنے پر انھیں وہ اپدیش[4] دیا، جس نے ان میں سے ادھیکانش[5] مہانو بھاؤں کو ہتوتساہ[6] کر دیا ہوگا اور روتے ہوئے گھر گئے ہوں گے۔ کہ یہ ساری دوا دوش اور ناک رگڑ وڑل اور ماتھ گھسوول بیکار گئی۔ سر ہیلی نے کہا:

''آنے والی ویوستھا کا چاہے جو روپ ہو، اور چاہے کیسے ہی راجنیتک دل بنیں، انتم زنے انھیں وچاروں کے ہاتھ رہے گا جن کا جنتا پر پربھتو ہوگا اور جو راجنیتک پرگتی[7] کا نینترن[8] کریں گے۔ آپ بازی لے جانا چاہتے ہیں تو آپ کو اپنے ساماجک مہتو کا کریاتمک[9] پرمان دینا پڑے گا۔ آپ کو سدھ[10] کرنا پڑے گا کہ زمیں دار بھی گرامین جیون میں اتنے ہی اپیوگی ہیں جتنا کسان.... آپ کو اتر میں یہ پرمان دینا چاہیے کہ زمیں دار کسان کو جو سہایتا دیتا ہے، ان سے جو میتری کا سمبندھ رکھتا ہے، اور ان کو ساماجک جیون میں اپنا پورا پورا استھان لینے کے لیے جو پریتن[11] کرتا ہے، وہ کسان ہی کی بھانتی ہمارے کرشی ویاپار کا اوشیک انگ ہے۔''

سنا ہے آپ صاحبوں نے آنکھیں بند کر کے اور کان کھول کر؟ آپ کو کچھ خبر ہے کہ جنتا کے دل پر آج کن وچاروں کا آدھی پتیہ[12] ہے؟ خوب سن لیجیے کہ یہی وچار سرکار کی راجنیتک نیتی کا نینترن کریں گے، آپ چاہے اپنی وفاداری کے کتنے ہی گیت گائیں اور کتنے ہی راگ الاپیں۔ آپ کو اپنے ساماجک مہتو کا کریاتمک پرمان دینا پڑے گا، کیول اضافے یا بے دخلی کر کے یا نالش کر کے یا ڈنڈے بازی کے زور سے لگان وصول کر کے چین کی بنسی بجانا نہیں۔ اگر اسی کو آپ اپنے مہتو کا کریاتمک پرمان سمجھ بیٹھے ہیں تو

---

1 سیاسی ادب 2 شکریہ 3 تعریف 4 نصیحت 5 بیشتر 6 مایوس 7 سیاسی ترقی 8 کنٹرول 9 عملی ثبوت 10 ثابت 11 کوشش 12 قبضہ

آپ مورکھوں کے سورگ کی ہوا کھا رہے ہیں۔ آپ انھیں کاریوں سے یہ سدھ کریں گے کہ گرامین جیون[1] میں زمیں دار اتنا ہی ضروری ہے جتنا کسان۔ آپ کا یہ دیوہار اگر کسی بات کا پرمان ہے تو وہ آپ کی نرنکشتا[2]، آپ کی ہردے شونیتا[3]، آپ کی امانوشکتا، آپ کی سوارتھاندھتا[4] اور آپ کی ورتمان وچار دھارا[5] سے انبھگیتا[6] کا اُجول[7] پرمان ہے۔ آپ اپنے ورگ کے لیے وشیش ادھکار اور وشیش رعایتیں مانگ کر خود اپنے پیروں میں کلہاڑی مار رہے ہیں اور جن مت کو اپنے وِرودھ کی چنوتی دے رہے ہیں۔

22 / جنوری 1934

---

1 دیہی زندگی 2 مطلق العنان 3 بزدلی 4 غیر انسانی 5 عالیہ سوچ 6 ناشناسی 7 روشن

دیہاتوں پر دیادرشٹی[1]

انگلینڈ کے دیاپاری[2] بھارت کے غریب گرامینوں[3] پر بڑی دیا کرتے ہیں۔ بیچارے وہاں سے ان ننگوں کے لیے طرح طرح کے کپڑے بنا کر اپنے ہی جہازوں پر لاد کر پہنچا دیتے ہیں۔ جس چیز کی یہاں ضرورت ہو وہ فوراً سے پہلے یہاں مہیاّ کر دیتے ہیں۔ یہ دیادرشٹی نہیں تو کیا ہے؟ اب ایک صاحب جن کا نام کرنل ہارڈنگ ہے سمپورنتہ[4] نسوارتھ[5] بھاو سے یہاں کے دیہاتوں میں بے تار کے گانے اور بھاشن[6] آدی سنانے کا پربندھ[7] کر رہے ہیں۔ جب انیہ دیشوں کے گاؤں میں براڈ کاسٹنگ کا پرچار ہو رہا ہے، تو بھارت کے کسان کیوں اس آنند سے ونچت رہیں۔ کرنل ہارڈنگ صاحب سے یہ نہیں دیکھا جاتا۔ پنجاب کے دیہاتوں میں ان کا دورا بھی شروع ہو گیا ہے۔ ہر بڑے گاؤں میں بے تار کے ینتر[8] لگا دیے جائیں گے، کون بڑا خرچ ہے، ینتر کا دام کل تین سو روپیہ ہے اور سالانہ خرچ تیس روپے۔ اتنے تھوڑے خرچ میں دیہات والے جب بے تار کے گانے اور باجے اور بھاشن سن سکتے ہیں تو کیوں نہ سنایا جائے۔ آخر دیہاتیوں کے پاس منورنجن[9] کا اور کون سا سامان ہے۔ یہ ینتر لگ جائیں گے، تو سانجھ کو دیہاتوں میں خاصی چہل پہل ہو جائے گی۔ گانے اور بھاشن سب ان کو اپنی ہی بھاشا میں سنائے جائیں گے۔ انگلینڈ دیا کر کے کروڑ دو کروڑ کے ینتر بھیج دے گا۔ بھارت میں سات لاکھ گاؤں ہیں۔ تین سو روپے گاؤں پیچھے ملے، تو کل اکیس کروڑ روپے ہی تو ہوئے۔ پھر کچھ پڑھے لکھے یودکوں کو روزی بھی تو ملے گی۔ انگلینڈ کے دیاپاری سچ مچ دیا اور نسوارتھ تا کے پتلے ہیں۔

بلی بخشے، مرغا لنڈورا ہی رہے گا۔ جن کے پاس نہ کھانے کو اناّ ہے اور نہ پہننے کو

---

1 نظرِ کرم 2 تاجر 3 دیہاتیوں 4 مکمل طور پر 5 بے غرض 6 تقریر 7 انتظام 8 آلات 9 دلچسپی

وستر، براڈ کاسٹنگ سن کر اپنا منورنجن نہ کریں گے، تو کون کرے گا؟ ویاپار چلانے کی کتنی بڑھیا نیتی ہے۔ یہ ویاپاری مانوی پرکرتی[1] کی دربلتاؤں کو خوب سمجھتے ہیں اور اس سے خوب اپنا مطلب گانٹھتے ہیں منووگیان[2] ان کی ویوسائے وردھی کا مکھیہ سادھن ہے۔ کلونج سے کلونج آدمی میں بھی آمودونود کی پرورتی ہوتی ہے۔ یہ ویوسایی اس استھل پر نشانہ لگاتا ہے اور شکار مار لیتا ہے۔

22 / جنوری 1934

---

1 انسانی عادت 2 نفسیات

آگرہ زمین دار سمّیلن

آگرہ زمیں دار سمّیلن [1] کے سبھا پتی نواب چھتاری نے اپنے بھاشن میں زمیں دار صاحبان کو کیول اپنا سنگٹھن [2] کرنے ہی کی ضرورت نہیں بتلائی، بلکہ ان لوگوں کے سہیوگ کی ضرورت بھی بتلائی، جو زمیں دار نہیں ہیں، پر ویوستھت [3] انتی کے سمرتھک [4] ہیں۔ لیکن ہمارا وچار ہے، کہ جس چیز کو نواب صاحب ویوستھت [5] انتی کہتے ہیں، اس کے سمرتھک زمیں داروں کے سوا شاید ہی کوئی سجن نکلیں۔ ویوستھت انتی اس کے سوا اور کیا ہے، کہ زمیں داروں کو اس وقت جو شکتی اور ادھکار [6] پراپت ہیں، وے دن دن اور وپک [7] ہوتے جائیں، ان کا کشیتر دن دن وسترت ہوتا جائے۔ مزا یہ ہے کہ کرشکوں کو ساہوکاروں کی سختیوں سے بچانے کے لیے جو ویوستھا کی جا رہی ہے اس سے پورا فائدہ اٹھانے کے لیے یہ لوگ اپنے کو کرشکوں میں شامل کیے دیتے ہیں۔ کسانوں سنرکشن کی اس لیے ضرورت ہے کہ وے دین [8] ہیں، اشکت ہیں، ایک اور زمیں داروں کے شکار ہو رہے ہیں، دوسری اور ساہوں کاروں کے۔ انھیں نہ روٹی میسر ہے، نہ کپڑا، نہ بیج میسر ہے نہ بیل۔ اس کے ورودھ ہمارے زمیں دار صاحبان پرانت میں سب سے سامرتھیہ وان [9]، سب سے پرمھا شالی ورگ ہیں۔ ان میں سے کتنے ہی عیش کی زندگی بسر کرتے ہیں اور جو گئے بیتے ہیں، وے بھی ڈنڈے کے زور سے کسانوں سے کھیتی کرا لیتے ہیں۔ طرح طرح کے بیگار اور تاوان وصول کرتے ہیں اور مزے سے افیم کھاتے یا بھنگ اڑاتے ہیں۔ اگر ایسے شکتی شالی ورگ کو بھی سنرکشن [10] کی ضرورت ہے، تو اس کا ارتھ یہی ہے کہ یہ لوگ جتنا انیائے کریں، چاہے جتنا قرض لیں ان پر قانون کا وار نہ چل سکے۔

مگر ایسی کارروائیوں سے ہمارا زمیں دار ورگ اس رہے سہے وشواس اور

---

1 جلسہ 2 جماعت 3 منظم 4 حامی 5 منظم ترقی 6 حقوق 7 وسیع 8 لاچار 9 اہل کار 10 حفاظت

سمان کو بھی کھوتا جاتا ہے، جو جنتا میں اس کے پرتی باقی ہے۔ جب یہ سنرکشن زمیں داروں کو نہ پراپت تھے، اس دشا میں بھی وے اندھا دھندھ قرض لینے سے نہ چوکتے تھے، تو جب یہ سنرکشن مل جائیں گے، تب ان کی امنگیں کیا رنگ لائیں گی، اس کا انومان[1] کیا جا سکتا ہے۔ کمزور کا زبردستوں سے سنرکشن چاہنا تو سوابھاوک ہے، لیکن زبردستوں کا سنرکشن چاہنا، اس کے سوا اور کیا ہے کہ وے اور بھی شکتی وان[2] ہو جائیں۔ کیا ہمارے زمیں دار بھائیوں نے کبھی یہ سوچنے کی تکلیف اٹھائی ہے کہ جنتا سے کیوں انھیں اتنا بھے ہو رہا ہے؟ کیوں وے یہ سوچ کر ویاکل[3] ہو رہے ہیں کہ آنے والی ویوستھا میں بہومت ان کے ادھکاروں کو چھیننے کی چیشٹا کرے گا، اور اس لیے انھیں آپس میں سنگھٹت ہو کر اس بہومت کو اپنے ہاتھ میں کر لینا چاہیے؟ اس کا کارن اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ زمیں داروں کو ابھی تک جو ادھکار پراپت تھے، ان کا انھوں نے برابر درپیوگ[4] کیا ہے، اور جنتا نہیں چاہتی تھی کہ سماج کا کوئی انگ اتنا پربل ہو جائے کہ وہ نربلوں کو کچلتا رہے۔ ہمارے زمیں دار صاحبان اپنے لیے سنرکشنوں اور رعایتوں پر زور دے کر جنتا میں اور بھی اوشواس[5] اور بھے[6] اتپن کر رہے ہیں۔ اس نیتی سے وہ جنتا پر آتنک جما سکتے ہیں، اس کے سہانوبھوتی[7] اور وشواس کے پاتر نہیں بن سکتے۔ جب تک وے یہ نہ سمجھیں گے کہ جنتا کے ہت کے ساتھ ان کا بھی ہت ہے، اور ان کے استتو کا ادیشیہ یہی ہے کہ وے اپنے اسامیوں کی سیوا اور سہایتا کریں، تب تک جنتا ان کی اور سے سدیوشنک[8] رہے گی اور ان کے ورُدھ آندولن بڑھتا رہے گا۔ کسان اس لیے سماج کا اپکاری انگ ہے کہ اس کے بنا سماج ایک دن نہ چلے گا۔ دکاندار سارے دن دوکان میں بیٹھ کر اور نوکر سارے دن سوامی کی آگیا پالن کر کے اپنی کمائی حلال کر لیتے ہیں۔ سبھی کو اپنی جیوکا کے لیے کچھ نہ کچھ پری شرم[9] کرنا پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ ساہوکار کو بھی بہودھا[10] نادہند قرض داروں سے پالا پڑ جاتا ہے اور اس کی رقمیں ڈوب جاتی ہیں۔ لیکن زمیں داروں سے کوئی پوچھے، تم جنتا کا کیا اپکار کرتے ہو؟ تمھاری ذات سے سماج کا کیا بھلا ہوتا ہے؟ تم میں سے جو سمپن[1]

---

1 اندازہ 2 طاقت ور 3 بے چین 4 غلط استعمال 5 بے اطمینانی 6 خوف 7 ہمدردی 8 مشکوک 9 محنت 10 اکثر اوقات

ہیں وہ مزے سے لکھنؤ یا الہ آباد میں بنگلوں میں عیش کرتے ہیں اور جو اتنے بھاگیہ وان نہیں ہیں، وے دیہاتوں میں ہی موسل چند بنے گھومتے ہیں، جیسے گیدڑ مردے جانوروں کی کھوج میں رات کو نکلتے ہیں۔ ان کا اُدّھم[2] اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ کسی آسامی کو کسی بہانے پھنسا کر اس کی جما جتھا ڈکار جائیں۔ کہیں دو اسامیوں میں لڑائی ہو جائے، زمیں دار صاحب کی چاندی ہو گئی۔ دونوں ہی سے کچھ نہ کچھ ڈانڈ وصول کریں گے اور چین کی بنسی بجائیں گے۔ یا دال گلتی نہ دیکھی، تو پولس کی دلالی کرنے لگے اور لوٹ میں شریک ہو گئے۔ ایسی مفت خورنگی، لٹیری، آرام طلب سنستھا[3] بہت دن جیوت نہیں رہ سکتی، چاہے وے اشٹ دھاتو کے قلع میں ہی کیوں نہ اپنے کو بند کر لے۔ جنتا آج کسی کا شکار نہیں بننا چاہتی، زمیں دار ہو یا ساہوکار، سرکار ہو یا مل مالک۔ اسے کسی سے دشمنی نہیں ہے، اسے دشمنی کرنے کی بھی شکتی نہیں، وہ اسنگٹھت[4] ہے۔ دین ہے، پرادھین[5] ہے۔ کوئی دل اپنے کو سنگٹھت کر کے اس پر آتنک[6] جما سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ چاہے کہ اسے اپنا شکار بھی بنائے اور اس سے ووٹ بھی لے، اسے ٹھوکر بھی جمائے اور اس سے پانو بھی دبوائے تو اسے لجت[7] ہونا پڑے گا۔

دلگی یہ ہے کہ، آج بھی زمیں دار صاحبان اپنے کو زمین کا مالک ہی سمجھتے ہیں۔ انگریزی سرکار کے پہلے ان کی حیثیت دلالوں کی تھی، جو بادشاہ کی اور سے لگان وصول کرنے کے لیے رکھے جاتے تھے اور لگان نہ ادا کر سکنے پر نکال باہر کیے جاتے تھے اور بڑی ذلت کے ساتھ۔ انگریزی راجیہ میں ان کا مان[8] بڑھ گیا۔ سرکار کو دیش میں ایسے ایک جتھے کی ضرورت تھی، جو پرجا پر اس کی حکومت جمانے میں سہایک ہو۔ اس نے یہ کام انھیں لگان وصول کرنے والوں سے لیا۔ تب سے یہ لوگ اپنے کو زمیں کا مالک سمجھنے لگے۔ خیر، ہمیں اس سے مطلب نہیں، آپ زمیں کے مالک نہیں خدا سہی، لیکن آپ پرجا کے لیے کیا کرتے ہیں؟ آپ پرجا کے دیے ہوئے کر میں سے پچاس فی صدی لیتے ہیں، تو اس کے بدلے میں آپ پرجا کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟ آپ اگر بیج دیتے ہیں تو اس کا

---

1 دولت مند 2 تنظیم 3 غیر منظم 4 غریب 5 غلام 6 خوف 7 شرمندہ 8 عزت

ڈیوڑھا وصول کر لیتے ہیں۔ اگر لکڑی یا بانس دیتے ہیں، تو اس کے بدلے میں چوگنی بے گار لیتے ہیں آج آپ کا استو اتنا نرر تھک[1] ہو گیا ہے، کہ آپ کو یہ شنکا[2] ہو رہی ہے، کہ کہیں بھوشیہ میں آپ کا نشان ہی نہ مٹ جائے۔ آپ سے کی گتی کے پرتکول[3] چلنے کا پریتن کر رہے ہیں۔ تھوڑے دنوں آپ چاہے اس پریتن میں سپھل[4] ہو جائیں، لیکن وہ دن دور نہیں ہے، جب آپ کو راشٹر کی اچھا[5] کے سامنے سر جھکانا پڑے گا اور آپ آتنک[6] کے بل پر نہیں، سیوا[7] کے بل پر اپنا استو قائم رکھ سکیں گے۔

12/فروری 1934

1 بے معنی 2 شک 3 موافق 4 کامیاب 5 خواہش 6 دہشت 7 خدمت

نرکشرتا[1] کی دہائی

ہمارے کسانوں کی نرکشرتا کی دہائی دینا ایک فیشن سا ہوگیا ہے لیکن کسان نرکشر ہو کر بھی بہت سے ساکشروں[2] سے زیادہ چتر[3] ہیں۔ ساکشرتا اچھی چیز ہے اور اس سے جیون کی کچھ سمسیائیں حل ہو جاتی ہیں، لیکن یہ سمجھنا کہ کسان نرا مورکھ[4] ہے، اس کے ساتھ انیائے کرنا ہے۔ وہ پروپکاری[5] ہے، تیاگی ہے، پرشرمی[6] ہے، کفایتی[7] ہے، دوردرشی[8] ہے، ہمت کا پورا ہے، نیت کا صاف ہے، دل کا دیالو[9] ہے، بات کا سچا ہے، دھرماتما ہے، نشہ نہیں کرتا اور کیا چاہیئے۔ کتنے ساکشر ہیں جن میں یہ گن پائے جائیں۔ ہمارا تجربہ تو یہ ہے کہ ساکشر ہو کر آدمی کائیاں، بدنیت، قانونی اور آلسی[10] ہو جاتا ہے۔ کسان اس لیے تباہ نہیں ہے کہ وہ ساکشر نہیں ہے، بلکہ اس لیے کہ جن دشاؤں میں اسے جیون کا نرواہ کرنا پڑتا ہے، ان میں بڑے سے بڑا ودوان بھی سپھل نہیں ہوسکتا۔ اس میں سب سے بڑی کمی سنگھٹھن کی ہے جس کے کارن زمین دار ساہوکار، اہلکار سبھی اس پر آتنک[11] جماتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی ان میں سنگھٹن[12] کرنا چاہے، جس میں وے ان بھیڑیوں کے نکھ اور پنجے سے بچیں تو اس پر ترنت راج دروہ[13] کا اور ہز میجیسٹی کی پرجا میں ودویش پیدا کرنے کا الزام لگ جائے گا۔ اور اسے جیل کی ہوا کھانی پڑے گی۔ کسان لاکھ ساکشر ہو جائے، جب تک وہ سنگھٹت[14] نہیں ہوتا جب تک اسے اپنے ادھیکاروں کا گیان نہیں ہوتا، جب تک وہ ان سمودایوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا، اس کا جیون کبھی سکھی نہ ہوگا۔ اس کے پاس چار پیسے دیکھ کر زمیں دار اور اہلکار سبھی کی رال ٹپکنے لگتی ہے اور ایک نہ ایک کھچڑ نکال کر

---

1 حرف ناشناسی 2 حرف شناس 3 چالاک 4 ایک دم بے وقوف 5 محسن 6 محنتی 7 کم خرچیلا 8 دور بین 9 رحم دل 10 کاہل 11 خوف 12 تنظیم 13 حکومت کے خلاف بغاوت 14 منظم

اس کی کمر خالی کر دی جاتی ہے۔ اگر راج دروہ کا ہوّا نہ کھڑا کر دیا گیا ہوتا، تو راشٹریہ سیوک کسانوں میں بہت کچھ سنگٹھن کر چکے ہوتے۔ مگر یہاں تو یہ نیتی[1] ہے کہ پرجا کی راجنیتک چیتنا نہ جاگنے پاوے، نہیں وہ اپنے حقوق پر اڑنا سیکھ جائے گی۔ اس لیے ان کے سنگٹھن کا کاریہ پبلیسٹی وبھاگ کے سپرد کر دیا گیا ہے، جو بڑے بڑے قصبوں میں جا کر انگریزی راجیہ کے کوِت سنا آتے ہیں۔ ایک اور جنتا کو نشے کی برائیوں کا اپدیش دیا جاتا ہے، دوسری اور ایسی ویوستھا[2] کی جاتی ہے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ نشے کا سیون کریں، جس میں سرکار کی آمدنی میں کمی نہ ہونے پاوے۔ اس نیتی کا جب تک پرادھانیہ[4] ہے، ساکشرتا سے کوئی اپکار نہیں ہو سکتا۔ جو ودوان ہیں، انھیں تو ہم دوسروں کو نوچتے کھسوٹتے ہی دیکھتے ہیں، یہاں تک کہ من میں سندیہ ہونے لگتا ہے کہ کیا یہ وہی ودیا[5] ہے، جس کی اتنی مہما گائی گئی ہے۔ اگر سرکار کو جنتا کے ہت کی سچی لگن ہو جائے، تو وہ جادو کی لالٹینوں سے، اپدیشوں[6] سے، سنیما چتروں سے تھوڑے دنوں میں آروگیہ[7] اور اچھی کھیتی کے طریقوں کا پرچار کر سکتی ہے۔ جس کسان کے دوار پر کھڑے ہونے کی جگہ نہیں، وہ تازی ہوا کہاں سے لائے، جس کے بھوجن کا ٹھکانہ نہیں وہ اچھی کھاد کہاں سے لائے۔ ہم تو کہیں گے کہ دیہات والوں کی نرکشرتا ہی اس کی رکشا کر رہی ہے، نہیں ان میں وہی پاکھنڈ[8]، وہی ولاس[9]، وہی سوارتھپرتا[10] آ جاتی، جو آج کے ودوانوں کی وشیشتا ہے۔ جو ہمارے کسانوں کو نرکشر کہہ کر ان پر دیا کرتے ہیں، انھیں ان نرکشر بھٹہ چاریوں سے بہت کچھ سیکھنے کو مل سکتا ہے۔ آج اسّی فی صدی بے کار بیٹھے اپنی ساکشرتا کے نام کو رو رہے ہیں۔ ایسی ساکشرتا کسانوں کے لیے گھاتک[11] ہوگی۔ ان میں سب سے بڑی ضرورت سنگٹھن کی ہے، جس میں وے اتنی آسانی سے دوسروں کے شکار نہ بنائے جا سکیں اور یہ سنگٹھن کرنا راج دروہ[12] ہے۔

26 فروری 1934

---

1 طریقہ 2 انتظام 3 استعمال 4 امتیاز 5 علم 6 نصیحتوں 7 تندرست 8 دھوکا 9 عیش و عشرت کرنا 10 خودغرضی 11 قاتل 12 سرکار سے بغاوت

یوپی کونسل میں کرشکوں پر انیائے

یو۔ پی۔ کونسل کی اس بیٹھک میں ہوم ممبر سر جگدیش پرساد نے ایک قانون کا مسودا پیش کیا تھا، جس کے انوسار کاشتکاروں سے بقایا لگان پر بارہ روپے سیکڑے بیاض کے بدلے چھ روپے سیکڑے بیاض کی ویوستھا کی گئی تھی۔ یہ بھی کیا گیا تھا کہ بقایا لگان کی علت میں کاشتکاروں کو چار سال تک بے دخل نہ کیا جائے۔ اس مسودے کا شری راو کرشن پال سنگھ اور شری اپادھیائے نے سمرتھن کیا۔ مگر زمیں داروں کو بھلا کیسے صبر ہوتا۔ چاروں طرف سے چھ روپے فی صدی پر سمجھوتہ ہوا۔ چار سال کی جگہ تین سال کی مدت رکھی گئی۔ یہ ہے ہماری کاونسلوں میں کسانوں کے پرتی ندھی نہ رہنے کا پھل۔ زمیں دار صاحبان ہر موقع پر اپنے کو کسانوں کا پرتی ندھی بتلایا کرتے ہیں۔ سرکار بھی انھیں کسانوں کا سوابھاوک نیتا کہتی ہے، لیکن جب کوئی ایسا اوسر آتا ہے، کہ زمیں داروں سے کسانوں کو کچھ رعایت دلائی جائے، تو یہ سوابھاوک نیتا رسی تڑانے لگتے ہیں۔ ایسا شاید ہی کبھی ہوا ہو کہ زمیں دار سموداے نے کبھی کسانوں کے پرتی نیائے کا سمرتھن کیا ہو۔ اس پر وے چاہتے ہیں کہ جنتا ان کا آدر کرے، اور ان کا لیش گائے۔ ایسی حرکتوں سے زمیں دار لوگ اپنی جڑ کھود رہے ہیں اور جنتا میں ان کا جو کچھ رہا سہا پربھاو[1] ہے، اسے بھی کھوئے دیتے ہیں۔ مسٹر اپادھیائے نے یہی بات جب کھول کر کہہ دی تو سارے زمیں دار بھنا اٹھے، جن میں جناب ہوم ممبر صاحب بھی تھے۔ کہا گیا کہ اس قانون کے جنم داتا محمد فصیح الدین صاحب ہیں جو خود زمیں دار ہیں اور جنھوں نے تین فی صدی سود کی ویوستھا کی تھی۔ بیشک ایسے زمیں دار ہیں، جن میں کسانوں کے پرتی سہانوبھوتی[2] ہے، لیکن اسی طرح جیسے ہاؤس آف لارڈ میں بھی دو ایک ممبر ایسے ہیں، جن کو بھارت پر دیا آتی

1 اثر 2 ہمدردی

ہے۔لیکن ان بیچاروں کی نقار خانے میں سنتا کون ہے۔ وہاں تو بہومت زمیں داروں کا ہے اور سرکار سدیوان کی رکشا کرتی رہتی ہے۔کسانوں کی غریبی پر کسی کو ترس نہیں آتا۔ ہمیں زمیں داروں سے شکایت نہیں۔ ان سے جنتا نے کسی طرح کی آشا رکھنا چھوڑ دی ہے۔ہمیں شکایت سرکار سے ہے، جو کسانوں کی دشا سے بھلی بھانتی[1] واقف ہو کر بھی اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس مندی میں جتنی تباہی ان پر آئی ہے، اتنی ساج کے اور کسی انگ پر نہیں آئی، ہمیشہ زمین داروں کا ہی پکش لیتی ہے۔ جو کسان بڑی مشکل سے لگان دے پاتا ہے، یہاں تک کہ زمیں داروں کے کتھنا نسار[2] ہر سال پچاس فی صدی لگان باقی رہ جاتا ہے، وہ سود کہاں سے دے سکتا ہے۔ زمین دار اس پر یوں ہی بقایا نہیں چھوڑ دیتے۔ مار دھاڑ، کرکی[3] سرسری سب کچھ کر کے تب چپ ہوتے ہیں۔ جب اتنے پر بھی کاشت کار لگان پورا نھیں ادا کر سکتا، تو وہ نو فی صدی سود کہاں سے دے گا۔ رعایت ہی کرتے ہو، تو ایسی رعایت کرو کہ اس کا کچھ مہتو ہو۔ ان بھلے آدمیوں کو یہ نہیں سوجھتا کہ انھیں پینتالیس فی صدی کا جو نفع ہوتا ہے، وہ تو مانوں مفت ہی ہے۔ وہ کوئی پرشرم نہیں کرتے، پسینہ نہیں بہاتے، کیول دو چار شہنے رکھ کر روپے وصول کر لیتے ہیں اور بیٹھے موج اڑاتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں کسانوں کی کیا دشا ہے؟ ایک لاکھ کسانوں کو کھڑا کر دیجیے۔ شاید ہی کسی کی دیہہ پر ثابت کپڑے نکلیں۔ زمین داروں پر بھی قرض اس لیے ہے کہ وہ آمدنی سے زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ کاشت کار اس لیے تباہ ہیں کہ اس کی کھیتی میں نہ کافی اپج ہے، نہ جس کا اچھا دام ہے اور اس پر ایک نہ ایک دیوی بادھا[4] سدیو[5] اس کے پیچھے پڑی رہتی ہے۔ مگر یہاں تو اپنا پیٹ اپھرنا چاہیے، کوئی بھوکھا مرتا ہے، تو مرے۔ پھر بھی یہ شکایت کہ جنتا پر زمین داروں کا پربھاؤ نہیں ہے۔

26؍فروری 1934

---

1 اچھی طرح 2 کہنے کے مطابق 3 قرقی 4 آفت آسمانی 5 ہمیشہ

زمیں داروں نے پھر منہ کی کھائی

یو۔ پی۔ کونسل میں اودھ کے ایک تعلقہ دار صاحب نے یہ پرستاو[1] کیا کہ انھیں اسامیوں[2] سے لگان وصول کرنے کے لیے اسامیوں سے زیادہ سختی سے کام لینے کا اختیار دیا جائے۔ خود تو یہ لوگ رویا کرتے ہیں کہ سرکار ان سے بڑی سختی سے مال گزاری وصول کرتی ہے، لیکن خود جس بات سے انھیں شکایت ہے، وہی ادھکار دوسروں پر پراپت کرنا چاہتے ہیں، شکر یہ ہے کہ گورنمنٹ نے اس پرستاو کو سویکرت[3] کیا نہیں، نہیں تو غضب ہی ہو جاتا۔ زمیں دار لوگ بھول جاتے ہیں کہ کسانوں پر وے جتنی سختی کرتے ہیں، اگر اس کا شتانش[4] بھی سرکار ان پر کرے تو وہ زمیں داری چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں۔ سرکار زیادہ سے زیادہ حراست میں لے لیتی ہے، یہاں تو کسانوں پر ڈنڈے بھی پڑتے ہیں، انھیں دھوپ میں کھڑا کیا جاتا ہے، مرغا بھی بنایا جاتا ہے۔ اور اب آپ کیا اختیار چاہتے ہیں کہ اسامی سے لگان نہ وصول ہو تو اسے پیس کر پی جائیں؟ کسان سے اگر لگان نہیں وصول ہوتا تو اس لیے کہ وہ دے نہیں سکتا۔ اس پر طرح طرح کی دیوی آفتیں[5] آتی رہتی ہیں، جن پر اس کا کوئی قابو نہیں چلتا۔ اس غریب کو تو آنے روز کی مزدوری بھی نہیں پڑتی۔ زمین دار اگر لگان نہیں دے سکتا تو اس لیے کہ وہ عیش آرام میں اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کر دیتا ہے۔ اور پھر تو جو کچھ اسے ملتا ہے وہ مال مفت۔ ہاں جن بیچارے زمین داروں نے گاڑھی کمائی کے پیسے سے زمین داری خریدی ہے، ان کی دشا شوچنیہ[6] ہے۔ خواب دیکھ رہے تھے بیسی لگان کر کے گھر بھر لینے کا، کہاں اب روپے کا سود بھی نہیں نکل رہا ہے، مگر لگان نہ سہی، سیر، سائر تو ہے، نذرانہ تو ہے، چوتھ تو ہے، بیگار[7] تو ہے، اور اگر اس نے غلطی کی تو اس کا پھل بھوگے بینکوں اور ملوں میں تو پیسے کبھی کبھی ڈوب جاتے

---

1 تجویز 2 کسان 3 منظور 4 سوواں حصہ 5 آسمانی آفت 6 الم ناک 7 مفت میں کام کرانا

ہیں۔ سرکار کے اس جواب سے زمین داروں کی آنکھیں اگر اب تک نہیں کھلی تھیں تو اب کھل گئی ہوں گی۔ انھیں سے کی گتی پہچانی چاہیے اور اپنے ہی ہاتھوں اپنے پانو میں کلہاڑی نہ مارنی چاہیے کیونکہ وہ دن بہت دور نہیں ہے، جب کسان کے ہاتھ میں کچھ شکتی ہوگی اور اس کی بھی کچھ آواز ہوگی۔

19/مارچ 1933

کسان سہایک ایکٹ

دسمبر میں کسانوں اور کاشت کاروں کو مہاجنوں کے انیائے سے بچانے کے لیے جو قانون بنایا گیا تھا، اسے گورنر نے پھر سے وچار کیے جانے کے لیے واپس کر دیا ہے۔ تھوڑے دن ہوئے بینکروں کا ایک ڈیپوٹیشن سر مالکم ہیلی کے پاس گیا تھا۔ یہ اسی کا پری نام[1] ہے۔ وہ بل بنا تھا کسانوں کی رکشا کے لیے مگر ہوا یہ ہے کہ کسان تو پیچھے رہ گئے، بڑے بڑے زمین داروں اور تعلقے داروں کے ہت[2] کو ہی پردھانتا[3] دی گئی تھی۔ بیچارا کسان جہاں کا تہاں رہ گیا۔ کسان نے قرض لیا ہے بیلوں کے لیے یا بیج کے لیے یا کھانے کے لیے۔ اس کو یدی سرکار رن[4] سے مکت[5] کرا دے، تو وہ کرشک سماج کا اُدھار کرے گی۔ زمین داروں نے قرض لیا ہے عیاشی کے لیے، شراب خوری کے لیے، بڑے بڑے محل بنوانے کے لیے۔ ان کے ہت کے لیے کسانوں کو کیوں دبایا جائے، جو سماج میں زمیں داروں سے کہیں اپیوگی[6] ہیں۔

16/اپریل 1934

1 نتیجہ 2 فائدہ 3 اہمیت 4 قرضہ 5 آزاد 6 فائدے مند

بمبئی کے مزدوروں کی ہڑتال

بمبئی کے مزدوروں کی ہڑتال ابھی تک جاری ہے، اور اس کا چھیتر[1] دن دن بڑھتا جاتا ہے۔ ناگپور اور دلی میں کئی ملیں بند ہو گئی ہیں۔ سرکار نے بمبئی میں مزدوروں کے پڑھے لکھے نیتاؤں کو حراست میں لے لیا اور مزدوروں پر کئی بار لاٹھی چارج ہو چکا ہے اور گولیاں بھی چلی ہیں۔ ہلڑ بازی تو کوئی سرکار نہ پسند کرے گی اور اسے روکنا اس کا کام ہے۔ یہ بھی مانی ہوئی بات ہے کہ ایسی ہڑتالوں میں کچھ نہ کچھ ہلڑ بازی ہونا لازمی ہے اور سوئچھا[2] سے ہڑتال کرنے والوں کی تعداد کبھی بہت زیادہ نہیں ہوتی، لیکن سرکار کا کام کیول ہلڑ بازی کو روکنا ہی نہیں ہے بلکہ اس کی تحقیقات بھی کرنا ہے کہ مزدوروں کی شکایتیں کیا ہیں، اور وہ جا ہیں یا بے جا۔ مزدوروں کو ہلڑ بازی سے کوئی پریم نہیں ہے اور نہ وہ اکارن اپنا سر پھڑوانے، یا گولی کھانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ فرضی شکایتوں کے بل پر کوئی بھی نیتا اتنی بڑی ہڑتال نہیں کرا سکتا، اور ہوتی بھی تو بہت جلد ٹھنڈی ہو جاتی۔ جب سرکار ان جھگڑوں میں دخل دیتی ہے، تو اسے دونوں طرف کی دلیلیں سننی چاہیے۔ ہم یہ مان لیتے ہیں کہ نیتاؤں نے نہ ابھارا ہوتا، تو مزدور دبے دبائے اپنا کام کرتے رہتے اور ہر طرح کی سختی سہتے جاتے، لیکن نیتا وہی ہوتا ہے جو غریبوں اور مزدوروں کے دکھ سے کیول دکھی ہو کر نہ رہ جائے، بلکہ اس کے نوارن[3] کے اپائے[4] بھی بتائے۔ مزدوروں کی مزدوری گھٹائی جا رہی ہے، اور یہ کہا جا رہا ہے کہ مالکوں کو لابھ نہیں ہو رہا ہے۔ اس کا فیصلہ کون کرے کہ واستو میں لابھ ہو رہا ہے یا نہیں۔ سمبھو[5] ہے، مالک کو آشانسار لابھ نہ ہوتا ہو اور وہ اسے ہانی سمجھتا ہو۔ یا منیجنگ ایجنٹ لوگ لمبی لمبی رقم جیب میں ڈال کر کہتے

---

1 میدان 2 اپنی مرضی 3 خاتمہ 4 تدبیر 5 ممکن

ہوں کہ کچھ نفع نہیں ہو رہا ہے۔ اس کی پوری جانچ ہونی چاہیے۔ اتنا لکھ چکنے پر ہمیں یہ سنتوش ہوا کہ بمبئی کی اس سمسیا کی جانچ کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی ہے، جس نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ ہمیں آشا ہے کہ اس کمیٹی میں مزدوروں کی شکایتوں پر دھیان دیا جائے گا۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا جب مزدور اپنی دشا کو اپنے بھاگیہ کے ادھین[1] سمجھ کر سنتشٹ ہو جاتے تھے۔ مزدور اب اپنی دشا اور بھاگیہ کو سدھارنا چاہتا ہے اور اس کا پریتن کرتا ہے۔ مزدوروں نے انیہ دیشوں میں کیسے کیسے ادھکار[2] پراپت کر لیے ہیں، اس سے وے بے خبر نہیں ہیں۔ وہ اپنا خون اور پسینہ ایک کر کے بھی بھر پیٹ ان نہیں پاتا، اسلئے اس کی مزدوری کاٹی جاتی ہے، ادھر مل کے پونجی پتی، ڈائریکٹر اور مینجنگ ایجینٹ کچھ نفع نہ ہونے پر بھی اسی شان اور سکھ سے دندنا رہے ہیں، تو اس کا خون کھول اٹھتا ہے اور وہ اس ویوستھا کو جڑ سے کھود ڈالنا چاہتا ہے، جس میں ایسا انیائے سمبھو ہے، چاہے اس کوشش میں اس کی جان ہی پر کیوں نہ بن آئے وہ یہ نہیں دیکھ سکتا کہ اس کی محنت کی کمائی پر دوسرے موج کریں اور وہ منہ تکتا رہے۔ اب تو اسے تب ہی سنتوش ہو سکتا ہے کہ مل کے پربندھ میں اس کے پرتی ندھی[3] بھی رہیں اور لابھ میں اس کا بھی بھاگ ہو۔ یہ سہکاری آیوجنا[4] ہی اب اس سمسیا کو حل کر سکتی ہے۔ دوسرا کوئی اپائے[5] نہیں۔

7 رمئی 1934

---

1 زیر اختیار 2 حقوق 3 نمائندہ 4 انتظام 5 تدبیر

کاشی میونسپل بورڈ

سنیکت[1] پرانتیہ کونسل میں، ایک پرشن کے اُتر میں سرکار کی اور سے کہا گیا تھا کہ کاشی میونسپل بورڈ کی جانچ کے لیے نیکت[2] سمتی کی سروسمت[3] رپورٹ ہے کہ بورڈ کو معطل کر دیا جاوے۔ تتھا پربندھ[4] سرکار اپنے ہاتھ میں لے لے۔ کاشی میونسپل بورڈ کے پربندھ کے وشے میں ہمیں بھی زبردست شکایت ہے تتھا ہم بھی یہ سویکار کرتے ہیں کہ بورڈ کا پربندھ انیک کارنوں سے بہت ہی استنوش جنک[5] ہے۔ پھر بھی، ہماری دھارنا[6] ہے کہ اس بورڈ میں کئی ایسے کرمچاری ہیں، جو بہت ہی یوگیہ ہیں، کئی ایسے ممبر ہیں جو بڑے پرشرمی[7] تتھا نسپرہ سیوک ہیں، پر ابھی تک انیک کارنوں سے ان کو پریاپت سیوا کا اوسر نہیں ملا ہے۔ راجنیتک کارنوں سے نگر کے پرتھم شرینی کے ناگرک بورڈ کی اور سے اداسین رہے ہیں، کچھ کو جیل یاتناؤں کے کارن کام کرنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ بورڈ کے کاریوں میں پوری دلچسپی سیم ان کے سدسیہ یا چیرمین بھی نہیں لیتے، اس کے سب سے تازے اداہرن ہمارے سامنے کئی ہیں، پر یدی راجنیتک پرستھتی سدھرے تتھا سرکار نگر نواسیوں کی نرواچک یوگیتا بڑھا، پنہ نرواچن کرادے، تو کوئی کارن نہیں ہے کہ نگر کا پورا سدھار نہ ہو جاوے، تتھا بورڈ کا کام ٹھیک راستے پر آجاوے پر سرکاری پربندھ میں بورڈ کی حالت سدھرے گی، یہ نشچت[8] نہیں ہے۔ جب تک بورڈ سرکار کے ہاتھ میں تھی، کوئی وشیش انتی نہیں ہوئی۔ لاکھوں کا قرضہ اور صفائی کی ہین دشا دونوں ہی چھوڑ کر سرکار نے غیر سرکاریوں کے ہاتھ میں بورڈ کا انتظام سونپا تھا۔ اب کس پرکار آشا کی جاوے کہ سرکار ادھک سپھل ہوگی۔ کاشی کی جو کچھ انتی ہوئی ہے، وہ غیر سرکاری بورڈ کے ہی کاریہ کال

---

1 مشترکہ صوبائی کونسل 2 مقرر تنظیم 3 کثرت رائے 4 نظام 5 ناقابل اطمینان 6 خیال 7 محنتی 8 طے

میں ، اور ہماری سمتی میں غیر سرکاری پر بندھ سدیو[1] اُتم[2] ہوتا ہے، کم سے کم نرنکش[3] نہیں ہوتا۔

کونسل کے پچھلے ادھیویشن[4] میں شری یت گجادھر پرساد کا یہ پرستاو بڑا اپیوگی[5] تھا کہ استھانیہ شاسن وبھاگ کے منتری کسی بورڈ کے وشے میں کارروائی کرنے کے پہلے کونسل سے پرامرش کرلیا کریں۔ یدیپی یہ پرستاؤ گر گیا، پر کیا ہم آشا کریں کہ کاشی کے وشے میں کوئی نشچے کرنے کے پہلے کونسل سے پرامرش[6] کرلیا جاوے۔

21 /نومبر 1932

کاشی میونسپل بورڈ کا نرواچن[7]

پنڈت اقبال نارائن گرٹو کے وائس چانسلر ہو جانے کے کارن استھانیہ نگر بورڈ کے لیے ایک سیوگیہ[8] چیئرمین کا چناؤ نکٹ ہے۔ اس وشے میں ہم اپنا مت پرکٹ کر چکے ہیں۔ ہم لکھ چکے ہیں کہ ویرتھ کے آڈمبر کا خیال نہ کر، کسی کے دھن یا نرتھک[9] بڑپّن کا وچار کر، اس پد پر کسی کو نہیں چننا چاہیے۔ بورڈ کی جیسی وشا ہے، اسے دیکھتے ہوئے ہمیں ایک نربھیک، نویودک، نگرسیوا کا اچھک[10] تتھا کچھ انوبھو رکھنے والا، ساہسی تتھا ممبروں پر حاوی چیئرمین چننا چاہیے اور ہمیں پوری آشا ہے کہ بورڈ کے سدسیہ اپنی ذمہ داری کا درپیوگ[11] نہ کریں گے۔

29 /دسمبر 1932

---

1 بہتر 2 اچھا 3 بےلگام 4 اجلاس 5 فائدہ مند 6 مشورہ 7 انتخاب 8 لائق 9 بےمعنی 10 خواہش مند 11 غلط استعمال

یکت پرانتیہ کونسل کے سدسیوں سے

پرانتیہ کونسل کی استھگت[1] بیٹھک چوبیس نومبر سے پنہ[2] پرارمبھ[3] ہو گئی ہے۔ اس کے سامنے کئی مہتو پورن بات وچارارتھ[4] پیش ہوں گی۔ پرانت کے لیے، امن اور امان کی رکشا کے لیے، معمولی قانونوں کو ضرورت کے مطابق نہ ہونے کے کارن، سرکار ایک نیا کالا قانون چلانا چاہتی ہے۔ اسے قانون کا روپ دینے کے لیے وچارارتھ کونسل میں پیش کیا گیا تھا۔ اب یہ قانون کمیٹی سے نکل کر کونسل کے سامنے پیش ہوگا۔ اس قانون کی ضرورت سمجھاتے ہوئے ہوم ممبر نے کہا تھا، کہ کالا قانون ستیاگرہ[5] آندولن کو ایک دم نہ کچل سکا، اسی لیے اب اس قانون کی ضرورت پڑی۔ ترک سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ورگ یدی یہی نیم[6]، ادھک کٹھور روپ میں، ایک ورش میں پریوگ کے بعد بھی، اپنی اپیوگتا نہ سدھ کر سکے تتھا اپنا اُدیشیہ نہ پورا کر سکے، تو انھیں قانون کا روپ دینے سے کیا لابھ ہوگا؟ اس وشے میں اتنا کافی لکھا جا چکا ہے، کہ ہم انھیں باتوں کو دہرانا نہیں چاہتے۔ پرانتیہ کونسلروں سے ہمارا یہی انورودھ[7] ہے کہ وے اس قانون کو قانون کا روپ نہ دیں تتھا سرکار کو یہ صلاح دیں، کہ امن اور امان کی سب سے بڑی رکشا پرجا کا وشواس بھاجن بننا ہے۔ یہ کس پرکار ہو سکتا ہے، یہ سرکار سُیم جانتی ہے۔

دوسرا مہتو پورن پرشن کونسل کے سامنے ہے۔ کاشی میونسپل بورڈ کے پربندھ کو سرکار کے ہاتھ میں جانے دینا یا نہیں۔ اس وشے میں ہمیں جو کچھ کہنا تھا، وہ ہم اپنے پچھلے انک میں لکھ چکے ہیں۔ یہاں پر ہم کیول کونسل کے سدسیوں کا دھیان[8] اس اور آکرشت کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں آشا ہے، کہ وے اس بات کو سنت[9] اُدیوگ کریں گے، کہ پرانت کے اتنے ستانت بورڈ کا پربندھ غیر سرکاری ہاتھوں میں چلا جائے۔ انیہ استھانوں

---

1 ملتوی 2 دوبارہ 3 شروع 4 برائے غور وفکر 5 سچ پر قائم رہنا 6 قاعدہ 7 گزارش 8 توجہ 9 مسلسل

کے بورڈوں کی تلنا[1] میں کاشی کی میونسپلٹی کا پربندھ کہیں ادھک اتم[2] ہے۔ ہمارے سامنے بورڈ کی سالانہ رپورٹوں کی جو فائل ہے، اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ کپربندھ[3] کے سب سے بڑے کنو سے[4] میں پرتییک محکمہ میں آشاتیت انتی ہوتی گئی ہے۔ شکشا دینا بورڈ کا پردھان کام ہے اور اسی دشا میں ہم کاشی کو اپنے پرانت بھر میں سب سے اگرسر[5] پاتے ہیں۔ سمبھو ہے، اس کا شرے[6] یہاں کے شکشا دھیکش کی اتینت[7] اتکٹ یوگیتا کو بھی پراپت ہو، پر بورڈ کا کاریہ تو ساموہک[8] روپ سے سراہنیہ[9] ہی کہا جاوے گا۔ گت پانچ ورشوں میں یہاں کے میونسپل اسکولوں کے ودیارتھیوں تتھا چھاتراؤں کی سنکھیا تیرہ سو تینتالیس سے تین ہزار چھیاسٹھ سہایک اسکولوں میں تتھا چار ہزار آٹھ سو اٹھائیس سے آٹھ ہزار پانچ سو چونتیس نجی اسکولوں میں بڑھ گئی ہے۔ سہایک اسکولوں کی سنکھیا پچیس سے سینتالیس تتھا نجی اسکولوں (بورڈ کے پرتیکش سنچالن میں) کی سینتیس سے انسٹھ ہو گئی ہے۔ اسکولوں میں چھوا چھوت کا بھید بھاؤ اٹھا دیا گیا ہے۔ پرایہ سبھی پرکار کے دستکاری کے کام کی شکشا دی جاتی ہے۔ رونیوں ٹائپنگ کا بھی کلاس ہے۔ بورڈ کا انگریزی مڈل اسکول اب ہائی اسکول ہونے والا ہے۔ مڈل اسکول کے پریکشو تیرنوں کا انوپات[10] پرانت بھر کے انپات سے ادھک، یعنی پنچانوے پرتشت ہے۔ یہ سب انتی کیول پانچ ورش کے بھیتر ہوئی ہے۔ اتنی انتی[11] کیا سرکار دوارا پرچالت کسی بھی اسکول میں ہو پائی ہے؟ بورڈ کا شکشا پر وییہ پانچ ورش پہلے ستر ہزار روپیہ تھا۔ اب وہ ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ وییہ کرتی ہے، اس رقم سے سرکار کیول بارہ ہزار روپیہ سال کی ہی سہایتا دیتی ہے۔

ہماری سمجھ میں بورڈ کے سُکاریوں کا یہ ایک اداہرن[12] ہے۔ خرابیاں بھی انیک ہیں۔ پریدی دفتر کی خرابیوں سے بورڈ معطل ہونے لگے، تو اب تک کتنے ہی سرکاری محکموں کو غیر سرکاری ہاتھوں میں کر دینا چاہیے تھا۔

ہم نے ایک نوٹس دیکھی ہے، جس پر انیک سمّانت[13] ناگرکوں کے ہستاکشر ہیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ ناگرک، ٹاؤن ہال میں سبھا کر کے، سرکاری ہستکشیپ[14] کا ورودھ[15] کر رہے ہیں۔ سنا ہے کہ اس وشے میں میٹنگ کے سبھاپتی دیوان گوکل چندر کپور استھانیہ شاسن وبھاگ کے منتری سے بھی ملنے والے ہیں۔ ہم اس دشا میں جتنے ویدھ پریتن[16] ہوں گے، سب کی سراہنا[17] کریں گے تتھا آشا ہے، کونسل کے سدسیہ بھی ہماری سہایتا کریں گے۔

28 نومبر 1932

---

1 مقابلے میں 2 زیادہ بہتر 3 بدانتظامی 4 خراب وقت 5 آگے کی طرف 6 7 بے حد سرگرم 8 اجتماعی 9 قابل تعریف 10 ریشیو 11 ترقی 12 مثال 13 معزز 14 دخل اندازی 15 مخالفت 16 قانونی کوششیں 17 تعریف

کاشی میونسپل بورڈ

بورڈ کا بھوشیہ [1] کیا ہوگا، اس وشے میں ہمیں کوئی نشچت سوچنا نہیں پراپت ہوسکی ہے۔ کونسل کی بیٹھکوں کے سامنے آرڈیننس بل پیش تھا، اور بڑے کھید کا وشے ہے کہ پرجا تنتر [2] کے درمل ہونے کے کارن سرکار برابر جیتتی جارہی ہے۔ پھر بھی ہمیں آشا ہے کہ بورڈ کے وشے میں کوئی نہ کوئی بات معلوم ہو ہی جاوے گی۔ یہ سمبھو ہے کہ سرکار نے ہماری ٹپنیوں کی اور کچھ دھیان بھی دیا ہے۔

پنڈت اقبال نارائن گرٹو کے پریاگ وشوودیالیہ کے وائس چانسلر ہو جانے کے کارن وہاں کے چیئرمین کا استھان خالی ہو جاتا ہے۔ یدیپی [3] یہ پد بڑے لوبھ کا ہے تھا اس کے لیے بڑے بڑے ویراُمیدوار ہوں گے پر ہماری صلاح تو یہ ہے کہ اس پد کے لیے چیئرمین وہی چنا جاوے جو کچھ سارو جنک [4] سیوا کا انوبھو [5] رکھتا ہو، سرکار میں بھی اس کا کچھ پربھاو ہو، اتساہی ہو، یوک [6] تھا پری شرم شیل [7] ہو۔ نام کے آڈمبر یا کسی کی ریاست کا یدی اس وشے میں خیال کیا گیا تو وہ نگر کے لیے تھا ممبروں کے لیے لجاسپد [8] ہوگا۔

گت دو دسمبر کو بورڈ کے ایک اتینت [9] اتساہی تھا نو یوک سدسیہ دیوان رام چندر کپور ایک ورش کا کاراواس بھوگ کر چھوٹ آئے ہیں۔ بورڈ کو، چوکوارڈ کو، ایک ورش بعد پنہ ایک ساہسی [10] تھا ستیہ [11] نشٹھ کاریہ کرتا پراپت ہوگیا۔ اس کے لیے ہم بورڈ کو بدھائی [12] دیتے ہیں۔

5/دسمبر 1932

---

1 مستقبل 2 جمہوریت 3 حالانکہ 4 عوامی 5 تجربہ 6 نوجوان 7 محنتی 8 باعث شرم 9 بے حد جوشیلے 10 باحوصلہ 11 ایماندار 12 مبارک باد

کاشی میونسپل بورڈ کا نرواچن

کاشی میونسپل بورڈ کے چیئر مین پنڈت اقبال نارائن گرٹو کے اپنے پد سے تیاگ پتر[1] دیے ایک مہینے سے اوپر ہو گئے۔ وے 26 ر نومبر کو ہی الہ آباد وشوودھیالیہ کے وائس چانسلر چن لیے گئے تھے اور چارج لے لینے کے بعد، اس میں کوئی سندیہہ نہیں، کہ وے بورڈ کے چیئر مین نہیں رہ گئے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ انھوں نے ترنت اپنا تیاگ پتر دے دیا تھا۔ چیر مینی کی دوڑ دھوپ شروع ہوگئی، پر سرکاری گزٹ میں تیاگ پتر نہ چھپا۔ بہت انتظار کے بعد 17 ر ستمبر کے گزٹ میں تیاگ پتر چھاپا گیا۔ پھر بھی نئے چناؤ کی کوئی تاریخ نہیں طے کی گئی تھی۔ آشا تھی کہ ایک سپتاہ بعد جو گزٹ پرکاشت[2] ہوگا اس میں تاریخ طے کر دی جاوے گی، پر لگاتار دو گزٹ نکل چکے اور کوئی بھی تاریخ نہیں طے کی گئی۔

بہت سوچنے پر بھی ہم اس کا کارن نہ سمجھ سکے۔ کیا استھانیہ شاسن و بھاگ اس سے بہت ہی مصیبت میں ہے، بڑی جھنجھٹوں میں ہے، بڑے کام میں ہے؟ آخر بات کیا ہے۔ ایک چیئر مین کے استعفیٰ دینے کے بعد کیا ایک مہینے تک بنا چناؤ کرائے یہ پد[3] خالی رہ سکتا ہے؟ یدیپی[4] آج کل بورڈ کے سینیر چیئر مین مولوی عبدالمجید استھاناپن چیئر مین ہیں، وے بوگیہ[5] تتھا انوبھوی[6] ہیں، پر ہمیں جہاں تک معلوم ہے، بورڈ کے ایکٹ کے انوسار سینیر وائس چیئر مین کوئی میٹنگ بھی نہیں بلا سکتا۔ ساتھ ہی، کیا سرکار کو یہ قانوناً حق حاصل ہے کہ وہ پندرہ دن تک بھی چناؤ روک سکے؟

بورڈ کے پچھلے کاریوں کی جانچ کے لیے جو کمیٹی بیٹھی تھی اس کے وشے میں ہم لکھ چکے ہیں۔ اس کمیٹی کے کارن اور بھی ہلچل ہے۔ کہیں کچھ افواہ اڑتی ہے، کہیں کچھ افواہ ہے کہ سرکار اس بورڈ سے پچھلی بورڈ کے دوشوں کے لیے جواب طلب کرنے والی ہے۔

1۔ استعفیٰ 2۔ شائع 3 پوسٹ 4 حالانکہ 5 لائق 6 تجربکار

اسی لیے چیئر مین کے چناؤ کی تاریخ مقرر ہو رہی ہے۔ بہت سوچنے پر بھی ہماری سمجھ میں بات نہیں آتی کہ چیر مین کے چناؤ سے اور ہم سے کیا مطلب۔ یدی جواب طلب بھی کیا گیا تو بنا چیر مین کے، بنا میٹنگ کے جواب کیسے دیا جا سکتا ہے۔ چنا ہوا چیر مین اور ہوتا ہے۔ اور سینیر وائس چیر مین اور ہوتا ہے۔ چاہے انت میں دونوں ویکتی ایک ہی کیوں نہ ہوں۔ ہمیں تو اس کاریہ میں سراسر سرکاری بھول دیکھ پڑتی ہے۔ ایک عجیب انشچتتا[1] چھائی ہوئی ہے۔ بورڈ کے ہر ایک کرمچاری سے لے کر پرتییک ناگرک تک آشنکا کا وایومنڈل پھیلا ہوا ہے۔ انت میں کیا ہوگا، ہم کیا کلپنا[2] کریں۔ پر، سرکار کاشی کے ساتھ گھور انیائے کر رہی ہے۔

9/جنوری 1933

1۔غیر یقینی 6۔تصور

کاشی میونسپل بورڈ

انت میں بورڈ کے وشے میں جو شدکا[1] تھا سندیہہ کا واتا ورن[2] چھایا ہوا تھا، وہ ایک راستے پر آ رہا ہے۔ پرانتیہ سرکار نے بورڈ کے کشاسن کے وشے میں جواب طلب کیا ہے۔ ہماری سمجھ میں دو ہی باتیں نہیں آئیں۔ کس بات کا جواب دیا جائے گا؟ نئی بورڈ پچھلی بورڈ کے پاپوں[3] کا (؟) یا اپرادھوں[4] (؟) کا کس پرکار جواب دے گی (؟) دوش[5] کسی نے کیا، جواب کون دے گا؟ کیا اس میں گھور[6] قانونی بھول نہیں ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ جواب کون دے گا؟ بورڈ! بورڈ کا چیرمین کون ہے؟ بنا چیرمین کے کہیں بورڈ بھی پوری ہوتی ہے، خاص کر ایسے موقعے پر تو یہ اتیاوشیک[7] ہے کہ بورڈ کا ایک چیرمین ہو؟ آج دو مہینے سے بورڈ کاشی اتنے بڑے نگر کی بورڈ بنا چیرمین کے ہے۔ کیا سرکار چیرمین کا چناؤ نہ کرا کر کاشی کے ساتھ گھور انیائے نہیں کر رہی ہے اور جانچ کے اپنے کاریہ کو ہاسیاسپد[8] بنا رہی ہے۔ ہمیں آشا ہے، کہ پرانتیہ سرکار ترنت دھیان دے گی۔

30/جنوری 1933

1 شک 2 ماحول 3 گناہ 4 جرم 5 خرابی 6 زبردست 7 بے حد ضروری 8 مضحکہ خیز

کاشی میونسپل بورڈ

انت میں جس بات کی ہمیں آشنکا[1] تھی وہ ہو کر رہی۔ شروع سے ہی ہم بار بار پرانتیہ[2] سرکار سے انوورودھ[3] کرتے آرہے ہیں کہ وہ کاشی میونسپل بورڈ کے وشے میں اتنی ڈھلائی کی نیتی برتنا چھوڑ دے، کیونکہ اپنی ڈھلائی کو پورا کرنے کے لیے اس کی یکایک کی جلد بازی بڑا گھاتک پھل لاوے گی۔ وہی ہو بھی گیا۔ یکت پرانتیہ کونسل میں کاشی میونسپل بورڈ کے کُپربندھ[4] کی جانچ[5] کے لیے ایک کمیٹی نیکت کرنے کا پرستاؤ پاس ہونے کے ٹھیک سات مہینے بعد پرانتیہ سرکار نے کمیٹی نیکت کی۔ کمیٹی میں پرجا پکش اتنا دربل تھا کہ نیکتی کے ساتھ ہی ناگرک[6] اس سے ناامید ہو گئے۔ خیر، کمیٹی کے وے قانونی ادھیکار بھی نہیں پراپت تھے، جو انیہ کمیٹیوں کو ہوتے ہیں۔ اس کے سامنے گواہی دینے کئی پرکار کے لوگ گئے، کچھ نگر کے بورڈ کے سچے ہتیشی[7] تھے، کچھ اپنے دل والوں کے سرتھک تھے اور کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو میونسپلٹی کے ہارے امیدوار تھے۔ نگر کے ادھیکانش پرتشٹھت[8] ویکتیوں نے کمیٹی کی کاریہ واہی میں کوئی بھاگ نہ لیا۔ یہ کمیٹی کے لوک پریہ[9] نہ ہونے اور لوک پریہ نہ بن سکنے کا ایک نمونہ ہے، جس پر ٹیکا[10] کرنا ہی ویرتھ[11] ہے۔

کمیٹی نے زیادہ کام دفتر میں ہی کیا۔ ایک ورش[12] میں رپورٹ کا ایک لمبا چوڑا پلندا تیار ہوا۔ کہتے ہیں کہ چار سو پنے کی ہے۔ جو ہو، سرکار نے رپورٹ کو بری طرح جنتا سے چھپا رکھا ہے۔ یدی رپورٹ میں اتنا بھیانک بھنڈا پھوڑ ہے تو میونسپلٹی کے ممبروں کو چننے والی جنتا کو اس کی نالائقی بتلا دینی چاہیے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جنتا دوارا رپورٹ کی

---

1 خدشہ 2 صوبائی حکومت 3 التجا 4 سینہ 5 بدانتظامی 6 عوام 7 خیر خواہ 8 معزز 9 عوام پسند 10 نکتہ چینی 11 بے کار 12 سال

بری طرح دھجیاں اڑانے کے ڈر سے اسے بھے بھیت[1] ممبروں کے ہاتھوں میں ہی رکھا گیا ہے۔ جنتا کے وچار میں انیک دوش ہوتے ہوئے بھی بورڈ کے کئی وبھاگوں کا کام بہت ہی اچھا ہے، جیسے صفائی اور شکشا کا۔ یہ بھی سندیہہ نہیں کہ شکشا وبھاگ اپنے شکشا دھیکش کے کارن پورنتہ[2] راشٹریہ ڈھنگ سے سنچالت ہوتا ہے۔ یہ راشٹریتا پرتیک نیم سرکاری کو بھی کھٹک سکتی ہے۔ کہیں رپورٹ سے اس پرکار کی باتوں کی دھونی تو نہیں نکلتی؟ کیا انھیں دھونیوں[3] کے کارن رپورٹ چھپائی تو نہیں جارہی ہے۔ یا ہو سکتا ہے کہ رپورٹ میں ڈاکٹر بھگوان داس تک کے سے کی بورڈ کے''سورن شاسن، راشٹریہ شاسن'' کی کچھ بھرتسنا ہو اور ضرور جنتا کا یہ سب جاننا، رپورٹ کے پرتی اس کے ہردے[4] میں گھرنا[5] پیدا کر دیتا ہو، اسی لیے اسے وہ امولیہ[6] پوتھا نہیں دیا جارہا ہے۔

جو ہو، رپورٹ سرکار کے پاس کئی مہینے پہلے پہنچی۔ وہاں اس پر کیا وچار[7] ہوتا رہا ہے، یہ کون جانے، پر ہمیں تو پتہ ابھی اس دن چلا جب یہ کہا گیا کہ بورڈ سے پندرہ دن کے بھیتر جواب طلب کیا گیا ہے۔ یہ ایک بڑے نگر کے ساتھ انیائے کی پراکاشٹھا ہے، چرم سیما ہے۔ چار سو پنے کی رپورٹ کا کم سے کم بھی یدی اتر دیا جاوے۔ تو دو سو پنے سے کیا کم ہوگا۔ کیول عام باتوں کا جواب دینے کے لیے ہی اتنے پنے چاہیے اور بورڈ میں جواب تیار کرا کرا تنے پنوں کا مسودا لکھ لینے کے لیے بھی کم سے کم دو ماہ تو چاہیے ہی۔ اس پندرہ دن میں کیا ہوسکتا ہے؟ یدی دیرتھ[8] کا جواب منگا کر بورڈ کو ہی ذلیل کرانے کی پرائتیہ سرکار کی اچھا نہیں ہے، یدی اسے کیول ایک آڈمبر[9] ہی نہیں رچنا ہے، تو اسے چاہیے کہ اتر دینے کا سے بڑھا دے اینتھا[10] بنا جواب مانگے ہی بورڈ کو رد کردے۔ جو کام سرکار نے ڈھائی برس میں کیا، وہی بورڈ پندرہ دن میں کرلے گی، یہ سمجھ ہی میں نہ آنے والی بات ہے۔ ہمیں اس پرکار کی جلد بازی کے بھیتر کیا رہسیہ ہے، یہی سمجھ میں نہیں آتا۔ دوشاروپی سے صفائی دینے والے کا کام کہیں ادھک کٹھن ہوتا ہے۔

استو، یدی بورڈ کی حالت خراب ہی ہے تو سرکار کیا اسے معطل کر نگر کا بھلا کرتی ہے؟ سرکار دوارا سنچالت بورڈ کی کیا دشا ہے، اسی کی تلنا[11] سے سب اسپشٹ[12] ہو جائے گا۔ بورڈ کا پربندھ جب سرکار کے ہاتھ میں تھا، تب سے اور اب یدی تلنا کی جائے

---

1 خوفزدہ 2 کاملاً 3 صدا 4 دل 5 نفرت 6 بیش قیمت 7 غور 8 بے معنی 9 دکھاوا 10 گرنہ 11 موازنہ 12 صاف

تو زمین ۔ آسمان کا فرق ملے گا ۔ اس سے نگر میں بجلی ہے، روشنی ہے، کولتار کی سڑکیں ہیں، اودیوگک شکشا[1] کا پر بندھ ہے، انگریزی اسکول ہے ۔ تین مڈل اسکول ہیں، ودیارتھیوں کی سنکھیا بہت بڑھ گئی ہے ۔ تب کتنا قرضہ تھا، اب پچھتر ہزار روپے سال کی خرچ میں یا بجٹ میں کمی ہے، جو سما چار ہے، کہ پوری کر دی گئی ہے، اتنے ہی روپے کی ادھک آئے اس سال ہوگی اور شاید ایک پائی بھی قرض نہیں ہے ۔ یہ ضرور ہے کہ سرکاری پر بندھ میں دیر سے، کٹھنائی سے، پرجا کا دکھ درد کوئی سنتا ہے، پر بورڈ کے پر بندھ میں ہمیں پر بندھ کرتا ہیں، سرلتا سے سب کام ہو جاتا ہے اسی لیے اس کی شکایت کرنے والے بھی بہت ہی ہوتے ہیں، جیسے کسی سرکاری اسپتال میں انگریز سول سرجن کے استھان[2] پر بھارتیہ ہونے پر، اس کی بڑی شکایتیں ہوتی رہتی ہیں ۔ یہ سب کچھ منشیہ سوبھاو[3] ہے کہ جہاں شکایت کرنے سے ادھک شیگھر سنوائی ہوتی ہے وہاں وہ بہت کچھ شکایتیں کرتا ہے ۔

اگر بورڈ کا بجٹ گھاٹے پر ہے تو یہ وشیش چنتا[4] کی بات نہیں ہے ۔ گھاٹے پر بجٹ ہونا آج کل کی دنیا میں اتنا بڑا پاپ نہیں سمجھا جاتا ۔ پاپ[5] تو یہ ہے کہ بجٹ میں گھاٹا ہونے پر پرجا پر بہت ادھک کر کا بھار لاد دینا، پاپ تو یہ ہے کہ ارتھ نیتی کا دوالا نکل جانے پر دیشی ویاپار کو ولایتی مال کی چنگی کی آمدنی کے بہانے کوئی ترقی نہ دینا، پاپ تو یہ ہے کہ نئے قرض لے کر بجٹ کا گھاٹا پورا کر دینا ۔ کاشی کی بورڈ ان میں کسی بات کی بھی دوشی نہیں ہے ۔ یہ ستیہ ہے، اس کی سڑکیں اتنی اچھی نہیں ہیں، جتنی الہ آباد یا لکھنؤ کی، پر الہ آباد سرکاری راجدھانی رہ چکا ہے اور لکھنو سرکاری راجدھانی ہے ۔ اس لیے ان کو سجانے میں سرکار نے اپنی تھیلیاں کھول دیں، پر بہت مانگنے پر بھی کاشی کو ایک امپرومنٹ ٹرسٹ نہ ملا ۔ کاشی کی بورڈ کو جنتا سے قرض لینے میں بھی بڑی رکاوٹیں ہیں اور سرکاری سہایتا کے ابھاو سے ہی کیول ایک بورڈ میں آنے والی پرارمبھک شکشا[6] جاری کی جا سکتی ہے ۔ صفائی کی شکایت ہے، پر نگر کی گلیوں، نالیوں کو بنا نگر والوں کے سہوگ اور دھن کے ویسے سے صاف رکھنا واستو میں اسمبھو ہے اور بورڈ کی سہایتا جتنا سرکار نہیں کرتی اس کی دگنی اپیکشا جنتا کی اُور سے ہے، جس کی صفائی کا ارتھ ہوتا ہے کوڑا گلی میں بکھیر دینا اور پڑھائی کا ارتھ ہوتا ہے، میلے کچیلے ویش میں لڑکا اسکول میں ٹھیل دینا ۔ پھر بھی بورڈ میں

---

1 صنعتی تعلیم 2 جگہ 3 انسانی عادت 4 فکر 5 برائی 6 ابتدائی تعلیم

کپر بندھ ہے۔ بہت ادھک ہے، پر اس کے دوشی وے کانگریس والے ہیں جنھوں نے ڈاکٹر بھگوان داس، شری سمپورنانند، شری جے پرکاش، شری شو پرساد جی گپت کی بورڈ کے بعد ہی، اس کے پربندھ کو نہیں اپنایا اور ایک سرکاری نامزد ممبر، رائے بہادر مہاشے کو چیئرمین بن جانے دیا۔ اور وشیش کر جن کے شاسن[1] کال کی جانچ کے لیے یہ کمیٹی بیٹھی تھی۔

اس لیے، یہ مانتے ہوئے کہ کپر بندھ[2] کے سے ہستکشیپ[3] کرنے کا سرکار کو حق ہے، ادھِکار ہے، کرتو یہ ہے، چاہیے بھی۔ یہ سویکار کرتے ہوئے کہ سرکار کو بنارس سے کوئی بیر نہیں ہے۔ پر ساتھ ہی اس سمسیا کو سلجھانے میں سرکاری ودھی کو بالکل اچیکت سمجھتے ہوئے، ہم کیول ایک ہی راستہ دیکھتے ہیں جس سے نگر کا کلیان ہوسکتا ہے۔ اور وہ راستہ یہی ہے کہ ترنت جلد بازی میں اتر نہ مانگ کر سرکار بورڈ سے کم سے کم دو مہینے میں جواب طلب کرے۔ اس کے بعد یدی اس کا وشواس ہو کہ جواب سنتوش جنک[4] نہیں ہے تو اسے ترنت بورڈ کو معطل کر دینا چاہیے اور نیا چناؤ کرانا چاہیے۔ یدی نئے چناؤ میں جنتا نے پرتی شت پرانے ممبر چنتی ہے تو اس بورڈ کو کاریہ کرنے کا موقع دے۔ رپورٹ پر ترنت پرکاشت کر دی جائے تاکہ جنتا کو بھی معلوم ہو جائے کہ گڑبڑی کیا ہے، اور تب وہ جنتا سے پوچھ کر ان افسر یا ممبروں پر مقدمہ چلا دے، جس پر اپرادھ[5] سچ ثابت ہو گیا ہو اور نیائے کی بات تو یہ ہے کہ یدی رپورٹ نے کسی بات کا الٹا ہی ارتھ لگایا ہے تو اسے یہ حق ہونا چاہیے کہ وہ عدالت کی شرن[6] لے سکے۔

بورڈ کا معطل ہو جانا کاشی کا کتنا بھینکر اپمان ہے، اس سوراجیہ[7] کے یگ میں ناگرکتا کی کیسی چھیچھالے در ہے اور بورڈ کی ہی کتنی ادھک بے عزتی ہے، یہ ابھی کاشی واسی نہیں سمجھ رہے ہیں اور کاشی کے سمانت کانگریسی نیتا، کاشی کے پرتشٹھت ناگرک[8]، کاشی کے ذمہ دار ''پتر'' بھی اداسین[9] ہو رہے ہیں، یہ بڑی لجا کی بات ہے۔ ابھی کل ہی جب اپنا پربندھ جاتا رہے گا لوگ چلا پڑیں گے۔ کانگریس والے یدی اس اور دھیان دیں گے تو وے نگر کے سوراجیہ کی رکشا کریں گے جو ان کے ہاتھ سے چھنا چاہتا ہے۔ پرتشٹھت ناگرک کیول کونسل یا اسمبلی یا راج پریشد کی نہ سوچ کر یدی ایک بار اِدھر، نگر کی

---

1 عہدِ حکومت 2 بدانتظامی 3 دخل اندازی 4 اطمینان بخش 5 جرم 6 سہارا 7 خود اختیار حکومت 8 معزز باشندے 9 بے عمل

ممبری کرنا شروع کرے گا تو وشیش کلیان ہوگا۔ دلی، کلکتہ، بمبئی کی خبروں سے اس سے کاشی کی خبر زیادہ ضروری ہے۔ مگر واسی پچھلی بورڈ سے چڑے ہوئے ہیں، اس لیے دور کی سوچ نہیں پاتے ہیں۔ کچھ لوگ بار بار ممبری کے امیدوار رہ کر ہارے اور کھسیائے ہوئے ہیں۔ اس لیے وے دوسروں کو ممبر نہیں رہنے دینا چاہتے ہوں گے۔ (ایشور کرے یہ بات کلپنا[1] ہی ہو) کچھ لوگ کیول ممبر بننا ہی سارو جنک سیوا[2] سمجھتے ہیں۔ پر جو نگر کے ہتیشی[3] ہیں، وے ترا ہی ترا ہی کر رہے ہیں۔ ان کی اس سے '' جاگ مچھندر گورکھ آیا۔'' کے بھرشٹ بھاشا۔ واکیہ کے استھان پر یہی زیادہ سوجھ رہا ہے کہ جاگ نگر یا یم ہے آیا۔'' اور نگر کے ہاتھ سے بورڈ کا چھننا ہم اتنا ہی بھینکر گھٹنا سمجھتے ہیں۔

نگر واسی چیتو[4]، ورنہ پچھتاؤ گے۔ سب مل کر ایک ساتھ سرکار سے پرارتھنا کرو۔ ایک سنگٹھن[5] ہی بنا کر معطلی کے شاپ[6] سے نگر کی، اپنی رکشا[7] کرو۔

20 رفروری 1933

واٹر ورکس کی لاپرواہی

کاشی کے واٹر ورکس و بھاگ کی شکایت لکھے ہمیں سات دن ہو گئے، پر جو موٹی تنخواہ اور سرکاری سمان پا کر موج سے بڑے بڑے بنگلوں میں رہتے ہیں، انھیں کیا پتہ کہ سڑک پر پانی چھڑکنے کی لاپرواہی کے کارن کتنے ابھاگوں کے پھیپھڑے کشئے[8] چاٹے جا رہا ہے۔ ایک بار ذرا بینیا۔ گودولیا کی سڑک پر جائیے۔ منہ میں دھول بیٹھ جائے گی، آنکھیں تک لال ہو جاویں گی۔ ایک بار کاشی پورا کی سڑک پر آئیے، مارے گرد کے سر دکھنے لگے گا۔ ایک بار ذرا بینیا کے بیچ سے ہو کر نکل جائیے، نہ جانے یہ سڑک کس کے سپرد ہے، شدھ[9] وایو کی جگہ دھول پھانک آئیے اور پھر بھی کچھ پنڈت کاشی کے واٹر ورکس کی شکایت کی آنچ کے پرے سمجھتے ہیں۔

20 رفروری 1933

---

1 خیال خام 2 خدمت انسانی 3 خیر خواہ 4 ہوش میں آؤ 5 جماعت 6 بددعا 7 حفاظت 8 تپ دق 9 خالص

کاشی میونسپل بورڈ

ادھر استھانیہ سہوگی [1]، آج، میں شری پری پورنا نند ورما لکھت ایک بڑی اپیوگی [2] لیکھ مالا پر کاشت ہو رہی ہے۔ لیکھک نے بڑے اڈھین کے بعد کاشی میونسپل بورڈ کے گت [3] سولہ ورشوں کے کاریوں کی، جب سے یہاں کی بورڈ غیر سرکاری ہاتھوں میں آئی ہے، وشد سمیکشا کی ہے۔ سمیکشا بڑی روچک ہے اور اس سے صاف پرکٹ ہوتا ہے کہ استھانیہ بورڈ کی دروستھا [4] کی ذمہ داری بورڈ کے کچھیئے [5] ایوگیہ [6] ممبروں پر نہیں، پر سرکار پر ہے اور سرکاری رخ کو دیکھ کر ہی بہت سے ذمہ دار لوگ بورڈ کے شاسن میں بھاگ نہیں لینا چاہتے۔ سرکار کے کئی اپرادھ تو بہت ہی گرو تر [7] ہیں، جیسے بورڈ کو چھتیس لاکھ روپیے قرض دے کر اس کے لیے ستاون لاکھ وصول کر لینا، اور بیس ورش تک اور بھی وصول کرتے رہنے کا نشچے [8] نہ بدلنا۔ ہم شروع سے کہتے آ رہے ہیں اور اب بھی کہہ رہے ہیں کہ اس وشے میں جتنا اگیان وش [9] ممبروں کو دوشی [10] ٹھہرا رہی ہے۔ اسے ہر ایک بات کی تہہ تک پہنچ کر اس بات کا نشچے کرنا چاہیے کہ اصلی دوش [11] کس کا ہے، کس کو کیا دنڈ [12] ملنا چاہیے۔

اسی سلسلے میں ہمیں یہ جان کر بڑی پرسنتا ہوئی کہ بورڈ نے اپنا آئے وِیے [13] سب برابر کر لیا، بنا کسی ضروری کام کو ہانی پہنچائے ہی، پچھتر ہزار روپے کی بچت بھی ہو گئی، کئی ضروری سدھار کر دیے گئے۔ ہمیں یہ بھی جان کر بڑا ہرش ہوا کہ بورڈ نے سرکار کو جواب دینے کے لیے تین سدسیوں کی ایک کمیٹی بنا دی ہے، اور ایک کمیٹی بنائی گئی ہے اس بات کی

---

1 مقامی تعاون 2 کارآمد تحریر 3 گزشتہ 4 حالت بد 5 اکثر 6 نا قابل 7 عظیم 8 ارادہ 9 ناواقفیت کے باعث 10 ملزم 11 غلطی 12 سزا 13 خرچ و آمدنی

جانچ کے لیے کہ جانچ کمیٹی کی جانچ کہاں تک ستیہ ہے اور اس کے اَنو سار کیا کاریہ ہونا چاہیے۔

یہ دونوں ہی کمیٹیاں بڑی اپیوگی[1] ہیں۔ ہمیں آشا ہے کہ شری مان راجا موتی چند صاحب شیکھر ہی گورنر مہودے سے مل کر بورڈ کو اتر دینے کے لیے ادھک مہلت مانگنے میں سپھل ہوں گے اور اس کے ساتھ ہی، ہم کونسل کے ممبروں سے بھی انُرودھ[2] کرتے ہیں کہ وے اس وشے میں سرکار کو چین نہ لینے دیں۔ سرکار سے پرشنوں دوارا پوری پوچھ تاچھ کر ترنت اس کی منشا جان لینی چاہیے۔

27رفروری1933

کاشی میونسپلٹی

کیا کبھی بھی، کسی بھی نگر کے میونسپل بورڈ کے شاسن میں کسی بھی سرکار نے اتنا کھلواڑ سا مچا رکھا ہے، جتنا یکت پرانتیہ سرکار نے کاشی کے ساتھ۔ بورڈ کا کوئی چیرمین نہیں ہے۔ ایک جانچ کمیٹی بیٹھی تھی جس کے وشے میں بورڈ کی سرکاری طور پر کوئی سوچنا نہیں ہے۔ کیول افواہ سن کر ممبر اور افسر گھبرائے ہوئے ہیں۔ پھل کیا ہوگا، کوئی نہیں جانتا۔ یدی سرکار نِیم[3] کوئی نشچے[4] نہیں کر سکی تو کیا ہم اپنی اور سے یہ صلاح دیں کہ بورڈ کا نیا نرواچن کرا ڈالے۔ نئی بورڈ بھی یدی اس کے من کی نہ ہو تب کوئی کارروائی کی جاوے۔ یدی یہ ڈر ہو کہ بورڈ کانگریس کی ہو جاوے گی تو ہم نِیم اسے بالکل ہی بھرم[5] سمجھتے ہیں۔ کاشی کے لیے دل وشیش کے ممبروں کی نہیں۔ پرتیے سیوکوں کی آوشیکتا ہے۔ کاشی کی جنتا کو اس سے جو ہانی[6] ہوتی ہے، اس کا ذمہ دار کون ہے؟

6رفروری1933

---

1 کارآمد 2 گزارش 3 خود 4 فیصلہ 5 شک 6 نقصان

کاشی میونسپل بورڈ

پرانتیہ سرکار نے کاشی۔میونسپل بورڈ کی جانچ کمیٹی کے آروپوں[1] کا اتر دینے کے لیے چودہ دن کا سمے اور دے کر سراہنیہ[2] کاریہ کیا ہے۔اب بائیس مارچ تک بورڈ کا اُتر چلا ہی جاوے گا۔آشا ہے، بورڈ اپنے اتر میں سرکار کو جنتا کے مت کا، ساہس اور سچائی کے ساتھ گیان کرا دے گی۔ جنتا یہ کبھی نہیں سویکار[3] کر سکتی کہ بورڈ کا پربندھ غیر سرکاری ہاتھوں سے چھن کر سرکاری ہاتھوں میں جاوے۔ بورڈ کے کپربندھ[4] میں سرکار کی کتنی ذمہ داری ہے، یہ بھی جنتا کو بھلی پرکار سے گیات ہے۔ابھی حال ہی میں 'لیڈر' میں ایک روچک[5] لیکھ پرکاشت[6] ہوا تھا جس سے یہ صاف گیات ہوتا ہے کہ بورڈ کی خرابی کے لیے یدی کسی کو دنڈ دینا چاہیے تو پہلے سرکار سُیم اپنے ان پربندھکوں کو دنڈ دے جنھوں نے بورڈ کے روئیں روئیں میں قرضہ بھر دیا۔

پر ساتھ ہی، ہم نے یہ کئی بار لکھا ہے اور اسے پھر دہرانا چاہتے ہیں کہ بورڈ میں اس سمے پرتھم شرینی[7] کے ممبر نہیں ہیں۔ اس لیے یدی سرکار بورڈ کا سدھار چاہتی ہے تو ترنت بورڈ کو 'ڈزولو' کر نیا چناؤ بھی کرا دے۔جن کرمچاریوں[8] کے پرتی کوئی شکایت ہو، اس کی جانچ سمانت ناگرکوں کی ایک سوتنتر[9] کمیٹی کرے۔ بورڈ کے ممبروں سے اس پرکار کی کوئی جانچ کرانا اَنُچت[10] ہے۔سبھی اپنی ذمہ داری دوسروں پر ٹالنا چاہیں گے۔ ممبر افسر کو ایوگیہ[11] کہے گا اور افسر ممبر کو اس پرکار کی جانچ سے جنتا کو نہ تو آشواسن[12] ہوگا اور نہ وشواس[13]۔کیول کچھ کی دچار دربلتا[14] کے ساتھ مانسک جڑتا[15] بھی پرکٹ ہوگی۔

---

1 الزامات 2 قابل تعریف 3 منظور 4 نظامِ بد 5 دلچسپ تحریر 6 شائع 7 اول درجہ 8 کارکن 9 آزاد 10 نامناسب 11 ناقابل 12 تسلی 13 اعتبار 14 کمزور خیال 15 جہالت

ہم نے جس ویبھاگ[1]، جس پد ادھکاری[2] یا جس کاریہ کرتا[3] کو سیوگیہ[4] سمجھا ہے اور لکھا ہے، اس کے لیے ہمارے پاس اتنے ادھک پرمان[5] ہیں کہ ہم اپنے وشواس[6] پر درڑھ[7] ہیں۔ یدی کوئی ہمارے مت کا ورودھ کرتا ہے تو اسے پرمان[8] اور کھل کر کوئی بات کرنے کا ساہس ہونا چاہیے۔ ایتھا، پکشپاتی پرلاپوں[9] کو ان سُنی کرنا ہی اُچت ہے۔ اس پرکار سے پرلاپی[10] ہی اپمانت ہوتا ہے۔

20/مارچ 1933

سرکاری بورڈ

انت میں کاشی کا ناگرک جیون سماپت ہوگیا۔ اب اس کے نگر شاسن کا انت تین ورش کے لیے ہوگیا۔ یہ ہمارے نگر کے لیے لجّا[11] کی بات ہے۔ سمجھوتہ[12] ہم اسی کے ادھکاری تھے۔ انوچت لوگوں کے اوپر وشواس کرنے کا، انوچت لوگوں کو نیتا مان لینے کا، انوچت لوگوں کی باتوں کو سن کر سہہ لینے کا ڈنڈ مل گیا اور پہلی مئی سے کاشی میونسپل بورڈ سرکاری میونسپل بورڈ ہوگیا۔

پھر بھی، ہمیں سنتوش ہے کہ مسٹر پنچ وشیش افسر نیکت[13] ہوئے ہیں۔ وے سوتنتر[14] وچار ہیں، سیوگیہ[15] شاسک[16] ہیں۔ ہمیں آشا ہے کہ اس ابھاگے نگر کے شاسن میں وے ادارتا سے کام لیں گے۔ ممبروں کا پاپ تو ممبروں کے سر ہوگیا، اب وے ہر ایک سیوگیہ کرمچاری کو کام کرنے کا اوسر دیں گے تتھا نگر کے حصے میں آوشیک پر ایہ بھی باتوں کا ادارتا سے پالن کریں گے اور نگر کے کچھ استھانت[17] تتھا دمبھی[18] ویکتیوں سے ساودھان رہ کر اپنا کرتویہ[19] پورا کریں گے۔

13/فروری 1933

---

1 محکمہ 2 عہدیدار 3 کارکن 4 قائل 5 عزت 6 بھروسہ 7 مضبوط 8 صحیح ثبوت 9 جانبدارانہ گفتگو 10 کہنے والا 11 شرم 12 اسکا نتیجہ 13 مقرر 14 آزاد 15 لائق 16 حکمراں 17 ذلیل 18 لالچی 19 فرض

کاشی کا میونسپل بورڈ

آج کے دو ماس پورو جب ہم نے یہ لکھنا شروع کیا تھا اور سرکار سے یہ نویدن[1] کرنا پرارمبھ کیا تھا، کہ وہ بنارس میونسپل بورڈ میں ادارتا تھا نیائے[2] نشٹھا کا ویوہار کرے اور بورڈ کی کٹھنائیوں کا دچار ہوئے، اسے معطل کرنے کی کلپنا بھی نہ کر، اس کی کٹھنائیوں کو دور کر، نگر تھا نگر نواسیوں کے سُوتو[3] اور ادھکار کے پرتی اچت آدر پردرشت کرے، اسی سے ہمیں اپنی سپھلتا پر، اپنی آواز کے ان کانوں تک پہنچ جانے پر، جہاں پہنچنے کے لیے نوکر شاہی کی گگن چمبی[4] دیوال کو لانگھنے کی آوشیکتا ہوتی ہے۔ سند یہہ تھا۔ ہم یہ جانتے تھے، کہ کاشی میونسپل بورڈ کے کچھ دوش اس کے ایوگیہ ممبروں کا بھی ہے۔ ہم یہ جانتے تھے بورڈ کے آنترک شاسن[5] میں کچھ دل بندی بھی ہوگئی ہے۔ ہم یہ بھی جانتے تھے کہ کاشی کی سڑکوں کی، روشنی کی، گلیوں کی، جل کل کی اور چنگی کی دشا سنتوش جنک نہیں ہے، پر اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ بورڈ یدی چاہتی بھی تو نگر کا سدھار اپنے پربندھ کا سدھار نہیں کرسکتی تھی۔ وہ یدی چاہتی بھی تو اپنے نگر کی سڑکوں کو ٹھیک دشا میں نہیں لاسکتی تھی۔ یدی وہ چاہتی تو جل کل کو ٹھیک نہیں کرسکتی تھی، کیونکہ بیس ورش سے یکت پرانتیہ سرکار نے اس ابھاگے بورڈ کی، نگر کی، کاشی کی کچھ بھی اسمرنیہ[6] سہایتا نہیں کی ہے۔ سہایتا دینا اسویکار کر اس نے اس نگر کی بورڈ کو دریدر[7]، اس نگر کی سجاوٹ کو گندی، اس نگر کی ترقی کو اپمان[8] جنک بنا رکھا ہے۔ اس نے جہاں تک ہوسکا لکھنؤ کو، الہ آباد کو اور کانپور کو سجا دیا۔ آج لکھنؤ کلکتہ کے بعد اتر بھارت کا سب سے سندر نگر ہے۔ آج کاشی اتر بھارت کے سب سے بڑے نگروں میں سب سے گندا ہے۔ ہمیں یہ بھی

---

1 عرض 2 انصاف 3 اختیارات 4 آسمان چھونے والی 5 اندرونی حکومت 6 یادگار 7 غریب 8 بے عزت کرنے والی

معلوم تھا کہ پرانتیہ سرکار نے بیچ بیچ میں نگر کے کمشنر دوارا بورڈ کو تنبیہ کی، پر اس کو اپنا پربندھ ٹھیک کرنے کے لیے کوئی رچناتمک[1] کاریہ کرم[2] نہیں بتلایا۔ ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ جب بھی کبھی سرکار سے یہ آگرہ[3] کیا گیا، کہ وہ اس نگر پر بھی کچھ کرپا کرے، اس نے خالی ہتھیلی دکھلا دی۔

اس کے ساتھ ہی، بورڈ کے کپربندھ کی کہانی بھی اتنی ٹھیک نہیں ہے، جتنی سمجھی جاتی ہے۔ اتنی ہی ہے جتنی پرایہ سبھی سرکاری دفتروں میں بھی پائی جا سکتی ہے، اسی لیے ہم نے سرکار سے پرارتھنا[4] کی تھی، کہ وہ بورڈ کے پرشن پر اداراتا کی شرن لے۔

یدی سا چار پتروں میں پرکاشت سماچار ستیہ ہے، تو سرکار نے کاشی کی میونسپلٹی کو ضبط کر لیا۔ ایک بھارتیہ کے گورنر ہوتے ہی، ناگر کتا پر یدی اتنا بھیشن[5] کٹھار گھات ہوا ہے تو بڑے کھید[6] کا وشے ہے۔ کاشی کا جو اناد رہونا تھا، وہ تو ہو گیا۔ آج وہ، اس کے نگر واسی سوچ بھارت میں اپوگیہ سدھ ہو گئے، اپمانت ہو گئے۔ یہاں کے کانگریسی نیتا اس معاملے میں تٹستھ[7] ہو گئے، اپنی پرتشٹھا[8] سمجھ کر، کانگریسی نردیش[9] سمجھ کر چپ بیٹھے رہے۔ انیہ سمانت ناگرک تٹستھ بن کر ناٹک دیکھتے رہے۔ بورڈ کی چیرمینی یا ممبری کے پراجت امیدوار یا انیہ کارنوں سے اسپھل۔ نراش کچھ ویکتی اَور ایک اپنی کھچڑی پکا رہے تھے، ایک اور کچھ پتھ بھرشٹ[10] نئے رنگروٹ ناگرک اپنی ڈھپلی پر راگ الاپ رہے تھے، ایک اور کچھ ایسے ممبروں کا ایک دل جس نے ان دو ورشوں میں اپنے وارڈ کا بھی کچھ کام نہیں کے برابر کیا تھا۔ اپنا پاپ[11] بیچارے افسروں کے سر پر لادنے کی چیشٹا[12] کر رہا تھا۔ اور ہمارے نگر کے ایک سہیوگی پتر نے، اپنی است ویست[13] نیتی سے پاٹھکوں کو اندھکار میں رکھ چھوڑا تھا۔ ادھر بورڈ معطل ہو گئی، نگر کی شان لٹ گئی۔

اب کیا ہوگا۔ اسپھل اور نراش لوگوں کی بات جانے دیجیے۔ جن بیچارے نویوکوں نے نگر کی مان مریادا کی رکشا کے لیے ادھر اپنا تن من، دھن لگا دیا تھا، ان کو، ان کے بتلائے پتھ کو، نہ اپنانے کا پھل ابھی کچھ سے بعد مل سکتا ہے۔ پر یدی سرکار نے ہمارے ہت کے لیے بورڈ کو معطل کیا ہے تو ہم اس سے اب بھی پرارتھنا کریں گے کہ کم سے کم خرچ

---

1 عملی 2 پروگرام 3 اصرار 4 اپیل 5 زبردست 6 تاسف کی بات 7 غیر جانب دار 8 رتبہ 9 حکم 10 گمراہ 11 گناہ 12 کوشش 13 الٹی پلٹی

پر اب اس شاسن کو سنبھالے۔ بورڈ کو سرکاری سنستھاؤں[1] کے سمان جنتا کے لیے آتنک[2] کی سامگری[3] نہ بنائے۔ پرانے کرمچاریوں، افسروں کو اپنی یوگیتا[4] پرمانت[5] کرنے یا ایوگیتا[6] سدھ کرنے کا اوسر دے۔ ہم نگرنواسیوں سے بھی یہی پرارتھنا[7] کریں گے کہ وہ سرکار کو اس کاریہ میں، اپنی بھرسک سہایتا[8] دیں۔ جو ہونا تھا، وہ ہو گیا۔ جن کے پاپ، جن کے اپرادھ اور جن کی کرتوتوں سے یہ سب ہوا، انھیں کشما کر دیں، اور اب ان کے نگر کی سویوستھا[9] میں سرکاری یوجنا کی پریکشا کریں۔

17 اپریل 1933

سرکاری پربندھ کی بات

مولوی شیخ محمد شفیع کے پرشن کے اتر میں، بہار کونسل میں، سرکار کی اور سے مسٹر جی۔ ای۔ اُوڈن نے یہ بتلایا تھا کہ 19 جولائی 1932 سے، سرکاری پرستاؤ کے انسار منگیر کی میونسپلٹی معطل کر دی گئی تھی۔ سرکاری پربندھ میں آتے ہی، اس میں پچیس نئے افسر رکھے گئے۔ ہیڈ کلرک اور ایکاؤنٹینٹ کا عہدہ الگ کر دیا گیا۔ اور کوئی انبھوی[10] ایکاؤنٹینٹ نہیں رکھا گیا۔ ایک بی۔ ایس۔ سی۔ پاس اس استھان پر کام کر رہا ہے۔ ٹیکس وصولی کے وشے میں سات سَو نو درخواستیں دی گئیں، جن میں سے ایک دن کی دیر کے کارن پانچ سو بیس رد کر دی گئیں۔ ادھک پانی لینے کا جل کر چار آنا فی ہزار گیلن سے بڑھا کر دس آنا فی ہزار گیلن کر دیا گیا ہے۔ ایک '' قانون گو'' جن کو سرکار کے ہی شبدوں میں میونسپلٹی کے کام کا کوئی انبھو نہیں ہے، ایکزیکیوٹو، افسر بنا دیا گیا ہے۔

یہ معطل ہونے کے بعد منگیر کی میونسپل بورڈ کی دشا ہے۔ پاٹھک[11] اپنا انومان[12] نسیم نکال لیں۔

17 اپریل 1933

---

1 تنظیم 2 خوف وہراس 3 سامان 4 قابلیت 5 ثابت 6 نا قابلیت 7 گزارش 8 بھرپور تعاون 9 اچھا انتظام 10 تجربہ کار 11 قارئین 12 اندازہ

شری رامیشور سہائے سنہا

ہم نے یکت پرانت کے سبھی میونسپل تتھا ضلع بورڈوں کے شکشا وبھاگ[1] کی رپورٹ دیکھی ہے۔ دیپے، چھاتر سنکھیا، کاریہ تتھا یوگیتا کے نقشے دیکھے ہیں اور یہ سب جاننے کے بعد ہمارا یہ درڑھ وشواس[2] ہو گیا ہے، کہ کاشی میونسپل بورڈ کا شکشا وبھاگ ہمارے پرانت کے سب شکشا وبھاگوں سے اچھا ہے، سوسنچالت ہے، سویوستھت[3] ہے اور اس کی پڑھائی لکھائی اودیوگک شکشا[4] میں وہ جڑتا[5] نہیں ہے، جو سرکاری، نوکرشاہی سنچالت اسکولوں میں پائی جاتی ہے۔ یہی نہیں، شکشا کے ساتھ، بالک کے کومل مستشک کا دیش کی دردشا[6]، راجنیتک ہینتا کا گیان کرانے کا، انھیں بھارت کے بھاوی سدھارک بنانے کا تتھا ادھیاپکوں کو سچے ماسٹر بنانے کا جتنا پریتن اس نگر کی میونسپلٹی نے کیا ہے، اتنا کسی نے نہیں۔

اور ہمیں کھید[7] ہے، کھید ہی نہیں۔ لکھتے لجا[8] آتی ہے، کہ اس نگر کے ناگرکوں کا سمان تو بورڈ کے سرکاری ہوتے ہی لٹ چکا تھا، اب اس کے بچوں کی پڑھائی پر بھی سرکاری بورڈ نے کٹھارگھات[9] کیا ہے اور شری رامیشور سہائے سنہا جن کی یوگیتا کے کارن شکشا وبھاگ اتنا بجیو[10] ہوا تھا۔ 31 رمئی سے بورڈ کی سیواؤں سے پرتھک کر دیے جائیں گے، کیونکہ سرکاری جانچ سمتی کے سرکاری ممبر انھیں کانگریسی سمجھتے ہیں، راجنیتی میں بھاگ لینے والا سمجھتے ہیں۔ یہی ان کی ایوگیتا کا سرٹی فکیٹ ہے۔ جس ایوگیتا کے لیے شری رامیشور سہائے کو گرو[11] ہونا چاہیے۔

14 رمئی 1933

---

1 محکمہ تعلیم 2 پکا اعتماد 3 منظم 4 صنعتی تعلیم 5 جہالت 6 حالت بد 7 افسوس 8 شرم 9 کاری ضرب 10 جاندار 11 فخر

نیا قرضہ

کاشی کی میونسپلٹی ، اب میونسپلٹی نہیں رہی ۔ اب وہ سرکاری کمشنر کی تھا مسٹر لنچ کی ایک سنستھا[1] ہے، جس کو کسی دوسرے نام سے پکارنا چاہیے ۔ ہماری سمجھ میں تو جب تک سرکاری شاسن ہے اسے سرکاری صفائی خانہ، کہنا اچت ہوگا ۔ نام جو بھی کچھ ہو لیکن اس سنستھا نے جس ڈھنگ سے کام شروع کیا ہے، میونسپلٹی میں جس ڈھنگ کی پہرا چوکی ہوگئی ہے، اسے دیکھ کر یہ آشنکا ہوتی ہے کہ آج کل وہ استھان، جہاں کانگریس کا جھنڈا ابھرا یا کرتا تھا، اب کلکٹری کچہری کا ایک ٹکڑا بن گیا ہے ۔

جو ہو، ہمیں آشا ہے کہ ہماری دھارنا[2] غلط ہوگی اور شدھار، کا ارتھ یہ نہیں لگایا جائے گا کہ ساٹھ ورش کے اوپر بوڑھوں کو موٹا ویتن دیا جائے، پولس یا ایسے محکموں کے ریٹائرڈ لوگوں کے ہاتھ میں جنتا کی ہانی کرنے یا لابھ کرنے کا ادھکار رہے ۔ یہ تو انومان[3] کیا جا سکتا ہے کہ جو افسر ہٹائے گئے ہیں ان کے استھان پر دودھ کے دھوئے، سرکاری آدمی بلائے جائیں گے ۔ افواہ یہاں تک ہے کہ میونسپلٹی کھدر کا بہشکار کرے گی ۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ، سنا جاتا ہے کہ لنچ حکومت سرکار سے بہت بڑی رقم قرض کے روپ میں لینے والی ہے ۔ ہم کاشی نگرواسیوں کی اور سے اس بات کی چیتاونی دے دینا چاہتے ہیں کہ ایک بار کا بتیس لاکھ کا قرضہ ابھی تک نہیں پٹا ہے اور پچاس لاکھ چکا دینے کے بعد بھی ابھاگی بورڈ قرض دار بنی ہے ۔ وہ قرضہ بھی سرکاری بورڈ کی دین تھی اور یہ قرضہ بھی وہی ہوگا، یعنی آگامی سو ورش تک ہمارے نگر کی بورڈ ناک تک قرض میں ڈوبی رہے گی اور جو بھی کوئی غیر سرکاری بورڈ آوے گی، وہ 'ایوگیہ' سدھ ہو جائے گی ۔ اس وشے میں ہم 'سرکاری صفائی خانے'، تتھا کاشی کی جنتا دونوں کو ساودھان[4] کر دینا چاہتے ہیں ۔

22 رمئی 1933

1 جماعت 2 خیال 3 اندازہ 4 ہوشیار

شاباش کاشی میونسپلٹی

اب کون یہ کہنے کا دعویٰ کرسکتا ہے کہ کاشی کی میونسپلٹی آدرش سنستھا نہیں ہے؟ سورگیہ سین گپت کے شوک میں جلسہ کرنے کے لیے ٹاؤن ہال نہ دیا گیا۔ ہال ایسے ویرتھ کے جلسوں اور تماشوں کے لیے نہیں ہے۔ سرکار کی میونسپلٹی سرکار کے باغی کی شوک سبھا کے لیے اپنا ٹاؤن ہال بھلا کیسے دے سکتی ہے۔ کلکتہ میں اس مہان آتما کے شرادھ[1] پر کلکتہ کے ہائی کورٹ کے چیف جسٹس بھی آئے تھے، پر یہ کاشی ہے کلکتہ نہیں۔

13/اگست 1933

بنارس کی میونسپلٹی

بنارس کی میونسپلٹی اب سرکار کا ایک وبھاگ ہے اور سرکار کا دھرم ہے حکومت کرنا۔ پرجا کو اس کی حکومت اکھرتی[2] ہے، تو اکھرے، اس کے لیے سرکار اپنی حکومت تھوڑے ہی چھوڑ دے گی۔ بے روزگاری کا راجیہ ہے، گھروں کے کرائے گھٹ گئے ہیں اور گھٹ رہے ہیں، اور سرکاری میونسپلٹی گھروں پر کر وردھی[3] کا پربندھ کر رہی ہے۔ مکانوں کے مالک رونے دھونے کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں۔ مگر ان کے رونے کی پروا کون کرتا ہے۔ سرکار جانتی ہے گھر والے گھر چھوڑ کر کہیں بھاگ تو جائیں گے نہیں، جھک مار کر بیشی کر[4] ادا کریں گے، تو کیوں ایسا موقع جانے دیں۔

18/ستمبر 1933

---

1 مرے ہوؤں کا ثواب پہنچانے کی رسم 2 ناگوار گزرنا 3 ٹیکس بڑھوتری 4 ٹیکس

کاشی کی سرکاری میونسپلٹی

کاشی کی سرکاری میونسپلٹی کے وشے میں شری پری پورنا نند جی کا ایک لیکھ ہمارے پچھلے انک میں پرکاشت ہوا ہے۔ اس سمبندھ میں کچھ غلط فہمی پھیل رہی ہے، جس کے وشے میں پری پورنا نند جی لکھتے ہیں:

''میں نے سرکاری بورڈ کی آلوچنا[1] کی ہے اور بہت کچھ کرنے کے لیے تیار ہوں، پر یدی، میری سوچنا میں کوئی بھی بات بھرم پورن یا غلط ہوگی تو اپنی بھول سویکار کرنے میں مجھے سب سے ادھک ہرش ہوگا۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ جو کلرک ہٹائے جارہے ہیں وے ''پچپن سالہ'' گریڈ کے ہیں۔ جس کلرک کے ساتھ انیائے کی بات کہی گئی ہے، وہ آفس کی کچھ بھول سے ہوگیا۔ یدی ایسا ہے تو مجھے کچھ نہیں کہنا ہے، نئے امیدواروں کو پرانے امیدواروں کی فہرست کی اوگیا[2] پر کیوں نیکت[3] کیا جارہا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ مجھے نئے شکشا دھیکش کے عیسائی ہونے کی شکایت نہیں ہے۔ بیچ کا ایک واکیہ چھوٹ جانے سے یہ بھرم ہوسکتا ہے۔ مجھے شکایت ہے ایک یوگیہ شکشا دھیکش کے رہتے ان کی نیکتی سے ان کی کھدّر رچرخہ ورودھی نیتی اتیادی سے۔ نگر کے جس سمّانت وکیتی کے اوپر پرشنوں کی بات ہے، وہ میرے لیے اب بھی اسی پرکار آدرنیہ[4] ہیں، ان پر پرشن ہونے کی افواہ تھی، شاید ہوا نہیں۔'' آشا ہے پاٹھکوں[5] کی شنکا[6] کا نوارن[7] ہو جائے گا۔

31رنومبر 1933

1 نظرثانی 2 حکم عدولی 3 تقرر 4 قابل احترام 5 پڑھنے والا 6 شک 7 خاتمہ

استھانیہ سنستھاؤں میں ویمنسیہ

بھارت واسیوں کی چرترہینتا[1] کا جیسا پریچے[2] ڈسٹرکٹ بورڈوں اور میونسپلٹیوں میں ملتا ہے، اس پر کون ہے، جو لجا سے سر نہ جھکا لے گا۔ ایسی شاید ہی کوئی استھانیہ سنستھا ہو، جہاں دل بندیاں، ویمنسیہ، دھینگا دھینگی نہ ہوتی ہو۔ لوگ ان سنستھاؤں میں جاتے ہیں جنتا کی سیوا کرنے، پر آپس میں لڑ کر اس کے دھن کا ستیاناش کرتے ہیں۔ وہی کٹل سوارتھ[3] کی مایا۔ کوئی کسی کے پد کے لیے شڈینتر[4] رچ رہا ہے، کوئی کسی کے عہدے کے لیے نسوارتھ بھاو سے برلا ہی کوئی جاتا ہے۔ کوئی اپنے بھتیجے کو ٹھیکہ دار بنانے پر تلا ہوا ہے، کوئی اپنے داماد کو کسی پد پر بٹھانے کے لیے۔ شکشا منتری کا پد یہاں کوئی وشیش پرلوبھن[5] رکھتا ہے۔ زیادہ تر جھگڑے اسی پد کے لیے ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کو اکھاڑنے کی فکر میں ڈوبا رہتا ہے۔ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں کوئی واستوک ادھکار آ جائے تو دیو جانے کیا انرتھ ڈھائیں۔ جب کوڑیوں پر یہ حال ہے، تو مہروں پر تو شاید خون کی ندیاں بہیں۔ غلامی کا سب سے برا پھل یہی چرتر پتن[7] ہے۔

19/جون 1933

پولس کو ایک سبق

کلکتہ پولس نے پریسیڈینسی مجسٹریٹ سے کلکتہ کارپوریشن کے نام ایک نوٹس جاری کرنے کی درخواست کی تھی کہ کارپوریشن اپنی عمارتوں پر سے راشٹریہ جھنڈا اتار لے۔ مجسٹریٹ نے یہ نوٹس جاری کرنے سے انکار کر دیا، کیونکہ کارپوریشن کو ایسا جھنڈا لگانے کا ادھیکار ہے اور کیول پولس کے یہ کہنے سے کہ اس جھنڈے سے شانتی بھنگ ہو جائے گا، وہ کارپوریشن کو اس ادھیکار سے ونچت نہیں کر سکتے۔ پولس نے شانتی بھنگ کا اچھا ڈھونگ نکال رکھا ہے۔ شانتی اگر کسی ویکتی کے ادھیکار بھوگ سے بھنگ ہوتی ہے تو پولس کا کرتویہ ہے کہ شانتی کی رکشا کرے، نہ کہ وہ ادھیکار ہی چھین لے۔

26/جون 1933

---

1 بدکرداری 2 تعارف 3 خودغرضی 4 سازش 5 بے غرض 6 لالچ 7 اخلاقی زوال

پنجاب کی میونسپلٹیاں

پنجاب کی میونسپلٹیوں کی 1931 (اور) 32 کی وارشک آلوچنا کرتے ہوئے پنجاب سرکار نے ان سنستھاؤں کے ویکتی گت جھگڑوں اور ان کے اشُر دائتو پورن ویوہار کی کڑی نندا کی ہے۔ مگر پنجاب میں ہی نہیں، پر ایہ سارے بھارت ورش میں یہی دشا ہے۔ ایسی شاید ہی کوئی میونسپلٹی یا ضلع بورڈ ہو جہاں ممبروں کا ادھیکانش سے تو تو میں میں اور ایک دوسرے کو اکھاڑنے کی فکر میں نہ لگتا ہو۔ بات یہ ہے، کہ ہم نے ابھی تک پبلک سیوا کا مہتو نہیں سمجھا۔ لوگ اپنے اپنے سوارتھ لے کر جاتے ہیں اور اسی لیے ایسے جھمیلے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ہمارے خیال میں ایسے ہی سجنوں کو ایسی سنستھاؤں میں جانا چاہیے، جو نسوارتھ بھاؤ سے جنتا کی سیوا کر سکیں۔ یہاں تو لوگ ممبر ہوتے ہی نرواچن میں جو کچھ خرچ پڑا تھا، اسے کسی نہ کسی طرح وصول کرنے کے اپائے سوچنے لگتے ہیں۔ ہماری سنستھاؤں پر یہ بڑا بدنما داغ ہے اور ہمیں اسے مٹانا پڑے گا۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ انیہ دیشوں میں بھی اس طرح کے درشیہ دیکھنے میں آتے ہیں اور کبھی کبھی پارلیامنٹ میں گالی گلوج، لات گھونسوں کی نوبت آتی ہے، پر جتنی بے ایمانی یہاں ہوتی ہے وہ تو شاید ہی کہیں ہو۔ ایک بات اور بھی ہے۔ سرکار کی بھی اس معاملے میں کچھ نہ کچھ ذمے داری اوشیہ ہے۔ سرکاری نوکر جس ڈھیٹھائی سے رشوتیں لیتے ہیں، اس پر سرکار کبھی آلوچنا نہیں کرتی۔ اس کا اثر پبلک جیون پر پڑنا سوابھاوک ہے۔ اگر سرکار کٹھورتا کے ساتھ اس طرح کی بے ایمانی کا دمن کرے تو ہمارے وچار میں ہوا کا رخ بدل جائے گا۔ ابھی تو ممبر سوچتا ہے جب سبھی رشوتیں لیتے ہیں تو پھر ہم کیوں چوکیں۔ اس کلنسِت سوارتھ کی جڑ کھودنے میں سرکار بھی بہت کچھ سہایتا کر سکتی ہے۔

12 اکتوبر 1933

ناگپور میونسپلٹی کا سراہنیہ[1] کام

ناگپور میونسپلٹی نے بیکاری کی سمسیا کو حل کرنے کا جو پریتن کیا ہے، اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس نے وہاں کی پرانتیہ سرکار سے چھ لاکھ روپے قرض مانگے ہیں جس سے امدادی کام کھول کر بے کاروں کی مدد کی جائے۔ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر سرکار یہ رقم ادھار نہ دے سکے، تو اسے انومتی[2] دے کر وہ خود قرض سے یہ رقم جمع کرے۔ بے کاری دن دن بڑھ رہی ہے اور اس کا سواستھیہ[3] اور جیون پر بہت ہی برا اثر پڑ رہا ہے اور شنکا ہو رہی ہے کہ یہی حال رہا تو لوٹ پاٹ نہ شروع ہو جائے۔ لیکن اس وقت تک اس دشا کو سدھارنے کا جو پریتن ہوا ہے، وہ الٹا ہوا ہے کتنے ہی دفتروں اور کارخانوں میں آدمیوں کو جواب دے دیا ہے اور اس سے بے کاروں کی سنکھیا اور بڑھ گئی ہے۔ خرچ میں کمی کرنے کے لیے بڑے۔ بڑے افسروں کی تخفیف نہ کرکے چھوٹے چھوٹے کرمچاریوں ہی کی گردن پر چھری چلائی گئی ہے۔ غریبوں کی جیوکا[4] کا اپہرن[5] کر کے کسی طرح بجٹ کو برابر کر لیا گیا ہے۔ جن وبھاگوں کو سرکار اپنی رکشا کے لیے ضروری سمجھتی ہے، ان میں تو برائے نام تخفیف ہوئی ہے۔ آفت ان وبھاگوں پر آئی ہے جن کے ادیوستھت[6] ہو جانے سے سرکار پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ہاں جنتا کو کشٹ[7] ہوتا ہے اور لوگوں کی روزی جاتی ہے۔ ہمیں آشا ہے اور میونسپلٹیاں بھی ناگپور کا انکرن[8] کریں گی۔

7 مئی 1934

1 قابل تعریف 2 اجازت 3 تندرستی 4 روزی 5 اغوا 6 بدانتظامی 7 تکلیف 8 تقلید

جاگرن کا نیا روپ

جاگرن نے ساہتیک پتر کے روپ میں جنم لیا تھا۔ اور اپنی بالیا وستھا[1] کے بارہ انک[2] پورے کر کے اب وہ ایک وسترت[3] چھیتر میں آتا ہے۔ اس کا جنم اچھے کُل[4] میں ہوا۔ اس کا لالن پالن بھی سیوگیہ ہاتھوں میں ہوا۔ پرکھنے والے پرکھ گئے کہ بالک ہونہار ہے، پر ساہتیہ کے پری مت کشیتر میں اس کا وکاس جیسا ہونا چاہیے، ویسا نہ ہو سکتا تھا۔ ہاتھ پاؤں مارنے والا بالک پالنے میں کیسے رہتا، اس لیے اس کے جنم داتاؤں کو ایسے اوی بھاوک[5] کی ضرورت پڑی، جو ذرا نشٹھر[6] ہاتھوں سے اس کی گوشمالی کر دیا کرے، جو مٹھا بھرے ماکھن اور مصری کی جگہ سوکھے چنے اور روکھی روٹیاں کھلائے کیونکہ سنسار پہلے چاہے لاڈ پیار میں پلے بالکوں کو بڑھنے کا اوسر دیتا ہو، اب تو سے ان کے انوکول نہیں رہا۔ آج سنسار میں وہی بالک بازی لے جاتے ہیں، جس نے بالپن میں کڑیاں جھیلی ہوں، دھکے کھائے ہوں، بھوکے سوئے ہوں، جاڑوں میں ٹھٹھرے ہوں۔ گملے کا پودا دھوپ اور ورشا کا سامنا کیا کرے گا۔ وہ چٹان پر اُگا ہوا پودا ہی ہے، جو جیٹھ کی جلتی لو، ماگھ کے تیکھے تشار اور بھادوں کی موسلا دھار ورشا میں ڈٹا کھڑا رہتا ہے، اور پھلتا پھولتا ہے۔ ہمارے اوپر انتخاب کی نظر پڑی۔ ہم کہہ نہیں سکتے۔ ہم کیوں اس کام کے لیے چنے گئے۔ ہم اس کام میں کچھ بہت ابھیست[7] نہیں ہیں۔ ابھی تک کیول ایک چڑیا پالی ہے، پر اسے بھی کئی بار سنکٹ میں ڈال چکے ہیں۔ شکاریوں کے دو نشانے اس پر لگ چکے ہیں۔ پہلے نشانے سے تو وہ کسی طرح بچا۔ یہ دوسرا نشانہ اسے لے مرتا ہے یا چھوڑتا ہے، کہہ نہیں

---

1 بچپن کی حالت 2 شمارے 3 وسیع دائرہ 4 خاندان 5 سرپرست 6 سخت 7 تجربہ کار

سکتے۔ ہم شکاریوں کی چرودری بنتی[1] کر رہے ہیں کہ ''بھیا'' اس بیچارے کو اب کی اور جانے دو، تمھارے پیروں پڑتے ہیں۔ اب جو کبھی تمھارے باغ میں آوے، یا تمھارا کچھ نقصان کرے تو، جو چاہے کرنا۔'' دیکھیں شکاری کو دیا[2] آتی ہے یا نہیں۔ شکاری ایسے بڑے دیالو تو نہیں ہوتے، لیکن ممتا اکڑنے والوں کا سر نہ جھکائے تو ممتا ہی کیا۔

خیر ہم ابھیماو کی کلا میں کشل نہیں ہیں، پھر بھی جاگرن کا بھار ہمارے اوپر رکھا گیا۔ ہم اپنی تروٹیوں[3] کو خوب سمجھتے ہیں۔ چلبلے بالکوں کا سنبھالنا کتنا کٹھن ہے، اسے وہی لوگ جانتے ہیں، جنھیں اس کا تجربہ ہو۔ لیکن بھائی ایمان کی بات یہ ہے کہ ملتا ہوا بالک کس کو چھوڑا جاتا ہے۔ ہم نے سوچا، چلو اسی کے ساتھ اپنی تقدیر آزماؤ، کون جانے تمھارے ہی ہاتھوں اس کو ڈھنگ پر لانے کا جس بدا ہو۔ دنیا ہمیں اس کا باپ نہ کہے۔ باپ کہلانے کا گرو کیسے نہیں ہوتا۔ لیکن کم سے کم اتنا تو سویکار کرے گی ہی ہم نے اسے ساج کا ایک اپیوگی ویکتی[4] بنا دیا۔ یہ ہمیں کوئی نہ بتائے کہ اس کے ہاتھوں ہمیں پنڈ اپانی نہ پہنچے گا۔ ہم اتنے دھرم گیان[5] شونیہ نہیں ہیں پر ہمارا پنڈے پانی میں وشواس نہیں ہے۔ ہم تو یہی ڈر رہے ہیں کہ ہمارے سر کلنک نہ لگ جائے کہ لے کر لڑکے کو چوپٹ کر دیا۔ جس[6] اس زمانے میں کسی کو ملتا ہے؟ اپجس[7] نہ ملے، یہی بہت ہے۔ ہم تو سدیو مہان آدرش[8] اپنے سامنے رکھیں گے۔ بالک کو نربھیک[9]، ستیہ وادی[10]، پرشرمی[11]، سوستھ[12]، آچار وان[13]، وچار شیل[14] بنانے کا پریتن کریں گے۔ ہماری یہی چیشٹا ہوگی کہ وہ کسی کی خوشامد نہ کرے، لیکن ونے[15] کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ وہ کبھی کبھی کڑوی باتیں بھی کہے گا، پر سیوا بھاو سے۔ اس میں آستھا[16] اور شردھا[17] اوشیہ ہوگی، پر اندھوشواس[18] نہیں۔ اس کا دھییے[19] ہوگا ستیہ کی کھوج۔ وہ وتنڈاوادی نہیں، ستیہ[20] کا پجاری ہوگا، چاہے اسے ستیہ کو سویکار کرنے میں کتنا ہی اپمان ہو۔ وہ اپریہ ستیہ کہنے سے کبھی نہ چوکے گا۔ وہ کیول دوسروں کے دوش[21] نہ دیکھے گا۔ بلکہ اپنے دوشوں کو سویکار کرے گا۔ بنا اپنے دوشوں کو دوش سمجھے ان کے سدھار کی اچھا نہیں ہوتی۔ وہ نربھیک ہوگا، پر دُستاہسی[22] نہیں۔ وہ ستیہ

---

1 درخواست 2 رحم 3 کمیوں 4 کارآمد انسان 5 مذہبی تعلیم سے ناآشنا 6 نیک نامی 7 بدنامی 8 عظیم مثالیت 9 بے خوف 10 سچا 11 محنتی 12 تندرست 13 بااخلاق 14 مفکر 15 التماس 16 اعتقاد 17 احترام 18 ضعیف الاعتقادی 19 مقصد 20 سچ 21 کمیاں 22 غلط حوصلہ

وادی ہوگا، ستیہ سے جو بھر نہ ٹلے گا۔ پرکشپات[1] سے اپنا دامن بچائے گا۔ وہ بوڑھوں میں بوڑھا، جوانوں میں جوان اور بالکوں میں بالک ہوگا۔ وہ جس دڑھتا[2] سے نیائے کا پکش لے گا، اتنی ہی دڑھتا سے انیائے کا وِرودھ کرے گا، چاہے وہ راجا کی اور سے ہو، سماج کی اور سے ہوا، تھوا دھرم کی اور سے۔ وہ سَبلوں[3] کا ہتیشی[4] ہوگا، پر نربلوں پر ان کے ظلم کو سہن نہ کر سکے گا۔ سماج کا دکھی اور دربل انش اسے سدا اپنی وکالت کرتے ہوئے پائے گا۔ وہ کورا نیائے وادی، گمبھیر[5] اور شُشک نہ رہے گا۔ وہ منشیہ کیول آدھا ہی زندہ ہے، جو کبھی دل کھول کر نہیں ہنستا، ونود[6] سے آنندت[7] نہیں ہوتا۔ وہ ہنسنے کی باتیں کہے گا، خود ہنسے گا اور دوسروں کو ہنسائے گا۔ اس کے مستشک میں لطیفوں اور چٹکلوں کا اَکشے[8] بھنڈار ہوگا۔

یہ ہے ہمارا آدرش، لیکن کہنا جتنا آسان ہے، کرنا اتنا ہی کٹھن ہے۔ منشیہ کیول ادیوگ[9] کرسکتا ہے۔ اگر وہ ادیوگ ہی کرتا رہے، تب بھی سمجھنا چاہیے، اس نے بہت کچھ کرلیا۔ ہم اپنے اُدیشیوں[10] میں سَپھل ہوں گے یا نہیں، یہ بھوشیہ کی بات ہے۔ وگیہ پاٹھکوں[11] اور اپنے سہردے ساہتیہ سیویوں[12] سے ہماری یہ وِنیت[13] پرارتھنا ہے کہ اس دُستر[14] کاریہ میں وہ کرپا کر ہماری سہایتا کریں گے، کیونکہ ان کی سہایتا اور صلاح وہ شکتی ہے، جس پر بھروسا کر کے ہم نے اس بھار کو سر پر لیا ہے۔

کچھ سجن کہیں گے، ہندی میں کئی اچھے ساپتاہک پتر[15] ہیں اور وہ ہندی کی یتھارتھ سیوا کر رہے ہیں، پھر ایک نئے ساپتاہک کی کیا ضرورت تھی۔ ایسے سجنوں سے ہمارا نویدن یہی ہے کہ کاشی کی تیرتھ بھومی سے، جو ہندو سنسکرتی کا کیندر رہے، اس سے ایک بھی ساپتاہک پتر ایسا نہیں نکلتا، جس کی انیہ بھاشاؤں کے پتروں سے تلنا کی جا سکے۔ کاشی کو ناگری پرچارنی سبھا پر گرو ہے، ہندو وشوودیالیہ پر گرو ہے، سنسکرت پاٹھشالاؤں پر گرو ہے۔ اپنے وِدیالیہ پیٹھ پر گرو ہے۔ اسے اس کا بھی گرو ہے کہ ہندی ساہتیہ کے اپاسک[16] جتنے کاشی میں ہیں، اتنے اور کسی ایک استھان میں نہ ہوں گے۔ پھر بھی کاشی میں کوئی ایسا ساپتاہک پتر نہیں ہے۔ کیا یہ کاشی کے لیے گرو کی بات ہے، کاشی جیسے نگر میں

---

1 جانب داری 2 مضبوطی 3 طاقت ور لوگ 4 خیر خواہ 5 سنجیدہ 6 ہنسی مذاق 7 مسرور 8 نہ ختم ہونے والا 9 عمل 10 مقاصد 11 تعلیم یافتہ قارئین 12 ادبی خدمت گار 13 عاجزانہ انکساری 14 مشکل کام 15 ہفتہ وار 16 پرستار

ہندی کا ایک بھی ساپتاہک پتر نہ ہو۔ یہ بھی تو ہے کہ پرانی ماتر[1] میں آتم وبخنا کی ایک لالسا ہوتی ہے؟ وہ اس کے لیے کشیتر کی تلاش کرتا رہتا ہے۔ جس کے پاس دھن کے ساتھ سیوا بھاو[2] ہے، وہ کوئی ودھیالیہ کھولتا ہے یا کوئی اناتھالیہ۔ جس میں بولنے کی شکتی ہے، وہ اپنی وانی سے، سماج کی سیوا کرتا ہے۔ کوئی اپنے پروشارتھ[3] سے، کوئی اپنے اوشکار[4] سے۔ ساہتیہ سیویوں کے پاس ان کے قلم کے سوا سیوا کا اور کیا سادھن ہے۔ وہی قلم ہاتھ میں اور راشٹر ہت کا بھاو ہردے میں، سہیوگیوں اور وِدوجنوں کی سہایتا کی آشا من میں لے کر، ہم اس کشیتر میں آئے ہیں۔ یہ بیڑا پار ہوگا کہ نہیں ایشو جانے ہمارے پاس نہ سنگٹھن ہے، نہ انوبھو۔ اور دھن کا تو ہم سے پشتینی بیر[5] ہے۔ کسی نے ہندی پتر کاروں کا پری ہاس[6] کرتے ہوئے لکھا تھا، ''وہ کیول ایک قلم اور ایک ریم کاغذ لے کر سماچار پتر نکال بیٹھتا ہے۔'' یہ ویَنگیہ ہمارے اوپر اکشرش:[7] لاگو ہے، پر ہم سہردے پاٹھکوں کے بھروسے اور ایشور پر وشواس رکھتے ہوئے اپنے کرتویہ پالن کے درڑھ سنکلپ[8] کے ساتھ اس کشیتر میں آ رہے ہیں۔

22/اگست 1932

''جاگرن'' اور پریس سے ایک ایک ہزار کی ضمانت

جاگرن کے 26/اکتوبر کے انک میں ایک کہانی ''اس کا نت'' نامک پرکاشت کی گئی تھی۔ سرکار کو اس کہانی میں کچھ شبد آپتی جنک[9] معلوم ہوئے ہیں۔ اس لیے اس نے ایک ہزار کی ضمانت ''جاگرن'' سے اور ایک ہزار کی پریس سے مانگی ہے۔ ''ہنس'' کی ضمانت کی سمسیا سے ابھی سانس لینے کی فرصت نہیں تھی کہ یہ دوسرا پرہار ہوا۔ اب دیکھنا چاہیے کیا ہوتا ہے۔ آشا ہے پاٹھکوں کی سیوا کرنے سے ہم ونچت[10] نہ ہوں گے۔

5/دسمبر 1932

---

1 ہر ایک جاندار 2 خدمت کا جذبہ 3 شخصیت 4 ایجاد 5 خاندانی دشمنی 6 طنز 7 مکمل طور پر 8 مضبوط ارادہ 9 قابل اعتراض 10 محروم

جاگرن سے ضمانت

''جاگرن'' کے 26 / اکتوبر 1932 کے انک میں شری شیام دھاری پرساد جی کی لکھی ہوئی کہانی ''اس کا انت'' نامک نکلی تھی۔ کہانی میں دو چرتر[1] ہیں، ایک شانتی وادی راشٹر بھگت، دوسرا اگر دل[2] کا آتنک وادی[3]۔ دونوں ہی اپنے اپنے پکشوں کے پرتی ندھی سے ہیں۔ دونوں ہی اپنے اپنے پکش کا سمرتھن کرتے ہیں۔ ہمارے وچار میں شانتی وادی پکش ہی کی وجے ہوئی ہے۔ اور یہی لیکھک کا اڈیشیہ تھا، لیکن ہمارے ادھکاریوں نے اس کہانی کو آپتی جنک سمجھا اور ہم سے دو ہزار کی ضمانت طلب کی، ایک ہزار کی ''سرسوتی پریس'' سے جس میں جاگرن چھپتا ہے، دوسری ایک ہزار کی ''جاگرن'' سے۔ ہم کانگریس میں ہیں۔ ہمارا سدھانت ہے کہ ہمارے راشٹر کا اُدھار[4] شانتی میے اپایوں[5] سے ہی ہوگا۔ رَکت مے[6] ودھانوں کے ہم وِرودھی ہیں۔ کہانی کے نایک کی ہی بھانتی ہماری بھی یہی دھارنا[7] ہے، کہ سوادھینتا[8] جیسا پوتر اڈیشہ رکت مے ودھانوں سے پورا نہیں ہوسکتا۔ دویش[9] کو ہم دویش سے نہیں، سہشنتا[10]، پریم اور سیوا سے ہی جیت سکتے ہیں۔ کرودھ[11] کو کشما[12] سے، دویش کو پریم سے، سندیہہ[13] کو وشواس سے ہی پراست کیا جا سکتا ہے۔ منشیہ کے آنترک دیوتو پر ہمارا پورن وشواس ہے۔ جس طرح کشما اور پریم ستیہ ہے، اسی طرح کرودھ اور ہنسا اَستیہ ہیں۔ اور ستیہ نے سنسار میں استیہ پر سدیو وجے پائی ہے۔ اس چرنتم نیم[14] میں کبھی اپواد[15] نہیں ہوا۔ سمبھو ہے، کچھ دنوں کے لیے استیہ نے ستیہ کو دبا لیا ہو، اسی طرح جیسے کبھی کبھی ذیا لے میگھ سوریہ کو چھپا لیا

1 کردار 2 انتہا پسند جماعت 3 انتہا پسند 4 نجات 5 پرامن تدبیر 6 خونریز طریقے 7 خیال 8 آزادی 9 دشمنی 10 تحمل 11 غصہ 12 درگزر 13 شک 14 دائمی اصول 15 اختلاف

کرتے ہیں، لیکن سور یہ جو ستیہ ہے، جلد یا دیر میں میگھوں کو چھن بھن کر کے پھر اپنا پرکھر پرتاپ[1] دکھاتا ہے۔ کشما اور پریم میں کچھ ایسی اَجے[2] اور دیوی شکتی[3] ہے، جس کے سامنے اُگرتا[4] اپنگ ہو جاتی ہے۔ یوں کہنا چاہیے، کہ جیون کا آدھار ہی ستیہ ہے۔ ہمارا کتنا ہی اُدھ پتن[5] ہو جائے، ہم کتنے ہی جڑ وادی[6] ہو جائیں، لیکن آتما کے اندر بیٹھے ہوئے ستیہ کی اُپیکشا[7] نہیں کر سکتے۔ ستیہ کو سامنے دیکھ کر ہمارے اندر کا ستیہ جیسے پرتی دھونت[8] ہو اٹھتا ہے، جیسے وہ اپنے کسی پرانے پری چت متر کو دیکھ کر اس کے گلے لپٹنے کے لیے وکل[9] ہو جاتا ہے۔ یہی کارن ہے کہ ہم ہنسک نرپشاچوں[10] کو کسی ستیہ وادی مہاتما کا سنسرگ[11] ہوتے ہی سد مارگ پر آتے دیکھتے ہیں۔ ہمارا بھی وشواس ہے کہ ہم اپنے کو پرشکرت کر کے ہی اپنے ورودھیوں کا دل بدل سکتے ہیں۔ اس کا کوئی دوسرا سرل اپائے نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ دیر میں نکلے گا، اس میں سندیہہ نہیں، لیکن نکلے گا اوشیہ۔ اپنی آتم شدھی[12]، اپنا آتم سنسکار ہی ہمارا کلیان[13] کر سکتا ہے۔ جو آتنک واد[14] سے دیش کا اُدھار کرنے کا سوپن دیکھتے ہیں، وے ستیہ کی اوہیلنا[15] کرتے ہیں اور اپنے اُدیشیہ سے دن دن دور ہوتے جاتے ہیں۔

اگر ہمیں شاسنا دھکاریوں[16] سے اس لیے اسنتوش ہے، کہ وے جن ہت کی اپیکشا[17] کر کے اپنے سوارتھ کی رکشا کرتے ہیں، تو ہمارا کرتویہ ہے، کہ ہم اپنے ویوہار سے، اپنے تیاگ سے جیونادرش[18] سے، یہ سدھ کر دیں، کہ ہم جن سیوا کے لیے ان سے زیادہ اپیکت ہیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کر سکتے اور ہمارے ویوہار[19] تتھا آچرن[20] سے یہ بھاست[21] ہوتا ہے کہ ہم کیول ادھکار چاہتے ہیں، جنتا کو اپنے سوارتھ کا کیول ایک ستر سمجھتے ہیں، تو ادھکاری بھی آسانی سے اپنا ادھکار نہ چھوڑیں گے۔ ہم کسی دھنی سے ایک سدکاریہ[22] کے لیے چندا مانگنے جاتے ہیں۔ یدی اسے ہماری سیوا تتپرتا پر وشواس ہے، وہ سمجھتا ہے کہ ہمارا ارادہ نیک ہے، تو ہمیں چندا ملنے میں زیادہ کٹھنائی نہ ہوگی، لیکن یدی ہم اس میں یہ وشواس نہ پیدا کر سکیں، تو نشچے ہے کہ ہمیں وہاں سے نراش لوٹنا پڑے گا۔ یہی سادھارن نیم راجنیک وشیوں میں بھی لاگو ہے۔ یدی ہم سچے راشٹر بھگت[23] ہیں، تو ہمیں

---

1 تیز روشنی، تمازت 2 فتح 3 روحانی طاقت 4 سختی 5 زوال 6 جاہل، کاہل 7 بے عزتی 8 صدائے بازگشت 9 بے چین 10 ظالم شیطان 11 تعلق 12 صفائی روح 13 بھلا 14 دہشت گردی 15 نظر اندازی 16 حاکم افران 17 چشم پوشی، بے عزتی 18 اصول زندگی 19 برتاؤ 20 اخلاق 21 محسوس 22 کار خیر 23 محب وطن

اپنے ہی آچرن سے دوسروں پر اپنی چھاپ ڈالنی پڑے گی۔ ہمیں اپنے سوارتھ تیاگ سے دوسروں کی سوارتھ پرتا[1] کو لجت کرنا پڑے گا۔ یہ ہمارا سدھانت ہے۔

مگر سرکار نے اس کہانی کو آپتی جنک سمجھا اور ہم سے ضمانتیں مانگیں۔ ابھی ''ہنس'' کی ضمانت سے حال ہی میں گلا چھوٹا ہے۔ پانچ مہینوں تک پتر بند رہا تھا، اس لیے اتنی جلدی دوسری ضمانت کا حکم پا کر ہم بہت چھبدھ[2] ہوئے اور من میں ایسا آیا کہ پتر کو بند کر کے شانتی سے بیٹھیں، لیکن اتنا بڑا کلنک ماتھے پر لگائے شانتی سے بیٹھ رہنا اسادھیہ[3] تھا۔ ہم نے دوسرے دن ادھکاریوں سے اس وشے میں لکھا پڑھی کی، ملے اور انت میں ضمانت منسوخ کرانے میں سپھل ہوئے۔ ہم اپنے ضلع کے کلیکٹر شری پنا لال جو آئی۔ سی۔ ایس اور گورنمنٹ کے چیف سیکریٹری مسٹر بلفورڈ کے کرتگیہ[4] ہیں، کہ ان دونوں ہی مہانو بھاوں نے آشاتیت[5] ادارتا[6] اور سہردیتا[7] کا پریچے[8] دیا، جس سے آج ہم کو پاٹھکوں کی سیوا میں حاضر ہونے کا شبھ[9] اوسر ملا۔

لیکن یہاں اتنا کہہ دینا ہم اپنا کرتویہ سمجھتے ہیں، کہ ایسے واتاورن[10] میں جب کہ ہر ایک سمپادک کے سر پر تلوار لٹک رہی ہو، راشٹر کا سچا راجنیتک وکاس نہیں ہوسکتا۔ ادھکاریوں کے ہاتھ میں اتنا اختیار دے دیا گیا ہے، کہ کوئی سمپادک[11] افسروں کی آلوچنا[12] کر کے سکھ کی نیند نہیں سو سکتا۔ سماچار پتروں کو راج کرمچاریوں کی آلوچنا کرنے میں کوئی آنند نہیں آتا۔ نہ یہ سب ان کے لیے دنود کی وستو ہے۔ راشٹر کے وے بھی اتنے ہی سچے ہت چنتک ہیں، جتنے ادھکاری ورگ۔ وے جب سرکار کی نیتی یا کاریہ واہی پر ٹپنیاں[13] کرتے ہیں تو ان کا اُدیشیہ جنتا میں اَسنتوش پھیلانا مات نہیں ہو سکتا۔ کیول یہی چاہتے ہیں، کہ کسی نیتی پر جنتا میں جو بھاونائیں[14] اُتپن ہوں، اسے پرکٹ کر دیں۔ وے جنتا ہی کے نہیں، شاسن کے بھی ہتیشی ہیں۔ ایک اور تو وے جن مت کی وکالت کرتے ہیں، دوسری اُور جنتا میں اس ناگرکتا[15] کا پرچار کرتے ہیں، جسے وہ راشٹر کے اتھان[16] کے لیے آوشیک سمجھتے ہیں۔ ان کی ذمہ داریاں بہت بڑی ہیں۔ اگر وے نربھیکتا[17] سے جن مت کو پرکٹ نہیں کرتے، تو ان کی آوشیکتا ہی جاتی رہتی ہے اور

---

1 خودغرضی پن 2 مایوس 3 ناقابل برداشت 4 احسان مند 5 امید کے مطابق 6 بھلائی 7 دلداری 8 تعارف 9 مبارک موقع 10 ماحول 11 مدیر 12 نکتہ چینی 13 تبصرہ 14 جذبات 15 شہریت 16 ترقی 17 بے خوفی

جتنا انھیں سرکاری پٹھو سمجھ کر ان کی اپیکشا[1] کرتی ہے۔ یدی وے صاف گوئی سے کام لیتے ہیں، تو سرکار کے کوپ بھاجن بنتے ہیں، اور یہ اوستھا کیول اس لیے پیدا ہو گئی ہے کہ شاسکوں اور شاستوں کے سوارتھ میں سنگھرش ہے۔ سماچار پتروں کی حیثیت شاستوں کے وکیل کی ہے۔ انھیں پگ پگ پر کرمچاریوں کی نیتی کی آلوچنا کرنی پڑتی ہے اور ادھکاری اپنی آلوچنا سننا پسند نہیں کرتا۔ آج ہر ایک اخبار کا جیون ادھکاریوں کی مٹھی میں ہے۔ وے جس سے چاہیں اس کا نکلنا بند کر سکتے ہیں۔ اپیل اور فریاد کے لیے جو سوِدھائیں[2] دی گئی ہیں وہ ان بیڑیوں کو ذرا بھی ڈھیلا نہیں کرتیں۔ اب تک تو یہ ڈھارس تھا، کہ قانونی آرڈی ننسوں کا نیت[3] سے کے بعد انت ہو جاتا تھا، پر اب تو آرڈی ننس کے قانونی روپ میں آ جانے سے انھیں استھاتو[4] پراپت ہو گیا۔ اس نے سماچار پتروں کی سوتنترتا کا ایک پرکار سے انت کر دیا۔ سماج پر گھور[5] سے گھور اناچار کرنے والوں پر بھی اتنا کٹھور نیترن نہیں رکھا جاتا، جتنا سمپادکوں پر، مانوں یہ ریچھ یا مرکھنے سانڈ ہیں۔ کہ ذرا بھی چھونے اور اُپدرو[6] مچانا شروع کر دیں گے۔ ہمیں بھے ہے، کہ ان پرتی کول وشاؤں[7] میں سماچار پتروں کا بڑھنا اور پنپنا کٹھن ہو جائے گا۔

12 ردسمبر 1932

کھید پرکاش

جاگرن میں '' اس کا انت'' نام کی کہانی چھاپنے کے کارن یو۔ پی۔ گورنمنٹ نے ہم سے جو ضمانت مانگی تھی وہ کرپا کر اس نے منسوخ کر دی ہے۔ ہم حاکم ضلع مسٹر پنا لال آئی۔ سی۔ ایس۔ اور یو۔ پی گورنمنٹ کو اس کرپا کے لیے دھنیہ واد دیتے ہیں۔ ہمیں کھید ہے کہ کہانی کا بھاؤ سمجھنے میں ہم سے بھول ہوئی۔ ہم آتنک واد[8] کے کبھی سمرتھک نہیں رہے اور ہمارا اسدھانت[9] ہے کہ آتنک واد سے دیش کی بہت بڑی ہانی ہو رہی ہے۔ ہم گورنمنٹ کو وشواس دلاتے ہیں کہ بھوشیہ میں ایسی کوئی چیز نہ پرکاشت کریں گے جس کا آتنک واد سے سمبندھ ہو، کیونکہ اہنسا[10] میں ہمارا پورن وشواس[11] ہے۔

26 ردسمبر 1932

---

1 بے حرمتی 2 سہولتیں 3 معینہ 4 پائداری 5 سخت 6 فساد 7 ناموافق حالات 8 دہشت پسندی 9 اصول 10 عدم تشدد 11 اعتقاد

"جاگرن" کا دام پانچ پیسے

'جاگرن' کو نکلتے چھ مہینے ہو گئے۔ ہم نے ہندی میں کوئی اچھا ساہتیک [1] ساپتاہک [2] پتر نہ دیکھ کر ہی اس کا پرکاشن سویکار کیا تھا اور ہمیں یہ دیکھ کر ہرش ہوتا ہے کہ ہندی پاٹھکوں نے ہمارے ساتھ سہیوگ کیا۔ آج جاگرن اس کا پریم پاتر [3] بنا ہوا ہے، لیکن اس کے پرکاشن میں ہم اب تک دو ہزار کا نقصان اٹھا چکے ہیں۔ ہم نے برابر بیس پچیس پرشٹھ [4] ٹھوس پٹھن سامگری دی ہے، جو اس دام میں یا اس سے ادھک میں بکنے والا کوئی پتر نہیں دے سکتا۔ پرشٹھ سنکھیا تو ان کی بتیس تک ہوگی۔ یا اس سے بھی ادھک، کنتو اس میں پندرہ پرشٹھ سے کم وگیاپن [5] کے نہ ہوں گے۔ اتنا پڑھنے کا مسالہ کیول 'جاگرن' میں ہوتا ہے۔ اگر ہم لکھپتی ہوتے، تو سمجھتے، چلو جہاں سیر سپاٹے میں ہزار خرچ ہو جاتے ہیں، وہاں اس شوق میں بھی سو دو سو کا نقصان سہی۔ لیکن چڑے کی جان تو لڑکوں کے کھیل واڑ بھر ہی کی ہوتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اتنا بل کھانے کے بعد ہم نے اتنا ادھکار پراپت کرلیا ہے کہ پاٹھکوں سے کچھ سہایتا مانگ سکیں۔ اور وہ سہایتا کیول اتنی ہی ہے کہ جاگرن کے لیے آپ چار پیسے کی جگہ پانچ پیسے خرچ کریں۔ اگر جاگرن سے آپ کو پریم ہے، تو آپ ایک پیسے کی پرواہ نہ کریں گے۔ اور اگر پریم نہیں ہے تو آپ سینت میں بھی نہ پوچھیں گے۔ ایک پیسہ دام بڑھا دینے سے پورا نقصان تو پورا نہیں پڑ سکتا، لیکن اس میں کچھ نہ کچھ کمی اوشیہ ہو جائے گی۔ پھر یہ بات بھی اچھی نہیں لگتی کہ وارشک گراہکوں [6] کو تو جاگرن ساڑھے تین روپے میں ملے اور پھٹکر خریداروں کو تین روپے میں۔ بہت سے

---

1 ادبی 2 ہفتہ وار 3 پیاری چیز 4 صفحات 5 اشتہار 6 سالانہ خریدار

پاٹھک سمجھتے ہیں کہ جاگرن چار پیسے میں مل جاتا ہے، تو سال بھر کے لیے گراہک کیوں بنے۔ کیول آٹھ آنا پیسے کا گھاٹا اٹھاویں۔ جاگرن کو چار پیسے میں دینا استھائی گراہکوں[1] کے ساتھ انیائے ہے۔ جو سجن پانچ پیسے دینا پسند نہ کریں ان کے لیے دوسرا راستہ صاف ہے۔ ساڑھے تین روپے بھیج کر سال بھر کے لیے گراہک بن جائیں، یا ہمیں وی۔ پی۔ بھیجنے کا آدیش[2] لکھ بھیجیں۔ ہمیں وشواس ہے کہ پاٹھک ورند ساہتیہ[3] پریم کے ناتے سپتاہ میں ایک پیسہ ادھک خرچ کرنے میں کنجوسی نہ کریں گے۔ ہم اپنا سے دیتے ہیں، اچھی سی اچھی سامگری[4] جٹانے کے لیے پتر ویوہار کرتے ہیں، کیا اس کے ساتھ ہی پاٹھک یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہم سو دو سو مہینے کا تاوان[5] بھی دیتے جائیں۔ اگر ہم میں اتنی شکت[6] ہوتی، تو ہم وہ بھی کر دکھاتے، لیکن ہم اتنے سامرتھیہ وان[7] نہیں ہیں۔ مگر یہ نہ سمجھیے کہ ہم ایک پیسہ آپ سے لے کر اپنی جیب میں رکھ لیں گے۔ ہم نے 'جاگرن' میں دو ایک فوٹو اور ایک کارٹون دینے کا بھی پربندھ[8] کیا ہے، اس کا کچھ پرشٹھ بھی موٹے کاغذ پر چھپے گا اور اس طرح آپ کا ایک پیسہ ہماری جیب میں نہ جا کر کسی روپ میں آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔

10/اپریل 1932

---

1 مستقل خریدار 2 حکم 3 ادب سے بے انتہا لگاؤ 4 مواد 5 امداد 6 کرنے کی صلاحیت 7 باحیثیت 8 انتظام

جاگرن کا پہلا ورش

اس سنکھیا سے 'جاگرن' کا دوسرا ورش آرمبھ ہوتا ہے۔ بھارت میں آدھے نوجات ششو[1] پہلے ورش میں ہی جیون[2] لیلا سماپت کر دیتے ہیں۔ وہ کھٹکے کا سال نکل گیا اور آج اس کی پہلی ورش گانٹھ[3] پر ہم اپنے کرپالو ساہتیک متروں، سہردے پاٹھکوں اور راتسا ہی ایجنٹوں کو بدھائی دیتے ہیں۔ ہم تو نمتی ماتر[4] ہیں۔ متروں نے جس ادارتا سے ہماری سہایتا کی ہے، اس کے لیے ہم ان کے چررنی[5] رہیں گے۔ دیش کی جیسی دھن[6] آرتھک دشا[7] ہے اور ہندی ساچار پتروں کے پرتی شکشت سماج میں جو اداسینتا ہے، اس کو دیکھتے ہوئے یہ سال اتنا برا نہیں رہا۔ ان بارہ مہینوں میں ہمیں جو کچھ جاگرن بھینٹ کرنے پڑے، اس کا کھید[8] نہیں ہے۔ روپیے کا اس سے بڑھ کر ہم اور کیا سدپیوگ کر سکتے تھے۔ اگر دھن کا ابھاو[9] نہ ہوتا، تو 'جاگرن' اس شان سے نکلتا کہ ہندی سنسار کو اس پر گرو ہوتا، لیکن ہم اپنی سیماؤں[10] کے اندر رہ کر جو کچھ کر سکتے تھے وہ کیا اور کرتے رہیں گے۔ ویاپارک[11] درشٹی سے یہ اُدیوگ[12] سپھل ہو یا نہ ہو۔ ہم کیول اتنا ہی نویدن[13] کرنا چاہتے ہیں کہ جاگرن کو ہم نے ویاپارک لابھ کے لیے نہیں نکالا تھا۔ اس کا مکھیہ اُدیشیہ[14] سدوچاروں کا پرچار ہے۔ ہاں یہ ہم ضرور چاہتے ہیں کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے، کیونکہ اسی دشا میں اس کا جیون نراپد[15] رہ سکتا ہے۔ اگر ہمارے پاٹھک سمجھتے ہوں کہ 'جاگرن' راشٹر. ورساہتیہ کی کچھ سیوا کر رہا ہے تو ان کا کرتویہ[16] ہے کہ اس کی اپیوگتا[17] کا کشیتر بڑھا دیں اور 'جاگرن' کی برادری کو پرسارت کریں۔ اس طرح کی باتیں سمپادک لوگ کیا ہی کرتے ہیں، پاٹھک پروا نہیں کرتے۔ اس لیے اپنا دکھڑا نہ

---

1 نوزائیدہ بچے 2 زندگی 3 سالگرہ 4 نشان محض 5 ہمیشہ احسان مند 6 مفلس 7 معاشی حالت 8 افسوس 9 کمی 10 حدود 11 کاروباری نظر (۱۲) صنعت (۱۳) گزارش (۱۴) مقصد خاص (۱۵) محفوظ (۱۶) فرض (۱۷) فیض یابی

رونا ہی اچھا ہے۔ ہم اس امر سدھانت[1] پر بھروسا کر لینا ہی اچت سمجھتے ہیں کہ جو چیز اچھی ہوتی ہے، اسے گراہکوں کی کمی نہیں رہتی۔ اگر کسی چیز کے گراہک[2] نہیں ہیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی سنسار کو ضرورت نہیں۔ پاٹھک اپنا کرتویہ کریں یا نہ کریں، ہم تو اپنا حق ادا کیے ہی جائیں گے۔ اگلے انک سے ہم نے ایک اُچ کوٹی[3] کا اپنیاس دھاراواہک[4] روپ[5] سے دینے کا نشچے کیا ہے۔ ہم یہ پریتن بھی کر رہے ہیں کہ ودیشی پتروں سے اپیوگی[6]، گیان وردھک[7] اُنواد[8] اس سے ادھک دے سکیں اور کارٹون تتھا چتروں کو بڑھانے کا ادیوگ بھی کیا جارہا ہے۔ ہم آشا کرتے ہیں کہ پریمی پاٹھک ہمیں اپنے سدپرامرش[9] دیتے رہیں گے، جس سے ہم پتر کو ادھک اپیوگی بنانے میں سمرتھ[10] ہوسکیں۔

13/اگست 1933

---

1 ہمیشہ زندہ رہنے والا اصول 2 خریدار 3 اعلیٰ درجہ 4 ناول 5 قسط وار 6 کارآمد 7 ذہانت افزا 8 ترجمہ 9 اچھا مشورہ 10 قابل

جاگرن کی سمادھی[1]

لگ بھگ پونے دو سال تک دیش کی بھلی بری سیوا کرنے کے بعد 'جاگرن' اب اتنے دنوں کے لیے سمادھی لے رہا ہے، جب تک وہ اس یوگیہ نہ ہو جائے کہ اس سے اچھے روپ میں، پاٹھکوں کی سیوا کر سکے۔ ہم نے جس وقت اسے ہاتھ میں لیا تھا، آشا تھی کہ ہم اسے ہندی کا آدرش[2] ساپتاہک پتر بنا سکیں گے۔ انیہ کتنی ہی مانوی[3] آشاؤں[4] کی بھانتی ہماری وہ آشا پوری نہ ہوئی اور اس روپ میں اسے چلاتے رہنا ہمیں رُچی کر[5] نہ ہوا۔ ہمیں یہ تو پہلے بھی معلوم تھا کہ پتر سنچالن[6] بھی ویوسائے[7] ہے اور انیہ ویوسایوں کی بھانتی آج کل اسے بھی بڑی پونجی کی ضرورت ہے، پر ہم نے سولہ آنے ویوسائے وردھی سے اس کا بھار نہ لیا تھا، اپنی شکتی اور سمے کا سدپیوگ کا بھاو ہی پردھان تھا۔ ہم پرسن ہیں، کہ اُدار ساہتیک متروں اور کرپالو پاٹھکوں نے ہمیں اتنے دنوں سیوا کرنے کا اوسر دیا۔ ہم ان کا احسان کبھی نہ بھولیں گے۔ جیون نئے نئے انوبھوؤں[8] کا نام ہے۔ اور ہمیں جاگرن کے سنچالن دوارا جو انُبھو ہوئے، وہ دوسروں سے سن سنا کر کبھی نہ ہوتے۔ ہم نے اپنی پری مت سیما[9] کے اندر وہی لکھا ہے، جو ہماری آتما نے کہا اور انھیں باتوں کا سمرتھن کیا، جسے ہم نے اپنی بدھی کے انسار دیش کے لیے ہت کر[10] سمجھا۔ ہم نے کبھی کسی کا دل دکھانے کی یا سستی شہرت حاصل کرنے کی چیشٹا نہیں کی۔ پھر بھی یدی ہم نے انجان میں کسی کا دل دکھایا ہو، تو ہم سچے دل سے اس کے لیے کشما مانگتے ہیں۔

جن گراہکوں کے پیسے ہمارے اوپر آتے ہیں، ان سے ہماری ونتی ہے کہ وے

---

1 قبر 2 مثالی 3 انسانی 4 امید 5 دلچسپ 6 اہتمام 7 کاروبار 8 تجربات 9 محدود 10 فائدے مند

ہمیں 'ہنس' کی پرتیاں[1] بھیج کر اس رن[2] کو چکانے کی انومتی[3] دیں۔ جن جنوں کے پاس 'ہنس' جاتا ہے، وے اس مولیہ[4] کی پستکیں ہم سے لے سکتے ہیں۔ ہمیں آشا ہے کہ پاٹھک ہمیں کشما کریں گے۔ انت میں ہم کوی میر کے شبدوں میں پاٹھکوں سے ودا مانگتے ہیں۔

اب تو جاتے ہیں مے کدے سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

21 رمئی 1934

---

1 شمارے 2 قرض 3 اجازت 4 قیمت 5 معاف